جدید ایڈیشن
قرآن کریم کے معانی و مطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی
درسِ قرآن
پارہ ۱۶ تا ۲۰
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلام پاک کی سیکھ لے
تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے، اور اگر عمل کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعتِ نفل پڑھنے سے افضل ہے
تسہیل شدہ ترجمہ
حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن و دیگر تفاسیر
ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240
اگر آپ روزانہ
پندرہ میں منٹ "درسِ قرآن"
سے ایک درس پڑھیں تو ان شاء اللہ
آپ اس کے معانی و مطالب کو سمجھنے
میں کامیاب ہو جائیں گے

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا

اُن بزرگ نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہوسکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق

فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ

کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے بیشک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا

اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ

تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا سو انہوں نے اُن کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا اتنے میں اُن کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو اُن بزرگ نے اس کو سیدھا کردیا۔

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ

موسیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اُجرت ہی لے لیتے۔ اُن بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے میں ان چیزوں کی

بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | اَلَمْ کیا نہیں | اَقُلْ میں نے کہا | لَكَ تجھ سے | اِنَّكَ بیشک تو | لَنْ تَسْتَطِيْعَ ہرگز نہ کر سکے گا | مَعِيَ میرے ساتھ | صَبْرًا صبر |
| قَالَ اِنْ اس (موسیٰ) نے کہا اگر | سَاَلْتُكَ میں تم سے پوچھوں | عَنْ شَيْءٍ کسی چیز سے | بَعْدَهَا اسکے بعد | فَلَا تُصٰحِبْنِيْ تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا | | | |
| قَدْ بَلَغْتَ البتہ تم پہنچ گئے | مِنْ لَّدُنِّيْ میری طرف سے | عُذْرًا عذر | فَانْطَلَقَا پھر وہ دونوں چلے | حَتّٰى یہاں تک کہ | اِذَآ اَتَيَا جب وہ دونوں آئے | | |
| اَهْلَ قَرْيَةِ ایک گاؤں والوں کے پاس | اِسْتَطْعَمَا دونوں نے کھانا مانگا | اَهْلَهَا اس کے باشندے | فَاَبَوْا اَنْ تو انہوں نے انکار کردیا کہ | | | | |
| يُّضَيِّفُوْهُمَا وہ انکی ضیافت کریں | فَوَجَدَا پھر انہوں نے پائی (دیکھی) | فِيْهَا جِدَارًا اس میں (وہاں) ایک دیوار | يُّرِيْدُ وہ چاہتی تھی | | | | |
| اَنْ يَّنْقَضَّ کہ وہ گر پڑے | فَاَقَامَهٗ تو اس نے اسے سیدھا کردیا | قَالَ اس نے کہا | لَوْ شِئْتَ اگر تم چاہتے | لَتَّخَذْتَ لے لیتے | عَلَيْهِ اس پر | | |
| اَجْرًا اجرت | قَالَ اس نے کہا | هٰذَا یہ | فِرَاقُ جدائی | بَيْنِيْ میرے درمیان | وَبَيْنِكَ اور تمہارے درمیان | سَاُنَبِّئُكَ اب تمہیں بتائے دیتا ہوں | |
| بِتَاْوِيْلِ تعبیر | مَا جو | لَمْ تَسْتَطِعْ تم نہ کر سکے | عَلَيْهِ اس پر | صَبْرًا صبر | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو توڑنے اور عیب دار کردینے کا واقعہ بیان ہوا تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے معذرت فرمائی کہ مجھ سے بھول سے غلطی ہوگئی معاف کیجئے اور چونکہ اول ہی مرتبہ کا اعتراض تھا اور خضر علیہ السلام بھی واقف تھے کہ بھول سے ایسا ہوا ہے اس لئے خضر علیہ السلام نے درگذر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمراہی میں سفر جاری رہا۔ لکھا ہے کہ کشتی نے ابھی تھوڑی ہی مسافت آگے کو طے کی تھی کہ ملک روم کے بادشاہ کی ایک بندرگاہ آگئی۔ یہ ظالم بادشاہ یہاں سے گزرنے والی کشتیوں کو جبراً پکڑ کر چھین لیتا تھا جس سے کشتی کے مالک اور مسافر ناگہاں مصیبت میں مبتلا ہوکر پریشان ہوتے تھے بندرگاہ پر کشتی پہنچتے ہی بادشاہ

کے ملازم اور سپاہی آ چڑھے کہ مسافروں کو اُتار دیں اور کشتی پر قبضہ کرلیں۔ لیکن ٹوٹی ہوئی دیکھ کر اور بیکار سمجھ کر چھوڑ گئے۔ خضر علیہ السلام نے ملاح سے کہہ دیا کہ ہم نے تمہاری کشتی اسی ظالم کے ہاتھ سے بچانے کے لئے توڑ کر عیب دار کردی تھی اب ہم اس کو درست کردیں گے۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کا بہت شکر ادا کیا اور بڑی دعائیں دیں کہ آپ نے بڑی مصیبت اور نقصان سے بچایا وہاں سے تھوڑی دور آگے چلنے کے بعد خضر علیہ السلام نے اُسی تختہ کو اپنی جگہ پر لگا کر درست کردیا اور اہل کشتی دعائیں دیتے ہوئے اور خضر علیہ السلام کی جدائی پر افسوس کرتے ہوئے چھوڑ کر ان سے رخصت ہوگئے، کشتی سے اترنے کے بعد دو واقعات ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ حضرات کشتی سے اترنے کے بعد پیادہ چلتے ہوئے ایک بستی کے قریب پہنچے وہاں ایک جگہ چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ خضر علیہ السلام نے ان میں سے ایک خوبصورت ہنستے کھیلتے ہوئے نوعمر نابالغ لڑکے کو پکڑ کر بلا تامل زمین پر لٹا دیا اور چاقو سے ذبح کرکے سر کو گردن سے جدا کرکے ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام میں شان نبوت اور نہی عن المنکر کا ظہور اور غلبہ تھا وہ اس واقعہ کو دیکھ کر جو بظاہر کشتی کے واقعہ سے بھی سخت ظلم تھا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ فوراً گھبرا کر حضرت خضر علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپ نے یہ کیا ظلم کیا۔ بلاقصور ایک ایسی جان کا خون کردیا جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ تو آپ نے بڑی بے جا حرکت کی۔ اس وعدہ خلافی کو دیکھ کر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آپ سے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ آپ سے میرے ہمراہ رہ کر خاموش نہ رہا جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس مرتبہ وعدہ یاد تھا لیکن فرض منصبی ادا کرنے کا جو جوش اللہ تعالیٰ نے طبیعت میں رکھا تھا اس نے مجبور کردیا اور خاموش نہ رہ سکے اس لئے اب کی دفعہ بھولنے کا عذر

اور معافی کی درخواست نہیں کی بلکہ فرمایا کہ خیر اب تو غلطی ہوگئی۔ آپ پچھلی مرتبہ درگذر کرچکے ہیں کہ آئندہ معذور سمجھنے اور درگذر کرنے کی گنجائش نہیں۔ آئندہ اس قسم کا اعتراض کروں تو آپ اپنے سے مجھ کو جدا کردیں۔ ایک حدیث میں جناب سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی قدر اور صبر کرتے تاکہ ان دونوں کے پرحکمت حالات قرآن مجید میں ہم کو اس زیادہ سنائے جاتے لیکن بار بار خلاف وعدہ ہوجانے اور عذر کرنے سے اُن کو شرم آگئی اس لئے جدائی کو تجویز کرلیا۔ بہرحال حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو قبول کیا اور اب بھی اپنی ہمراہی میں رکھا۔ خضر علیہ السلام کے ہمراہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع چلے جارہے تھے۔ دوپہر کا وقت ہوگیا سب کو کھانے کی ضرورت ہوئی تو ایک بستی میں پہنچے جس کے رہنے والے اکثر خوشحال تھے۔ بہت مجمعوں میں گئے جہاں لوگ جمع تھے اور ظاہر کیا کہ ہم مسافر ہیں کھانا کھلاؤ۔ مگر وہاں کے باشندے کچھ ایسے بخیل تھے کہ خیال ہی نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے کھانے پینے اور ہر قسم کے سامان غیب سے مہیا کرسکتا تھا۔ لیکن اہل بستی کی حالت کا امتحان اور بخل کا اظہار منظور تھا۔ سب جگہ پھر پھرا کر واپس آرہے تھے کہ راستہ میں ایک نہایت پرانی اور اونچی دیوار کو دیکھا جو بالکل گرنے کے قریب تھی اور اس قدر جھک گئی تھی کہ لوگ اس کے پاس کو بہت ڈرتے ڈرتے راستہ چلتے تھے۔ خضر علیہ السلام نے دیوار کے پاس کھڑے ہوکر ایک ہاتھ دیوار کے اس طرف رکھا اور ایک دوسری طرف اور دیوار پر ہاتھ پھیر کر برابر کرکے سیدھا کردیا جس سے وہ دیوار سیدھی مضبوط ہوکر کھڑی ہوگئی۔ اگرچہ یہ کوئی ناجائز یا ممنوع کام نہ تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس

لئے ناگوار ہوا کہ اس بستی والوں نے بہت ہی سنگدلی اور بے مروتی سے ان حضرات کو کھانا تک نہیں کھلایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گاؤں کے باشندوں سے ہم نے کھانا مانگا تو ان بے مروت لوگوں نے کھانا نہ دیا۔ نہ کچھ مروت سے پیش آئے۔ پھر بھلا آپ نے بلا کسی کے کہنے سننے کے اس دیوار کو کیوں مفت درست کر دیا۔ اس پر کچھ اجرت ٹھہرا لینی تھی۔ چونکہ یہ تیسرا اعتراض تھا اور موسیٰ علیہ السلام خود ہی فرما چکے تھے کہ آئندہ اگر کوئی اعتراض کروں تو جدا کر دیا جاؤں اسلئے خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ہمارے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام وعدہ اور شرط کی پابندی سے کچھ عذر نہ فرما سکے۔ علیحدہ ہوتے وقت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ جو واقعات پیش آئے ہیں ان کے علم اور حقیقت سے مطلع فرماتے جایئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ بہتر ہے جن باتوں کو آپ ناگوار سمجھ کر صبر نہ کر سکے ان کی حکمت سن لیجئے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے ان کاموں میں جو راز و اسرار تھے اور جو انہوں نے بامر خداوندی کئے تھے ان کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس پر یہ قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کا ختم ہوتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔ اور ان مذکورہ واقعات میں جو اشکال پیدا ہو سکتا ہے اس کو بھی انشاء اللہ قصہ کے خاتمہ پر آئندہ درس میں بیان کیا جائے گا۔

الحمدللہ کہ آج پندرہویں پارہ سبحٰن الذی کا بیان ختم ہو کر سولھواں پارہ قال الم شروع ہو گیا اس طرح قران پاک کے نصف اول کا بیان حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورا ہو گیا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں اپنی مرضیات پر ظاہر میں اور باطن میں قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جو معاملہ حق تعالیٰ ہمارے ساتھ فرمائیں اس میں اپنی رحمت و حکمت کا یقین ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ بیشک آپ کے سب کام پُر حکمت ہوتے ہیں۔ خواہ ہماری سمجھ میں وہ حکمت آئے یا نہ آئے یا اللہ! ہم کو ہر حال میں اپنی ذات عالی کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی حکمت سے ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرما۔

یا اللہ! ہم کو آپ نے شریعت مطہرہ کے ظاہری و باطنی احکام کا جو مکلف فرمایا ہے ہم کو ہر حال میں اس کی پابندی نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! آپ رحیم و کریم ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہیں۔ اس لئے ہمیں جو ناگوار واقعات پیش آئیں ان میں...... ہم آپ کی رحیمی و کریمی کے ساتھ حکمت کا بھی یقین رکھیں۔

یا اللہ! ہم ایمان کے ضعیف اور کمزور ہیں کسی ابتلا اور امتحان کی سہار نہیں رکھتے اس لئے ہر حال میں آپ کے کرم و رحم فضل و احسان ہی کے ملتجی ہیں۔ ہمیں ہر حال میں صراط مستقیم پر اپنی مرضیات کے ساتھ قائم رکھئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ

وہ جو کشتی تھی سو چند آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اسکی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف

مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَأَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ أَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَآ أَنْ يُّرْهِقَهُمَا

ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا۔ اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے۔

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَأَرَدْنَآ أَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَأَمَّا الْجِدَارُ

پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو اور (ماں باپ کیساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔

فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ

اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا

رَبُّكَ أَنْ يَّبْلُغَآ أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ

کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا۔

أَمْرِي ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾

لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَمَّا رہی | السَّفِينَةُ کشتی | فَكَانَتْ سو وہ تھی | لِمَسٰكِينَ غریب لوگوں کی | يَعْمَلُونَ وہ کام کرتے تھے | فِي الْبَحْرِ دریا میں | فَأَرَدْتُّ سو میں نے چاہا | اَنْ کہ | |
| اَعِيبَهَا میں اسے عیب دار کردوں | وَكَانَ اور تھا | وَرَآءَهُمْ انکے آگے | مَلِكٌ ایک بادشاہ | يَأْخُذُ وہ پکڑ لیتا | كُلَّ سَفِينَةٍ ہر کشتی | غَصْبًا زبردستی | وَ اور | |
| اَمَّا رہا | الْغُلٰمُ لڑکا | فَكَانَ تو تھے | اَبَوٰهُ اسکے ماں باپ | مُؤْمِنَيْنِ دونوں مومن | فَخَشِينَا سو ہمیں اندیشہ ہوا | اَنْ يُّرْهِقَهُمَا کہ انہیں پھنسا دے | طُغْيَانًا سرکشی میں | |
| وَّكُفْرًا اور کفر میں | فَاَرَدْنَا پس ہم نے ارادہ کیا | اَنْ يُّبْدِلَ کہ بدلہ دے | لَهُمَا ان دونوں کو | رَبُّهُمَا ان کا رب | خَيْرًا بہتر | مِّنْهُ اس سے | زَكٰوةً پاکیزگی | |
| وَاَقْرَبَ اور زیادہ قریب | رُحْمًا شفقت | وَاَمَّا اور رہی | الْجِدَارُ دیوار | فَكَانَ سو وہ تھی | لِغُلٰمَيْنِ دو بچوں کی | يَتِيمَيْنِ دو یتیم | فِي الْمَدِينَةِ شہر میں۔ کے | |
| وَكَانَ اور تھا | تَحْتَهُ اسکے نیچے | كَنْزٌ خزانہ | لَّهُمَا ان دونو ں کیلئے | وَكَانَ اور تھا | اَبُوهُمَا ان کا باپ | صَالِحًا نیک | فَاَرَادَ سو چاہا | رَبُّكَ تمہارا رب |
| اَنْ يَّبْلُغَا کہ وہ پہنچیں | اَشُدَّهُمَا اپنی جوانی | وَيَسْتَخْرِجَا اور وہ دونوں نکالیں | كَنْزَهُمَا اپنا خزانہ | رَحْمَةً مہربانی | مِّنْ رَّبِّكَ سے تمہارا رب | | | |
| وَمَا فَعَلْتُهُ اور یہ میں نے نہیں کیا | عَنْ سے | اَمْرِي اپنا حکم (مرضی) | ذٰلِكَ یہ | تَأْوِيلُ تعبیر (حقیقت) | مَا جو | لَمْ تَسْطِعْ تم نہ کرسکے | عَلَيْهِ اس پر | صَبْرًا صبر |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں تین واقعات کا ذکر ہوا تھا جن کو حضرت خضر علیہ السلام کے کرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر تعجب کا اظہار فرمایا تھا۔ ایک تو حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو توڑ کر ناکارہ اور عیب دار بنا دینا۔ دوسرے ایک لڑکے کو قتل کر دینا اور تیسرے

ایک گرنے والی دیوار کو بغیر کہے سنے اور بغیر کسی اجرت کے سیدھا کردینا۔ تیسرے واقعہ کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام میں جدائی کا وقت آ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر حضرت خضر علیہ السلام نے ان تینوں باتوں کی حقیقت اور ان کی حکمت کو ظاہر فرمایا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ جس کشتی میں آپ سوار تھے اس کے مالک نہایت مفلس اور غریب لوگ تھے۔ آٹھ دس آدمیوں کی معاش اور روزی کا ذریعہ یہی کشتی تھی۔ راستہ میں ایسے بادشاہ کی سلطنت میں گزرنا تھا جو تمام کشتیوں کو ظلماً چھین کر ضبط کر لیتا تھا لیکن بیکار اور ٹوٹی پھوٹی کشتیوں کو نہ لیتا تھا۔ چونکہ یہ باتیں خدا تعالیٰ نے مجھ کو منکشف کرادی تھیں اس لئے پہلے سے میں نے کشتی کو توڑ دیا۔ اس تدبیر سے ان مسکینوں کی کشتی ظالم کے ہاتھ سے بچ گئی اور پھر آسانی سے درست ہوگئی۔ چنانچہ یہ باتیں آپ بچشم خود دیکھ چکے ہیں۔ دوسرے وہ لڑکا جس کو آپ نے بظاہر بے قصور مومن سمجھ کر اس کے قتل کو بہت ہی بڑا گناہ سمجھا تھا اس کی اصل طبیعت اور خلقت ہی میں مادۂ کفر کا غلبہ رکھ دیا گیا تھا وہ اگر زندہ رہ کر بالغ ہوتا تو کافر ہی ہوتا اور ایسے افعال کا مرتکب ہوتا جن سے خود گمراہ ہونے کے علاوہ اپنے مومن والدین کو بھی اپنا شریک کرکے آخر کافر بنا کر چھوڑتا خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کے والدین کا ایمان بھی سلامت رہے اور اس لڑکے کی عوض میں اس سے بہت بہتر اولاد ان کو عطا کردے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ جو اس بیٹے سے بہت زیادہ اطاعت کے ساتھ ان کی خدمت و دلداری کرکے دل ٹھنڈا کرے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مطلع کرکے مجھ کو اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ تیسرے اس بخیل بستی والوں کی دیوار جن کی بے مروتی کے مقابلہ میں اس کا مفت درست کردینا آپ کو ناپسند ہوا وہ دو یتیم بچوں کے مکان کی دیوار تھی جن کے دین دار اور مومن باپ نے حلال روزی اور پیشہ سے نہایت مشقت سے کچھ مال جمع کرکے بچوں کے لئے دیوار کے نیچے دفن کردیا تھا۔ اگر اسی وقت ان کی صغرسنی میں دیوار گر کر مال ظاہر ہو جاتا تو ان کے عزیز و اقارب سب خرد برد کر جاتے۔ ان قابل رحم یتیموں کو کچھ بھی نہ ملتا۔ خدا تعالیٰ نے بچوں کے حال پر رحم فرما کر یہ چاہا کہ ہمارے سچے ایماندار بندے کی گاڑھی کمائی ضائع نہ ہو اور یہ یتیم بچے جوان ہو کر خود ہی اس کو نکالیں۔ لہٰذا دیوار کو درست اور مستحکم کرنے کے لئے مجھ کو مامور فرمایا۔ ان باتوں کو سننے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے رخصت ہوگئے۔ خضر علیہ السلام دریا کی طرف چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر واپس آ گئے اور بدستور اپنی نبوت و رسالت کے فرائض کی انجام دہی میں معروف ہوگئے اور آپ کی زندگی ہی میں حضرت یوشع کو بھی خدا تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی جب موسیٰ علیہ السلام نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی تو حضرت یوشع علیہ السلام نے ان کے قائم مقام ہو کر ہدایت خلق اللہ میں تمام عمر گزاردی جو انبیاء کا فرض منصبی اور اصلی کام ہے۔

اس قصہ سے متعلق اور بھی بہت سے مسائل و تنبیہات علمائے محققین نے لکھے ہیں جو بوجہ طوالت کے اس مختصر درس میں عرض نہیں کئے جاسکتے۔ الغرض یہ قصہ تو یہاں ختم ہوا۔ اب آگے ذوالقرنین کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ یہ بھی ان تین سوالوں میں سے ایک تھا جو مشرکین مکہ نے یہود کے مشورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امتحاناً کئے تھے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں بھی وہ ایمان و یقین نصیب فرمائیں کہ جو صورت حال بھی ہم کو پیش آئے ہم اس کو اپنے لئے رحمت اور خداوند قدوس کی حکمت پر یقین کرکے راضی برضا رہیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى ٱلْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُۥ فِى ٱلْأَرْضِ

اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ ہم نے اُن کو روئے زمین پر حکومت دی تھی

وَءَاتَيْنَٰهُ مِن كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ ٱلشَّمْسِ وَجَدَهَا

اور ہم نے اُن کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔ چنانچہ وہ ایک راہ پر ہو لئے۔ یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب اُن کو ایک سیاہ رنگ کے

تَغْرُبُ فِى عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يَٰذَا ٱلْقَرْنَيْنِ إِمَّآ أَن تُعَذِّبَ

پانی میں ڈوبتا ہوا دکھلائی دیا اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں

وَإِمَّآ أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُۥ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِۦ

نرمی کا معاملہ اختیار کرو۔ ذوالقرنین نے عرض کیا (کہ اول دعوت ایمان ہی کروں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی

فَيُعَذِّبُهُۥ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا مَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَلَهُۥ جَزَآءً ٱلْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ

کے پاس پہنچایا جاوے گا پھر وہ اس کو (دوزخ کی) سخت سزا دے گا۔ اور جو شخص ایمان لے آوے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کیلئے بدلے میں بھلائی ملے گی

لَهُۥ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾

اور ہم اپنے برتاؤ میں اس کو آسان بات کہیں گے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَيَسْـَٔلُونَكَ اور آپ سے پوچھتے ہیں | عَنْ سے (بابت) | ذِى ٱلْقَرْنَيْنِ ذوالقرنین | قُلْ فرما دیں | سَأَتْلُوا۟ ابھی پڑھتا ہوں | عَلَيْكُم تم پر۔ سامنے | | | |
| مِنْهُ اس سے کا | ذِكْرًا کچھ حال | إِنَّا مَكَّنَّا بیشک ہم نے قدرت دی | لَهُۥ اس کو | فِى ٱلْأَرْضِ زمین میں | وَءَاتَيْنَٰهُ اور ہم نے اسے دیا | مِن سے | كُلِّ شَىْءٍ ہر شے | |
| سَبَبًا سامان | فَأَتْبَعَ سو وہ پیچھے پڑا | سَبَبًا ایک سامان | حَتَّىٰٓ یہاں تک کہ | إِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا | مَغْرِبَ غروب ہونے کا مقام | ٱلشَّمْسِ سورج | | |
| وَجَدَهَا اس نے پایا | تَغْرُبُ ڈوبتا ہے | فِى میں | عَيْنٍ چشمہ ندی | حَمِئَةٍ دلدل | وَوَجَدَ اور اس نے پایا | عِندَهَا اس کے نزدیک | قَوْمًا ایک قوم | قُلْنَا ہم نے کہا |
| يَٰذَا ٱلْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین | إِمَّآ یا۔ چاہے | أَن یہ کہ | تُعَذِّبَ تو سزا دے | وَإِمَّآ اور یا۔ چاہے | أَن یہ کہ | تَتَّخِذَ تو اختیار کرے | فِيهِمْ ان میں سے | |
| حُسْنًا کوئی بھلائی | قَالَ اس نے کہا | أَمَّا اچھا | مَن ظَلَمَ جس نے ظلم کیا | فَسَوْفَ تو جلد | نُعَذِّبُهُۥ ہم اسے سزا دیں گے | ثُمَّ پھر | يُرَدُّ وہ لوٹایا جائے گا | |
| إِلَىٰ رَبِّهِۦ اپنے رب کی طرف | فَيُعَذِّبُهُۥ تو وہ اسے عذاب دیگا | عَذَابًا عذاب | نُّكْرًا بڑا۔ سخت | وَأَمَّا اور اچھا | مَنْ جو | ءَامَنَ ایمان لایا | وَعَمِلَ اور اس نے عمل کیا | |
| صَٰلِحًا نیک | فَلَهُۥ تو اس کے لئے | جَزَآءً بدلہ | ٱلْحُسْنَىٰ بھلائی | وَسَنَقُولُ اور عنقریب | لَهُۥ اس کیلئے | مِنْ متعلق | أَمْرِنَا اپنا کام | يُسْرًا آسانی |

تفسیر و تشریح:۔ اس سورۂ کہف کے سبب نزول کے سلسلہ میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مشرکین مکہ نے یہود کے کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات بطور امتحان کے کئے تھے۔ ایک روح کے متعلق۔ دوسرا اصحاب کہف کے متعلق اور تیسرا ذوالقرنین کے متعلق۔ دو سوالوں کا جواب تو گذشتہ آیات میں گزر چکا یعنی روح اور اصحاب کہف کے متعلق۔

یہاں سے ذوالقرنین کے احوال کی تفصیل ہے۔قرآن پاک کوئی قصہ کہانیوں یا داستانوں اور افسانوں کی کتاب تو ہے نہیں۔ اسلئے حکایات وقصص کو مکمل تفصیل کے ساتھ کہیں۔ بیان نہیں کیا گیا البتہ جس قدر حصہ وعظ وہدایت اور اصلاح خلق سے تعلق رکھتا ہے اور جو بات عبرت آفریں اور نصیحت آگیں ہوتی ہے اسکو حسب موقع بیان فرمایا گیا ہے۔ یہود ذوالقرنین کا نام اور بعض احوال جانتے تھے ان کو ذوالقرنین کے قصہ سے کچھ واقفیت تھی خواہ ان کی مذہبی کتابوں میں ہو یا سینہ بسینہ زبانی منقول ہو۔اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کے لئے یہ سوال منتخب کیا تھا۔ قرآن مجید نے ذوالقرنین کے متعلق صرف اتنا بتایا کہ وہ پرشوکت۔صاحب سطوت۔نیکوکار۔موحد۔خدا پرست صاحب حکومت تھے۔ ہر قسم کا دنیوی ساز وسامان ان کے پاس تھا۔انہوں نے تین سفر بھی کئے تھے ایک انتہائی مغرب کی طرف دوسرا انتہائی مشرق کی طرف اور تیسرا کسی اور سمت پر جہاں کے باشندے ذوالقرنین کی بولی سمجھ نہ سکتے تھے۔انہی لوگوں کے لئے قوم یاجوج ماجوج کی غارتگری سے بچنے کے لئے لوہے کی ایک دیوار پگھلا ہوا رانگ۔تانبا یا سیسہ ڈال کر قائم کردی اور اس طرح وہ قوم یاجوج ماجوج کی غارت گری سے محفوظ ہوگئی۔بس اتنا قصہ قرآن نے بیان کیا ہے۔رہی یہ بات کہ ان کو ذوالقرنین کیوں کہتے تھے؟ان کے سفر کے آغاز وانتہا کی حدود کونسی تھیں؟ دیوار کہاں بنائی؟ دیوار کی درخواست کرنے والی قوم کون تھی؟ یاجوج ماجوج کس قوم کا نام ہے؟ یہ کہاں رہتی تھی؟ اب بھی ہے یا نہیں؟ اس کے احوال کیا ہیں؟ ان تمام امور اور تفصیلات کی طرف سے قرآن پاک خاموش ہے۔یہ کام تاریخ کا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ مجموعۂ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور آپ کی دعاء کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارق عادت سامان ووسائل عطا فرمائے تھے۔جن کے ذریعہ سے ذوالقرنین کو مشرق ومغرب کے سفر اور تعجب خیز فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔لکھا ہے کہ حضرت خضرؑ ان کے وزیر تھے۔شاید اسی لئے قرآن پاک میں خضر علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ ذوالقرنین کا قصہ بیان فرمایا۔اس بادشاہ کو ذوالقرنین اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کے دونوں کناروں مشرق ومغرب پر پھر گیا تھا۔پہلا سفر مغرب کی طرف کیا جس کا بیان ان آیات میں کیا جارہا ہے۔

ان آیات سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کوئی مقبول بزرگ فرمانروا اور بادشاہ ہوئے ہیں خواہ نبی ہوں یا ولی ہوں یا کسی دوسرے نبی کے متبع ان کے تین سفر میں سے ایک سفر کا حال ان آیات میں بیان فرمایا گیا۔ دوسرے اور تیسرے سفر کے حالات اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کے درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو ایمان واسلام سے نوازا اور قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اشرف الانبیاء والمرسلین عطا فرمائے۔

یا اللہ ہمیں اسلام وایمان کی برکت سے دنیا میں بھی خیر وخوبی سے نوازیئے اور آخرت میں بھی اپنی مغفرت ورحمت سے نوازیئے۔

یا اللہ ہمیں سچی اسلامی حکومت نصیب فرمایئے اور بے دینی کی جو فضا پھیلی ہوئی ہے اس کو ملیا میٹ فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو بھی کوئی مومن اور مجاہد فرمانروا عطا فرما۔اور بے دین صاحب اقتدار لوگوں سے اس ملک کو بچا۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ

پھر ایک راہ پر ہولئے۔ یہاں تک جب طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کیلئے ہم نے آفتاب کے ادھر کوئی

مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ۚ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤی اِذَا

آڑ نہیں رکھی۔ یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے۔ پھر ایک اور راہ پر ہولئے۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں

بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا

کے درمیان میں پہنچے تو ان پہاڑوں سے اسطرف ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچتے۔ انہوں نے عرض کیا

يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا

کہ اے ذوالقرنین قوم یاجوج و ماجوج اس سرزمین میں بڑا فساد مچاتے ہیں، سو کیا ہم لوگ آپ کیلئے کچھ چندہ جمع کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے

عَلٰۤی اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ

اور ان کے درمیان میں کوئی روک بنادیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھ کو اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۖ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ

سو ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو میں تمہارے اور انکے درمیان میں خوب مضبوط دیوار بنادوں گا۔ تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ۔ یہاں تک کہ جب ان کے دونوں سروں کے بیچ (کے خلا) کو

انْفُخُوْا ۖ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ

برابر کر دیا تو حکم دیا کہ دھونکو یہاں تک کہ جب اس کو لال انگارا کر دیا تو اس وقت حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں۔ سو نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ

اور نہ اس میں نقب دے سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے، پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آویگا تو اس کو ڈھا کر برابر کردے گا،

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ثُمَّ پھر | اَتْبَعَ وہ پیچھے پڑا | سَبَبًا ایک سامان | حَتّٰی یہانتک کہ | اِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا | مَطْلِعَ طلوع ہونے کا مقام | الشَّمْسِ سورج |
| وَجَدَهَا اس نے اس کو پایا | تَطْلُعُ طلوع کر رہا ہے | عَلٰی قَوْمٍ ایک قوم پر | لَمْ نَجْعَلْ ہم نے نہیں بنایا | لَهُمْ ان کیلئے | مِنْ دُوْنِهَا اس کے آگے | |
| سِتْرًا کوئی پردہ | كَذٰلِكَ یہی | وَقَدْ اَحَطْنَا اور ہمارے احاطہ میں ہے | بِمَا لَدَيْهِ جو کچھ اسکے پاس | خُبْرًا از روئے خبر | ثُمَّ پھر | اَتْبَعَ وہ پیچھے پڑا |
| سَبَبًا ایک سامان | حَتّٰی یہانتک کہ | اِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا | بَيْنَ درمیان | السَّدَّيْنِ دو دیواریں (پہاڑ) وَجَدَ اس نے پایا | مِنْ دُوْنِهِمَا ان دونوں کے ورے | |

| قَوۡمًا ایک قوم | لَّا یَكَادُوۡنَ نہیں لگتے ہیں | یَفۡقَهُوۡنَ وہ سمجھیں | قَوۡلًا کوئی بات | قَالُوۡا انہوں نے کہا | یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اے ذوالقرنین | اِنَّ بیشک | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| یَاۡجُوۡجَ یاجوج | وَ اور | مَاۡجُوۡجَ ماجوج | مُفۡسِدُوۡنَ فساد کرنے والے | فِی الۡاَرۡضِ زمین میں | فَهَلۡ تو کیا | نَجۡعَلُ ہم کردیں | لَكَ تیرے لئے |
| خَرۡجًا کچھ مال | عَلٰٓی پر۔ تاکہ | اَنۡ تَجۡعَلَ کر تو بنادے | بَیۡنَنَا ہمارے درمیان | وَبَیۡنَهُمۡ اور انکے درمیان | سَدًّا ایک دیوار | قَالَ اس نے کہا | |
| مَا مَكَّنِّیۡ جس پر قدرت دی مجھے | فِیۡهِ اس میں | رَبِّیۡ میرا رب | خَیۡرٌ بہتر | فَاَعِیۡنُوۡنِیۡ پس تم میری مدد کرو | بِقُوَّةٍ قوت سے | اَجۡعَلۡ میں بنادوں گا | |
| بَیۡنَكُمۡ تمہارے درمیان | وَبَیۡنَهُمۡ اور ان کے درمیان | رَدۡمًا مضبوط آڑ | اٰتُوۡنِیۡ مجھے لادو تم | زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ لوہے کے تختے | حَتّٰٓی یہاں تک کہ | اِذَا جب | |
| سَاوٰی اس نے برابر کردیا | بَیۡنَ درمیان | الصَّدَفَیۡنِ دونوں پہاڑ | قَالَ اس نے کہا | انۡفُخُوۡا دھونکو | حَتّٰٓی یہاں تک کہ | اِذَا جَعَلَهٗ جب اسے کردیا | |
| نَارًا آگ | قَالَ اس نے کہا | اٰتُوۡنِیۡ لے آؤ میرے پاس | اُفۡرِغۡ میں ڈالوں | عَلَیۡهِ اس پر | قِطۡرًا پگھلا ہوا تانبہ | فَمَا اسۡطَاعُوۡٓا پھر نہ کر سکیں گے | |
| اَنۡ کہ | یَّظۡهَرُوۡهُ اس پر چڑھیں | وَ اور | مَا اسۡتَطَاعُوۡا وہ نہ لگا سکیں گے | لَهٗ اس میں | نَقۡبًا نقب | قَالَ اس نے کہا | هٰذَا یہ | رَحۡمَةٌ رحمت |
| مِّنۡ رَّبِّیۡ میرے رب سے | فَاِذَا پس جب | جَآءَ آئے گا | وَعۡدُ وعدہ | رَبِّیۡ میرا رب | جَعَلَهٗ اس کو کردیگا | دَكَّآءَ ہموار | وَكَانَ اور ہے |
| وَعۡدُ وعدہ | رَبِّیۡ میرا رب | حَقًّا سچا | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذوالقرنین کے پہلے سفر کا حال بیان ہوا تھا جو انہوں نے مغرب کی طرف منتہائے آبادی تک کیا تھا۔ اب ان آیات میں دوسرے اور تیسرے سفر کا حال بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مغربی سفر سے فارغ ہو کر ذوالقرنین مشرقی سفر کا سامان درست کرنے لگے۔ قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ ذوالقرنین کے یہ سب سفر فتوحات اور ملک گیری کے لئے تھے یا ممکن ہے محض سیر وسیاحت کے طور پر ہوں۔ جب انتہائے مشرق میں پہنچے تو ایک ایسی قوم دیکھی جن کو آفتاب کی شعاعیں بے روک ٹوک پہنچتی تھیں۔ غالباً یہ لوگ وحشی جنگلی ہوں گے۔ مکان وغیرہ بنانے کا ان میں دستور نہ ہوگا۔ جیسے گذشتہ دور میں بہت سی خانہ بدوش وحشی اقوام میں رواج نہیں رہا ہے۔ آگے تاکید کے لئے فرمایا کہ ذوالقرنین کے سفر مغرب و مشرق کی جو کیفیت بیان کی گئی واقع میں اسی طرح ہے اور جو وسائل ان کے پاس تھے اور جو حالات وہاں پیش آئے ان سب پر اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے۔ پھر تیسرا سفر۔ مغرب و مشرق کے سوا کسی تیسری جہت میں تھا۔ مفسرین اس کو عموماً شمالی سفر کہتے ہیں مگر قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں۔ اس تیسرے سفر میں ذوالقرنین ایسی جگہ پہنچے جہاں کے لوگ ذوالقرنین اور ان کے ساتھیوں کی بولی سمجھ نہیں سکتے تھے آگے جو گفتگو نقل کی گئی ہے غالباً کسی ترجمان کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی۔ اس قوم اور یاجوج ماجوج کے ملک میں دو پہاڑ حائل تھے جن پر چڑھائی ممکن نہ تھی البتہ دونوں پہاڑوں کے بیچ میں درہ کھلا ہوا تھا اسی سے یاجوج ماجوج آتے اور ان لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے تھے۔ ذوالقرنین کے غیر معمولی اسباب ووسائل اور قوت وحشمت دیکھ کر انہیں خیال ہوا کہ ہماری تکالیف ومصائب کا سدباب ان سے ہو سکے گا۔ اس لئے اس قوم نے ذوالقرنین سے گزارش کی کہ یاجوج ماجوج نے ہمارے ملک میں ادھم مچا رکھا ہے۔ یہاں آ کر قتل غارت اور لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کردیں جس سے ہماری حفاظت ہو جائے تو جو کچھ اس پر خرچ آئے گا ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ مال میرے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت ہے مگر ہاتھ پاؤں سے تم بھی ہمارے ساتھ محنت کرو۔ چنانچہ اول لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے تہیں جمائیں۔ جب ان کی بلندی دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گئی۔ لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ دھونکو۔ جب لوہا آگ کی طرح سرخ ہو کر تپنے لگا اس وقت پگھلا ہوا تانبہ اوپر سے ڈالا جو

لوہے کی درزوں میں بالکل پیوست ہو کر جم گیا اور سب مل کر پہاڑ سا بن گیا۔ یہ سب کام اس زمانہ میں بظاہر خرق عادت طریقہ پر انجام پائے ہوں گے جسے ذوالقرنین کی کرامت سمجھنا چاہئے یا ممکن ہے اس وقت اس قسم کے آلات و اسباب پائے جاتے ہوں۔ الغرض یاجوج ماجوج کا راستہ روک دیا گیا اور حق تعالیٰ نے ان کو فی الحال یہ قدرت نہیں دی کہ دیوار پھاند کر یا توڑ کر ادھر نکل آئیں۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ روک محض خدا کی مہربانی سے قائم ہوگئی ہے اور میعاد معین تک قائم رہے گی۔

احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور قتل دجال کے بعد قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت ہے اس وقت یہ روک ہٹا دی جائے گی اور دیوار توڑ کر یاجوج ماجوج اپنی کثیر تعداد میں نکل پڑیں گے جس کا شمار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ دنیا ان کے مقابلہ سے عاجز ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوگا کہ میرے خاص بندوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جائیں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ احدیت کی طرف دست دعا دراز کریں گے اس کے بعد یاجوج ماجوج پر ایک غیبی وبا مسلط ہوگی۔ سب ایک دم مرجائیں گے۔ قوم یاجوج ماجوج کے متعلق مزید تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درس میں آئے گی۔

یہاں آیت میں جو حضرت ذوالقرنین نے یہ پیشینگوئی فرمائی کہ ایک وقت میں دیوار فنا ہوگی تو یا تو یہ اس بنا پر فرمایا کہ ہر شے دنیا کی فانی ہے اور یا ممکن ہے کہ آپ کو وحی سے اگر وہ نبی ہوں یا الہام سے اس کے انہدام کا وقت کہ قرب قیامت ہے معلوم ہوگیا ہو جیسا کہ احادیث میں بھی ظاہر فرمایا گیا ہے اور یہ بات حضرت ذوالقرنین نے شاید اس لئے فرمادی ہو کہ آدمی کسی حال میں حق تعالیٰ سے غافل اور کسی سامان پر مغرور نہ ہو بلکہ نعمت پر شکر کرے اور فنا کو پیش نظر رکھے۔

یہاں ذوالقرنین کا قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ قصہ اگرچہ کفار مکہ کے امتحانی سوال پر سنایا گیا مگر قصہ اصحاب کہف اور قصۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام کی طرح اس کو بھی قران پاک نے اپنے قاعدے کے مطابق اپنے مدعا کے لئے پوری طرح استعمال کیا ہے۔ جس میں کفار مکہ کو جتلایا گیا ہے کہ ذوالقرنین جس کی عظمت کا حال تم نے سنا وہ محض ایک زبردست صاحب سلطنت وحکومت ہی نہ تھا بلکہ توحید و آخرت کا قائل تھا۔ عدل و انصاف اور فیاضی کے اصولوں پر عامل تھا اور تم لوگوں کی طرح کم ظرف نہ تھا کہ تم اپنی ذرا ذرا سی سرداریوں پر پھول رہے ہو اور اپنی حماقت سے توحید وآخرت کے منکر ہو رہے ہو۔ اور ایسے رسول برحق کی مخالفت کررہے ہو۔ ذوالقرنین اتنا بڑا فرمانروا اور اس قدر عظیم الشان ذرائع کا مالک ہوکر بھی اپنی حقیقت کو نہ بھولا تھا اور اپنے خالق کے آگے ہمیشہ سر تسلیم خم رکھتا تھا۔ اس طرح کفار کے امتحانی سوالات کو انہی پر پوری طرح الٹ دیا گیا۔ پھر ان قصوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید بھی فرمادی گئی کہ کس طرح عرصہ دراز کی گذشتہ خبروں۔ واقعات وحالات کو ٹھیک ٹھیک بیان کیا گیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان واقعات کی خبر بذریعۂ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دی اور انہوں نے عرصہ دراز کے گذشتہ واقعات سنا دیئے اب چونکہ یہاں ذوالقرنین کی دیوار کا ذکر آ گیا اس لئے اگلی آیات میں اس دیوار کے گر جانے اور یاجوج ماجوج کے خروج اور پھر قیامت آجانے کا ذکر فرمایا گیا جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

**دعا کیجئے:** حق تعالیٰ ہم کو بھی تسلیم و رضا کی صفات محمودہ عطا فرمائیں۔ اور اپنے خالق و مالک کو ہم بھی کسی حال میں بھولنے والے نہ ہوں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾

اور ہم اُس روز اُن کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جاویں گے اور صور پھونکا جاوے گا پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ

اور دوزخ کو اُس روز کافروں کے سامنے پیش کریں گے۔جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے

ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سُن بھی نہ سکتے تھے۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| وَتَرَكْنَا اور ہم چھوڑ دیں گے | بَعْضَهُمْ ان کے بعض | يَوْمَئِذٍ اس دن | يَّمُوْجُ ریلا مارتے | فِيْ بَعْضٍ بعض (دوسرے) کے اندر |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکا جائے گا صور | فَجَمَعْنٰهُمْ پھر ہم انہیں جمع کرینگے | جَمْعًا سب کو | وَعَرَضْنَا اور ہم سامنے کردینگے | جَهَنَّمَ جہنم | يَوْمَئِذٍ اس دن | |

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے | عَرْضَا بالکل سامنے | الَّذِيْنَ وہ جو کہ | كَانَتْ تھیں | اَعْيُنُهُمْ ان کی آنکھیں | فِيْ غِطَآءٍ پردہ میں | عَنْ سے | ذِكْرِيْ میرا ذکر |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | وَ اور | كَانُوْا وہ تھے | لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہ طاقت رکھتے | سَمْعًا سُننا |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بادشاہ ذوالقرنین کے تین سفر کے حالات بیان ہوئے تھے اور تیسرے سفر کے متعلق حضرت ذوالقرنین کا دو پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط اور مستحکم دیوار بنانے کا ذکر تھا کہ جس کو قوم یاجوج و ماجوج نہ توڑ سکتی تھی اور نہ اس پر چڑھ سکتی تھی۔ چنانچہ جب یہ دیوار تیار ہو گئی تو حضرت ذوالقرنین نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنی رحمت سے مجھ سے اپنے بندوں کے آرام پہنچانے کا کام لیا ورنہ میں تو وہی ایک مُشت خاک ہوں۔ میرے پاس اپنا کیا ہے جو کچھ ہے اسی کا دیا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ دنیا ایک دن فنا ہو کر رہے گی اور جو کچھ اس میں ہے سب مٹ جائے گا۔ اس وقت یہ دیوار بھی جو اس وقت لوہا لاٹھ بنی ہوئی ہے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور یہ وقت کبھی نہ کبھی ضرور آ کر رہے گا کیونکہ میرے رب کا وعدہ بالکل سچ ہے۔ یہ حضرت ذوالقرنین کا بیان تھا جو اوپر نقل فرمایا گیا تھا اب آگے ان آیات میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نے ٹھیک کہا واقعی ایک روز ہم اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ یعنی جب اس دیوار کے انہدام کا وقت آئے گا اور یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا تو اس روز وہ اس حالت میں ایک دم نکلیں گے کہ ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوں گے اور ٹڈی دل کی طرح نکلیں گے اور یہ قیامت کے قریب زمانہ میں ہوگا۔ جس کے بعد قیامت کا سامان شروع ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک بار اول صور پھونکا جائے گا جس سے تمام عالم فنا ہو جائے گا اور پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے سب زندہ ہو جاویں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سب کو ایک ایک کر کے میدان حشر میں جمع کر لیں گے۔ اس وقت ان لوگوں کے سامنے جو اللہ عزوجل کو نہیں مانتے تھے اور قیامت اور حشر و نشر کا انکار کرتے تھے۔ جہنم ظاہر کر دی جائے گی۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دل کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا اور انہوں نے دنیا میں دین حق کو نہ دیکھا نہ سمجھا۔ اور جس طرح حق کو دیکھتے نہ تھے اسی طرح وہ اس کو سن بھی نہ سکتے تھے۔ اس روز وہ دوزخ کو

اپنے منہ کے سامنے موجود پائیں گے یعنی آمیں داخل ہونے سے پہلے اس کی ہیبت اور ہول انگیزی کو آنکھوں سے دیکھیں گے صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ دوزخ کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچیں گے۔

یہاں آیت میں یاجوج و ماجوج کے خروج کی طرف اشارہ ہے۔ اور سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں بھی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے نکل پڑیں۔ تو قیامت کے قریب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سدِ ذوالقرنین توڑ کر یاجوج و ماجوج کا لشکر دنیا والوں پر ٹوٹ پڑے گا اور یہ لوگ اپنی کثرت و ازدحام کی وجہ سے تمام بلندی اور پستی پر چھا جائیں گے۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ یاجوج و ماجوج کے متعلق حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ یاجوج و ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جمہور علماء نے نقل کیا ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حضرت حوا تک نہیں پہنچتا۔ گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے۔ کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے ایک صحابی تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا جس کا ذکر تفصیلاً ایک حدیث میں آیا ہے اسی قوم میں کا ہو۔" علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یاجوج و ماجوج کے حالات اور صفات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج اگرچہ نسل آدم سے ہیں اور ظاہری صورت اور شکل کے اعتبار سے انسان ہیں لیکن طبعی اور مزاجی کیفیت کے لحاظ سے وحشی درندے اور حیوان ہیں اور افعال و اعمال کے اعتبار سے جنات سے ملتے جلتے ہیں۔ گویا کہ قوم یاجوج ماجوج تمام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے جو فتنہ اور فساد پھیلانے میں جنات کا نمونہ ہے۔ عام انسان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت میں یاجوج ماجوج کے خروج کا وقت حضرت امام مہدی کے وصال کے بعد ہوگا جبکہ تمام انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوں گے۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب قیامت نامہ جس کے مضامین کی بنیاد آیات قرآنیہ اور احادیث پر ہے اس میں لکھا ہے کہ "حضرت امام مہدی کی خلافت کی میعاد سات آٹھ یا نو سال ہوگی سات سال عیسائیوں کے فتنہ سے نمٹنے اور ملک کے انتظام میں۔ آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ و جدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزرے گا۔ اس حساب سے حضرت امام مہدی کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی۔ بعد ازاں حضرت امام مہدی کا وصال ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰؑ آپکے جنازہ کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائیں گے تمام مخلوق نہایت امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوگی کہ میں اپنی مخلوق میں سے ایسے طاقتور بندوں کو ظاہر کرنے والا ہوں کہ کسی شخص کو ان کے مقابلہ کی تاب نہ ہوگی پس میرے خاص بندوں کو کوہ طور پر لے جا تاکہ وہاں پناہ گزیں ہو جائیں۔ باقی لوگ اپنے اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہو جاویں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے قلعہ میں جو آج کل موجود ہے نزول فرما کر اسباب حرب و سامان رسد

مہیا کرنے میں سرگرم ہوں گے کہ اس اثناء میں قوم یاجوج و ماجوج سد ذوالقرنین کو توڑ کر ٹڈی دل کی طرح چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ سوائے مضبوط قلعہ کے کہیں ان سے خلاصی کی صورت نہ ہوگی۔ لوگوں کے قتل و غارت کرنے میں بالکل دریغ نہ کریں گے۔ ان کا ملک انتہائے بلاد شمال و مشرق بیرون ہفت اقلیم میں ہے جہاں پانی شدت برودت کی وجہ سے اس قدر غلیظ و منجمد ہے کہ جس میں جہاز رانی ناممکن ہے ان کے شرقی اور غربی اطراف میں دیواروں کی مانند دو بڑے پہاڑ واقع ہیں جن میں آمدورفت کا راستہ نہیں۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی تھی جس میں سے یاجوج ماجوج نکل کر ادھر کے لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے کہ جس کو ذوالقرنین نے ایک ایسی آہنی دیوار سے کہ جس کی بلندی ان دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچتی ہے اور مٹائی ۶۰ گز کی ہے بند کر دیا پس وہ دن بھر نقب زنی اور توڑنے میں مصروف رہتے ہیں مگر رات کو خداوند کریم اپنی قدرت کاملہ سے ویسا ہی کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں (جیسا کہ احادیث میں آتا ہے) اسمیں اتنا سوراخ ہوگیا تھا جتنا انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کے درمیان حلقہ سے پیدا ہوتا ہے مگر ابھی تک اس قدر نہیں کہ اس میں سے کوئی نکل سکے۔ جب قرب قیامت میں دجال کے فتنہ اور قتل کے بعد ان کے خروج کا وقت آئے گا تو یہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور وہ وہاں سے نکلیں گے اور قتل۔ قید۔ اور غارت گری میں مشغول ہو جائیں گے اسی کیفیت سے چلتے ہوئے جب ملک شام میں آئیں گے تو کہیں گے کہ اب ہم نے زمین والوں کو تو نیست و نابود کر دیا۔ چلو آسمان والوں کا بھی خاتمہ کر دیں۔ پس آسمان پر تیر پھینکیں گے۔ خداوند کریم اپنی قدرت سے ان کو خون آلود کر کے لوٹا دے گا۔ یہ دیکھ کر وہ خوش ہوں گے کہ اب ہمارے سوا کوئی نہیں رہا۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کے لئے کھڑے ہوں گے پس خداوند کریم ایک قسم کی بیماری کہ جس کو عربی میں نغف کہتے ہیں نازل کرے گا۔ یہ ایک قسم کا دانہ ہے جو بھیڑ یا بکری کی ناک و گردن میں نکلتا ہے اور طاعون کی طرح تھوڑی سی دیر میں ہلاک کر دیتا ہے۔ پس قوم یاجوج ماجوج اس مہلک مرض سے ایک ہی رات میں تباہ ہو جائے گی۔ یہ سب واقعات حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہوں گے۔ دنیا میں آپ کا قیام ۴۰ سال رہے گا آپ کا نکاح ہوگا۔ اولاد پیدا ہوگی۔ پھر آپ انتقال فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ میں مدفون ہوں گے۔''

الغرض قیامت قائم ہونے سے پہلے سدِ ذوالقرنین کا ٹوٹنا اور پھر یاجوج و ماجوج کا خروج ہونا قرب قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔

گذشتہ اور ان آیات سے متعلق ایک نہایت مفید تنبیہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں یہ لکھی ہے کہ ''بعض مصنفین اور مؤلفین نے اس سد یاجوج ماجوج کے تعین کے متعلق اپنے اپنے مقالات و خیالات جمع کئے ہیں اور اس کے مصداق میں اپنی اپنی کہی ہے لیکن قران و حدیث میں جو اس سد ذوالقرنین کے چند اوصاف معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:۔ ایک یہ کہ اس کا بانی کوئی بندۂ مقبول ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ جلیل القدر بادشاہ ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ دیوار آہنی ہے۔ چوتھے یہ کہ اس کے دونوں سرے دو پہاڑوں سے ملے ہیں۔ پانچویں یہ کہ اس دیوار کے اس طرف جو یاجوج ماجوج ہیں وہ ابھی باہر نہیں نکل سکے۔ چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس میں تھوڑا سا سوراخ ہوگیا ہے۔ ساتویں یہ کہ وہ لوگ یعنی یاجوج و ماجوج ہر روز اس کو چھیلتے ہیں اور پھر وہ باذنہٖ تعالیٰ ویسی ہی دبیز ہو جاتی ہے اور قرب قیامت میں جب چھیل چکیں

گے تو کہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ کل بالکل آر پار کردیں گے چنانچہ اس روز پھر وہ دیوار دبیز نہ ہوگی اور اگلے روز اس کو توڑ کر نکل پڑیں گے۔ آٹھویں یہ کہ یاجوج ماجوج کی قوت انسانوں سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور تعداد میں بھی بہت زیادہ ہیں۔ نویں یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں نکلیں گے اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام بوحی الٰہی خاص خاص لوگوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جاویں گے باقی لوگ اپنے اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہوجاویں گے دسویں یہ کہ یاجوج ماجوج دفعتہً غیر معمولی موت سے سب مرجائیں گے تو اول کے پانچ اوصاف قرآن سے اور اخیر کے پانچ اوصاف احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتے ہیں پس جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا اس کو معلوم ہوگا کہ جتنی دیواروں کا لوگوں نے اپنی رائے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعۂ اوصاف ایک میں بھی نہیں پایا جاتا پس وہ خیالات صحیح نہیں معلوم ہوتے اور حدیثوں کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ خود دین کے خلاف ہے۔ رہا یہ شبہ مخالفین کا کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا پتہ نہ ملا اور اسی شبہ کے جواب کے لئے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا صحیح جواب وہ ہے جس کو علامہ سید محمود آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اختیار کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم کو اس کا یعنی سد ذوالقرنین کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی وتری کو محیط ہوچکے ہیں واجب التسلیم نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی حصہ زمین کا ایسا ہو جہاں اب تک رسائی نہ ہوئی ہو اور عدم وجدان سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔ اور جب مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی ہے تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں جس طرح اور امور ممکنہ کی خبر دی ہے اور ان کی تصدیق ضروری ہے اور شک وشبہ کرنے والوں کے کلام فضول کی طرف التفات کرنے کا منشا محض ضعف دین اور قلت یقین ہے۔"

بہرحال چونکہ ایسی دیوار کی اور اس کے ٹوٹنے اور یاجوج ماجوج کے خروج کی قرآن وحدیث نے ہم کو خبر دی ہے اس لئے ہمارا تو اس پر ایمان ویقین ہے کہ ایسی دیوار دنیا میں کہیں ضرور موجود ہے اور قرب قیامت میں اس کو توڑ کر یاجوج ماجوج کا خروج ہونا ضرور ہے۔ جو قیامت کی اہم نشانیوں میں سے ایک ہے اب چونکہ یہ سورۂ کہف خاتمہ کے قریب ہے اس لئے آگے اصل مضمون یعنی توحید وآخرت کے حق ہونے پر زور دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو تمام قرآن وحدیث کی بتلائی ہوئی باتوں پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں۔ اور قرب قیامت کے تمام ظاہری وباطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اسلام وایمان پر ہم کو زندہ رکھیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ اور قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں۔ اور اس کے ساتھ ہمیں ابدی آرام گاہ جنت میں جانا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! جن امور کی خبر قرآن وحدیث میں دی گئی ہے ہم کو ان میں شک وشبہ کے وسوسہ شیطانی سے بچا کر ان پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمایئے۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں ہمارے دلوں اور آنکھوں پر سے غفلت کے پردے جو آخرت وقیامت کی طرف سے پڑگئے ہیں ان کو دور فرمادیجئے اور ہر وقت ہمیں آخرت کی تیاری کا فکر نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

سو کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز قرار دیں، ہم نے کافروں کی دعوت کیلئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے۔

لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ۭ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ

آپ کہیئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کری کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا اور اُس سے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کر رہے ہیں

رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ

سو اُن کے سارے کام غارت ہوگئے تو قیامت کے روز ہم اُن کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔ اُن کی سزا وہی ہوگی یعنی دوزخ

جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝

اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا، اور میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔

| اَفَحَسِبَ کیا گمان کرتے ہیں | الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ جنہوں نے کفر کیا | اَنْ يَّتَّخِذُوْا کہ وہ بنالینگے | عِبَادِيْ میرے بندے | مِنْ دُوْنِيْٓ میرے سوا | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَوْلِيَآءَ کارساز | اِنَّآ بیشک ہم | اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا | جَهَنَّمَ جہنم | لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے | نُزُلًا ضیافت | قُلْ فرمادیں | هَلْ کیا |
| نُنَبِّئُكُمْ ہم تمہیں بتلائیں | بِالْاَخْسَرِيْنَ بدترین گھاٹے میں | اَعْمَالًا اعمال کے لحاظ سے | اَلَّذِيْنَ وہ لوگ | ضَلَّ برباد ہوگئی | سَعْيُهُمْ ان کی کوشش | | |
| فِي میں | الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی | وَهُمْ اور وہ | يَحْسَبُوْنَ خیال کرتے ہیں | اَنَّهُمْ کہ وہ | يُحْسِنُوْنَ اچھے کر رہے ہیں وہ | صُنْعًا کام | |
| اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے انکار کیا | بِاٰيٰتِ آیتوں کو | رَبِّهِمْ اپنا رب | وَلِقَاۗىِٕهٖ اور اسکی ملاقات | فَحَبِطَتْ پس اکارت ہوگئے | | |
| اَعْمَالُهُمْ اکے عمل | فَلَا نُقِيْمُ پس ہم قائم نہ کرینگے | لَهُمْ ان کیلئے | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن | وَزْنًا کوئی وزن | ذٰلِكَ یہ | جَزَاۗؤُهُمْ انکا بدلہ | |
| جَهَنَّمُ جہنم | بِمَا اس لئے | كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا | وَاتَّخَذُوْٓا اور ٹھہرایا | اٰيٰتِيْ میری آیات | وَرُسُلِيْ اور میرے رسول | هُزُوًا ہنسی مذاق | |

**تفسیر و تشریح:** یہاں سے اس سورۃ کا آخری رکوع شروع ہوتا ہے۔ جس میں پوری سورۃ کا خاتمۂ کلام ہے۔ جس مضمون و مدعا سے سورۃ کا آغاز فرمایا گیا تھا اسی مضمون پر سورۃ کو ختم فرمایا جارہا ہے۔ اس سورۃ کا مجموعی مضمون یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو شرک و بت پرستی چھوڑنے اور توحید اختیار کرنے اور دنیا پرستی چھوڑ کر آخرت پر یقین لانے کی دعوت دے رہے تھے مگر بعض بڑے بڑے سرداران قریش اپنی دولت و حشمت اور عزت و جاہ کے زعم میں نہ صرف آپ کی دعوت کو رد کر رہے تھے بلکہ ان حق پرست مومنین کو بھی جنہوں نے یہ دعوت قبول کر لی تھی ظلم و ستم اور تحقیر و تذلیل کا نشانہ بنا رہے تھے۔

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ کفار جو آج دین حق کو دیکھنے سے اندھے بنے ہوئے ہیں اور اس کے متعلق کچھ سننے کو تیار نہیں ہیں قیامت کے دن جب میدان حشر میں جمع کیے جائیں گے تو جہنم ان کے سامنے لائی جائے گی اور اسکی ہیبت اور ہول انگیزی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام باتیں قرآن پاک میں اچھی طرح سے سمجھادی گئی ہیں۔ اس کے بعد منکرین سے پوچھا جارہا ہے کہ کیا اب بھی مشرکین و منکرین کا یہ خیال ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر

اس کے مملوک اور محکوم بندوں سے اپنے کام درست کرالیں گے مثلاً مسیح علیہ السلام یا عزیر علیہ السلام یا روح القدس یا فرشتے وغیرہ جن کو اپنا کارساز اور معبود یا حاجت روا قرار دے رکھا ہے کیا قیامت کے دن اللہ کے غضب سے بچنے کے لئے ان کے دامن میں آڑے لیں گے۔ اگر اس قدر صاف صاف اصل حقیقت کو سمجھا دینے کے بعد بھی اسی وہم و گمان میں ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبر اور اس کی کتاب کو ماننا ضروری نہیں اور مرنے کے بعد قیامت اور حشر نشر کچھ ہونے والا نہیں اور اگر بالفرض ہوا بھی تو ہمارے حمایتی ہمیں بچالیں گے تو وہ سن رکھیں کہ یہ سب ان کی خام خیالی ہے وہ اس دھوکہ میں نہ رہیں۔ وہاں ان کو کوئی نہیں پوچھے گا اور فقط اللہ عزوجل سے واسطہ پڑے گا۔ جو لوگ دنیا میں اسے نہیں مانتے مرنے کے بعد انہیں سوائے دوزخ کے اور کہیں ٹھکانا نہیں ملے گا۔ ان کا استقبال اللہ کے غضب سے کیا جائے گا اور دوزخ کی آگ وانگاروں سے ان کی ضیافت اور مہمانی کی جائے گی۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں اصل حقیقت سمجھا دوں اور بتاؤں کہ سب سے بڑے خسارے میں مرنے کے بعد کون لوگ رہیں گے؟ پھر خود ہی اس کا جواب ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد تگ ودو۔ دوڑ دھوپ اور کوشش اولاً بھی اور آخراً بھی یہی دنیا اور اس کے عیش وعشرت ہیں۔ رات و دن دنیا ہی کے مشغلوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اچھے کھانے اچھے پہننے کا خبط۔ نام ونمود کی تمنا مال و دولت کمانے کی دھن۔ اونچی اونچی کوٹھیاں۔ بڑے بڑے عہدے اور خطابات۔ شہرت اور اعزاز بس ساری کوششیں اسی دنیا کے پیچھے ختم ہوئی ہیں۔ رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اعمال کے لحاظ سے آخرت میں بالکل ہی گھاٹے میں ہیں۔ اور اس پر اپنے پندار باطل اور ہوائے نفس سے گمان یہ کہ اپنے مسلک اور روش کو بہتر سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم دنیا میں بڑے بڑے کام کررہے ہیں۔ عقلمندی میں۔ انتظام میں۔ دولت کمانے میں ہماری دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ مگر ان کو بتلایا جاتا ہے کہ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد ان کاموں کی نہ کوئی قیمت ہے نہ کوئی وزن۔

چنانچہ ایسے لوگوں کو سوائے دوزخ کے عذاب کے اور کچھ نہ ملے گا۔ انہوں نے دنیا میں کفر اختیار کیا اور اللہ کی آیتوں کی اور اس کے رسولوں کی ہنسی اڑائی اور آخرت میں اپنے رب سے ملنے کا یقین نہ کیا اس لئے انہیں مرنے کے بعد اس کا بدلہ جہنم کے عذاب ہی سے ملے گا۔

خلاصہ یہ کہ کفر وشرک اور دنیا پرستی سے یہاں ڈرایا گیا ہے اور دوزخ کو اس کا انجام بتلایا گیا ہے۔ یہاں اس آخری آیت میں جو فرمایا گیا **ذٰلک جزآء ھم جھنم بما کفروا واتخذو آیتی ورسلی ھزوا ۝** یعنی ان کی سزا جہنم ہوگی اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق اڑایا تھا۔ لوگو یہاں صاف صاف یہ سزا کفار مشرکین کے لئے بیان کی گئی ہے۔ مگر صد افسوس کہ وہ وقت بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جو اسلام کا لیبل لگا کر قرآن کو معاذ اللہ فرسودہ کتاب کہا۔ قران اور سنت میں اپنے اقتصادی۔ معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل نہ موجود ہونا بتایا۔ کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کے نظریہ کو اللہ اور رسول کے عطا کردہ دین کے مقابلہ میں افضل و برتر سمجھا اور اس میں اپنے روٹی اور کپڑے اور مکان کا حل تلاش کیا۔ یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین اور نیچریوں اور دھریوں کے اقوال وافعال میں جن کو اپنے مسائل حل ہوتے نظر آئے اور جنہوں نے علی الاعلان یہ کہا کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات نہیں۔ اگر اسلام اقتصادی مسائل کا مکمل حل پیش کرتا تو ہم سوشلزم کا نعرہ نہ لگاتے تو کیا یہ اللہ کی آیات کا کفر اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانا نہیں ہے۔ بلکہ ان کا جرم تو ان کھلے ہوئے دشمنان اسلام کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اسلام کے مار آستینوں کو اگر ان کے لئے ہدایت مقدر ہے تو ہدایت بخش دیں اور ان کی آنکھیں کھول دیں ورنہ ان کے اوپر اپنے عذاب کا کوڑا برسا کر ان کو ہلاکت سے ہمکنار فرمائیں۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنائیں۔

الغرض یہاں آیات میں دنیا پرستی اور کفر وشرک کا انجام جہنم بتلایا گیا۔ اب آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کا حال اور ان کا انجام بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خَالِدِينَ فِيهَا لَا

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اُن کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغ ہوں گے۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ وہ

يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ

وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کیلئے سمندر روشنائی (کی جگہ) ہوتو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہوجاوے

كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ

اگرچہ اس سمندر کی مثل ایک دوسرا سمندر مدد کیلئے ہم لے آویں۔ (اور) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق)

وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿١١٠﴾

ایک ہی معبود ہے، سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّ بیشک | اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے | وَ اور | عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے نیک عمل کئے | كَانَتْ ہیں | لَهُمْ ان کیلئے | جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ فردوس کے باغات | |
| نُزُلًا ضیافت | خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہنگے | فِیْهَا اس میں | لَا یَبْغُوْنَ وہ نہ چاہیں گے | عَنْهَا وہاں سے | حِوَلًا جگہ بدلنا | قُلْ فرمادیں | لَوْ اگر · كَانَ ہو |
| اَلْبَحْرُ سمندر | مِدَادًا روشنائی | لِكَلِمٰتِ باتوں کیلئے | رَبِّیْ میرا رب | لَنَفِدَ الْبَحْرُ تو ختم ہوجائے سمندر | قَبْلَ پہلے | اَنْ تَنْفَدَ کہ ختم ہوں | |
| كَلِمٰتُ رَبِّیْ میرے رب کی باتیں | وَلَوْ اور اگرچہ | جِئْنَا ہم لے آئیں | بِمِثْلِهٖ اس جیسا | مَدَدًا مدد کو | قُلْ فرمادیں | اِنَّمَا اَنَا اسکے سوا نہیں میں | |
| بَشَرٌ بشر | مِثْلُكُمْ تم جیسا | یُوْحٰی وحی کی جاتی ہے | اِلَیَّ میری طرف | اَنَّمَا فقط | اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود | اِلٰهٌ معبود | وَّاحِدٌ واحد · فَمَنْ سو جو |
| كَانَ ہو | یَرْجُوْا امید رکھتا ہے | لِقَآءَ ملاقات | رَبِّهٖ اپنا رب | فَلْیَعْمَلْ تو اسے چاہیے کہ وہ عمل کرے | عَمَلًا عمل | صَالِحًا اچھے | وَ اور |
| لَا یُشْرِكْ وہ شریک نہ کرے | بِعِبَادَةِ عبادت | رَبِّهٖ اپنا رب | اَحَدًا کسی کو | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ یہ اس سورۃ کی آخری آیات ہیں اور یہاں سورۂ کہف ختم ہوجاتی ہے۔ گذشتہ آیات میں کفار اور مشرکین کا حال اور انجام بیان فرمایا گیا تھا اور توحید و رسالت کے انکار پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔ اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور ان کی تصدیق و اطاعت پر ثواب اور جزائے آخرت کا وعدہ فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور اس کے رسولوں کو سچا ماننے والے۔ ان کی باتوں پر عمل کرنے والے بہترین جنتوں میں ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ جنت کی ان لازوال اور نت نئی نعمتوں میں رہنے والوں کو نہ کوئی بے دخل کر سکے گا اور نہ وہ ازخود وہاں سے نکلنے کی کبھی خواہش کریں گے یعنی اہل جنت وہاں کا عیش وآرام دیکھ کر ایسے مانوس ہوجائیں گے کہ تبدیلی حالت کی ان کو خواہش ہی نہ ہوگی۔ انسان کی طبعی خاصیت ہے کہ دوامی آسائش سے بھی گھبرا جاتا ہے۔ لذیذ کھانا۔ بیش بہا لباس اور راحت بخش مسکن سے بھی نیرنگی طبع کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے تغیر کا خواستگار ہوجاتا ہے۔ مگر اہل جنت کی یہ حالت نہ ہوگی اور جنت میں ہمیشہ رہنے سے کبھی اکتائیں گے نہیں ہر دم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی اور جنت

اپنی ان گنت نعمتوں۔ راحتوں اور لذتوں کے ساتھ ان کے لئے ہر لمحہ اور ہر آن ایک نئی کشش رکھے گی اس لئے جنتیوں کو اپنی تبدیلی حالت کی کبھی خواہش نہ ہوگی۔ آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی سمجھانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اعلان کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کی باتیں بے انتہا ہیں اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر خدائی کلمات۔ خدائی قدرتوں کے اظہار میں خدائی باتیں۔ اور خدائی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن خدا کی باتیں خدا کی قدرتیں۔ اس کی حکمتیں اس کی دلیلیں ختم نہ ہوں گی پھر ایسے ہی سمندر لائے جائیں۔ اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن اور دوسری کتب سماویہ کے ذریعہ سے خواہ کتنا ہی وسیع علم بڑی سے بڑی مقدار میں کسی کو دے دیا جائے مگر علم الٰہی کے سامنے وہ بھی قلیل ہے۔ یہ تو توحید کے متعلق گفتگو تھی۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنی رسالت کے متعلق کہہ دیجئے کہ میں نہ خدائی کا دعویدار ہوں نہ فرشتہ ہونے کا بلکہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں یعنی صفات بشریہ میں تم سے الگ نہیں۔ امتیازی چیز میرے پاس صرف یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جو دوسروں کے پاس نہیں آتی اس طرح وصف رسالت میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔ اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ میری طرف وحی کرتا ہے جن میں اصل اصول علم توحید ہے اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔ تو میرا پیام۔ پیام توحید ہے پس جبکہ توحید و رسالت دونوں باتیں معلوم ہو گئیں تو اب جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی توقع رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ ہمیں مر کر زندہ ہونا اور خدا کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے تو اسے چاہئے کہ اس دنیا کی زندگی میں عمل صالح یعنی نیک کام شریعت کے احکام ظاہری اور باطنی کے موافق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہراً و باطناً کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے تا کہ اسے اپنے مالک کے سامنے شرمندہ ہونا اور اپنے اعمال کی سزا بھگتنا نہ پڑے۔ اور جو کوئی اپنی نادانی سے اسی کو تسلیم نہیں کرتا کہ ہمیں خدا کے سامنے جانا ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے قیامت میں اسے خود اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

یہاں جو جنت فردوس کی مہمانی کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ ایمان اور عمل صالح دو شرطوں کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ قران پاک میں اور بھی متعدد جگہ ایمان اور عمل صالح پر دائمی جنت کی بشارت دی گئی۔ اور ایمان اور عمل صالح کی تعریف اور حقیقت کو اسی سورۃ میں عرض کیا جا چکا ہے۔

دوسری ایک اہم بات جو مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھی ہے وہ یہ کہ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبولیت عمل کے لئے دو رکن ہیں۔ جب تک یہ دونوں نہ پائے جائیں تب تک عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک خالص ہونا واسطے اللہ تعالیٰ کے کہ کسی طرح کا لگاؤ غیر اللہ کا ظاہراً و باطناً قولاً و عملاً نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے مگر اس کو مال کا لالچ ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کے لئے کوئی ثواب نہیں لوگوں پر یہ حکم شاق گزرا۔ واپس آ کر اس شخص نے دوبارہ دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی قول فرمایا۔ اور دوسرا رکن یہ کہ وہ عمل سنت مطہرہ کے مطابق ہو تو قبولیت اعمال کے لئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک اخلاص دوسرے مطابقت کتاب و سنت اگر ان دونوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ عمل صالح نہیں ہے۔

احادیث میں ریاکاری کوشرک خفی فرمایا گیا ہے تو یہاں شرک جلی اورشرک خفی دونوں کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت شداد بن اوسؓ جوایک صحابی ہیں ایک دن رونے لگے۔لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کیوں رو رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ ایک حدیث یاد آ گئی اوراس نے رلا دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے تو میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی امت آپ کے بعدشرک کرے گی۔آپ نے فرمایاہاں سنو۔وہ سورج چاند، پتھر، بت کو نہ پوجے گی بلکہ اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔اور پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور کوئی خواہش سامنے آئی روزہ چھوڑ دیا۔اس حدیث کی تصدیق کھلم کھلا امت اب اپنے اعمالوں سے کررہی ہے۔آج ہمارے کتنے کام دنیا کےنہیں دین کے نام نمود۔دکھاوا۔شہرت اورلوگوں سے خراج وعقیدت وصول کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔اور حدیث میں جوخواہش نفس کے لئے روزہ چھوڑنا مثالاً فرمایا گیاتو یہ بھی بالکل عیاں ہے۔ رمضان المبارک جیسے مہینہ میں فرض روزوں کو جوحرمت دری علانیہ اس ملک میں ہوتی رہی ہے وہ آپ سب جانتے اور دیکھتے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری حالت پررحم فرمائیں اور ہماری ہدایت کا سامان فرمائیں۔آمین۔

الحمدللہ سورۂ کہف کا بیان جس میں ۱۲رکوع تھے اس درس پر ختم ہوگیا۔اس کے بعد انشاءاللہ سورۂ مریم کا بیان شروع ہوگا۔

## دعا کیجئے

یااللہ جہاں آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کوکفروشرک سے بچا کراسلام وایمان عطا فرمایا ہے تواپنی رحمت سے وہ ایمان صادق اور عمل صالح کی توفیق عطا فرما کہ جوہمیں ان آیات میں دی ہوئی بشارت کا مصداق بنادے اور جنت الفردوس میں ہمیں آپ کی مہمانی نصیب ہوجائے۔

اے اللہ! ہمیں ہر چھوٹے بڑے شرک سے بچائیے گا اورشہرت نام ونمود اور ریا سے ہمارے اعمال کو پاک رکھئے گا۔

اے اللہ ہم کوظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ اور کتاب وسنت کی پابندی نصیب فرما اوراسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ مَرْیَمَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانٌ وَّ تِسْعُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

کٓھٰیٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ﴿۲﴾

کٓھٰیٰعٓصٓ۔ یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا پر۔

| کٓھٰیٰعٓصٓ کاف۔ہا۔یا۔عین۔صاد | ذِکْرُ تذکرہ | رَحْمَتِ رحمت | رَبِّکَ تیرا رب | عَبْدَہٗ اپنا بندہ | زَکَرِیَّا زکریا | |
|---|---|---|---|---|---|---|

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ کہ اب سولہویں پارہ کی سورۂ مریم کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت تلاوت کی گئی ہے۔

اس سورۃ کے آغاز کے قریب ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور آپ کی والدہ حضرت مریم کے واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام مریم رکھا گیا۔ حضرت مریم کا نام بقول مفسر ابن کثیر قرآن پاک میں ۳۰ جگہ آیا ہے اور سوائے حضرت مریم کے اور کسی عورت کا نام بصراحت قرآن میں نہیں آیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے پہلے کا ہے کیونکہ معتبر روایات میں ہے کہ مہاجرین اسلام جب نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں بلائے گئے تھے تو اس وقت حضرت جعفرؓ نے بھرے دربار میں یہی سورۃ تلاوت کی تھی۔

اس سورۃ میں چند انبیاء اور صلحا کا تذکرہ ہے جس کو پڑھنے سے غیبی لامحدود قدرت کی ہمہ گیریاں اور کرشمہ سازیاں معلوم ہوتی ہیں۔ نیک لوگوں پر عنایت ونوازش اور بدشعاروں پر نزول عذاب کی کیفیت معلوم ہو کر ایمان اور عمل صالح کی رغبت اور کفر وعصیان سے نفرت پیدا ہوتی ہے جس دور میں یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے اس وقت کے حالات اور تاریخی پس منظر بھی مختصراً عرض کئے جاتے ہیں۔ سرداران قریش جب ہنسی مذاق، استہزاء، لالچ ڈراؤ دھمکاؤ وغیرہ سے اسلام کو دبانے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے ظلم وستم۔ مار پیٹ۔ قید وبند اور معاشی دباؤ کے ہتھیار استعمال کرنے شروع کئے۔ ہر قبیلے کے لوگوں نے اپنے اپنے قبیلے کے نومسلموں کو طرح طرح سے ستا کر۔ قید کر کے۔ بھوک و پیاس کی تکلیفیں دے کر حتیٰ کہ سخت جسمانی اذیتیں دے دے کر انہیں اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ غربا اور وہ غلام جو قریش کے تحت زیر دست کی حیثیت سے رہتے تھے بری طرح پیسے گئے۔ جیسے حضرت بلال۔ حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والدین۔ حضرت خباب وغیرہ۔ ان لوگوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا جاتا۔ بھوکا و پیاسا بند رکھا جاتا۔ مکے کی تپتی ہوئی ریت پر سخت دھوپ میں لٹا دیا جاتا۔ سینہ پر بھاری بھاری پتھر رکھ کر گھنٹوں تڑپایا جاتا۔ جو لوگ پیشہ ور تھے ان سے کام لیا جاتا اور اُجرت ادا کرنے میں پریشان کیا جاتا۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت خباب کی یہ روایت موجود ہے کہ میں مکے میں لوہار کا کام کرتا تھا مجھ سے عاص بن وائل نے کام لیا پھر جب میں اس سے اُجرت لینے گیا تو اس نے کہا کہ میں تیری اجرت نہ دوں گا جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرے۔ اسی طرح جو لوگ تجارت کرتے تھے اور اسلام لے آئے تھے ان کے کاروبار کو برباد کرنے کی کوششیں کی جاتیں۔ اسی زمانہ کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت خباب کہتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کی

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تو ظلم کی حد ہو گئی ہے۔آپ خدا سے دعا نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک تمتما اٹھا اور آپ نے فرمایا تم سے پہلے جو اہل ایمان تھے ان پر اس سے زیادہ مظالم ہو چکے ہیں۔ان کی ہڈیوں پر لوہے کی کنگھیاں گھسی جاتی تھیں۔ان کے سروں پر رکھ کر آرے چلائے جاتے تھے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے تھے۔یقین جانو کہ اللہ اس کام کو پورا کر کے رہے گا یہاں تک کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ ایک آدمی صنعا سے حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہو گا مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو۔ یہ حالات جب مکہ میں بہت ہی تکلیف دہ حد تک پہنچ گئے تو سال ۵ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اچھا ہو کہ تم لوگ مکہ سے نکل کر حبش چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔ جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا کرے تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو۔ اس ارشاد کی بنا پر پہلے گیارہ مسلمان مردوں اور چار خواتین نے حبش کی راہ لی۔ پھر چند مہینے کے اندر مزید مسلمانوں نے ہجرت کی یہاں تک کہ ۸۳ مرد ۱۱ عورتیں اور ۷ غیر قریشی مسلمان حبشہ میں جمع ہو گئے اور مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً صرف ۴۰ نفوس رہ گئے۔ قریش کے بڑے اور چھوٹے خاندانوں میں سے شاید ہی کوئی گھر ایسا بچا تھا کہ جس کا کوئی نفس ان مہاجرین میں شامل نہ ہو۔

کٓھٰیٰعٓصٓ۔ یہ پانچ حروف مقطعات میں سے ہیں جن کا اصل مفہوم اور معنے تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گا۔ان پر اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے۔حروف مقطعات کے متعلق ضروری تشریح ابتداء قرآن جلد اول درس نمبر ۲ میں ہو چکی ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ "جو آئندہ قصہ آتا ہے وہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے مقبول بندہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حال پر۔" جس سے چند باتیں معلوم ہوں گی اول یہ کہ حق تعالیٰ کو کوئی کام کرنا مشکل نہیں ہے اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں پر بڑی رحمت کرنے والے ہیں اور وہ ان کی خاطر وہ کام بھی کر دیتے ہیں جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے ناممکن معلوم ہوتے ہیں۔تو مقصد یہ ہے کہ اس لحاظ سے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ تعلق پیدا کریں تا کہ وہ مورد رحمت خاصہ بنیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام جن کے ذکر سے یہ سورۃ شروع ہوئی ہے بنی اسرائیل کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ نجاری یعنی بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔آپ کا قصہ پہلے سورۂ آل عمران تیسرے پارہ میں بھی بیان ہو چکا ہے۔آپ اپنے زمانہ میں تمام بنی اسرائیل کے پیشوا اور بیت المقدس کے متولی تھے۔آپ کے زمانہ میں یہودی برسر حکومت نہ تھے بلکہ عیسائی سلطنت روم کے محکوم تھے۔لکھا ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۰ سال کی ہو گئی تھی مگر اس وقت تک آپ لاولد تھے۔اس آیت میں زکریا علیہ السلام پر رحمت فرمانے کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیلات اگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے طفیل میں دنیا کو دین اسلام نصیب ہوا۔ یا اللہ اس ملک میں اسلامی حکومت قائم فرما دے۔ اسلام کو غلبہ و شوکت عطا فرما دے اور مخالفین کو تباہ و برباد فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ إِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا

جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا۔عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی

وَّلَمْ أَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَإِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ

اور (اسکے قبل کبھی میں) آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں۔اور میں اپنے بعد رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو آپ مجھ کو خاص

عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦

اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دیدیجئے کہ وہ میرا وارث بنے۔اور یعقوبؑ کے خاندان کا وارث بنے،اور اس کو اے میرے رب (اپنا پسندیدہ بنائیے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| إِذْ جب | نَادٰى اس نے پکارا | رَبَّهٗ اپنا رب | نِدَآءً پکارنا | خَفِيًّا آہستہ سے | قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | إِنِّىْ بیشک میں |
| وَهَنَ کمزور ہوگئی | الْعَظْمُ ہڈیاں | مِنِّىْ میری | وَاشْتَعَلَ اور شعلہ مارنے لگا | الرَّأْسُ سر | شَيْبًا سفید بال | وَ اور | لَمْ أَكُنْ میں نہیں رہا |
| بِدُعَآئِكَ تجھ سے مانگ کر | رَبِّ اے میرے رب | شَقِيًّا محروم | وَإِنِّىْ اور البتہ میں | خِفْتُ ڈرتا ہوں | الْمَوَالِىَ اپنے رشتے دار | | |
| مِنْ وَّرَآءِىْ اپنے بعد | وَكَانَتِ اور ہے | امْرَاَتِىْ میری بیوی | عَاقِرًا بانجھ | فَهَبْ لِىْ تو مجھے عطا کر | مِنْ لَّدُنْكَ اپنے پاس سے | وَلِيًّا ایک وارث | |
| يَّرِثُنِىْ میرا وارث ہو | وَ اور | يَرِثُ وارث | مِنْ سے۔کا | اٰلِ يَعْقُوْبَ اولادِ یعقوبؑ | وَاجْعَلْهُ اور اسے بنادے | رَبِّ اے میرے رب | رَضِيًّا پسندیدہ |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ درس میں سورۃ کی ابتدا حضرت زکریا علیہ السلام کے تذکرہ سے فرمائی گئی تھی جو بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے۔جب حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوگئی تو لاولد ہونے کیوجہ سے آپ کو اندیشہ ہوا کہ قوم کی حالت ویسے ہی ابتر ہورہی ہے۔اور میرے بعد قوم کا کیا حال ہوگا۔عزیزوں اور رشتہ داروں میں کسی کے اندر امامت کی صلاحیت نہیں۔اگر کوئی خودغرض دنیا پرست امام ہوگیا تو اسرائیلیوں کی حالت اور تباہ ہوجائے گی۔انتہائی فکر کے بعد جب عالم اسباب میں کوئی سازوسامان درست ہونے کی امید نہ رہی تھی تو ایک رات کو تاریکی اور خلوت میں پست آواز سے بارگاہ الٰہی میں مناجات و دعا کی جیسا کہ دعا کا اصل قاعدہ ہے اور عرض کیا کہ الٰہی میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔بظاہر موت کا وقت قریب ہے۔سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک سوکھنے لگیں۔قوت نے جواب دے دیا اور آج تک آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر بنائے رکھا۔اب اس آخری وقت۔ضعف اور پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعا رد کر کے مہربانی سے محروم رکھیں گے۔مجھے اعزا و اقارب کی طرف سے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ اپنی نااہلی کی وجہ سے ملت کا انتظام درست نہ رکھ سکیں گے اور جو دینی اور روحانی دولت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی مجھ تک پہنچی ہے۔اسے یہ نااہل اپنی شرارت اور بدتمیزی سے ضائع کردیں گے۔میں بوڑھا ہوں۔بیوی بانجھ ہے۔ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن آپ اپنی لامحدود قدرت ورحمت سے مجھے ایک فرزند عطا فرمائیے جو دینی خدمات کو سنبھالے اور آپ کی مقدس امانت کا بوجھ اٹھا سکے اور میری امامت ونبوت کا وارث ہو۔میں اس ضعف اور پیری میں

کیا کرسکتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے۔ ان کے علم وحکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوت کا وارث بنے۔ اور نسل یعقوب سے سلسلہ علم منقطع نہ ہو اور ایسا لڑکا دیجئے جو اپنے اخلاق واعمال کے لحاظ سے آپ کی اور میری اور لوگوں کی پسند کا ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا خالص دینی غرض کے لئے تھی۔ کسی دنیوی غرض کے لئے نہ تھی کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ اندیشہ تھا کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے وارث رشتہ دار دین کی حفاظت اور اس کے قائم رکھنے میں سستی کریں یا دنیا میں پھنس کر دین کو خراب کریں اور دین کی خاطر خواہ خدمت نہ بجالاسکیں۔ تو دین کی حفاظت اور خدمت کے خیال نے آپ کو اس دعا پر آمادہ کیا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نیک بخت خوش اعمال مومن لڑکا اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اگر اللہ سے اولاد کی تمنا کی جائے تو اولاد صالح کی کی جائے۔ نیز دعا کے آداب بھی معلوم ہوئے کہ بندہ کو چاہئے کہ سچے دل سے انتہائی زاری اور عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کرے اور دعا کے وقت لازم ہے کہ سب سے پہلے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرے۔ پھر اپنی کمزوری بے بسی اور ظاہری اسباب کا مفقود ہونا بیان کرے۔ کیونکہ بارگاہِ خداوندی میں ضعف اور لاچارگی کا اظہار اجابت دعا کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ آخر میں اپنا مطلب کہے۔ نیز معلوم ہوا کہ دعا کا آہستہ اور خفیہ کرنا افضل ہے۔ اور دعاء کا ادب یہی ہے کہ وہ پست آواز سے دردمندی اور عاجزی سے معمور ہو۔ نیز یہاں سے دو مسئلے یہ معلوم ہوئے کہ اولاد کا طلب کرنا زہد اور نبوت کے منافی نہیں اور دوسرے یہ کہ کسی ایسی چیز کا مانگنا جو اسباب بعیدہ سے مسبب ہو ادب کے خلاف نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کا جواب فرشتہ کے ذریعہ سے جو حق تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوا وہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ''دعا'' کی حقیقت نصیب فرماویں۔ اور اپنی ہر حاجت کو حق تعالیٰ سے طلب کرنے میں کتاب وسنت کے طریقہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اپنے فضل وکرم رحمت وعنایت سے ہماری جملہ حاجات کو پورا فرمائیں۔

یا اللہ! اولاد صالح کی نعمت سے ہم سب کو اپنی رحمت سے نوازیئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا۔ زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ

میرے اولاد کس طور پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ حالت یونہی رہے گی (اور پھر اولاد ہوگی اے زکریا)

رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ

تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ مجھ کو آسان ہے اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم (پیدائش کے قبل) کچھ بھی نہ تھے۔ زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے،

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى

ارشاد ہوا کہ تمہاری علامت یہ ہے تم تین رات آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے (حالانکہ تندرست ہوگے) پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور اُن کو اشارہ سے فرمایا

اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿١١﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ ۙ

کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو۔ اے یحیٰی کتاب کو مضبوط ہو کر لو، اور ہم نے اُن کو لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ ۙ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ

اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی۔ اور وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گذار تھے اور وہ سرکشی کرنے والے نافرمانی کرنے والے نہ تھے۔ اور اُن کو سلام پہنچے

عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾ ع

جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے۔

| يٰزَكَرِيَّآ اے زکریا | اِنَّا بیشک ہم | نُبَشِّرُكَ تجھے بشارت دیتے ہیں | بِغُلٰمِ ایک لڑکا | اسْمُهٗ اسکا نام | يَحْيٰى یحیٰی | لَمْ نَجْعَلْ نہیں بنایا ہم نے | لَهٗ اس کا | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | سَمِيًّا کوئی ہم نام | قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | اَنّٰى کیسے | يَكُوْنُ ہوگا وہ | لِيْ غُلٰمٌ میرے لئے۔ میرا لڑکا | | |
| وَّكَانَتِ جبکہ وہ ہے | امْرَاَتِيْ میری بیوی | عَاقِرًا بانجھ | وَّقَدْ بَلَغْتُ اور میں پہنچ چکا ہوں | مِنَ سے۔ کی | الْكِبَرِ بڑھاپا | عِتِيًّا انتہائی حد | قَالَ اس نے کہا | |
| كَذٰلِكَ اسی طرح | قَالَ فرمایا | رَبُّكَ تیرا رب | هُوَ وہ (یہ) | عَلَيَّ مجھ پر | هَيِّنٌ آسان | وَ اور | قَدْ خَلَقْتُكَ میں نے تجھے پیدا کیا | مِنْ قَبْلُ اس سے |
| وَ جبکہ | لَمْ تَكُ تو نہ تھا | شَيْـًٔا کوئی چیز۔ کچھ بھی | قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | اجْعَلْ کردے | لِّيْ میرے لئے | اٰيَةً کوئی نشانی | |
| قَالَ فرمایا | اٰيَتُكَ تیری نشانی | اَلَّا تُكَلِّمَ تو نہ بات کریگا | النَّاسَ لوگ | ثَلٰثَ تین | لَيَالٍ رات | سَوِيًّا ٹھیک | فَخَرَجَ پھر وہ نکلا | عَلٰى پاس |
| قَوْمِهٖ اپنی قوم | مِنَ سے | الْمِحْرَابِ محراب | فَاَوْحٰٓى تو اس نے اشارہ کیا | اِلَيْهِمْ ان کی طرف | اَنْ سَبِّحُوْا کہ اسکی پاکیزگی بیان کرو | بُكْرَةً صبح | | |
| وَّ اور | عَشِيًّا شام | يٰيَحْيٰى اے یحیٰی | خُذِ پکڑو (تھام لو) | الْكِتٰبَ کتاب | بِقُوَّةٍ مضبوطی سے | وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دی | الْحُكْمَ نبوت۔ دانائی | |
| صَبِيًّا بچپن سے | وَ اور | حَنَانًا شفقت | مِّنْ لَّدُنَّا اپنے پاس سے | وَزَكٰوةً اور پاکیزگی | وَكَانَ اور وہ تھا | تَقِيًّا پرہیزگار | | |
| وَّبَرًّا اور اچھا سلوک کرنیوالا | بِوَالِدَيْهِ اپنے ماں باپ سے | وَلَمْ يَكُنْ اور نہ تھا | جَبَّارًا گردن کش | عَصِيًّا نافرمان | وَسَلٰمٌ اور سلام | عَلَيْهِ اس پر | | |
| يَوْمَ جس دن | وُلِدَ وہ پیدا ہوا | وَيَوْمَ اور جس دن | يَمُوْتُ وہ فوت ہوگا | وَيَوْمَ اور جس دن | يُبْعَثُ اٹھایا جائیگا | حَيًّا زندہ ہوکر | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر تھا جس میں حق تعالیٰ سے ایک بیٹے کی درخواست کی گئی تھی اور وہ اس بنا پر کہ بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کی خدمت انجام دے سکے۔ نبی کی دعاء اور دعاء بھی صرف ذات کے لئے نہیں بلکہ قوم کی رشد و ہدایت کی خاطر فوراً مستجاب ہوئی اور جب زکریا علیہ السلام ہیکل یعنی عبادت خانہ میں مشغول عبادت تھے تو خدا کا فرشتہ ان پر ظاہر ہوا اور اس نے بشارت دی کہ آپ کے بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ گویا قبل از ولادت نام بھی حق تعالیٰ کی طرف سے تجویز کر دیا گیا۔ اور نام بھی ایسا انوکھا رکھا گیا کہ ان سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ سن کر بے حد مسرت ہوئی اور تعجب سے دریافت فرمانے لگے کہ یہ بشارت کس طرح پوری ہوگی یعنی مجھ کو جوانی عطا کی جائے گی یا میری بی بی کا مرض بانجھ پن دور کر دیا جائے گا یا دوسرا نکاح کرنے کا حکم ہوگا۔ فرشتہ نے جواب دیا میں اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ حالات کچھ بھی ہوں آپ کے بیٹا ضرور ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے۔ اور یہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ان ہی حالات میں اولاد مل جائے گی اور مشیت ایزدی پوری ہو کر رہے گی۔ پھر فرشتہ نے مزید یہ کہا کہ آپ کے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو لیکن خداوند قدوس کے یہاں تو مشکل نہیں۔ اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہی ہستی کو دیکھ لے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اس کو پردۂ عدم سے وجود میں لائے۔ پھر جو قادر مطلق لاشے محض کو شے بنادے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کرسکتا۔ اب زکریا علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا خدایا ایسا کوئی نشان بتا دیا جائے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ بشارت نے وجود کی شکل اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا علامت یہ ہے کہ باوجود تندرست ہونے کے جب کامل تین رات دن لوگوں کے ساتھ زبان سے بات چیت نہ کرسکو اور صرف اشاروں ہی سے اپنا مطلب ادا کرسکو تو سمجھ لینا کہ بشارت نے وجود اختیار کر لیا یعنی اس وقت سمجھ لینا کہ حمل قرار پا گیا ہے اور ان دنوں میں تم خدا کی تسبیح و تہلیل میں زیادہ مشغول رہنا۔ چنانچہ جب وہ وقت آ پہنچا تو زبان گفتگو کرنے سے رک گئی۔ البتہ نماز و تسبیح وغیرہ پڑھتے رہے۔ دعا و استغفار اور تسبیح و تہلیل سے زبان بند نہ ہوئی تھی۔ حجرہ سے باہر نکل کر حضرت زکریاؑ نے لوگوں کو اشارہ سے کہا کہ صبح و شام اللہ کو یاد کیا کرو۔ نمازیں پڑھو۔ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہو اور زیادہ سے زیادہ اللہ کو یاد کرو اور یہ اس لئے کہا گیا کہ جس طرح یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے باعث صد ہزار مسرت تھی۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے لئے بھی کم خوشی کا باعث نہ تھی کہ زکریاؑ کا ایک صحیح جانشین اور علم و حکمت و نبوت کا سچا وارث عالم وجود میں آنیوالا ہے۔ چنانچہ بشارت کے موافق حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ ولادت باسعادت کے بعد قرآن پاک نے یحییٰ علیہ السلام کے بچپن کے ان واقعات کو نظر انداز کر کے جو قرآنی مقصد سے غیر متعلق تھے۔

آگے یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو جب وہ سن شعور کو پہنچے حکم دیا کہ توراۃ پر جو اس وقت کتاب شریعت تھی مضبوطی سے عمل کریں اور اسی کے مطابق لوگوں کو ہدایت دیں اسلئے کہ یحییٰ علیہ السلام نبی تھے رسول نہ تھے اور توراۃ ہی کی شریعت کے پابند تھے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو عام بچوں کی زندگی سے جدا ان کو بچپن ہی میں علم و فضیلت بخش دیئے تھے تا کہ وہ جلد ہی نبوت کے منصب پر فائز ہوسکیں۔ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ بچپن میں جب بچے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کھیلنے پر اصرار کرتے تو آپ جواب دے دیتے کہ خدا نے مجھ کو لہو لعب کیلئے نہیں پیدا کیا ہے۔ تو حق تعالیٰ نے لڑکپن ہی میں آپ کو فہم و دانش۔ علم و حکمت۔ احکام کتاب اور آداب عبودیت کی معرفت عطا فرمادی تھی آگے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مزید صفات بیان کی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شوق و ذوق رحمت و شفقت۔ رقت و نرم دلی۔ محبت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی اور صاف ستھرا پاکیزہ رُو۔ پاکیزہ خُو۔ مبارک و سعید متقی و پرہیز گار بنایا۔ حدیث میں ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے نہ کبھی گناہ کیا اور نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ مگر خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی نالیاں سی بن گئی تھیں۔ ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام نے جب آپ کو جنگل میں تلاش کر کے پایا تو ان سے فرمایا۔ بیٹا

ہم تو تیری یاد میں مضطرب تجھ کو تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں گریہ زاری میں مشغول ہے تو یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا اے میرے باپ آپ نے مجھ کو بتایا ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق ودق میدان ہے جو خدا کی خشیت میں بغیر آنسو بہائے طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ سن کر زکریا علیہ السلام بھی رونے لگے۔ اے اللہ اپنے ان مقبولین کے خوف وخشیت کا کوئی ذرہ ہمارے دلوں میں بھی ڈال دے کہ ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اور آپ کی اطاعت پر آمادہ کر دے۔

آگے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مزید صفات بیان فرمائے گئے کہ وہ اپنے والدین کے بڑے خدمت گزار تھے اور خلق کے ساتھ سرکشی کرنے والے یا حق تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے نہ تھے۔ اور عنداللہ! ایسے وجیہ اور مکرم تھے کہ ان کے حق میں منجانب اللہ یہ ارشاد ہوا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن قیامت میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جس سلامتی کی دعا دی گئی ہے وہ تین اوقات کی تخصیص کے ساتھ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لئے یہی تین اوقات سب سے زیادہ نازک اور اہم ہیں۔ وقت ولادت جس میں رحم مادر سے جدا ہو۔ عالم دنیا میں آتا ہے اور وقت موت کہ جس میں عالم دنیا سے وداع ہو کر عالم برزخ میں پہنچتا ہے اور وقت حشر ونشر کہ جس میں عالم قبر سے عالم آخرت میں اعمال کی جزا وسزا کے لئے پیش ہوتا ہے۔ لہٰذا جس کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے ان تین اوقات کے لئے سلامتی کی بشارت مل گئی اسکو سعادت دارین کا کل ذخیرہ مل گیا۔

مسند احمد۔ ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت حارث اشعریؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ خود بھی ان پر عامل ہوں اور بنی اسرائیل کو بھی ان کی تلقین فرمائیں۔ وہ پانچ احکام یہ تھے۔ پہلا حکم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور نہ کسی کو اس کا شریک وسہیم ٹھہراؤ کیونکہ مشرک کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنے روپیہ سے خریدا مگر غلام نے یہ وطیرہ اختیار کرلیا کہ جو کچھ کماتا ہے وہ مالک کے سوا ایک دوسرے شخص کو دے دیتا ہے تو اب بتاؤ کہ تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ لہٰذا سمجھ لو کہ جب خدا ہی نے تم کو پیدا کیا اور وہی تم کو رزق دیتا ہے تو تم بھی صرف اسی کی پرستش کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسرا حکم یہ کہ تم خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرو کیونکہ جب تم نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہوگے خدا تعالیٰ برابر تمہاری جانب رضا و رحمت کے ساتھ متوجہ رہے گا۔ تیسرا حکم یہ کہ روزہ رکھو اس لئے کہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو چنانچہ مشک اس کو بھی اور اس کے رفقا کو بھی اپنی خوشبو سے معطر کرتا رہے گا اور روزہ دار کی منہ کی بو کا خیال نہ کرو اس لئے کہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو جو خالی معدہ سے اٹھتی ہے مشک کی خوشبو سے زیادہ پاک ہے چوتھا حکم یہ کہ مال میں سے صدقہ نکالا کرو کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کو اس کے دشمنوں نے اچانک آ پکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی جانب لے چلے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں وہ یہ کہے کہ کیا میں مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں اور اثبات میں جواب پا کر اپنی جان کے بدلے سب دھن دولت قربان کر دے۔ اور پانچواں حکم یہ کہ دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا ہو اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جاوے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا میں بھی تم کو ایسی پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں جن کا خدا تعالیٰ نے مجھ کو حکم کیا ہے۔ یعنی لزوم جماعت۔ سمع۔ وطاعت۔ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ پس جو شخص جماعت سے ایک بالشت باہر نکل گیا اس نے بلاشبہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو نکال دیا مگر یہ کہ جماعت کا لزوم اختیار کرے اور جس شخص نے جاہلیت کے دور کی باتوں کی طرف دعوت دی تو اس نے جہنم کو ٹھکانا بنایا۔ حضرت حارث اشعریؓ کہتے ہیں ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ شخص نماز روزہ کا پابند ہی ہو تب بھی جہنم کا سزاوار ہے؟ فرمایا ہاں اگرچہ وہ نماز روزہ کا پابند بھی ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ میں مسلمان ہوں تب بھی سزاوار جہنم ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ

اور اے نبیؐ اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے، جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کیلئے) گئیں پھر اُن لوگوں کے سامنے سے

حِجَابًا ۖ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ

انہوں نے پردہ ڈال لیا پس ہم نے اُن کے پاس اپنے فرشتہ کو بھیجا اور وہ اُن کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ کہنے لگیں کہ میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں

مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ أَنّٰى يَكُونُ

اگر تو (کچھ) خداترس ہے۔ فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ وہ کہنے لگیں کہ میرے لڑکا کس طرح ہوجاوے گا

لِي غُلٰمٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ

حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ فرشتہ نے کہا کہ یونہی (اولاد) ہوجاوے گی، تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ کو آسان ہے،

وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

اور اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے، تاکہ ہم اُس فرزند کو لوگوں کیلئے ایک نشانی بنادیں، اور باعث رحمت بنائیں۔

وَاذْكُرْ اور ذکر کرو | فِي الْكِتٰبِ کتاب میں | مَرْيَمَ مریم | إِذِ انْتَبَذَتْ جب وہ یکسو ہوگئی | مِنْ أَهْلِهَا اپنے گھر والوں سے | مَكَانًا مکان | شَرْقِيًّا مشرقی

فَاتَّخَذَتْ پھر ڈال لیا | مِنْ سے | دُونِهِمْ ان کی طرف | حِجَابًا پردہ | فَأَرْسَلْنَا پھر ہم نے بھیجا | إِلَيْهَا اس کی طرف | رُوحَنَا اپنی روح (فرشتہ)

فَتَمَثَّلَ شکل بن گیا | لَهَا اس کیلئے | بَشَرًا ایک آدمی | سَوِيًّا ٹھیک | قَالَتْ وہ بولی | إِنِّي بیشک میں | أَعُوذُ پناہ میں آتی ہوں | بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن اللہ (کی)

مِنْكَ تجھ سے | إِنْ كُنْتَ اگر تو ہے | تَقِيًّا پرہیزگار | قَالَ اس نے کہا | إِنَّمَا اسکے سوا نہیں | أَنَا کہ میں | رَسُولُ بھیجا ہوا | رَبِّكِ تیرے رب کا

لِأَهَبَ تاکہ عطا کروں | لَكِ تجھ سے | غُلٰمًا ایک لڑکا | زَكِيًّا پاکیزہ | قَالَتْ وہ بولی | أَنّٰى کیسے | يَكُونُ ہوگا | لِي میرے | غُلٰمٌ لڑکا | وَ جبکہ

لَمْ يَمْسَسْنِي مجھے چھوا نہیں | بَشَرٌ کسی بشر نے | وَ اور | لَمْ أَكُ میں نہیں ہوں | بَغِيًّا بدکار | قَالَ اس نے کہا | كَذٰلِكِ یونہی | قَالَ فرمایا

رَبُّكِ تیرا رب | هُوَ وہ۔ یہ | عَلَيَّ مجھ پر | هَيِّنٌ آسان | وَلِنَجْعَلَهُ اور تاکہ ہم اسے بنائیں | آيَةً ایک نشانی | لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے | وَ اور

رَحْمَةً رحمت | مِنَّا اپنی طرف سے | وَكَانَ اور ہے | أَمْرًا ایک | مَقْضِيًّا طے شدہ

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کی نشانیاں موجود تھیں۔ اب اس سے بھی عجیب تر قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

تخلیق انسانی چار طور پر ہوئی ہے اور ہر ایک میں قدرت الٰہی کا واضح نشان موجود ہے۔

ایک مرد وعورت کے قریب سے جیسے عام انسان پیدا ہوتے ہیں۔

دوسرے بغیر مرد وعورت کے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ تیسرے بغیر عورت کے جس طرح حضرت حوا کی تخلیق ہوئی۔ چوتھے بغیر مرد کے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم سے پیدا ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی پیدائش ظاہر کردی تاکہ انسان کو اس کی ہر طرح کی قدرت پر ایمان ہو اور ان قصوں کو اللہ تعالیٰ اسی لئے بیان فرما رہے ہیں تاکہ اس کے بندے اس سے اس کی قدرت پر دلیل لیں اور اس کی عظمت وبڑائی معلوم کریں اور جانیں کہ حق تعالیٰ جو چاہیں وہ کرسکتے ہیں۔ نیز حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ سے جو پہلے بیان ہوا اور حضرت مریمؑ کے قصہ سے جو اس اور اگلی آیات میں بیان فرمایا جارہا ہے۔

دونوں قصوں کے مجموعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال اور طلب سے بھی دیتے ہیں۔ جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام دیئے۔ اور بلا سوال اور طلب بھی دیتے ہیں جیسے حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیئے۔ اس سے یہ بات بھی نکلی کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہر شخص کے ساتھ جدا جدا معاملہ فرماتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے خاندان ہی میں اس زمانہ میں ایک بزرگ عابد زاہد کاہن تھے جن کا نام عمران تھا اور ان کی بیوی کا نام حنہ تھا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ کی حقیقی بہن تھیں۔ اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے خالو تھے۔ عمران صاحب اولاد نہ تھے اور ان کی بیوی حنہ بہت زیادہ متمنی تھیں کہ ان کے اولاد ہو اس لئے وہ درگاہ الٰہی میں اولاد کے لئے دعا کیا کرتی تھیں اور قبولیت دعاء کے لئے ہر وقت منتظر رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت بخشی اور انہوں نے محسوس کیا کہ وہ حاملہ ہیں ان کو اس سے اس درجہ مسرت ہوئی کہ انہوں نے نذر مان لی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردوں گی۔ بنی اسرائیل میں یہ رسم بہت مقدس سمجھی جاتی تھی اور اس طرح جو اولاد خانہ خدا کے لئے وقف ہوجاتی تھی اس کو شب و روز عبادت الٰہی اور عبادت خانہ کی خدمت کے علاوہ اور کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ حنہ ابھی حاملہ ہی تھیں کہ ان کے شوہر عمران کا انتقال ہوگیا جب وضع حمل کا وقت ہوا تو لڑکی پیدا ہوئی جس کا حنہ کو افسوس ہوا کیونکہ لڑکی وقف کرنے کا دستور نہ تھا لیکن نذر مان چکی تھیں اس لئے حضرت مریم کو حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کردیا گیا جو بیت المقدس کے متولی اور امام تھے۔ حضرت مریم بچپن ہی سے نہایت پاکیزہ صفات اور عابدہ زاہدہ تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے لئے ایک حجرہ مخصوص کردیا تھا وہ دن میں وہاں رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں اور جب رات آتی تو ان کو حضرت زکریا اپنے مکان پر حضرت مریم کی خالہ کے پاس لے جاتے اور وہیں شب بسر کرتیں غرض اس طرح زہد و تقویٰ و عبادت کے ساتھ حضرت مریم کی عمر تیرہ یا پندرہ سال کے قریب ہوگئی۔

اب یہاں سے آگے کے حالات ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور بتلایا گیا کہ ایک روز بیت المقدس سے مشرق کی طرف سب سے علیحدہ ہوکر کسی مکان میں گئیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت مریم غسل کے لئے اس جگہ آئی تھیں اور لوگوں سے آڑ کے لئے آپ نے درمیان میں پردہ ڈال لیا تھا جب آپ غسل کرچکیں اور کپڑے پہن لئے تو اچانک خدا کا فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں ظاہر ہوئے اور جیسا کہ فرشتوں کی عادت ہے کہ عموماً خوش منظر صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نہایت خوبصورت انسانی شکل میں آئے۔ حضرت مریم نے ایک اجنبی شخص کو اس طرح بے حجاب سامنے دیکھا تو گھبرا گئیں اور قدرتی طور پر خوف زدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقویٰ و طہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا تو میرے پاس سے چلا جائے گا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کرے گا۔ اس وقت جبرئیل امین نے اپنا فرشتہ ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ گھبراؤ نہیں میری نسبت کوئی ڈر یا خوف آیا ہو تو دل سے نکال دو میں انسان نہیں بلکہ خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدوس کی طرف سے تم کو ایک پاکیزہ۔ صاف ستھرا اور مبارک و مسعود لڑکے کی بشارت دوں۔ حضرت مریم کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے مگر تعجب ہوا کہ جو عفیفہ مرد سے ناواقف ہو اس کے لڑکا کیسے ہوگا اس لئے حضرت مریم ازراہ تعجب فرمانے لگیں میرے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ مجھ کو آج تک کسی شخص نے بھی ہاتھ نہیں لگایا اس لئے کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میں کوئی بدکار ہوں۔ فرشتہ نے جواب دیا میں تو تمہارے پروردگار کا قاصد ہوں اس نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ میں اس لئے کروں گا کہ تم کو اور تمہارے بیٹے کو کائنات کے لئے اپنی قدرت کاملہ کے اعجاز کا نشان بنادوں اور لڑکا میری جانب سے رحمت ثابت ہوگا میرا یہ فیصلہ اٹل ہے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

اِس گفتگو کے بعد جبرئیل امین حضرت مریم کے قریب آئے اور اُن کے منہ یا گریبان میں پھونک ماری جس سے حضرت مریمؑ بشان ایزدی حاملہ ہوگئیں۔ اب آگے حضرت مریمؑ کو کیا صورت حال اور واقعات پیش آئے یہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ

پھر اُن کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں۔ پھر دردِزہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں،

قَالَتْ يٰلَيْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ

کہنے لگیں کاش میں اس (حالت) سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست ونابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔ پھر جبرئیل نے اُن کے پائیں سے اُن کو پکارا کہ تم مغموم مت ہو

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّیْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾

تمہارے رب نے تمہارے پائین (مکان) میں ایک نہر پیدا کردی ہے اور اس کھجور کے تنہ کو اپنی طرف کو ہلاؤ اس سے تم پر خرمائے تر و تازہ جھڑیں گے۔

فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ

پھر کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو، پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (اعتراض کرتا) دیکھو تو کہدینا میں نے تو اللہ کے واسطے روزہ کی منت مان رکھی ہے

لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ ۚ

سو آج میں کسی آدمی سے نہیں بولوں گی۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَحَمَلَتْهُ پھر اسے حمل رہ گیا | فَانْتَبَذَتْ پس وہ چلی گئی | بِهٖ اسے لے کر | مَكَانًا ایک جگہ | قَصِيًّا دور | فَاَجَآءَهَا پھر اسے لے آیا | | | |
| الْمَخَاضُ دردِزہ | اِلٰى طرف | جِذْعِ جڑ | النَّخْلَةِ کھجور کا درخت | قَالَتْ وہ بولی | يٰلَيْتَنِیْ اے کاش میں | مِتُّ مرچکی ہوتی | | |
| قَبْلَ هٰذَا اس سے قبل | وَكُنْتُ اور میں ہوجاتی | نَسْيًا مَّنْسِيًّا بھولی بسری | فَنَادٰىهَا پس اسے آواز دی | مِنْ سے | تَحْتِهَآ اسکے نیچے | | | |
| اَلَّا تَحْزَنِیْ کہ نہ گھبراؤ | قَدْ جَعَلَ کردیا ہے | رَبُّكِ تیرا رب | تَحْتَكِ تیرے نیچے | سَرِيًّا ایک چشمہ | وَهُزِّیْٓ اور ہلا | اِلَيْكِ اپنی طرف | | |
| بِجِذْعِ تنے کو | النَّخْلَةِ کھجور | تُسٰقِطْ جھڑ پڑیں گی | عَلَيْكِ تجھ پر | رُطَبًا تازہ تازہ | جَنِيًّا کھجوریں | فَكُلِیْ تو کھا | وَاشْرَبِیْ اور پی | وَ اور |
| قَرِّیْ ٹھنڈی کر | عَيْنًا آنکھیں | فَاِمَّا تَرَيِنَّ پھر اگر تو دیکھے | مِنَ سے | الْبَشَرِ آدمی | اَحَدًا کوئی | فَقُوْلِیْٓ تو کہدے | | |
| اِنِّیْ نَذَرْتُ کہ میں نے نذر مانی ہے | لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کے لئے | صَوْمًا روزہ | فَلَنْ اُكَلِّمَ پس میں ہرگز کلام نہ کرونگی | الْيَوْمَ آج | اِنْسِيًّا کسی آدمی | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت مریم کو جبرئیل علیہ السلام کا ایک فرزند کی بشارت دینے کا ذکر ہوا تھا اور جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا تھا کہ پروردگار کا ارشاد ہے کہ اس بچہ کو ایک نشان قدرت لوگوں کے لئے بنانا اور باعث رحمت بنانا مشیت ایزدی میں طے ہو چکا ہے۔ غرض حضرت مریم بشان ایزدی حاملہ ہوگئیں۔ اب جب آثار حمل نمودار ہوئے تو بنی اسرائیل کی بدگوئی کا خوف ہوا اس لئے سب سے یکسوئی اختیار کرلی اور کہیں دور تنہا مکان میں گوشہ گیر ہوگئیں۔ مدت حمل جب پوری ہوئی اور وضع حمل کا وقت قریب آیا تو شرم کے مارے گھر سے کسی دور جگہ جنگل میں الگ چلی گئیں۔ جب دردِزہ کی تکلیف سے بے چین ہوئیں تو ایک کھجور کے درخت کی طرف آئیں کہ اس کے سہارے بیٹھیں اٹھیں اور اس کی جڑ سے سہارا لیں۔ اب حالت یہ تھی کہ نہ کوئی انیس نہ جلیس۔ درد سے بے چین۔ ایسے وقت جو سامان راحت وضرورت کا ہونا چاہئے وہ ندارد اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بچہ ہونے پر آئندہ بدنامی و رسوائی کا تصور۔ اسی کرب واضطراب کے غلبہ میں حضرت مریم کہہ اٹھیں کہ کاش میں اس

وقت کے آنے سے پہلے ہی مرچکی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام ونشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی۔شدت کرب واضطراب میں گذشتہ بشارات جوفرشتہ سے سنی تھیں یاد نہ آئیں۔پس اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام پہنچے اور حضرت مریم کے احترام کی وجہ سے سامنے نہیں گئے بلکہ جس مقام پر حضرت مریم تھیں اس سے ایک نیچی جگہ میں آڑ میں آئے اور حضرت مریم کو پکارا جس کو حضرت مریم نے پہچانا کہ یہ اسی فرشتہ کی آواز ہے جو اول ظاہر ہوا تھا۔اور کہا کہ غمگین اور پریشان مت ہو۔خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کرو۔نیچے کی طرف دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسا چشمہ یا نہر جاری کر دی ہے۔یہ تو پینے کے لئے ہوا۔کھانے کے لئے اسی کھجور کے پیڑ کو ہلاؤ تو پکی اور تازہ کھجوریں ٹوٹ کر گریں گی۔تازہ کھجوریں کھا کر چشمہ کے پانی سے سیراب ہو اور پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو۔آگے کا غم نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ سب مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔رہا بدنامی کا اندیشہ تو جب تمہارے سامنے کوئی آئے اور لڑکے کی بابت دریافت کرے تو تم اشارہ سے کہہ دینا کہ میں نے تو ایسے روزہ کی منت مان رکھی ہے جس میں بولنے کی بندش ہے۔ان کی شریعت میں یہ نیت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے تھے ہماری شریعت اسلامیہ میں ایسی نیت اور روزہ درست نہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم نے درد کی شدت سے بیتاب ہو کر جو موت کو یاد کیا اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہر انسان اقتضائے بشریت سے مجبور ہے۔مصائب اور تکلیف کا احساس ہر ایک کو ہوتا ہے اور احساس حوادث سے متاثر بھی ہوتا ہے اور یہ ولایت یا نبوت کے منافی نہیں حضرت مریم کی تسکین۔آسائش اور دفع تکلیف کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کو بھیجا۔چشمہ جاری کیا۔خشک درخت کو بار آور کیا اور پکے پکائے لذیذ شیریں پھل دیئے۔ان واقعات کے اظہار سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کی ہر وقت اور ہر حال میں کارسازی فرماتے ہیں اور اہل تقرب کو نظام عام کے خلاف مخصوص عنایات سے بھی سرفراز فرماتے ہیں۔

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو کھجور کے درخت کی شاخ ہلانے کا جو حکم دیا تو اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو یہ بھی تھا کہ بغیر حضرت مریم کے شاخ ہلانے کے خود ہی کھجوریں ان کی گود میں گر جاتیں اور وہ ان کو کھا لیتیں مگر اس ہلانے کے حکم میں حکمت یہ ہے کہ اس میں تحصیل رزق کے لئے کوشش کرنے کا سبق ملتا ہے اور یہ بھی بتلانا ہے کہ رزق کے حاصل کرنے میں کوشش اور محنت کرنا توکل کے خلاف نہیں۔نیز یہاں جو حضرت مریم علیہا السلام کے واسطے کھجور کا استعمال من جانب اللہ تجویز کیا گیا تو معلوم ہوا کہ زچہ کے لئے سب سے زیادہ مفید تر کھجور ہے اور اطبا نے بھی لکھا ہے کہ عورت کے لئے ایام نفاس میں رطب یعنی تازہ کھجور سے بہتر کوئی غذا نہیں نیز یہاں آیت میں جو حضرت مریم نے اپنی موت کی تمنا کی تھی تو اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ تمنائے موت اگر غم دنیا سے تھی تب تو غلبۂ حال کو اس کا عذر کہا جاوے گا جس میں انسان من کل الوجوہ مکلف نہیں رہتا اور اگر یہ تمنا دین کی وجہ سے تھی کہ لوگ بدنام کریں گے اور شاید مجھ سے اس پر صبر نہ ہو سکے تو بے صبری کی معصیت میں ابتلا ہوگا اور موت سے اس معصیت سے حفاظت رہے گی تو ایسی تمنا موت ممنوع نہیں ہے۔

غرض کہ فرشتے کے کلام سے حضرت مریم کی تسلی ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔اب جب حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر بستی میں آئیں تو قوم نے آپ کی گود میں بچہ دیکھ کر کیا کہا سنا اور بجائے حضرت مریم کے بچہ نے جو قوم کو جواب دیا وہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنے مقبولین کے طفیل سے ہم کو بھی اپنی عنایات سے سرفراز فرمائیے اور ہر لمحہ وآن ہماری کارسازی فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ

پھر وہ اُن کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں لوگوں نے کہا اے مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا اے ہارون کی بہن تمہارے باپ کوئی بُرے آدمی نہ تھے

امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۖ ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ

اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں۔ پس مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کردیا، وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے۔

صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا

وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اُس نے مجھ کو نبی بنایا۔ اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں،

كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَتِىْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا

اور اُس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔ اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گذار بنایا اور اُس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا۔

شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز رحلت کروں گا اور جس روز (قیامت میں) زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَاَتَتْ بِهٖ پھر وہ اسے لیکر آئی | قَوْمَهَا اپنی قوم | تَحْمِلُهٗ اسے اٹھائے ہوئے | قَالُوْا وہ بولے | يٰمَرْيَمُ اے مریم | لَقَدْ جِئْتِ تو لائی ہے | شَيْئًا شے | | |
| فَرِيًّا بُری غضب کی | يٰاُخْتَ هٰرُوْنَ اے ہارون کی بہن | مَا نہ | كَانَ تھا | اَبُوْكِ تیرا باپ | امْرَاَ آدمی | سَوْءٍ بُرا | وَ اور | مَا كَانَتْ نہ تھی |
| اُمُّكِ تیری ماں | بَغِيًّا بدکار | فَاَشَارَتْ تو مریم نے اشارہ کیا | اِلَيْهِ اس کی طرف | قَالُوْا وہ بولے | كَيْفَ نُكَلِّمُ کیسے ہم بات کریں | مَنْ كَانَ جو ہے | | |
| فِى الْمَهْدِ گہوارہ میں | صَبِيًّا بچہ | قَالَ بچہ نے کہا | اِنِّىْ بیشک میں | عَبْدُ اللّٰهِ اللہ کا بندہ | اٰتٰنِىَ اس نے مجھے دی ہے | الْكِتٰبَ کتاب | | |
| وَجَعَلَنِىْ اور مجھے بنایا ہے | نَبِيًّا نبی | وَجَعَلَنِىْ اور مجھے بنایا ہے | مُبٰرَكًا بابرکت | اَيْنَ مَا جہاں کہیں | كُنْتُ میں ہوں | وَ اور | | |
| اَوْصٰنِىْ مجھے حکم دیا ہے اس نے | بِالصَّلٰوةِ نماز کا | وَالزَّكٰوةِ اور زکوٰۃ کا | مَا دُمْتُ جب تک میں رہوں | حَيًّا زندہ | وَبَرًّا اور اچھا سلوک کرنیوالا | | | |
| بِوَالِدَتِىْ اپنی ماں سے | وَ اور | لَمْ يَجْعَلْنِىْ اس نے مجھے نہیں بنایا | جَبَّارًا سرکش | شَقِيًّا بدنصیب | وَالسَّلٰمُ اور سلامتی | عَلَىَّ مجھ پر | يَوْمَ جس دن | |
| | وُلِدْتُّ میں پیدا ہوا | وَيَوْمَ اور جس دن | اَمُوْتُ میں مروں گا | وَيَوْمَ اور جس دن | اُبْعَثُ اٹھایا جاؤں گا | حَيًّا زندہ ہوکر | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا حال بیان فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام پیغامات الٰہیہ پر مطمئن ہو کر جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے پہنچے تھے بچہ کو گود میں لے کر بیت المقدس کو روانہ ہوئیں جب بستی میں پہنچیں اور قوم کے سامنے آئیں تو لوگ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہنے لگے مریم تم نے تو غضب کردیا۔ یہ بناوٹ کی چیز کہاں سے لے آئیں۔ اس سے زیادہ جھوٹ طوفان کیا ہوگا کہ ایک لڑکی کنواری رہتے ہوئے دعویٰ کرے کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہے۔ سب بدگمان ہو کر کہنے لگے کہ تمہارے ماں باپ اور خاندان والے ہمیشہ سے نیک رہے ہیں۔ تم میں یہ بری خصلت کدھر سے آئی۔

غرض حاصل کلام قوم کا حضرت مریم سے یہ ہوا کہ تمہارے باپ پاکباز تھے تمہاری ماں پارسا تھیں۔ بھائی ایسا نیک ہے۔

اوپر جا کر تمہارا حسب حضرت ہارون پر منتہی ہوتا ہے پھر یہ حرکت تم سے کیونکر سرزد ہوئی کہ شادی تو ہوئی نہیں نہ یہ بچہ کیسا؟ حضرت مریم نے اپنی صفائی میں کوئی بات نہیں کہی اور فرشتہ کی ہدایت کے موافق پس بچہ کی طرف اشارہ کر دیا مطلب یہ تھا کہ اس بچہ سے دریافت کرو۔ یہ جواب دے گا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر انتہائی تعجب کے ساتھ کہا کہ بھلا اس گود کے شیر خوار بچہ سے ہم کیسے سوال جواب کر سکتے ہیں یہ ابھی بچہ ہے اور بات چیت پر قادر نہیں اس سے کیا بات کریں۔ ابھی قوم کی طرف سے یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ خود بچہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے گویا کر دیا۔ آپ فوراً بول اٹھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے اپنے فیصلہ تقدیر میں مجھ کو کتاب یعنی انجیل دی ہے اور نبی بنایا ہے اور اس نے مجھ کو برکت والا بنایا ہے خواہ میں کسی حال اور کسی جگہ بھی ہوں یعنی مجھ سے خلق کو دین کا نفع پہنچے گا اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں یہی میرا شعار ہو اور اُس نے مجھ کو اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا اور خودسر اور نافرمان نہیں بنایا کہ ادائے حق خالق یا ادائے حق والدہ سے سرکشی کروں۔ چونکہ آپ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لئے والدہ کی تخصیص کی اور اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا۔ اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن کہ پھر قیامت میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت ماں کی گود میں جو کچھ فرمایا اس میں تمام غلط اور فاسد خیالات کا رد تھا جو آئندہ ان کی نسبت قائم ہونے والے تھے سب سے پہلے کہا کہ میں بندہ ہوں اللہ کا یعنی نعوذ باللہ خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے چنانچہ اسی عقیدہ کی تردید کے لئے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت وغیرہ کے تفصیلی حالات بیان فرمائے اور ان آیات کی ابتداء اس جملہ سے فرمائی گئی **فاتت بہ قومھا تحملہ** ۔ پس مریم اس لڑکے کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں۔ تو **فاتت** کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت مریم خود اپنے بچہ کو لے کر آئی تھیں۔ اس میں اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ وہ عیسیٰ جو حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور پیدائش کے بعد اتنے مجبور تھے کہ خود چل پھر بھی نہیں سکتے تھے۔ ماں گود میں اٹھائے پھرتی تھیں۔ تو ایسا مجبور اور بے بس کس طرح مستحق الوہیت ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔

یہاں شیر خوارگی کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ذات کے لئے آٹھ صفتیں بیان فرمائیں جن میں تمام خیالات فاسدہ کا رد ہو گیا۔

پہلی صفت اپنی عبدیت کی بیان کی کہ میں اللہ کا بندہ ہوں بطور خرق عادت کے بغیر والد کے پیدا ہوا ہوں۔ معاذ اللہ ولد الزنا نہیں اور میری ولادت اس بات کی دلیل ہے کہ میں اللہ کا مخلوق بندہ ہوں معاذ اللہ خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں۔

دوسری صفت یہ بیان کی کہ اللہ نے مجھ کو کتاب یعنی انجیل دی ہے یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ مجھ کو کتاب انجیل عطا کرے گا جو میری نبوت کی دلیل ہوگی اور نبوت الوہیت سے منافی ہے۔

تیسری صفت یہ فرمائی کہ اللہ نے مجھ کو نبی بنایا ہے۔ یعنی اللہ نے ازل میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ مجھ کو نبی بنائے گا اور چونکہ یہ فیصلہ قطعی ہے ضرور اپنے وقت پر واقع ہوگا۔

چوتھی صفت یہ بیان کی اللہ نے مجھ کو برکت والا بنایا ہے۔ جس جگہ بھی ہوں۔ جہاں بھی رہوں یا جاؤں خیر و برکت میرے ساتھ ہوگی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میں خدا کا مبارک بندہ ہوں۔

پانچویں صفت یہ بیان کی کہ اللہ نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں اور ظاہر ہے کہ نماز اور

3

زکوٰۃ اللہ کی عبادت ہے اور عبادت دلیل عبدیت کی ہے اور عبدیت اور الوہیت کا جمع ہونا عقلاً محال ہے۔

چھٹی صفت یہ بیان کی کہ اللہ نے مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا۔ اس میں صاف اشارہ اس طرف ہے کہ میں بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں اور میری یہ والدہ عفیفہ اور طاہرہ اور مطہرہ ہیں۔ مجھ پر ان کی تعظیم وتکریم واجب ہے۔ اور اپنی والدہ کی خدمت اور اطاعت دلیل عبدیت کی ہے۔

ساتویں صفت یہ بیان کی کہ اللہ نے مجھ کو سرکش اور بدبخت نہیں بنایا کہ اللہ کا حکم نہ مانوں معلوم ہوا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا یا زکوٰۃ نہیں دیتا یا اپنی ماں کا نافرمان ہے وہ متکبر اور بدبخت ہے۔

آٹھویں صفت یہ بیان کی کہ سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں قبر سے زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ یہ صفت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس کے برگزیدہ بندہ تھے کیونکہ خدا ولادت اور موت سے منزہ ہے اور کسی کی سلامتی اور حفاظت سے بے نیاز ہے۔ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد چند سال بعد مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روضۂ اقدس میں مدفون ہوں گے۔

اب قوم نے جب ایک شیر خوار بچہ کی زبان سے ایسا حکیمانہ اور معجزانہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئی اور اس کو یقین ہو گیا کہ حضرت مریم کا دامن بلاشبہ ہر قسم کی برائی اور تلویث سے پاک ہے اور اس بچہ کی پیدائش کا معاملہ یقیناً منجانب اللہ ایک نشانی ہے۔ بہر حال یہ خبر ایسی نہ تھی کہ پوشیدہ رہ جاتی قریب اور بعید سب جگہ اس حیرت کن واقعہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کے چرچے ہونے لگے اور طبائع انسانی نے اس مقدس ہستی کے متعلق شروع ہی سے مختلف کروٹیں بدلنی شروع کر دیں۔ اصحاب خیر نے آپ کے وجود کو یمن وسعادت کا ماہتاب سمجھا تو اصحاب شر نے اس ہستی کو اپنے لئے فال بد جانا اور بغض وحسد کے شعلے اندر ہی اندر سلگنے لگے۔ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کے حالات میں سے صرف اسی اہم واقعہ کا ذکر کیا ہے باقی بچپن کے دوسرے حالات کو جن کا ذکر قرآن کے مقصد تذکیر وموعظت سے خاص تعلق نہیں رکھتا تھا نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لئے آگے اس قصہ سے جو اصل مقصود ہے اس کو بیان کیا گیا ہے پھر مضمون توحید۔ اور اس کے ساتھ ذکر قیامت اور منکرین توحید کا حال بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

**دعا کیجئے:** جو عقائد قران پاک نے تعلیم فرمائے ہیں۔ اور جو خبریں دی گئی ہیں ان پر حقیقی ایمان ہم کو نصیب ہو۔ اور قران پاک کی ہر تعلیم ونصیحت کے موافق ہم کو اپنی زندگی گزارنا نصیب ہو۔ یا اللہ! ہمیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم وہدایات دی ہیں ان کا اتباع ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو اپنے والدین کا خدمت گزار اولاد ہونا نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی سرکشی۔ نافرمانی اور بدبختی سے ہم کو محفوظ فرما۔

یا اللہ! سب سے بڑی بدبختی اور سرکشی بندہ کی یہی ہے کہ وہ آپ کی نافرمانی کرے اور آپ کے احکام نہ مانے اور آپ کی عبادت اور بندگی نہ کرے۔ یا اللہ! اس بدبختی سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو محفوظ فرمائیے۔ ہمیں اپنا اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ بن کر زندہ رہنا اور فرمانبردار ہی ہو کر مرنا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ

یہ ہیں عیسیٰ بن مریم میں (بالکل) سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے

سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ

وہ (بالکل) پاک ہے وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو اتنا فرمادیتا ہے کہ ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے۔ اور بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ

یہی (دین کا) سیدھا راستہ ہے۔ سو (پھر بھی) مختلف گروہوں نے (اس بارہ میں) باہم اختلاف ڈال لیا سو ان کافروں کیلئے ایک بڑے دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے۔

عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

جس روز یہ لوگ ہمارے پاس آویں کیسے کچھ شنوا اور بینا ہوجاویں گے لیکن یہ ظالم آج صریح غلطی میں ہیں۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا

اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرایئے جب کہ اخیر فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ لوگ غفلت میں ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ (لیکن

نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ۧ

آخر ایک دن مریں گے اور) تمام زمین کے رہنے والوں کے ہم ہی وارث (یعنی آخر مالک) رہ جاویں گے اور یہ سب ہمارے پاس ہی لوٹائے جاویں گے۔

| ذٰلِکَ یہ | عِیْسَی عیسیٰ | ابْنُ مَرْیَمَ ابن مریم | قَوْلَ بات | الْحَقِّ سچی | الَّذِیْ فِیْهِ وہ جس میں | یَمْتَرُوْنَ وہ شک کرتے ہیں | مَا کَانَ نہیں ہے |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لِلّٰہِ اللہ کیلئے | اَنْ کہ | یَتَّخِذَ وہ بنائے | مِنْ کوئی | وَلَدٍ بیٹا | سُبْحٰنَہٗ وہ پاک ہے | اِذَا قَضٰی جب وہ فیصلہ کرتا ہے | اَمْرًا کسی کام |
| فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں | یَقُوْلُ وہ کہتا ہے | لَہٗ اس کو | کُنْ ہوجا | فَیَکُوْنُ پس وہ ہو جاتا ہے | وَاِنَّ اور بیشک | اللّٰہَ اللہ | رَبِّیْ میرا رب |
| وَرَبُّکُمْ اور تمہارا رب | فَاعْبُدُوْہُ پس اسکی عبادت کرو | ھٰذَا یہ | صِرَاطٌ راستہ | مُّسْتَقِیْمٌ سیدھا | فَاخْتَلَفَ پھر اختلاف کیا | الْاَحْزَابُ فرقے | |
| مِنْ بَیْنِھِمْ آپس میں | فَوَیْلٌ پس خرابی | لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کافروں کیلئے | مِنْ سے | مَّشْھَدِ حاضری | یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑا دن | اَسْمِعْ سنیں گے | |
| بِھِمْ کیا کچھ | وَاَبْصِرْ اور دیکھیں گے | یَوْمَ جس دن | یَاْتُوْنَنَا وہ ہمارے سامنے آئینگے | لٰکِنِ لیکن | الظّٰلِمُوْنَ ظالم | الْیَوْمَ آج کے دن | |
| فِیْ میں | ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی | وَاَنْذِرْھُمْ اور ان کو ڈراویں آپ | یَوْمَ الْحَسْرَةِ حسرت کا دن | اِذْ جب | قُضِیَ فیصلہ کردیا جائیگا | | |
| الْاَمْرُ کام | وَھُمْ لیکن وہ | فِیْ غَفْلَةٍ غفلت میں ہیں | وَھُمْ اور وہ | لَا یُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے | اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم | | |
| نَرِثُ وارث ہونگے | الْاَرْضَ زمین | وَمَنْ اور جو | عَلَیْھَا اس پر | وَاِلَیْنَا اور ہماری طرف | یُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا تھا۔ اب جو اس سے مقصد و مقصود تھا اس کو واضح کیا جارہا ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو درجۂ نبوت سے بلند اور عبدیت وانسانیت سے بالاتر جانتے۔ ان میں کوئی فرقہ حضرت عیسیٰؑ

کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہتا۔ کوئی خدا۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کونعوذ باللہ تخم انسانی کی پیداوار اور ناجائز طریقۂ تولید کا نتیجہ جانتے۔ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو العیاذ باللہ یوسف نجار کا بیٹا کہتے تھے۔ بہرحال یہ دونوں گروہ افراط وتفریط اور مبالغہ وتنقیص میں مبتلا ہوکر گمراہ ہوئے۔ قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح واقعہ۔ طریقۂ پیدائش۔ غرض ولادت بیان کر کے ناطق فیصلہ فرمادیا اور صاف اعلان کردیا کہ بس یہی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حقیقت ہے۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان وصفت یہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ایک سچی اور کھلی ہوئی بات میں لوگوں نے خواہ مخواہ جھگڑے ڈال لئے اور طرح طرح کے اختلافات کھڑے کردیئے کسی نے ان کو خدا بنادیا۔ کسی نے خدا کا بیٹا یہ نصاریٰ کے عقائد کی طرف اشارہ ہے۔ اور کسی نے آپ کے نسب وغیرہ پر طعن کیا اور نعوذ باللہ کذاب ومفتری اور ولد الزنا کہا یہ یہود کے عقائد کی طرف اشارہ ہے۔ سچی بات وہی ہے جو ظاہر کردی گئی کہ خدا نہیں خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جھوٹے اور مفتری نہیں خدا کے سچے پیغمبر ہیں ان کا حسب نسب سب پاک صاف ہے۔ اب آگے توحید کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے جس میں نصاریٰ کے عقائد کی تردید ہے کہ جو نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ جس ذات کے ایک کن یعنی ہوجا کہنے میں ہر چیز موجود ہوا سے اولاد کی کیا ضرورت ہوگی اللہ کمزور نہیں۔ عاجز نہیں۔ فانی نہیں۔ تغیر پذیر نہیں۔ حادث نہیں پھر اس کو ولد کی کیا ضرورت۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بیٹے نہیں ہوسکتے بلکہ وہ حضرت عیسیٰ کا خالق ہے اور بغیر باپ کے خالق ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب میں عیسیٰ اور مریم علیہا السلام کا جو حال مذکور ہوا ہے وہ سنا کر کہہ دیجئے کہ میرا اور تمہارا سب کا رب اللہ ہے۔ تنہا اسی کی بندگی وعبادت کرو بیٹے پوتے مت بناؤ۔ سیدھی راہ توحید خالص کی ہے۔ جس میں کچھ ایچ پیچ نہیں سب انبیاء علیہم السلام اسی کی طرف ہدایت کرتے آئے ہیں لیکن لوگوں نے بہت سے فرقے بنالئے اور جدا اور جدا راہیں نکال لیں۔ سو جو لوگ توحید کا انکار کررہے ہیں۔ انہیں بڑے ہولناک دن یعنی روز قیامت کی تباہی سے خبردار رہنا چاہئے جو یقیناً پیش آنے والی ہے۔ آگے ان منکرین توحید کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ آج تو دنیا میں جبکہ سننا اور دیکھنا مفید تھا تو یہ منکرین بالکل اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب دیکھنا سننا کچھ فائدہ نہ دے گا اس وقت ان کی آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے۔ اس وقت وہ بات سنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہوجائیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ آگے بتایا جاتا ہے کہ قیامت میں کافروں کو پچھتانے کے بہت مواقع پیش آئیں گے اور آخری موقع وہ ہوگا جب موت کو مینڈھے کی شکل میں لاکر بہشت اور دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کردیا جائیگا اور ندا آئیگی کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے اب رہ پڑے اس کے بعد کسی کو موت آنے والی نہیں۔

یہاں اس سورۂ مریم میں اور دوسرے متعدد مواضع میں قرآن کریم نے حضرت مسیح علیہ السلام بن مریم کی ولادت کے قصہ کو اس درجہ تفصیل اور صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی احتمال کی گنجائش۔ تمام اہل اسلام اور عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے لیکن ملعون یہود بے بہبود کہتے ہیں کہ وہ عام انسانوں کی طرح مرد وعورت سے پیدا ہوئے تھے اور ان کا تولد ناجائز تھا۔

یہاں موقع کی مناسبت سے آپ کے یہ بھی گوش گزار کردیا جائے کہ مرزائی اور قادیانی جن کو پاکستان اور عالم اسلام نے کافر اور غیر مسلم صاف صاف قرار دے رکھا ہے وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ عام انسانوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی مرد کے نطفہ سے

پیدا ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم کا یوسف نجار سے نکاح تو ہوگیا تھا۔مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی اور ایسی حالت میں میاں بیوی کا جمع ہونا شرعاً ممنوع نہ تھا۔ایسے وقت میں اگر اولاد پیدا ہو تو وہ جائز اولاد متصور ہوگی۔بحوالہ (معارف القرآن) از حضرت کاندھلویؒ) گویا معاذ اللہ یہود ملعون نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا بتلایا مگر یہود کے شاگرد قادیانیوں نے جائز اولاد بتلائی۔استغفر اللہ و العیاذ باللہ من ھذہ الکفریات۔

غرضیکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت میں تمام اختلافات کا فیصلہ آیات قرآنیہ نے صراحۃً فرمادیا۔اور جس طرح لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت میں اختلاف کیا اسی طرح لوگوں نے حضرت مسیح کی وفات کے بارہ میں اختلاف کیا۔یہود کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور صلیب ہی پر مرگئے اور معاذ اللہ لعنتی ہوئے۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور صلیب پر مرے اور تین دن کے واسطے تمام انسانوں کے گناہوں کا عذاب اٹھایا تاکہ سب کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور اس کے بعد وہ زندہ ہوئے اور جی اٹھے اور آسمان پر چلے گئے اور اپنے باپ کے پاس جا بیٹھے۔اور تمام اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے اور نہ وہ مقتول ہوئے نہ مصلوب ہوئے بلکہ اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور ایک شخص حضرت مسیح کے مشابہ اور ہم شکل بنادیا گیا اور وہ ان کی جگہ ان کے شبہ میں مصلوب ہوا۔قرآن کریم نے یہاں صاف فرمادیا ذٰلک عیسیٰ ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون (یہ ہیں عیسیٰ بن مریم جن کے اقوال واحوال مذکور ہوئے جس سے ان کا بندۂ مقبول ہونا معلوم ہوا نہ کہ جیسا عیسائیوں نے ان کو بندوں کی فہرست سے خارج کر کے خدا تک پہنچادیا اور نہ ویسے جیسا کہ یہودیوں نے ان کو مقبولیت سے خارج کر کے طرح طرح کی تہمتیں لگائیں۔میں بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ افراط وتفریط کرنے والے جھگڑ رہے ہیں)۔

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان ختم ہوا اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

**دعا کیجئے:** حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اس دولت عظمیٰ کی قدر شناسی کی توفیق ہم سب کو عطا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ دنیا میں ہم کو آخرت کی طرف سے غفلت برتنے سے کامل طور پر بچائیں۔اور اپنی رحمت سے ہم سے دنیا میں وہ کام کرالیں کہ جو کل قیامت کے دن ہمارے نجات ومغفرت کا ذریعہ بنیں۔یا اللہ! قیامت کی رسوائیوں اور شرمندگیوں سے ہم سب کو بچایئے گا۔اور ہم کو اپنے جملہ عقائد اور احوال واعمال قرآن پاک کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے گا۔یا اللہ! یہود ونصاریٰ جو دونوں افراط وتفریط میں پڑ کر گمراہ ہوئے اس سے ہم اہل اسلام کو عبرت وسبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔افراط وتفریط کی گمراہیوں سے بچا کر ہم کو صراط مستقیم پر استقامت عطا فرما۔یا اللہ! آج دنیا میں ہمارے کان اور آنکھیں کھول دے تاکہ ہم حق کو سن سکیں اور دیکھ سکیں۔اور ناحق وباطل سے بچ سکیں۔اور اختلافات میں نہ پڑیں۔یا اللہ اب امت مسلمہ میں بھی دین میں اختلاف وافتراق کا فتنہ گھس آیا ہے۔یا اللہ! ہمیں حق پر قائم رکھئے اور ناحق سے بچایئے جو آپ ہی کی توفیق۔تائید ہدایت اور نصرت سے ممکن ہے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا

اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا (قصہ) ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے اور پیغمبر تھے۔ جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ

يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ

کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے۔ اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا

فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ

تو تم میرے کہنے پر چلو تم کو سیدھا راستہ بتلاؤں گا۔ اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمانی کرنے والا ہے۔

عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاذْكُرْ اور یاد کرو | فِي الْكِتٰبِ کتاب میں | اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم | اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ تھے | صِدِّيْقًا سچے | نَّبِيًّا نبی | اِذْ قَالَ جب اس نے کہا | |
| لِاَبِيْهِ اپنے باپ کو | يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا | لِمَ تَعْبُدُ تم کیوں پرستش کرتے ہو | مَا لَا يَسْمَعُ جو نہ سنے | وَلَا يُبْصِرُ اور نہ دیکھے | وَ اور | | |
| لَا يُغْنِيْ نہ کام آئے | عَنْكَ تمہارے | شَيْـًٔا کچھ | يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا | اِنِّيْ بیشک میں | قَدْ جَآءَنِيْ بیشک میرے پاس آیا ہے | | |
| مِنَ الْعِلْمِ وہ علم | مَا جو | لَمْ يَاْتِكَ تمہارے پاس نہیں آیا | فَاتَّبِعْنِيْۤ پس میری بات مانو | اَهْدِكَ میں تمہیں دکھاؤں گا | صِرَاطًا راستہ | | |
| سَوِيًّا سیدھا | يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا | لَا تَعْبُدِ پرستش نہ کر | الشَّيْطٰنَ شیطان | اِنَّ بیشک | الشَّيْطٰنَ شیطان | كَانَ ہے | لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کا |
| عَصِيًّا نافرمان | يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا | اِنِّيْۤ بیشک میں | اَخَافُ ڈرتا ہوں | اَنْ کہ | يَّمَسَّكَ تجھے آپکڑے | عَذَابٌ عذاب | مِّنَ سے |
| | الرَّحْمٰنِ رحمٰن | فَتَكُوْنَ پھر تو ہو جائے | لِلشَّيْطٰنِ شیطان کا | وَلِيًّا ساتھی | | | |

تفسیر و تشریح:۔ شروع سورۃ سے پہلے حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ علیہما السلام اور پھر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات ذکر فرمائے گئے تھے۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آغاز شباب کا واقعہ ذکر فرمایا جاتا ہے کہ کس طرح باپ کے دین کو چھوڑ کر آپ نے سچائی وحقانیت کے ساتھ دین الٰہی کی طرف رجوع کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان واقعات کو یہاں بیان فرمانے میں مفسرین نے متعدد وجوہ و اغراض لکھی ہیں۔

ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کے دو گروہ تھے ایک گروہ تو علی الاعلان توحید الوہیت کا منکر تھا۔ ایک خدا کو چھوڑ کر متعدد معبودوں کی پرستش کرتا تھا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو کہنے کو تو توحید کا مدعی تھا مگر اس کی توحید شرک آمیز تھی۔ پہلا گروہ بت پرستوں کا تھا جو سینکڑوں پتھروں کے سامنے سر جھکاتے تھے اور دوسرا گروہ اہل کتاب کا تھا جو بظاہر توحید کا مدعی تھا مگر واقع میں وہ بھی دو یا تین خدا کو مانتا تھا۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے عقائد کی تردید عقلاً و نقلاً بیان فرمادی تو اب اہل شرک اور بت پرستوں کے موروثی عقیدہ کا استیصال فرمایا جاتا ہے جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ گونا گوں سامان عبرت و نصیحت رکھتا تھا اس لئے واقعہ ابراہیمی بیان فرمایا۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام عرب کے جد اعلیٰ تھے۔عرب آپ کی عظمت اور علوشان کے مقر بھی تھے اور آپ کے دین کو حق بھی سمجھتے تھے مگر اپنی جہالت کے سبب بت پرستی اور بیہودگی رسم و رواج کو دین ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو توحید کی تعلیم دینے کے لئے انہی کے مورث اعلیٰ کا قصہ بیان فرمایا گویا یہ ظاہر فرمایا کہ اگر تم محض باپ دادا کی تقلید ہی کے شیفتہ ہو تو اپنے جدِ اعلیٰ کی تقلید کرو جو موحد تھے مشرک نہ تھے۔اور اگر دلائل کی روشنی میں مذہب اختیار کرنا چاہتے ہو تو ان دلائل پر غور کرو جو تمہارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ نے شرک کے خلاف قائم کی تھیں۔

تیسرے یہ کہ دین اسلام کی تعلیم کے مقابلہ میں اکثر مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے اسلاف کے دین و مذہب کو کیسے چھوڑ دیں اور کس طرح ان کے رسم و رواج سے منہ موڑ لیں۔وہ بیوقوف نہ تھے۔ہم ان سے زیادہ عقلمند نہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر یہ تعلیم دی کہ دیکھو تمہارے جد اعلیٰ نے کس طرح دلائل کی روشنی میں اپنے باپ کا دین چھوڑا بلکہ اپنے باپ کو بھی چھوڑا۔پھر کیا وجہ کہ جب تم باپ دادا کی تقلید کے مدعی ہو تو کیوں حضرت ابراہیم کی تقلید نہیں کرتے۔حضرت ابراہیم بھی تو تمہارے مورث اعلیٰ تھے۔ان کی پیروی کرنے سے کیوں گریز کرتے ہو اور ان کی تقلید میں کیوں راہ توحید پر نہیں چلتے۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس کتاب سے ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ پڑھ کر اپنی قوم کو سنائیے جو صدیق بھی تھے اور نبی بھی تھے۔صدیق کے معنی ہیں بہت زیادہ سچ کہنے والا جو اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھائے یا وہ راست باز پاک طینت جس کے قلب میں سچائی کو قبول کرنے کی نہایت اعلیٰ اور اکمل استعداد موجود ہو۔جو بات خدا کی طرف سے پہنچے بلا توقف اس کے دل میں اُتر جائے۔شک و تردد کی گنجائش ہی نہ رہے ابراہیم علیہ السلام ہر ایک معنی سے صدیق تھے اور چونکہ صدیقیت کے ساتھ نبوت لازم نہیں اس لئے صدیقا کے ساتھ نبیا فرما کر حضرت ابراہیمؑ کے نبوت کی بھی تصریح فرمادی۔آپ نے جب دیکھا کہ آپ کی قوم بت پرستی اور ستارہ پرستی میں اس قدر منہمک ہے کہ خدائے برتر کی قدرت مطلقہ اور اس کی احدیت اور صمدیت کا تصور بھی ان کے قلوب میں باقی نہیں رہا اور ان کے لئے خدا کی وحدانیت کے عقیدہ سے زیادہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں رہی تو آپ نے ان کے سامنے دین حق کا پیغام رکھا۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو مخاطب کیا اور دعوت حق کو خاندان ہی سے شروع کیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو چار طور پر خطاب کیا اور ہر خطاب ایک خاص مضمون کا حامل ہے۔ہر خطاب کے وقت میرے باپ کہہ کر کلام کیا ہے سب سے پہلے آپ نے باپ کو بت پرستی سے روگرداں ہونے اور توحید کی طرف آنے کی دعوت دلائل کی روشنی میں دی اور فرمایا اے میرے باپ یہ بت نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں پھر آپ ان کی پرستش کیوں کرتے ہیں۔مطلب یہ کہ قابل پرستش تو وہی ہو سکتا ہے جو عالم کل اور قادر مطلق ہو۔بت نہ عالم ہیں نہ قادر بلکہ ان کے تو ظاہری حواس بھی نہیں پھر وہ کس طرح معبود قرار پا سکتے ہیں۔مزید براں معبود کی عبادت کرنے کا حاصل یہی ہو سکتا ہے کہ وہ عابد کی دعاء کو سنتا۔اس کی حالت عبادت کو دیکھتا اور کارسازی کر سکتا ہو۔جو معبود دیکھنے سننے اور کارسازی کرنے سے عاری ہو وہ کیا مستحق الوہیت ہو سکتا ہے۔دوسرے خطاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی برتری دانائی اور بلند نظری کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے باپ جو علم مجھے عطا کیا گیا ہے اس سے آپ محروم ہیں۔یعنی وجہ

فضیلت صرف علم ہوسکتا ہے۔ میرے دل میں فطرۃً اور الہاماً جونور علمی جگمگا رہا ہے وہ آپ کے دل میں نہیں ہے لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ میرا کہنا مانیں۔ میں آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلوں گا۔ حضرت ابراہیمؑ کے باپ بت پرستی کو حق سمجھے ہوئے تھا۔ آبائی طریقہ پر پابند ہونے کو صداقت جانتا تھا۔ اور اپنے باپ دادا کے طریق سے روگردانی کو نفس کا فریب یقین کئے ہوئے تھا۔ اس لئے تیسرے خطاب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اے میرے باپ شیطان کی پرستش نہ کرو۔ شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ یعنی بتوں کی پرستش اور باپ دادا کے طریقہ پر بلا دلیل قائم رہنا شیطانی اغوا ہے۔ یہ بتوں کی پرستش کیا ہے شیطان کی پرستش ہے اور ظاہر ہے کہ شیطان رحمٰن کا مخالف ہے۔ اللہ اپنی رحمت سے بندوں کو سرفراز کرنا چاہتا ہے اور شیطان شیطنت کر کے ابدی ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے لہٰذا دشمن کی پرستش اور مہربان آقا و مالک سے روگردانی کسی طرح درست نہیں ۔ چوتھے خطاب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اے میرے باپ اگر رحمٰن کی طرف سے تم پر تھوڑا سا بھی عذاب آیا تو شیطان تمہاری حمایت نہ کر سکے گا۔ بلکہ وہ خود مبتلائے عذاب ہوگا۔ اسلئے تم کو بھی اس کے ساتھ عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔ اس طرح تم شیطان کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی طاقت کی ہمہ گیری اور شیطان کی کمزوری و بے بسی کو ظاہر فرما کر باپ کے سامنے سربستہ حقیقت کا انکشاف کیا اور وہ طرز گفتگو اختیار کیا جس سے دشمن و دوست اور مجبور و قادر کا امتیاز ہو جائے۔

یہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خطاب اپنے والد سے فرمایا اور جو تقریر کی تو مفسرین لکھتے ہیں کہ اعتدال مزاج اور رعایت اضداد کی بے نظیر تقریر ہے ایک طرف باپ کو کفر و شرک اور کھلی گمراہی میں نہ صرف مبتلا بلکہ اس کا داعی دیکھ رہے ہیں جس کے مٹانے ہی کے لئے حضرت خلیل اللہ پیدا کئے گئے ہیں۔ دوسری طرف باپ کا ادب و عظمت و محبت ہے ان سب امور کو حضرت خلیل اللہ نے پیغمبرانہ صفات کے ساتھ جمع فرمایا۔ ہر جملہ کے شروع میں لفظ یابت سے خطاب کیا جو باپ کی تعظیم و محبت کا خطاب ہے۔ پھر کسی جملہ میں باپ کی طرف کوئی لفظ ایسا منسوب نہیں کیا جس سے اس کی توہین یا دل آزاری ہو کہ اس کو گمراہ یا کافر کہتے بلکہ حکمت پیغمبرانہ کے ساتھ صرف ان کے بتوں کی بے بسی اور بے حسی کا اظہار فرمایا کہ ان کو خود اپنی غلط روش کی طرف توجہ ہو جائے۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان تمام نصائح کو سن کر آپ کے مشرک باپ نے جو جواب دیا وہ اگلی آیات میں نقل کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اسلام و ایمان سے نوازا۔ اور کفر و شرک سے بچایا۔

یا اللہ! اس نعمت اسلام کی قدردانی کی ہم کو توفیق عطا فرما۔ اور ہم کو شریعت مطہرہ کا ظاہر میں اور باطن میں کامل اتباع نصیب فرما۔

حق کو سوچنے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے اور باطل سے گریز اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! حق کے معاملہ میں ہمیں بھی دوستی اور قرابتداری سے مرعوب نہ ہونے اور حق پر ہر حال میں جمے رہنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ

باپ نے جواب دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیم اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو پتھروں سے سنگسار کر دوں گا اور ہمیشہ کے لئے مجھ سے برکنار ہو (ابراہیم نے) کہا

سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ

میرا سلام لو اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا، بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو

دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا

اُن سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کروں گا، امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا۔ پس جب اُن لوگوں سے اور جن کی

يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا

وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اُن سے علیحدہ ہو گئے (تو) ہم نے اُن کو اسحاقؑ (بیٹا) اور یعقوبؑ (پوتا) عطا فرمایا اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا۔

لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

اور اُن سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور ہم نے اُن کا نام نیک اور بلند کیا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | اَرَاغِبٌ کیا روگرداں | اَنْتَ تو | عَنْ سے | اٰلِهَتِيْ میرے معبود | يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اے ابراہیم | لَئِنْ اگر | لَمْ تَنْتَهِ تو باز نہ آیا |
| لَاَرْجُمَنَّكَ تو میں تجھے ضرور سنگسار کروں گا | وَاهْجُرْنِيْ اور مجھے چھوڑ دے | مَلِيًّا ایک مدت کیلئے | قَالَ اس نے کہا | سَلٰمٌ سلام | عَلَيْكَ تجھ پر | | |
| سَاَسْتَغْفِرُ میں ابھی بخشش مانگوں گا | لَكَ تیرے لئے | رَبِّيْ اپنا رب | اِنَّهٗ بیشک وہ | كَانَ ہے | بِيْ مجھ پر | حَفِيًّا مہربان | |
| وَاَعْتَزِلُكُمْ اور کنارہ کشی کرتا ہوں تم سے | وَمَا اور جو | تَدْعُوْنَ تم پرستش کرتے ہو | مِنْ دُوْنِ سوائے | اللّٰهِ اللہ | وَاَدْعُوْا اور میں عبادت کرونگا | | |
| رَبِّيْ اپنا رب | عَسٰٓى امید ہے | اَلَّآ اَكُوْنَ کہ نہ رہوں گا | بِدُعَآءِ عبادت سے | رَبِّيْ اپنا رب | شَقِيًّا محروم | فَلَمَّا پھر جب | |
| اعْتَزَلَهُمْ وہ کنارہ کش ہو گئے ان سے | وَمَا اور جو | يَعْبُدُوْنَ وہ پرستش کرتے تھے | مِنْ دُوْنِ سوائے | اللّٰهِ اللہ | وَهَبْنَا ہم نے عطا کیا | | |
| لَهٗ اس کو | اِسْحٰقَ اسحٰق | وَيَعْقُوْبَ اور یعقوب | وَكُلًّا اور سب کو | جَعَلْنَا ہم نے بنایا | نَبِيًّا نبی | وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا | لَهُمْ انہیں |
| مِنْ سے | رَحْمَتِنَا اپنی رحمت | وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا | لَهُمْ ان کا | لِسَانَ ذکر | صِدْقٍ سچا | عَلِيًّا نہایت بلند | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصائح و دلائل کا ذکر فرمایا گیا تھا جو انہوں نے اپنے مشرک والد کو دعوت حق پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔ باپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر سن کر جو جاہلانہ جواب دیا وہ ان آیات میں نقل فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ باپ پر حضرت ابراہیمؑ کی دلائل و نصائح کا مطلق اثر نہ ہوا اور اس نے جواباً حضرت ابراہیمؑ سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تو ہمارے معبودوں سے بدعقیدہ ہے۔ بس اپنی بداعتقادی اور وعظ و نصیحت کو رہنے دے ورنہ تجھ کو کچھ اور سننا پڑے گا بلکہ میرے ہاتھوں سنگسار ہونا پڑے گا۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے دور ہو جا۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ پر ہاتھ اٹھاؤں یہاں سے روانہ ہو جا۔" آپ نے

دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے دلائل کے جواب میں مشرک باپ نے کیا کہا۔ جب جاہل آدمی دلائل کا مقابلہ نہیں کرسکتا تو جاہلانہ دھمکیوں پر اُتر آتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ معاملہ حد سے بڑھ گیا ایک جانب باپ کے احترام کا مسئلہ ہے دوسری جانب ادائے فرض۔ حمایت حق اور اطاعت امر الٰہی کا سوال ہے انہوں نے سوچا اور آخر وہی کیا جو ایسے برگزیدہ انسان اور اللہ کے جلیل المرتبت پیغمبر کے شایان شان تھا۔ انہوں نے باپ کی سختی کا جواب سختی سے نہیں دیا۔ تحقیر و تذلیل کا رویہ نہیں برتا بلکہ نرمی ملاطفت اور اخلاق کریمانہ کے ساتھ یہ جواب دیا۔ اے باپ اگر میری بات کا یہی جواب ہے تو آج سے میرا تمہارا اسلام ہے۔ میں خدا کے سچے دین اور اس کے پیغام حق کو نہیں چھوڑ سکتا اور کسی حال بتوں کی پرستش نہیں کرسکتا۔ میں آج سے تم سے جدا ہوں۔ مگر غائبانہ تمہارے لئے بارگاہِ الٰہی میں بخشش طلب کرتا رہوں گا تا کہ ہدایت نصیب ہو اور تم خدا کے عذاب سے بچ جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے استغفار کا وعدہ ابتداءً کیا تھا چنانچہ استغفار کرتے رہے جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ سورۂ توبہ گیارہویں پارہ میں ایک آیت کے تحت استغفار ابراہیمی کی تفصیل گزر چکی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استغفار کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ایک مشرک کی حالت شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے۔ نہیں غرض یہ تھی کہ اس کو توفیق مل جائے کہ حالت شرک سے نکل کر ایمان و اسلام قبول کرے اور قبول اسلام اس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا تھا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں جس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک میں سورۂ توبہ میں دیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کرکے ایمان لے آوے اور بخشا جائے پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکلیہ بیزار ہو گئے اور دعا و استغفار وغیرہ ترک کردیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے جب باپ کی توبہ اور رجوع کے احتمالات ختم ہو گئے تو آپ نے اس کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھالیا اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ حدیث میں صحیح بخاری کی روایت ہے کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملاقات کریں گے اس حال میں کہ آزر کا چہرہ رنج و غم سے سیاہ ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے کیا میں تم سے یہ نہیں کہا کرتا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ آزر ابراہیم علیہ السلام سے کہے گا آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھ کو اس روز رسوا نہ کرے گا جس روز کہ لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ پس اس سے زیادہ اور کون سی رسوائی ہے کہ میرا باپ خدا کی رحمت سے دور ہے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام کردیا ہے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ سے کہا جائے گا کہ اس چیز کو دیکھو جو تمہارے پاؤں کے نیچے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ دیکھیں گے تو ان کے باپ کو مسخ کرکے بجو کی صورت میں جو مٹی اور غلاظت میں لتھڑا ہوا ہوگا تبدیل کردیا جائے گا۔ فرشتہ اس کے پاؤں پکڑ کر جہنم میں پھینک دے گا۔ یہ آزر کی صورت کا مسخ ہوجانا اس لئے ہوا کہ لوگ محشر میں اسے پہچان نہ سکیں۔ کیونکہ رسوائی کا دارومدار شناخت پر ہے۔ جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔ یہ مضمون بیچ میں حضرت ابراہیمؑ کی استغفار کے متعلق آ گیا تھا۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ میری نصیحت کا جب تم پر کوئی اثر نہیں بلکہ الٹا مجھے سنگسار اور قتل کردیئے جانے کی دھمکی دیتے ہو تو میں خود تمہاری بستی میں رہنا

نہیں چاہتا تم کو اور تمہارے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر وطن سے ہجرت کرتا ہوں تا کہ یکسو ہو کر اطمینان سے خدائے واحد کی عبادت کرسکوں۔ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے کامل امید ہے کہ اس کی بندگی کر کے میں محروم و ناکام نہیں رہوں گا۔ غربت و بے کسی میں جب اسے پکاروں گا۔ ادھر سے ضرور اجابت ہوگی۔ میرا خدا کوئی پتھر کی مورتی نہیں کہ کتنا ہی چیخو چلاؤ سن ہی نہ سکے۔ الغرض ابراہیم علیہ السلام نے ماں باپ کو رشتہ کنبے کو قوم و ملک کو دین خدا پر قربان کر دیا اور سب سے یکسو ہو گئے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیمؑ نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور اپنوں سے دور جا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر اپنے دیئے تا کہ غریب الوطنی کی وحشت دور ہو اور اُنس وسکون حاصل کریں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلیل القدر بیٹا حضرت اسحاق علیہ السلام عنایت کیا اور پھر عالی مرتبہ پوتا حضرت یعقوب علیہ السلام عطا کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی ہی میں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب یعنی بیٹے اور پوتے کی نبوت کو دیکھ لیا۔ ان ہی حضرات سے سلسلہ بنی اسرائیل کا چلا جن میں سینکڑوں نبی ہوئے۔ یہاں حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا گیا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس نہیں رہے۔ بچپن ہی میں جدا کر دیئے گئے تھے اور بحکم الٰہی جہاں اس وقت خانہ کعبہ ہے لا کر چھوڑ دیا تھا اور نیز حضرت اسمٰعیلؑ کا مستقل تذکرہ آگے آنے والا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر صرف حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کا ذکر فرمایا جو آپ کے ساتھ رہے اور آپ کے سامنے نبی ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس تذکرہ کو اس آیت پر ختم کیا جاتا ہے کہ ہم نے اپنی رحمت خاصہ سے حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی اولاد کو بڑا حصہ عنایت فرمایا اور بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ اور دنیا میں آپ کا نام بلند فرمایا اور ہمیشہ کے لئے ان کا ذکر خیر جاری رکھا۔ چنانچہ تمام مذاہب وملل ان کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں یہود و نصاریٰ بھی اب تک عظمت سے ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اہل اسلام تو پنج وقت اپنی نمازوں میں دائماً اپنے نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ان پر درود بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں **اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید.**

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ان آیات پر ختم فرما دیا گیا۔ علاوہ ان اغراض و مقاصد کے کہ جو گزشتہ درس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس تذکرہ سے متعلق بیان کئے گئے تھے اس واقعہ میں تسلی ہے ان حضرات مہاجرین صحابہؓ کے لئے جو اس سورۃ کے نزول کے وقت مکہ میں اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور ہو رہے تھے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وطن اور گھر اور ماں باپ سے کٹ کر بربادی میں نہ پڑے بلکہ الٹے سربلند اور سرفراز ہو کر رہے اسی طرح تم بھی برباد نہ ہوگے بلکہ وہ عزت اور سربلندی پاؤ گے جس کا تصور بھی جاہلیت میں پڑے ہوئے کفار مکہ نہیں کر سکتے۔ آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی دین حق پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرماویں۔ اور ہم کو وہ ہمت و عزم عطا فرماویں کہ دین اور راہ حق کی مخالفت میں اگر گھر بار دوست احباب۔ اعزا و اقارب۔ وطن و شہر۔ مال دولت کوئی بھی آڑے آئے تو ہم اس کی پرواہ کرنے والے نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کل دنیا کے تعلقات کو توڑ دینا ہمارے لئے آسان ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۞ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ

اور اس کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کیجئے وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے (بندہ) تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے۔ اور ہم نے اُن کو کوہ طور کی

الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۞ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۞

داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے اُن کو راز کی باتیں کرنے کیلئے مقرب بنایا۔ اور ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے اُن کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنا کر عطا کیا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاذْكُرْ اور یاد کرو | فِي الْكِتٰبِ کتاب میں | مُوْسٰى موسیٰ | اِنَّهٗ بیشک وہ | كَانَ تھا | مُخْلَصًا برگزیدہ | وَكَانَ اور تھا | رَسُوْلًا رسول |
| نَبِيًّا نبی | وَنَادَيْنٰهُ اور ہم نے اسے پکارا | مِنْ سے | جَانِبِ جانب | الطُّوْرِ کوہ طور | الْاَيْمَنِ داہنی | وَقَرَّبْنٰهُ اور اسے نزدیک بلایا | |
| نَجِيًّا راز بتانے کو | وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا | لَهٗ اسے | مِنْ رَّحْمَتِنَآ اپنی رحمت سے | اَخَاهُ اس کا بھائی | هٰرُوْنَ ہارون | نَبِيًّا نبی | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کا تذکرہ بھی آیا تھا۔ حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی نسل سے اسرائیلی سلسلہ کے اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام گزرے ہیں جن کا اب ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جس طرح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے تذکرہ میں خصوصیت کے ساتھ نصاریٰ کی اصلاح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں مشرکین مکہ کو تنبیہ کرنا مقصود تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ سے شاید یہود کو بتانا ہو کہ قرآن کس طرح کشادہ دلی سے ان کے مقتدائے اعظم کے واقعی کمالات ومحاسن کا اعلان کرتا ہے تو یہود کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے اس جلیل القدر پیغمبر کی صریح پیشینگوئی کے موافق اسمٰعیلی نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کا کھلے دل سے اعتراف کریں غالباً اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہاں تین اوصاف بیان کئے گئے مخلص ہونا۔ رسول ہونا۔ نبی ہونا۔ مخلص کا ترجمہ ہے منتخب چنا ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ کلام سے سرفراز فرمایا اور نبی ورسول بنا کر فرعون کے مقابلہ میں مامور فرمایا یہی انتخاب وبرگزیدگی تھی جس کو ظاہر کرنے کے لئے لفظ مخلص استعمال کیا گیا چونکہ آپ کے پاس وحی الٰہی آتی تھی اس لئے آپ نبی تھے۔ اور چونکہ آپ کو کتاب بھی ملی تھی اور صاحب امامت بھی تھے اس لئے آپ رسول بھی تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے مدین سے مصر کے ارادہ سے واپس آ رہے تھے تو دوران سفر وادیٔ سینا میں آپ ٹھہرے۔ حاملہ بی بی ساتھ تھیں رات اندھیری تھی اور سردی کا موسم تھا۔ اندھیرے میں آپ پریشان تھے۔ سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ دفعتہً دور سے ایک آگ نظر آئی جو حقیقت میں دنیوی آگ نہ تھی اللہ کا نور جلال تھا یا حجاب ناری تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر میں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں شاید اس آگ کا ایک شعلہ لاسکوں یہ واقعات تفصیلاً اگلی سورۃ طٰہٰ میں انشاء اللہ آئیں گے یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب آگ کی چمک محسوس کر کے طور پہاڑ کی اس مبارک جانب میں پہنچ گئے جو ان کے داہنے ہاتھ مغرب کی طرف واقع تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کا شرف بخشا۔ لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت ہر جہت اور بن مو سے کلام الٰہی سن رہے تھے جو بدوں توسط

فرشتہ کے ہو رہا تھا اور روحانی طور پر اس قدر قرب اور علو حاصل تھا کہ غیبی قلموں کی آواز سنتے تھے جن سے توراۃ نقل کی جارہی تھی۔ اس قرب خاص میں غیبی اسرار کا انکشاف ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی جس کے جواب سے سرفراز کیا گیا۔ تبلیغ احکام پر مامور ہوئے فرعون کو ہدایت کرنے کا حکم ملا۔ تنہا تھے مصر میں کوئی یارومددگار نہ تھا۔ عرض کیا کہ پروردگار اس کام میں ہارون کو میرے ساتھ کردے۔ چنانچہ درخواست قبول ہوئی۔

حضرت ہارون علیہ السلام جو آپ کے بڑے بھائی تھے اور مصر میں مقیم تھے۔ ان کو بھی نبوت عطا ہوئی اور آپ کی اعانت وتقویت کے لئے مقرر فرمایا اسی کو یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وعنایت سے موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے مطابق آپ کے بھائی حضرت ہارون کو نبوت عطا کی تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معین ومددگار بنیں۔

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتنا ہی تذکرہ فرمایا گیا ہے جس سے یہود کو ایمان۔ عمل خیر۔ اور اطاعت وفرمانبرداری کی تلقین کرنا مقصود ہے۔ اور ضمناً اس بات کا بھی اظہار ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اطاعت شعار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا ہی میں اپنے انعام سے سرفراز فرماتا ہے۔ اب آگے حضرت اسماعیلؑ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! اپنے مقربین۔ مخلصین۔ اور محبوبین کے طفیل میں ہم کو بھی اپنی ذات پاک سے صحیح تعلق اطاعت وفرمانبرداری کا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ کی رحمت وعنایت نصرت وحمایت ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔

یا اللہ اپنے مخلص بندوں کی جس طرح آپ امداد واعانت فرماتے ہیں ہم جو ان مخلصین کے نام لیوا ہیں اسی نسبت سے ہم کو بھی اپنی رحمت وعنایت سے نواز دیجئے۔ اور اپنی مرضیات کے موافق زندگی کا ہر لحہ گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ اپنے مخلص اور مقرب بندوں سے ہم کو سچا تعلق محبت کا نصیب فرما تا کہ ہم آپ کی رحمت وشفقت وعنایت کے مورد بنیں۔

یا اللہ ہماری تقویت واعانت کے لئے اپنے مخلصین ومقربین کی نظر عنایت ہم پر متوجہ فرما اور ان کی اعانت سے آپ کی رحمت ہماری کارسازی فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ

اور اس کتاب میں اسمٰعیل کا بھی ذکر کیجئے بلا شبہ وہ وعدہ کے (بڑے) سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے۔اور اپنے متعلقین کو

بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

| وَاذْكُرْ اور یاد کرو | فِي الْكِتٰبِ کتاب میں | اِسْمٰعِيْلَ اسمٰعیل | اِنَّهٗ بیشک وہ | كَانَ تھے | صَادِقَ الْوَعْدِ وعدہ کا سچا | وَكَانَ اور تھے |
|---|---|---|---|---|---|---|
| رَسُوْلًا رسول | نَّبِيًّا نبی | وَكَانَ يَاْمُرُ اور حکم دیتے تھے | اَهْلَهٗ اپنے گھر والے | بِالصَّلٰوةِ نماز کا | وَالزَّكٰوةِ اور زکوٰۃ | وَكَانَ اور وہ تھے |
| | | عِنْدَ رَبِّهٖ اپنے رب کے ہاں | مَرْضِيًّا پسندیدہ | | | |

تفسیر و تشریح:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے جن کا اب ذکر فرمایا جاتا ہے۔اس آیت سے حضرت اسماعیلؑ کی فضیلت اپنے بھائی حضرت اسحاق پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ اوپر حضرت اسحاق علیہ السلام کو صرف نبی فرمایا گیا اور یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نبی و رسول فرمایا گیا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام عرب حجاز کے مورث اعلیٰ اور ہمارے پیغمبر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔آپ کا صادق الوعد ہونا مشہور تھا۔خدا سے یا بندوں سے جو وعدہ کیا ہمیشہ پورا کر کے دکھلایا۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وعدہ کی انتہائی سچائی اس وقت ظاہر ہوئی جب کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے اس حکم کی تعمیل کے لئے جو آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ملا تھا اپنی جان کو راہ خدا میں قربان ہونے کے لئے پیش کرنے کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کر لیا اور اسی طرح کر کے دکھایا۔سورۂ صافات ۲۳ ویں پارہ میں اس کا تفصیلاً ذکر فرمایا گیا ہے۔لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تین شب مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم تم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کرو۔انبیاء علیہم السلام کا خواب رویاء صادقہ اور وحی الٰہی ہوتا

ہے اس لئے ابراہیم علیہ السلام رضا و تسلیم کا پیکر بن کر تیار ہو گئے کہ خدا کے حکم کی جلد سے جلد تعمیل کریں مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا بلکہ اس آزمائش کا دوسرا جزو وہ بیٹا تھا جس کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا۔اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اپنا خواب اور خدا کا حکم سنایا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ سن کر فوراً سر تسلیم خم کر دیا اور کہنے لگے کہ اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔اس گفتگو کے بعد باپ بیٹے کی قربانی پیش کرنے کو آبادی سے دور روانہ ہو گئے اور جہاں آج کل منیٰ ہے اور جہاں حجاج قربانیاں کرتے ہیں یہاں آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مرضی پا کر جانوروں کی طرح ہاتھ پیر باندھے۔چھری کو تیز کیا اور بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا کر ذبح کرنے لگے جس پر فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ پر وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اب بیٹے کو چھوڑ و اور تمہارے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے ذبح کرو چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملت

ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے۔ الغرض یہاں آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صادق الوعد ہونے سے اسی اپنی قربانی پیش کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا والد سے کہا اسی طرح کر کے دکھایا۔ ویسے تو سب ہی حضرات انبیاء علیہم السلام وعدہ کے سچے ہوتے ہیں مگر یہ صفت خصوصیت کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام میں غالب تھی کہ ایسا سخت وعدہ اپنے ذبح کے متعلق پورا کر دکھایا۔

آگے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ایک مدحیہ وصف یہ بیان فرمایا کہ آپ اپنے اہل کو صلوٰۃ وزکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہاں صلوٰۃ سے وہ طریقہ عبادت مراد ہے جو اس وقت مقرر تھا اور زکوٰۃ سے عام خیرات وصدقات مراد ہیں گویا عبادت جسمانی اور عبادت مالی دونوں باتوں کی ہدایت حضرت اسمٰعیلؑ کیا کرتے تھے۔ یہاں مفسرین نے ایک سوال کیا ہے کہ ہر نبی نماز وصدقات کا حکم دیتا اور آغاز تبلیغ اپنے گھر والوں ہی سے کرتا ہے پھر حضرت اسمٰعیلؑ کے ان اوصاف کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیوں فرمایا؟ پھر اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ نماز نام ہے انتہائی عاجزی۔ خاکساری۔ کمزوری۔ تذلل اور خضوع وخشوع کا جس کو بندہ اپنے پروردگار کے سامنے کرتا ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ پھر سجدہ میں بغرض نذر اپنا سر پیش کرتا ہے۔ اللہ کے سوا ہر خیال سے دل کو خالی کر لیتا ہے حقیقت نماز کی یہی انتہا ہو سکتی ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سجدہ میں اپنی خوشی سے گردن پر چھری پھروا دے۔ اسی جذبہ کو کسی شاعر نے ایک شعر میں کیا خوب ادا کیا ہے

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

الغرض حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میں یہ دونوں اوصاف یعنی جانی ومالی قربانی کے بدرجہ اکمل موجود تھے اسی لئے آپ ہر وقت چاہتے تھے کہ گھر والوں میں یا عام قوم والوں میں ایثار مالی اور قربانیٔ نفسی کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ ہر وقت جان ومال کی بازی لگا دینے کا حکم دیتے تھے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پسند کر لیا چن لیا۔ انتخاب کر لیا جیسا کہ ان آیات کے آخیر میں فرمایا وکان عند ربہ مرضیا اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے یعنی آپ اللہ کے مقبول و برگزیدہ بندے تھے۔ نہ کہ عیاذ باللہ جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے عناد کی بنا پر آپ کو غیر مقبول ومردود گھڑ لیا ہے۔

ان آیات میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر ختم فرمایا گیا۔ آگے حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ان مقبولین کے طفیل میں ہم کو بھی تسلیم ورضا کا کوئی حصہ عطا فرماویں۔ ہمیں بھی اپنی رضا وخوشنودی کے لئے جان ومال کی قربانی پیش کرنے کی دائمی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ ہمیں بھی وعدہ کو سچائی کے ساتھ پورا کرنے کا عزم وہمت عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ

اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے سچائی والے نبی تھے۔ اور ہم نے اُن کو بلند رتبہ تک پہنچایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ

منجملہ (دیگر) انبیاء کے آدم کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی نسل سے اور یہ سب اُن لوگوں میں سے ہیں

وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾

جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور اُن کو مقبول بنایا۔ جب اُن کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاذْكُرْ اور یاد کرو | فِي الْكِتٰبِ کتاب میں | اِدْرِيْسَ ادریس | اِنَّهٗ بیشک وہ | كَانَ تھے | صِدِّيْقًا سچے | نَبِيًّا نبی | وَرَفَعْنٰهُ اور ہم نے اسے اٹھالیا | |
| مَكَانًا ایک مقام | عَلِيًّا بلند | اُولٰٓئِكَ یہ وہ لوگ | الَّذِيْنَ وہ جنہیں | اَنْعَمَ اللّٰهُ اللہ نے انعام کیا | عَلَيْهِمْ ان پر | مِنَ سے | النَّبِيّٖنَ نبی | مِنْ سے |
| ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ اولادِ آدم | وَمِمَّنْ اور اُن سے جنہیں | حَمَلْنَا سوار کیا ہم نے | مَعَ ساتھ | نُوْحٍ نوح | وَ اور | مِنْ سے | ذُرِّيَّةِ اولاد | |
| اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم | وَاِسْرَآءِيْلَ اور یعقوب | وَمِمَّنْ اور ان سے جنہیں | هَدَيْنَا ہم نے ہدایت دی | وَاجْتَبَيْنَا اور ہم نے چنا | اِذَا تُتْلٰى جب پڑھی جاتیں | | | |
| عَلَيْهِمْ ان پر | اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی آیتیں | خَرُّوْا وہ گر پڑتے | سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے | وَ اور | بُكِيًّا روتے ہوئے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ اس سورۃ میں شروع سے جو سلسلہ تذکرہ حضرات انبیاء علیہم السلام فرمایا گیا تھا وہ سلسلہ اب حضرت ادریس علیہ السلام کے ذکر پر ختم فرمایا جاتا ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں صرف دو جگہ آیا ہے ایک اس سورۂ مریم میں دوسرے سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے نام۔ نسب اور زمانہ اور وطن کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ لیکن اکثر علمائے مفسرین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیانی عرصہ میں گزرے ہیں۔ سلسلہ نسب کے متعلق اکثر علماء کے نزدیک آپ حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں علم حکمت۔ علم نجوم۔ علم حساب۔ علم کتابت۔ یعنی قلم سے لکھنا۔ کپڑا سینا۔ ناپ تول کے آلات اور بعض اسلحہ کا بنانا یہ آپ ہی کی ایجاد ہیں اور اول یہ علوم آپ ہی سے چلے۔ معراج کی صحیح احادیث میں صرف اسی قدر ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی آسمان پر زندہ اٹھالئے گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ قرآن کریم نے اپنے مقصد رشد وہدایت کے پیش نظر تاریخی بحث سے جدا ہو کر صرف آپ کی نبوت۔ صدیقیت اور رفعت مرتبت کا ذکر کیا ہے کہ قرب وعرفان الٰہی کے اونچے مرتبہ پر پہنچایا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے ذکر کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ مذکورۂ بالا تمام انبیاء یعنی جن کا تذکرہ اب تک سورۃ میں ہوا یعنی حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم حضرت ابراہیم۔ حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت اسمٰعیل اور ادریس علیہم السلام۔ یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی

اولاد میں سے تھے اور حضرت ادریس علیہ السلام کے سوا باقی سب ان کی اولاد بھی ہیں جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے اور بعض حضرات ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں اور بعض اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہیں ان سب کو خدا تعالیٰ نے طریق حق کی ہدایت فرمائی تھی۔ اور منصب نبوت و رسالت کے لئے پسند کر لیا یہ سب کے سب اللہ کے فرمانبردار اور نیکوکار بندے تھے اور باوجود اس قدر علو مقام اور معراج کمال پر پہنچنے کے سب کے سب شان عبودیت و بندگی میں کامل ہیں۔ ان سب حضرات کی یہ حالت تھی کہ اللہ کا کلام سن کر اور اس کے مضامین سے متاثر ہو کر نہایت عاجزی خشوع و خضوع کے ساتھ سجدے میں اللہ کے آگے گر پڑتے اور اس کے آگے روتے۔ علمائے دین کا اجماع ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہئے تاکہ ان مقربین کے طرز عمل کو یاد کر کے ایک طرح کی ان سے مشابہت ہو جائے۔

روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ مریم پڑھ کر سجدہ کیا اور فرمایا ھٰذا السجود فاین البکی۔ یہ تو سجدہ ہوا آگے بکا یعنی رونا کہاں ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی صورت بنالو۔

خلاصہ ان تمام حضرات انبیاء کرام کی شان کا جن کا ذکر فرمایا دو باتیں ہوئیں۔ ایک تو ان حضرات کا مقبول اور ذی کمال ہونا دوسرے ان سب حضرت کا منکسر اور مفتقر ہونا اور عبدیت و بندگی میں کامل ہونا۔ یہاں ان حضرات انبیاء کے تذکرہ سے ان لوگوں کی بھی اصلاح ہو گئی جو نعوذ باللہ ان میں سے کسی کی جانب فسق اور فحش باتیں منسوب کرتے ہیں۔ اور کفار مکہ کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ کی طرف سے دین حق لے کر آئے تھے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق لے کر آئے ہیں جس کا تمہیں اتباع کرنا چاہئے۔ یہاں تک تو گزشتہ انبیاء اور صلحاء کا تذکرہ فرمایا گیا۔ اب ان کے بعد میں آنے والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ بعد میں کیسے ناخلف پیدا ہوئے کہ جو عبادت و بندگی چھوڑ کر خواہش نفسانی کے درپے ہو گئے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اس وقت چونکہ قرآن پاک کی آیت سجدہ تلاوت کی گئی ہے اس لئے دور و نزدیک سب حضرات سننے والوں پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہو گیا ہے۔ دعاء کے بعد سب حضرات ایک سجدۂ تلاوت ادا کر لیں۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام سے نوازا اور اس طرح ہم کو اپنے تمام مقبولین انبیاء کا نام لیوا بنایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان حضرات انبیاء کرام کی مقبولیت کے طفیل میں ہم کو بھی اپنی ذات پاک سے صحیح بندگی کا تعلق نصیب فرماویں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے کلام پاک سے عشق و محبت نصیب فرمائیں۔ اور اس کی تلاوت ہم کو شب و روز نصیب فرمائیں اور تلاوت کے ساتھ اس کا اتباع کامل بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا

پھر اُنکے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے۔ہاں مگر

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝ جَنّٰتِ

جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا۔ سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اور اُن کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا۔ اُن ہمیشہ رہنے کے

عَدْنِ ۨالَّتِىْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا

باغوں میں جن کا رحمن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے اس کے وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے۔ اس میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے بجز

سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝

سلام کے اور ان کو اُن کا کھانا صبح و شام ملا کرے گا۔ یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بنادیں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَخَلَفَ پھر جانشین ہوئے | مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد | خَلْفٌ چند جانشین | اَضَاعُوا انہوں نے گنوادی | الصَّلٰوةَ نماز | وَاتَّبَعُوا اور پیروی کی | | |
| الشَّهَوٰتِ خواہشات | فَسَوْفَ پس عنقریب | يَلْقَوْنَ انہیں ملے گی | غَيًّا گمراہی | اِلَّا مگر | مَنْ جو | تَابَ توبہ کی | وَاٰمَنَ وہ ایمان لایا |
| وَعَمِلَ اور عمل کئے | صَالِحًا نیک | فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ | يَدْخُلُوْنَ وہ داخل ہوں گے | الْجَنَّةَ جنت | وَلَا يُظْلَمُوْنَ اور ان کا نہ نقصان کیا جائیگا | | |
| شَيْـًٔا کچھ | جَنّٰتِ عَدْنِ ہمیشگی کے باغات | الَّتِىْ وہ جو | وَعَدَ وعدہ کیا | الرَّحْمٰنُ رحمن | عِبَادَهٗ اپنے بندے | بِالْغَيْبِ غائبانہ | اِنَّهٗ بیشک وہ |
| كَانَ ہے | وَعْدُهٗ اس کا وعدہ | مَاْتِيًّا آنے والا | لَا يَسْمَعُوْنَ وہ نہ سنیں گے | فِيْهَا اس میں | لَغْوًا بے ہودہ | اِلَّا سَلٰمًا سوائے سلام | |
| وَلَهُمْ اور ان کیلئے | رِزْقُهُمْ ان کا رزق | فِيْهَا اس میں | بُكْرَةً صبح | وَّعَشِيًّا اور شام | تِلْكَ یہ | الْجَنَّةُ جنت | الَّتِىْ وہ جو کہ |
| نُوْرِثُ ہم وارث بنائینگے | مِنْ سے | عِبَادِنَا اپنے بندے | مَنْ جو | كَانَ ہوں گے | تَقِيًّا پرہیزگار | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اس سورۃ میں اب تک جن حضرات انبیاء کرام کا تذکرہ ہوا وہ سب کے سب اللہ کے فرمانبردار اور نیکوکار مقبول بندے تھے اور باوجود اس قدر علو مقام اور منصب نبوت و رسالت کے سب کے سب شان عبودیت اور بندگی میں کامل تھے۔ یہ تو ان مقبولین کا حال تھا اس کے بعد ان آیات میں ان حضرات انبیاء و رسل کے پیچھے دنیا میں جو لوگ آئے ان کی حالت کا اظہار ہو رہا ہے کہ جو دنیا کے مزون اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدائے تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے اور انبیاء کے بتلائے ہوئے طریقہ اور راستہ سے غافل ہو گئے اور ان حضرات نے جو اللہ کی عبادت کا طریقہ نماز وغیرہ مقرر کیا تھا اس کو ضائع و برباد کیا اور چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ گئے اور اس کی بجائے اپنی بے جا خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ گئے۔ یہاں آیت میں صرف دو لفظ اضاعوا الصلوۃ فرمائے گئے ہیں جس کا لفظی ترجمہ ہوا کہ نماز کھو بیٹھے یا نماز کو ضائع و برباد کیا۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عبادت و بندگی کا تعلق توڑ ڈالا۔ یہاں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمادی کہ پچھلے تمام انبیاء و رسل کی امتوں کا بگاڑ اور ان کی بدراہی کا سبب اضاعوا الصلوۃ یعنی نماز کے ضائع کرنے سے شروع ہوا پھر اضاعوا الصلوۃ کا جو لازمی نتیجہ ہے اس کو بھی دو لفظ

واتبعوا الشھوات میں بیان فرمادیا یعنی خواہشات نفس کی پیروی کی اور دنیا کے مزون اور لذتوں کے پیچھے پڑ گئے۔ معلوم ہوا کہ اضاعوا الصلوۃ یعنی تعلق باللہ اور خدا کی یاد کی کمی اور فقدان کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اتباع شہوات یعنی خواہشات نفس کی بندگی میں پڑے اور احکام الٰہیہ کے بجائے اپنے من مانے طریقوں کا پابند ہو کر رہے۔ آگے اس کی سزا بھی دو لفظوں میں بیان فرمائی جاتی ہے یعنی یلقون غیا۔ یہ لوگ غی دیکھ لیں گے۔ غی کے لفظی معنی۔خسران۔نقصان۔خرابی۔ برائی کے ہیں یعنی آخرت میں یہ لوگ اس کا انجام اور خرابی دیکھ لیں گے اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جہنم کے اندر غی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت سخت عذابوں والی ہے۔اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے۔ تو گویا اضاعوا الصلوۃ اور اتباع شہوات کی یہ سزا بتلائی گئی کہ جہنم کی بدترین وادی میں ان کو دھکیل دیا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے مجرموں کے لئے بھی ابھی توبہ کے دروازے بند نہیں ہیں جو سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرلے اور اپنا چال چلن درست رکھے یعنی اوامر شرعیہ کے مطابق عمل کرے اور احکام الٰہیہ پر کاربند رہے تو بہشت کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں توبہ کے بعد جو نیک اعمال کرے گا سابق جرائم کی بنا پر اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی نہ کسی قسم کا حق ضائع ہوگا۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ تو جو بندے ان دیکھی چیزوں پر پیغمبروں کے فرمانے سے ایمان لائے۔ بن دیکھے خدا کی عبادت کی تو اللہ نے ان سے جنت کی ان دیکھی نعمتوں کا وعدہ فرمایا جو ضرور بالضرور پورا ہو کر رہے گا کیونکہ خدا کے وعدے بالکل حتمی اور اٹل ہوتے ہیں۔

آگے اس جنت کی ایک کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ جس جنت کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہاں لغو اور بے کار باتیں اور بیہودہ شور و شغب بالکل نہ ہوگا ہاں فرشتوں اور مومنین کی طرف سے سلامتی کی دعائیں اور آوازیں بلند ہوں گی اور صبح و شام دائماً جنت کی روزی پہنچے گی ایک لحہ کے لئے بھی بھوک پیاس کی تکلیف نہیں ستائے گی۔ یہاں آیت میں جنتیوں کو صبح و شام روزی پہنچنے کا جو ذکر فرمایا گیا ہے اس پر مفسر ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صبح و شام باعتبار دنیا کے ہے کیونکہ جنت میں ظلمت اور رات نہیں ہر وقت نور کا سماں ہے۔ پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے۔ ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشاروں اور حکموں پر ہوگا۔ چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لئے جو وقت جب چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ اہل عرب صبح و شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لئے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتلایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے۔ تو یہ جنت جس کا ذکر ہوا اس کے مالک وہ بندے بنائے جاویں گے جو ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرنے والے اور اس کے فرمانبردار تھے۔

یہاں جو اضاعت صلوٰۃ اور اتباع شہوات کی مذمت اور نفس پرست بندگان ہوا و ہوس کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے یہ صرف گزشتہ انبیاء اور ان کی امتوں ہی کے لئے نہیں بلکہ عام ہے یعنی ہر نبی کے امتی جو نفس پرست۔ ناجائز خواہشات کے پرستار فرائض الٰہیہ میں کاہل اور غافل اور قوانین الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں سب اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہی آیت فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا تلاوت کر کے فرمایا کہ اس سے مراد سرے سے نماز چھوڑ دینا نہیں بلکہ نماز کے وقت کو ضائع کر دینا ہے۔ اس

طرح مفسرین کے نزدیک اس وعید کے تحت نہ صرف نمازوں کی فرضیت کے منکر آتے ہیں بلکہ جنہوں نے فرض جان کر نہ پڑھے یا پڑھے مگر جماعت اور وقت وغیرہ شرائط و آداب و حقوق کی رعایت نہ کی درجہ بدرجہ ہر ایک اس غی کی وعید میں داخل ہے حضرت حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے آداب اور تعدیل ارکان میں کوتاہی کرتا ہے تو اس سے دریافت کیا تم کب سے ایسی نماز پڑھتے ہو اس نے کہا کہ ۴۰ سال سے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ تم نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اسی طرح کی نمازیں پڑھتے ہوئے مر گئے تو یاد رکھو کہ فطرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرو گے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابواللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔ ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے وہ اگرچہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار ۸۰ برس کی ہوتی ہے اور ایک برس ۳۶۰ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دنیا کے دو کروڑ ۸۸ لاکھ برس ہوئی۔ یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی ۲ کروڑ ۸۸ لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ کوئی اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے۔ بڑے بڑے صحابہ جیسا کہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابودرداؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ مشہور ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک کافر تو نہیں ہوتا مگر قتل کیا جاوے اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا مگر قید شدید میں رکھنا چاہئے اور خوب سزا دینا چاہئے اور اس قدر ماریں کہ بدن سے خون بہنے لگے یہاں تک کہ توبہ کرے یا اسی حالت میں مر جائے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ۔ اس کا حشر فرعون۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا۔ حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اور ہامان اس کے وزیر کا نام تھا۔ اور اُبی بن خلف مکہ کے مشرکین میں بڑا سخت دشمن اسلام تھا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں۔ نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسا کہ آدمی کے بدن کے لئے سر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی موذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ ایک حدیث میں حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلادوں۔

ذرا مسلمان غور تو کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود امت کے حال پر انتہائی شفقت و رحمت کے۔ ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور جماعت کے لئے مسجد میں نہیں آتے اس قدر غصہ اور غضب ہے کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دینے پر آپ آمادہ نظر آتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے مال واسباب کو مع ان کے جلا دیویں۔

حضرت علیؓ سے بسند صحیح روایت ہے کہ آخریں لحہ حیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام یہ تھا **الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم** نماز کا اہتمام رکھو نماز کا اہتمام رکھو اور ان لوگوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھو جو تمہارے قبضہ میں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا دعویٰ کرنے والے ذرا غور تو کریں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصتی اور روانگی کے وقت بھی نماز کے اہتمام کی وصیت فرما رہے ہیں۔

بہرحال قرآن وحدیث میں **اضاعوا الصلوٰۃ** یعنی نماز کو ضائع اور برباد کرنے پر خواہ وہ اعتقاداً ہو یا عملاً بڑی سخت وعیدیں ہیں۔ اب غور کیجئے کہ ایسی سخت وعیدوں کے باوجود آج اضاعت نماز کس درجہ پر ہے؟ کتنے فی صدی ہیں کہ جو سرے سے نماز کی پرواہی نہیں کرتے پھر جو پڑھ بھی لیتے ہیں تو کتنے فیصدی جماعت کا اہتمام کرتے ہیں؟ پھر کتنے فیصدی ہیں کہ جو جماعت میں بھی شامل ہو جاتے ہیں مگر نماز کے آداب و شرائط کی پوری رعایت کرتے ہیں؟ یعنی نماز کو تمام واجبات سنن و مستحبات اور باطنی خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور جملہ مکروہات و مفسدات نماز سے بچتے ہیں؟ اور اب تو وہ وقت آ گیا کہ نماز اور جماعت کی پابندی اور احکام شرعیہ کا اتباع ولزوم کرنے والے کی تحقیر کی جاتی ہے اور ملا پن اور دقیانوسی خیالات رکھنے والا سمجھا جاتا ہے۔ جب من حیث القوم ہمارا یہ حال ہو اور ہم خواب دیکھیں قوم کی عزت و شوکت اور رفعت و عظمت کے۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

یہ بھی مقام شکر ہے کہ ہمارا وجود روئے زمین پر قائم ہے ورنہ ہم نے تو دین سے اور اللہ رسول سے بغاوت کر کے اپنے کو اس لائق بھی نہیں چھوڑا کہ اللہ کی زمین پر سانس بھی لے سکیں۔

الغرض یہاں انسانوں کو نصیحت کی گئی کہ اگر وہ کفر و معصیت سے سچی اور پکی توبہ کر لیں اور ایمان کے ساتھ عمل صالح اختیار کر لیں اور اللہ سے ڈر کر اس کے مطیع و فرمانبردار بندے بن جائیں تو عذاب جہنم سے بچ کر ابدی راحت و نعمتوں کی جگہ جنت میں پہنچ جائیں گے۔

ابھی آگے بھی مضمون اسی بات کی تائید میں فرمایا گیا ہے کہ اگر انسان جنت کی میراث لینا چاہتا ہے تو فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا تابع مطیع اور فرمانبردار بن جائے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم و کرم فرمائیں اور ہمارے اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو تمام گناہوں سے عموماً اور اضاعت صلوٰۃ سے خصوصاً بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

اور ہم (یعنی فرشتے) بدوں آپ کے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے۔ اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں اور ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں اور آپکا رب

نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

بھولنے والا نہیں۔ وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں سو (اے مخاطب) تو اس کی عبادت کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ۔ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے؟

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا اور ہم | نَتَنَزَّلُ نہیں اترتے | اِلَّا مگر | بِاَمْرِ حکم سے | رَبِّكَ تمہارا رب | لَهٗ اس کیلئے | مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا جو ہمارے ہاتھوں میں | |
| وَمَا اور جو | خَلْفَنَا ہمارے پیچھے | وَمَا اور جو | بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان | وَمَا اور نہیں | كَانَ ہے | رَبُّكَ تمہارا رب | نَسِيًّا بھولنے والا |
| رَبُّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب | وَالْاَرْضِ اور زمین | وَمَا اور جو | بَيْنَهُمَا ان کے درمیان | فَاعْبُدْهُ پس اسکی عبادت کرو | وَاصْطَبِرْ اور ثابت قدم رہو | | |
| لِعِبَادَتِهٖ اسکی عبادت پر | هَلْ کیا | تَعْلَمُ تو جانتا ہے | لَهٗ اس کا | سَمِيًّا ہم نام کوئی | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں عام انسانوں کی حالت کا اظہار فرمایا گیا تھا کہ دنیا میں انبیاء کے پیچھے جو لوگ آئے انہوں نے اپنے نبی کا بتلایا ہوا راستہ چھوڑ دیا۔ اللہ کی عبادت و بندگی کا جو طریقہ مقرر کیا تھا اس سے اعراض کیا اور اس کی بجائے اپنی بے جا خواہشات کے پورا کرنے میں لگ گئے جس کا انجام آخرت میں عذاب جہنم ہوگا۔ ایسے انسانوں کو نصیحت کی گئی تھی کہ اگر وہ اپنے کفر و معصیت سے سچی اور پکی توبہ کرلیں اور ایمان کے ساتھ عمل صالح اختیار کرلیں تو پھر آخرت میں عذاب سے بچ جائیں گے اور بجائے جہنم کے جنت میں داخل کئے جائیں گے جو ابدی راحت اور نعمتوں کی جگہ ہے اور جس میں وہی بندے رہیں گے جو دنیا میں اللہ سے ڈر کر اس کے مطیع و فرمانبردار بندے بن کر رہے۔ اسی کی تائید میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان اگر جنت میں اپنا ٹھکانہ بنانا چاہتا ہے تو پھر اس کو فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا مطیع و فرمانبرار بن جانا چاہئے اور طاعت خداوندی میں لگ جانا چاہئے اور اسی خدا سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے جس کے قبضہ میں تمام زمان و مکان ہیں اور جس کے حکم اور اجازت کے بدوں بڑے سے بڑا فرشتہ بھی پر نہیں ہلا سکتا اور اپنا قدم نہیں اٹھا سکتا۔

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں احادیث میں یہ روایت آئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے اور آپ منتظر رہے۔ بعض کفار نے عنادًا کہنا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ اس طعن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور زیادہ دلگیر ہوئے آخر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے اتنے روز تک نہ آنے کا سبب پوچھا اور ایک حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو تلقین فرمایا کہ جواب میں یوں کہو یعنی یہی آیات جو زیر تفسیر ہیں۔ تو یہ کلام ہوا اللہ تعالیٰ کا جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کہنا سکھلایا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔

تو حاصل جواب جو ان آیات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سکھایا گیا یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم خالص عبد مامور ہیں۔ بدوں حکم الٰہی پر بھی نہیں ہلا سکتے۔ ہمارا چڑھنا اترنا سب اس کے حکم اور اذن کے تابع ہے۔ حق تعالیٰ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانتے ہیں ہم کو نیچے اترنے کا حکم فرماتے ہیں کیونکہ ہر زمانہ (یعنی ماضی۔ حال۔ مستقبل) اور

ہر مکان یعنی آسمان وزمین۔ اور ان کے درمیان کا علم اسی کو ہے۔ وہی ہر چیز کا مالک اور قابض ہے۔ وہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کب بھیجنا چاہئے۔ تو معلوم ہوا کہ مقرب ترین فرشتہ کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے اسی طرح معظم و مقبول ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہیں فرشتہ کو اپنے پاس بلالیں۔ خداوند قدوس کا ہر کام برمحل اور بروقت ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کا جلد یا دیر میں آنا بھی اس کی حکمت و مصلحت کے تابع ہے۔ بھول چوک یا نسیان و غفلت کی اس کی بارگاہ میں رسائی نہیں۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا قول نقل فرمایا جاتا ہے کہ آپ کسی کے کہنے سننے کی پرواہ مت کیجئے۔ اپنے دل کو خداوند قدوس کی بندگی پر جمائے رکھیئے جو کل کائنات کا پروردگار ہے اور ربوبیت بغیر کمال علمی کے ہو نہیں سکتی تو جب کل عالم کو اس کا علم محیط ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ آپ کو یا وحی بھیجنے کو بھول جائے لہٰذا ہمارے نزول کی تاخیر سے آپ ملول نہ ہوں بلکہ اللہ کی عبادت پر بدستور قائم رہیں اور صبر رکھیں کیونکہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی ہم نام بھی نہیں۔ ذات کی طرح صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ مشرکین عرب اور بت پرستوں نے اگرچہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت سے انسانوں۔ فرشتوں بتوں اور پتھروں وغیرہ کو شریک کر ڈالا تھا اور اب سب کو الٰہ یعنی معبود کہتے تھے مگر کسی نے کبھی لفظ اللہ معبود باطل کا نام نہیں رکھا گویا یہ ایک تکوینی اور تقدیری امر تھا کہ دنیا میں اللہ کے نام سے کوئی معبود باطل کبھی موسوم نہیں ہوا پس صفات میں تو کیا نام میں بھی کوئی حق تعالیٰ کا مثیل نہیں ہوا۔ اور یہ فقرہ وما کان ربک نسیا۔ اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے نازل ہوا۔

تو گذشتہ آیات کے مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں انسان کو یہ تعلیم ملی کہ اگر وہ جنت کی میراث لینا چاہتا ہے تو فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا مطیع و فرمانبردار بن جائے کہ جب فرشتوں کی باوجود عظمت کے یہ کیفیت ہے کہ امر الٰہی کے خلاف پر نہیں ہلاتے تو پھر انسان کیوں اس کی اطاعت نہ کرے۔

یہاں **فاعبدہ واصطبر لعبادته** یعنی اس کی عبادت کیا کرو اور اس کی عبادت پر قائم رہو دو باتوں کا حکم دیا گیا اول حق تعالیٰ کی عبادت کا اور پھر اس پر صبر و استقامت کا گویا پہلا حکم عبدیت یعنی غلام بننے کا ہے اور دوسرا حکم عبدیت یعنی غلامی پر قائم رہنے کا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک آدھ مرتبہ نماز پڑھ لینا کافی نہیں۔ یا عیدین اور جمعہ میں جماعت میں شرکت کافی نہیں بلکہ اس کی عبدیت اور عبودیت پر مداومت ضروری ہے ایک لحہ کے لئے بھی جادۂ عبودیت سے قدم نہ ہٹنا چاہئے۔ اور یہاں وما کان ربک نسیا اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں اس میں اس طرف بھی لطیف اشارہ ہو گیا کہ جو خدا اپنے مخلص بندوں کو یہاں دنیا میں نہیں بھولتا۔ وہاں آخرت میں بھی نہیں بھولے گا۔ ضرور جنت میں پہنچا کر چھوڑے گا۔ ہاں ہر چیز کا ایک وقت ہے۔ جنت میں لوگوں کا نزول بھی اپنے اپنے وقت پر ہوگا۔ اب مشرکین عرب جو قیامت ہی کے منکر تھے اور آخرت میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے ہی کو محال اور ناممکن خیال کرتے تھے آگے ان کے شبہ کو زائل فرمایا جاتا ہے اور ان کے یقین دلانے کو قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ضرور بالضرور سب میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے۔ اور پھر اپنے اس کفر و انکار کی بدولت جہنم میں جھونکے جائیں گے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کے فضل و کرم نے جب دنیا میں ہمارا ساتھ نہ چھوڑا تو آخرت میں بھی اس کا فضل و کرم ہمارے شامل حال رہے۔ یا اللہ آپ نے اپنے مخلص بندوں کے لئے جس جنت کا وعدہ فرمایا ہے اس میں اپنے کرم سے ہم کو بھی داخل ہونا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ

اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے کہ میں جب مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا۔کیا انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اُس کے قبل (عدم سے) وجود میں لاچکے ہیں

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

اور یہ (اُس وقت) کچھ بھی نہ تھا۔ سو قسم ہے آپکے رب کی ہم اُنکو جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی، پھر اُنکو دوزخ کے گرداگرد اس حالت میں حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ

پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے اُن لوگوں کو جدا کریں گے جو اُن میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کیا کرتے تھے۔ پھر ہم ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں

هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي

جو دوزخ میں جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو، یہ آپکے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا۔ پھر ہم اُن لوگوں کو نجات

الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

دیدیں گے جو خدا سے ڈر کر ایمان لاتے تھے، اور ظالموں کو اُس میں اس حالت میں رہنے دیں گے کہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

| وَيَقُولُ اور کہتا ہے | الْإِنْسَانُ انسان | أَإِذَا کیا جب | مَا مِتُّ میں مرگیا | لَسَوْفَ تو پھر | أُخْرَجُ میں نکالا جاؤں گا | حَيًّا زندہ | أَوَ کیا |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لَا يَذْكُرُ یاد نہیں کرتا | الْإِنْسَانُ انسان | أَنَّا بیشک ہم | خَلَقْنَاهُ ہم نے اسے پیدا کیا | مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | وَلَمْ يَكُ جبکہ وہ نہ تھا | شَيْئًا کچھ بھی | |
| فَوَرَبِّكَ سو تمہارے رب کی قسم | لَنَحْشُرَنَّهُمْ ہم انہیں ضرور جمع کریں گے | وَالشَّيَاطِينَ اور شیطان | ثُمَّ پھر | لَنُحْضِرَنَّهُمْ ہم انہیں ضرور حاضر کریں گے | | | |
| حَوْلَ اردگرد | جَهَنَّمَ جہنم | جِثِيًّا گھٹنوں کے بل گرے ہوئے | ثُمَّ پھر | لَنَنْزِعَنَّ ضرور کھینچ نکالیں گے | مِنْ سے | كُلِّ ہر | شِيعَةٍ گروہ |
| أَيُّهُمْ جو ان میں سے | أَشَدُّ بہت زیادہ | عَلَى الرَّحْمَٰنِ اللہ رحمٰن سے | عِتِيًّا سرکشی کرنے والا | ثُمَّ پھر | لَنَحْنُ البتہ | أَعْلَمُ خوب واقف | |
| بِالَّذِينَ ان سے جو | هُمْ وہ | أَوْلَىٰ بِهَا زیادہ مستحق اس میں | صِلِيًّا داخل ہونا | وَإِنْ اور نہیں | مِنْكُمْ تم میں سے | إِلَّا مگر | |
| وَارِدُهَا یہاں سے گزرنا | كَانَ ہے | عَلَىٰ پر | رَبِّكَ تمہارا رب | حَتْمًا لازم | مَقْضِيًّا مقرر کیا ہوا | ثُمَّ پھر | نُنَجِّي ہم نجات دینگے |
| الَّذِينَ اتَّقَوْا وہ جنہوں نے پرہیزگاری کی | وَنَذَرُ اور ہم چھوڑ دینگے | الظَّالِمِينَ ظالم | فِيهَا اس میں | جِثِيًّا گھٹنوں کے بل گرے ہوئے | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اول عبادت کا اور پھر اس پر صبر و استقامت کا حکم دیا گیا تھا اب یہاں ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ صبر و اطاعت کا پھل قیامت کے دن ملے گا۔ نیز گذشتہ رکوع میں اہل طاعت اور اہل معصیت یعنی نیکوں اور بدوں کا انجام ذکر فرمایا گیا تھا کہ مرنے کے بعد ان کا کیا حال ہوگا۔ اب ان آیات میں ان منکرین قیامت کے شبہ کا جواب دیا جاتا ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو محال و ناممکن سمجھتے تھے۔ کفار منکرین قیامت کے شبہ کا اس طرح جواب دیا گیا کہ جو آدمی حشر و نشر کا منکر ہے۔ اور انکار اور تعجب کی راہ سے کہتا ہے کہ مر گل کر جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور مٹی میں مل کر مٹی بن گئے کیا اس کے بعد پھر ہم قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ اس کا

جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ انسان ہو کر اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتا کہ کچھ عرصہ پہلے وہ خود کوئی چیز نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نیست سے ہست بنایا۔ کیا وہ ذات جو لاشے کو شے اور معدوم محض کو موجود کردے اس پر قادر نہیں کہ ایک چیز کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کر سکے۔ آدمی کو اپنی پہلی ہستی کی کیفیت یاد نہیں رہی جو دوسری ہستی کا مذاق اڑاتا ہے یہ تو منکرین کے شبہ کا جواب تھا آگے حقیقت حال کو قسم کھا کر بیان فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ان شیاطین کی معیت میں قیامت کے دن خدا کے سامنے حاضر کئے جائیں گے جو اغوا کر کے انہیں گمراہ کرتے تھے۔ ہر مجرم کا شیطان اس کے ساتھ پکڑا ہوا آئے گا۔ اور حالت یہ ہوگی کہ مارے دہشت کے کھڑے سے گر پڑیں گے اور چین سے بیٹھ بھی نہ سکیں گے آگے بتلایا جاتا ہے کہ منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش سرکش اور اکڑباز تھے اور سرغنہ اور مقتدا بنتے تھے انہیں عام مجرموں سے علیحدہ کرلیا جائے گا۔ پھر ان میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہوگا وہ خدا کے علم میں ہے اسکو دوسرے مجرموں سے پہلے جہنم میں جھونکا جائے گا۔ پھر ایک اور حقیقتِ حال کو بیان کیا جاتا ہے کہ نیک و بد۔ مجرم و بری۔ مومن و کافر کے لئے حق تعالیٰ قسم کھا چکے اور فیصلہ فرما چکے ہیں کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اس کا گزر ہوگا۔ کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ کے اوپر سے رکھا گیا ہے جسے عام محاورہ میں "پلصراط" کہتے ہیں۔ اس پر لامحالہ سب کا گزر ہوگا۔ خدا سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ احادیث میں آیا ہے کہ بعض مومنین تو پلصراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض ہوا کی طرح۔ بعض پرندں کی طرح۔ بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح۔ بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح۔ بعض تیز چال والے پیدل انسان کی طرح۔ یہاں تک کہ سب سے آخر جو مسلمان اس سے پار ہوگا یہ وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا اور گرتا پڑتا نجات پائے گا گناہ گار اور کفار و مشرکین الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق نیز انبیاء و ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے اور آخر میں براہ راست ارحم الراحمین کی عنایت سے وہ سب گنہگار جنہوں نے زندگی میں سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا دوزخ سے نکالے جائیں گے صرف کافر وہاں باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا منہ بند کردیا جائے گا۔

یہاں ان آیات میں جو ہر ایک انسان کا پل صراط پر سے گزرنا لازمی بتلایا گیا اور پھر مومنین کو نجات اور کفار مشرکین کا جہنم میں ہمیشہ کو رہنا بیان فرمایا گیا اس کی مزید تشریح اور تفصیل قرآن کی دوسری آیات اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے جو اپنی کتاب قیامت نامہ میں لکھی ہے وہ موقع کی مناسبت سے جاننے کے لائق ہے جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ "جب تمام مخلوق کے اعمال کا حساب کتاب میدان حشر میں ہو جائے گا۔ اور تمام چھوٹی بڑی نیکیاں میزان میں داخل کر کے ان کو تولا جائے گا اور نیکی یا بدی کا پلڑا بھاری ہو جانے پر جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہو جائے گا تو قبل اس کے کہ میدان محشر سے پلصراط پر گزرنے کا حکم ہو تمام میدان محشر میں اندھیرا چھا جائے گا۔ پس ہر امت کو اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ چلنے کا حکم ہوگا اہل ایمان کو نور کی دو دو مشعلیں عنایت ہوں گی۔ ایک آگے چلے گی دوسری دائیں جانب۔ اور جو ان سے کم تر ہوں گے ان کو ایک مشعل دی جائے گی اور جو ان سے کم ہوں گے ان کو صرف پاؤں کے انگوٹھے کے آس پاس خفیف روشنی ہوگی اور ان سے بھی جو گئے گزرے ہوں گے ان کو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح دی جائے گی جو کبھی بجھے گی اور کبھی روشن ہوگی جو منافق ہوں گے وہ ذاتی نور سے بالکل خالی ہوں گے بلکہ دوسروں کے نور کی مدد سے چلیں گے یہاں تک کہ جس وقت یہ سب لوگ دوزخ کے کنارے کے قریب جا پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ دوزخ کے اوپر پل صراط ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے حکم ہوگا کہ اس پر ہو کر جنت میں چلو وہ پندرہ ہزار سال کی مسافت میں ہے جن

میں سے ۵ ہزار سال تو اوپر چڑھنے کے اور ۵ ہزار سال بیچ میں چلنے کے اور ۵ ہزار سال اترنے کے ہیں حاصل کلام جب میدان محشر سے پل صراط پر پہنچیں گے تو آواز ہوگی کہ اے لوگو اپنی آنکھیں بند کرلو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل پر سے گزر جائیں اس کے بعد بعض لوگ تو بجلی کی چمک کی طرح بعض ہوا۔ بعض گھوڑے بعض اونٹ بعض معمولی رفتار کی مانند پل صراط سے گزر جائیں گے۔ بعض لوگ نہایت محنت و مشقت کے ساتھ پل پر چلیں گے اس وقت دوزخ میں سے بڑے بڑے آنکس نکلیں گے جو بعض کو تو چھوڑ دیں گے۔ بعض کو کچھ کچھ کاٹیں گے اور بعض کو کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اس وقت اعمال صالحہ مثلاً نماز روزہ درود وظائف وغیرہ لوگوں کے دستگیر ہوں گے اور خیرات ان کے اور آگ کے درمیان حائل ہوجائے گی۔ قربانی سواری کا کام دے گی اور اس مقام کے ہول کی وجہ سے کسی کی آواز تک نہ نکلے گی مگر پیغمبران امتیوں کے حق میں رب سلم رب سلم کہیں گے۔ جب مسلمان پل صراط پر چڑھ جائیں گے تو منافقین اندھیرے میں گرفتار ہوکر فریاد کریں گے۔ بھائیو ذرا ٹھہرنا تا کہ تمہارے نور کے طفیل ہم بھی چلے چلیں۔ وہ جواب دیں گے ذرا پیچھے چلے جاؤ جہاں سے ہم نور لائے ہیں تم بھی وہیں سے لے آؤ۔ پس جب پیچھے جائیں گے تو وہاں بے انتہا تاریکی اور ہول دیکھیں گے آخر نہایت بے قرار ہوکر لوٹیں گے اور دیکھیں گے کہ پل صراط کے سرے پر ایک بہت بڑی دیوار قائم ہے اور دروازہ بند ہوگیا ہے پس نہایت ہی گڑ گڑا کر مسلمانوں کو پکاریں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے جواب ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہو وہ جواب دیں گے بیشک تم ہمارے ساتھ تو تھے لیکن بظاہر اور دل میں شک و شبہ کرتے ہوئے ہمارے حق میں برائیاں اور کفار کی بھلائیاں چاہتے تھے لہٰذا مناسب ہے کہ جن کا ساتھ دیتے تھے انہی سے جا ملو اسی اثناء میں آگ کے شعلے ان کو گھیر کر جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ میں پہنچا دیں گے۔ وہ مسلمان جو بجلی و ہوا کی رفتار کے موافق پل صراط پر سے گزریں گے وہ پل کو عبور کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو سنا تھا کہ راستہ میں دوزخ آئے گی لیکن ہم نے تو دیکھا بھی نہیں اور وہ لوگ جو سلامتی کے ساتھ گزریں گے وہ بھی پل صراط سے اتر کر میدان میں ان سے جا ملیں گے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے جنت کا قفل کھول کر لوگوں کو داخل فرمائیں گے۔ یہاں پہنچ کر آپ اپنی امت کی تفتیش حال کریں گے اس وقت آپ کی امت تمام اہل جنت کا چہارم حصہ ہوگی۔ دریافت حال کے بعد جب آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ ابھی میری امت میں سے ہزار ہا آدمی دوزخ میں پڑے ہیں تو بوجہ اس کے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں غمگین ہوکر درگاہ الٰہی میں عرض کریں گے اے خدا میری امت کو دوزخ سے خلاصی دے۔ یہ شفاعت بھی شفاعت کبریٰ کے مانند ہوگی یعنی ۷ روز تک سربسجدہ رہ کر عجیب وغریب حمد و ثناء بیان فرمائیں گے تب بارگاہ الٰہی سے حکم ہوگا کہ جس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ آپ کو دیکھ کر دوسرے پیغمبر بھی اپنی اپنی امتوں کی شفاعت کریں گے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم الٰہی فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر بمعیت امت دوزخ کے کنارہ پہنچیں گے اور فرمائیں گے اپنے اپنے رشتہ داروں اور واقف کاروں کو یاد کر کے ان کی نشانی بتاؤ تا کہ یہ فرشتے ان کو دوزخ سے نکال لیں چنانچہ ایسا ہی ہوگا علاوہ ازیں شہداء کو ۷ حافظوں کو ۱۰ علماء کو حسب مراتب لوگوں کی شفاعت کا حق ہوگا۔ جب آپ ان کو لے کر جنت میں تشریف لائیں گے تو آپ کی امت اس وقت تمام اہل جنت کا تیسرا حصہ ہوگی پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تفتیش فرمائیں گے کہ اب میری امت میں سے کس قدر دوزخ میں باقی ہیں جواب ہوگا کہ حضور ابھی تو ہزار ہا دوزخ میں موجود ہیں آپ پھر بدستور سابق بارگاہ ایزدی میں شفاعت کریں گے حکم ہوگا کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ بس آپ بدستور سابق علماء، اولیاء، شہداء وغیرہ کو دوزخ کے کنارہ لے جا کر فرمائیں گے کہ اپنے اپنے رشتہ داروں واقف کاروں کو یاد اور پہچان

کر کے دوزخ سے نکلواؤ اس وقت بھی ہزار ہا امتی دوزخ سے رہا ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں گے اب آپ کی امت تمام اہل جنت کا نصف حصہ ہو گی۔ اس شفاعت کے بعد آپ پھر دریافت فرما کر بدستور ہائے سابق شفاعت کریں گے ارشاد باری ہو گا کہ جس کے دل میں آدھے ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو پس بدستور سابق ایک بہت بڑی تعداد جہنم سے برآمد ہو کر جنت میں داخل ہو گی اس وقت آپ کی امت اہل جنت سے دو چند ہو جائے گی اور موحدین میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہیں رہے گا۔ جب تمام لوگ دوزخ و جنت میں داخل ہو چکیں گے تو دوزخ و جنت کے درمیان منادی ہو گی کہ اے اہل جنت جنت کے کناروں پر آجاؤ اور اے اہل دوزخ دوزخ کے کناروں پر آجاؤ۔ اہل جنت کہیں گے ہم کو تو ابدالآباد کا وعدہ دلا کر جنت میں داخل کیا ہے اب کیوں طلب کرتے ہو اور اہل دوزخ نہایت خوش ہو کر کناروں کی طرف دوڑیں گے اور کہیں گے کہ شاید ہماری مغفرت کا حکم ہو گا پس جس وقت سب کناروں پر آجائیں گے تو ان کے مابین موت کو چتکبری مینڈھے کی شکل میں حاضر کیا جائے گا اور لوگوں سے کہا جاوے گا کیا اس کو پہچانتے ہو۔ سب کہیں گے ہاں جانتے ہیں کیونکہ کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس نے موت کا پیالہ نہ پیا ہو اس کے بعد اس کو ذبح کر دیا جائے گا کہتے ہیں کہ اس کو حضرت یحییٰ علیہ السلام ذبح کریں گے۔ پھر وہ منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں اور اے اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں۔ اہل جنت اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ شادی مرگ ہو جاتی اور اہل دوزخ اس قدر رنجیدہ ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو غم کے مارے مر جاتے اس کے بعد حکم ہو گا کہ دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے اس کے پیچھے بڑے بڑے آتشی شہتیر بطور پھٹیاں لگا دو تا کہ دوزخیوں کو نکلنے کا خیال بھی نہ رہے اور اہل جنت کو جنت میں ابدالآباد تک رہنے کا یقین و اطمینان ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں برہانی اور خطابی طور پر ثبوت قیامت کا اظہار فرمایا گیا اور یہ صراحت فرمائی گئی کہ کفار اور شیاطین جہنم میں اکٹھے رکھے جائیں گے۔ نیز جہنم کے اوپر پل صراط سے ہر کسی کو گزرنا لازمی ہے جس کے نتیجہ میں مومنین کاملین تو صاف گزر کر جنت میں پہنچ جائیں گے اور گنہگار و کفار و مشرکین جہنم میں گر پڑیں گے۔ مگر مومنین کلمہ کی برکت و اعتقاد سے بالآخر دیر یا سویر جہنم سے بالکل نکال لئے جائیں گے اور صرف کفار و مشرکین جہنم میں ابدالآباد کے لئے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ ابھی آگے انہی کفار و مشرکین کے متعلق مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا میں وہ ایمان و اسلام نصیب فرما دیں کہ جو قیامت میں ہماری نجات و مغفرت کا ذریعہ بنے۔ اور پل صراط پر سے امن و سلامتی کے ساتھ گزر کر جنت میں پہنچنا نصیب ہو۔

یا اللہ قیامت میں ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنے پناہ میں رکھئے۔ اور ہمہ وقت ہم کو آخرت کی تیاری کا فکر عطا فرما دیجئے۔ اور اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما دیجئے کہ جو میدان حشر میں آپ کا کرم و عنایت ہماری طرف متوجہ رہے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا

اور جب ان (منکر) لوگوں کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں میں سے مکان کس کا زیادہ اچھا ہے

وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۞ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ۞ قُلْ مَنْ كَانَ

اور محفل کس کی اچھی ہے۔اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان سے بھی (کہیں) اچھے تھے آپ فرمادیجئے کہ جو لوگ

فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰىٓ اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ

گمراہی میں ہیں رحمٰن اُن کو ڈھیل دیتا چلا جارہا ہے، یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۞ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ

سو (اُس وقت) اُن کو معلوم ہوجاوے گا کہ بُرا مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو ہدایت بڑھاتا ہے

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۞

اور جو نیک کام ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاِذَا اور جب | تُتْلٰى پڑھی جاتی ہیں | عَلَيْهِمْ ان پر | اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں | بَيِّنٰتٍ واضح | قَالَ کہتے ہیں | الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے | كَفَرُوْا کفر کیا |
| لِلَّذِيْنَ ان سے جو | اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے | اَيُّ کون سا | الْفَرِيْقَيْنِ دونوں فریق | خَيْرٌ مَّقَامًا بہتر مقام | وَاَحْسَنُ اور اچھی | نَدِيًّا مجلس | |
| وَكَمْ اور کتنے ہی | اَهْلَكْنَا ہم ہلاک کرچکے | قَبْلَهُمْ ان سے پہلے | مِّنْ قَرْنٍ گروہوں میں سے | هُمْ وہ | اَحْسَنُ بہت اچھے | اَثَاثًا سامان | |
| وَرِءْيًا اور نمود | قُلْ کہہ دیجئے | مَنْ كَانَ جو ہے | فِي الضَّلٰلَةِ گمراہی میں | فَلْيَمْدُدْ تو ڈھیل دے رہا ہے | لَهُ اس کو | الرَّحْمٰنُ اللہ | |
| مَدًّا خوب ڈھیل | حَتّٰى یہاں تک کہ | اِذَا جب | رَاَوْا وہ دیکھیں گے | مَا يُوْعَدُوْنَ جس کا وعدہ کیا جاتا ہے | اِمَّا خواہ | الْعَذَابَ عذاب | |
| وَاِمَّا اور خواہ | السَّاعَةَ قیامت | فَسَيَعْلَمُوْنَ پس اب وہ جان لیںگے | مَنْ کون | هُوَ وہ | شَرٌّ مَّكَانًا بدتر مقام | وَاَضْعَفُ اور کمزورتر | |
| جُنْدًا لشکر | وَيَزِيْدُ اور زیادہ دیتا ہے | اللّٰهُ اللہ | الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا جن لوگوں نے ہدایت حاصل کی | هُدًى ہدایت | وَ اور | الْبٰقِيٰتُ باقی رہنے والی | |
| الصّٰلِحٰتُ نیکیاں | خَيْرٌ بہتر | عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے نزدیک | ثَوَابًا باعتبار ثواب | وَخَيْرٌ اور بہتر | مَّرَدًّا باعتبار انجام | | |

تفسیر وتشریح:۔ظاہر میں محسوس پرست انسان چونکہ کوتاہ نظر ہوتا ہے اس لئے اس کی نظر ہمیشہ دنیوی ساز وسامان اور عیش وطرب پر ہوتی ہے اس کو محسوسات خارجی سے باہر کوئی چیز نظر نہیں آتی اور اس مادی عالم کے پیچھے روحانی نعمت ودولت دکھائی نہیں دیتی اس بنا پر کفار عرب اور مشرکین مکہ جب ان آیات قرآنیہ کو سنتے جن میں اہل اسلام کا برحق اور کافروں کا باطل پرست ہونا ظاہر کیا گیا اور انجام کے لحاظ سے آخرت میں ایمان والوں کو جنت کی دائمی نعمتوں اور کافروں کے لئے جہنم کے دردناک عذابوں میں گرفتار ہونا بتلایا گیا تو غریب اہل ایمان کو چھیڑتے اور انکا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ تمہارے زعم کے موافق آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا دونوں فریق کی موجودہ حالت اور دنیوی پوزیشن پر منطبق نہیں ہوتا۔کیا آج ہمارے مکانات۔اسباب معیشت اور ساز وسامان تم سے بہتر واعلیٰ نہیں اور ہماری مجلس وسوسائٹی تمہارے مجمع سے معزز وبلند نہیں؟تم جو اپنے کو اہل حق اور ہم کو اہل باطل بتلاتے ہو تو ذرا اپنا حال تو دیکھو۔نہ رہنے کو گوشہ نہ کھانے کو توشہ۔ہمارے مجمع میں کس قدر عالی قدر سردار اور اشراف عرب داخل ہیں اور کس

شان کے ساتھ ان کا اجتماع ہوتا ہے۔اس کے مقابلہ میں تم اپنی مجلس کو دیکھو۔چند بے بس اور بے کس شکستہ اور خستہ حال فقیر وذلیل اور بے نوا غلام مفلس ونادار لوگوں کے سوا اور کون تمہارے پاس آتا جاتا ہے۔یہ واضح رہے کہ یہ سورۂ مریم کی عہد کی تنزیلات میں سے ہے اس وقت پیروان اسلام کمزور اور بے سروسامان تھے اور کفار کو ہر طرح کی دنیوی خوش حالیاں حاصل تھیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ بیٹھتے تو فقرا اور غربا کی مجلس ہوتی اور منکرین حق دار الندوہ میں جمع ہوتے تو سرداروں اور امیروں کا مجمع ہوتا اسی صورت حال پر کفار مکہ اہل ایمان کے لئے قرآنی بشارتیں سنتے تو ان کا مذاق اڑاتے۔حق تعالیٰ کی طرف سے اس بیوقوف کوتاہ بین طبقہ کے خیال کی تردید فرمائی جاتی ہے اور ان کی باتوں کا جواب دیا جاتا ہے کہ پہلے ایسی بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جو دنیا کے ساز وسامان شان ونمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں لیکن جب انہوں نے انبیاء کے مقابلہ میں سرکشی کی اور تکبر وتفاخر کو اپنا شعار بنایا تو خدا تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور دنیا کے نقشہ میں ان کا نشان بھی باقی نہ رہا تو حاصل ارشاد یہ نکلا کہ انسان کو چاہئے کہ دنیا کی فانی ٹیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے عموماً متکبر دولت مند ہی حق کو ٹھکرا کر ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں۔مال واولاد یا دنیوی خوشحالی مقبولیت اور حسن انجام کی دلیل نہیں۔یہ تو تھا استدلال طرز بیان کہ نظیر کو نظیر پر قیاس کر کے گذشتہ کافروں کا نتیجہ موجودہ کافروں کی عبرت کے لئے ظاہر فرمایا۔ آگے زاجرانہ طرز میں طریق بیان بدل کر فرمایا جاتا ہے کہ اس وقت اپنے مجمع کی کثرت اور مکانات کی سربلندی پر کیا ناز وگھمنڈ کرتے ہو جب مرنے کے بعد یا مرنے سے پہلے اپنے کرتوت کی سزا پاؤ گے یا قیامت کے دن عذاب الٰہی کو دیکھو گے اس وقت معلوم ہوگا کہ مسکن اور مددگاروں کے اعتبار سے کون گروہ برا ہے۔خدا نے ابھی تمہاری باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے جس وقت گلا دبایا جائے گا خواہ دنیوی عذاب کی صورت میں یا عذاب آخرت کی شکل میں تب پتہ لگے گا کہ مکان کس کا برا ہے اور کس کی جمعیت کمزور ہے اس وقت تمہارے ساز وسامان کچھ کام نہ آئیں گے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ گمراہوں کو گمراہی میں لمبا چھوڑ دیتا ہے۔ان کے بالمقابل جو سوچ سمجھ کر راہ ہدایت اختیار کرلیں ان کی سوجھ بوجھ اور فہم وبصیرت کو اور زیادہ تیز کر دیتا ہے جس سے وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے راستوں پر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔تو یہاں اہل ایمان کو استقامت اور استقلال اختیار کرنے اور عمل صالح پر قائم رہنے کی ترغیب دی گئی اور بتلایا گیا کہ جو راہ ہدایت کے طالب ہوتے ہیں اور راہ یاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے اس میں اہل ایمان کو تسلی بھی ہے کہ کافروں کے نزدیک اہل ایمان کتنے ہی خوار وذلیل ہوں خدا کے نزدیک وہ معزز ومکرم ہیں کیونکہ کافروں کا سرمایۂ ناز فانی ہے۔ مرنے کے بعد اس کا کوئی نام ونشان نہ رہیگا البتہ اہل ایمان کی نیکیاں باقی رہیں گی اور انہی کا حال اور انجام اچھا ہوگا۔

یہاں آیت میں مشرکین مکہ کے جس جاہل استدلال کی تردید فرمائی گئی ہے آج بھی بددین اور کم فہم اسے زور شور سے پیش کرتے ہیں۔اور صرف اہل باطل ہی نہیں بلکہ ان سے مرعوب اسلام کے دعویدار بھی مشرک ولامذہب اور فرنگی مغربی قوموں کی مثالیں پیش کر کے پکار پکار کر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ان کی ترقیاں دیکھو۔ ان کی دولت وحکومت۔عزت وعظمت اور جاہ وثروت دیکھو۔ان کی اقبال مندی پر نظر کرو۔تم اگر اپنی ترقی اور رفاہ چاہتے ہو تو انہی کے طریقے اختیار کرو۔انہی کی روش پر چلو جو یہ نام نہاد ترقی یافتہ قومیں کر رہی ہیں۔گویا اب ترقی وفلاح انہی دنیا پرست قوموں کی تقلید کا نام رہ گیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔قرآنی تعلیم یہ ہے کہ اصل کامیابی اور ناکامی آخرت کی ہے اور کفر وعصیان اور سرکشی و نافرمانی کے باوجود دنیا میں عیش وآرام کی فراوانی اور مال ودولت کی کثرت یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور ڈھیل ہے۔لیکن انجام کار ایسی گرفت ہوگی کہ پھر رہائی ناممکن ہے۔

ابھی آگے کفار ومشرکین ہی کے متعلق مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَفَرَءَيْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ

بھلا آپ نے اُس شخص (کی حالت) کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا کیا اس نے

الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ

اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے۔ ہرگز نہیں ہم اس کا کہا ہوا ابھی لکھے لیتے ہیں اور اُس کیلئے عذاب بڑھاتے چلے جائینگے۔ اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم وارث

وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ

رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا ہو کر آوے گا۔ اور اُن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تا کہ اُن کیلئے وہ باعث عزت ہوں۔ (ایسا) ہرگز نہیں (ہوگا بلکہ)

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾

وہ تو اُن کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور اُن کے مخالف ہو جاویں گے۔

| أَفَرَءَيْتَ پس کیا تو نے دیکھا | الَّذِی وہ جس نے | كَفَرَ انکار کیا | بِاٰيٰتِنَا ہمارے حکموں کا | وَقَالَ اور اس نے کہا | لَاُوْتَيَنَّ میں ضرور دیا جاؤں گا | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مَالًا مال | وَّوَلَدًا اور اولاد | اَطَّلَعَ کیا وہ مطلع ہو گیا ہے | الْغَيْبَ غیب | اَمِ یا | اتَّخَذَ اس نے لے لیا | عِنْدَ الرَّحْمٰنِ اللہ رحمٰن سے |
| عَهْدًا کوئی عہد | كَلَّا ہرگز نہیں | سَنَكْتُبُ اب ہم لکھ لیں گے | مَا يَقُوْلُ وہ جو کہتا ہے | وَنَمُدُّ اور ہم بڑھا دینگے | لَهٗ اس کو | مِنَ الْعَذَابِ عذاب سے |
| مَدًّا اور لمبا | وَنَرِثُهٗ اور ہم وارث ہوں گے | مَا يَقُوْلُ جو وہ کہتا ہے | وَيَاْتِيْنَا اور وہ ہمارے پاس آئیگا | فَرْدًا اکیلا | وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنا لیا | |
| مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | اٰلِهَةً معبود | لِيَكُوْنُوْا تا کہ وہ ہوں | لَهُمْ ان کیلئے | عِزًّا موجب عزت | كَلَّا ہرگز نہیں | |
| سَيَكْفُرُوْنَ جلد ہی وہ انکار کرینگے | بِعِبَادَتِهِمْ ان کی بندگی سے | وَيَكُوْنُوْنَ اور ہو جائیں گے | عَلَيْهِمْ ان کے | ضِدًّا مخالف | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں ظاہر بین محسوس پرست کافروں کی کوتاہی نظر کی مذمت فرمائی گئی تھی اور اس امر کی صراحت فرمائی گئی تھی کہ دنیوی ساز و سامان قابل تفاخر نہیں۔ یہ سب فانی ہے اور فانی نا قابل اعتبار ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد یہ دنیوی ساز و سامان کچھ کام نہ آئے گا البتہ اہل ایمان کی نیکیاں باقی رہیں گی اور انہی کا انجام بہتر اور اچھا ہوگا۔

اب آگے اسی سلسلہ میں منکرین کے بعض دیگر اقوال کا رد فرمایا جاتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں ان آیات کے شان نزول کے متعلق مذکور ہے کہ مکہ میں ایک صحابی حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ لوہار کا کام کرتے اور ہتھیار بنایا کرتے تھے۔ عاص بن وائل مشرکین مکہ میں سے ایک شخص تھا جس نے کچھ کام حضرت خبابؓ سے کرایا تھا اور کچھ ہتھیار خریدے تھے۔ جب اجرت اور قیمت وصول کرنے کے لئے یہ صحابی عاص بن وائل مشرک کے پاس گئے تو عاص نے جواب دیا کہ جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا انکار نہ کرو گے میں کچھ نہیں دوں گا حضرت خبابؓ نے جواب دیا کہ اگر تو مر کر بھی دوبارہ زندہ ہو تب بھی مجھ سے یہ حرکت سرزد نہیں ہو سکتی۔ اس پر عاص نے کہا کہ کیا میں مر کر بھی دوبارہ زندہ ہوں گا۔ حضرت خباب نے جواب دیا اس میں شک ہی کیا ہے۔ سب کو مرنے کے بعد ایک دن زندہ ہونا ہے اور اپنے کئے کی جزا و سزا پانا ہے۔ خدا کے رو برو سب کے حقوق کا فیصلہ ہوگا عاص بولا اچھا جب یہ بات ہے کہ میں مر کر پھر

زندہ ہونے والا ہوں تو میرے پاس جبھی آنا میرے پاس اس وقت بھی مال واولاد سب کچھ ہوگا تیرے دام بھگتادوں گا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں حضرت خباب اور مشرک عاص بن وائل کے مذکورہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کس قدر حیرت انگیز اور قابل تعجب ہے اس شخص کی حالت جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتا ہے اور نہ فقط انکار بلکہ عقیدہ آخرت کا مذاق اڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ مرنے کے بعد جب میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا تو مجھے مال و اولاد بھی ضرور ملیں گے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو کہہ رہا ہے اور دعویٰ کررہا ہے کہ جب میں زندہ کیا جاؤں گا تو یہی مال ودولت اور گھربار پھر مجھے ملے گا تو کیا اسے یہ بات براہ راست عالم غیب سے معلوم ہوگئی؟ یا خدائے تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات ہرگز نہیں اس کا خیال خام ہے۔ ہم اس کے گناہ لکھتے جاتے ہیں اور اس کا یہ قول بھی شامل مسل کرلیا جائے گا۔ تمام مال ودولت اور نسل واولاد سب چھوڑ کر اس کو تنہا ہمارے پاس آنا ہوگا اور چونکہ وہ کافر بھی ہے اس لئے اس کو گونا گوں عذاب دیا جائیگا۔

آگے عام کافروں اور مشرکوں کی ناکامی انجام کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ قیامت میں مال واولاد سے بڑھ کر اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے امیدوار ہیں کہ وہ ان کو خدا کے ہاں عزت اور بڑے بڑے درجے دلائیں گے حالانکہ ہرگز ایسا ہونے والا نہیں۔ محض سودائے خام ہے جو اپنے دماغوں میں پکار رہے ہیں۔ وہ وقت جب آئے گا یعنی یوم قیامت تو ان کے باطل معبود خود ان کی مخالفت کریں گے اور وہ خود ان کی پرستش کا انکار کریں گے۔ اور وہ معبودان کی مدد تو کیا کریں گے خود ان سے بیزار ہوں گے اور ان کے مدمقابل بن کر بجائے عزت دلانے کے اور زیادہ ذلت اور رسوائی کا سبب بنیں گے۔

یہاں اس بات کی صراحت ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے وقت مال ودولت دوست احباب اعزہ واقارب کچھ کام نہ آئیں گے۔ ہر شخص کو تنہا خداوند قدوس کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ اور دنیا میں انسان آج جس مال ودولت پر اتراتا ہے یہ سب مرنے کے بعد یہیں چھوٹ جائے گا۔ ایک حدیث میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ کو جہنم کی آگ یاد آگئی اور میں رو پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جہنم کی آگ یاد آگئی اور میں رو پڑی۔ کیا قیامت کے دن آپ اہل وعیال کو یاد رکھیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا ایک تو میزان اعمال پر جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ نامۂ اعمال کا پلہ بھاری رہا یا ہلکا دوسرے اعمال نامہ ہاتھوں میں حوالہ کئے جانے کے وقت جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا یا بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے اور جبکہ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پانے والا خوشی سے یہ نہ کہہ اٹھے کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو۔ تیسرے پل صراط کے قریب جبکہ پل صراط کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ گویا یہ تین مقامات تو وہ ہوں گے جہاں نہ شفاعت ہوگی نہ سفارش۔ یہ تین امور تو ہر انسان پر تنہا تنہا گزرنے ہیں۔ اس کے بعد اہل اسلام کے لئے شفاعت و سفارش سے گنہگار مسلمانوں کو جہنم سے نجات ملے گی۔ جیسا کہ آپ گذشتہ سے گذشتہ درس میں پڑھ چکے ہیں۔

ابھی مضمون کفار مشرکین کے متعلق اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام وایمان سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور ایمان پر ہم کو قائم رکھیں۔ اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمادیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاء) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو خوب ابھارتے رہتے ہیں۔ سو آپ اُن کیلئے جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتیں خود شمار کر رہے ہیں۔

عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا

جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دارالنعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے۔ اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ (وہاں)

يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس سے اجازت لی ہے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا | إِنَّا أَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجے | الشَّيٰطِيْنَ شیطان | عَلَى پر | الْكٰفِرِيْنَ کافر | تَؤُزُّهُمْ اکساتے ہیں انہیں |
| أَزًّا خوب اکسانا | فَلَا تَعْجَلْ سو تم جلدی نہ کرو | عَلَيْهِمْ ان پر | إِنَّمَا صرف | نَعُدُّ ہم گنتی پوری کر رہے ہیں | لَهُمْ ان کی / عَدًّا گنتی |
| يَوْمَ جس دن | نَحْشُرُ ہم جمع کریں گے | الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگار | إِلَى الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی طرف | وَفْدًا مہمان بنا کر | وَنَسُوْقُ اور ہانک کر لے جائیں گے |
| الْمُجْرِمِيْنَ گنہگار | إِلٰى طرف | جَهَنَّمَ جہنم | وِرْدًا پیاسے | لَا يَمْلِكُوْنَ وہ اختیار نہیں رکھتے | الشَّفَاعَةَ شفاعت / إِلَّا سوائے |
| مَنِ اتَّخَذَ جس نے لیا ہو | عِنْدَ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کے پاس | عَهْدًا اقرار | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے کفار و مشرکین کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جس مال و دولت پر کافر اتراتا ہے اور گھمنڈ کرتا ہے وہ مرنے کے بعد سب یہیں چھوٹ جائے گا اور قیامت میں تن تنہا جواب دہی کے لئے حاضر ہوگا۔ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد ساتھ دے گی اور مال و اولاد سے بڑھ کر بعض مشرکین جو اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے امیدوار ہیں کہ وہ ان کو خدا کے ہاں بڑے درجہ دلائیں گے اس کی تردید میں بتلایا گیا تھا کہ ان کے معبود ان کی مدد تو کیا کرتے خود ان کی بندگی سے بیزار ہوں گے اور بجائے عزت دلانے کے اور زیادہ ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گے۔ انہی کفار و مشرکین کے متعلق مزید حقیقت حال کو ان آیات میں ظاہر فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ شیاطین کا کفار و مشرکین پر پورا تسلط ہوتا ہے اور وہ انہیں انگلیوں پر نچاتے رہتے ہیں۔ نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں اور دین اسلام کے خلاف اکساتے رہتے ہیں آرزوئیں بڑھاتے رہتے ہیں اور طغیان و سرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کفار کی سزا دہی کے متعلق جلدی نہ کریں اللہ تعالیٰ نے انہیں فی الحال ڈھیل دے رکھی ہے اور ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے تاکہ ان کی زندگی کے گنے ہوئے دن پورے ہو جائیں۔ ان کا ایک ایک سانس۔ ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں گنا جا رہا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بھی اللہ کے احاطہ علمی اور دفاتر اعمال سے باہر نہیں تمام عمر کے اعمال ایک ایک کر کے ان کے سامنے کر دیئے جائیں گے اور قیامت کے دن یہ اپنے اعمال کی پوری سزا بھگتیں گے۔ اب چونکہ قیامت کا ذکر آ گیا تو اس کا کچھ حال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ جو لوگ اللہ کی ذات پر اور اس کی باتوں پر ایمان لائے اللہ کے پیغمبروں کی تصدیق کی گناہوں سے بچتے رہے۔ اللہ کے

فرمانبردار رہے۔ پروردگار کا خوف دل میں رکھا اور اللہ کے خوف سے بچ بچ کر دنیا میں چلتے رہے وہ اس دن خدا کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے۔ نورانی سواریوں پر عزت وشوکت کے ساتھ سوار ہو کر آئیں گے اور خداوند قدوس کے مہمان خانہ میں بعزت داخل کئے جائیں گے۔ **اللھم اجعلنا منھم**

حشر کے دن اہل ایمان کے اعزاز واکرام جو حسب مراتب ہوں گے اس کی تفصیل حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ نے اس طرح لکھی ہے کہ ''میدان حشر میں مسلمانوں کی حالت حسب مراتب گونا گوں ہوگی ایک جماعت جو خالصاً لوجہ اللہ ایک دوسرے سے ملاقات ومحبت وجدائی وفراق کرتی تھی خداوند قدوس کے عرش کے دائیں طرف نور کے ممبروں پر ہوگی۔ اور بعض کو جو توکل سے آراستہ تھے اور مہمات دین ودنیا کو نہایت راستی سے انجام دیتے تھے چودھویں رات کے چاند کے مانند بنا کر بے حساب وکتاب جنت کے لئے جدا کر دیا جائے گا اور وہ لوگ بھی جو اعلائے کلمۂ توحید میں شب و روز کوشاں تھے بے حساب وکتاب جنت کے لئے علیحدہ کر دیئے جائیں گے اور ان لوگوں کو بھی جو راتوں میں نہایت ادب وحضور قلب سے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے سادات الناس کا خطاب دے کر بے حساب وکتاب جنت کے لئے جدا کر دیا جائے گا اس کے بعد وہ جماعت جو ظاہراً وباطناً ہمیشہ ذکر واطاعت الٰہی میں مصروف رہتی تھی اور سختی اور آسائش کی حالت میں یکساں حمد الٰہی کرتی تھی اشرف الناس کے خطاب سے ملقب کی جائے گی۔ باقی ماندہ مسلمان ومنافقین مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے مثلاً نمازی نمازیوں میں۔ روزہ دار روزہ داروں میں۔ حاجی حاجیوں میں۔ سخی سخیوں میں۔ مجاہد مجاہدین میں۔ منکسر المزاج اہل تواضع میں۔ محسنین وخوش اخلاق اپنے جنس میں۔ اہل ذکر وظیفہ گزار اہل خوف وترحم۔ عادل ومنصف۔ اہل شہادت۔ اہل وصدق ووفا۔ علمائے راسخین۔ زہاد وغیرہ وغیرہ گنہگار مسلمانوں میں حکام ظالم۔ خونی وقاتل زانی۔ دروغ گو۔ چور۔ رہزن۔ ماں باپ کو تکلیف دینے والے۔ سود خوار۔ رشوت خوار۔ حقوق العباد کے تلف کرنے والے۔ شراب خوار یتیموں اور بے کسوں کے مال کھانے والے زکوٰۃ نہ دینے والے۔ نماز نہ پڑھنے والے۔ امانت میں خیانت کرنے والے عہد کے توڑنے والے وغیرہ وغیرہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو کر اپنی جنس میں جاملیں گے۔ پھر ان گروہوں میں سے وہ لوگ جو مذکورہ صفات میں سے دو تین یا چار یا اس سے زیادہ صفات رکھتے ہوں گے جدا کر کے الگ گروہوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ مویشیوں کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کو میدان حشر میں پشت کے بل لٹا کر جانوروں کو حکم ہوگا کہ ان پر سے گزر کر کا پائمال کرو پس وہ بار بار گزر کر ان کو روندتے رہیں گے۔ سود خواروں کے پیٹوں کو پھلا کر ان میں سانپ اور بچھو بھر دیئے جائیں گے اور آسیب زدہ حالت میں ہوں گے۔ مصوروں یعنی تصویر بنانے والوں کو حکم دیا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں روح ڈالیں۔ جھوٹا خواب بیان کرنے والوں کو مجبور کیا جائے گا کہ دو جو کے دانوں میں گرہ لگائیں۔ چغلخوروں کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ اسی طرح بعض فاسقین پر سرزنش و مواخذہ ہوگا۔ **اللھم لاتجعلنا منھم**۔ اہل ایمان کے برخلاف کفار ومشرکین۔ رسولوں کے دشمن خدا سے نہ ڈرنے والے گنہگار دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے۔ جبراً وقہراً جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اور جس طرح ڈھور ڈنگر پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف جاتے ہیں۔

اسی طرح مجرموں کو دوزخ کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ یہ بسبب شدت پیاس پانی طلب کریں گے اس پر ان کے لئے سراب یعنی چمکتا ہوا ریتا نمودار ہوگا وہ اس کو پانی سمجھ کر دوڑیں گے پہنچنے پر ان کو معلوم ہوگا کہ وہ تو آگ ہے جو بڑی لپٹوں سے ان کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس وقت جہنم میں سے لمبی لمبی گردنیں نکلیں گی جو دانوں کی طرح چن چن کر ان کو جہنم میں ڈال دیں گی۔ اور پھر کوئی ان کی شفاعت کرنے والا ان کے حق میں ایک لفظ بھلا نکالنے والا نہ ہوگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ سفارش کی اجازت فقط اللہ کے مقبول بندوں مثلاً انبیاء۔ ملائکہ۔ صالحین وغیرہ کو دی جائے گی وہی درجہ بدرجہ سفارش کریں گے۔ بدوں اجازت کسی کو زبان ہلانے کی طاقت نہ ہوگی اور سفارش بھی ان ہی لوگوں کی کر سکیں گے جن کے حق میں سفارش کئے جانے کا وعدہ دے چکے ہیں۔ کافروں کے لئے شفاعت نہ ہوگی۔

یہ آیات بتا رہی ہیں کہ کتنا ہی بڑا کافر و مشرک ہو مقررہ مدت ختم ہونے سے پہلے کسی پر عذاب نہیں آتا۔ اس لئے نزول عذاب حق تعالیٰ کی حکمت و مشیت پر منحصر ہے۔ نیز ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیاطین کو قوت صرف اکسانے۔ ابھارنے اور برائیوں پر ترغیب دینے کی ہے کسی کو مجبور کر دینے کی نہیں۔ یہ ان کافروں کا بالکل اختیاری فعل ہے کہ اپنی قوت تمیز اور عقل سلیم سے کام نہ لے کر اپنے بدخواہ ازلی کے کہے میں آ جاتے ہیں۔

اب آگے کفار و مشرکین کے باطل عقیدہ کا رد فرما کر اہل ایمان کو بشارت اور اہل طغیان کو وعید سنائی گئی ہے۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ شیطان کے تسلط اور وساوس سے ہماری حفاظت فرما دیں اور ایمان و اسلام پر ہم کو اپنی فرمانبرداری کے ساتھ زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرما دیں۔

یا اللہ ہم کو بھی قیامت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ شامل فرما لیجئے جن کو معزز مہمان بنا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور مجرموں کے گروہ میں شامل ہونے سے بچا لیجئے جنہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

یا اللہ قیامت کی رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھئے اور اس دنیا میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرمائیے کہ میدان حشر میں آپ کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ

اور یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کر رکھی ہے۔ تم نے یہ ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اُس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں

الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ

اور زمین کے ٹکڑے اُڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے۔

وَلَدًا ﴿٩٢﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ

جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں۔ اُس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے

عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور سب کو شمار کر رکھا ہے۔ اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا حاضر ہوں گے۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ

اللہ تعالیٰ اُن کیلئے محبت پیدا کر دے گا سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں

بِهِ قَوْمًا لُدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ

اور اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلا دیں۔ اور ہم نے ان کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب وقہر سے) ہلاک کر دیا ہے، کیا آپ اُن میں سے کسی کو دیکھتے ہیں

تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

یا اُن کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَقَالُوا اور وہ کہتے ہیں | اتَّخَذَ بنالیا ہے | الرَّحْمٰنُ رحمن | وَلَدًا بیٹا | لَقَدْ جِئْتُمْ تحقیق تم لائے ہو | شَيْئًا ایک بات | إِدًّا بری | تَكَادُ قریب ہے |
| السَّمٰوٰتُ آسمان | يَتَفَطَّرْنَ پھٹ پڑیں | مِنْهُ اس سے | وَتَنْشَقُّ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے | الْأَرْضُ زمین | وَتَخِرُّ اور گر پڑیں | الْجِبَالُ پہاڑ | |
| هَدًّا پارہ پارہ | أَنْ دَعَوْا کہ انہوں نے پکارا | لِلرَّحْمٰنِ اللہ کیلئے | وَلَدًا بیٹا | وَمَا جبکہ نہیں | يَنْبَغِي شایان | لِلرَّحْمٰنِ رحمن کیلئے | |
| أَنْ يَتَّخِذَ کہ وہ بنائے | وَلَدًا بیٹا | إِنْ كُلُّ نہیں تمام | مَنْ جو | فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | وَالْأَرْضِ اور زمین | إِلَّا آتِي مگر آتا ہے | |
| الرَّحْمٰنِ رحمن | عَبْدًا بندہ | لَقَدْ أَحْصٰهُمْ اس نے ان کو گھیر لیا ہے | وَعَدَّهُمْ اور انکا شمار کر لیا ہے | عَدًّا گن کر | وَكُلُّهُمْ اور ان میں سے ہر ایک | | |
| آتِيهِ آئیگا اسکے سامنے | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن | فَرْدًا اکیلا | إِنَّ بیشک | الَّذِينَ آمَنُوا جو لوگ ایمان لائے | وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے | | |
| الصّٰلِحٰتِ نیک | سَيَجْعَلُ پیدا کر دے گا | لَهُمْ ان کے لئے | الرَّحْمٰنُ رحمن | وُدًّا محبت | فَإِنَّمَا پس اس کے سوا نہیں | | |
| يَسَّرْنٰهُ ہم نے اسے آسان کر دیا ہے | بِلِسَانِكَ آپ کی زبان پر | لِتُبَشِّرَ بِهِ تاکہ آپ کے خوشخبری دیں | الْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں | | | | |
| وَتُنْذِرَ بِهِ اور ڈرائیں اس سے | قَوْمًا لُدًّا جھگڑالو لوگ | وَكَمْ اور کتنے ہی | أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کر دیئے | قَبْلَهُمْ ان سے قبل | مِنْ سے | | |
| قَرْنٍ گروہ | هَلْ کیا | تُحِسُّ تم دیکھتے ہو | مِنْهُمْ ان سے | مِنْ أَحَدٍ کوئی۔ کسی کو | أَوْ تَسْمَعُ یا تم سنتے ہو | لَهُمْ انکی | رِكْزًا آہٹ |

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ مریم کی آخری آیات ہیں۔ اس سورۃ کے شروع میں حضرت مریم کے تذکرہ میں اس بات کا ثبوت گزر چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے اپنے حکم سے حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا فرمایا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی بنا پر آپ کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا ٹھہرایا۔ علاوہ نصاریٰ کے یہود و مشرکین عرب نے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کر رکھی تھی۔ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا اور مشرکین عرب کے بعض فرقوں نے ملائکہ کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں قرار دے رکھا تھا اس باطل عقیدہ کی رد میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسانوں میں ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے کفر و شرک کی ایک قسم یہ اختیار کی کہ انہوں نے نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی۔ مثلاً نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کو اور بعض یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور بعض مشرکین عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا العیاذ باللہ۔ ان باطل عقائد کی تردید میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسی بھاری بات منہ سے کہی گئی اور ایسا گستاخانہ کلمہ زبان سے نکالا گیا جسے سن کر اگر آسمان۔ زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں اس گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اٹھے تو عالم تہ و بالا ہو جائے اور آسمان و زمین تک کے پرخچے اڑ جائیں یہ تو حق تعالیٰ کا محض حلم وعفو و کرم ہے کہ انسانوں کی ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کر دیتا جس خداوند قدوس کی توحید پر آسمان زمین۔ پہاڑ۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ اور ہر چیز شہادت دے رہی ہے انسان کی یہ جسارت کہ اس کے لئے اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے۔ العیاذ باللہ۔ انسانوں نے خدا کی ذات پر یہ تہمت باندھی ہے۔ نہ اس کی جنس کا کوئی۔ نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد۔ نہ اس کا کوئی شریک وساتھی۔ نہ اس جیسا کوئی۔ اس کی عظمت وشان۔ بڑائی اور پاکی کے منافی ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ سب خدا کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں اور بندے ہی بن کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ تو جس کے سب محکوم ومحتاج ہوں اسے بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے زمین وآسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور غلام ہیں۔ وہ سب کا آقا۔ سب کا پالنے والا اور سب کا خبر گیر ہے۔ ایک ایک انسان اور مخلوق کی گنتی اور شمار اس کے پاس لکھی ہوئی ہے اور سب کو اس پروردگار عالم کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ سب اس کی قدرت کے احاطہ میں ہیں لیکن فرد و بشر بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اور سب کو خدا کے سامنے ایک دن حاضر ہونا ہے۔ اس وقت تمام تعلقات۔ اور ساز وسامان علیحدہ کر لئے جائیں گے اور فرضی معبود اور بیٹے پوتے کچھ کام نہ دیں گے۔ انسان کے اپنے گھڑے ہوئے بے بنیاد عقیدوں اور غلط خیالات کا قلع قمع کرنے کے بعد آگے اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے صحیح عقیدہ رکھنے والوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جنہوں نے اللہ اور رسول اور قرآن کو مانا اور اس پر ایمان لائے اور ان کی باتوں پر یقین کیا اور اعمال صالحہ اختیار کرے تو اللہ عزوجل ان سے محبت کرے گا۔ فرشتوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا اور آپس میں ان کے درمیان شفقت ومحبت پیدا کر دے گا اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت ومحبت قائم کر دے گا۔ بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو۔ خدا کا یہ امین فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتے ہیں اے فرشتو تم بھی اس سے محبت رکھو چنانچہ کل آسمان کے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے یعنی بے تعلق

لوگ جن کا کوئی خاص نفع نقصان اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ آیات مکی ہیں اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا تھوڑے ہی عرصہ بعد اس طرح پورا ہوا کہ دنیا حیرت زدہ ہو گی۔ حق تعالیٰ نے ان کی وہ محبت والفت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ آج بھی تمام دنیا کے انسانوں میں اہل ایمان کو اہل عرب سے جو الفت ومحبت ہے وہ ہر مومن مسلم جانتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی اپنی زبان ہی میں اتار کر آسان کر دیا ہے جو کھول کھول کر صاف زبان میں متقی پرہیز گار جو اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہوں ان کو بشارت خوشخبری سناتا ہے اور منکرین۔ معاند اور جھگڑالو لوگوں کو بد عملیوں اور بدکرداریوں کے خراب نتائج سے خبردار کرتا ہے۔ آخری اور خاتمہ کی آیت میں ڈرایا جاتا ہے کہ کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جا چکی ہیں جن کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا آج ان کے پاؤں کی آہٹ یا ان کی لنترانیوں کی ذرا سی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی۔ اس طرح مخالفین ومنکرین کو یہ تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ جو لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برسر مقابلہ ہو کر آیات اللہ کا انکار واستہزا کر رہے ہیں وہ بے فکر نہ ہوں ممکن ہے ان کو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کن عذاب آگھیرے کہا جو ان کو تہس نہس کر ڈالے۔

اس سورۂ مریم میں مادہ رحمت کا ذکر متعدد بار لایا گیا ہے چنانچہ لفظ رحمٰن اس سورۃ میں سولہ جگہ آیا ہے۔ لفظ رحمت شروع سورۃ میں آیا ہے اور درمیان میں بھی اور چونکہ اس سورۃ میں کفار ومومنین کا حال زیادہ بیان کیا گیا ہے پس جہاں ذکر مومنین میں یہ لفظ آیا ہے تو اشارہ اس طرف ہے کہ ان پر بڑی رحمت ہو گی جیسا کہ لفظ رحمٰن کا مقتضا ہے اور جہاں ذکر کفار میں یہ لفظ آیا ہے وہاں اشارہ اس طرف ہے کہ کفار ایسے بڑے رحمت والے کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے احسانات وانعامات سے بھی نہیں شرماتے۔

الحمدللہ سورۂ مریم کا بیان ختم ہوا جس میں ۶ رکوع تھے اب اس کے بعد اگلی سورۃ طٰہٰ کا بیان انشاءاللہ شروع ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی دونوں جہاں میں نوازیں دنیا میں بھی اپنی رحمت فرمائیں اور آخرت میں بھی رحمت کا معاملہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم کو دنیا میں سچی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور قرآن کریم کی بشارات کا اپنی رحمت سے ہم کو بھی مصداق بنادیں۔ امت مسلمہ میں آپس میں ایک دوسرے کے لئے محبت پیدا فرمادیں۔ اور آپس میں شقاق ونفاق کی لعنتوں کو دور فرمادیں۔ یا اللہ ہم کو اپنے جملہ عقائد قرآن کریم کی تلاوت وہدایات کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہم بیشک قیامت میں سب آپ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ یا اللہ ہم کو ایمان اور اعمال صالح کے ساتھ حاضر ہونا نصیب فرمایئے تاکہ آپ کی خوشنودی اور رضا کے حاصل کرنے والے ہوں۔ یا اللہ ہم سے جو تقصیرات اور کوتاہیاں اب تک زندگی میں سرزد ہو چکی ہیں ان پر سچی توبہ ندامت کیساتھ نصیب فرمایئے تاکہ ہم کو قیامت میں شرمندگی سے واسطہ نہ پڑے۔
یا اللہ اپنے ان مقبول بندوں کی ہم کو بھی محبت عطا فرما جن سے آپ اور آپ کے فرشتے محبت فرماتے ہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

طٰهٰ ۝۱ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۳

طٰہٰ (کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اُتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں۔ بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے (اتارا ہے) جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| طٰہٰ طٰہٰ | مَآ اَنْزَلْنَا ہم نے نازل نہیں کیا | عَلَيْكَ تم پر | الْقُرْاٰنَ قرآن | لِتَشْقٰٓى تاکہ تم مشقت میں پڑ جاؤ | اِلَّا مگر | تَذْكِرَةً یاددہانی |
| | لِّمَنْ اس کیلئے جو | يَّخْشٰى ڈرتا ہے | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ کہ سولہویں پارہ کے نصف پر سورۂ مریم ختم ہوگئی تھی اوراب سورۂ طٰہٰ کا بیان شروع ہورہا ہے۔اس وقت صرف ابتدائی دو آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ طٰہٰ کا مقام و زمانہ نزول۔وجہ تسمیہ۔ موضوع ومباحث تعداد آیات رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔اس سورۃ کی ابتدا لفظ طٰہٰ سے ہوئی ہے اس کو بطور علامت کے سورۃ کا نام دے دیا گیا۔یہ سورۃ بھی مکی ہے اور ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی بیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۵ لکھا ہے یعنی مکہ معظمہ میں ۵۴ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۳۵ سورتیں اس کے بعد مکہ ہی میں نازل ہوئیں اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ۲۴ سورتیں نازل ہوئیں۔اس سورۂ طٰہٰ میں ۱۳۵ آیات ۸ رکوعات ۱۳۵۱ کلمات اور ۵۳۲۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔اس سورۃ کا زمانہ نزول بھی سورۂ مریم کے زمانہ سے قریب ہی کا ہے ممکن ہے کہ یہ ہجرت حبشہ کے زمانہ میں یا اس کے بعد نازل ہوئی ہو مگر یہ امر یقینی ہے کہ یہ سورۂ طٰہٰ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہوچکی تھی کیونکہ مکہ میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کا ذکر معتبر روایات میں موجود ہے یہاں موقع کی مناسبت سے مناسب معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کردیا جائے ۔حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی مشہور اور معتبر روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر گردن میں تلوار لٹکا کر گھر سے نکلے راستہ میں بنی زہرہ کے ایک آدمی نے پوچھا کہ عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردوں۔اس آدمی نے کہا کہ اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردیا تو بنی زہرہ اور بنی ہاشم سے کس طرح بچو گے؟ حضرت عمر نے اس پر اس شخص سے یہ کہا کہ میرا خیال ہے کہ تو بھی بے دین ہوچکا ہے اور جس دین پر تو تھا اسے چھوڑ چکا ہے۔اس آدمی نے کہا کہ میں تمہیں اس سے بھی عجیب بات بتاؤں۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کیا بات ہے۔اس آدمی نے کہا کہ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی بے دین ہوگئے اور جس دین پر تم ہو اسے چھوڑ بیٹھے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر غصہ سے بھڑک گئے اور اپنی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی حضرت سعید بن زید کے پاس پہنچے۔ان دونوں کے پاس مہاجرین میں سے حضرت خباب بیٹھے قرآن پڑھا رہے تھے اور اسی سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کررہے تھے۔ حضرت خباب نے حضرت عمر کے آنے کی آہٹ سنی تو گھر کے اندر ایک جگہ چھپ گئے۔حضرت عمر نے گھر میں داخل ہوتے ہی کچھ پڑھنے کی آواز سن لی تھی اس لئے پوچھا کہ ابھی جو آواز میں نے تم لوگوں کے پاس سنی کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ ہم بات کررہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا کہ شاید تم دونوں بے دین ہوچکے ہو۔ان کے بہنوئی نے کہا کہ اے عمر تم ہی بتاؤ کہ اگر حق تمہارے دین کے علاوہ میں ہو تو کیا کیا جائے۔ حضرت عمر جھپٹے اور بہنوئی پر پل پڑے اور مارنا پیٹنا شروع کردیا۔ بہن نے بچانا چاہا تو انہیں بھی مارا اور بہن کا

چہرہ بھی خون آلود ہو گیا۔ اللہ اللہ! یہ ان مبارک سابقین اولین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ہستیوں کا خون تھا جس سے اسلام کا پودا سینچا گیا اور ایک آج اسلام کے دعویدار ہیں کہ جو اس لگے لگائے باغ کو اجاڑنے پر کمربستہ ہیں اور اسلام کا لیبل لگا کر اس کی جڑیں کاٹنے کو تیار ہیں۔ اللہ اپنی قدرت سے ان بے دینوں۔ بدخواہوں کی جڑیں کاٹ دے جو دین اسلام میں طرح طرح کے نئے نئے فتنہ آئے دن کھڑے کرتے رہتے ہیں آخر کار بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا کہ ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں تم سے جو کچھ ہو سکے کر لو۔ یہ سن کر اور اپنی بہن کا خون بہتا دیکھ کر کچھ حضرت عمر پشیمان سے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی وہ چیز دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔ بہن نے پہلے قسم لی کہ اسے پھاڑ نہ دیں گے پھر کہا کہ جب تک تم غسل نہ کر لو اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ حضرت عمر نے غسل کیا اور پھر وہ صحیفہ لے کر پڑھنا شروع کیا۔ اس میں یہی سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ حضرت عمر لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ چنانچہ جب سورۃ طٰہٰ یہاں تک پڑھی انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني واقم الصلوٰة لذكري (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو) حضرت عمر نے کہا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ یہ سن کر حضرت خباب بھی کوٹھری سے باہر نکل آئے اور کہا کہ اے عمر! بشارت حاصل کرو۔ مجھے پوری امید ہے کہ جمعرات کی رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا مانگی تھی وہ تمہارے حق میں قبول ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا ابوالحکم بن ہشام یعنی (ابو جہل) ان دونوں میں سے کسی کو اسلام کا حامی بنا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکان میں تشریف فرما ہیں جو صفا پہاڑی کے دامن میں ہے۔ حضرت عمر وہاں سے چل کر دار ارقم میں پہنچے۔ دروازہ پر حضرت حمزہؓ اور حضرت طلحہؓ اور چند دیگر صحابہ حاضر تھے۔ حضرت عمر کی آمد سے لوگوں نے خطرہ محسوس کیا۔ حضرت حمزہؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا ہاں یہ عمر ہی آ رہے ہیں اگر اللہ پاک نے عمر کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اسلام لے آئیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر لیں گے اور اس کے علاوہ اگر ان کا کوئی اور ارادہ ہے تو ہمارے لئے ان کا قتل کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ آسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکان کے اندر تھے آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت عمر کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ اے عمر کیا تم باز آنے والے نہیں جب تک اللہ تمہارے اوپر ذلت وعذاب نہ نازل کر دے جیسا کہ ولید بن مغیرہ پر نازل کیا۔ اے میرے اللہ یہ عمر بن خطاب ہے۔ اے میرے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت دے یہ سنتے ہی حضرت عمر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام لے آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ کھلم کھلا تبلیغ کیجئے۔ خیر یہ تو اضطراراً درمیان میں حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ آ گیا تھا۔ الغرض یہ سورۃ طٰہٰ مکہ میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اس سورۃ کا آغاز قرآن پاک کے ذکر اور پھر توحید سے فرمایا جاتا ہے اور اس کے بعد یکایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیلاً بیان ہوتا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے (۱) کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب نبوت کے لئے منتخب فرماتے ہیں تو اس کے لئے کوئی عام اعلان نہیں کیا جاتا۔ نبوت اسی طرح اچانک خاموشی کے ساتھ عطا کر دی جاتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی تو اب اس پر اچنبھا کیوں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکایک نبی بن کر تمہارے سامنے آ گئے اور اس کا اعلان نہ آسمان سے ہوا نہ زمین پر فرشتوں نے اعلان کیا۔ تو ایسے اعلانات پہلے نبیوں کے تقرر پر کب ہوئے تھے کہ جو اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایسے اعلان کی ضرورت خیال میں لاتے ہیں۔ (۲) جو دین آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ ٹھیک وہی بات منصب نبوت پر مقرر کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سکھلائی تھی۔ (۳) آج جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی دنیوی ساز وسامان اور لاؤ لشکر کے تن تنہا قریش کے مقابلہ میں دعوت حق کا علم لے کر کھڑے ہوئے ہیں ٹھیک اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی فرعون جیسے جابر بادشاہ اور اس کی زبردست حکومت کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تھے۔ (۴) جو اعتراضات اور شبہات اور الزامات اور

مکروظلم کے جوطریقے کفار مکہ استعمال کررہے ہیں پہلے بھی سب کچھ فرعون اوراس کے ہمنواؤں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں استعمال کیا تھا۔(۵) فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں باوجوداپنے سازوسامان کے ساری تدبیروں میں ناکام رہا اسی طرح مسلمانوں کوتسلی دی جارہی ہے کہ اپنی بے سروسامانی اور کفار مکہ کے سازوسامان پرنہ جائیں آخرکارکامیاب اہل ایمان ہی ہوں گے اور کفار مکہ ناکام اورمغلوب ہوکررہیں گے۔

پھراس سورۃ میں حضرت آدم علیہ السلام اورابلیس کا قصہ بھی بیان ہوا ہے جس سے یہ بات سمجھانی مقصود ہے کہ جس روش پر منکرین قرآن جارہے ہیں یہ دراصل شیطان کی پیروی ہے۔ اتفاقاً شیطان کے بہکانے میں آجانا توخیر ایک وقتی کمزوری ہے جس کا علاج فوری توبہ اور رجوع الی اللہ ہے اور یہ روش انسانیت اور بشریت کی ہے۔ اور غلطی پر اصرار اور ہٹ دھرمی حق کے مقابلہ پر تکبروغرور شیطنت ہے اور خدائی لعنت کی مستوجب ہے۔ پھر اخیر سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوراہل ایمان کوتسلی دی گئی ہے کہ منکرین حق کے معاملہ میں جلدی اور بےصبری نہ کریں۔ سنت اللہ یہی ہے کہ کفروانکار پرفوراً گرفت نہیں ہوتی۔ مہلت دی جاتی ہے۔ مہلت سے منکرین فائدہ نہ اٹھائیں گے توان کا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلے منکرین حق کا ہوا ہے۔ اہل ایمان کو صبرواستقلال کے سبق کے سلسلہ میں نماز کی تاکید کی گئی ہے تاکہ ان میں صبروتحمل۔ قناعت اور رضائے الٰہی کی خاطر جدوجہد میں ثبات کی صفات پیدا اور پختہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ بیان کرکے رسالت کوثابت کیا ہے اور پھر انسانوں کو رسولوں کی مخالفت کاانجام دکھایا اوردنیا میں آخرت کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کی ترغیب دی ہے جس کا تفصیلی بیان آئندہ درسوں میں ان شاءاللہ تعالیٰ ہوگا۔ اب آیات زیرتفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔

یہ سورۃ بھی بعض گذشتہ سورتوں کی طرح حروف مقطعات سے شروع ہوئی ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق گذشتہ سورتوں میں بتایا جاچکا ہے کہ ان کا حقیقی اور صحیح مطلب حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا پھر حق تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوعلم ہوگا حروف مقطعات اسرارالٰہیہ میں سے ہیں اوران پر اسی طرح ایمان لانا چاہئے۔ چنانچہ ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔

"طٰہٰ۔ ہم نے آپ پرقرآن مجید اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے اتارا ہے جواللہ سے ڈرتا ہو۔"

یعنی قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور خدا سے ڈرتے ہوں وہ اس کے بیانات سے نصیحت حاصل کریں اور روحانی فیوض وبرکات سے محروم نہ رہیں۔ یہ غرض نہیں کہ قرآن نازل کرکے خواہ مخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی محنت شاقہ اور تکلیف شدیدہ میں مبتلا کیا جائے۔ روایت میں ہے کہ ابتداء مکہ میں نزول قرآن کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں بہت زیادہ قرآن تلاوت فرماتے تھے۔ اور کبھی اس پاؤں اور کبھی اس پاؤں پر کھڑے ہوکر اس قدر طویل قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر آتے تھے جس کو دیکھ کر کفار قریش کہتے تھے کہ ان پر قرآن کیا نازل ہوا زحمت میں پڑ گئے۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا کہ فی الحقیقت قرآن محنت وشقاوت نہیں بلکہ رحمت ونور ہے۔ جس کو جتنا آسان ہو اسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ اس سے یہ غرض نہیں کہ قرآن نازل کرکے آپ کو کسی محنت شاقہ میں مبتلا کیا جائے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعب ومشقت اٹھانے کی دوصورتیں تھیں۔ ایک یہ کہ آپ کافروں کے ردوانکار پرغم وحزن بہت زیادہ کرتے تھے دوسرے یہ کہ شب میں آپ قرأت قرآن کے وقت بہت زائد طویل قیام فرماتے تھے تو آپ کو یہ تعلیم ہورہی ہے کہ آپ کا کام توتبلیغ وتذکیر ہے جسے ماننا ہوگا مانے گا۔ نہ ماننا ہوگا نہ مانے گا آپ اتنے فکر مند نہ رہیں علی ہذا رات کی نماز میں بھی اس درجہ مشقت نہ اٹھائیں۔ جس قدر بآسانی تحمل ہوسکے بس اسی قدر پڑھیں۔ اب اس کے بعد مضمون توحید بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿۴﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا

یہ اُس (ذات) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ (اور) وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے۔ اُسی کی مِلک ہیں

فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں۔ اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی

يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾

بات کو اور اس سے بھی زیادہ مخفی بات کو جانتا ہے۔ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| تَنْزِيْلًا نازل کیا ہوا | مِمَّنْ سے۔ جس | خَلَقَ بنایا | الْاَرْضَ زمین | وَالسَّمٰوٰتِ اور آسمان | الْعُلٰى اونچے | اَلرَّحْمٰنُ رحمٰن | عَلَى الْعَرْشِ عرش پر | | |
| اسْتَوٰى قائم | لَهٗ مَا اس کیلئے | فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | وَمَا اور جو | فِى الْاَرْضِ زمین میں | وَمَا اور جو | بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان | | | |
| وَمَا اور جو | تَحْتَ نیچے | الثَّرٰى گیلی | وَاِنْ اور اگر | تَجْهَرْ تو پکار کر کہے | بِالْقَوْلِ بات | فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ | يَعْلَمُ جانتا ہے | السِّرَّ بھید | |
| وَاَخْفٰى اور نہایت پوشیدہ | اَللّٰهُ اللہ | لَاۤ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود | اِلَّا هُوَ اسکے سوا | لَهُ اسی کیلئے | الْاَسْمَآءُ سب نام | الْحُسْنٰى اچھے | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور خدا سے ڈرتے ہوں وہ اس کے بیانات سے نصیحت حاصل کریں اور روحانی فیوض و برکات سے اپنے قلوب منور کریں۔ آگے اب ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ قرآن پاک اس ذات عالی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس کی ایک صفت یہ ہے کہ جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ قرآن پاک میں کئی جگہ تصریح فرمائی گئی ہے کہ سات آسمان اوپر تلے پیدا فرمائے گئے ہیں۔ ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ ہے۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے تو جو آسمانوں جیسی بلند اور زبردست مخلوق کا خالق ہے اسی کی طرف سے یہ کلام نازل کیا گیا ہے۔ یہ پہلی صفت حق تعالیٰ نے اپنی بیان فرمائی۔

دوسری صفت آگے بیان فرمائی الرحمٰن علی العرش استوٰی۔ یعنی وہ بڑی رحمت والا عرش پر جلوہ فرما ہے۔ تو چونکہ وہ رحمٰن ہے اس کی رحمت کا مقتضی یہ بھی ہوا کہ اس نے اپنے بندوں کی اصلاح آخرت اور تزکیہ نفس کے لئے قرآن نازل کیا۔ عرش پر جلوہ فرما ہونا یا قائم ہونا حق تعالیٰ نے اپنی یہ صفت قرآن پاک میں حسب موقع ۷ جگہ ذکر فرمائی ہے۔

(۱) سورۂ اعراف میں۔ (۲) سورۂ یونس میں (۳) سورۂ رعد میں (۴) یہاں آیت یعنی سورہ طٰہٰ میں۔ (۵) سورۂ فرقان میں۔ (۶) سورۂ سجدہ میں (۷) سورۂ حدید میں۔ عرش جس کے معنی تخت شاہی کے ہیں اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم مخلوق ہے۔ عرش کے متعلق نصوص سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اس کے پائے ہیں اور خاص فرشتے اٹھانے والے ہیں اور آسمانوں کے اوپر قبہ کی طرح ہے۔ مفسرین کے ایک گروہ نے لکھا ہے کہ عرش فلک اعلیٰ ہے اور کرسی فلک ثوابت یعنی ساتویں آسمان کے اوپر کرسی (یعنی آسمان ہشتم) اور کرسی کے اوپر عرش (یعنی آسمان نہم) اور یہ استدلال اس روایت سے کیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے جنگل بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو اور یہی حال کرسی کا عرش کے مقابلہ میں ہے۔ الغرض عرش کی حقیقت بجز نام انسانوں کو کچھ نہیں معلوم۔ مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسم مجسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اسے اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعہ عبادت کو بجالائیں جس طرح سے کہ زمین میں اس نے ایک گھر بیت اللہ پیدا فرمایا اور بنی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن مجید میں عرش کو عظیم۔ کریم اور مجید تین ناموں سے موسوم کرنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ الفاظ مترادف ہیں یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ مترادف نہیں ہیں بلکہ عرش کو اگر اس کے احاطہ کی حیثیت سے دیکھو تو وہ ''عظیم'' ہے کیونکہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے وہ ''کریم'' ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی اور جسم اس کا احاطہ کر سکے اس سے وہ بالا ہے اس بنا پر وہ ''مجید'' ہے اور کبھی عرش عزت غلبہ اور سلطنت سے بھی کنایہ ہوتا ہے۔ عربی زبان میں ایک محاورہ ہے ثل عرشہ جس کا اردو میں مفہوم ہے کہ عزت خاک میں مل گئی۔ لکھا ہے کہ کسی نے حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھا تو آپ سے پوچھا کہ خدا کا آپ سے کیا معاملہ رہا۔ تو آپ نے جواب دیا لولا ان تدارکنی اللہ برحمتہ لثل عرشی یعنی اگر خدا اپنی رحمت سے میری دستگیری نہ فرماتا تو بس میری عزت ختم تھی۔ تو یہاں لفظ عرش بمعنے عزت استعمال ہوا ہے۔ الغرض الرحمٰن علی العرش استوٰی کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ عرش حق تعالیٰ کی ایک مخلوق عظیم کریم اور مجید ہے جس پر حق تعالیٰ جلوہ فرما ہے۔ استوٰی علی العرش کی تحقیق اور اس کا قدرے تفصیلی بیان سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں ہو چکا ہے۔ جس کا خلاصہ مفسر قرآن شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے الفاظ میں یہی ہے کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا مکان اور بلا جہت کے اور بلا حد اور بلا کیفیت کے عرش پر جلوہ فرما ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ عرش عظیم باری تعالیٰ کا جلوہ گاہ ہے عرش اس کا مستقر اور جائے قرار نہیں اس لئے کہ وہ نہ مکان کا محتاج ہے اور نہ کسی تخت و جہت کا محتاج ہے اور نہ عرش اس کو اٹھائے ہوئے ہے اور تھامے ہوئے ہے بلکہ اللہ کی قدرت عرش عظیم کو تھامے اور اٹھائے ہوئے ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کا مخلوق اور پیدا کردہ ایک جسم ہے جو محدود اور متناہی ہے اور یہ ناممکن اور محال ہے کہ کوئی شے خالق کو اٹھا سکے اور تھام سکے عرش اور مکان کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ جس شان سے تھا۔ عرش و مکان کے پیدا کرنے کے بعد بھی اسی شان سے ہے معاذ اللہ خدا تعالیٰ کوئی جسم نہیں جو کسی دوسرے جسم پر مستقر اور متمکن ہو سکے۔ (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

الغرض حق تعالیٰ جو اس قرآن مجید کو نازل فرمانے والے ہیں یہاں اپنی ذات پاک کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ بڑی رحمت والا عرش جیسی عظیم مخلوق پر جلوہ فرما ہے۔ آگے تیسری صفت بیان فرمائی کہ وہی ایک خدا بلا شرکت غیرے آسمانوں سے زمین تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک تمام کائنات کا مالک و خالق ہے۔ اسی کی تدبیر و انتظام سے کل سلسلے قائم ہیں۔ یہ صفات تو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت و سلطنت کی بیان فرمائیں۔ آگے چوتھی صفت میں علم الٰہی کی وسعت کا ذکر

ہے کہ جو بات زور سے پکار کر کہی جائے وہ اس ذات عالی سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے جس کو ہر کھلی چھپی بلکہ چھپی سے زیادہ چھپی ہوئی باتوں کی بھی خبر ہے۔ جو بات تنہائی میں آہستہ کہی جائے اور جو دل میں گزرے ابھی زبان تک نہ آئی ہو اور جو ابھی دل میں بھی نہیں گزری آئندہ گزرنے والی ہو حق تعالیٰ کا علم ان سب کو محیط ہے۔ تو جو صفات حق تعالیٰ کی یہاں بیان ہوئی ہیں یعنی اس کا خالق اور مالک الکل ہونا۔ رحمٰن قادر مطلق اور صاحب علم محیط ہونا۔ ان کا اقتضا یہ ہے کہ الوہیت بھی تنہا اسی کا خاصہ ہو۔ بجز اس کے کسی دوسرے کے آگے سر عبودیت نہ جھکایا جائے کیونکہ نہ صرف صفات مذکورۂ بالا بلکہ کل عمدہ صفات اور اچھے نام اسی کی ذات کے لئے مخصوص ہیں۔ کوئی دوسری ہستی اس شان و صفت کی موجود نہیں جو معبود بن سکے۔ تو مقصود یہ نکلا کہ جس قدرت اور کمال والے کی طرف سے یہ کلام نازل ہوا ہے مخلوق کو نہایت خوشی کے ساتھ اس کو اپنے سر آنکھوں پر رکھنا چاہئے۔ اور شہنشاہانہ احکام کی خلاف ورزی نہ کرنی چاہئے۔

خلاصہ ان ابتدائی آیات کا یہ ہوا کہ یہ قرآن پاک اللہ عزوجل نے نازل کیا کیونکہ آسمانوں و زمین کا وہی خالق ہے۔ اور فقط خالق ہی نہیں بلکہ سب کا مالک اور مربی بھی ہے اور فقط مربی ہی نہیں۔ بلکہ صاحب رحمت اور فیاض بھی ہے کل عالم کا مدبر بھی ہے اور اسی کو قانون بھیجنے کا حق ہے پس اس نے قرآن نازل کیا اور اس لئے نازل ہوا کہ اہل بصیرت اس سے فائدہ اندوز ہوں اور جن کے دلوں میں خدا ترسی ہے ان کو ہدایت ہو جائے۔ اب اگلی آیات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ اے آسمانوں اور زمینوں کے خالق۔ اے عرش کریم کے مالک یہ آپ کا نازل کیا ہوا کلام جو ہم تک پہنچا ہے اور جس کو آپ نے اپنی رحمت سے ہماری ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔

اے خداوند قدوس تو اپنے اس کلام پاک سے ہمارے قلوب بھی منور فرمادے۔ اس کے فیوض و برکات سے تو ہم کو بھی مالا مال فرمادے۔

اے اللہ آپ اپنے کرم وعنایت سے ہم کو توفیق نصیب فرمادیں کہ دنیا میں آپ کے اس کلام پاک سے ہم کو سچی محبت اور تعلق اور اس کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اور آخرت میں آپ کے دربار میں جب پیشی ہو تو یہ کلام پاک ہمارا سفارشی ہو۔

اے اللہ تو اپنی رحمت سے ہمارے ملک میں قرآنی حکومت قائم فرمادے۔ اور جو اس کے لئے کوشاں ہیں ان کی کوششوں کو اپنی رحمت سے بارآور فرمادے اور ان کو کامیابی نصیب فرمادے اور مخالفین کو ناکام و خاسر فرما کر ان کے عزائم کو ملیامیٹ فرمادے۔

یا اللہ اپنی رحمت سے جیسے آپ نے یہ پاکستان بنادیا ایسے ہی اپنی قدرت سے یہاں قرآنی اور اسلامی حکومت وقوانین کا نفاذ فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ

اور کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام کے قصہ) کی خبر بھی پہنچی ہے۔ جبکہ انہوں نے ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھیرے رہو میں نے آگ دیکھی ہے

اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝

شاید اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس راستہ کا پتہ مجھ کو مل جاوے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَهَلْ اور کیا | اَتٰىكَ تمہارے پاس | حَدِيْثُ بات۔خبر | مُوْسٰى موسیٰ | اِذْ رَاٰ جب اس نے دیکھی | نَارًا آگ | فَقَالَ تو کہا |
| لِاَهْلِهِ اپنے گھر والوں کو | امْكُثُوْٓا تم ٹھیرو | اِنِّيْٓ بیشک میں نے | اٰنَسْتُ دیکھی ہے | نَارًا آگ | لَعَلِّيْٓ شاید میں | اٰتِيْكُمْ تمہارے پاس لاؤں |
| مِنْهَا اس سے | بِقَبَسٍ چنگاری | اَوْ یا | اَجِدُ میں پاؤں | عَلَى النَّارِ آگ پر۔کے | هُدًى راستہ | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں قرآن پاک کے نازل کرنے کی غرض و غایت بیان کر کے ساتھ ہی قرآن نازل کرنے والی ذات عالی یعنی اللہ عزوجل کی چند صفات بیان فرمائی گئی تھیں۔ جن سے مقصود یہ بتلانا تھا کہ جب یہ کلام ایسے قادر مطلق۔ اور ایسی صفات اعلیٰ رکھنے والی ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تو مخلوق کو نہایت خوشی کے ساتھ اس کو سر آنکھوں پر رکھنا چاہئے اور اس کے انکار یا خلاف ورزی سے بچنا چاہئے۔ اس کے بعد ان آیات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا جا رہا ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو ایک قصہ کی شکل میں بیان فرمایا ہے جس میں بظاہر اس وقت کے حالات کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں۔ مگر جس وقت اور جس ماحول میں یہ قصہ سنایا گیا ہے اس سے اہل مکہ کو کئی باتیں جتلانی مقصود ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اللہ تعالیٰ کا قرآن کی وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ جس طرح پیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملی۔

(۲) دوسرے یہ کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی تو حید و آخرت کی تعلیم پر مشتمل تھی آپ کی وحی میں بھی انہیں اصول پر زور دیا گیا ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اتنے بڑے کام پر مامور کر دیئے گئے تھے کہ جا کر فرعون جیسے جبار بادشاہ کو سرکشی سے باز آنے کی تلقین کریں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی ساز و سامان اور لاؤ لشکر کے تن تنہا قریش کے مقابلہ میں دعوت حق کا علمبردار بنا کر کھڑا کر دیا۔

(۴) چوتھے جو اعتراضات۔ الزامات اور شبہات اور مکر و ظلم کے ہتھکنڈے کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں استعمال کر رہے ہیں۔ ان سے بڑھ چڑھ کر وہی سب ہتھیار فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں استعمال کئے تھے پھر دیکھو کہ کس طرح وہ اپنی ساری تدبیروں میں ناکام رہا اور اللہ کا بے سر و سامان اور بے لاؤ لشکر والا نبی کس طرح غالب ہو کر رہا۔

موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ میں نہ صرف کفار مکہ کو اوپر کی باتیں جتلانا مقصود ہیں بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو بھی یہ تسلی اور تعلیم دینی مقصود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ حق میں جو صعوبت اور شدائد برداشت کیں آپ کو بھی برداشت کرنی پڑیں گی اور جس طرح آخر کار ان کو کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مغلوب اور ذلیل و خوار ہوا اسی طرح آپ بھی یقیناً غالب و

منصور ہوں گے اور آپ کے دشمن تباہ و ذلیل کئے جائیں گے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور آپ کے قصہ کے مختلف اجزا مختلف سورتوں میں حسب موقع بیان فرمائے گئے ہیں یہاں اس سورۃ میں مدین سے مصر کی طرف واپسی کا قصہ مذکور ہے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوگیا تھا حسب وعدہ دس سال وہاں مقیم رہنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر جانے کا ارادہ کیا۔ سفر بہت لمبا۔ حاملہ بیوی ہمراہ تھیں۔ رات اندھیری تھی سردی کا موسم تھا بکریوں کا گلہ بھی ساتھ لے کر چلے تھے۔ اس حالت میں راستہ بھول گئے۔ اور لکھا ہے کہ بیوی صاحبہ کو دردزہ شروع ہوگیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے۔ سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ ان مصائب کی تاریکیوں میں دفعتہً دور سے ایک آگ نظر آئی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو دور سے ایک آگ سی نظر تھی وہ کوئی دنیوی آگ نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کا نور جلال تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں شاید اس آگ کا ایک شعلہ لاسکوں یا وہاں پہنچ کر کوئی راستہ کا پتہ بتلانے والا مل جائے بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جگہ آگ لینے کے لئے گئے اور وہاں عجیب نظارہ دیکھا۔
یہاں آیت میں فقال لاہلہ کے الفاظ آئے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس وقت آپ کی بیوی تھیں اور چونکہ اہل کا اطلاق ایک پر نہیں ہوتا اس لئے اہل تحقیق نے جواب دیا کہ صرف بی بی کو اہل کہنا بطور تہذیب ہے۔ جمع کا صیغہ واحد کے لئے بطور تہذیب و تکریم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ کا قول ہے کہ بی بی خادمہ اور ایک بچہ موجود تھے اس لئے سب کو اہل کہا گیا ہے واللہ اعلم۔
بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جگہ پہنچے پھر وہاں کیا دیکھا اور کیا واقعات پیش آئے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حضرت موسیٰ کا یہ قصہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی باعث تسکین و تعلیم بنادیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ظاہری پریشان کن حالات میں جو نعم البدل یعنی منصب نبوت عطا ہوا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسی طرح ہمارے ہر ظاہری و باطنی تکلیف و پریشانی کا نعم البدل ہم کو عطا فرماویں۔
اللہ جل شانہٗ دین حق کی نصرت فرماویں اور دنیا میں دشمنان دین کو مقہور و مغلوب و ذلیل و خوار فرماویں۔ امت مسلمہ کو قرآن تھامنے اور اس کی برکت سے دین و دنیا کی صلاح و فلاح پانے والا بنادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾

سو وہ جب اُس (آگ) کے پاس پہنچے تو (اُن کو منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰ۔ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اُتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طوٰی میں ہو

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ

اور میں نے تم کو منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے اُس کو سُن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی

لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ

نماز پڑھا کرو۔ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اُس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اُس کے کئے کا بدلہ مل جاوے۔ سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پاوے

عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم تباہ نہ ہو جاؤ۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فَلَمَّا پس جب | اَتٰىهَا وہ وہاں آئے | نُوْدِيَ آواز آئی | يٰمُوْسٰى اے موسیٰ | اِنِّيْٓ بیشک میں | اَنَا میں | رَبُّكَ تمہارا رب |
| فَاخْلَعْ سو اُتار لو | نَعْلَيْكَ اپنی جوتیاں | اِنَّكَ بیشک تم | بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ میدان پاک | طُوًى طوٰی | وَاَنَا اور میں | اخْتَرْتُكَ تمہیں پسند کیا |
| فَاسْتَمِعْ پس کان لگا کر سنو | لِمَا يُوْحٰى اس کی طرف جو وحی کی جائے | اِنَّنِيْٓ بیشک میں | اَنَا میں | اللّٰهُ اللہ | لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود | اِلَّآ اَنَا میرے سوا |
| فَاعْبُدْنِيْ پس میری عبادت کرو | وَاَقِمِ اور قائم کرو | الصَّلٰوةَ نماز | لِذِكْرِيْ میری یاد کے لئے | اِنَّ بیشک | السَّاعَةَ قیامت | اٰتِيَةٌ آنے والی |
| اَكَادُ میں چاہتا ہوں | اُخْفِيْهَا میں اسے پوشیدہ رکھوں گا | لِتُجْزٰى تاکہ بدلہ دیا جائے | كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص | بِمَا تَسْعٰى اس کا جو وہ کوشش کرے | | |
| فَلَا يَصُدَّنَّكَ پس تجھے روک نہ دے | عَنْهَا اس سے | مَنْ جو | لَا يُؤْمِنُ ایمان نہیں رکھتا | بِهَا اس پر | وَاتَّبَعَ اور وہ پیچھے پڑا | |
| هَوٰىهُ اپنی خواہش | فَتَرْدٰى پھر تو ہلاک ہو جائے | | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین سے مصر کی طرف واپسی کے سفر کا حال شروع ہوا تھا جس میں بتلایا گیا تھا کہ آپ کی بیوی صاحبہ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی آپ کے ہمراہ تھیں۔ سفر میں ایک جگہ راستہ بھول گئے۔ سردی کا زمانہ تھا۔ رات اندھیری تھی۔ اور اہلیہ محترمہ کو دردِ زہ بھی شروع ہو گیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے۔ سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ اس حال میں دفعتہً تاریکی میں دور سے ایک آگ کی چمک نظر آئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ظاہری دنیوی آگ سمجھ کر اہلیہ سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو میں آگ لے آؤں۔ تاپنے کا بھی انتظام ہو جائے گا اور اگر وہاں کوئی رہبر مل گیا تو بھٹکی ہوئی راہ کا بھی پتہ مل جائے گا۔ یہاں تک کا گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب آگ کے لئے اس پاک میدان میں پہنچے تو عجیب نظارہ دیکھا۔ دیکھتے ہیں کہ ایک درخت ہے جس میں زور شور سے آگ لگ رہی ہے اور آگ جس قدر زور سے بھڑکتی ہے درخت اسی قدر زیادہ سرسبز ہو کر لہلہاتا ہے اور جوں جوں درخت کی سرسبزی و شادابی بڑھتی ہے آگ کا اشتعال تیز تر ہوتا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آگ سے قریب جانے کا قصد کیا کہ درخت کی کوئی

شاخ جل کر گرے تو اٹھالائیں لیکن جتنا وہ آگ سے نزدیک ہونا چاہتے آگ دور ہٹتی جاتی یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو کچھ خوف سا پیدا ہوا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ واپس ہو جائیں جوں ہی وہ پلٹنے لگے آگ قریب آ گئی اور قریب ہوئے تو سنا کہ یہ آواز آ رہی ہے یٰموسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک..... گویا وہ درخت بلاتشبیہ اس وقت غیبی ٹیلی فون کا کام دے رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب یا موسیٰ سنا تو کئی بار لبیک کہا اور تفسیر روح المعانی میں بحوالہ مسند احمد یہ روایت لکھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جب ندا یا موسیٰ کے لفظ سے دی گئی تو انہوں نے لبیک کہہ کر جواب دیا اور عرض کیا کہ میں آواز سن رہا ہوں مگر آواز دینے والے کی جگہ معلوم نہیں آپ کہاں ہیں تو جواب آیا کہ میں تمہارے اوپر۔ سامنے پیچھے اور تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر عرض کیا کہ میں یہ کلام خود آپ کا سن رہا ہوں۔ یا آپ کے بھیجے ہوئے کسی فرشتہ کا تو جواب آیا کہ میں خود ہی تم سے کلام کر رہا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ سنا تو جان لیا اور یقین کر لیا کہ پکارنے والے اللہ عزوجل سبحانہ تعالیٰ ہیں کیونکہ یہ صفات مذکورہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور میں نہیں۔ نیز روایت کیا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام جمیع جہات سے اور تمام اجزائے بدن سے سنا گویا کہ تمام اعضائے بدن کان ہی کان تھے اس لئے بدیہی طور پر جان لیا کہ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کے کلام کی ہو سکتی ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لکھا ہے کہ اس نداء کی کیفیت وصفت نہ کہیں منصوص ہے نہ قیاس سے ادراک کی جا سکتی ہے البتہ یہ امر یقینی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین کے ساتھ یہ امر معلوم ہو گیا کہ یہ نداء من جانب اللہ ہے۔

ندا یہ آئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو۔ تم اس وقت ایک پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے کھڑے ہو۔ یہاں جو جوتے اتار دینے کی ہدایت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اس سے مقامات مقدسہ کا ادب ثابت ہوتا ہے۔ اور یا یہ جوتے اتار دینے کی ہدایت اس لئے ہو کہ مقام متبرک سے قدم بھی مس کرے کہ اس کی برکت زائد پہنچے حق تعالیٰ نے زمین کے خاص خاص حصوں کو اپنی حکمت سے خاص امتیاز اور شرف بخشا ہے جیسے بیت اللہ۔ مسجد نبوی۔ مسجد اقصیٰ۔ حرم محترم۔ اسی طرح وادیٔ طویٰ بھی جو کوہ طور کے دامن میں ہے انہی مقامات مقدسہ میں ہے۔ تو جوتا اتارنے کی مصلحت یہ بتائی گئی تا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قدم اس مبارک وادی کی زمین سے لگ کر اُس کی برکت حاصل کریں اور بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ حکم خشوع اور تواضع کی صورت بنانے کے لئے ہوا۔ الغرض ندا کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے تمہیں اپنا رسول بنانے کے لئے چن لیا ہے اس لئے جو کچھ تم سے کہا جائے اسے غور و توجہ سے سن لو۔ اسی واقعہ کے حسب حال کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا کے فضل کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

یہاں سب سے پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور جب میں ہی معبود ہوں تو تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔ گویا خالص توحید اور ہر قسم کی عبادت کا حکم دیا گیا پھر یہ فرمایا گیا کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے اور میں اس کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں اور قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو اس کے نیک و بد کا بدلہ ملے۔ پھر فرمایا گیا کہ جب قیامت کا آنا ضروری ہے تو اس کی تیاری سے بے فکر نہ ہونا چاہئے کچھ لوگ قیامت کا یقین نہیں کرتے خبردار ان کی باتوں اور بہکاوے میں نہ آنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قیامت کی طرف سے غافل کر دیں۔ اور قیامت سے غافل ہونا

بربادی کا باعث ہے۔ اگر ان لوگوں کا کہنا سنا جو قیامت کو نہیں مانتے تو تباہی و بربادی کا خوف ہے۔

یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو توحید کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندوں پر سب سے اول واجب اور فرض اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید ہے جس حقیقت کی ہر زمانے میں تمام انبیاء علیہم السلام تعلیم دینے پر مامور کئے گئے۔ اس کے بعد فاعبدنی میں عبادت کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ توحید کے بعد اللہ کی عبادت فرض ہے پھر تمام عبادتوں میں سب سے افضل عبادت نماز ہے جس کا واقم الصلوٰۃ لذکری میں حکم دیا تو اگرچہ فاعبدنی میں نماز کا حکم بھی داخل ہے لیکن اس کو جداگانہ اس لئے بیان فرمایا کہ نماز تمام عبادات میں افضل اور اعلیٰ بھی ہے اور حدیث شریف کی تصریح کے مطابق دین کا عمود۔ ایمان کا نور ہے اور ترک نماز کافروں کی علامت ہے۔ اس کے بعد قیامت اور ایمان بالآخرۃ کا ذکر فرمایا اور سب سے آخر میں آخرت کی تیاری کا حکم دیا اور آخرت سے غفلت اور بے فکری کی ممانعت فرمائی اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتلا دیا گیا کہ آخرت سے غفلت اور ہوائے نفسانی اور لذات دنیاوی کا اتباع موجب ہلاکت ہے اور تمام اخلاق رذیلہ کی جڑ ہے۔

اب یہاں اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ آپ بے دینوں اور بے ایمانوں کے کہنے سننے سے قیامت و آخرت کے معاملہ میں غفلت برتنے لگیں اور وہ آپ کی ہلاکت کا سبب بن جائے تو ظاہر ہے کہ کسی نبی اور رسول سے جو معصوم ہوتے ہیں یہ غفلت نہیں ہوسکتی اس کے باوجود ایسا خطاب کرنا دراصل نبی کی امت اور عام مخلوق کو سنانا ہے کہ جب اللہ کے پیغمبروں کو بھی ایسی تاکید کی جاتی ہے تو اور تو کس شمار میں ہیں اور دوسروں کو آخرت کے لئے کتنا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور کتنا اس کے لئے مستعد ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی قیامت و آخرت کا صحیح فکر نصیب فرمائیں اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے حق تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو مزید کلام ہوا اس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی توحید کامل اور اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت نصیب فرمائیں۔ اور شب و روز آخرت کے سنوارنے کی فکر عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں اپنے ذکر و فکر کے لئے نماز قائم کرنے اور اس عبادت اعلیٰ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ آخرت کی طرف سے غفلت سے ہمیں بچایئے اور اپنے مخلصین عابدین و ذاکرین بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمایئے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي

اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے

وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوسٰى ﴿١٩﴾ فَأَلْقٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ

اور بھی کام (نکلتے) ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰ۔ سو انہوں نے اس کو ڈال دیا یکایک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ ارشاد ہوا

خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولٰى ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ

کہ اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کر دیں گے۔ اور تم اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دے لو وہ بلا کسی عیب کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا

غَيْرِ سُوْٓءٍ آيَةً أُخْرٰى ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾ اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى ﴿٢٤﴾

یہ دوسری نشانی ہوگی۔ تا کہ ہم تم کو اپنی (قدرت کی) بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں۔ تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا اور کیا | تِلْكَ یہ | بِيَمِينِكَ تیرے داہنے ہاتھ میں | يٰمُوسٰى اے موسیٰ | قَالَ اس نے کہا | هِيَ یہ | عَصَايَ میرا عصا | |
| أَتَوَكَّؤُا میں ٹیک لگاتا ہوں | عَلَيْهَا اس پر | وَأَهُشُّ اور میں پتے جھاڑتا ہوں | بِهَا اس سے | عَلٰى پر | غَنَمِي اپنی بکریاں | وَلِيَ اور میرے لئے | |
| فِيهَا اس میں | مَآرِبُ ضرورتیں | أُخْرٰى اور بھی | قَالَ اس نے کہا | أَلْقِهَا اسے ڈال دے | يٰمُوسٰى اے موسیٰ | فَأَلْقٰهَا پس اس نے اسے ڈال دیا | |
| فَإِذَا هِيَ تو ناگاہ وہ | حَيَّةٌ سانپ | تَسْعٰى دوڑتا ہوا | قَالَ فرمایا | خُذْهَا اسے پکڑ لے | وَ اور | لَا تَخَفْ نہ ڈر | |
| سَنُعِيدُهَا ہم جلد اسے لوٹا دیں گے | سِيرَتَهَا اس کی حالت | الْأُولٰى پہلی | وَ اور | اضْمُمْ ملا | يَدَكَ اپنا ہاتھ | إِلٰى تک | جَنَاحِكَ اپنی بغل |
| تَخْرُجْ وہ نکلے گا | بَيْضَآءَ سفید | مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی عیب | آيَةً نشانی | أُخْرٰى دوسری | لِنُرِيَكَ تا کہ ہم تجھے دکھائیں | مِنْ سے | |
| آيَاتِنَا اپنی نشانیاں | الْكُبْرٰى بڑی | اِذْهَبْ تو جا | إِلٰى طرف | فِرْعَوْنَ فرعون | إِنَّهُ بیشک وہ | طَغٰى سرکش ہو گیا | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت کے لئے منتخب کرنا اور آپ کو توحید و آخرت کی تعلیم دینا مذکور ہوا تھا۔ اب یہاں سے منصب رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزات دیکر فرعون کی طرف بھیجے جانے والے تھے اس لئے اولاً معجزۂ عصا کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور حق تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ اب یہ تو حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ سوال سے مقصود یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی لاٹھی کا لاٹھی ہونا اچھی طرح مستحضر ہو جائے اور پھر وہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور کبھی اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں اور بھی میرے کام نکلتے ہیں مثلاً کندھے پر رکھ کر اسباب وغیرہ لٹکا لینا اور موذی جانوروں کو دفع کرنا وغیرہ وغیرہ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ جواب میں صرف اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ حضور یہ لاٹھی ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال کا جو لمبا جواب دیا وہ آپ کی اس وقت کی قلبی کیفیت کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ محبوب حقیقی کے ساتھ ہم کلامی کے شرف کو طول دے کر جذبہ شوق پورا کرنا تھا۔ قاعدے کی بات ہے کہ جب آدمی کو کسی بہت بڑی شخصیت سے بات کرنے کا موقع مل جاتا ہے تو وہ اپنی بات کو

طول دینے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ دیر تک ہمکلامی کا شرف حاصل رہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب پر حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس ارشاد عالی کی تعمیل کی اور لاٹھی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ لاٹھی کی جگہ ایک اژدھا نظر آیا جو تیزی سے ادھر ادھر دوڑتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام ناگہاں یہ انقلاب دیکھ کر بمقتضائے بشریت خوف زدہ ہوگئے۔ لکھا ہے کہ وہ اتنا خوفناک اژدھا بن گیا تھا کہ اس سے پہلے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو اسے ہضم کر گیا۔ ایک چٹان پتھر کی سامنے آ گئی تو اسے لقمہ بنا گیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام الٹے پاؤں بھاگنے لگے کہ فوراً حق تعالیٰ کی ندا آئی کہ موسیٰ اس کو پکڑ لو اور خوف نہ کھاؤ۔ ہم اس کو اس کی اصل حالت پر لوٹا دیں گے۔ لکھا ہے کہ ابتدا میں موسیٰ علیہ السلام کو اس کے پکڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی آخر کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر پکڑنے لگے تو فرشتہ نے کہا کہ موسیٰ کیا خدا اگر بچانا نہ چاہے تو یہ چیتھڑا تمہیں بچا سکتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں۔ لیکن میں کمزور مخلوق ہوں اور ضعف سے پیدا کیا گیا ہوں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ سے کپڑا اٹھا کر اژدھے پر ہاتھ ڈال دیا۔ ہاتھ ڈالنا تھا کہ وہی لاٹھی ہاتھ میں تھی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ڈر جانا طبعی تھا جو کسی طرح جلالت شان نبوت کے منافی نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ جو حادثہ مخلوق کی جانب سے ہو اس میں تو نہ ڈرنا کمال ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام آتش نمرودی سے نہیں ڈرے لیکن جو امر خالق کی طرف سے ہو اس میں ڈرنا ہی کمال ہے کہ وہ فی الحقیقت حق تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ جیسے آندھی اور تیز طوفانی ہوا ہونے کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھبرا جانا احادیث میں آیا ہے سو چونکہ اس تبدل میں مخلوق کا واسطہ نہ تھا اس سے ڈر گئے کہ یہ کوئی قہر الٰہی نہ ہو۔ تو ایک معجزہ تو "عصا" کا موسیٰ علیہ السلام کو یہ عطا ہوا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ میں "عصا" رکھنا سنت انبیاء ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت تھی۔ دوسرے معجزہ کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد باری ہوتا ہے کہ آپ ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل سے ملا کر نکالو گے تو نہایت روشن سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور سفیدی کسی مرض وغیرہ کی نہ ہوگی کہ جو عیب ہو اور یہ عصا اور ید بیضا کے معجزے ان بڑی نشانیوں میں سے دو ہیں جن کا دکھلانا آپ کو منظور ہے۔ یہ ہماری جانب سے آپ کی نبوت ورسالت کے دو بڑے نشان ہیں۔ جس طرح ہم نے آپ کو نبوت ورسالت سے نوازا اسی طرح آپ کو یہ دو عظیم الشان معجزے بھی عطا کیے۔ اخیر میں ارشاد ہوا کہ اب جاؤ اور فرعون اور اس کی قوم کو راہ ہدایت دکھاؤ انہوں نے بہت سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اور اپنے غرور وتکبر اور انتہائے ظلم کے ساتھ انہوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے سو ان کو غلامی سے چھٹکارا دلاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا بچپن کا زمانہ فرعون ہی کے محل میں گزارا تھا اور جوانی تک ملک مصر میں اسی کی بادشاہت میں ٹھہرے رہے تھے ایک موقع پر ایک فرعونی بے ارادہ آپ کے ہاتھ سے مر گیا تھا جس پر فرعون نے آپ کی گرفتاری اور قتل کا حکم صادر کیا تھا اس وقت حضرت موسیٰ مصر سے باہر نکلے تھے۔ جانتے تھے کہ فرعون ایک سخت دل۔ بدخلق۔ اکھڑ مزاج اور ظالم انسان ہے۔ غرور اور تکبر اس کا اتنا بڑھا ہوا تھا کہ کہتا تھا کہ میں خدا کو جانتا ہی نہیں۔ اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ نعوذ باللہ تمہارا خدا میں ہی ہوں۔ ملک ومال میں دولت ومتاع میں لاؤ لشکر اور کروفر میں کوئی اس وقت اس کے مقابل نہ تھا۔ اس لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم ملا کہ فرعون کی طرف ہدایت کے لئے جاؤ تو آپ نے حق تعالیٰ سے دعا فرمائی اور کچھ درخواستیں حق تعالیٰ کے دربار عالی میں پیش کیں۔ جو اگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا

عرض کیا اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کردیجئے۔اور میرا کام آسان فرمادیجئے۔اور میری زبان پر سے بستگی ہٹادیجئے۔تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ

اور میرے واسطے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کردیجئے۔یعنی ہارونؑ کو کہ میرے بھائی ہیں۔اُن کے ذریعہ سے میری قوت کو مستحکم کردیجئے۔اور اُن کو میرے کام میں

اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾

شریک کردیجئے۔تاکہ ہم دونوں آپ کی کثرت سے پاکی بیان کریں۔اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں۔بیشک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | اشْرَحْ کشادہ کردے | لِیْ میرے لئے | صَدْرِیْ میرا سینہ | وَيَسِّرْ لِیْ اور میرے لئے آسان کردے | | |
| اَمْرِیْ میرا کام | وَاحْلُلْ اور کھول دے | عُقْدَةً گرہ | مِّنْ سے | لِسَانِیْ میری زبان | يَفْقَهُوْا وہ سمجھ لیں | قَوْلِیْ میری بات | وَاجْعَلْ اور بنادے |
| لِّیْ میرے لئے | وَزِيْرًا وزیر | مِّنْ سے | اَهْلِیْ میرا خاندان | هٰرُوْنَ ہارون | اَخِی میرا بھائی | اشْدُدْ بِهٖ مضبوط کرو اس سے | |
| اَزْرِیْ میری قوت | وَاَشْرِكْهُ اور شریک کردے اسے | فِیْٓ اَمْرِیْ میرے کام میں | كَیْ تاکہ | نُسَبِّحَكَ ہم تیری تسبیح کریں | كَثِيْرًا کثرت سے | | |
| | وَنَذْكُرَكَ اور تجھے یاد کریں | كَثِيْرًا کثرت سے | اِنَّكَ بیشک تو | كُنْتَ تو ہے | بِنَا بَصِيْرًا ہمیں خوب دیکھتا ہے | | |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ منصب رسالت عطا کرنے کے بعد حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزات عطا فرمائے۔ایک تو عصا کا کہ لاٹھی کو زمین پر ڈال دینے سے اژدھا بن جاتی تھی۔اور پھر جب اس پر ہاتھ ڈالتے تو پھر لاٹھی ہوجاتی۔دوسرا معجزہ ید بیضا یعنی جب آپ اپنا ہاتھ بغل میں لے جا کر نکالتے تو نہایت چمکدار روشن ہو کر نکلتا۔تو یہ دو معجزات عطا کر کے حکم ہوا تھا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو تبلیغ توحید کرو کہ وہ اور اس کی قوم بہت ہی سرکش ہوگئے ہیں۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ مجھ کو پیغمبر بنا کر فرعون کی فہمائش کے لئے بھیجا جاتا ہے تو اس وقت اس منصب عظیم کی مشکلات آپ کے ذہن میں آئیں اور آپ فرعون کی متکبرانہ حالت سے پہلے سے واقف تھے اس لئے اس منصب عظیم کی مشکلات کی آسانی کے لئے حق تعالیٰ سے درخواست کی۔اس درخواست میں آپ نے کیا عرض کیا یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی درخواست میں پہلی بات تو یہ فرمائی **رب اشرح لی صدری** کہ اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کردیجئے یعنی مجھے حلیم۔بردبار اور حوصلہ مند بنادیجئے کہ خلاف طبع باتوں پر جلد خفا نہ ہوں۔اور تبلیغ میں انقباض یا تکذیب ومخالفت میں ضیق نہ ہو اور ادائے رسالت میں جو سختیاں پیش آئیں ان سے نہ گھبراؤں بلکہ کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے برداشت کروں۔دوسری بات فرمائی **ویسرلی امری**۔اور میرا کام آسان فرمادیجئے یعنی ایسے سامان فراہم کردیجئے کہ یہ عظیم الشان کام آسان ہوجائے کہ اسباب کامیابی جمع اور اسباب ناکامی رفع ہوتے جائیں تیسری بات یہ فرمائی **واحلل عقدة من لساني. يفقهوا قولي** اور میری زبان پر سے بستگی لکنت کی ہٹادیجئے تاکہ لوگ

میری بات سمجھ سکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی جس کی وجہ سے صاف بول نہ سکتے تھے اور مخاطب کو مطلب سمجھنے میں دشواری ہوتی تھی بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ آپ کی زبان میں پیدائشی لکنت تھی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ بچپن میں جب آپ فرعون کے محل میں پرورش پا رہے تھے جس کا ذکر قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے اور اس سورۃ میں بھی اگلی آیات میں جس کا بیان انشاء اللہ اگلے درس میں ہوگا آپ کا فرعون کے ہاں پالے جانے کا ذکر موجود ہے۔ تو ایک بار بچپن میں آپ نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ لی تھی جس پر فرعون سخت غصہ ہوا اور بدلہ لینا چاہا اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو فرعون کی بیوی نے سفارش کی کہ بچہ ہے اس کو کیا سمجھ ہے چنانچہ آپ کے امتحان کے واسطے ایک طشت میں سرخ یاقوت اور آگ کے انگارے سامنے لائے گئے اس وقت آپ نے ایک چنگاری اٹھا کر منہ میں رکھ لی تھی جس سے زبان جل گئی تھی اور زبان کی روانی کم ہوگئی تھی۔ اس طرح فرعون نے معاملہ کو درگذر کیا۔ یہاں اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کے بھی داڑھی تھی اور وہ بھی اتنی بڑی کہ جو پکڑی جاسکتی ہو۔ گویا پہلے کفار بھی داڑھی رکھتے تھے جس سے کہ اس دور کے اکثر مسلمانوں کو ضد ہے کہ صبح اٹھتے ہی داڑھی صاف کرنے کا اہتمام ہوتا ہے اس پر ایک روایت یاد آئی جو مولانا عاشق الٰہی صاحب مرحوم میرٹھی نے اپنی کتاب داڑھی کی قدر و قیمت میں لکھی ہے کہ میدان حشر میں جہاں سب اولین و آخرین جمع ہوں گے تو پچھلی امتوں کے کفار جو داڑھیاں رکھتے تھے وہ امت محمدیہ کے ایسے افراد کہ جن کے چہروں پر داڑھیاں ندارد ہوں گی دیکھ کر تعجب کریں گے کہ یہ امت محمدیہ کے افراد ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ للعالمین اور تمام انبیاء و مرسلین اور تمام صلحا و متقین کی اس سنت کی قدر کی توفیق عطا فرماویں۔ یہ مضمون بیچ میں اضطراراً آگیا۔ تو تیسری بات جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی درخواست میں پیش کی وہ یہ تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دیجئے تاکہ لوگوں کو میری بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ چوتھی بات موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ میرے کنبہ میں سے میرا ایک معاون مقرر کردیجئے۔ میرے بھائی ہارون کو بھی میرے اس تبلیغ کے کام میں شریک فرمادیجئے یعنی ان کو بھی نبی بنا کر مامور بالتبلیغ کیجئے کہ ہم دونوں مل کر تبلیغ کریں اور میرے قلب کو قوت پہنچے۔ حضرت ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے اور بنی اسرائیلیوں کے ساتھ مصر ہی میں مقیم تھے ان کے لئے بھی نبوت عطا فرمانے کی درخواست موسیٰ علیہ السلام نے کی۔ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عمرہ کے لئے جاتے ہوئے کسی اعرابی کے ہاں مقیم تھیں سنا ایک شخص پوچھتا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہوگئے اور کہہ دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے اس کا علم ہے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا دیکھو یہ شخص کتنی بے جا جسارت کرتا ہے کہ بغیر انشاء اللہ کے قسم کھا رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اچھا بتلاؤ۔ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت دلوائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں بھی یہ سن کر دنگ رہ گئی اور دل میں کہنے لگی کہ بات تو سچ کہی فی الواقع اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت

عطا ہونے کی درخواست کس بنا پر کی اس کو بھی ظاہر فرمادیا اور عرض کیا کہ ہم دونوں مل کر دعوت وتبلیغ کے موقع پر بہت زور شور سے تیری پاکی اور کمالات بیان کریں اور ہر ایک کو دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل ہوگی تو اپنی خلوتوں میں نشاط اور طمانیت کے ساتھ تیرا ذکر بکثرت کرسکیں گے۔ اپنی اس درخواست کے اخیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **انک کنت بنا بصیرا** بے شک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں یعنی ہمارے تمام احوال کو آپ خوب دیکھ رہے ہیں اور جو دعا میں کر رہا ہوں یہ بھی آپ کو خوب معلوم ہے کہ اس کا قبول فرمانا ہمارے لئے کہاں تک مفید ہوگا۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ دعا **واجعل لی وزیرا من اھلی** مانگی یعنی میرا ایک وزیر میرے ہی خاندان میں سے بنادے تو یہ دعا اعمال رسالت کو انجام دینے کے لئے اسباب جمع کرنے سے متعلق ہے اور ان اسباب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے اور اہم اس کو قرار دیا کہ ان کا کوئی نائب اور وزیر ہو جو ان کی مدد کر سکے۔ وزیر کے معنی ہی لغت میں بوجھ اٹھانے والے کے ہیں۔ وزیر سلطنت چونکہ اپنے امیر و بادشاہ کا بار ذمہ داری سے اٹھاتا ہے اس لئے اس کو وزیر کہتے ہیں۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کمال عقل معلوم ہوا کہ کسی کام یا تحریک کے چلانے کے لئے سب سے پہلی چیز انسان کے اعوان و انصار ہیں۔ وہ منشاء کے مطابق مل جائیں تو آگے سب کام آسان ہو جاتے ہیں اور وہ غلط ہوں تو سارے اسباب و سامان بھی بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ آج کل کی سلطنتوں اور حکومتوں میں جتنی خرابیاں مشاہدہ میں آئی ہیں غور کریں تو ان سب کا اصلی سبب امیر ریاست کے اعوان و انصار اور وزراء و امراء کی خرابی۔ بے عملی یا بدعملی یا عدم صلاحیت ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ جب کسی شخص کو کوئی حکومت یا امارت سپرد فرماتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ اچھے کام کرے۔ حکومت کو اچھی طرح چلائے تو اس کو نیک وزیر دے دیتے ہیں جو اس کی مدد کرتے ہیں۔ اگر یہ کسی ضروری کام کو بھول جائے تو وزیر یاد دلا دیتا ہے اور جس کام کا وہ ارادہ کرے وزیر اس میں اس کی مدد کرتا ہے (نسائی) اپنی اس دعا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو وزیر طلب فرمایا اس کے ساتھ ایک قید **من اھلی** کی بھی لگادی کہ یہ وزیر میرے خاندان اور اقارب میں سے ہو کیونکہ اپنے خاندان کے آدمی کے عادات و اخلاق دیکھے بھالے اور طبائع میں باہم الفت و مناسبت ہوتی ہے جس سے اس کام میں مدد ملتی ہے بشرطیکہ اس کو کام کی صلاحیت میں دوسروں سے فائق دیکھ کر لیا گیا ہو۔ محض اقربا پروری کا داعیہ نہ ہو۔ اس زمانہ میں چونکہ عام طور پر دیانت و اخلاص مفقود اور اصل کام کی فکر غائب نظر آتی ہے اس لئے کسی امیر کے ساتھ اس کے خویش و عزیز وزیر یا نائب بنانے کو مذموم سمجھا جاتا ہے اور جہاں دیانت داری پر بھروسہ پورا ہو تو کسی صالح و اصلح خویش و عزیز کو کوئی عہدہ سپرد کر دینا کوئی عیب نہیں۔ بلکہ مہمات امور کی تکمیل کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفائے راشدینؓ عموماً وہی حضرات ہوئے جو بیت نبوت کے ساتھ ساتھ رشتہ داریوں کے تعلقات بھی رکھتے تھے۔ (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۸۷)

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست اور دعاؤں کا جو جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا وہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ قَدۡ اُوۡتِيۡتَ سُؤۡلَكَ يٰمُوۡسٰى ۞ وَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلَيۡكَ مَرَّةً اُخۡرٰٓى ۞ اِذۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى

ارشاد ہوا کہ تمہاری درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ۔اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی تم پر احسان کر چکے ہیں۔جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتائی

اُمِّكَ مَا يُوۡحٰٓى ۞ اَنِ اقۡذِفِيۡهِ فِى التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِيۡهِ فِى الۡيَمِّ فَلۡيُلۡقِهِ الۡيَمُّ بِالسَّاحِلِ

جو الہام سے بتلانے کی تھی۔یہ کہ موسیٰ کو ایک صندوق میں رکھو پھر اُن کو دریا میں ڈال دو پھر ان کو دریا کنارے تک لے آوے گا کہ ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن

يَاۡخُذۡهُ عَدُوٌّ لِّىۡ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّىۡ ۚ وَلِتُصۡنَعَ عَلٰى عَيۡنِىۡ ۞ اِذۡ تَمۡشِىۡۤ

ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اُوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا،اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔جبکہ تمہاری

اُخۡتُكَ فَتَقُوۡلُ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى مَنۡ يَّكۡفُلُهٗ ؕ فَرَجَعۡنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ ؕ

بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کی پرورش کرے پھر ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اُن کو غم نہ رہے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اللہ نے فرمایا | قَدۡ اُوۡتِيۡتَ تحقیق تجھے دیدیا گیا | سُؤۡلَكَ جو تو نے مانگا | يٰمُوۡسٰى اے موسیٰ | وَلَقَدۡ مَنَنَّا اور تحقیق ہم نے احسان کیا | |
| عَلَيۡكَ تجھ پر | مَرَّةً ایک بار | اُخۡرٰٓى اور بھی | اِذۡ جب | اَوۡحَيۡنَاۤ ہم نے الہام کیا | اِلٰٓى طرف |
| اُمِّكَ تیری والدہ | مَا يُوۡحٰٓى جو الہام کرنا تھا | | | | |
| اَنِ اقۡذِفِيۡهِ کہ تو اسے ڈال | فِى التَّابُوۡتِ صندوق میں | فَاقۡذِفِيۡهِ پھر اسے ڈال دے | فِى الۡيَمِّ دریا میں | فَلۡيُلۡقِهِ پھر اُسے ڈال دے گا | |
| الۡيَمُّ دریا | بِالسَّاحِلِ ساحل | يَاۡخُذۡهُ اسے لے لے گا | عَدُوٌّ لِّىۡ میرا دشمن | وَعَدُوٌّ لَّهٗ اور اس کا دشمن | وَاَلۡقَيۡتُ اور میں نے ڈال دی |
| عَلَيۡكَ تجھ پر | مَحَبَّةً محبت | مِّنِّىۡ اپنی طرف سے | وَلِتُصۡنَعَ تاکہ تو پرورش پائے | عَلٰى عَيۡنِىۡ میری آنکھوں پر | اِذۡ جب |
| تَمۡشِىۡۤ جا رہی تھی | | | | | |
| اُخۡتُكَ تیری بہن | فَتَقُوۡلُ تو وہ کہہ رہی تھی | هَلۡ اَدُلُّكُمۡ کیا میں تمہیں بتاؤں | عَلٰى پر | مَنۡ جو | يَّكۡفُلُهٗ اس کی پرورش کرے |
| فَرَجَعۡنٰكَ پس ہم نے تجھے لوٹا دیا | اِلٰٓى طرف | اُمِّكَ تیری ماں | كَىۡ تَقَرَّ تاکہ ٹھنڈی ہو | عَيۡنُهَا اس کی آنکھ | وَلَا تَحۡزَنَ اور وہ غم نہ کرے |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست و دعاؤں کا ذکر تھا کہ جو منصب رسالت عطا ہونے اور فرعون کے پاس بغرض تبلیغ جانے کا حکم ملنے پر آپ نے دربار خداوندی میں پیش کی تھیں۔جس میں کئی باتیں عرض کی تھیں۔ایک تو یہ کہ میرا حوصلہ اور زیادہ فراخ کر دیا جائے دوسرے یہ کہ تبلیغ کا کام میرے لئے آسان کر دیا جائے۔تیسرے یہ کہ میری زبان کی گرہ کھول دی جائے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں چوتھے یہ کہ میرے بھائی ہارون کو بھی میرا تبلیغ میں شریک کار بنادیجئے یعنی ان کو بھی نبوت عطا کر کے مامور بالتبلیغ فرمادیا جائے۔اب حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست کا جو جواب مرحمت فرمایا گیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے موسیٰ جو کچھ تم نے درخواست کی وہ منظور کی گئی اور جو کچھ تم نے مانگا وہ سب دیا گیا اور ہم تو پہلے بھی بے مانگے تم پر بڑے احسانات کر چکے ہیں اب جب تم مناسب درخواست کر رہے ہو تو کیوں نہ دیں گے۔اس کے بعد حق تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایک کر کے وہ احسانات یاد دلاتے ہیں جو پیدائش کے وقت سے لے کر اس وقت تک حق تعالیٰ نے ان پر کئے تھے۔ان واقعات کی تفصیل بیسویں پارہ سورۂ قصص میں

بیان ہوئی ہے یہاں صرف اشارات کئے گئے ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے فرعون بادشاہ مصر نے نجومیوں کے کہنے سے کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تجھ کو اور تیری سلطنت کو غارت کرے گا حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون کے سپاہی خبر پائیں گے تو بچہ کو مار ڈالیں گے اور والدین کو بھی ستائیں گے کہ ظاہر کیوں نہیں کیا۔ اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ان کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں آرام سے لٹا کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ اس دریا کی ایک شاخ خاص فرعون کے محل میں سے گزرتی تھی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اسی طرح کیا اور صندوق دریا میں ڈال دیا۔ صندوق بہہ کر فرعون کے محل کے نیچے جا پہنچا۔ وہاں وہ صندوق پکڑ کر کھولا گیا تو ایک حسین وجمیل بچہ موجود تھا۔ فرعون کے کوئی اولاد نہ تھی۔ فرعون کی بیوی نے بچہ اٹھا کر فرعون کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آ گئی گو اس نے بیٹا بنانے سے انکار کیا مگر اپنی بیوی کی خاطر اور اصرار سے بیٹوں کی طرح پرورش کا حکم دے دیا اور اس طرح حق تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرت کا ظہور ہوا کہ دشمن کے ہاتھوں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کا انتظام فرمایا۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صندوق دریا میں چھوڑنے کے بعد بمقتضائے بشریت بہت غمگین اور پریشان تھیں کہ بچہ کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا جانوروں نے کھالیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو انہوں نے کہا کہ تو خفیہ طور پر پتہ لگا۔ ادھر مشیت ایزدی سے یہ سامان ہوا حضرت موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ بہت سی دودھ پلانے والی انائیں بلائی گئیں مگر کامیابی نہ ہوئی حضرت موسیٰ کی بہن جو تاک میں لگی ہوئی تھیں اور اجنبی بن کر وہاں پہنچیں اور بولیں کہ میں ایک عورت کو لاسکتی ہوں۔ امید ہے کہ وہ کسی طرح دودھ پلا کر بچہ کو پال سکے گی۔ حکم ہوا بلاؤ۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یعنی اپنی ہی والدہ کو لے کر پہنچیں۔ چھاتی سے لگاتے ہی بچہ نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے محل میں بڑی خوشیاں منائی جانے لگیں کہ بچے نے ایک انا کا دودھ تو پیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی شاہانہ اعزاز واکرام کے ساتھ پرورش ہوتی رہی۔ ان آیات میں اجمال کے ساتھ انہیں واقعات کا اظہار کیا گیا ہے۔

یہ احسانات جو ان آیات میں یاد دلائے گئے وہ تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بوقت پیدائش اور بچپن میں فرمائے گئے اور پھر جوانی میں اور اس کے بعد کیا احسانات فرمائے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! آپ اپنے بندوں کی درخواست اور دعائیں سننے والے ہیں۔ ہماری دعاؤں کو بھی شرف قبولیت بخشیں اور ہماری درخواستوں کو منظور فرمائیں۔ یا اللہ آپ اپنی قدرت سے دشمن سے دوست کا کام لے لیتے ہیں یا اللہ! اپنی رحمت سے ہمارے تمام دین دنیا کے کاموں کو درست ودراست فرمادیں اور جس میں ہماری صلاح و فلاح ہو وہ صورتیں غیب سے ظاہر فرمادیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ

اور تم نے ایک شخص کو جان سے مار ڈالا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو خوب محنتوں میں ڈالا، پھر مدین والوں میں کئی برس رہے

ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ

پھر ایک خاص وقت پر تم آئے اے موسیٰ۔ اور میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا۔ تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چکا ہے۔ پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جاوے۔

| وَقَتَلْتَ اور وہ غم نہ کرے | نَفْسًا ایک شخص | فَنَجَّيْنٰكَ تو ہم نے تجھے نجات دی | مِنَ الْغَمِّ غم سے | وَفَتَنّٰكَ اور تجھے آزمایا | فُتُوْنًا کئی آزمائش | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَلَبِثْتَ پھر تو ٹھہرا رہا | سِنِيْنَ کئی سال | فِيْ میں | اَهْلِ مَدْيَنَ مدین والے | ثُمَّ پھر | جِئْتَ تو آیا | عَلٰى قَدَرٍ وقت مقرر پر | | |
| يٰمُوْسٰى اے موسیٰ | وَاصْطَنَعْتُكَ اور میں نے تجھے بنایا | لِنَفْسِيْ خاص اپنے لئے | اِذْهَبْ تو جا | اَنْتَ تو | وَاَخُوْكَ اور تیرا بھائی | | | |
| بِاٰيٰتِيْ میری نشانیوں کے ساتھ | وَلَا تَنِيَا اور سستی نہ کرنا | فِيْ ذِكْرِيْ میری یاد میں | اِذْهَبَا تم دونوں جاؤ | اِلٰى طرف | فِرْعَوْنَ فرعون | | | |
| اِنَّهٗ بیشک وہ | طَغٰى سرکش ہو گیا | فَقُوْلَا تم کہو | لَهٗ اس کو | قَوْلًا لَّيِّنًا نرم بات | لَعَلَّهٗ شاید | يَتَذَكَّرُ نصیحت پکڑے | اَوْ یا | يَخْشٰى وہ ڈر جائے |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو احسانات حق تعالیٰ نے بچپن میں فرمائے تھے ان کا ذکر ہوا تھا اور حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم تو اس سے پہلے بھی تم پر احسان کر چکے ہیں جب تم کو شعور بھی نہ تھا۔ ہم نے تم کو فرعون کی گرفت سے بچانے کے لئے تمہاری والدہ کے دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ تم کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا جائے۔ اور وہ صندوق بہتے بہتے فرعون کے محل کے کنارے آلگا اور فرعون جو میرا اور تمہارا دونوں کا دشمن تھا اس نے صندوق کو پکڑ لیا اور چونکہ ہم نے تم پر محبت کا اثر ڈال دیا تھا اس لئے جو تم کو دیکھتا تھا پیار کرتا تھا بالآخر تمہاری والدہ کو تمہارے پاس پہنچا دیا۔ تو یہ متعدد احسانات تھے جو بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فرمائے گئے تھے۔

اب آگے ان آیات میں جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر جو احسانات فرمائے گئے تھے وہ ذکر فرمائے گئے ہیں چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ بڑے ہونے کے بعد تم پر یہ احسان کیا کہ تم سے لاعلمی میں ایک فرعونی مصری جان سے مارا گیا تھا اور اس سے تم کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی کہ پکڑا گیا تو سزا ملے گی اور آخرت میں بھی ماخوذ ہوں گا۔ دونوں قسم کی پریشانی سے ہم نے تم کو نجات دی۔ اخروی پریشانی سے اس طرح کہ توبہ کی توفیق بخشی جو قبول ہوگئی اور دنیوی پکڑ سے اس طرح کہ مصر سے نکال کر مدین پہنچا دیا اور مدین پہنچنے تک تم کو جو مشقتیں اور سختیاں جھیلنا پڑیں پھر ان سے خلاصی دی۔ مدین پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے ہوگئی تھی۔ اور دس سال وہاں رہ کر پھر مدین سے مصر کی طرف چلے تو راستہ بھولے اور پھر تقدیر سے وادیٔ طویٰ میں پہنچے تو منصب نبوت عطا کیا گیا اور اپنی وحی و رسالت کے لئے تیار کر کے اپنے خواص و مقربین میں داخل کیا۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ

علیہ السلام کو ایک ایک کر کے وہ احسانات یاد دلائے جو پیدائش کے وقت سے لے کر اس وقت تک یعنی منصب نبوت ملنے تک ان پر فرمائے تھے۔ ان واقعات کی تفصیل سورۂ قصص میں بیان فرمائی گئی ہے یہاں صرف اشارات کئے گئے ہیں جن سے مقصود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ احساس دلانا ہے کہ جس کام کے لئے تمہیں تیار کیا گیا تھا اب اس کا وقت آ گیا ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے کہ تم اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر اس کام کے لئے نکل کھڑے ہو اور جو دلائل و معجزات تم کو دیئے گئے ہیں ضرورت کے وقت ان کو ظاہر کرو۔ آگے مزید ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ اللہ کے نام کی تبلیغ میں مستعدی دکھلاؤ اور تمام احوال و واقعات میں عموماً اور دعوت و تبلیغ کے وقت خصوصاً اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔ اخیر میں یہ ہدایت دی گئی کہ دعوت و تبلیغ وعظ و نصیحت کے وقت اس کو آہستگی اور نرمی سے سمجھانا۔ متکبر اور مغرور لوگ سختی سے قابو میں نہیں آتے ہاں نرم گفتگو اور سلیقہ کے ساتھ سمجھانے سے ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچے سمجھے یا کچھ اللہ عزوجل کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو۔

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ساتھ گفتگو نرمی سے کرنے کی جو ہدایت دی گئی اس کے متعلق بعض محققین نے لکھا ہے کہ آیت کے اندر اخلاق کا بہت بڑا سبق موجود ہے کہ باوجود اس کے کہ فرعون کے طغیان و تمرد کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس پر بھی حضرت موسیٰ جیسے مقبول و برگزیدہ نبی کو حکم اسی کا ملتا ہے کہ اس سے لطف و ملائمت ہی سے پیش آئیں۔

مفسرین نے یہاں ایک شبہ نقل کیا ہے اور پھر اس کا جواب بھی دیا ہے۔ شبہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا کہ فرعون ایمان نہ لائے گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کا کیوں حکم دیا اور کیوں نرم گفتگو کرنے کی ہدایت فرمائی اور یہ کہنا کہ تم دونوں جا کر اس سے نرم کلامی کرو شاید وہ نصیحت قبول کر لے اور ڈر کر فرمانبردار بن جائے کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟ اس شبہ کا جواب یہ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تو بیشک ہر شخص کی حالت کا علم پہلے سے ہوتا ہے مگر وعظ و نصیحت اور ارشاد و ہدایت کا حکم محض اتمام حجت اور دفع عذر کے لئے دیا جاتا ہے۔ انبیاء کو مبعوث فرمانا۔ کتابیں نازل کرنا اور تبلیغ کی ہدایت کرنا ان سب کا مقصد ادائے فرض ہوتا ہے۔ جن کے نصیب میں ازلی سعادت ہوتی ہے وہ راہ راست پر آ جاتے ہیں اور جو ازلاً محروم ہوتے ہیں ان کو کوئی ہدایت فائدہ نہیں پہنچاتی رہا لفظ لعل کا استعمال یعنی شاید وہ نصیحت قبول کر لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں فرض تبلیغ ادا کرو اور یہ امید رکھتے ہوئے ادا کرو کہ فرعون شاید راہ راست پر آ جائے تو لعل یعنی شاید کا لفظ باعتبار حضرت موسیٰ و ہارون کے فرمایا نہ باعتبار علم الٰہی کے۔ اسی لئے کو حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ فرعون ماننے والا نہیں ہے لیکن یہ موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اگر اس امر کو موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر کر دیا جاتا تو طبعی طور پر موسیٰ علیہ السلام کی ہمت پست ہو جاتی اور وہ ایسی طرح تبلیغ نہ کر سکتے جس طرح سے کوئی ہدایت کی توقع کی حالت میں کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس جانے کا صریح حکم مل چکا اور آپ کو فرعون کی ستم شعاری اور جباری معلوم تھی تو مزید اللہ تعالیٰ سے امداد کی درخواست و دعا کی جس پر حق تعالیٰ نے تسلی اور حفاظت اور نصرت کا وعدہ فرمایا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: یا اللہ آپ اپنے مخلصین و مقبولین کے ساتھ جو رحمت اور احسان کا معاملہ فرماتے ہیں اسی رحمت و احسان سے ہم کو بھی نواز دے۔ اور اپنی نصرت و تائید کو ہر حال میں ہر آن میں ہمارے شامل حال فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ

دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے۔ ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں۔

فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ

سو تم اُس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادے ہیں سو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کو تکلیف مت پہنچا ہم تیرے پاس تیرے رب کی

وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾

طرف سے نشان لائے ہیں اور ایسے شخص کیلئے سلامتی ہے جو راہ پر چلے۔ ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو جھٹلاوے اور رُوگردانی کرے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَا دونوں بولے | رَبَّنَآ اے ہمارے رب | اِنَّنَا نَخَافُ بیشک ہم ڈرتے ہیں | اَنْ يَّفْرُطَ کہ وہ زیادتی کرے | عَلَيْنَآ ہم پر | اَوْ یا | | | |
| اَنْ يَّطْغٰى وہ حد سے بڑھے | قَالَ اس نے فرمایا | لَا تَخَافَآ تم ڈرو نہیں | اِنَّنِىْ بیشک میں | مَعَكُمَآ تمہارے ساتھ ہوں | اَسْمَعُ میں سنتا ہوں | | | |
| وَاَرٰى اور میں دیکھتا ہوں | فَاْتِيٰهُ پس جاؤ اسکے پاس | فَقُوْلَآ اور تم کہو | اِنَّا رَسُوْلَا بیشک ہم دونوں بھیجے ہوئے | رَبِّكَ تیرا رب | فَاَرْسِلْ پس بھیج دے | | | |
| مَعَنَا ہمارے ساتھ | بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل | وَلَا تُعَذِّبْهُمْ اور انہیں سزا نہ دے | قَدْ جِئْنٰكَ ہم تیرے پاس آئے ہیں | بِاٰيَةٍ نشانی کیساتھ | | | | |
| مِّنْ سے | رَّبِّكَ تیرا رب | وَالسَّلٰمُ اور سلام | عَلٰى پر | مَنِ جو | اتَّبَعَ اس نے پیروی کی | الْهُدٰى ہدایت | اِنَّا بیشک | |
| قَدْ اُوْحِيَ وحی کی گئی | اِلَيْنَآ ہماری طرف | اَنَّ کہ | الْعَذَابَ عذاب | عَلٰى پر | مَنْ كَذَّبَ جس نے جھٹلایا | وَتَوَلّٰى اور منہ پھیرا | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ اپنے بھائی کے ساتھ فرعون کے پاس تبلیغ اور دعوت حق کے لئے جاؤ اور اس سے گفتگو نرمی اور ملائمت سے کرو اور یہ خیال کر کے تبلیغ کرو کہ ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کرے یا اللہ کے جلال وغضب سے ڈر جائے اور فرمانبرداری کی طرف جھک پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی حالت۔ اس کا ظلم وزیادتی اور ستم شعاری اور جباری معلوم تھی اس لئے اپنی بے سروسامانی اور اس کے دبدبہ وشوکت پر نظر کرتے ہوئے اندیشہ کیا کہ فرعون ہماری بات سننے کے لئے آمادہ بھی ہوگا یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ہماری بات سننے سے پہلے ہی بھبک پڑے یا سننے کے بعد غصہ میں بپھر جائے اور ایسا نہ ہو کہ ہم کو مار ڈالے یا کوئی نا قابل برداشت ایذا و تکلیف پہنچائے جس سے تبلیغ ہی رہ جائے یا یہ کہ عین تبلیغ کے وقت اپنے کفر میں وہ اور زیادہ شرارت نہ کرنے لگے۔ چنانچہ حق تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے بھائی کی طرف سے اس اندیشہ کا اظہار کیا جس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوا کہ اس سے مطلق اندیشہ نہ

کرو جو باتیں تمہارے اور اس کے درمیان ہوں گی یا جو معاملات پیش آئیں گے وہ سب میں سنتا اور دیکھتا ہوں۔ میں اس وقت تم سے جدا نہیں میری حمایت اور نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں تمہاری حفاظت کروں گا اور اس کو مرعوب کروں گا جس سے پوری تبلیغ کر سکو گے اس لئے تم بے خوف وخطر اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں کہ ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے اس لئے تو ہماری اطاعت کر عقیدہ میں بھی کہ توحید کی تصدیق کر اور اخلاق وغیرہ میں بھی کہ ظلم وغیرہ سے باز آ اور بنی اسرائیل کو جن پر تو ناحق ظلم کرتا ہے اپنے پنجہ ظلم سے رہا کر کے ہمارے ساتھ جانے دے۔ جہاں چاہیں آزادی کے ساتھ رہیں اور فرعون سے یوں بھی کہنا کہ ہم جو دعویٰ نبوت کرتے ہیں تو بے دلیل نہیں بلکہ اپنی صداقت پر خدائی نشان لے کر آئے ہیں۔ یعنی معجزۂ عصا و ید بیضا اور اس کو بتلا دو کہ جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ چلے گا اس کے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے اور جو تکذیب یا اعراض کرے گا اس کے لئے عذاب یقینی ہے خواہ صرف

آخرت میں یا دنیا میں بھی غرض یہ سارا مضمون اس سے جا کر کہو۔

اب آگے فرعون کے دربار تک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے پہنچنے کے حالات یہاں بیان نہیں ہوئے جس کو مفسرین نے اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت سے سرفراز ہو کر۔ کلام ربانی سے فیضیاب بن کر اور دعوت و تبلیغ حق میں کامیابی وکامرانی کا مژدہ پا کر وادی مقدس سے واپس آئے تو تعمیل حکم الٰہی کے لئے مصر گھر والوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات کا وقت تھا خاموشی کے ساتھ مصر میں داخل ہو کر اپنے مکان پہنچے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ بنی اسرائیل میں یہ بڑا مہمان نواز گھر تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوب خاطر مدارت کی گئی۔ اسی دوران میں آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام آپہنچے حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت عطا ہو چکا تھا اس لئے ان کو بذریعۂ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا وہ بھائی سے آکر لپٹ گئے اور پھر ان کے اہل وعیال کو گھر کے اندر لے گئے اور والدہ کو سارا حال سنایا۔ تب سب خاندان آپس میں گلے ملا اور بچھڑے ہوئے بھائیوں نے ایک دوسرے کی گذشتہ زندگی سے تعارف پیدا کیا اور اپنی والدہ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ بہر حال حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان جب ملاقات اور گفتگو کا سلسلہ ختم ہوا تو اب دونوں نے طے کیا کہ خدائے تعالیٰ کے امتثال حکم کے لئے فرعون کے پاس چلنا اور اس کو پیغام الٰہی سنانا چاہئے۔ لکھا ہے کہ جب دونوں بھائی فرعون کے دربار میں جانے لگے تو والدہ نے غایت شفقت کی بنا پر روکنا چاہا کہ تم ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت وتاج بھی ہے اور ظالم اور مغرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ وہاں جانا بے سود ہوگا۔ مگر دونوں نے والدہ کو سمجھایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ٹالا نہیں جاسکتا اور اس کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے اور وہ ہماری حفاظت فرمائے گا۔ غرض کہ دونوں بھائی اور خدا کے سچے پیغمبر اور نبی فرعون کے دربار میں پہنچے اور بغیر خوف وخطر اندر داخل ہو گئے جب فرعون کے تخت کے قریب پہنچے تو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی اور انہوں نے فرمایا۔ ہم کو خدا نے اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے ہم تجھ سے دو اہم باتیں چاہتے ہیں ایک یہ کہ خدا پر یقین لا اور کسی کو اس کا شریک وساجھی نہ بنا دوسرے یہ کہ ظلم سے باز آ اور بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے نجات دے ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں یقین رکھ کہ یہ بناوٹ اور تصنع نہیں ہے اور نہ ہم کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ذمہ غلط باتیں لگائیں۔ ہماری صداقت کے لئے خدا تعالیٰ نے ہم کو اپنی دو زبردست نشانیاں یعنی معجزات بھی عطا فرمائے ہیں لہٰذا تیرے لئے مناسب یہی ہے کہ صداقت اور حق کے اس پیغام کو قبول کر اور بنی اسرائیل کو چھٹکارا دے کر ہمارے ساتھ کر دے تاکہ ہم پیغمبروں کی اس سرزمین میں انہیں لے جائیں جہاں بجز ذات واحد کے یہ کسی اور کی پرستش نہ کریں۔ فرعون نے جب یہ سنا تو جیسا کہ سورۂ شعراء ۱۹ویں پارہ میں آیا ہے کہنے لگا کہ اے موسیٰ آج تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے وہ دن بھول گیا جب تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور بچپن کی زندگی گزاری اور کیا تو یہ بھی بھول گیا کہ تو نے ایک مصری کو قتل کیا اور یہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ صحیح ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور ایک مدت تک شاہی محل میں رہا اور مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ غلطی کی بنا پر مجھ سے نادانستہ ایک شخص قتل ہو گیا اور میں اس خوف سے چلا گیا تھا لیکن یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام بیکسانہ مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھرانے میں میری پرورش کرائی اور پھر مجھ کو اپنی سب سے بڑی نعمت نبوت ورسالت سے سرفراز کیا۔ کیا یہ طریقہ عدل و انصاف کا طریقہ ہوگا کہ مجھ ایک اسرائیلی کی پرورش کا بدلہ یہ ٹھہرے کہ بنی اسرائیل کی تمام قوم کو تو غلام بنائے رکھے۔ فرعون جب اس خاموش کن دلیل پر لاجواب ہوا تو اس نے گفتگو کا پہلو بدل دیا اور کہنے لگا موسیٰ یہ نئی بات تو کیا سناتا ہے کیا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی حقیقت بیان کرو۔ اس سورۃ میں اب اگلی آیات میں یہیں سے مضمون شروع ہوا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ

وہ کہنے لگا تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ۔ موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی۔ فرعون نے کہا کہ اچھا

الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا يَنْسٰى ﴿۵۲﴾

تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر میں ہے، میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | فَمَنْ پس کون | رَّبُّكُمَا تمہارا رب | يٰمُوْسٰى اے موسیٰ | قَالَ اس نے کہا | رَبُّنَا ہمارا رب | الَّذِیْٓ جس نے | اَعْطٰى عطا کی |
| كُلَّ شَیْءٍ ہر چیز | خَلْقَهٗ اس کی شکل وصورت | ثُمَّ پھر | هَدٰى رہنمائی کی | قَالَ اس نے کہا | فَمَا پھر کیا | بَالُ حال | الْقُرُوْنِ جماعتیں |
| الْاُوْلٰى پہلی | قَالَ اس نے کہا | عِلْمُهَا اس کا علم | عِنْدَ پاس | رَبِّیْ میرا رب | فِیْ كِتٰبٍ کتاب میں | لَا يَضِلُّ وہ نہ غلطی کرتا ہے | رَبِّیْ میرا رب |
| | | | | وَ اور | لَا يَنْسٰى نہ وہ بھولتا ہے | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس پہنچنے تک کا ذکر ہو چکا تھا فرعون کے پاس پہنچ کر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے جو دعوت حق پیش کی اس کا بیان بھی اوپر آ چکا۔ نیز فرعون نے اپنی مغرورانہ سرشت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر خدا ہونے کا استخفاف کیا اور مذاق و تحقیر کرتے ہوئے اپنے گھرانے کے احسانات جتائے اور مصری کے قتل والا معاملہ یاد دلا کر خوفزدہ کرنے کی سعی کی مگر موسیٰ علیہ السلام چونکہ ان سب مراحل کے متعلق خدائے برحق سے ہر قسم کا اطمینان حاصل کر چکے تھے اس لئے آپ پر مطلق نہ خوف کا اثر ہوا اور نہ آپ کو غصہ آیا اور نہایت جرأت سے فرعون کی ربوبیت کا انکار اور اللہ کی ربوبیت کا اعلان کیا۔ اس پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناظرہ کے لئے تیار ہو گیا اور کہنے لگا کہ کیا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے جس کو تم رب العالمین کہتے ہو؟ اگر یہ صحیح ہے تو تمہارا رب کون ہے؟ اور کیسا ہے جس کا بھیجا ہوا تم اپنے کو بتلاتے ہو۔ لکھا ہے کہ فرعون دھری عقیدہ کا تھا۔ منکر خدا تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ یہ کارخانۂ عالم خودرو کارخانہ ہے۔ قدیم سے اسی طرح چل رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا لوگ خود بخود پیدا ہوئے ہیں اور پھر مر کر گل سڑ جاتے ہیں اور ریزہ ریزہ ہو کر فنا ہو جاتے ہیں۔ سارے عالم کو وہ خودرو گھاس کی طرح جانتا تھا اور اس کا گمان یہ تھا کہ جو شخص جس خطۂ زمین کا فرمانروا ہو گیا وہی اس کا رب ہے اس لئے ازراہ تکبر اپنی خدائی اور ربوبیت کا مدعی تھا۔ اسی لئے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ میں اپنے سوا اور کوئی رب نہیں جانتا۔ پھر وہ کون رب ہے جس کا تم اپنے کو پیغامبر اور رسول بتاتے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی اس بات کا بے نظیر اور جامع جواب ایک مختصر جملے میں دیا اور فرمایا ربنا الذی اعطی کل شئی خلقه ثم هدی۔ یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کے مناسب وجود عطا کیا اور اس کو اس کی خاص صورت اور خاص شکل دی جو اس کے لائق اور مناسب تھی اور پھر وجود عطا کرنے کے بعد ہر شے کو اس کے اسباب بقا کی طرف رہنمائی کی تو غور کیجئے کہ ہر چیز پیدا ہوتے ہی اپنی بقاء کا ذریعہ ڈھونڈنے لگتی ہے۔ مرغی کا بچہ زمین پر چونچ مارتا ہے۔ انسان کا بچہ ماں کے پستان کو ڈھونڈنے لگتا ہے پیدا ہوتے ہی کھانے پینے کا ہوش آ جاتا ہے۔ یہ ہوش کہاں سے آیا اور کس نے سکھایا اور جانوروں کا تو یہ حال ہے کہ ہر جانور کو ابتدائے پیدائش ہی سے یہ علم ہو جاتا ہے کہ

جنگل کی کونسی گھاس پات اور کس درخت کے پتے میرے لئے مفید ہیں اور کون سے مضر اور نقصان دہ ہیں مفید کو کھاتا ہے اور مضر سے بچتا ہے۔اسی طرح مچھلی کو تیرنا۔ چڑیا کو اڑنا۔ درخت کو پھل پھول دینا اور زمین کو نباتات اگانے کی ہدایت اسی خالق نے بخشی۔ غرض کہ اس مختصر سے جملہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ خدا وہ ہے کہ جو ہر چیز کو اس کا خاص وجود عطا کرنے کے بعد اس کو اپنے نفع نقصان کا القا اور الہام کرے۔تو یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہی نہیں بتایا کہ ان کا رب کون ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ وہ کیوں رب ہے اور اس کے سوا کسی اور کو رب نہیں مانا جاسکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب فرعون سن کر ایسا حیران ششدر اور مبہوت رہ گیا کہ اس کی تردید میں کچھ بول ہی نہ سکا۔ایسا بلیغ کلام اس نے کبھی نہیں سنا تھا اس لئے طرز سخن بدل کر دوسرا سوال کیا کہ اچھا بتاؤ گذشتہ اقوام کا کیا حال ہوگا؟ یعنی جب تمہارے قول کے مطابق الوہیت اور ربوبیت کا مرکز ایک ہی غیبی ہستی ہے اور نجات و سعادت کے لئے تم توحید کو ضروری بتلاتے ہو تو ہمارے باپ دادا اور گذشتہ قومیں جو صدہا برس سے نسل در نسل تمہارے ان دلائل سے غافل اور بے خبر تھے اور حشر و نشر و جزا و سزا کے منکر تھے تو کیا وہ سب کے سب بیوقوف و جاہل تھے؟ کیا کل کے کل گمراہ و بے دین تھے؟ اس سوال سے فرعون کا مطلب ایک یہ بھی تھا کہ کروڑوں افراد و اشخاص جو اب تک گزر چکے ہیں ان کے عقائد و اعمال کا احاطہ کیونکر ممکن ہے۔سزا و جزا۔عذاب و ثواب تو اسی وقت ممکن ہے جب عقائد و اعمال کا علم اور احاطہ ممکن ہو۔ کروڑوں انسانوں کے لامحدود حرکات و سکنات اور اقوال و اعمال کا احاطہ ناممکن ہے پھر کس طرح ان کو سزا و جزا دی جاسکتی ہے اور کیونکر تم تکذیب کرنے والے کو مستحق عذاب اور ہدایت قبول کرنے والے کو مستوجب سلامتی و نجات کہتے ہو۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا نہایت حکیمانہ جواب دیا اور فرمایا گذشتہ اقوام کا علم میرے رب ہی کو ہے۔اس نے اپنے دفتر میں سب کچھ مندرج کر رکھا ہے ان کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک بات کا پورا ریکارڈ اللہ کے پاس محفوظ ہے اس کے علم میں غلطی اور نسیان ناممکن ہے۔ نہ خدا کی نگاہ سے کوئی چیز بچی رہ گئی ہے اور نہ اس کے حافظہ اور علم سے کوئی شے محو ہوئی ہے۔ان سب کے اعمال نامے اللہ کے پاس موجود ہیں۔وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا اور اس میں کوئی غلطی ممکن نہیں کیونکہ غلطی کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو معاذ اللہ اللہ کو ان کا صحیح علم نہ ہو یا خدا بھول جائے تو یہ دونوں صورتیں محال ہیں۔میرا رب بھول چوک اور غلطی سے پاک و منزہ ہے تو جب یہ دونوں چیزیں ذات الٰہی میں ممکن نہیں اور اس کا علم سب کو محیط ہے تو پھر سزا و جزا کچھ دشوار نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جوابات کا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ کی خلاقی۔ربوبیت اور عالم کل ہونے کو ثابت فرما کر اس کی الوہیت و یکتائی پر استدلال فرمایا اور عالم آخرت میں جزا و سزا کے عقیدہ کی صداقت کا اظہار فرمایا۔ یہاں تک موسیٰ علیہ السلام کی تقریر ہو چکی آگے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کی کچھ تفصیل خود بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کے ان جوابات میں تھا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرمایا کہ جو اس کی ربوبیت والوہیت کے مقر ہیں۔اے اللہ ہم کو اس توحید پر قائم رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمارے عقیدۂ عالم آخرت کو ایسا مضبوط بنا دے کہ ہم ہر حال میں آخرت کی جزا و سزا کو پیش نظر رکھیں اور ہر طرح کی نافرمانی سے رک جائیں۔اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا

وہ ایسا ہے جس نے تم لوگوں کیلئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے واسطے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے

بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ۝

اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا۔ خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مواشی کو (بھی) چراؤ۔ ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیاں ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا

ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لے جائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے۔ اور ہم نے اس (فرعون) کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھلائیں

كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۝

سو وہ جھٹلایا ہی کیا اور انکاری کرتا رہا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| الَّذِیْ وہ جس نے | جَعَلَ بنایا | لَكُمْ تمہارے | الْاَرْضَ زمین | مَهْدًا بچھونا | وَسَلَكَ اور چلائیں | لَكُمْ تمہارے لئے | فِیْهَا اس میں |
| سُبُلًا راہیں | وَاَنْزَلَ اور اتارا | مِنَ سے | السَّمَآءِ آسمان | مَآءً پانی | فَاَخْرَجْنَا پھر ہم نے نکالے | بِهٖ اس سے | اَزْوَاجًا جوڑے |
| مِنْ سے | نَبَاتٍ سبزی | شَتّٰى مختلف | كُلُوْا تم کھاؤ | وَارْعَوْا اور چراؤ | اَنْعَامَكُمْ اپنے مویشی | اِنَّ بیشک | فِیْ ذٰلِكَ اس میں |
| لَاٰیٰتٍ نشانیاں | لِاُولِی النُّهٰى عقل والوں کیلئے | مِنْهَا اس سے | خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا | وَفِیْهَا اور اس میں | | | |
| نُعِیْدُكُمْ ہم لوٹا دیں گے تمہیں | وَمِنْهَا اور اس سے | نُخْرِجُكُمْ ہم نکالیں گے تمہیں | تَارَةً اُخْرٰى دوسری بار | وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اور ہم نے اسے دکھائیں | | | |
| اٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں | كُلَّهَا تمام | فَكَذَّبَ تو اس نے جھٹلایا | وَاَبٰى اور انکار کیا | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہ جواب نقل فرمائے گئے تھے جو آپ نے فرعون کے دو سوالات کے جواب میں دیئے تھے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شرارت سے یا جہالت سے ایک سوال یہ کیا تھا کہ تم دونوں کا رب کون ہے جس کا تم اپنے آپ کو پیغمبر بتلاتے ہو اور دوسرا سوال یہ کیا تھا کہ جو نسلیں اور قومیں گذشتہ میں گزر چکیں اور جو توحید کو نہیں مانتی تھیں تو ان کا اس نہ ماننے کی بنا پر کیا حال ہوا؟ ان دونوں سوالات کے جو حکیمانہ جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دیئے تھے وہ گذشتہ آیات میں بیان ہوئے تھے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مکالمہ کو روک کر حق تعالیٰ اپنی شان الوہیت وربوبیت کی کچھ تفصیل خود بیان فرماتے ہیں جن کا ذکر اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں آیا تھا۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کے بعد یہ آیات بطور شرح و تذکیر ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ اور ان آیات کے بعد پھر وہی مناظرانہ مکالمہ مابین فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اور اس طرح کی مثالیں قرآن پاک میں متعدد جگہ موجود ہیں۔ الغرض گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کر کے اب حق تعالیٰ بطور جملہ معترضہ کے براہ راست نوع انسانی سے خطاب فرماتے ہیں کہ تمہارا رب وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے زمین کو مثل فرش کے بنایا کہ تم اس پر آرام کر سکو اور مزے کے ساتھ اس پر چل پھر سکو۔ اور زمین عجب فرش ہے کہ جو نہ لوہے کی مانند سخت ہے اور نہ روئی اور گارے کی طرح نرم

ہے۔ پھر اسی رب نے تمہارے چلنے کے لئے اس زمین میں راستے بنا دیئے۔ زمین پر میدانوں۔ وادیوں۔ پہاڑوں کے بیچ میں سے راستے نکال دیئے جن پر چل کر تم ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ سکتے ہو پھر اسی رب نے آسمان سے پانی برسایا تاکہ تم اس سے زندہ رہ سکو اور اسی پانی کے ذریعہ سے طرح طرح کے غلے میوے۔ سبزیاں۔ پھل پھول پیدا کئے جن سے تم عمدہ غذائیں کھاتے ہو اور باوجودیکہ زمین ایک ہے۔ پانی ایک ہے۔ ہوا اور روشنی ایک ہے مگر ہر ایک نباتات کا مزہ۔ رنگ اور بو مختلف ہے۔ پھر جو اشیاء تمہارے کام کی نہیں وہ اپنے مویشیوں کو کھلاتے ہو اس طرح تمہاری اور تمہارے مویشیوں کی حیات اور زندگی کا سامان ہوا۔ آگے دہریوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے فرمایا کہ اس رب کی قدرت اور شان ربوبیت کی یہ سب نشانیاں ہیں۔ اگر عقل ہے تو سمجھ لوگے کہ یہ مضبوط اور محکم انتظامات یونہی محض اتفاق سے قائم نہیں ہوسکتے۔ یہ قدرت الٰہیہ کے نشانات تم کو بتا دیں گے کہ اس کائنات کا رب ایک ہی رب ہے اور ربوبیت ساری کی ساری اسی کی ہے۔ گویا یہاں وجود باری تعالیٰ اور توحید کی طرف توجہ دلائی گئی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو اسی زمین سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا ہے یعنی تمہاری ابتدا اسی سے ہے اس لئے کہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی زمین کی مٹی سے ہوئی۔ پھر جن غذاؤں سے آدمی کا بدن پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی ہی سے نکلتی ہیں اور پھر مرنے کے بعد بھی عام آدمیوں کو بھی جلد یا بدیر اسی مٹی میں مل جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن دوبارہ پھر اسی زمین سے تم کو حساب کتاب کے لئے نکالا جائے گا۔ احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کے دفن کے بعد ان کی قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے پہلی بار فرمایا **منها خلقنكم** دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا **وفيها نعيدكم** تیسری بار مٹی ڈالتے ہوئے فرمایا **ومنها نخرجكم تارة اخرى**۔ اسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و تعلیم میں مسلمان اپنی میت کی قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے یہی کلمات قرآنی پڑھتے ہیں۔ ان آیات کے اخیر میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرعون کو اپنی جو نشانیاں دکھلانا منظور تھیں سب دکھلا دیں۔ مثلاً عصا اور ید بیضا کے معجزات وغیرہ اور جن کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کسی عذر کی اس کے لئے گنجائش باقی نہ رہی مگر پھر بھی وہ بدبخت نہ مانا اور انکار و تکذیب ہی پر اڑا رہا۔

بیچ میں یہ حق تعالیٰ کا ارشاد بطور جملہ معترضہ آیا تھا۔ اب آگے پھر وہی مضمون یعنی فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی شان ربوبیت والوہیت کی معرفت کاملہ ہم کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہر حال میں ہم کو حق سے وابستہ رہنے اور باطل سے علیحدہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ روئے زمین پر اس وقت جہاں جہاں حق و باطل میں مقابلہ اور معرکہ آرائی ہے یا اللہ اپنی قدرت سے حق کو غلبہ عطا فرما اور باطل کو مغلوب فرما۔ یا اللہ آپ ہی نے ہم کو زندگی عطا کی ہے آپ ہی ہم کو موت دیں گے اور آپ ہی قیامت میں ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائیں گے۔ یا اللہ ہم کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت اسلام و ایمان پر موت دیجئے اور اپنے مخلص مومن بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ

کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو سے نکال باہر کرو۔ سو اب ہم بھی تیرے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے

بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ

اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کرلو جس کو نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں۔ موسیٰ نے فرمایا تمہارے وعدہ کا وقت

وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾

وہ دن ہے جس میں میلہ ہوتا ہے اور دن چڑھے لوگ جمع ہوجاتے ہیں۔ غرض فرعون لوٹ گیا پھر اپنے مکر کا سامان جمع کرنا شروع کیا پھر آیا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | اَجِئْتَنَا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس | لِتُخْرِجَنَا کہ تو نکال دے ہمیں | مِنْ اَرْضِنَا ہماری زمین سے | بِسِحْرِكَ اپنے جادو کے ذریعہ | | | |
| يٰمُوْسٰى اے موسیٰ | فَلَنَاْتِيَنَّكَ پس ضرور ہم تیرے مقابل لائیں گے | بِسِحْرٍ ایک جادو | مِّثْلِهٖ اس جیسا | فَاجْعَلْ پس مقرر کر | بَيْنَنَا ہمارے درمیان | | |
| وَبَيْنَكَ اور اپنے درمیان | مَوْعِدًا ایک وعدہ | لَّا نُخْلِفُهٗ ہم اسکے خلاف نہ کریں | نَحْنُ ہم | وَلَآ اور نہ | اَنْتَ تو | مَكَانًا سُوًى ایک ہموار میدان | |
| قَالَ اس نے کہا | مَوْعِدُكُمْ تمہارا وعدہ | يَوْمُ الزِّيْنَةِ زینت کا دن | وَاَنْ اور یہ کہ | يُّحْشَرَ جمع کئے جائیں | النَّاسُ لوگ | ضُحًى دن چڑھے | |
| | فَتَوَلّٰى پھر لوٹ گیا | فِرْعَوْنُ فرعون | فَجَمَعَ اس نے جمع | كَيْدَهٗ اپنا داؤ | ثُمَّ پھر | اَتٰى وہ آیا | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ''الوہیت وربوبیت خداوندی کا ذکر ہوا تھا اور وہ حق تعالیٰ کا ارشاد درمیان میں بطور جملہ معترضہ آیا تھا اور اخیر میں بتلایا گیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی فرعون کے سامنے حق تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت اور وحدانیت کے دلائل بیان فرمادیئے اور اپنی نبوت ورسالت کے اثبات میں فرعون کو اپنی لاٹھی اور چمکتے ہوئے روشن ہاتھ کے معجزہ بھی دکھلائے مگر فرعون نے ان کو سحر اور جادو بتلایا اور کوئی بات مان کر نہ دی۔

فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو اور مکالمہ کا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے جو مختلف مجالس میں ہوتی رہیں۔ فرعون حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے روشن اور پُر از صداقت دلائل سن سن کر اگرچہ پیچ وتاب کھاتا تھا مگر لاجواب ہوجانے کی وجہ سے کوئی صورت نہیں بنتی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سے چھٹکارا حاصل کرے۔ وہ جانتا تھا کہ میری ربوبیت اور الوہیت کی بنیاد اتنی کمزور ہے کہ دلائل موسیٰ کی صداقت کے سامنے مکڑی کے جالے کی طرح ٹوٹ کر تار تار ہوجاتی ہے اور اس کے درباری بھی اس کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لئے فرعون کے لئے یہ بات سخت ناقابل برداشت تھی کہ جس قلمرو میں اس کے رعب شاہی اور دبدبۂ حکومت کے ساتھ اس کی ربوبیت کا جاہ وجلال بھی مانا جاتا ہو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی یہ جرأتِ حق اندر ہی اندر اس کو خائف اور پریشان کررہی تھی۔

سب سے پہلے اپنی قوت وجبروت اور دبدبہ وجلال سے ڈراتی ہے۔ قید وبند کے عذاب اور ہلاکت سے خوف دلاتی ہے اور اپنی گرفت سے مرعوب کرنا چاہتی ہے۔ جب یہ حربہ کارگر نہیں ہوتا اور حامل صداقت بغیر کسی خوف کے بے باکانہ حق وصداقت کا اعلان کرتا ہے تو دوسرے درجہ پر اہل باطل بھی دلائل و براہین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھنے والوں کی آنکھ میں خاک جھونکتے اور

سننے والوں کے کانوں پر مکروفریب کا پردہ ڈالنے کے لئے دلائل کی روشنی میں مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔اور اپنی شکست کو چھپانے کے لئے پرفریب الفاظ سے حاضرین وسامعین کو اپنے مکر کے جال میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں۔لیکن جب حق کی طاقت ان کے فریب کا تار تار بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔عقل کی روشنی میں دلائل کی حقانیت سے حق وباطل اور صحیح وغلط کو جدا جدا کر دیتی ہے اور کوئی فریب نہیں چلتا تو اہل باطل پرستاران نفس جاہلین صداقت کو طرح طرح سے متہم کرتے ہیں۔کبھی کہتے ہیں کہ یہ شخص انقلاب پیدا کر کے حکومت حاصل کرنا چاہتا ہے۔کبھی کہتے ہیں کہ ہر دل عزیزی پیدا کر کے شہرت وجاہ کا حصول اس کے پیش نظر ہے۔کبھی کہتے ہیں کہ یہ ساحر جادوگر اور دھوکہ باز ہے لیکن جب ارباب حق مادی مقابلہ کے لئے بھی تیار ہوجاتے ہیں اور حق وباطل کا فرق کھل جاتا ہے اور وہ لوگ جن کی فطرت میں حق تعالیٰ نے سعادت کا نور ودیعت رکھا ہے سچائی کو دیکھ کر حقانیت کے معترف ہوجاتے ہیں اور اہل حق کی تعداد بڑھنے لگتی ہے تو قصر طاغوتی میں لرزہ پڑ جاتا ہے۔بنیادیں ہلنے لگتی ہیں اور انجام کار اہل حق کو ڈرانے اور مغلوب کرنے کے لئے ان کے متبعین اور ساتھیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں اور جسمانی سزائیں دی جاتی ہیں۔قتل وغارت کیا جاتا ہے۔اور بہتیروں کو نذر شمشیر کیا جاتا ہے۔اس وقت غیرت حق جوش میں آتی ہے اور قوت قہاری بر سرعمل آ کر اہل باطل کے تمام دبدبہ وجلال کو غارت کر دیتی ہے۔ان کے اموال واملاک خاک میں ملا دیئے جاتے ہیں۔ طاغوتی لشکر کو ہلاکت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔فرعون کی بھی ٹھیک یہی حالت ہوئی۔شروع میں تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرا دھمکا کر مرعوب کرنا چاہا۔پھر مناظرانہ انداز میں سوال وجواب کئے۔جب آپ کے دلائل قاہرہ نے فرعون کو متحیر اور مبہوت کر دیا اور کوئی جواب بن نہ پڑا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت والزام لگانے لگا اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ تم جادوگر ہو اور جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتے ہو اور اس پر قابض ہونا چاہتے ہو لہٰذا اب تمہارے جادو کا مقابلہ جادو سے کیا جائے گا۔تا کہ لوگ جان لیں کہ یہ شخص پیغمبر نہیں جادوگر ہے۔جو زور سے ہم کو ہمارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نفرت اور اشتعال دلانے کے لئے کہی تھی کیونکہ جب قوم کے لوگ یہ سنیں گے تو ان کے دل میں یہ بات جم جائے گی کہ اگر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی بات مان لی تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ ہم کو اپنے گھربار سے نکلنا پڑے گا۔تو ان کی بات کو قبول نہ کریں گے اور نہ ان کے معجزوں میں غور وفکر کریں گے اور یہی سمجھیں گے کہ جو کچھ موسیٰ نے لاٹھی وغیرہ کا معجزہ دکھایا ہے وہ بھی ایک قسم کا جادو ہے۔بالآخر فرعون اور فرعونیوں کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ فی الحال تو موسیٰ اور ہارون کو مہلت دو اور اس دوران میں تمام قلمرو سے ماہر جادوگروں کو دارالسلطنت میں جمع کرو اور پھر ان سے موسیٰ کا مقابلہ کراؤ۔بلاشبہ یہ شکست کھا جائے گا اور اس کے تمام ارادے خاک میں مل جائیں گے۔اس مشورہ کے بعد فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم خوب سمجھ گئے کہ تو ہم کو اس سرزمین مصر سے بے دخل کرنا چاہتا ہے لہٰذا اب تمہارا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو جمع کر کے تم کو شکست دی جائے۔اب تمہارے اور ہمارے درمیان مقابلہ کے دن کا معاہدہ ہوجانا چاہئے اور پھر نہ اس سے ہم ٹلیں گے اور نہ تم وعدہ خلاف کرنا کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کا فیصلہ ہوجائے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے منظور ہے اور اس کام کے لئے سب سے بہتر دن یوم الزینہ یعنی تمہاری عید اور

جشن کا دن ہے۔ اس دن سورج بلند ہونے پر ہم سب کو میدان میں جمع ہو جانا چاہئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کو اس لئے غنیمت جانا کہ وہ خدائے تعالیٰ کے جو معجزات فرعون اور قوم فرعون کو دکھا چکے تھے انہوں نے ان کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ یہ تو جادو اور سحر ہے لہٰذا اب جبکہ ساحروں اور جادوگروں سے مقابلہ کے بعد بھی خدا کا معجزہ غالب رہے گا تو ناچار ان کو صداقت اور حق کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ پس اگر ان کی عید اور جشن کے روز خواص و عوام کے مجمع میں ساحر اور جادوگر عاجز ہو کر میری صداقت کا اقرار کرلیں تو پھر کسی فرعونی کو لب کشائی کا موقع نہ رہے گا اور برسر عام حق کا مظاہرہ اور تبلیغ حق کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ اور سارے ملک میں اس کی خبر پھیل جائے گی۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے غلبہ کا یقین کامل تھا اس لئے بے دھڑک یہ دن اور وقت مقابلہ کے لئے مقرر کرلیا۔ جب مقابلہ کے لئے مکان و زمان اور وقت سب طے پا گیا تو فرعون اپنے دربار سے واپس ہوا اور اپنے مکر و فریب کا سامان جمع کرنا شروع کیا اور ساحروں کی ایک بڑی جمعیت کو جمع کرنا شروع کیا۔

بہر حال مقررہ دن یوم جشن آ پہنچا۔ میدان جشن میں تمام شاہانہ کروفر کے ساتھ فرعون تخت نشین ہوا۔ اور درباری وزراء و امرا بھی حسب مراتب قرینے سے بیٹھے اور لاکھوں عوام حق و باطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کو جمع ہوئے۔ ایک جانب مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ اپنے ساز و سامان سحر سے لیس کھڑا ہے اور دوسری جانب خدا کے رسول حق کے پیغمبر۔ سچائی و راستی کے پیکر حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کھڑے ہیں۔ چونکہ یہ مجمع رسول برحق کے مقابلہ میں صرف عناد کے تحت اکٹھا کیا گیا تھا اور رسول کا کام اتمام حجت اور نصیحت خلق ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو چیلنج کریں حق تبلیغ ادا فرماتے ہوئے فرعون کے جمع کردہ ساحروں کو خطاب فرمایا۔ اور کیا ارشاد فرمایا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ حق و باطل میں اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں مقابلہ و مقاتلہ ہو رہا ہے۔
اے اللہ اپنی قوت قہاری و جباری سے باطل کی قوتوں کو پاش پاش فرمادے۔ اور حق کو غلبہ عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنِ

(اُس وقت) موسیٰ نے اُن (جادوگر) لوگوں سے فرمایا کہ اے کم بختی مارو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء مت کرو، کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دے

افْتَرَىٰ ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَىٰ ﴿٦٢﴾ قَالُوا إِنْ هَٰذَانِ لَسَاحِرَانِ يُرِيدَانِ

اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام رہتا ہے۔ پس جادوگر باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے۔ (فرعونی) کہنے لگے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مطلب یہ ہے

أَن يُخْرِجَاكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَىٰ ﴿٦٣﴾ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا ۚ

کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ طریقہ کا دفتر ہی اٹھا دیں۔ سو اب تم مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے (مقابلہ میں) آؤ

وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ ﴿٦٤﴾ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ

اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہو۔ پھر اُنہوں نے کہا اے موسیٰ آپ اپنا (عصا) پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں۔

مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا

آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو پس یکایک اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں اُن کی نظر بندی سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے چلتی دوڑتی ہوں۔

تَسْعَىٰ ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ﴿٦٧﴾

سو موسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | لَهُمْ اُن سے | مُوسَىٰ موسیٰ | وَيْلَكُمْ خرابی تم پر | لَا تَفْتَرُوا نہ گھڑو | عَلَى اللَّهِ اللہ پر | كَذِبًا جھوٹ | | |
| فَيُسْحِتَكُمْ کہ وہ ہلاک کردے تمہیں | بِعَذَابٍ عذاب سے | وَقَدْ خَابَ اور وہ نامراد ہوا | مَنِ افْتَرَىٰ جس نے جھوٹ باندھا | | | | | |
| فَتَنَازَعُوا تو وہ جھگڑنے لگے | أَمْرَهُمْ اپنے کام میں | بَيْنَهُمْ باہم | وَأَسَرُّوا اور انہوں نے چھپ کر کیا | النَّجْوَىٰ مشورہ | قَالُوا وہ کہنے لگے | | | |
| إِنْ تحقیق | هَٰذَانِ یہ دونوں | لَسَاحِرَانِ البتہ جادوگر | يُرِيدَانِ یہ چاہتے ہیں | أَن يُخْرِجَاكُم کہ تمہیں نکال دیں | مِّنْ سے | أَرْضِكُمْ تمہاری سرزمین | | |
| بِسِحْرِهِمَا اپنے جادو کے ذریعہ | وَيَذْهَبَا اور وہ لے جائیں | بِطَرِيقَتِكُمُ تمہارا طریقہ | الْمُثْلَىٰ اچھا | فَأَجْمِعُوا لہٰذا اکٹھا کرلو تم | كَيْدَكُمْ اپنے داؤ | | | |
| ثُمَّ ائْتُوا پھر تم آؤ | صَفًّا صف باندھ کر | وَقَدْ أَفْلَحَ اور تحقیق کامیاب ہوگا | الْيَوْمَ آج | مَنِ جو | اسْتَعْلَىٰ غالب رہا | قَالُوا وہ بولے | | |
| يَا مُوسَىٰ اے موسیٰ | إِمَّا یا تو | أَن تُلْقِيَ یہ کہ تو ڈالے | وَإِمَّا اور یا | أَن نَّكُونَ یہ کہ ہم ہوں | أَوَّلَ پہلے | مَنْ جو | أَلْقَىٰ ڈالیں | قَالَ اسنے کہا |
| بَلْ بلکہ | أَلْقُوا تم ڈالو | فَإِذَا تو ناگہاں | حِبَالُهُمْ ان کی رسیاں | وَعِصِيُّهُمْ اور ان کی لاٹھیاں | يُخَيَّلُ خیال میں آئیں | إِلَيْهِ اسکے | | |
| مِنْ سے | سِحْرِهِمْ ان کا جادو | أَنَّهَا کہ وہ | تَسْعَىٰ دوڑ رہی ہیں | فَأَوْجَسَ تو پایا | فِي نَفْسِهِ اپنے دل میں | خِيفَةً کچھ خوف | مُّوسَىٰ موسیٰ | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ فرعونیوں کے عید یا جشن کے دن جو مقابلہ کے لئے مقرر ہوا تھا صبح ہی سے عوام و خواص سب اس میدان میں جمع ہو گئے کہ آج دیکھیں کون غالب آتا ہے۔ فرعونی کہتے تھے کہ ہم تو جادوگروں کے کمال کے قائل ہیں

وہی غالب آئیں گے۔ الغرض جب سب جمع ہو گئے فرعون تخت سلطنت پر بیٹھا وزرا امرا اور ارکان دولت اپنی کرسیوں پر بیٹھے۔ دائیں بائیں عام رعایا صف بستہ کھڑی ہو گئی۔ ساحروں کی جماعت فرعون کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ دوسری طرف صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ کھڑے تھے۔ فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ اپنا کرتب کامل طور پر دکھانا۔ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا۔ میں تم کو اپنا مقرب بنالوں گا اور مالا مال کردوں گا۔ غرض جب مقابلہ کی تیاری ہو گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تبلیغ ادا فرماتے ہوئے مجمع میں ہر شخص کو اس کے حسب حال نصیحت فرمائی۔ چونکہ جادوگر حق کا مقابلہ جادو سے کرنے والے تھے ان کو تنبیہ فرمائی جیسا ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ تمہاری حالت پر سخت افسوس ہے۔ تم کیا کر رہے ہو۔ دیکھو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ تم ہم کو جادوگر کہہ کر خدا پر جھوٹا الزام نہ لگاؤ۔ خدا کے نشانوں اور انبیاء کے معجزات کو سحر بتلانا اور بے حقیقت چیزوں کو ثابت شدہ حقائق کے مقابلہ میں پیش کرنا گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ اور جھوٹ باندھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں اس بہتان طرازی کی سزا میں تم پر کوئی آسمانی آفت نہ آپڑے اور جڑ سے تم کو نہ اکھاڑ پھینکے۔ کیونکہ جس کسی نے حق پر بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر نے ساحروں کی جماعت میں کھلبلی ڈال دی۔ آپس میں ردوکد شروع کردی اور سرگوشیاں کرنے لگے کہ اس شخص کو کیا سمجھا جائے۔ اس کی باتیں ساحروں جیسی تو معلوم نہیں ہوتیں۔ درباریوں نے یہ حال دیکھا تو جادوگروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ یہ دونوں بلاشبہ جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ جادو کے زور سے تم کو تمہارے وطن سے نکال دیں اور تم پر غلبہ کرلیں اور تمہارا جو دین اور رسوم پہلے سے چلی آتی ہیں ان کو مٹا کر اپنا طور وطریق رائج کردیں اور جادو کے فن کو بھی جس سے ملک میں تمہاری عزت اور کمائی ہے دونوں بھائی چاہتے ہیں کہ تم سے لے اڑیں اور تن تنہا خود اس پر قابض ہو جائیں۔ لہٰذا تم موقع کی اہمیت کو سمجھو۔ وقت کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ پوری ہمت اور قوت سے سب مل کر ان کے گرانے کی تدبیر کرو اور دفعتہً ایسا متفقہ حملہ کرو کہ پہلے ہی وار میں ان کے قدم اکھڑ جائیں اس لئے کہ آج کا معرکہ فیصلہ کن معرکہ ہے۔ آج کی کامیابی دائمی کامیابی ہے جو فریق آج غالب رہے گا وہی کامیاب ثابت ہوگا۔ اس پر جادوگروں نے آگے بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اس گفت وشنید کے قصہ کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ابتدا تمہاری جانب سے ہوگی یا ہماری جانب سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو آپ نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ پہلے تم ہی اپنے حوصلے نکال لو اور اپنے کمال فن کی پوری حسرت نکال لو اور اپنے کرتب دکھالو۔ چنانچہ ساحروں نے اپنی رسیاں بان۔ اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں جو سانپ اور اژدھے کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ دیکھا تو دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔ یہاں آیت میں الفاظ یہ آئے ہیں فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ۔ سو موسیٰؑ کے دل میں کچھ خوف سا ہوا۔ اب یہاں مفسرین کے دو قول ہیں کہ یہ خوف کس بات کا ہوا؟ مفسرین کے ایک گروہ نے تو یہ لکھا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو ساحروں کی ڈالی ہوئی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ اور اژدھے کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دل میں یہ خوف محسوس کیا کہ کہیں لوگ اس مظاہرہ سے متاثر نہ ہو جائیں اور ساحروں کے سحر کو حقیقت نہ سمجھ لیں کیونکہ اگر ایسا ہوا

تو یہ تاثیر اور رعب قبول حق کے لئے سدراہ بنے گا اور جادوگروں کا یہ سوانگ دیکھ کر کہیں بے وقوف لوگ دھوکہ میں نہ پڑ جائیں اور سحر و معجزہ میں فرق نہ کرسکیں اور ایسی صورت میں حق کا غلبہ واضح نہ ہوسکے گا۔ اس بنا پر موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کچھ اندیشہ اور خوف پیدا ہوا۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے تو اس کے تمام نشیب و فراز کا بھی انتظام فرمادے گا اور اپنے مرسل کی مدد فرمائے گا۔ اور ایسا خوف طبعی جو درجہ وسوسہ میں تھا شان و کمال نبوت کے منافی نہیں۔ دوسرے مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ جب جادوگروں نے یکبارگی اپنی لاٹھیاں اور رسیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پھینکیں اور اچانک آپ کو یہ نظر آیا کہ سینکڑوں سانپ اور اژدھے آپ کی طرف دوڑتے چلے آرہے ہیں تو اس منظر سے فوری طور پر آپ نے ایک خوف و دہشت محسوس کیا۔ آگے انہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ انسانیت اور بشریت کے تقاضہ سے ایسا خوف محسوس ہونا کوئی عجیب بات بھی نہیں۔ اس مقام پر یہ بات لائق ذکر ہے کہ عام انسانوں کی طرح پیغمبر بھی جادو و سحر سے متاثر ہوسکتا ہے۔ اگرچہ جادوگر پیغمبر کی نبوت سلب کرلینے یا اس کے اوپر نازل ہونے والی وحی میں خلل ڈال دینے یا جادو کے اثر سے اس کو گمراہ کردینے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن کچھ دیر کے لئے پیغمبر کے قویٰ اور جسم پر یک گونہ اثر ضرور ڈال سکتا ہے اور اس کی تصدیق و تائید احادیث سے ہوتی ہے کہ کئی صحابہ مثلاً حضرت ابن عباس۔ زید بن ارقم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض یہود نے سحر کیا جس کے اثر سے ایک طرح کا مرض سا بدن مبارک کو لاحق ہوگیا۔ اس دوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ایک کام کرچکے ہیں مگر خیال گزرتا تھا کہ نہیں کیا یا ایک کام نہیں کیا اور خیال گزرتا تھا کہ کرچکے ہیں۔ اس سحر کے علاج کے واسطے حق تعالیٰ نے دو سورتیں سورۃ فلق اور سورۃ الناس نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہوگیا۔ بہرحال وجہ جو بھی ہو آیت میں یہ صاف فرمایا گیا ہے۔ کہ اس مظاہرہ سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ اندیشہ محسوس کیا۔

جیسا اوپر بیان ہوا یہ خوف طبعی۔ شان کمال اور شان نبوت کے منافی نہیں۔ الغرض جس وقت قدرے خوف موسیٰ علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا اسی وقت وحی نازل ہوئی اور وحی میں حق تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو کیا ارشاد فرمایا۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق و باطل کی کشمکش جو اس دنیا میں ہمیشہ سے قائم رہی ہے حق تعالیٰ ہم کو حق کے ساتھ وابستہ رکھیں۔ اور ہماری زندگی حق کی اعانت اور نصرت میں گزاریں۔ اور حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرمادیں۔ اور حق کے مقابلہ میں جو باطل کھڑا ہو اس کی پوری طرح سرکوبی فرمادیں۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں حق و باطل کا مقابلہ ہے حق تعالیٰ اپنی قدرت سے حق کو غالب اور منصور فرمائیں اور باطل کو مغلوب و سرنگوں فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ

ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔ اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جاوے گا

سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ

یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے کامیاب نہیں ہوتا۔ سو جادوگر سجدہ میں گر گئے کہا کہ ہم تو ایمان لے آئے ہارونؑ اور موسیٰؑ کے پروردگار پر۔

وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ

فرعون نے کہا کہ بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے واقعی وہ (سحر میں) تمہارے بھی بڑے ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر سکھلایا ہے سو میں تم سب کے

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ

ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں اور یہ بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے

اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾

کہ ہم دونوں میں کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے

| قُلْنَا ہم نے کہا | لَا تَخَفْ تم ڈرو نہیں | اِنَّكَ بیشک تم | اَنْتَ تم | الْاَعْلٰى غالب | وَاَلْقِ اور ڈالو | مَا جو | فِيْ يَمِيْنِكَ تمہارے دائیں ہاتھ میں |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| تَلْقَفْ وہ نگل جائے گا | مَا صَنَعُوْا جو انہوں نے بنایا | اِنَّمَا بیشک | صَنَعُوْا انہوں نے بنایا | كَيْدُ فریب | سٰحِرٍ جادوگر | وَلَا يُفْلِحُ اور کامیاب نہیں ہوگا | |
| السّٰحِرُ جادوگر | حَيْثُ جہاں | اَتٰى وہ آئے | فَاُلْقِيَ پس ڈال دیئے گئے | السَّحَرَةُ جادوگر | سُجَّدًا سجدہ میں | قَالُوْا وہ بولے | |
| اٰمَنَّا ہم ایمان لائے | بِرَبِّ رب پر | هٰرُوْنَ ہارونؑ | وَمُوْسٰى اور موسیٰ | قَالَ اس نے کہا | اٰمَنْتُمْ تم ایمان لائے | لَهٗ اس پر | قَبْلَ پہلے |
| اَنْ اٰذَنَ کہ میں اجازت دوں | لَكُمْ تمہیں | اِنَّهٗ بیشک وہ | لَكَبِيْرُكُمُ تمہارا رب | الَّذِيْ وہ جس نے | عَلَّمَكُمُ تمہیں سکھایا | السِّحْرَ جادو | |
| فَلَاُقَطِّعَنَّ پس میں ضرور کاٹوں گا | اَيْدِيَكُمْ تمہارے ہاتھ | وَاَرْجُلَكُمْ اور تمہارے پاؤں | مِنْ خِلَافٍ دوسری طرف سے | وَ اور | | | |
| لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ میں تمہیں ضرور سولی دوں گا | فِيْ میں | جُذُوْعِ النَّخْلِ کھجور کے تنے | وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم خوب جان لوگے | اَيُّنَا ہم میں کون | | | |
| اَشَدُّ زیادہ سخت | عَذَابًا عذاب میں | وَّاَبْقٰى اور تادیر رہنے والا | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب فرعون کے جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور نظر بندی کردی تو یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے سانپ اور اژدھے چلتے اور دوڑتے ہوں تو موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کچھ خوف سا ہوا کہ جب دیکھنے میں یہ رسیاں اور لاٹھیاں بھی سانپ معلوم ہوتی ہیں اور میرا عصا بھی بہت سے بہت سانپ بن جاوے گا تو دیکھنے والے تو دونوں چیزوں کو ایک ہی سا سمجھیں گے تو حق و باطل میں امتیاز کس طرح کریں گے اور یہ خوف باقتضائے طبع تھا ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی مدد ضرور فرمائے گا اور ایسا خوف طبعی جو درجہ وسوسہ میں تھا شان کمال کے منافی نہیں۔ الغرض جب یہ

خوف ہوا تو جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا اسی وقت جناب باری تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور معاً تسکین غیب سے دی گئی کہ تم کچھ پروا نہ کرو فتح تمہاری اور حق ہی کی ہوگی۔ ہمارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب رہو گے۔ یہ تمہارے مقابل جو کچھ ہے اس کی بساط ہی کیا ہے۔ حق کے مقابلہ میں یہ کہیں ٹھہر سکتا ہے اور پھر ارشاد ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ والی لاٹھی کو میدان میں ڈال دو۔ جو ان کے بنائے ہوئے سوانگ کا یکدم لقمہ کر جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی۔ خدا کے حکم سے وہ لاٹھی ایک زبردست بے مثال اژدھا بن گئی جس کے پیر بھی تھے سر بھی تھا کچلیاں اور دانت بھی تھے اس نے سب کے دیکھتے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا۔ جادوگروں کے جتنے کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ لوگ ہیبت کے مارے بھاگے۔ ایک کے اوپر ایک گرا یہاں تک کہ ۲۵ ہزار آدمی کچل کر مر گئے۔ منظر بہت ہی ہیبت انگیز تھا ہر شخص جان بچانی چاہتا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا عصا جو اژدھا بنا ہوا تھا فرعون کی طرف متوجہ ہوا کہ فرعون کو نگل جائے۔ فرعون چلایا اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا پھر وہ پہلے ہی جیسا عصا ہو گیا۔ لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک فرعون اپنے محل سے باہر نہیں نکلا۔ اب سب پر حق واضح ہو گیا۔ حق و باطل اور سحر و معجزہ میں تمیز ہو گئی اور ساحر اپنے سحر میں ناکام رہے۔ اب جادوگروں نے جو اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے اور سحر کی حقیقت سے واقف تھے۔ جب عصاء موسیٰ کا یہ کرشمہ دیکھا تو وہ حقیقت حال سمجھ گئے اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل جادو سے بالاتر ہے اور اس کا سحر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ واقعی اسی خدا کا کام ہے۔ جس کے موسیٰ و ہارون پیغمبر ہیں اس کا اتنا کامل یقین انہیں ہو گیا کہ وہ اسی میدان میں سب کے سامنے فرعون کی موجودگی میں خدا کے سامنے سربسجود ہو گئے سبحان اللہ!

کیا عجیب ماجرا ہے کہ انہی جادوگروں نے ابتدا میں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو زمین پر ڈالا تھا۔ پھر جب حق واضح ہو گیا تو اپنے سروں کو زمین پر ڈال دیا اور یہ سجدہ سجدۂ شکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔ وہی رب العالمین ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ سبحان اللہ صبح کے وقت کافر اور جادوگر تھے اور شام کو پاکباز مومن اور راہ خدا کے شہید تھے۔ ان کی تعداد میں کئی ہزار ہونے کی بھی روایات ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ یہ ستر تھے اور لکھا ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے ہیں تو حق تعالیٰ نے انہیں جنت دکھادی اور انہوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے الطاف ہیں کہ جس بندہ کو چاہیں غایت کفر و عناد سے نہایت ایمان تک پہنچا دیں۔ پھر شان خدا دیکھئے چاہئے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آ جاتا۔ جن کو اس نے مقابلہ کے لئے بلوایا تھا وہ مجمع عام میں ہارے اور اپنی ہار مان لی۔ اپنے کرتب کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو خدا کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کر لیا۔ اور ایمان لے آئے اور مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انہوں نے دین برحق قبول کر لیا لیکن یہ فرعون اپنی شیطنت میں اور بڑھ گیا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ میرا تمام دام فریب تار تار ہو گیا اور موسیٰ کو شکست دینے کی جو آخری پناہ تھی وہ بھی منہدم ہو گئی اب کہیں ایسا نہ ہو کہ مصری عوام بھی ہاتھ سے جائیں اور موسیٰ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے تو اس نے مکر و فریب کا ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا اور ساحروں سے کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تم سب کا جادو میں استاد ہے اور تم سب نے آپس میں سازش اور ملی بھگت کر رکھی تھی۔ تب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ اچھا میں تم کو ایسی عبرتناک سزا

دوں گا تا کہ آئندہ کسی کو ایسی غداری کی جرأت نہ ہو پہلے تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں بایاں ہاتھ داہنا پاؤں اور پھر سب کو سولی پر چڑھاؤں گا تا کہ تمہارا حال دیکھ کر سب عبرت حاصل کریں اور تمہیں پتہ چل جائے کہ میرا عذاب سخت ہے یا موسیٰ کے خدا کا۔

امام المفسرین امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ فرعون کا جادوگروں سے یہ کہنا کہ موسیٰ تمہارا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ یہ صریح جھوٹ تھا اور لوگوں کو دھوکہ دینے اور شبہ میں ڈالنے کے لئے اس نے یہ جھوٹ بولا ورنہ خوب جانتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کبھی ان جادوگروں سے ملے بھی نہیں۔ نہ وہ ان کی ان سے کوئی جان پہچان ہے نہ تعلق۔ اگر موسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ ان جادوگروں کے استاد ہوتے اور یہ ان کے شاگرد ہوتے تو تعلق استادی شاگردی کا سب کو معلوم ہوتا۔ یہ جھوٹ اس کے اندرونی خوف کی دلیل ہے۔ یہاں امام رازیؒ ہی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ابھی تو یہ گزرا ہے کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے جب وہ اژدھا ہو گیا اور وہ فرعون کی طرف متوجہ ہوا تو فرعون مارے ڈر کے چیخیں مارنے لگا اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پکڑا اور ہاتھ میں لیا تو وہ اژدھا پھر بدستور پہلے ہی جیسا عصا ہو گیا تو فرعون کے ہوش وحواس درست ہوئے تو شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے تو فرعون کے خوف کا یہ حال تھا جو بیان ہوا اور اب یہ دلیری اور بہادری کہ سب کو ڈرا دھمکا رہا ہے تو خوف و ہراس کے بعد یہ دلیری کہاں سے آئی۔ تو خود امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ جواب یہ ہے کہ وہ دل سے نہایت خوف زدہ تھا مگر بے حیائی اور ڈھٹائی سے اپنی دلیری ظاہر کرتا تھا تا کہ اس کی بات بنی رہے اور ظالم وبدکار لوگوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں جس کی حقیقت اکڑ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔

غور کیجئے کہ سچا ایمان جب کسی کو نصیب ہو جاتا ہے خواہ وہ ایک لحہ کا ہی کیوں نہ ہو وہ ایسی بے پناہ روحانی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ کائنات کی کوئی زبردست سے زبردست مادی طاقت بھی اس کو مرعوب نہیں کر سکتی۔ دیکھئے وہی جادوگر جو فرعون سے تھوڑی دیر پہلے انعام واکرام اور عزت وجاہ کی آرزوئیں اور التجائیں کر رہے تھے ایمان لانے کے بعد ایسے نڈر اور بے خوف ہو گئے کہ ان کے سامنے سخت سے سخت مصیبت اور دردناک سے دردناک عذاب بھی ہیچ ہو کر رہ گیا اور کوئی دہشت بھی ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی اور انہوں نے فرعون کی موجودگی ہی میں بے دھڑک اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور جب انہوں نے فرعون کی جابرانہ دھمکیوں کو سنا تو اس کو کیا جواب دیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی وہ سچا اور پکا ایمان واسلام نصیب فرماویں کہ جو کوئی باطل قوت اس کو متزلزل نہ کر سکے۔ ایمان اور اسلام کی دولت ہم کو تمام مادی عزت وجاہ سے بے نیاز کر دے۔ یا اللہ آپ کی رضا وخوشنودی کے آگے بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی ہماری نظروں میں ہیچ ہو۔ یا اللہ ایمان کامل اور یقین صادق سے ہمارے قلوب کو منور فرما دیجئے۔ اور اس پر استقامت اور اسی پر موت نصیب فرمائیے۔ یا اللہ اس وقت اس ملک میں اسلامی نظریہ کے مقابل جو باطل پرست ملحدانہ نظریہ لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اے اللہ آپ اپنی قدرت سے حق کو غالب فرمائیں۔ باطل کو مغلوب فرمائیں۔ اسلام پسندوں کو کامیابی نصیب فرمائیں۔ باطل پرستوں کو ذلت وخواری نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ

اُن لوگوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ اُن دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اُس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا ہو کر ڈال تو بجز اِسکے

هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ

کہ اس دنیاوی زندگی میں کچھ کر لے اور کر ہی کیا سکتا ہے۔ بس اب تو ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تاکہ ہمارے گناہ معاف کر دیں اور تُو نے جو جادو میں ہم پر زور ڈالا اُس کو بھی معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ

بدر جہا اچھے ہیں اور زیادہ بقا والے ہیں۔ جو شخص مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کیلئے دوزخ ہے اُس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جئے ہی گا۔ اور جو شخص

يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ

رب کے پاس مومن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کیے ہوں سو ایسوں کیلئے بڑے اُونچے درجے ہیں۔ یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، اور جو شخص پاک ہو اس کا یہی انعام ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالُوْا انہوں نے کہا | لَنْ نُّؤْثِرَكَ ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے | عَلٰی پر | مَا جَآءَنَا جو ہمارے پاس آئے | مِنَ الْبَيِّنٰتِ واضح دلائل سے | | | |
| وَالَّذِيْ فَطَرَنَا اور وہ جس نے ہمیں پیدا کیا | فَاقْضِ پس تو کر گزر | مَا جو | اَنْتَ تو | قَاضٍ کرنے والا | اِنَّمَا اسکے سوا نہیں | تَقْضِيْ تو کریگا | |
| هٰذِهِ اس | الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی | اِنَّآ اٰمَنَّا بیشک ہم ایمان لائے | بِرَبِّنَا اپنے رب پر | لِيَغْفِرَ لَنَا کہ وہ بخشدے | خَطٰيٰنَا ہماری خطائیں | | |
| وَمَآ اور جو | اَكْرَهْتَنَا تو نے ہمیں مجبور کیا | عَلَيْهِ اس پر | مِنَ سے | السِّحْرِ جادو | وَاللّٰهُ اور اللہ | خَيْرٌ بہتر | وَّاَبْقٰى اور ہمیشہ باقی رہنے والا |
| اِنَّهٗ بیشک وہ | مَنْ يَّاْتِ جو آیا | رَبَّهٗ اپنے رب کے سامنے | مُجْرِمًا مجرم بن کر | فَاِنَّ تو بیشک | لَهٗ اس کیلئے | جَهَنَّمَ جہنم | لَا يَمُوْتُ نہ وہ مرے گا |
| فِيْهَا اس میں | وَ اور | لَا يَحْيٰى نہ جئے گا | وَمَنْ اور جو | يَّاْتِهٖ اسکے پاس آیا | مُؤْمِنًا مومن بن کر | قَدْ عَمِلَ اس نے کیے عمل | الصّٰلِحٰتِ اچھے |
| فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ | لَهُمُ ان کیلئے | الدَّرَجٰتُ درجے | الْعُلٰى بلند | جَنّٰتُ باغات | عَدْنٍ ہمیشہ رہنے والے | تَجْرِيْ جاری ہیں | |
| مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے | الْاَنْهٰرُ نہریں | خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے | فِيْهَا اس میں | وَذٰلِكَ اور یہ | جَزٰٓؤُا جزا ہے | مَنْ تَزَكّٰى جو پاک ہوا | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ ساحرین جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے فرعون نے جمع کئے تھے کس طرح اپنے سحر میں ناکام رہے اور چونکہ وہ ساحرین اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے اس لئے وہ حقیقت حال کو بھی سمجھ گئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کا عمل سحر نہیں بلکہ سحر سے بالاتر خدا کا معجزہ ہے اور اس حقیقت کو سمجھتے ہی انہوں نے فوراً اپنے ایمان کا اعلان کر دیا تھا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے جس پر فرعون نے ان کو جابرانہ دھمکی دی تھی کہ تم میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا جس کی سزا تم کو یہ دی جائے گی کہ پہلے تمہارے ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری

طرف کا پاؤں کاٹا جائے گا اور پھر تم کو سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ تا کہ تم تڑپ تڑپ کر مرجاؤ اور تم کو معلوم ہو جائے کہ میری طاقت کس قدر قہار اور پرجبروت ہے۔ فرعون اگرچہ ان جادوگروں پر جواب ایمان سے مشرف ہو چکے تھے اپنے انتہائی غیض وغضب کا اظہار کرتا رہا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحانی قوت کا یہ مظاہرہ دیکھ کر بے حد مرعوب ہو گیا تھا اور اس کی ہمت نہ پڑی کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس وقت کچھ کہتا۔ درباریوں اور ارکان سلطنت نے جیسا کہ سورۂ اعراف میں بیان فرمایا گیا فرعون سے احتجاج کیا کہ تو موسیٰ کو قتل کیوں نہیں کرا دیتا۔ کیا اس کو اور اس کی قوم کو یہ موقع دیا جا رہا ہے کہ وہ مصر میں فساد پھیلائیں اور تجھ کو اور تیرے دیوتاؤں کو ٹھکراتے رہیں۔ تو فرعون کہنے لگا کہ گھبراتے کیوں ہو۔ میں اسرائیلیوں کی طاقت کو بڑھنے نہ دوں گا اور مقابلہ کے قابل ہی نہ رکھوں گا۔ ابھی یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا کرو اور صرف لڑکیوں کو باندی بنانے اور خدمت گزاری کے لئے زندہ رہنے دو۔ گویا فرعون کا یہ دوسرا اعلان تھا جو بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل سے متعلق کیا گیا۔ الغرض فرعون یہ سمجھتا تھا کہ میری حکمرانی اہل مصر کے نہ فقط جسموں اور بدنوں پر ہے بلکہ دماغوں اور روحوں پر بھی ہے۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ میری اجازت کے بغیر عقیدہ بھی تبدیل کر سکے الحاصل فرعون نے ان جادوگروں کو جواب ایمان لا چکے تھے ہر طرح کی جابرانہ دھمکیوں سے ڈرانا اور مرعوب کرنا چاہا تو انہوں نے فرعون کو کیسا دوٹوک اور منہ توڑ جواب دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان قتل کی دھمکیوں کے جواب میں انہوں نے فرعون سے کہا کہ ہم ایسے صاف دلائل کو تیری خاطر سے اب نہیں چھوڑ سکتے اور اپنے مالک اور خالق حقیقی کی خوشنودی کے مقابلہ میں تیری کچھ پروا نہیں کر سکتے۔ اب جو تو کر سکتا ہے کر گزر۔ تیرا بڑا زور یہی چل سکتا ہے کہ ہماری اس فانی زندگی کو ختم کر دے۔ سو کچھ مضائقہ نہیں ہم پہلے ہی دارالفنا کے مقابلہ میں دارالبقاء کو اختیار کر چکے ہیں۔ ہم کو اب یہاں کے رنج و راحت کی فکر نہیں تمنا ہماری اب صرف یہ ہے کہ ہمارا مالک ہم سے راضی ہو جاوے اور ہمارے عام گناہوں کو خصوصاً اس گناہ کو جو تیری وجہ سے کرنا پڑا۔ یعنی حق کا مقابلہ جادو سے کیا۔ معاف فرما دے۔ اور جو انعام و اکرام تو ہم کو دیتا اس سے کہیں بہتر اور پائیدار اجر مومنین کو خدا کے ہاں ملتا ہے۔ لہٰذا نہ تیرا نفع خدا کے نفع کے برابر ہو سکتا ہے اور نہ اس نفع کی پائیداری خدا کے نفع کے برابر ہو سکتی ہے پھر ہم تجھے اس خدا کے مقابلہ میں کیسے ترجیح دے سکتے ہیں تو یہ جواب تھا جو ان ساحرین مومنین نے فرعون کو دیا۔ اب اس جواب پر حق تعالیٰ اپنے قول کا اضافہ فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ فرعون کی سزا کو حق تعالیٰ کی سزا سے اور فرعون کے انعام کو حق تعالیٰ کے انعام سے کیا نسبت کیونکہ بلاشبہ جو کوئی اپنے رب کے سامنے مجرمانہ حالت میں آئے گا اس کے لئے دوزخ ہے اس میں نہ وہ مرے گا کیونکہ وہاں موت بھی نہیں اور نہ جئے گا کیونکہ ان کا جینا موت سے بدتر ہو گا۔ بھلا یہ سزا فرعون کے قبضہ میں کب ہے اور جو کوئی اپنے رب کے پاس ایسا مومن ہونے کی حالت میں آئے گا کہ اس نے عمل صالح بھی کئے تھے تو ایسے لوگوں کے لئے بڑے درجے ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے وہ باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور عارضی طور پر نہیں بلکہ وہ لوگ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے۔ اور فرعون اپنے اوپر ایمان لانے والوں کو یہ معاوضہ کب دے سکتا ہے پس اس کے انعام کو حق تعالیٰ کے انعام سے کیا نسبت لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں اور اس کے انعام کے حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس کے سوا کسی کی جزا و سزا کی طرف التفات نہ کریں۔

اب فرعون نے جوان ایمان لے آنے والوں کو دھمکی دی تھی تو ان کو قتل کیا یا نہیں اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ابن کثیرؒ نے صراحت کی ہے کہ فرعون نے ان کو قتل کر دینے کا مصمم ارادہ کرلیا اور وہ ایسا کر بھی گزرا اور یہ فی الحقیقت ان جادوگروں پر اللہ کی رحمت تھی اسی لئے حضرت ابن عباس وغیرہؓ اکابر نے فرمایا کہ صبح کو وہ ساحر تھے اور شام کو شہید ہوئے۔لیکن امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ فرعون نے جوان مومنوں کو دھمکی دی تھی اس کا پورا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اس لئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ نے ان مومنین کو فرعون کے پنجہ سے محفوظ رکھا اور اس مضمون کی تائید میں وہ سورۂ قصص ۲۰ ویں پارہ کی یہ آیت پیش کرتے ہیں انتما ومن اتبعکما الغالبون ۔تم دونوں اور جو تمہارا پیرو ہوگا غالب رہوگے۔تو چونکہ وہ ساحر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی پیروی انہوں نے کی تھی اس لئے سالم و غالب رہے واللہ اعلم بحقیقت حال ۔غرض حق و باطل کی اس کشمکش میں فرعون اور اس کے حامی و ارکان سلطنت کو سخت ذلت اٹھانی پڑی اور وہ برسر عام رسوا و ذلیل ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا کا وعدہ پورا ہوا اور کامیابی کا سہرا انہی کے سر رہا۔مگر فرعون اس پر بھی باز نہ آیا اور برابر سرکشی ہی کرتا رہا۔ اور بنی اسرائیل کو اپنے پنجہ سے رہا کرنے کے لئے تیار نہ ہوا اور ایک عرصہ تک مختلف حالات و واقعات ہوتے رہے۔ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ بنی اسرائیل کو رات کے وقت چپکے سے لے کر مصر سے چل دیں جس کو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق و باطل کی کشمکش جو دنیا میں ہمیشہ سے قائم رہی ہے حق تعالیٰ ہم کو حق کے ساتھ وابستہ رکھیں اور حق کو اپنی تائید و نصرت سے غالب اور باطل کو مغلوب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ایمان و اسلام اور عمل صالح کے ساتھ ہم کو قیامت میں حاضر ہونا نصیب فرماویں۔اور اپنے ان بندوں میں شامل فرماویں کہ جو جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے جائیں گے۔امین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ

اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ پھر اُن کیلئے سمندر میں خشک راستہ بنادینا

لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾

نہ تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا۔ پس فرعون اپنے لشکر کو لے کر اُن کے پیچھے چلا، تو سمندر اُن پر جیسے ملنے کو تھا آملا۔

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

اور فرعون اپنی قوم کو بُری راہ لایا اور نیک راہ اُن کو نہ بتلائی۔

| وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اور تحقیق ہم نے وحی کی | اِلٰى طرف | مُوْسٰى موسیٰ | اَنْ اَسْرِ کہ راتوں رات لے جا | بِعِبَادِيْ میرے بندے | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فَاضْرِبْ پس بنالینا | لَهُمْ ان کیلئے | طَرِيْقًا راستہ | فِي الْبَحْرِ دریا میں | يَبَسًا خشک | لَا نہ | تَخٰفُ خوف ہوگا | دَرَكًا پکڑنا |
| وَلَا تَخْشٰى اور نہ ڈر | فَاَتْبَعَهُمْ پھر ان کا پیچھا کیا | فِرْعَوْنُ فرعون | بِجُنُوْدِهٖ اپنے لشکر کے ساتھ | فَغَشِيَهُمْ انہیں ڈھانپ لیا | مِّنَ الْيَمِّ دریا سے | |
| مَا غَشِيَهُمْ جیسا کہ ان کو ڈھانپ لیا | وَاَضَلَّ اور گمراہ کیا | فِرْعَوْنُ فرعون | قَوْمَهٗ اپنی قوم | وَمَا هَدٰى اور نہ ہدایت دی | | |

تفسیر وتشریح:۔ جادوگروں کے ایمان لے آنے کے واقعہ کے بعد جس کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مدت تک مصر میں رہے اور تبلیغ حق برابر کرتے رہے۔ فرعون نے بھی انتہائی ظلم پر کمر باندھ لی اور بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہوگیا۔ یہاں اس سورۃ میں ان حالات کی تفصیل چھوڑ دی گئی ہے جو مصر میں اس طویل زمانۂ قیام میں پیش آئے ان کی تفصیلات حسب موقع سورۂ اعراف۔ سورۂ یونس۔ سورۂ مومن وغیرہ میں آئی ہیں۔ مختصراً یہ کہ بنی اسرائیل کے بے گناہ معصوم بچوں کو نذر شمشیر کرنا شروع کردیا۔ مختلف اوقات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعاء سے قوم فرعون مختلف غیبی عذابوں میں مبتلا ہوئی جیسے طوفان کا آنا۔ ٹڈیوں کا تمام سبزی کھا جانا۔ تمام فرعونیوں کے لئے پانی کا خون بن جانا ہر برتن کھانے اور کپڑے میں مینڈکوں کا پھیل جانا اس قسم کی غیبی تنبیہات ظاہر ہوتی رہیں تاکہ فرعون اور اس کی قوم بیدار ہوجائے۔ لکھا ہے کہ جب کوئی پکڑ آتی تو فرعون گھبرا کر بلکہ گڑ گڑا کر موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتا کہ اچھا اس مصیبت کے ہٹ جانے پر میں بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردوں گا۔ لیکن جب عذاب ہٹ جاتا پھر منکر بن کر سرکشی پر آجاتا اور کہتا کہ اے موسیٰ تیرا رب اس کے سوا کچھ اور بھی کرسکتا ہے۔ غرض ایک عرصہ تک موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے۔ ہر طرح کی حجت تمام کردی اس پر بھی فرعون حق کو قبول کرنے اور بنی اسرائیل کو رہائی دینے پر آمادہ نہ ہوا تب حق تعالیٰ نے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ سب بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کر جاؤ۔ اس طرح بنی اسرائیل کی مظلومیت اور غلامی کا خاتمہ ہو۔ راستہ میں سمندر یعنی بحر قلزم حائل ہوگا۔ سمندر کی موجیں تمہارے راستہ میں حائل نہ ہوں گی۔ ان ہی کے اندر سے اپنے لئے خشک راستہ نکال لو اور اس سے گزرتے ہوئے نہ غرق ہونے کا اندیشہ کرو اور نہ اس بات کا کہ شاید دشمن پیچھے تعاقب کرتا ہوا آ پکڑے لکھا

ہے کہ مصر کے اندر بنی اسرائیل کی آبادی قبطیوں یعنی فرعونی مصریوں سے بالکل جدا تھی۔ وہ حکمراں قوم تھی۔ کمزور اسرائیلیوں کے ساتھ رہنا اپنے لئے باعث ذلت سمجھتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے فائدہ پہنچا۔ رات ہی کو سب کو اکٹھا کیا اور سب کو لے کر بحر قلزم کے انتہائی سرے پر جا پہنچے جب فرعون کو یہ اطلاع پہنچی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لئے شہروں سے نکل گئے فرعون نے اسی وقت ایک زبردست فوج کو ساتھ لیا اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔ پیچھے پیچھے تمام لشکری تھے اور اگلے دستہ میں فرعون تھا اور صبح ہونے سے پہلے ان کے سر پر جا پہنچا۔ گروہ بنی اسرائیل کا پچھلا حصہ اور لشکر فرعون کا اگلا دستہ جب قریب ہو گئے تو اسرائیلیوں کو اندیشہ ہوا کہ اب ہماری گرفت ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ سمندر میں لاٹھی مارو۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی فوراً پانی پھٹ گیا اور ۱۲ راستہ خشک نمودار ہو گئے کیونکہ بنی اسرائیل کے ۱۲ قبائل تھے۔ ہر قبیلہ کا ایک جدا راستہ بن گیا۔ بنی اسرائیل اس پر سے بے تکلف گزر گئے۔ پیچھے سے فرعون اپنے عظیم الشان لشکر کو لئے تعاقب کرتا سمندر کے کنارے تک پہنچا اور متحیر کھڑا دیکھتا رہا کہ بنی اسرائیل کس طرح سمندر میں خشکی کے راستہ پر بے تکلف گزر رہے ہیں۔ مشیروں نے فرعون کو ابھارا کہ آپ ہی کے رعب سے تو سمندر خشک ہو گیا۔ پھر اس میں داخل ہونے میں کیا تامل ہے۔ فرعون نے بادل ناخواستہ سمندر میں گھوڑا ڈال دیا۔ پیچھے سے سب لشکر بھی داخل ہو گیا جس وقت بنی اسرائیل عبور کر گئے اور فرعونی لشکر راستہ کے بیچوں بیچ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو ہر طرف سے مل جانے کا حکم دیا۔ پھر کیا تھا سمندر کی موجوں نے سب کو ڈھانپ لیا اور تمام فرعونی پانی کی راہ سے آگ میں پہنچ گئے۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس فرعون نے اپنی قوم کو کیسا برا راستہ بتلایا۔ یہ تو حال دنیا میں ہوا کہ سب کو لے کر سمندر میں ڈوبا اور ایسے ہی آخرت میں سب کو لے کر جہنم میں گریگا۔

بڑے لطیف انداز میں یہاں کفار مکہ کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے سردار اور پیشوا بھی تم کو اسی راستہ پر لئے جا رہے ہیں جس پر فرعون اپنی قوم کو لے گیا تھا اور جس راستہ پر چل کر وہ خود بھی تباہ ہوا اور ساتھ ہی قوم کو ڈبویا۔ بنی اسرائیل کے سمندر کو عبور کرنے سے لے کر کوہ سینا کے دامن میں پہنچنے تک کے واقعات و حالات یہاں چھوڑ دیئے گئے ہیں جن کی تفصیلات سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔ اب یہاں آگے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ اپنے احسانات یاد دلا کر نصیحت فرماتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو دین اسلام کا راستہ دکھلایا ہے تو ہم کو اس پر استقامت نصیب فرماویں۔ اسی دین حق کے راستہ پر ہم کو چلنا اور اس پر مرنا نصیب ہو تا کہ دین و دنیا دونوں لحاظ سے انجام کی خیر خوبی حاصل ہو ہم کو اپنے رسول پاک کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اور ہر کجی و گمراہی سے حق تعالیٰ ہماری حفاظت فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا

اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر

عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ

من وسلویٰ نازل فرمایا۔ہم نے جو نفیس چیزیں تم کو دی ہیں اُن کو کھاؤ اور اس میں حد سے مت گزرو کہیں میرا غضب تم پر

غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

واقع ہو جائے ،اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا۔اور میں ایسے لوگوں کیلئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں

وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اور نیک عمل کریں پھر (اسی) راہ پر قائم رہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل | قَدْ تحقیق | اَنْجَيْنٰكُمْ ہم نے تمہیں نجات دی | مِّنْ سے | عَدُوِّكُمْ تمہارا دشمن | | | |
| وَوٰعَدْنٰكُمْ اور ہم نے تم سے وعدہ کیا | جَانِبَ جانب | الطُّوْرِ کوہ طور | الْاَيْمَنَ دائیں | وَنَزَّلْنَا اور ہم نے اتارا | عَلَيْكُمْ تم پر | الْمَنَّ من | |
| وَالسَّلْوٰى اور سلویٰ | كُلُوْا تم کھاؤ | مِنْ سے | طَيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں | مَا رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمہیں دیا | وَ اور | لَا تَطْغَوْا نہ سرکشی کرو | |
| فِيْهِ اس میں | فَيَحِلَّ کہ اترے گا | عَلَيْكُمْ تم پر | غَضَبِيْ میرا غضب | وَمَنْ اور جو | يَّحْلِلْ اترا | عَلَيْهِ اس پر | غَضَبِيْ میرا غضب |
| فَقَدْ هَوٰى تو وہ گرا | وَاِنِّيْ اور بیشک میں | لَغَفَّارٌ بڑا بخشنے والا | لِّمَنْ اس کو | تَابَ توبہ کی | وَاٰمَنَ اور وہ ایمان لایا | وَعَمِلَ اور اس نے عمل کیا | |
| صَالِحًا نیک | ثُمَّ پھر | اهْتَدٰى ہدایت | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ کس طرح فرعون بمع اپنے سارے لاؤ لشکر کے سمندر میں غرق ہوا اور بنی اسرائیل وعدہ الٰہیہ کے مطابق سمندر سے پار ہو گئے۔اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے وہ نعمتیں یاد دلاتے ہیں جو فرعون کو غرق کرنے کے بعد ان کو عطا کی گئی تھیں۔

اہل تفسیر کی رائے اس امر میں مختلف ہے کہ کس زمانہ کے بنی اسرائیل کو یہاں خطاب کیا گیا ہے بعض مفسرین نے صراحت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہود تھے خدا تعالیٰ نے ان کو وہ نعمتیں یاد دلائی ہیں جو ان کے آباء واجداد کو عطا کی گئی تھیں کیونکہ اسلاف پر جو انعامات کئے گئے ہوں ان کا احسان اولاد پر ہوا کرتا ہے مگر بعض مفسرین کا میلان اس طرف ہے کہ یہ خطاب انہی بنی اسرائیل کو ہے جو فرعون کے مقابلہ میں فتح یاب ہوئے تھے اور جن کو فرعون کے ڈوبنے کے بعد طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز کیا گیا تھا۔ بہرحال یہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر تین عظیم الشان احسان بیان فرمائے ہیں۔

اول یہ کہ ان کے ظالم دشمن کو ان کی نظروں کے سامنے تباہ و برباد کیا۔یہ ایسا احسان تھا کہ جس سے بنی اسرائیل زندہ ہو گئے۔ ہر وقت کی تکلیف۔ذلت۔مشقت اور مصیبت سے چھوٹ گئے۔

دوسرا احسان یہ بیان فرمایا کہ جب بنی اسرائیل بھی دنیا میں ایک باوقعت قوم شمار ہونے لگی تو ان کی دینی ہدایت کے لئے کوہ طور پر توراۃ دینے کا وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور مقررہ ایام میں عبادت و

ریاضت کی اور ان کو کتاب ہدایت یعنی توراۃ عطا کی گئی۔

تیسرا احسان یہ بیان فرمایا کہ جب بنی اسرائیل اپنی نافرمانیوں کے سبب وادی تیہ میں پھنس گئے اور رہائی کی کوئی شکل نظر نہ آئی اور تمام زاد راہ ختم ہوگیا۔ سوائے موت کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا تو ایسے آڑے وقت میں اللہ تعالیٰ نے غیب سے ان کو لذیذ پاکیزہ اور حلال روزی عطا فرمائی۔ من اور سلوٰی ان کو بلا مشقت بقدر ضرورت ملنے لگا۔ من ایک میٹھی چیز تھی جو ان کے لئے آسمان سے اترتی تھی اور سلوٰی ایک قسم کے پرند تھے جو ان کے پاس آجاتے تھے اور بنی اسرائیل بقدر ایک دن کی خوراک کے انہیں لے لیتے تھے جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ہو چکا ہے۔

بنی اسرائیل کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی تنبیہ فرمادی تھی کہ راہ مستقیم پر قائم رہنا۔ اعتدال سے نہ ہٹنا۔ مقررہ حدود سے تجاوز نہ کرنا۔ حلال کو چھوڑ کر حرام اور جائز کو چھوڑ کر ناجائز کی طرف قدم نہ اٹھانا۔ آرام سے رہو۔ کھاؤ پیو ناشکری اور نافرمانی مت کرو اور راحت و آرام میں پڑ کر گناہوں میں نہ پڑو ورنہ غضب خداوندی تم پر لازم ہو جائے گا۔ آخرت کے عذاب میں بھی مبتلا ہوگے اور دنیا میں بھی ذلت و محکومی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف یہود کے حق میں پوری ہوئی۔ جب یہود اپنی شریعت کے احکام سے بیزار ہوگئے۔ انبیاء وصلحا کو قتل کرنے لگے۔ سودخواری شروع کردی۔ رشوت۔ خیانت۔ فریب۔ دغا اور جھوٹ میں مبتلا ہوگئے تو غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ حکومت و سلطنت سے محروم کئے گئے۔ ظالم و جابر بادشاہوں کو ان پر مسلط کیا گیا اور ذلت و مسکنت میں یہ پڑے۔ اور محکوم بنے۔ تو حق تعالیٰ نے یہ قانون بیان فرما کر کہ جس کسی پر میرا غضب نازل ہوا تو جانو کہ وہ غارت ہی ہوگیا پھر بھی کسی کو مایوس نہیں رکھا اور ارشاد ہوا کہ میں تو غفار یعنی بڑا بخشنے والا ہوں۔ امام رازیؒ نے یہاں یہ نکتہ تحریر فرمایا ہے کہ جس طرح بندہ کے لئے اس کی کثرت ذنوب کی بنا پر تین درجہ ہو سکتے ہیں۔ ایک ظالم۔ دوسرے ظلوم۔ تیسرے ظلام۔ حق تعالیٰ نے بھی اس کے مقابل اپنے تین نام رکھے ہیں۔ ایک غافر۔ دوسرے غفور۔ تیسرے غفار مگر اپنی مغفرت کے لئے چار شرطیں فرمائی ہیں۔ اول تاب یعنی توبہ۔ سرکشی۔ نافرمانی۔ شرک۔ کفر سے باز آجانا۔ دوسرے امن یعنی ایمان۔ اللہ اور رسول۔ اور کتاب اور آخرت کو صدق دل سے مان لینا۔ تیسرے عمل صالحا یعنی عمل صالح۔ اللہ اور رسول کی ہدایت کے مطابق نیک کام کرنا اور چوتھے اہتدٰی یعنی راہ راست پر ثابت قدم رہنا اور پھر غلط راستہ پر نہ جا پڑنا۔ تو جہاں طغیان یعنی سرکشی کرنا۔ حد سے نکلنا قانون اور قاعدہ کے باہر جانا اس پر اپنے غضب نازل ہونے کی وعید بیان فرمائی وہیں اپنی بخشش و رحمت اور بڑی سے بڑی خطا و قصور جرم کا درگزر کرنا اور معاف کردینا بھی ظاہر فرمایا جس کے لئے چار شرطیں ہیں۔ توبہ۔ ایمان۔ عمل صالح اور ہدایت پر قائم رہنا۔

یہاں خطاب اگرچہ قوم بنی اسرائیل سے ہے۔ مگر جو کچھ یہاں فرمایا گیا ہے اس پر امت مسلمہ کو بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اس وقت ہم نے ہر طرح کی معصیت اور نافرمانی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہے۔ مگر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ابھی توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اور توبہ۔ ایمان اور عمل صالح پر اپنی بخشش و رحمت سے درگزر فرمانے کا وعدہ بھی فرما رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انعامات و احسانات امت مسلمہ پر فرمائے ہیں وہ تمام دنیا کی دوسری قوموں سے زیادہ ہیں۔ اس لئے امت مسلمہ پر ان احسانات کی شکرگزاری بھی زیادہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں۔ اور کفران نعمت کے وبال سے بچائیں۔ اب آگے موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا۔ وہاں توراۃ کا عطا ہونا۔ اور آپ کے پیچھے قوم کا گمراہ ہو کر گوسالہ پرستی شروع کردینے کا احوال اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ﴿٨٤﴾

اور اے موسیٰ آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ یہیں تو ہیں میرے پیچھے پیچھے اور میں آپ کے پاس جلدی سے اس لئے چلا آیا کہ آپ خوش ہوں گے۔

قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوۡسٰٓى اِلٰى قَوۡمِهٖ

ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے بعد ایک بلا میں مبتلا کر دیا اور اُن کو سامری نے گمراہ کر دیا۔ غرض موسیٰ غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف

غَضۡبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ۙ اَفَطَالَ عَلَيۡكُمُ الۡعَهۡدُ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ

واپس آئے۔ فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا تم پر زیادہ زمانہ گزر گیا تھا یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر

اَنۡ يَّحِلَّ عَلَيۡكُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاَخۡلَفۡتُمۡ مَّوۡعِدِىۡ ﴿٨٦﴾

تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لئے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اُس کے خلاف کیا۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا اور کیا | اَعۡجَلَكَ تجھے جلد لائی | عَنۡ قَوۡمِكَ اپنی قوم سے | يٰمُوۡسٰى اے موسیٰ | قَالَ اس نے کہا | هُمۡ وہ | اُولَآءِ یہ ہیں | عَلٰٓى اَثَرِىۡ میرے پیچھے | |
| وَعَجِلۡتُ اور میں نے جلدی کی | اِلَيۡكَ تیری طرف | رَبِّ اے میرے رب | لِتَرۡضٰى تا کہ تو راضی ہو | قَالَ اس نے کہا | فَاِنَّا پس ہم نے | قَدۡ تحقیق | | |
| فَتَنَّا آزمائش میں ڈالا | قَوۡمَكَ تیری قوم | مِنۡۢ بَعۡدِكَ تیرے بعد | وَاَضَلَّهُمُ اور انہیں گمراہ کیا | السَّامِرِىُّ سامری | فَرَجَعَ پس لوٹا | مُوۡسٰى موسیٰ | | |
| اِلٰى قَوۡمِهٖ اپنی قوم کی طرف | غَضۡبَانَ غصہ میں بھرا ہوا | اَسِفًا افسوس کرتا | قَالَ اس نے کہا | يٰقَوۡمِ اے میری قوم | اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ کیا تم سے وعدہ نہیں کیا تھا | | | |
| رَبُّكُمۡ تمہارا رب | وَعۡدًا حَسَنًا اچھا وعدہ | اَفَطَالَ کیا طویل ہوگئی | عَلَيۡكُمُ تم پر | الۡعَهۡدُ مدت | اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ یا تم نے چاہا | اَنۡ يَّحِلَّ کہ اترے | | |
| | عَلَيۡكُمۡ تم پر | غَضَبٌ غضب | مِّنۡ سے | رَّبِّكُمۡ تمہارا رب | فَاَخۡلَفۡتُمۡ پھر تم نے خلاف کیا | مَّوۡعِدِىۡ میرا وعدہ | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب فرعون غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر ملک شام کی طرف چلے تو راستہ میں بنی اسرائیل کی سرکشی کے سبب ایک لق و دق بیابان میں جس کو وادی سینا یا وادی تیہ کہا جاتا ہے۔ تمام بنی اسرائیل پھنس گئے جہاں کھانے پینے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور غیب سے روزانہ من و سلویٰ ملنے لگا جس سے بلا مشقت روزانہ کھانے کا انتظام ہو گیا۔ پینے کے لئے وہاں پانی نہ تھا۔ بنی اسرائیل گھبرا اٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پئیں۔ یہاں تو پانی پینے کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں التجا کی اور وحی الٰہی نے ان کو حکم دیا کہ اپنا عصا زمین پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کیا اور فوراً ١٢ چشمے زمین سے ابل پڑے۔ بنی اسرائیل کے ١٢ قبائل تھے ہر ایک کے لئے جدا جدا چشمہ جاری ہو گیا۔ جب کھانے اور پینے کی ضروریات سے اطمینان ہو گیا تو بنی اسرائیل نے تیسرا مطالبہ کیا کہ گرمی کی شدت اور سایہ دار درخت۔ و مکان وغیرہ کی راحت میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم پریشان ہیں ایسا نہ ہو کہ گرمی اور تپش ہماری زندگی کا خاتمہ کر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اس سخت تکلیف سے بھی ان کو نجات عطا فرما۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سنی گئی اور آسمان پر بادلوں

کے پرے کے پرے بنی اسرائیل پر سایہ فگن ہو گئے اور بنی اسرائیل جہاں بھی سفر کرتے بادلوں کا یہ سایہ ان کے سروں پر رہتا۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طفیل بنی اسرائیل پر خدائے تعالیٰ کے احسانات کی مسلسل بارش ہوتی رہی مگر یہ عجیب الفطرت قوم ایک نہ ایک بوالعجبی کا نیا مظاہرہ پیش کرتی رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل مصری حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو تم کو شریعت دی جائے گی تا کہ اسرائیلی قوم کے پاس اپنا دستور العمل اور قانون اصلاح ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں حصول کتاب کی دعا کی۔ جس پر حکم ہوا کہ ستر بنی اسرائیل کو منتخب کر کے سب کو لے کر کوہ طور پر آؤ اور ایک ماہ کے روزے رکھو اور پھر بعد میں اس میں دس روز کا اضافہ کر دیا گیا تھا کل ۴۰ روزوں کا حکم ہوا تھا حکم الٰہی کے موافق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے ۷۰ آدمی منتخب کئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو قوم پر اپنا خلیفہ بنا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مناجات اور قرب کے شوق نے زیادہ بے قرار کیا تو آپ نے قوم کے سرداروں سے کہہ دیا کہ میں آگے چلتا ہوں تم بھی میرے پیچھے آ جانا۔ طور پر پہنچ کر آپ صوم و ریاضت و عبادت میں مشغول گئے۔ اور وہاں تیس دن کی بجائے جس کا آپ قوم سے وعدہ کر کے گئے تھے ۴۰ روز لگ گئے۔ ادھر قوم کے جن لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام نے منتخب کیا تھا وہ اپنی جگہ ہی رہ گئے طور کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی واپسی میں دس روز کی تاخیر سے لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ کسی نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ خدا کے عتاب میں ماخوذ ہو کر محبوس کر لئے گئے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ ایک شخص سامری بھی تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانا چاہا اور قوم سے بولا میں تمہارا معبود تم کو دکھاؤں جو تمکو مصر سے نکال کر لایا ہے۔ سامری کے متعلق جمہور مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا منافق تھا اور منافقین کی طرح فریب و چالبازی سے سیدھے سادے بنی اسرائیلیوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ سامری نے بنی اسرائیلیوں سے کہا کہ مصریوں کے جو تمہارے پاس زیورات ہیں وہ میرے پاس لاؤ۔ فرعونیوں کے یہ زیورات کس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ آ گئے تھے؟ یا ان سے مستعار لئے تھے؟ یا مال غنیمت کے طور پر ملے یا اور کوئی صورت ہوئی اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بہر حال کوئی بھی صورت ہو۔ بنی اسرائیل اس کا استعمال اپنے لئے جائز نہ سمجھتے تھے کیونکہ اس کا حکم شریعت موسوی میں اب تک معلوم نہ ہوا تھا۔ اس لئے سامری نے اس کے جمع کرنے کی رائے دی اور اسرائیلیوں نے ایسا کر دیا۔ سامری نے سب زیور گلا کر بچھڑے کی شکل کا ایک ایسا بت بنایا کہ جس سے آواز نکلتی تھی۔ بنی اسرائیل گائے سے بہت زیادہ مانوس تھے اپنے قیام مصر کے زمانہ میں مصریوں کو گائے بیل پوجتے دیکھا کرتے تھے۔ مصر سے نکلنے کے بعد بھی ایک قوم کی طرف سے گزرے تھے جو گاؤ پرست تھے۔ گائے کی پرستش ہوتے دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گزارش کرنے لگے تھے کہ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی معبود مقرر کر دیجئے جیسا کہ اس قوم کا ہے۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بہت سختی سے ڈانٹا اور تنبیہ کی۔ اب جب انہوں نے سونے کا بچھڑا بولتے دیکھا تو اب سامری کے اغوا سے اس بچھڑے کے گرویدہ ہو گئے قربانیاں چڑھانے لگے۔ اس کے سامنے سجدہ کرتے۔ اس کے چاروں طرف گھومتے گھنٹیاں اور ڈھول بجاتے۔ حضرت ہارونؑ موسیٰ علیہ

8

السلام کے جانشین تھے۔انہوں نے ہر چند سمجھایا لیکن کسی نے نہ مانا بلکہ آپ کے مارنے کے درپے ہو گئے۔اب جب کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حق تعالیٰ سے مکالمت ومخاطبت ہوئی تو جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ ایسی جلدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ آئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ اے پروردگار تیری خوشنودی کے لئے جلد حاضر ہو گیا کیونکہ امتثال امر میں پیش دستی کرنا زیادہ موجب خوشنودی ہے اس لئے سب سے پہلے میں وعدہ مکالمت اور مخاطبت کی جگہ چلا آیا کہ آپ زیادہ خوش ہوں گے اور قوم کے لوگ بھی کچھ زیادہ دور نہیں۔میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔اس سے مراد وہی ۷۰ منتخب سردار تھے۔یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گمان کے موافق عرض کیا۔اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تمہارے چلے آنے کے بعد تو تمہاری قوم ایک بلا میں گرفتار ہوگئی اور ان کو سامری نے گمراہ کردیا۔انہوں نے تو بچھڑا پوجنا شروع کردیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو ان کو سخت رنج ہوا اور غصہ اور ندامت کے ساتھ قوم کی طرف توراۃ کی تختیاں لے کر واپس ہوئے واپس آکر دیکھا کہ سونے کا ایک بچھڑا ہے جس کے منہ سے آواز نکل رہی ہے اور لوگ اس کی پرستش میں مصروف ہیں۔یہ دیکھ کر پہلے قوم سے مخاطب ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ میرے آنے میں کونسی ایسی تاخیر ہوگئی تھی جو تم نے یہ آفت برپا کی؟ یہ فرماتے جاتے تھے اور غیض وغضب میں کانپ رہے تھے حتیٰ کہ ہاتھ سے توراۃ کی الواح بھی گر گئیں۔

اب قوم نے جو جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا وہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر طرح کی گمراہی۔اور بے دینی کے فتنوں سے محفوظ فرماویں۔اور دین اسلام پر ہم کو سختی سے قائم رکھیں اور اس پر استقامت نصیب فرماویں۔ہم نے جو وعدہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کیا ہے اس وعدہ کو پوری طرح اپنی حقیقت کے ساتھ ایفا کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرماویں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ

وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اُس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا ولیکن قوم کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لدر ہا تھا سو ہم نے اُس کو ڈال دیا پھر اسی طرح

اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۙ

سامری نے ڈال دیا۔ پھر اُس (سامری) نے اُن لوگوں کیلئے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی سو وہ لوگ کہنے لگے کہ تمہارا

فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ

اور موسیٰ کا بھی معبود تو یہ ہے موسیٰ تو بھول گئے۔ کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو اُن کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ اُن کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔ اور اُن لوگوں سے

لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾

ہارونؑ نے پہلے بھی کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس (گوسالہ) کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو اور تمہارا رب (حقیقی) رحمٰن ہے سو تم میری راہ پر چلو اور میرا کہا مانو۔

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾

انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس آئیں اسی (کی عبادت) پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| قَالُوْا وہ بولے | مَآ اَخْلَفْنَا ہم نے خلاف نہیں کیا | مَوْعِدَكَ تمہارا وعدہ | بِمَلْكِنَا اپنے اختیار سے | وَلٰكِنَّا اور لیکن | حُمِّلْنَا ہم پر لادا گیا |
| اَوْزَارًا بوجھ | مِنْ سے | زِيْنَةِ الْقَوْمِ قوم کا زیور | فَقَذَفْنٰهَا تو ہم نے اسے ڈال دیا | فَكَذٰلِكَ پھر اسی طرح | اَلْقَى ڈالا |
| السَّامِرِيُّ سامری | فَاَخْرَجَ پھر اس نے نکالا | لَهُمْ ان کیلئے | عِجْلًا ایک بچھڑا | جَسَدًا ایک قالب | لَّهٗ اس کیلئے · خُوَارٌ گائے کی آواز |
| فَقَالُوْا پھر انہوں نے کہا | هٰذَا یہ | اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود | وَاِلٰهُ اور معبود | مُوْسٰى موسیٰ · فَنَسِيَ پھر وہ بھول گیا | اَفَلَا يَرَوْنَ پس کیا وہ نہیں دیکھتے |
| اَلَّا يَرْجِعُ کہ وہ نہیں پھیرتا | اِلَيْهِمْ ان کی طرف | قَوْلًا بات | وَلَا يَمْلِكُ اور اختیار نہیں رکھتا | لَهُمْ ان کے | ضَرًّا نقصان · وَ اور |
| لَا نَفْعًا نہ نفع | وَ اور | لَقَدْ قَالَ تحقیق | لَهُمْ ان سے | هٰرُوْنُ ہارونؑ · مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے | يٰقَوْمِ اے میری قوم · اِنَّمَا اسکے سوا نہیں |
| فُتِنْتُمْ تم آزمائے گئے | بِهٖ اس سے | وَاِنَّ اور بیشک | رَبَّكُمْ تمہارا رب | الرَّحْمٰنُ رحمٰن ہے | فَاتَّبِعُوْنِيْ سو میری پیروی کرو |
| وَاَطِيْعُوْا اور اطاعت کرو | اَمْرِيْ میری بات | قَالُوْا انہوں نے کہا | لَنْ نَّبْرَحَ ہم ہرگز جدا نہ ہونگے | عَلَيْهِ اس پر | عٰكِفِيْنَ جمے ہوئے |
| حَتّٰى یہاں تک کہ | يَرْجِعَ لوٹے | اِلَيْنَا ہماری طرف | مُوْسٰى موسیٰ | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہ طور پر حق تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ تمہارے پیچھے تمہاری قوم گمراہی میں مبتلا ہوگئی اور ایک بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس حالت کو سن کر قوم کی طرف سے سخت رنجیدہ اور غصہ میں بھرے ہوئے کوہ طور سے واپس آئے اور قوم سے خطاب فرمایا کہ تم نے میرے پیچھے یہ کیا خلاف وعدہ بات کی کیا اس حرکت سے تم یہ چاہتے تھے کہ تمہارے رب کا غضب تم پر نازل ہو جاوے۔ ایسی کوئی زیادہ مدت بھی انتظار کرتے کرتے نہیں گزری تھی کہ تھک گئے اور پھر گوسالہ پرستی اختیار کر لی۔ قوم سے جو سختی سے باز پرس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تو انہوں

نے جواب دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے وعدہ کے خلاف اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ یہ حرکت ہم سے سامری نے کرائی۔ مصریوں کے زیورات کا جو بوجھ ہم ساتھ لئے پھر رہے تھے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اسے کیا کریں وہ ہم نے باہمی مشورہ کے بعد اپنے سے اتار پھینکا۔ اس کو آگ میں پگھلا کر سامری نے ڈھال لیا اور بچھڑے کی صورت بنا کر کھڑی کر دی اور ہم کو گمراہ کر دیا اور سب کہنے لگے کہ موسیٰ سے بھول ہوئی کہ وہ اپنے خدا سے ہم کلام ہونے کے لئے طور پر گئے۔ خدا تو یہاں موجود ہے یعنی یہی بچھڑا۔ العیاذ باللہ۔ یہ قول بنی اسرائیل میں سے سخت جاہلوں اور غالیوں کا ہوگا۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان اندھوں کو اتنی موٹی بات بھی نہیں سوجھتی تھی کہ جو مورتی نہ کسی سے بات کر سکے نہ کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچانے کا اختیار رکھے وہ معبود یا خدا کس طرح بن سکتی ہے۔ اور اس سے بڑی جہالت یہ کہ ہارون علیہ السلام کی نصیحت کو بھی نہیں مانا چنانچہ ہارون علیہ السلام ان سے نرمی سے زبانی فہمائش کر چکے تھے کہ جس بچھڑے پر تم مفتون ہو رہے ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا پروردگار تو صرف ایک رحمٰن ہے جس نے اب تک خیال کرو کس قدر رحمتوں کی بارش تم پر کی ہے۔ اسے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو۔ میں حضرت موسیٰ کا جانشین ہوں اور خود نبی ہوں۔ اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو لازم ہے کہ میری راہ چلو اور میری بات مانو اور سامری نے گمراہی میں مت آؤ۔ جس پر قوم کے اکثر لوگوں نے کہا کہ موسیٰ کے واپس آنے تک تو ہم اس سے ٹلتے نہیں۔ ان کے آنے پر دیکھا جائے گا۔ جو ہونا ہوگا اس وقت ہوگا اس وقت ہم اپنے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہ کریں گے۔

غرض اسرائیلیوں نے ہارون علیہ السلام کا کہنا نہیں مانا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ انسان کی بہت بڑی گمراہی ہے کہ انسان کو جب حق کی بدولت کامرانی و کامیابی حاصل ہو جائے تو خدا کے شکر و سپاس اور عبودیت و نیاز کی جگہ مخالفین حق کی طرح غفلت اور سرکشی اور عصیان و نافرمانی میں مبتلا ہو جائے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کا وہ حصہ جو فرعون سے نجات پا کر بحر قلزم عبور کرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے وہ اسی گمراہی سے معمور ہے۔ اسی لئے دیدہ دانستہ حق کو حق جانتے ہوئے بھی سرکشی کرنے پر خدا تعالیٰ کی سزا بھی سخت ہوئی۔ جس کی کچھ تفصیلات سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہیں۔

اب یہاں بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے پاکستان کی اب تک گذشتہ ۳۰ سالہ تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے تقسیم ہند جن کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ہے اور پاکستان بننے سے پہلے جو موجود تھے وہ سب جانتے ہیں کہ اس وقت ہر ایک لیڈر اور رہنما جو پاکستان کا حامی تھا یہی کہتا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی حکومت ہوگی جہاں ہم اسلامی شریعت کی روشنی میں اپنا رہنا سہنا کریں گے اور جہاں قرآنی احکام کا نفاذ ہوگا اور جہاں ہم قرآن وسنت کے موافق معاشرہ قائم کر سکیں گے۔ دوسرے الفاظ میں پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے سامان کر دیئے کہ پاکستان بن گیا۔ اور بالکلیہ اقتدار آپ کے ہاتھوں میں آ گیا۔ تو جب اللہ نے آپ کو ایک دنیوی سلطنت وحکومت کے اعزاز سے نوازا اور پاکستان بنانے میں کامیابی اور کامرانی عطا فرمائی اور فرنگیوں کے تسلط سے نجات بخشی تو چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ کے اس نعمت کی بڑی قدر دانی کی جاتی اور اس کی نافرمانی سے ہر طرح بچا جاتا مگر افسوس صد افسوس کہ جس اسلام کے نام پر یہ حکومت مانگی گئی تھی اور جس اسلام کے نام پر یہ حکومت قائم ہوئی اسی اسلام کو ہر طرح سے ذبح کر کے بے دم کرنے کی کوشش کی گئی اور لطف یہ کہ اسلام کا لیبل لگا کر یہ سب کچھ کیا گیا۔ اس ملک میں اب تک زنا۔ شراب۔ جوا۔ قمار۔ سود۔ اغوا۔ چوری۔ ڈکیتی۔ قتل۔ رشوت۔

محاشی۔عریانی۔بے شرمی بے حیائی۔کا مٹنا تو درکنار اور اضافہ روز افزوں ہے۔اور ایک ایک شعائر اسلام کو جس بے دردی سے گذشتہ دور میں مٹانے کی کوشش کی گئی وہ بھی ظاہر ہے کہ گذشتہ میں حج پر پابندی ہونے کی وجہ سے کتنے اس تمنا میں مر گئے مگر حج نصیب نہ ہوا۔رمضان میں کھلے بندوں ہوٹلوں میں کھانا پینا جو ہوتا رہا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔الغرض یہ داستان اس پاکستانی تاریخ کی نہایت دردناک ہے اور بڑی عبرتناک ہے کہ آدھا ملک ہاتھ سے جانے کے بعد بھی ہوش نہیں آیا۔

نوٹ۔واضح ہو کہ یہ درس ابتداء اب سے تقریباً دس بارہ سال پہلے اور نظر ثانی کے لئے تقریباً ۷۔۸ سال پہلے لکھا گیا تھا۔اب جو کچھ ملک میں اسلامی نظام کے لئے کوشش اور وعدہ ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائیں اور اس ملک کی بدبختی کو خوش قسمتی سے پلٹ دیں اور ہم کو اس ملک کو حقیقی معنی میں پاکستان دیکھنا اپنی رحمت سے نصیب فرمائیں۔

یہ ذکر اس پر آ گیا تھا کہ حق تعالیٰ جب کوئی نعمت عطا فرمائیں اور اس نعمت کا حقیقی شکر نہ ادا کیا جائے بلکہ الٹی نافرمانی اور سرکشی اختیار کی جائے تو پھر قانون خداوندی سب کے لئے ایک ہے بنی اسرائیل کی گمراہیوں اور ان کی نافرمانیوں پر جو سزا ان کو ملیں ان سے ہم کو سبق لینے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔اور ہم کو جو یہ حکومت وسلطنت عطا فرمائی ہے اس کی حقیقی شکرگزاری کی توفیق اہل اقتدار حکام اور عوام سب کو عطا فرمائیں۔آمین۔

الغرض کوہ طور سے واپسی پر پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے باز پرس کی۔اب آگے حضرت ہارون علیہ السلام سے مخاطبت ہے اور ان سے باز پرس فرمائی جاتی ہے اور پھر سامری سے اس حرکت پر باز پرس فرمائی گئی جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو راہ حق دکھلا کر غفلت ونافرمانی سے بچائیں اور گذشتہ قوموں کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرماویں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا متبع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں اور ہر طرح کے فتنہ وگمراہی سے ظاہراً وباطناً بچاویں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ

(موسیٰ نے) کہا کہ اے ہارون جب تم نے (ان کو) دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) گمراہ ہو گئے تو تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا ہو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا۔ ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے

لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ

تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر (کے بال) پکڑو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان میں تفریق ڈال دی اور تم نے

تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

میری بات کا پاس نہ کیا۔ کہا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے؟ اُس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے اُس فرستادہ کے نقش قدم سے

مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾

ایک مٹھی (بھر خاک) اُٹھالی تھی سو میں نے وہ مٹھی (اس قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | یٰهٰرُوْنُ اے ہارون | مَا مَنَعَكَ تجھے کس چیز نے روکا | اِذْ جب | رَاَیْتَهُمْ تو نے دیکھا انہیں | ضَلُّوْٓا وہ گمراہ ہو گئے | |
| اَلَّا تَتَّبِعَنِ کہ تو نہ میری پیروی کرے | اَفَعَصَیْتَ تو کیا تو نے نافرمانی کی | اَمْرِیْ میرا یہ حکم | قَالَ اس نے کہا | یَبْنَؤُمَّ اے میرے ماں جائے | | |
| لَا تَاْخُذْ نہ پکڑیں | بِلِحْیَتِیْ مجھے داڑھی سے | وَلَا بِرَاْسِیْ اور نہ سر سے | اِنِّیْ بیشک میں | خَشِیْتُ ڈرا | اَنْ تَقُوْلَ کہ تم کہو گے | |
| فَرَّقْتَ تو نے تفرقہ ڈال دیا | بَیْنَ درمیان | بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل | وَ اور | لَمْ تَرْقُبْ نہ خیال رکھا | قَوْلِیْ میری بات | قَالَ اس نے کہا |
| فَمَا پس کیا | خَطْبُكَ تیرا حال | یٰسَامِرِیُّ اے سامری | قَالَ وہ بولا | بَصُرْتُ میں نے دیکھا | بِمَا وہ جو کہ | لَمْ یَبْصُرُوْا انہوں نے نہ دیکھا |
| بِهٖ اس کو | فَقَبَضْتُ پس میں نے مٹھی بھر لی | قَبْضَةً ایک مٹھی | مِّنْ سے | اَثَرِ الرَّسُوْلِ فرشتہ کا نقش قدم | فَنَبَذْتُهَا تو میں نے وہ ڈال دی | |
| | وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | سَوَّلَتْ پھسلایا | لِیْ مجھے | نَفْسِیْ میرا نفس | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے بڑی سختی کے ساتھ باز پرس کی جس کے جواب میں قوم نے اپنے کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور سامری کو گمراہ کرنے کا مجرم قرار دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوئے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میں تم کو اپنا خلیفہ بنا کر اور حکم کر کے گیا تھا کہ میرے پیچھے ان کی اصلاح کرنا پھر تم نے کیا اصلاح کی؟۔ کیوں اپنے موافقین کو ساتھ لے کر ان گوسالہ پرستوں کا سختی سے مقابلہ نہ کیا؟ اگر یہ نہ ہو سکتا تھا تو ان سے منقطع ہو کر میرے پاس طور پر کیوں نہ چلے آئے؟ اور فرط جوش میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بال اور داڑھی پکڑ لی تھی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی معذرت پیش کی اور فرمایا کہ اے میرے بھائی۔ میری مطلق خطا نہیں ہے۔ میں نے ان کو ہر چند سمجھایا مگر انہوں نے کسی طرح نہیں مانا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ علیہ السلام نہ آجائیں ہم تمہاری بات سننے والے نہیں بلکہ انہوں نے مجھکو کمزور پا کر میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا جب میں نے یہ حالت دیکھی تو خیال کیا کہ اب اگر ان سے لڑائی کی جاوے اور مومنین اور گوسالہ پرستوں کے درمیان جنگ برپا ہو تو مجھ پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ میرے پیچھے قوم میں تفرقہ ڈال دیا اس لئے میری سمجھ میں یہی آیا کہ آپ کے آنے کا انتظار کروں

بہ نسبت اس کے کہ پیچھے ایسا کوئی کام کروں جس سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر مقابلہ ہوتا تو کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے کچھ مخالف ہوتے تو مجھے ڈر ہوا کہ پھر یہ الزام مجھ پر لگتا کہ میرا انتظار کیوں نہ کیا۔ قوم میں تفرقہ کیوں ڈالا۔

یہاں اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ دو پیغمبروں میں بھی اختلاف رائے ہوسکتا ہے اور دونوں طرف صواب کے پہلو ہوسکتے ہیں۔ اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے ازروئے اجتہاد یہ تھی کہ اس حالت میں ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اس مشرک قوم کے ساتھ نہیں رہنا چاہئے تھا۔ ان کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آجاتے جس سے ان کے عمل سے مکمل بیزاری کا اظہار ہوجاتا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی رائے ازروئے اجتہاد یہ تھی کہ اگر ایسا کیا گیا تو ہمیشہ کے لئے بنی اسرائیل کے ٹکڑے ہوجائیں گے اور تفرقہ قائم ہوجائے گا۔ اور چونکہ ان کی اصلاح کا یہ احتمال موجود تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد ان کے اثر سے پھر یہ سب ایمان اور توحید کی طرف لوٹ آویں اس لئے کچھ دنوں کے لئے ان کے ساتھ مساہلت اور مساکنت کو ان کی اصلاح کی توقع تک گوارا کیا جائے۔ دونوں حضرات کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل۔ ایمان وتوحید پر لوگوں کو قائم کرنا تھا مگر ایک نے مفارقت اور مقاطعہ کو اس کی تدبیر سمجھا۔ دوسرے نے اصلاح حال کی ابتداء تک ان کے ساتھ مساہلت اور نرمی کے معاملہ کو اس مقصد کے لئے نافع سمجھا۔ دونوں جانبین اہل عقل وفہم اور فکر ونظر کے لئے محل غور وفکر ہیں۔ کسی کو خطا کہنا آسان نہیں۔ مجتہدین امت کے اجتہادی اختلافات عموماً اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں کسی کو گنہگار یا نافرمان نہیں کہا جاسکتا۔ رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کے بال پکڑنے کا معاملہ تو یہ دین کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے شدت وغضب کا اثر تھا کہ تحقیق حال سے پہلے انہوں نے ہارون علیہ السلام کو ایک واضح غلطی پر سمجھا اور جب ان کا عذر معلوم ہوگیا تو پھر اپنے لئے اور ان کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔ (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۱۴۲)

الغرض ہارون علیہ السلام کی معقول بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ان کی جانب سے فرو ہوا تو اب آپ سامری کی جانب مخاطب ہوئے اس کو ڈانٹ بتلائی اور فرمایا کہ اب تو اپنی حقیقت بیان کر۔ یہ حرکت تو نے کس وجہ سے کی؟ اور کیا اسباب پیش آئے کہ بنی اسرائیل تیری طرف جھک پڑے؟ سامری نے جواب دیا کہ مجھ کو ایک ایسی چیز نظر پڑی تھی جو ان اسرائیلیوں میں سے کسی نے نہیں دیکھی تھی اور وہ یہ کہ غرق فرعون کے وقت جبرئیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار اسرائیلیوں اور فرعونیوں کے درمیان حائل تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے گھوڑے کے سم کی خاک میں اثر حیات پیدا ہوجاتا ہے اور جہاں ان کے گھوڑے کے قدم پڑتے ہیں خشک زمین پر سبزہ اگ آتا ہے تو میں نے جبرئیل کے گھوڑے کے قدموں کی خاک سے ایک مٹھی بھرلی اور اس خاک کو اس بچھڑے میں ڈال دیا اور اس میں زندگی کے آثار پیدا ہوگئے اور یہ بھاں بھاں کرنے لگا۔ سامری نے یہ کسی محسوس دلیل سے یا وجدان سے یا کسی قسم کے تعارف سابق کی بنا پر سمجھ لیا ہوگا کہ یہ جبرئیلؑ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب مصر میں فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا تھا تو سامری کی ماں اس کو ایک غار میں چھپا کر ڈال آئی کہ فرعونیوں کے ہاتھوں سے ذبح سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کی پرورش کرائی۔ اس لئے سامری حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس صورت سے پہچانتا تھا۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

سامری کی یہ سخن سازی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول نہیں کی اور اس کا یہ جواب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بددعا دی۔ اور وہ بددعا کیا تھی اور اس کا کیا اثر ہوا اور پھر اس کو سالہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ

آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے (دُنیوی) زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرا کرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا، اور (اسکے علاوہ) تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے، جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں

اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ

اور تو اپنے اس معبود (باطل) کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے۔ بس تمہارا

اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

(حقیقی) معبود صرف اللہ ہے، جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، وہ (اپنے) علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | فَاذْهَبْ پس تو جا | فَاِنَّ لَكَ بیشک تیرے لئے | فِي الْحَيٰوةِ زندگی میں | اَنْ کہ | تَقُوْلَ تو کہے | لَا نہ | مِسَاسَ چھونا | |
| وَاِنَّ اور بیشک | لَكَ تیرے لئے | مَوْعِدًا ایک وقتِ مقرر | لَنْ تُخْلَفَهٗ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا | وَانْظُرْ اور دیکھ | اِلٰى طرف | | | |
| اِلٰهِكَ اپنے معبود | الَّذِيْ وہ جس | ظَلْتَ تو رہتا تھا | عَلَيْهِ اس پر | عَاكِفًا جما ہوا | لَنُحَرِّقَنَّهٗ ہم اسے البتہ جلائیں گے | | | |
| ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ پھر البتہ اسے بکھیر دیں گے | فِي الْيَمِّ دریا میں | نَسْفًا اڑا کر | اِنَّمَا اس کے سوا نہیں | اِلٰهُكُمُ تمہارا معبود | اللّٰهُ اللہ | | | |
| | الَّذِيْ وہ جو | لَا نہیں | اِلٰهَ کوئی معبود | اِلَّا هُوَ اس کے سوا | وَسِعَ وسیع | كُلَّ شَيْءٍ ہر شے | عِلْمًا علم | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باز پرس میں سامری نے جو جواب دیا تھا وہ بیان ہوا تھا چونکہ بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب سامری کا فعل تھا اس لئے سامری کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں سزا کی وعید سنائی۔ اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا کہ اس حرکت کی سزا دنیوی زندگی میں تو تیرے لئے یہ ہے کہ تو کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا۔ یعنی سب سے بالکل علیحدہ ہو کر رہے گا چونکہ سامری نے بچھڑے کا ڈھونگ بنایا تھا کہ جاہ اور ریاست حاصل ہو لوگ اس کے ساتھ ہوں اور سردار مانیں لہٰذا اس کے مناسب سزا ملی کہ کوئی اس کے پاس نہ پھٹکے۔ جو قریب جائے تو وہ خود دور رہنے کی ہدایت کرے۔ اور دنیا میں ایک بالکل ذلیل اچھوت اور وحشی جانور کی طرح زندگی گزارے۔ لکھا ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے بالکل الگ رہتا اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے ملتا تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا اس ڈر سے لوگوں سے دور دور بھاگا پھرتا تھا کسی کو دور سے دیکھتا تو کہتا لامساس مجھے کوئی ہاتھ نہ لگانا۔ بعض نے کہا ہے کہ اسے جنون ہو گیا تھا اور اس وحشت جنون میں لوگوں سے بھاگتا بھی تھا اور یہ لفظ لامساس کہتا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کو جذام یعنی کوڑھ ہو گیا تھا اس لئے لوگ اس کی ہوا سے بھی بچتے تھے۔ بہر حال یہ تو اس کی دنیا میں سزا ہوئی کہ نہ وہ کسی کو ہاتھ لگا سکے اور نہ کوئی اسے ہاتھ لگا سکے اور اس سزا کے علاوہ قیامت میں حق تعالیٰ کے عذاب کا جو وعدہ ہے وہ جدا رہا کہ جو کسی طرح ٹالا نہیں جا سکتا۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو اس کی سزا سنائی اور آگے ارشاد فرمایا کہ تیری سزا تو یہ ہوئی اب تیرے جھوٹے معبود کی قلعی بھی کھولے دیتا ہوں۔ جس بچھڑے کو تو نے خدا بنایا اور دن بھر وہاں دل جمائے بیٹھا رہتا تھا۔ ابھی تیری

آنکھوں کے سامنے توڑ پھوڑ کر اور جلا کر راکھ کر دوں گا اور پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہادوں گا تاکہ اس کے پجاریوں کو خوب واضح ہو جائے کہ وہ دوسروں کو تو کیا نفع ونقصان پہنچا سکتا خود اپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔ باطل کو مٹانے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حق کی طرف بلاتے جاتے ہیں کہ یہ بچھڑا تو کیا چیز ہے۔کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی معبود نہیں بن سکتی۔ سچا معبود تو بس وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی عقلاً ونقلاً روا نہیں اور جس کا لامحدود علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے سخی ہونے کے سبب قتل سے منع فرمادیا۔غرض کہ سامری کو جو سزا دی گئی ممکن ہے کہ وہ وحیاً ہو یا اجتہاداً سامری کو سزا سنانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کو ریزہ ریزہ کر کے جلا کر دریا میں بہادیا جس سے اس امر پر تنبیہ کرنی مقصود تھی کہ جن اسباب و ذرائع سے شرک پیدا ہو یا اس کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو ان کی بالکل بیخ کنی کر دینی چاہئے لکھا ہے کہ جب اس بچھڑے کے ذرات کو دریا میں بہادیا گیا اور جب سب لوگوں نے اس دریا کا پانی پیا تو جن لوگوں نے گوسالہ کی پرستش کی تھی ان کے چہرے زرد پڑ گئے اور اس طرح سارے گوسالہ پرست معلوم ہو گئے۔تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی جناب میں رجوع کیا کہ اب ان کے اس ارتداد اور بے دینی کی سزا آپ کے نزدیک کیا ہے؟ تو جیسا کہ سورۂ بقرہ میں بیان ہو چکا حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ جن لوگوں نے یہ شرک کیا ہے ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ نہ کیا تھا وہ سجدہ کرنے والوں کو قتل کریں اور وہ بھی اس طرح کہ جو شخص رشتہ میں جس سے زیادہ قریب ہو وہ اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو۔ آخر بنی اسرائیل کو اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ یہودیوں کی توراۃ میں ہے کہ اس طرح تین ہزار بنی اسرائیل قتل ہوئے لیکن بعض اسلامی روایات میں اس سے بھی زیادہ تعداد مذکور ہے اور ۷۰ ہزار کا قتل کیا جانا نقل ہوا ہے۔غرض جب نوبت یہاں تک پہنچی تو موسیٰ علیہ السلام درگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور عرض کیا کہ بارالٰہا! اب ان پر رحم فرما اور ان کی خطا کو بخش دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قاتل و مقتول دونوں کو بخش دیا اور جو زندہ ہیں اور قصور وار تھے ان کی بھی خطا معاف کر دی۔اب ان کو سمجھا دو کہ آئندہ شرک کے قریب بھی نہ جائیں۔

اب یہاں اس سورۃ میں ان آیات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ختم ہوتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے بعد اگلی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور اصل موضوع جس سے اس سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی یعنی قرآن کا ذکر اسی موضوع پر یعنی قرآن پاک کے اتباع اور فرمانبرداری اور اس کا انجام اور اگر اس سے منہ موڑا اور اعراض اور انکار کیا تو اس کا بھی انجام بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن مقاصد سے گذشتہ انبیاء کے واقعات وحالات قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں ہمیں ان سے نصیحت وعبرت حاصل کرنے والا بنائیں۔اور ہم سے جو گذشتہ میں اس باب میں تقصیرات ہو چکی ہیں اسے اپنی رحمت سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے معاف فرما۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ

اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گزشتہ کی خبریں بھی بیان کرتے رہتے ہیں، اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے۔ جو لوگ

اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ

اس سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ لادے ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بوجھ قیامت کے روز اُن کیلئے بُرا (بوجھ) ہوگا۔

الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ

جس روز صور میں پھونک ماری جاوے گی اور ہم اُس روز مجرم لوگوں کو قیامت میں اس حالت سے جمع کریں گے کہ (آنکھوں سے) کرنجے ہوں گے۔ چپکے چپکے آپس میں باتیں

بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ

کرتے ہوں گے کہ تم لوگ (قبروں میں) صرف دس روز رہے ہوگے۔ جس مدت کی نسبت وہ بات چیت کریں گے اس کو ہم خوب جانتے ہیں جبکہ ان سب میں کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا

لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾

کہ نہیں تم تو ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| كَذٰلِكَ اسی طرح | نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں | عَلَيْكَ تجھ پر | مِنْ سے | اَنْبَآءِ خبریں | مَا جو | قَدْ سَبَقَ گزر چکا | | |
| وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ اور تحقیق ہم نے تمہیں دیا | مِنْ لَّدُنَّا اپنے پاس سے | ذِكْرًا نصیحت | مَنْ جس | اَعْرَضَ منہ پھیرا | عَنْهُ اس سے | فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ | | |
| يَحْمِلُ لادے گا | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن | وِزْرًا بوجھ | خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے | فِيْهِ اس میں | وَسَآءَ اور بُرا ہے | لَهُمْ ان کیلئے | | |
| يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن | حِمْلًا بوجھ | يَوْمَ جس دن | يُنْفَخُ پھونک ماری جائیگی | فِى الصُّوْرِ صور میں | وَنَحْشُرُ اور ہم اکٹھا کرینگے | | | |
| الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کو | يَوْمَئِذٍ اس دن | زُرْقًا نیلی آنکھیں | يَتَخَافَتُوْنَ آہستہ آہستہ کہیں گے | بَيْنَهُمْ آپس میں | اِنْ نہیں | لَبِثْتُمْ تم رہے | | |
| اِلَّا مگر | عَشْرًا دس دن | نَحْنُ ہم | اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں | بِمَا وہ جو | يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں | اِذْ يَقُوْلُ جب کہے گا | اَمْثَلُهُمْ سب سے اچھی | |
| طَرِيْقَةً راہ | اِنْ نہیں | لَبِثْتُمْ رہے تم | اِلَّا مگر | يَوْمًا ایک دن | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ قرآن پاک میں مختلف قصص اور گذشتہ تاریخی واقعات حسب موقع جو بیان فرمائے گئے ہیں ان کے متعدد فوائد ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گذشتہ واقعات کا علم ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت کی عظمت میں اضافہ ہو جائے۔ کفار عرب خصوصاً قریش کے انکار و سرتابی سے جو رنج و ملال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ کو ہوتا تھا وہ دور ہو جائے اور آپ کو تسلی ہو جائے کہ فقط میری قوم ہی میرا انکار نہیں کر رہی ہے بلکہ گذشتہ اقوام نے انبیاء کے طرح طرح کے معجزات دیکھ کر بھی ہمیشہ سرتابی کی ہے۔ پھر گذشتہ واقعات و حالات کو باوجود امی ہونے کے آپ کا بیان کرنا یہ کھلا ہوا ثبوت ہے کہ بغیر وحی الٰہی کے یہ تمام واقعات ماضیہ کا علم کس طرح ہو سکتا ہے۔ پھر منکرین کو بھی عبرت ہو کہ انکار کا نتیجہ جو پہلی

قوموں کو اٹھانا پڑا وہی ہم کو اٹھانا پڑے گا۔ مومنین کے ایمان میں پختگی پیدا ہو کہ گذشتہ امتوں میں بھی اہل ایمان نے منکرین کے ہاتھوں ابتداء کیسی سختیاں برداشت کیں مگر انجام کار اللہ نے حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرمایا۔ تو گذشتہ انبیاء کے واقعات وقصے بیان کرنے میں یہ متعدد فوائد ہیں۔

ان آیات میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ ہم جو انبیائے سابقین اور گذشتہ اقوام کے واقعات آپ کو اور آپ کے ذریعہ سے تمام دنیا کو سناتے رہتے ہیں ان سے مقصود صرف نصیحت کرنا ہے اور جس طرح ہم نے گذشتہ انبیاء کو مختلف معجزات عطا کئے تھے اسی طرح ایک عظیم الشان نصیحت نامہ یعنی قرآن پاک آپ کو عطا کیا ہے جس میں دین ودنیا کے تمام ضروری مسائل اور عقیدہ وعمل کے تمام اصلاحی قوانین کا تذکرہ ہے۔ علوم ظاہری واسرار باطنی کا بیان ہے۔ روحانی کمالات کے حصول اور دین ودنیا میں کامیاب وکامران ہونے کے طریقوں کا اظہار ہے۔ تو اب جو شخص اس قرآن کی صداقت کا انکار کرے گا اور اس کے مضامین وقوانین ماننے سے روگردانی کرے گا تو وہ دوامی عذاب کا مستحق ہوگا اور اس قرآن کے اعراض وتکذیب سے جو گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن ان پر لادا جائے گا وہ کبھی ہلکا نہ ہوگا ہمیشہ اس کے نیچے دبے رہیں گے پھر اس بوجھ کا اٹھانا کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ جب اٹھائیں تو پتہ چلے گا کہ کیسے برے اور سخت بوجھ کے نیچے دبائے گئے ہیں۔ اب چونکہ منکرین قرآن کا ذکر آ گیا اس لئے قیامت میں ان کا کیا حال اور کیسا انجام ہوگا کچھ اسکا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب مر جائیں گے اور پھر جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو جائیں گے۔ یہاں آیت میں دوبارہ صور پھونکا جانا مراد ہے کہ جس دن یہ صور پھونکا جائے گا تو مجرمین جن سے مراد کفار ہیں محشر میں اس طرح لائے جائیں گے کہ ان کی آنکھیں ازرق ہوں گی۔ ازرق کے ترجمہ میں اہل تفسیر کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ قیامت کے ہولناک امور دیکھنے کے سبب کافروں کی آنکھیں کرنجی سبزی مائل بلی کی آنکھوں کی طرح ہوں گی۔ اہل عرب کے نزدیک ایسی آنکھیں منحوس اور معیوب سمجھی جاتی ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ آنکھوں کے ازرق ہونے سے مراد نابینا ہونا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خوف و دہشت کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیاں پھٹ جائیں گی یا کثرت نور سے کافروں کی آنکھیں اندھی ہو جائیں گی کیونکہ کفر کے سبب ان کی آنکھوں میں نور کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوگی۔ بعض مفسرین نے حیرت واستعجاب سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کو آنکھوں کو ازرق ہونا کہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قیامت کے مقامات واحوال متعدد ہیں کہ بوقت حشر کافروں کی آنکھیں اچھی خاصی ہوں گی۔ پھر قیامت کی ہولناکی دیکھ کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی پھر نیلی ہو جائیں گی اور آخر میں سب نابینا ہو جائیں گے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی تاکہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔ پھر آخرت کے طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئے گا کہ گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہو گئی یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی امیدیں سب بھول جائیں گے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہوگی اور جو ان منکرین میں زیادہ ہوشیار ہوگا وہ کہے گا کہ عشرہ یعنی دس دن بھی کہاں تمہاری دنیا کی زندگی بس ایک دن کی تھی۔

یہاں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ جو شخص اس نصیحت نامہ یعنی قرآن سے منہ موڑے گا اور اس کی ہدایت اور رہنمائی قبول کرنے سے انکار کر دے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہ بگاڑے گا۔ اس کی یہ حماقت خود اپنے ساتھ دشمنی ہوگی۔ دوسری بات یہ بتائی گئی کہ کوئی شخص جس کو قرآنی احکام ونصائح پہنچیں اور پھر وہ اسے قبول کرنے سے انکار کرے یا پہلو تہی کرے آخرت میں سزا پانے سے نہیں بچ سکتا۔ آیت کے الفاظ عام ہیں۔ کسی قوم۔ کسی ملک۔ کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں۔

بلکہ یہ حکم ہر شخص کے لئے عام ہے۔ خواہ مغرب کا باشندہ ہو یا مشرق کا افریقہ کا سیاہ فام غلام ہو۔ یا امریکہ کا سفید فام عیار ہو۔ یورپین ہو یا ایشیائی چینی ہو یا جاپانی۔ ہندی ہو یا پاکستانی۔ جب تک یہ قرآن دنیا میں موجود ہے اور جہاں جہاں جس جس ملک اور قوم کے جس شخص کو بھی یہ پہنچے گا اس کے لئے دو ہی راستہ ہوں گے یا تو اس کو مانے اور اس کی پیروی اختیار کرے۔ یا اس کو نہ مانے اور اس سے اعراض اور روگردانی برتے جس کا انجام بھی ان آیات میں بتا دیا گیا من اعرض عنه فانه يحمل يوم القيمة وزرا یعنی جو شخص قرآن سے اعراض اور روگردانی کرے گا قیامت کے روز اس پر بڑا بوجھ عذاب کا لدا ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے'' کہ قرآن سے اعراض کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس کی تلاوت کی طرف کوئی دھیان ہی نہ کرے۔ نہ کبھی قرآن پڑھنے اور سیکھنے کی فکر کرے یا قرآن کو پڑھے مگر غلط سلط پڑھے۔ تصحیح حروف کی فکر نہ کرے یا صحیح بھی پڑھے مگر بے توجہی اور بے دلی سے پڑھے۔ اسی طرح قرآن کے احکام کو سمجھنے کی طرف توجہ نہ دینا بھی قرآن سے اعراض ہے اور سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرنے میں کوتاہی یا اس کے احکام کی خلاف ورزی یا تو اعراض کا انتہائی درجہ ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) غرض قرآن کے حقوق سے بے پروائی کرنے کا بڑا وبال ہے۔ جو قیامت کے روز بار گراں بن کر اس کی گردن پر لاد دیا جائے گا جیسا کہ روایات حدیث میں بھی ہے کہ انسان کے برے اعمال اور گناہ قیامت کے روز ایک بار گراں بن کر اس کے اوپر لادا جائے گا۔'' (معارف القرآن جلد ۶)

اب یہاں ہم اس پاکستان میں جو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت کہلاتی تھی ان بدنصیب اور بد بخت افراد کا ذکر کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ جنہوں نے معاذ اللہ قرآن کو فرسودہ کتاب بتلایا۔ اور جنہوں نے یہ کہا کہ اگر قرآن اور اسلام اقتصادی مسائل کا مکمل حل پیش کرتا تو ہم سوشلزم کا نعرہ نہ لگاتے لیکن چونکہ سوشلزم ہی غربت اور افلاس کا حل ہے اس لئے ہم نے پیروں اور ملاؤں کی مخالفت کے باوجود اس کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ اب بتائیے کیا یہ کھلم کھلا قرآن سے اعراض اور روگردانی نہیں ہے کیا قرآن کو ماننے اور اس پر ایمان رکھنے کے یہی معنی ہیں کہ بس ہم اسلام کا لیبل لگا کر جو چاہیں قرآن کو کہیں اور جو چاہیں اس کے قوانین اور احکام کو خیال کریں! قرآن کے ساتھ یہ منافقانہ رویہ اور یہ اعراض اور روگردانی کھلے ہوئے مخالف اور دشمن اسلام کے اعراض اور روگردانی سے زیادہ خطرناک ہے اللہ تعالیٰ اپنی ڈھیل کی رسی کو ان ظالموں پر کھینچ لیں اور ان کی شرارتوں اور در پردہ مخالفتوں کا خاتمہ فرماویں۔ (نوٹ: جس وقت یہ درس لکھا گیا تھا ملک میں ایسے ہی حالات تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اب ملک میں فضا بدلی ہوئی ہے۔ اور دینی فضا لانے کی کوشش ہو رہی ہے) یہ اپنے قوم اور ملک کا ذکر قرآن سے اعراض اور روگردانی پر بالاضطرار آ گیا۔ الغرض کہ اس کلام الٰہی کی آواز پر دنیا میں لبیک نہ کہنے والے اور اس مالک الملک ذوالجلال والاکرام کے فرمان سے اعراض اور روگردانی کرنے والے اور بڑے سے بڑے سرکش اور متکبر جو خدائی قانون کے سامنے اپنی گردن جھکانے کو تیار نہ ہوئے تھے وہ قیامت کے روز اسی حی قیوم کے سامنے کس طرح ذلیل اور مجرم قیدیوں کی طرح گردن جھکائے چلے آئیں گے اور ان کا کیا حال ہوگا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کو اور ہماری نسلوں کو اور ہمارے ملک کو اور ہماری قوم کو اور تمام عالم اسلام کو دنیا میں قرآن پاک کا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور دل و جان سے اس کے احکام اور قوانین کو قبول کرنے والا اور ان پر عمل پیرا ہونے والا مسلمان بنا کر زندہ رکھیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا

اورلوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سوآپ فرمادیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑادیگا۔ پھرزمین کوایک میدان ہموار کردے گا۔

تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

کہ جس میں تو (اے مخاطب) نہ ہمواری دیکھے گا اورنہ کوئی بلندی دیکھے گا۔ اس روز سب کے سب بلانے والے کے کہنے پر ہولیں گے اسکے سامنے کوئی ٹیڑھاپن نہ رہے گا اور تمام آوازیں

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جاویں گی۔ سوتو (اے مخاطب) بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ سنے گا اس روز سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو کہ جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہو

وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ

اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کرلیا ہو۔ وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کرسکتا اور اس روز تمام چہرے

الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

اُس حی وقیوم کے سامنے جھکے ہونگے۔ اور ایسا شخص تو ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لیکر آیا ہوگا۔ اور جس نے نیک کام کیے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

سواس کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور وہ آپ سے دریافت کرینگے | عَنِ الْجِبَالِ پہاڑ کے متعلق | فَقُلْ تو کہدیں | يَنْسِفُهَا انہیں بکھیر دیگا | رَبِّيْ میرا رب | نَسْفًا اُڑا کر | | |
| فَيَذَرُهَا پھر اسے چھوڑ دیگا | قَاعًا میدان | صَفْصَفًا ایک ہموار | لَا تَرٰى نہ دیکھے گا تو | فِيْهَا اس میں | عِوَجًا کوئی کجی | وَلَا اور نہ | اَمْتًا کوئی بلندی |
| يَوْمَئِذٍ اس دن | يَّتَّبِعُوْنَ وہ سب پیچھے چلیں گے | الدَّاعِيَ ایک پکارنے والا | لَا عِوَجَ نہیں کوئی کجی | لَهٗ اس کیلئے | وَخَشَعَتِ اور پست ہوجائیں گی | | |
| الْاَصْوَاتُ آوازیں | لِلرَّحْمٰنِ اللہ کیلئے | فَلَا تَسْمَعُ پس تو نہ سنے گا | اِلَّا مگر | هَمْسًا آہستہ آواز | يَوْمَئِذٍ اس دن | لَّا تَنْفَعُ نہ نفع دے گی | |
| الشَّفَاعَةُ کوئی شفاعت | اِلَّا مگر | مَنْ جس | اَذِنَ لَهُ اجازت دے اس کو | الرَّحْمٰنُ اللہ | وَرَضِيَ اور پسند کرے | لَهٗ اس کی | قَوْلًا بات |
| يَعْلَمُ وہ جانتا ہے | مَا جو | بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں کے درمیان | وَمَا اور جو | خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے | وَلَا يُحِيْطُوْنَ اور وہ احاطہ نہیں کرسکتے | | |
| بِهٖ اس کا | عِلْمًا علم کے اندر | وَعَنَتِ جھک جائیں گے | الْوُجُوْهُ چہرے | لِلْحَيِّ سامنے | الْقَيُّوْمِ "قیوم" | وَقَدْ خَابَ اور نامراد ہوا | مَنْ جو |
| حَمَلَ بوجھ اٹھایا | ظُلْمًا ظلم | وَمَنْ اور جو | يَّعْمَلْ کرے | مِنَ سے | الصّٰلِحٰتِ نیکی | وَ اور | هُوَ وہ |
| مُؤْمِنٌ مومن | فَلَا يَخٰفُ تو نہ اسے خوف ہوگا | ظُلْمًا کسی ظلم کا | وَلَا هَضْمًا اور نہ کسی نقصان کا | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں منکرین قرآن کا ذکر ہوا تھا کہ جو دنیا میں اس قرآن سے اعراض اور روگردانی کریں گے وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ عذاب کا لادے ہوں گے اور پھر قیامت کے بعض احوال کا مجملاً تذکرہ فرمایا گیا تھا کہ عالم دنیا اور عالم

قبر کا زمانہ حشر میں ایسا معلوم ہوگا جیسے دنیا کا ایک دن تو منکرین حشر جو قیامت کو مانتے ہی نہ تھے اور طرح طرح کے شبہات نکالتے اور کہتے کہ ایسے ایسے سخت اور عظیم الشان پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے۔ ان سب کو ذرا سی دیر میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں اڑا دیا جائے گا اور زمین بالکل صاف اور ہموار کردی جائے گی جس میں کچھ اینچ پیچ اور اونچ نیچ نہ رہے گی۔ پہاڑوں کی رکاوٹیں ایک دم میں صاف کردی جائیں گی اور زمین چٹیل میدان ہوجائے گی۔ اس روز اسرافیل علیہ السلام بلند آواز سے محشر کی طرف بلائیں گے اور ان کی ندا سن کر سب کے سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ادھر ادھر مڑے بغیر سیدھے آواز کی طرف دوڑیں گے اور میدان حشر میں جمع ہوجائیں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں داعی یعنی بلانے والے سے مراد حضرات اسرافیل علیہ السلام ہیں جو بیت المقدس کی جگہ پر کھڑے ہوکر صور لے کر پکاریں گے۔ **ایتها العظام البالیه. والجلود المتفرقة واللحوم المتمزقة . هلمی الی عرض الرحمٰن.** اے گلی ہوئی ہڈیو! اور پراگندہ کھالو! اور ریزہ ریزہ شدہ گوشت کے ٹکڑو رحمٰن کے حضور میں چلو۔ تو یہ ندائے اسرافیل سن کر ہڈی گوشت کھال بال سب کچھ مل جل کر انسانی شکل بن کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور ہر شخص آواز کی طرف لپکے گا۔ کاش یہ منکرین لوگ دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے جھپٹتے تو وہاں کام آتا پر یہاں اپنی بدبختی اور کجروی سے ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے۔ اور اس روز حق تعالیٰ کے خوف اور ہیبت کے مارے کسی کی اونچی آواز نہ نکل سکے گی سب کی آوازیں پست ہوں گی اور کوئی کچھ بولے گا بھی تو اس قدر آہستہ جیسے کانا پھوسی کرتے ہوں اور اس روز کسی کو کسی کی سفارش نفع نہ دے گی۔ بجز ایسے شخص کو کہ جس کی سفارش کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے شافعین کو اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے شافع کا بولنا پسند کرلیا ہو۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ قیامت کے دن فرشتے انبیاء اولیاء اور صلحائے امت شفاعت کریں گے مگر ان کی شفاعت بغیر اذن الٰہی کے نہ ہوگی اور یہ اجازت صرف کلمہ گو مومنین کے بارے میں ہوگی۔ کفار کے لئے سفارش کی کسی کو اجازت ہی نہ ہوگی۔ گویا منکرین کو یہ سنایا جارہا ہے کہ تم شفاعت اور سفارش سے بھی محروم رہوگے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے سب اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کس کو کس کے لئے شفاعت کا موقع دینا چاہئے۔ اگر کوئی مومن ابتدا ہی میں شفاعت کے لائق ہے تو اس کے لئے ابتدا ہی میں شفاعت کی اجازت ہوگی۔ اور اگر جہنم میں داخل ہونے کے بعد قابل شفاعت ہوگا تو دخول جہنم کے بعد اس کی شفاعت ہوگی اور اگر کسی کے دل میں ایمان ہی نہیں اور وہ قابل شفاعت ہی نہیں تو اس کی شفاعت مطلقاً نہ ہوگی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس روز بڑے بڑے سرکش متکبروں کے سر بھی علانیہ اسی حی وقیوم کے سامنے ذلیل قیدیوں کی طرح جھکے ہوں گے جنہوں نے کبھی خدا کے آگے پیشانی نہ ٹیکی تھی۔ اس وقت بڑی عاجزی سے گردن جھکائے چلے آئیں گے۔ اخیر میں تمام اہل محشر کے فرق اور انجام کو ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ ایسا شخص تو ہر طرح ناکام رہے گا جو ظلم یعنی شرک وکفر اور نافرمانی لے کر آیا ہوگا اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا یعنی مومن ہوگا اور ساتھ ہی عمل صالح بھی ہوں گے تو اس کو کامل اجر وثواب ملے گا نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا نہ کمی کا یعنی اس کی کوئی نیکی نہ تو ضائع کی جائے گی اور نہ کسی نیکی کے اجر میں کمی کی جائے گی۔

یہاں بھی ظالموں اور مجرموں کے مقابلہ میں جو بشارت دی گئی ہے وہ نہ محض عمل صالح پر ہے اور نہ محض ایمان پر بلکہ دونوں کے مجموعہ پر یعنی اعمال صالحہ بھی ہوں اور ایمان بھی ہو ان کے لئے بشارت ہے کہ ان کو آخرت میں نہ بے انصافی کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔

میرے عزیزو اور بھائیو۔ آج اس دنیا کی زندگی میں ہم کو موقع حاصل ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذخیرہ بھی جمع کرلیں کہ جو کل قیامت میں ہم کو اس بشارت کا مصداق بنادے اس لئے ہم کو اس زندگی کی قدر کرنا چاہئے اور اسکو اصل مقصد میں لگانا چاہئے۔ کہ قیامت کی ناکامی نصیب نہ ہو۔ اور یہ بھی سمجھ لیجئے بلکہ یقین کرلیجئے کہ اعمال صالحہ کسی سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق وتائید ہی سے ممکن ہیں۔ اس لئے ہماری اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ عاجزانہ درخواست و دعا ہونی چاہئے کہ یا اللہ اپنی توفیق حسن ہمارے شامل حال فرمادے اور ہم کو اس دنیا کی زندگی میں اپنی مرضیات والے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمادے۔ یا اللہ ہم کو میدان حشر میں اپنے مطیعین اور مخلصین بندوں میں شامل ہو کر اپنے سامنے حاضر ہونا نصیب فرما۔ آمین۔

اب آگے نزول قرآن کی ایک اور حکمت بیان کی گئی ہے اور نزول وحی کے سلسلہ میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہدایت تلقین فرمائی جاتی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ایمان و اسلام کے ساتھ ہم کو اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اپنے فضل سے قیامت کے دن ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرمائیں کہ جن کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ ڈر۔ یا اللہ ہمیں شافع محشر شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین۔ سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت نصیب فرمایئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر بے حساب وکتاب جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو آج اس زندگی میں آخرت کا فکر اور وہاں کی تیاری کی توفیق نصیب فرمادیجئے اور ہم سے اپنی مرضیات کے وہ اعمال صالحہ کرالیجئے کہ کل میدان حشر میں ہم کو عزت والی کامیابی وکامرانی نصیب ہوجائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ

اور ہم نے اسی طرح اس کو عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تا کہ وہ لوگ ڈر جاویں یا یہ قرآن اُن کیلئے

يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى

کسی قدر سمجھ پیدا کر دے۔ سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالی شان ہے اور قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے

اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

اور آپ یہ دُعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس پر نازل کیا | قُرْاٰنًا قرآن | عَرَبِيًّا عربی | وَ اور | صَرَّفْنَا فِيْهِ ہم نے طرح طرح سے بیان کئے اس میں | |
| مِنَ سے | الْوَعِيْدِ ڈراوے | لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ | يَتَّقُوْنَ پرہیزگار ہو جائیں | اَوْ يُحْدِثُ یا وہ پیدا کر دے | لَهُمْ ان کیلئے | ذِكْرًا کوئی نصیحت |
| فَتَعٰلَى اللّٰهُ سو بلند و برتر ہے اللہ | الْمَلِكُ بادشاہ | الْحَقُّ سچا | وَلَا اور نہ | تَعْجَلْ جلدی کرو | بِالْقُرْاٰنِ قرآن میں | مِنْ قَبْلِ اس سے قبل | اَنْ کہ |
| يُقْضٰى پوری کی جائے | اِلَيْكَ تمہاری طرف | وَحْيُهٗ اس کی وحی | وَقُلْ اور کہیئے | رَبِّ اے میرے رب | زِدْنِيْ زیادہ دے مجھے | عِلْمًا علم |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ قرآن کامل ضابطۂ اصلاح۔ قانون ہدایت اور مکمل دستور العمل ہے۔ اس کے اندر فلاح دارین کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ یہ محض تذکرہ قصص نہیں ہے نہ تاریخ اقوام بیان کرنا اس کی غرض ہے۔ لیکن چونکہ اسلاف کے ہدایت آمیز یا عبرت انگیز واقعات بیان کرنے سے انسان کے خیالات و اعمال کی فطرۃً اصلاح ہوتی ہے۔ ہر شخص طبعاً خوگر ہے کہ نظیر و مثال اس کے سامنے پیش کی جائے اس لئے قرآن میں جا بجا قصے و تاریخی واقعات مذکور ہیں۔ تو جس طرح گذشتہ تاریخی واقعات بیان کرنے سے اصل غرض ہدایت و اصلاح ہے اسی طرح قرآن کو عربی میں نازل کرنے اور آیات وعید کو بار بار لانے سے بھی مقصود ہدایات ہے چونکہ قرآن کے اولین مخاطب اہل عرب ہیں اس لئے قرآن صاف زبان عربی میں نازل کیا گیا تا کہ وہ اس کو پڑھ کر خدا سے ڈریں اور بار بار آیات وعید لانے اور عذاب آخرت کا منظر پیش کرنے اور گذشتہ نافرمان قوموں کی تباہی کا تذکرہ کرنے سے اصل مدعا یہی ہے کہ قرآن سن کر لوگوں میں سمجھ پیدا ہو۔ نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ طاعت کی طرف راغب ہوں اور معاصی کو ترک کریں اور انجام کار ان میں گناہوں سے بچنے کا ملکہ پیدا ہو جائے اور وہ متقی بن جائیں۔ اور اتنا نہ ہو تو کم از کم لوگوں کے دلوں میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ سوچ تو پیدا ہو جائے ممکن ہے یہی سوچ اور غور و فکر آگے بڑھتے بڑھتے ہدایت پر لے آئے اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی ہدایت ہو۔ سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے اور عالی شان ہے اس نے ایسا عظیم الشان قرآن اور نافع کلام نازل فرمایا اور اپنے بندوں کو ایسی سچی اور اچھی باتیں ان کے فائدے کے لئے بتائیں۔ اب چونکہ یہاں نزول قرآن کا ذکر ہو رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت زبان مبارک سے کلمات وحی کی تکرار فرماتے جاتے تھے اور اس سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ کہیں آیات وحی آپ بھول نہ جائیں اور جو حکم الٰہی نازل ہو اس میں فراموشی کے سبب اس کی تعمیل و تبلیغ سے قاصر نہ رہ جائیں اس لئے یہاں ایک ادب قرآن کی تنزیل سے

متعلق جس کا تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہے ارشاد فرمایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جس وقت فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام وحی الٰہی پڑھ کر سنائیں تو آپ عجلت کر کے ان کے ساتھ ساتھ نہ پڑھنے لگا کریں کیونکہ اس میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سے سننا اور ساتھ ساتھ اس کو پڑھنا۔ سو ایسا نہ کیجئے بلکہ پوری وحی نازل ہو چکے تو پھر اس کو پڑھئے اور اس بات کا اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید یاد نہ رہے۔ یاد کرانا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور آپ بھی یاد ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے اور قرآن کی اور زیادہ سمجھ اور بیش از بیش علوم و معارف عطا فرمائیے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث و مفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لکھا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب قرآن لاتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پڑھنے کے ساتھ آپ بھی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جاؤں۔ اس کے متعلق پہلے سورۂ قیامہ جو ۲۹ پارہ میں ہے ہدایت فرمائی گئی تھی۔ **لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه فاذا قرانه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه** اسے یاد کرنے کی جلدی میں اپنی زبان کو بار بار حرکت نہ دیجئے۔ اسے یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے لہٰذا جب ہم اسے سنا رہے ہوں تو غور سے سنتے رہئے پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ اس طرح آپ کی تسلی کر دی گئی تھی کہ اس قرآن کو یاد رکھوانا اور لوگوں تک پہنچوانا ہمارے ذمہ ہے لیکن شاید آپ بھول گئے اس لئے پھر اس آیت میں تاکید فرمائی اور بھولنے پر آگے حضرت آدم علیہ السلام کی مثل بیان فرمائی اور رب زدنی علما کی دعا تلقین فرمائی۔

اب آگے حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی وہ دل عطا فرما دیں کہ جو قرآنی وعیدیں سن کر خوف الٰہی سے کانپ جائے۔ اور یہ خوف خداوندی ہمارے لئے تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

یا اللہ ہم کو بھی دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور قرآن پاک کا علم ذوق شوق اور فہم نصیب فرما۔

اور اس کے جملہ احکام پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی ہدایت و توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اوراس سے پہلے ہم آدمؑ کو ایک حکم دے چکے تھے سو اُن سے غفلت ہوگئی ہم نے اُن میں پختگی نہ پائی۔ اور وہ وقت یاد کرلو جبکہ ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا

کہ آدمؑ کے سامنے سجدہ (تحیت) کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے اُس نے انکار کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ اے آدمؑ (یاد رکھو) یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے سو کہیں تم دونوں کو

مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَلَا تَعْرٰی ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا

جنت سے نہ نکلوادے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ ہے کہ تم نہ بھوکے رہوگے اور نہ ننگے ہوگے۔ اور نہ یہاں پیاسے ہوگے اور نہ

تَضْحٰی ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰی ﴿۱۲۰﴾

دھوپ میں تپوگے۔ پھر اُن کو شیطان نے بہکایا کہنے لگا اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی کا درخت بتلاؤں اور ایسی بادشاہی کہ جس میں کبھی ضعف نہ آوے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اور ہم نے حکم بھیجا | اِلٰٓی طرف | اٰدَمَ آدمؑ | مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | فَنَسِیَ تو وہ بھول گیا | وَلَمْ نَجِدْ اور ہم نے نہ پایا | لَهٗ اس میں | | |
| عَزْمًا پختہ ارادہ | وَاِذْ اور جب | قُلْنَا ہم نے کہا | لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو | اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو | لِاٰدَمَ آدمؑ کو | فَسَجَدُوْٓا تو سب نے سجدہ کیا | | |
| اِلَّآ سوائے | اِبْلِیْسَ ابلیس | اَبٰی اس نے انکار کیا | فَقُلْنَا پس ہم نے کہا | یٰٓاٰدَمُ اے آدمؑ | اِنَّ بیشک | هٰذَا یہ | عَدُوٌّ دشمن | لَّكَ تمہارا |
| وَلِزَوْجِكَ اور تمہاری بیوی کا | فَلَا سو تمہیں | یُخْرِجَنَّكُمَا نہ نکلوادے | مِنَ الْجَنَّةِ جنت سے | فَتَشْقٰی پھر تم مصیبت میں پڑجاؤ | اِنَّ بیشک | | | |
| لَكَ تمہارے لئے | اَلَّا تَجُوْعَ یہ کہ نہ بھوکے رہو | فِیْهَا اس میں | وَلَا اور نہ | تَعْرٰی ننگے | وَاَنَّكَ اور یہ کہ تم | لَا نہ | تَظْمَؤُا پیاسے رہوگے | |
| فِیْهَا اس میں | وَلَا تَضْحٰی اور نہ دھوپ میں رہوگے | فَوَسْوَسَ پھر وسوسہ ڈالا | اِلَیْهِ اسکی طرف | الشَّیْطٰنُ شیطان | قَالَ اسنے کہا | یٰٓاٰدَمُ اے آدمؑ | | |
| | هَلْ کیا | اَدُلُّكَ میں تیری رہنمائی کروں | عَلٰی پر | شَجَرَةِ درخت | الْخُلْدِ ہمیشگی | وَمُلْكٍ اور بادشاہت | لَّا یَبْلٰی نہ پرانی ہو | |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائی گئی تھی کہ بوقت نزول وحی آپ جو ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایسی عجلت نہ کیا کریں بلکہ جس وقت تک وحی نازل ہوتی رہے اس وقت تک آپ صرف غور سے سنا کریں۔ اور اس کے بعد اسے پڑھا کریں اور آپ حق تعالیٰ سے مزید علم کی درخواست کرتے رہیں اور یہ کہتے رہیں کہ اے اللہ میرا علم اور بڑھا۔ تو اس دعا میں علم قرآن کی تحصیل۔ حفظ فہم سب ہی کچھ آ گیا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس درخواست ودعاء کی اس وجہ سے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک امر کی ہدایت کی تھی۔ اور وہ ہدایت یہ تھی کہ جنت میں ایک درخت کو معین کر کے بتلا دیا تھا کہ اس کے پھل کو نہ کھانا اور اس کے قریب بھی نہ جانا۔ باقی اور ساری جنت کی نعمتیں تمہارے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ ان کو کھاتے پیتے رہو اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کے بہکانے میں نہ آجانا مگر آدم علیہ السلام اس عہد کو بھول گئے اور شیطان کے قسم کھانے سے دھوکہ کھا گئے۔ اور ابلیس کے وسوسہ سے ان کا عزم سست پڑ گیا اور عہد کی پوری حفاظت نہ کر سکے اور ان سے غفلت اور بے احتیاطی ہوگئی۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ علم بڑی ضروری چیز ہے کہ اس کے حصول کے

بعد اس کا نسیان بھی مضر ہے۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ انسان خواہ کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو اسے ہر وقت حق تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے۔ دیکھئے حق تعالیٰ نے ان مصالح کی بنا پر جو حضرت آدم علیہ السلام کے خروج از جنت سے وابستہ تھیں اور نیز دوسری حکمتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اس لغزش سے حفاظت نہیں کی اور وہ اس میں مبتلا ہو گئے اور حق تعالیٰ اگر انہیں فوراً تنبیہ کر دیتے تو ضرور بچ جاتے اس لئے اوپر جو دعا تعلیم فرمائی گئی تھی۔ یعنی رب زدنی علما اس میں دونوں باتیں داخل ہیں یعنی جو علم حاصل نہ ہو وہ علم دینا بھی اور دیئے ہوئے علم میں سے اگر کسی بات سے بھول یا غفلت ہو جائے تو اس پر تنبیہ کر دینا بھی تو مقصود یہ ہوا کہ آپ اس دعا سے ایسی لغزش سے بھی محفوظ رہیں گے جیسے آدم علیہ السلام سے ہو گئی تھی آگے وہ قصہ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کا مع اس کے نتائج کے بیان فرمایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے ایسا کیا اور حکم الٰہی فوراً بجا لائے۔ یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ فرشتوں کا یہ سجدہ کرنا سجدہ عبادت نہ تھا بلکہ سجدۂ تعظیم وتحیت تھا جو انبیائے سابقین کی شریعت میں جائز رہا۔ سجدۂ عبادت تو سوائے اللہ رب العزت کے کسی کے لئے بھی جائز نہیں۔ مگر خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں سجدۂ تعظیمی بھی منسوخ ہو گیا جیسے بہن بھائی کا نکاح حضرت آدمؑ کی شریعت میں جائز تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا۔ پس تمام ملائکہ نے حق تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کیا بجز ابلیس کے کہ جو جنات میں سے تھا اور اپنی عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شامل کر لیا گیا تھا اس نے سجدہ نہیں کیا اور صاف انکار کر دیا۔ جس پر وہ مردود ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اے آدم یاد رکھو یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن اس وجہ سے ہے کہ یہ تمہارے معاملہ میں مردود ہوا لہٰذا تم کو آئندہ اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور اس کے کسی مشورہ پر عمل نہ کرنا چاہئے تو دیکھو خبردار اس کے کہنے سے کوئی ایسا کام مت کر بیٹھنا کہ جنت سے باہر کئے جاؤ اور پھر مصیبت میں پڑو۔ یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ آرام ہے کہ نہ تم کبھی بھوکے ہو گے کہ اس سے تکلیف ہو یا اس کی تدبیر میں پریشانی ہو اور نہ ننگے ہو گے کہ کبھی کپڑا نہ ملے اور نہ پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ اور گرمی میں تپو گے۔ بخلاف اس حالت کے کہ اگر یہاں سے نکلے تو یہ ساری مصیبتیں ہوں گی اس لئے ان امور کو پیش نظر رکھ کر خوب ہی ہوشیاری اور بیداری سے رہنا۔ اس کے بعد شیطان نے ان کو جھانسہ دیا اور بہکایا اور کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی کی خاصیت کا درخت بتلا دوں کہ اس کے کھانے سے ہمیشہ شاد و آباد رہو اور ایسی بادشاہی حاصل رہے کہ جس میں کبھی ضعف نہ آئے۔

آدم علیہ السلام کا قصہ اس سے پہلے سورۂ بقرہ۔ سورۂ اعراف۔ سورۂ حجر۔ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف میں گزر چکا ہے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے پھر دہرایا گیا ہے ہر جگہ موقع اور سلسلہ بیان کی مناسبت کے لحاظ سے قصہ کی تفصیلات مختلف طریقہ سے بیان کی گئی ہیں۔ قصہ کے جو اجزا موضوع بحث سے مناسبت رکھتے ہیں وہ اسی جگہ بیان ہوئے ہیں۔ غرض کہ آدم علیہ السلام کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ ابلیس جو تمہاری وجہ سے راندہ درگاہ ہوا ہے یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تم اس سے ہوشیار رہنا یہ تمہارے جنت سے نکالنے کی فکر میں لگا رہے گا پس ایسا کام نہ کرنا جس سے جنت سے تمہیں نکلنا پڑے اور پھر دنیا کی مشقتوں میں پڑ جاؤ اور بیوی بھی تمہارے ساتھ ہے اس کا بوجھ بھی تم پر پڑے گا۔ یہاں جنت میں تو کھانے پینے۔ غذا۔ قیام طعام لباس کے سب آرام تم کو حاصل ہیں۔ اگر یہاں سے نکالے گئے تو دنیاوی رزق اور غذا کے حصول کے لئے تم کو بڑی مشقتیں اٹھانی پڑیں گی۔ مگر شیطان ابلیس لعین تو ان حضرات کی گھات میں لگا ہوا تھا چنانچہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ اے آدم کیا میں تم کو ہمیشہ جنت میں رہنے کا ذریعہ نہ بتلا دوں جس سے نہ تم کو کبھی موت آئے اور نہ تمہاری بادشاہت کو کبھی زوال ہو گا اور خدا کی جھوٹی قسم کھائی کہ خدا کی قسم اگر تم نے اس درخت سے کھا لیا تو تم کو جنت کا دوام اور ہمیشگی کا خلود حاصل ہو جائے گا۔ جب شیطان نے خدا کی قسم کھا کر حضرت آدم علیہ السلام سے یہ کہا تو ان کو شبہ بھی نہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کا نام لے کر کوئی جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کے قرب اور جنت کے دائمی عیش و عشرت کے شوق و رغبت نے اس ممانعت کو بھلا دیا اور ابلیس کے بہکانے سے اس ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔ پھر اس کا کیا انجام اور نتیجہ ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰۤى

سو دونوں نے اس درخت سے کھالیا تو اُن دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے چپکانے لگے اور آدمؑ سے اپنے رب کا قصور ہو گیا

اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا

سو غلطی میں پڑ گئے۔ پھر اُن کو اُن کے رب نے مقبول بنالیا سو اُن پر توجہ فرمائی اور راہ پر قائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اُترو (اور دنیا میں) ایسی حالت سے جاؤ

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

کہ ایک کا دشمن ایک ہوگا، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ نہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) شقی ہوگا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَاَكَلَا پس دونوں نے کھایا | مِنْهَا اس سے | فَبَدَتْ تو ظاہر ہو گئیں | لَهُمَا ان پر | سَوْاٰتُهُمَا ان کی شرم گاہیں | وَ اور | طَفِقَا يَخْصِفٰنِ وہ دونوں لگے جوڑنے | |
| عَلَيْهِمَا اپنے اوپر | مِنْ سے | وَرَقِ الْجَنَّةِ جنت کے پتے | وَعَصٰى اور نافرمانی کی | اٰدَمُ آدمؑ | رَبَّهٗ اپنا رب | فَغَوٰى تو وہ بہک گیا | ثُمَّ پھر |
| اجْتَبٰهُ اس کو چن لیا | رَبُّهٗ اس کا رب | فَتَابَ توجہ فرمائی | عَلَيْهِ اس پر | وَهَدٰى اور اسے راہ دکھائی | قَالَ فرمایا | اهْبِطَا تم دونوں اتر جاؤ | |
| مِنْهَا یہاں سے | جَمِيْعًا سب | بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض | لِبَعْضٍ بعض کے | عَدُوٌّ دشمن | فَاِمَّا پس اگر | يَاْتِيَنَّكُمْ تمہارے پاس آئے | |
| مِّنِّيْ میری طرف سے | هُدًى ہدایت | فَمَنْ تو جس نے | اتَّبَعَ پیروی کی | هُدَايَ میری ہدایت | فَلَا يَضِلُّ تو نہ وہ گمراہ ہوگا | وَ اور | لَا يَشْقٰى نہ بدبخت ہوگا |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اس فہمائش کا ذکر تھا کہ جو حق تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کو دی گئی تھی اور بتلا دیا گیا تھا کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی دونوں کا دشمن ہے۔ اس سے خبردار رہنا۔ کہیں اس کے کہنے میں آ کر مصیبت میں نہ پڑ جانا کہ جنت سے نکالے جاؤ۔ ابلیس جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی نہ کرنے کی وجہ سے مردود وملعون قرار دیا گیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن اور حاسد بنا ہوا تھا اور اسی فکر اور داؤ گھات میں لگا رہتا کہ کسی طرح حضرت آدم سے یہ دائمی عزت و راحت جو انہیں جنت میں حاصل تھی چھن جائے۔ شیطان آخر شیطان ہی تھا۔ اس نے آدم علیہ السلام کو بہکانا چاہا۔ اغوا کی اور کوئی صورت اسے نظر نہ آئی کیونکہ لالچ یا خوف دو ہی چیزیں ہیں جو اغوا کا سبب بن سکتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ہر طرح راحت حاصل تھی اس لئے لالچ نہیں دیا جا سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عزت بھی تھی اس لئے کسی قسم کا ڈر اور بھی ناممکن تھا اس لئے ابلیس نے لالچ اور خوف دلانے کی بجائے ایک اور تدبیر نکالی۔ کوئی نعمت کتنی ہی بڑی ہو لیکن اس کے زوال اور فنا کا خیال آ جاتا ہے تو لطف کرکرا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کا ناصح اور خیر خواہ بن کر آیا اور اللہ کے نام کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں آپ کو ایسے درخت کا پتہ بتائے دیتا ہوں کہ جس کے پھل میں یہ تاثیر ہے کہ آپ غیر فانی ہو جائیں گے اور ہمیشہ جنت میں مقیم رہیں گے۔ آپ کو دوامی زندگی۔ سرمدی عیش اور لازوال حکومت حاصل ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بڑھ کر مقام قرب حق میں قیام کا حریص اور کون ہو سکتا تھا اور اس کا تو آپ تصور ہی نہیں فرما سکتے تھے کہ جھوٹی قسم کھا کر کوئی اللہ کے نام کی بے وقعتی بھی کر سکتا ہے اس لئے آپ اس کے کہے میں آ گئے اور اس کے مشورہ کو اپنے اجتہاد میں رضائے حق ہی کی راہ کا ایک مشورہ سمجھے۔ اور حق تعالیٰ نے اس شجر ممنوعہ کی جو ممانعت فرمائی تھی اس کی تاویل کر لی ہوگی۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ امر و نہی کبھی تو تشریعاً ہوتے ہیں اور کبھی شفقۃً اور اس کو یوں سمجھئے کہ مثلاً ایک تو ریل میں بدون ٹکٹ سفر کرنے کی ممانعت ہے یہ تو قانونی حیثیت رکھتی ہے اور ایک جو ریل کے ڈبوں میں لکھا ہوتا ہے کہ ”تھوکو مت۔ اس سے بیماری پھیلتی ہے“ یہ نہی شفقۃً ہے۔ اسی طرح خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض

شفقت ہے جیسا کہ طب نبوی وغیرہ کی بہت ہی احادیث میں علماء نے تصریح کی ہے۔تو شاید حضرت آدم علیہ السلام نے اس ممنوعہ شجر سے پھل کھانے کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا اسی لئے ابلیس کی وسوسہ اندازی کے بعد اس کی خلاف ورزی کرنے کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی چھوٹی سی لغزش بھی ان کے مرتبہ قرب کے لحاظ سے عظیم و ثقیل بن جاتی ہے اسی لئے اپنی اس اجتہادی غلطی کا ظاہری نقصان اٹھانے کے علاوہ مدت دراز تک توبہ و استغفار میں مشغول گریہ و بکار ہے۔

الغرض ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس کے بہکانے سے دونوں یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے اس درخت سے کھالیا جس سے ممانعت ہوئی تھی اور شیطان نے اس کو شجرۃ الخلد بتلایا تھا تو اس کے کھاتے ہی لباس بہشتی ان کے بدن سے اتر گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے اور بدن کو ڈھانکنے لگے۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے حکم الٰہی کے امتثال میں غفلت و کوتاہی ہوئی اور اپنی شان کے موافق عزم و استقامت کی راہ پر ثابت قدم نہ رہے۔بہر حال حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اپنے کئے پر شرمندہ ہوئے اور جیسا کہ سورۂ اعراف میں ذکر ہوا ہے دونوں نے عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق بخشی اور پھر قبولیت سے نوازا اور بیش از بیش مہربانی سے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر قائم کردیا۔اس طرح حق تعالیٰ نے نہ صرف اس غلطی کو معاف ہی کیا بلکہ آئندہ کے لئے راہ راست بھی بتائی اور اس پر چلنے کا طریقہ بھی سکھایا مگر ساتھ ہی یہ حکم ہوا کہ تم دونوں کے دونوں جنت سے نیچے اترو اور دنیا میں ایسی حالت سے جاؤ کہ تمہارے فرزندوں میں ایک دوسرے کا دشمن ہوگا۔میں وہاں بھی تمہارے پاس یعنی بنی آدم میں احکام بھیجوں گا یعنی نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ سے دنیا میں اپنے احکام بھیجتا رہوں گا پس جو میری رہنمائی کا اتباع کرے گا تو وہ نہ جنت کے راستہ سے بھٹکے گا۔نہ اس سے محروم ہوکر تکلیف اٹھائے گا جس وطن اصلی سے نکل کر آیا تھا بے کھٹکے پھر وہیں جا پہنچے گا۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کا واقعہ بھی عجیب واقعہ ہے۔ایک طرف خدا تعالیٰ نے آدمؑ کو دوام راحت اور بقائے عیش و عزت کی ترغیب دی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے تو کہیں تم کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔دوسری طرف ابلیس نے بھی لازوال راحت اور غیر فانی عیش کا لالچ دیا۔خدا تعالیٰ نے دوام عیش کو مقررہ درخت کا پھول نہ کھانے سے وابستہ کیا تھا اور شیطان نے بھی اسی شجر ممنوعہ کے پھل کھانے کو دائمی راحت و لازوال زندگی کے حصول کا سبب قرار دیا تھا۔خدا تعالیٰ نے آدمؑ کو یہ بھی بتادیا تھا کہ ابلیس تمہارا قطعی دشمن ہے مگر آدمؑ اغوائے شیطانی میں آگئے۔آدم علیہ السلام کا شیطان کی طرف جھک جانا اور حکم خدا کو بھول جانا دلالت کررہا ہے کہ تقدیر الٰہی تمام عالم میں جاری و ساری ہے۔کوئی مقدرات کو ٹالنے والا نہیں۔علم کیسا ہی روشن ہو اور دلیل کیسی ہی واضح ہو لیکن اس سے کچھ نفع نہ ہوگا جب کہ اللہ نے اس کے خلاف مقدر کیا ہے اور ہر دانا کی دانائی اسی وقت مفید ہوگی جب تقدیر الٰہی میں نفع آفرینی موجود ہو۔" (تفسیر بیان السبحان)

یہی وجہ ہے کہ عارفین اور اولیاء اللہ مقدرات خداوندی سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور انجام کی کامیابی کے لئے عجز و نیاز سے درگاہ الٰہی میں دعا کو رہتے ہیں۔

الغرض حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو حکم ہوا کہ اب جنت سے اتر کر نیچے دنیا میں جاؤ اور وہاں آباد رہو۔اور اللہ کے جو احکام و ہدایات دنیا میں پہنچیں ان کا اتباع کیا جائے۔جو ایسا کرے گا وہ پھر اسی جنت میں آپہنچے گا۔اب آگے ان کا حال اور انجام بیان فرمایا گیا ہے کہ جو دنیا میں احکام خداوندی کا اتباع نہیں کریں گے اور اس سے اعراض و انکار برتیں گے ان کا انجام دنیا اور آخرت میں کیسا ہوگا۔یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ

اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اُس کیلئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اُس کو اندھا کر کے (قبر) سے اُٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب

لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ

آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا۔ ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے، پھر تو نے اُن کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج

تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ

تیرا کچھ خیال نہ کیا جاوے گا۔ اور اسی طرح اُس شخص کو ہم سزا دیں گے جو حد سے گذر جاوے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے، اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت

وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ

اور بڑا دیرپا۔ کیا ان لوگوں کو اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم اُن سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ ان کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے (پھرتے) ہیں،

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾

اس میں تو اہل فہم کیلئے دلائل موجود ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَنْ اور جس | اَعْرَضَ منہ موڑا | عَنْ سے | ذِكْرِيْ میرے ذکر | فَاِنَّ تو بیشک | لَهٗ اس کیلئے | مَعِيْشَةً گزران | ضَنْكًا تنگ |
| وَنَحْشُرُهٗ اور ہم اسے اٹھائیں گے | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن | اَعْمٰى اندھا | قَالَ وہ کہے گا | رَبِّ اے میرے رب | لِمَ حَشَرْتَنِيْ تو نے مجھے کیوں اٹھایا | | |
| اَعْمٰى اندھا | وَ اور | قَدْ كُنْتُ میں تو تھا | بَصِيْرًا دیکھتا | قَالَ وہ فرمائے گا | كَذٰلِكَ اسی طرح | اَتَتْكَ تیرے پاس آئیں | اٰيٰتُنَا ہماری آیات |
| فَنَسِيْتَهَا تو تو نے انہیں بھلا دیا | وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | الْيَوْمَ آج | تُنْسٰى ہم تجھے بھلا دیں گے | وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | نَجْزِيْ ہم بدلہ دیتے ہیں | | |
| مَنْ جو | اَسْرَفَ حد سے نکل جائے | وَلَمْ يُؤْمِنْ اور نہ ایمان لائے | بِاٰيٰتِ آیتوں پر | رَبِّهٖ اپنا رب | وَلَعَذَابُ اور البتہ عذاب | الْاٰخِرَةِ آخرت | |
| اَشَدُّ شدید ترین | وَ اور | اَبْقٰى زیادہ دیر تک رہنے والا ہے | اَفَلَمْ يَهْدِ کیا ہدایت نہ دی | لَهُمْ انہیں | كَمْ کتنی ہی | اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کر دیں | |
| قَبْلَهُمْ ان سے قبل | مِّنَ الْقُرُوْنِ قومیں | يَمْشُوْنَ وہ چلتے پھرتے ہیں | فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ان کے مساکن میں | اِنَّ بیشک | فِيْ میں | ذٰلِكَ اس | |
| | لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں | لِّاُولِي النُّهٰى عقل والوں کیلئے | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب اپنی غلطی پر ندامت اور شرمساری کے ساتھ توبہ استغفار کرتے ہوئے عفو و درگزر کے خواستگار ہوئے تو حق تعالیٰ نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا اور معاف فرما دیا مگر بتقاضائے حکمت یہ فیصلہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو سنایا گیا کہ تم کو اور تمہاری اولاد کو ایک معین وقت تک اب دنیا میں قیام کرنا ہوگا لہٰذا جنت سے نیچے دنیا میں جاؤ اور تمہارا دشمن ابلیس بھی اپنے تمام سامان عداوت کے ساتھ وہیں رہے گا۔ میں دنیا میں اپنے احکام بھیجتا رہوں گا پس جو میری رہنمائی کا اتباع کرے گا تو پھر وہ اپنے اصلی وطن یعنی جنت میں جا پہنچے گا اور اس سے محروم نہ ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں پہلے گروہ کے مقابل احکام خداوندی سے اعراض اور انکار کرنے والوں کا حال اور انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص دنیا میں احکام خداوندی

سے اعراض وانکار کرے گا اور اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا ہی کی فانی زندگی کو قبلہ مقصود بنا بیٹھے گا تو دنیا میں اس کو معیشۃ ضنکا یعنی تنگی کا جینا نصیب ہوگا۔ یعنی اس کی زندگی مکدر اور قلبی سکون اور حقیقی اطمینان سے خالی ہوگی گو دیکھنے میں اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامان عیش وعشرت نظر آئیں مگر اس کا دل قناعت وتوکل سے خالی ہونے کی بنا پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص اور دنیا کی ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔ کسی وقت ۹۹ کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا۔ موت اور زوال دولت کے خطرات الگ سوہان روح رہتے ہیں بڑے بڑے دولت مندوں اور سرمایہ داروں کی خودکشی کر لینے کی خبریں جو آئے دن اخباروں میں چھپتی رہتی ہیں۔ سب اسی تنگی معیشت کے مظاہرہ ہیں۔ نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یاد الٰہی اور ذکر الٰہی کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ بعض مفسرین نے یہاں آیت میں معیشۃ ضنکا کے معنی لئے ہیں وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہوسکے گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدمست ہے اس کا سارا مال و دولت اور سامان عیش و عشرت آخر کار اس کے حق میں وبال بننے والا ہے۔ تو جس خوشحالی کا انجام چندروز کے بعد دائمی تباہی ہو اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے۔ بعض مفسرین نے معیشۃ ضنکا سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے یعنی قیامت سے پہلے اس پر سخت تنگی کا دور آئے گا جب کہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ بہرحال معیشۃ ضنکا کے تحت میں یہ سب صورتیں داخل ہوسکتی ہیں۔ یہ تو انکار یا اعراض کا نتیجہ وحال قیامت سے پہلے دنیا یا برزخ میں ہوگا۔ اور قیامت میں آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف لایا جائے گا اور دل کا بھی اندھا ہوگا کہ جہنم کے راستہ کے سوا کوئی راستہ اس کو نہ سوجھے گا۔ یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی تاکہ جہنم اور اہوال محشر کا معائنہ کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکر اور کافر جو دنیا میں ظاہری آنکھیں رکھتا تھا تعجب سے سوال کرے گا کہ دنیا میں تو میں بینا تھا اب مجھ سے یہ آنکھیں کیوں چھین لی گئیں اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ دیا جائے گا کہ دنیا میں ہماری آیات دیکھ کر اور سن کر یقین نہ لایا۔ نہ ان پر عمل کیا۔ ایسا بھولا رہا کہ سب سنی ان سنی کر دی۔ آج اسی طرح تجھ کو بھلایا جا رہا ہے۔ جیسے وہاں حق سے اندھا بنا رہا تھا یہاں اسی کے مناسب سزا ملنے اور اندھا کر کے اٹھائے جانے پر تعجب کیوں ہے؟ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اسی طرح ہر مجرم کو اس کے مناسب حال سزا دی جائے گی اس لئے بڑی حماقت ہوگی کہ یہاں کی تکلیف سے گھبرائیں اور وہاں کے عذاب سے بچنے کی فکر نہ کریں۔ آگے اس وقت کے کفار مکہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر آخرت میں جو سزا انکار اور اعراض پر ملے گی اس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ انہی مکہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے کفر وطغیان کی بدولت تباہ کی جا چکی ہیں جن کے افسانے لوگوں کی زبان پر باقی ہیں اور جن میں سے بعض کے کھنڈرات پر سفر کرتے ہوئے ان کا گزر بھی ہوتا ہے جنہیں دیکھ کر ان غارت شدہ قوموں کی یاد تازہ ہو جانا چاہئے کہ کس طرح وہ چلتے پھرتے اپنی جگہوں میں ہلاک کر دیئے گئے۔ اہل دانش کے لئے تو ان علامات کے اندر عبرت اندوزی کا کافی ذخیرہ ہے اس لئے عقلمند تو انجام کے عذاب سے ڈرتے اور راحت آخرت کی فکر کرتے ہیں اور آیات الٰہیہ سے منہ موڑ کر حماقت سے اس بات کے منتظر نہیں رہتے کہ عذاب آئے گا۔ آنکھوں سے دیکھ لیں گے تب مانیں گے۔

اب جو کفار ومشرکین باوجود ہر طرح کے فہمائش اور دلائل قطعیہ کے اعراض اور انکار پر مصر رہتے ہیں اور عذاب الٰہی سے فوراً ہلاک نہیں کر دیئے جاتے تو اس کی وجہ وحکمت اور ان اعراض اور انکار کرنے والوں کے قول وفعل سے جو ایذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو پہنچتی تھی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اگلی آیات میں فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے فرمائی ہوئی نہ ہوتی اور ایک میعاد معین نہ ہوتی تو عذاب لازمی طور پر ہوتا۔ سو آپ اُنکی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کیساتھ

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ

(اس کی) تسبیح کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اور اوقات شب میں (بھی) تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول و آخر میں تاکہ

لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

آپ (اس سے) خوش ہوں۔ اور ہرگز اُن چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کیلئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَوْ اور اگر | لَا كَلِمَةٌ نہ ہوتی ایک بات | سَبَقَتْ ہو چکی | مِنْ سے | رَبِّكَ تمہارا رب | لَكَانَ تو ضرور آ جاتا | لِزَامًا عذاب | وَّاَجَلٌ اور میعاد | |
| مُّسَمًّى مقرر | فَاصْبِرْ پس صبر کریں | عَلٰى پر | مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں | وَسَبِّحْ اور تسبیح کریں | بِحَمْدِ تعریف کیساتھ | رَبِّكَ اپنا رب | قَبْلَ پہلے | |
| طُلُوْعِ الشَّمْسِ طلوع آفتاب | وَقَبْلَ اور پہلے | غُرُوْبِهَا اس کے غروب | وَمِنْ اور کچھ | اٰنَآئِ الَّيْلِ رات کی گھڑیاں | فَسَبِّحْ پس تسبیح کریں | | | |
| وَ اور | اَطْرَافَ کنارے | النَّهَارِ دن | لَعَلَّكَ تاکہ تم | تَرْضٰى خوش ہو جاؤ | وَ اور | لَا تَمُدَّنَّ نہ پھیلانا | عَيْنَيْكَ اپنی آنکھیں | اِلٰى طرف |
| مَا مَتَّعْنَا جو ہم نے برتنے کو دیا | بِهٖ اس سے | اَزْوَاجًا جوڑے | مِّنْهُمْ اُن سے | زَهْرَةَ آرائش | الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی | | | |
| لِنَفْتِنَهُمْ تاکہ ہم انہیں آزمائیں | فِيْهِ اس میں | وَرِزْقُ اور عطیہ | رَبِّكَ تیرا رب | خَيْرٌ بہتر | وَّاَبْقٰى اور تادیر رہنے والا | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ یا اس وقت کے منکرین قرآن کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں جو سزا انکار و اعراض پر ملے گی اگر ان کو اس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی یہ سبق حاصل نہیں کرتے۔ انہیں مکہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے کفر و طغیان کی بدولت ہلاک کی جا چکی ہیں جن کی تباہی و بربادی کے قصے یہ کفار مکہ سن چکے ہیں اور ان تباہ شدہ قوموں کی بستیوں کے کھنڈرات پر سے سفر میں آتے جاتے رہتے ہیں پھر بھی ان کے انجام سے یہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کے کفر و شرک۔ اعراض و انکار کا اقتضاء تو یہی ہے کہ ان پر عذاب فی الفور آ جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں سے اس کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہو چکا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو ابھی ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے اس کی دی ہوئی مہلت کے دوران میں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار اور منکرین جو کچھ بھی کہیں یا آپ کے ساتھ کریں اس کو آپ صبر کے ساتھ برداشت کریں اور ان کی تمام تلخ اور ترش باتیں سنتے ہوئے اپنا فریضہ تبلیغ و تذکیر انجام دیتے رہیں۔

واضح رہے کہ اس سورۃ کا زمانہ نزول وہ وقت ہے جبکہ مکہ میں کفار مکہ اسلام کو دبانے اور ناکام بنانے میں ہر حربہ استعمال کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو ڈرانا۔ دھمکانا ہر ممکن طرح سے تنگ کرنا اور ظلم و ستم مار پیٹ کسی طرح سے بھی گریز نہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برے برے کلمات سے یاد کرتے تھے۔ کوئی آپ کو معاذ اللہ ساحر کہتا۔ کوئی شاعر کہتا۔ کوئی مجنون کہتا اور کوئی

کاہن کہتا۔اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل ایمان کو سمجھایا جاتا ہے کہ ان منکرین حق کے معاملہ میں صبر و استقامت سے کام لیں۔ خدا کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی قوم کو اس کے کفر و انکار پر فوراً نہیں پکڑ لیتا بلکہ سوچنے اور سمجھنے کے لئے کافی مہلت اور موقع دیتا ہے لہٰذا گھبرائیں نہیں۔ صبر کے ساتھ ان منکرین کی زیادتیاں برداشت کئے چلے جائیں اور نصیحت کا حق ادا کرتے رہیں اور صبر و سکون سے آخری نتیجہ کا انتظار کرتے رہیں۔

آگے ہدایت دی جاتی ہے کہ تحمل اور برداشت اور صبر کی طاقت آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو نماز سے ملے گی جن کو اپنے اوقات میں پابندی سے ادا کرنا چاہئے۔ پھر نماز کے اوقات کی طرف اشارہ فرمایا گیا یعنی سورج نکلنے سے پہلے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے۔ اور رات کے اوقات میں اور دن کے کناروں پر بھی۔ دن کے کنارہ تین ہی ہوسکتے ہیں ایک کنارہ صبح ہے۔ دوسرا کنارہ زوال آفتاب اور تیسرا کنارہ شام تو مطلب یہ کہ آپ اپنی توجہ معبود حقیقی کی طرف رکھئے۔ ان منکرین کی طرف سے فکر نہ کیجئے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جو آرائش حیاۃ اور دنیوی ساز و سامان ہم نے ان طرح طرح کے کافروں کو مثلاً یہود۔ نصاری۔ مشرکین۔ مجوس وغیرہ وغیرہ کو دیئے ہیں ان کی طرف آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جیسے اب تک نہیں دیکھا۔ یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم ان کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت کی ہے مثلاً قرآن کریم منصب نبوت و رسالت۔ اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اس کے سامنے ان فانی اور حقیر سامانوں کی کیا حقیقت ہے۔ آپ کے حصہ میں جو دولت آئی وہ ان دولتوں سے کہیں بہتر ہے اور وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بہرحال آپ نہ ان کی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز و سامان مال و دولت کی طرف نظر التفات اٹھائیں۔

یہاں ان آیات میں ایک عام تعلیم دشمنوں کی ایذاؤں سے بچنے کی دی گئی ہے یعنی قرآن کریم نے اس جگہ مخالفوں کی ایذاؤں کا علاج دو چیزوں سے بتلایا۔

اول **فاصبر علی مایقولون** سے یعنی ان کے کہنے کی طرف التفات نہ کیا جائے بلکہ صبر و برداشت سے کام لیا جائے۔

دوسری چیز **وسبح بحمد ربک** میں فرمائی یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوجانا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ "دشمنوں سے تو اس دنیا میں کسی چھوٹے بڑے اچھے برے انسان کو نجات نہیں۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی دشمن ہوتا ہے۔ اور دشمن کتنا ہی حقیر و ضعیف ہو اپنے مخالف کو کچھ نہ کچھ ایذا پہنچا دیتا ہے۔ زبانی گالی گلوچ ہی سہی۔ سامنے ہمت نہ ہو تو پیچھے ہی سہی اس لئے دشمن کی ایذاؤں سے بچنے کی فکر ہر شخص کو ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اس کا بہترین اور کامیاب نسخہ دو چیزوں سے مرکب بیان فرمایا ہے اول صبر یعنی اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور انتقام کی فکر میں نہ پڑنا دوسرے اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں مشغول ہوجانا۔ تجربہ شاہد ہے کہ صرف یہی نسخہ ہے جس سے مخالفین کی ایذاؤں سے نجات مل سکتی ہے ورنہ انتقام کی فکر میں پڑنے والا کتنا ہی قوی۔ بڑا اور صاحب اقتدار ہو بسا اوقات مخالف سے انتقام لینے پر قادر نہیں ہوتا اور یہ فکر انتقام ایک مستقل عذاب اس کے لئے بن جاتا ہے۔ اور جب انسان کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہوجائے اور وہ دھیان یہ کرے کہ اس دنیا میں کوئی کسی کو کسی طرح کا نقصان یا ایذا بغیر مشیت خداوندی کے نہیں پہنچا سکتا اور اللہ تعالیٰ کے اعمال و افعال سب حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے جو صورت پیش آئی ہے اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی تو مخالف کی ایذاؤں سے پیدا ہونے والا غیظ و غضب خود بخود کافور ہوجاتا ہے اسی لئے آیت کے آخر میں فرمایا **لعلک ترضٰی** یعنی اس تدبیر سے آپ راضی خوشی بسر کرسکیں گے۔" (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ ان قرآنی تعلیمات پر ہم کو بھی عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب چونکہ یہ سورۃ خاتمہ کے قریب ہے اس لئے آگے بعض ہدایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہیں اور کفار و مشرکین مخالفین کو آخری فیصلہ کی بات سنائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے، ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے، اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ

اور وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ (رسول) ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لا۔ (جواب یہ ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کے مضامین کا ظہور نہیں پہنچا۔ اور اگر ہم

اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ

ان کو قبل قرآن آنے کے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اسکے

اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ

کہ ہم بے قدر ہوں اور رسوا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) سب انتظار کر رہے ہیں سو (چندے) اور انتظار کر لو اب عنقریب تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ راہ راست والے کون ہیں

وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

اور وہ کون ہے جو (منزل) مقصود تک پہنچا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاْمُرْ اور حکم دو تم | اَهْلَكَ اپنے گھر والے | بِالصَّلٰوةِ نماز کا | وَاصْطَبِرْ اور قائم رہو | عَلَيْهَا اس پر | لَا نَسْـَٔلُكَ ہم تجھ سے نہیں مانگتے | | |
| رِزْقًا رزق | نَحْنُ ہم | نَرْزُقُكَ تجھے رزق دیتے ہیں | وَالْعَاقِبَةُ اور انجام | لِلتَّقْوٰى اہل تقویٰ کیلئے | وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں | | |
| لَوْ کیوں | لَا يَاْتِيْنَا نہیں لاتے | بِاٰيَةٍ کوئی نشانی | مِّنْ سے | رَّبِّهٖ اپنا رب | اَوَ کیا | لَمْ تَاْتِهِمْ انکے پاس نہیں آئی | بَيِّنَةُ واضح نشانی |
| مَا جو | فِي میں | الصُّحُفِ صحیفے | الْاُوْلٰى پہلے | وَلَوْ اور اگر | اَنَّا ہم | اَهْلَكْنٰهُمْ انہیں ہلاک کردیتے | بِعَذَابٍ کسی عذاب سے |
| مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل | لَقَالُوْا تو وہ کہتے | رَبَّنَا لَوْ اے ہمارے رب کیوں | لَآ اَرْسَلْتَ تو نے نہ بھیجا | اِلَيْنَا ہماری طرف | رَسُوْلًا کوئی رسول | | |
| فَنَتَّبِعَ تو ہم پیروی کرتے | اٰيٰتِكَ تیرے احکام | مِنْ قَبْلِ اس سے قبل | اَنْ نَّذِلَّ کہ ہم ذلیل ہوں | وَنَخْزٰى اور ہم رسوا ہوں | قُلْ آپ کہدیں | | |
| كُلٌّ سب | مُّتَرَبِّصٌ منتظر ہیں | فَتَرَبَّصُوْا پس تم انتظار کرو | فَسَتَعْلَمُوْنَ سو عنقریب تم جان لوگے | مَنْ کون | اَصْحٰبُ والے | الصِّرَاطِ راستہ | |
| السَّوِيِّ سیدھا | وَمَنِ اور کون | اهْتَدٰى اس نے ہدایت پائی | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۃ طٰهٰ کی آخری آیات ہیں جس پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منکرین کی کفر آمیز باتوں پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی گئی تھی اور صبر وسکون حاصل کرنے کے لئے شب وروز معبود حقیقی کی حمد وثنا تسبیح وتقدیس جس میں نماز بھی آ گئی کی تاکید فرمائی گئی تھی۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ اپنے متعلقین یعنی اہل خانہ وخاندان اور اپنے متبعین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے چنانچہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو عادت ڈالنے کے لئے نماز پڑھواؤ اور جب دس برس کا ہو تو مار کر پڑھواؤ۔ غرض کہ اللہ عزوجل کی یاد تازہ رکھنے کے لئے مقررہ اوقات پر اس کے دربار میں بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حاضر ہو جانے کی ہدایت [illegible]م خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ آپ کے گھر والوں کو اور آپ [illegible]ام متبعین کو فرمائی گئی۔ اب دربار خداوندی میں اس بار بار کی

حاضری اور جملہ مقررہ اوقات میں عبادت کے التزام سے ہوسکتا تھا کہ ایک انسان جو طلب معاش میں سرگرداں ہو اس کو ضیق پیش آئے کہ نماز پڑھے۔ دینی ہدایت پر عمل کرے یا اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے روزی کمائے جیسا کہ آج کل بھی بعض لوگ ظہر کی نماز خصوصاً جماعت کے لئے۔ دفتر یا ملازمت کا عذر اور عصر۔ مغرب و عشا کے لئے دوسری مشغولیتوں کا عذر پیش کردیا کرتے ہیں۔اس لئے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ رزاق تم نہیں۔ہم ہیں تم سے کسی کے لئے رزق کی طلب ہم نہیں کرتے۔ اس لئے طلب معاش میں سرگرداں رہ کر ضروری عبادات یعنی فرائض وواجبات کو ترک کرنا کسی طرح روا نہیں۔

یہاں آیت میں لانسئلک رزقا ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے کہ تحت حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''مقصود اصلی اکتساب یعنی کسب معاش نہیں بلکہ دین اور طاعت ہیں۔اکتساب کی اسی حالت میں اجازت یا امر ہے کہ ضروری طاعات میں وہ مخل نہ ہو'' تو دنیا میں جیسا کہ مالک اپنے غلاموں سے روزی کمواتے ہیں حق تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنی بندگی چاہتے ہیں اور وہ بندوں کو روزی وہ خود دیتے ہیں اسی لئے اگر فرض نماز اور کسب معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتے کہ کسب معاش کے مقابلہ میں نماز کو ترک کرو۔نماز بہرحال ادا کرنی ہے۔روزی پہنچانے والا وہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہو۔تم اس کے حکم کی تعمیل میں سرگرم رہو گے وہ تم کو رزق دے گا۔اور اگر بالفرض شب و روز کی سرگردانی اور ہمہ وقت کی دوڑ دھوپ کے بعد بکثرت مال جمع بھی کرلیا تو بیکار ہے۔انجام میں کسی کام نہ آئے گا کیونکہ دنیا اور دین کی پائیدار فلاح تو تقویٰ اور پرہیزگاری سے وابستہ ہے نہ کہ مال و دولت سے اہل تقویٰ ہی کا انجام بخیر اور بہتر ہوتا ہے۔تو اوپر بھی منکرین حق اور قرآن اور رسول سے انکار اور اعراض کرنے والوں سے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین و تسلی دی گئی تھی اب اخیر میں خاتمہ سورۃ پر کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایک اعتراض نقل فرما کر اس کا جواب دیا جاتا ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی خود معجزہ تھی اور نشان قدرت تھی مگر کور بصیرت کافروں کو حق نظر نہ آتا تھا

اس لئے آپ سے مزید معجزہ کے طلبگار ہوتے اور کہتے کہ آپ کوئی کھلی نشانی اپنے رسول ہونے کی کیوں نہیں دکھلاتے جس کے بعد ہم کو انکار کی گنجائش ہی نہ رہے ورنہ اس روز کے ڈراوے دھمکاوے سے کیا فائدہ۔ اس کا جواب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا اور سینکڑوں نشانات کے علاوہ سب سے بڑا عظیم الشان نشان یہ قرآن ان کے پاس نہیں آچکا جو اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کا محافظ اور ان کی صداقت کے لئے بطور حجت اور گواہ کے ہے اور جس کا معجزہ ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے تو قرآن جیسا عظیم الشان نشان دیکھنے کے بعد تو یہ کفار کہتے ہیں کہ اور کوئی نشان کیوں نہیں لاتے اور فرض کرو ہم یہ نشان نہ دکھاتے یعنی قرآن نازل نہ کرتے اور ان کفار کے کفر و شرک پر کتاب اور رسول بھیجنے سے پہلے ہی ان کو سزا میں پکڑ لیتے تو پھر یہ کہتے کہ سزا دینے سے پیشتر ہمارے پاس کوئی کتاب اور سمجھانے والا تو بھیجا تھا کہ ہم کو ذلت اور رسوائی اٹھانے سے قبل آگاہ کردیتا اور ہم اس کے کہنے پر خوب چلتے۔غرض قرآن نہ آتا تو یہ کفار یوں کہتے اور اب آیا تو اسے چھوڑ کر دوسری من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ان کا مقصود ہدایت حاصل کرنا ہی نہیں فضول حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں سوخیر ان سے کہہ دیجئے کہ ہم اور تم دونوں انتظار کرتے ہیں کہ عنقریب پردۂ غیب سے کیسا مستقبل سامنے آتا ہے۔ اس وقت سب حقیقت آشکارا ہوجائے گی کہ کس جماعت کا راستہ سیدھا ہے اور کون اس راستہ پر ٹھیک چل رہا ہے۔

یہ سورۃ مکی ہے اور اس کا نزول ایسے وقت میں ہوا تھا جبکہ سرزمین عرب میں کفار و مشرکین کا تسلط تھا۔اور اسلام اور متبعین اسلام کے لئے نہایت سخت اور کٹھن صبر آزما زمانہ تھا۔کفار مکہ نے اہل اسلام پر ہر طرح کے ظلم و ستم روا کر رکھے تھے اور اسلام کے مٹانے اور ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔مگر چند سال ہی کے عرصہ کے بعد دنیا نے حق و باطل کے فیصلہ کا انجام دیکھ لیا کہ کفر و شرک اور بت پرستی نہ صرف مکہ بلکہ جزیرۃ نما عرب سے ہمیشہ کے لئے کس طرح مٹ گئی اور اسلام کو سرزمین عرب میں کیسا غلبہ نصیب ہوا۔الحمد للہ کہ سورۂ طٰہٰ کا بیان اس درس پر ختم ہوگیا اور ساتھ ہی سولہواں پارہ قال الم بھی پورا ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ
اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ①

ان لوگوں سے اُن کا حساب نزدیک آپہنچا اور یہ غفلت میں ہیں اعراض کئے ہوئے ہیں۔

| اِقْتَرَبَ قریب آگیا | لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے | حِسَابُهُمْ ان کا حساب | وَهُمْ اور وہ | فِيْ غَفْلَةٍ غفلت میں | مُّعْرِضُوْنَ منہ پھیر رہے ہیں |
|---|---|---|---|---|---|

الحمدللہ اب سترہویں پارہ کی ابتداء سے سورۃ الانبیاء کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اِس وقت اِس سورۃ کی صرف ایک آیت کی تشریح کی جائے گی۔ تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقامِ نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات۔ رکوعات۔ کلمات و حروف وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ چونکہ اس سورت میں مسلسل متعدد انبیاء کا ذکر آیا ہے اس لئے اس کا نام بطور علامت سورۃ الانبیاء رکھ دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی اکیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۶۵ لکھا ہے یعنی ۶۴ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۲۵ سورتیں اس کے بعد ہجرت سے قبل نازل ہوئیں۔ اور پھر ۲۴ سورتیں ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۷ رکوعات ۱۱۲ آیات ۱۱۸۷ کلمات اور ۵۱۵۴ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ مثل دیگر مکی سورتوں کے اس میں بیشتر توحید۔ نبوت اور عالمِ آخرت کے دلائل اور ثبوت اور ۱۷ انبیاء علیہم السلام کے عبرت انگیز تذکرے فرمائے گئے ہیں کہ اُنہوں نے کس طرح دینِ حق کی تبلیغ کی اور اس کی دعوت دی اور منکرین کفار نے ان کو کس طرح ایذائیں دیں اور اُنہوں نے کافروں کی ایذاؤں پر کس طرح صبر کیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اُن کو کامیاب فرمایا اور اُن کے دشمنوں کا کیسا عبرت خیز انجام ہوا۔

اِس سورۃ میں خاص طور پر حسب ذیل امور زیر بحث آئے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار مکہ اور مشرکین عرب کو جو غلط فہمیاں تھیں ان کا بڑی تفصیل سے رد کیا گیا ہے۔

۲۔ قرآن کریم پر کفار جو اعتراضات کیا کرتے تھے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

۳۔ مکذبین و منکرین دین حق کی تباہی و بربادی کے عبرتناک واقعات سے کفار مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

۴۔ شرک کی تردید میں اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کے غلط عقیدہ کا پرزور رد فرمایا گیا ہے۔

۵۔ انسانی جبلت کا بیان کہ آدمی جلدی کا بنا ہوا ہے اس لئے وہ یوں چاہتا ہے کہ جو کچھ ہونا ہے ابھی ہو جائے۔ اس پر منکرین کو تنبیہ کہ جلدی نہ مچاؤ۔ ذرا وقت آنے دو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

۶۔ انبیاء کے ساتھ منکرین کے استہزاء کا انجام کہ عذابِ الٰہی سے بچنا ممکن نہیں۔

۷۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات و حالات کا تذکرہ جس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ سارے انبیاء کرام انسان ہی تھے۔ فرشتے نہ تھے اور تمام انبیاء کی اصل دین یہی اسلام تھا جو اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں اور اب انسانوں کی نجات کا انحصار آپ کی پیروی اختیار کرنے پر ہے۔ جو اسے پوری طرح قبول کریں گے وہی خدا کی آخری عدالت سے کامیاب نکلیں گے۔اور جو لوگ اسے رد کردیں گے وہ آخرت میں بدترین انجام سے دوچار ہوں گے۔ ان امور کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

خلاصہ یہ کہ اس سورت میں انسان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے مضامین ہیں۔

انسان دنیا کے دھندوں میں اس طرح پھنسا ہوا ہے کہ گویا اُسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے وہ دوسروں کو مرتے دیکھتا ہے تو شاید اسے کچھ خیال آتا ہو کہ ایک دن اسے بھی مرنا پڑے گا مگر واہ رے غفلت کہ دنیا کے مزے۔ مال و دولت۔ قوت و طاقت۔ یار دوست اور سامانِ عیش و عشرت کے سامنے اسے یہ سوجھتا ہی نہیں کہ جو سیکنڈ بھی گزرتا ہے اسے موت کے زیادہ قریب کردیتا ہے۔ چنانچہ اس سورۃ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو متنبہ فرمارہے ہیں کہ قیامت قریب آگئی ہے حساب کتاب کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن لوگ یعنی کفار ومشرکین سخت غفلت اور جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی تیاری قیامت کی جواب دہی کے لئے نہیں کرتے اور جب آیات اللہ سنا کر خواب غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سنکر نہایت لاپروائی کے ساتھ ٹال دیتے ہیں گویا اُن کو کبھی خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔

اِسی مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اپنی دو انگلیاں کھڑی کر کے ارشاد فرمایا کہ میں ایسے وقت پر مبعوث کیا گیا ہوں کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ یعنی میرے بعد قیامت ہی ہے۔کوئی اور نبی آنے والا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قیامت کی سب سے پہلی نشانی ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس بات کی علامت ہے کہ نوعِ انسانی کی تاریخ اب اپنے آخری دور میں داخل ہو چکی ہے۔ آغاز اور وسط کے مرحلے گزر چکے ہیں اور اب آخری مرحلہ شروع ہو چکا ہے جس کا خاتمہ قیامت ہی پر ہونا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں منکرین کی حالت بیان فرمائی گئی کہ اعمال کے حساب کا وقت نزدیک آلگا ہے مگر یہ کسی تنبیہ کی طرف توجہ نہیں کرتے نہ خود سوچتے ہیں کہ ہمارا انجام کیا ہونا ہے اور نہ پیغمبر آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنتے ہیں جو انہیں بار بار خبردار کررہے ہیں اور واضح کررہے ہیں کہ جو شخص مر گیا اسکی قیامت تو ابھی قائم ہوگئی اور اس معنی کے اعتبار سے حساب کا وقت قریب ہونا تو بالکل ہی واضح ہے۔ حاصل کلام یہ کہ موت سر پر کھڑی ہے حساب کا وقت قریب آلگا ہے مگر لوگ خواب غفلت میں سرشار ہیں۔ اُس وقت کی کوئی تیاری نہیں کررہے۔

آگے کفار مکہ اور منکرین اسلام کے متعلق مزید اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں پر سے غفلت کے پردے دور فرمادیں اور ہمہ وقت ہم کو آخرت کا فکر اور وہاں کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات پر ہم کو دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور نصیحت کو سن کر لاپروائی سے ٹال دینا جو منکرین کی خصلت ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں کامل طور پر بچادیں اور ہماری دنیا کی زندگی کا ہر لحہ آخرت کی تیاری میں خرچ ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً

اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ آتی ہے یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ ہنسی کرتے ہیں۔اُن کے دل متوجہ نہیں ہوتے۔

قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ

اور یہ لوگ یعنی ظالم لوگ چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محض تم جیسے ایک آدمی ہیں تو کیا تم پھر بھی

السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ

جادو کی بات سننے کو جاؤ گے حالانکہ تم جانتے ہو۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو آسمان میں اور زمین میں جانتا ہے

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

| مَا يَأْتِيهِم اُنکے پاس نہیں آتی | مِّن ذِكْرٍ کوئی نصیحت | مِّن رَّبِّهِم ان کے رب سے | مُّحْدَثٍ نئی | إِلَّا مگر | اسْتَمَعُوهُ وہ اسے سنتے ہیں | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَهُمْ اور وہ | يَلْعَبُونَ کھیلتے ہیں کھیلتے ہوئے | لَاهِيَةً غفلت میں ہیں | قُلُوبُهُمْ ان کے دل | وَأَسَرُّوا اور چپکے چپکے بات کی | النَّجْوَى سرگوشی | |
| الَّذِينَ ظَلَمُوا اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا | هَلْ کیا | هَٰذَا یہ | إِلَّا مگر | بَشَرٌ ایک بشر | مِّثْلُكُمْ تم ہی جیسا | أَفَتَأْتُونَ کیا پس تم آؤ گے |
| السِّحْرَ جادو | وَأَنتُمْ اور تم | تُبْصِرُونَ دیکھتے ہو | قَالَ آپ نے فرمایا | رَبِّي میرا رب | يَعْلَمُ جانتا ہے | الْقَوْلَ بات |
| | فِي السَّمَاءِ آسمان میں | وَالْأَرْضِ اور زمین | وَهُوَ اور وہ | السَّمِيعُ سننے والے | الْعَلِيمُ جاننے والے | |

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ ابتدائی آیت میں حق تعالیٰ نے منکرین کی حالت کو ظاہر فرمایا تھا کہ حساب کتاب کی گھڑی یعنی قیامت کا دن نزدیک آ گیا لیکن یہ لوگ سخت غفلت وجہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔کوئی تیاری قیامت کی جوابدہی کے لئے نہیں کرتے اور جب خدائی پیغام اور آیات اللہ سنا کر غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سن کر نہایت لاپروائی کے ساتھ ٹال دیتے ہیں۔انہی منکرین کی حالت اب ان آیات میں بھی بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ قران کی بڑی بیش قیمت نصیحتوں کو محض ایک کھیل تماشہ کی حیثیت سے سنتے ہیں۔اگر سچائی کے ساتھ غور کرتے تو دین ودنیا کی ہر طرح کی ہدایت ملتی لیکن جب دل ہی ادھر سے غافل ہیں اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے

اور جب قرآنی نصیحتیں سنتے سنتے تنگ آ گئے تو ان ظالموں نے خفیہ میٹنگ کر کے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ پیغمبر تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہیں۔نہ فرشتہ ہیں اور نہ ہم سے زیادہ کوئی ظاہری امتیاز رکھتے ہیں۔البتہ ان کو جادو آتا ہے۔جو کلام پڑھ کر سناتے ہیں ہو نہ ہو وہ جادو کا کلام ہو۔پھر آپس میں کہتے ہیں کہ تم کو کیا مصیبت نے گھیرا کہ آنکھوں دیکھتے اُن کے جادو میں پھنستے ہو لازم ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔

کفار قران کریم کی حیرت انگیز تاثیر کو دیکھ کر اس کو جادو کا کلام کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ "سحر" کرنے کا الزام لگاتے۔کتب سیرۃ النبی میں متعدد ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں جس بنا پر کفار ایسے اتہامات اور الزامات لگاتے

تھے۔بطور مثال چند واقعات سیرۃ النبی کامل مرتبہ ابن ہشام سے نقل کئے جاتے ہیں۔

واقعہ ۱:۔عتبہ بن ربیعہ جو ایک قریشی سردار تھا ایک روز قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حرم میں تنہا تشریف رکھتے تھے۔عتبہ نے کہا اے گروہ قریش! میں اُٹھ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کیوں نہ کروں اور ان کے سامنے بعض ایسی باتیں پیش کیوں نہ کروں جن میں سے وہ کچھ نہ کچھ قبول کرلیں۔وہ جو رعایتیں ہم سے چاہیں اُنہیں دے دیں اور ہم سے باز رہیں۔یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ حضرت حمزہ نے اسلام قبول کرلیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی زیادہ ہورہے ہیں اور بڑھتے چلے جارہے ہیں۔قریش نے کہا کہ اے ابوالولید! تم اٹھو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جاکر گفتگو کرو چنانچہ عتبہ اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا بیٹھا اور کہا۔بھتیجے! تمہیں معلوم ہے کہ تم ہماری نظروں میں باعتبار خاندان بڑے رتبہ والے ہو اور نسب کے لحاظ سے بھی اعلیٰ ہو۔تم اپنی قوم کے پاس بڑی اہمیت رکھنے والا مسئلہ لائے جس کے ذریعہ سے تم نے قوم کو تتر بتر کردیا ہے۔ان کے عقلمندوں کو بیوقوف بنایا۔ان کے معبودوں اور دین کو عیب دار کردیا اور ان کے اگلے بڑوں کو کافر قرار دیا۔میری گفتگو سنو! میں چند باتیں تمہارے غور وفکر کے لئے پیش کرتا ہوں شاید تم ان میں سے کچھ نہ کچھ قبول کرلو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو الولید کہو میں سنتا ہوں۔اس نے کہا۔اگر تم اس مسئلے کے ذریعے سے جسے تم لائے صرف مال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے اس قدر مال جمع کردیں گے کہ تم ہم سب میں زیادہ مالدار ہوجاؤ۔ اگر تم اس کے ذریعہ سے ہم پر حکومت چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائے لیتے ہیں۔اگر تمہارے پاس کوئی جن وغیرہ آتا ہے جسے تم اپنے پاس سے دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو ہم تمہارے لئے جھاڑ پھونک کا انتظام کریں گے اور ہم مال خرچ کرکے تمہیں اس سے نجات دلائیں گے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی باتیں سنتے رہے اور جب عتبہ اپنی گفتگو ختم کرچکا تو آپ نے ارشاد فرمایا اب مجھ سے سُن لو۔اس نے کہا سنائیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۃ حٰم سجدہ تلاوت فرمانا شروع کی اور سورۃ پڑھتے چلے گئے۔ عتبہ خاموش سنتا رہا۔اس نے ہاتھ پیچھے رکھ لئے اور ان سے سہارا لئے ہوئے تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ تک پہنچے تو آپ نے سجدہ فرمایا اور پھر فرمایا۔اے ابوالولید! جو تم نے سنا وہ تو سن ہی لیا۔اب تم جانو اور وہ۔اس کے بعد عتبہ اٹھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا تو بعض نے کہا۔واللہ ابوالولید کا تمہارے پاس آنا اس طرح کا نہیں جس طرح کا جانا تھا۔جب وہ ان کے پاس جاکر بیٹھا تو انہوں نے کہا ابوالولید! وہاں کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا وہاں کی خبر یہ ہے کہ میں نے ایسی بات سنی ہے کہ واللہ کبھی نہیں سنی۔ واللہ وہ نہ شعر ہے۔ نہ جادو اور نہ کہانت۔اے گروہ قریش! میری بات سنو اور اس کام کو میری رائے کے موافق کرو۔انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو اور ان سے الگ رہو کیونکہ واللہ! ان کی جو بات میں نے سنی ہے اس کو ایک بڑی اہمیت حاصل ہوگی۔اگر عربوں نے ان کا خاتمہ کردیا تو سمجھ لینا انہوں نے تمہیں ان سے بے نیاز کردیا اور اگر انہوں نے عربوں پر غلبہ حاصل کرلیا تو ان کی حکومت تمہاری حکومت اور ان کی عزت تمہاری عزت ہوگی۔تم ان کے طفیل تمام لوگوں میں سے خوش حال ہوجاؤ گے۔ان لوگوں نے کہا اے ابوالولید! واللہ اس نے تجھ پر اپنی زبان کا جادو کردیا۔عتبہ نے جواب دیا میری رائے تو ان کے متعلق یہی ہے۔اب تمہیں جو مناسب معلوم ہو

کرو۔ (سیرۃ النبی ابن ہشام۔جلد اول صفحہ۲۸۳۔۲۸۵)

واقعہ نمبر۲: طفیل بن عمرو الدوسی بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ میں ایسے وقت آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے۔ ان کی یعنی طفیل دوسی کی جانب قریش کے بہت سے لوگ گئے اور طفیل بلند پایہ لوگوں میں سے تھے۔ شاعر اور عقلمند تھے۔ قریش کے لوگوں نے اِن سے کہا کہ اے طفیل! تم ہماری بستیوں میں آئے تو ہو لیکن دیکھو اس شخص نے جو ہمیں میں سے ہے ہمیں سخت مشکل میں ڈال رکھا ہے۔ ہماری جماعت کو اس نے پراگندہ کردیا ہے اور ہمارے معاملہ کو پریشان کرڈالا ہے۔ اس کی بات جادو کی سی ہوتی ہے۔ بیٹے کو باپ سے۔ بھائی کو بھائی سے۔ شوہر کو بیوی سے جدا کردیتا ہے۔ ہمارے دل میں تمہارے لئے اس فتنے کا خوف ہے جو ہم میں داخل ہو چکا ہے اس لئے نہ تو تم ان سے بات کرو اور نہ ان کی کوئی بات سنو۔ طفیل نے کہا کہ وہ لوگ یہاں تک میرے ساتھ لگے رہے کہ میں نے پکا ارادہ کرلیا کہ اس شخص کی نہ کوئی بات سنوں گا اور نہ ان سے بات کروں گا جب سویرے میں مسجد کی طرف گیا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ مبادا اس کی باتوں میں سے کوئی بات میرے کان تک پہنچ جائے اگر اس کے سننے کا ارادہ بھی نہ کروں۔ سویرے میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کے قریب ہی جا کھڑا ہوا۔ میں نے اچھا کلام سنا اور اپنے دل میں کہا۔ میری ماں مجھ پر روئے۔ واللہ میں عقلمند ہوں اور شاعر ہوں۔ اچھا برا مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ پھر کون سی چیز اس سے روکتی ہے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے اسے سنوں جو بات وہ پیش کرتا ہے اگر اچھی ہو تو اسے قبول کروں اور بری ہو تو اسے چھوڑ دوں۔ پھر میں کچھ دیر ٹھہر گیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو گیا یہاں تک کہ جب آپ دولت خانہ کے اندر تشریف لے گئے تو میں بھی اندر چلا گیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے اور وہ سب باتیں بیان کیں جو انہوں نے کہی تھیں۔ واللہ وہ آپ کے معاملہ میں اس قدر ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی بات نہ سنوں مگر اللہ نے تو یہ چاہا کہ آپ کی بات مجھے سنائے۔ میں نے سنی اور اچھی بات سنی۔ پس آپ اپنے اصول مجھے بتایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام پیش فرمایا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو واللہ! اس سے بہتر بات میں نے کبھی نہیں سنی۔ اور نہ ایسے معتدل اصول سنے پس میں نے اسلام اختیار کرلیا سچی بات کی گواہی دی۔

(سیرۃ النبی کامل مرتبہ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۸۶۔۲۸۷)

واقعہ نمبر۳: قبیلہ اَرَاش (بعض نے اراشتہ کہا ہے) میں سے ایک شخص مکہ آیا اور وہ مکہ میں چند اونٹ لایا تو ابوجہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لئے۔ لیکن ان کی قیمت ادا کرنے کی مدت بڑھاتا رہا۔ وہ اراشی قریش کی مجلس میں آ کھڑا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد کے ایک طرف تشریف فرما تھے۔ اراشی نے کہا۔ اے گروہ قریش۔ ابوالحکم بن ہشام (یعنی ابوجہل) کے خلاف کوئی شخص میری مدد اور دادرسی کرنے والا ہے؟ میں تو ایک مسافر پردیسی ہوں اور اس نے (یعنی ابوجہل نے) میرا حق دبا رکھا ہے۔ اس مجلس والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کرکے کہا کیا تجھے وہ شخص نظر آرہا ہے؟ اس کے پاس جا۔ وہ تیری دادرسی اور مدد کرے گا (ان لوگوں کی غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اڑانا تھی کیونکہ آپ میں اور ابوجہل میں جو عداوت تھی اسے سب جانتے تھے) اراشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا۔ اے بندۂ خدا! ابوالحکم بن ہشام نے میرا ایک حق دبا رکھا ہے اور میں ایک مسافر راہ گیر ہوں۔ میں نے ان

لوگوں سے کسی ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اس کے مقابل میری دادرسی اور مدد کرے اور میرا حق اس سے دلائے انہوں نے مجھے آپ کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اللہ آپ پر رحم کرے مجھے اس سے میرا حق دلا دیجئے آپ نے فرمایا چلو اس کے پاس چلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ساتھ ہو گئے جب قریشیوں نے دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ جانے کے لئے کھڑے ہو گئے تو ایک شخص سے انہوں نے کہا۔ پیچھے پیچھے جا اور دیکھ کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ باہر آ۔ وہ نکل آیا اور حالت اس کی یہ تھی کہ چہرہ میں خون کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔ رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس شخص کا حق اسے دے دے۔ اس نے کہا بہت خوب۔ غرض ابوجہل گھر میں گیا۔ اس کا جو کچھ حق تھا وہ لے کر باہر آیا اور اس کے حوالہ کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے اور اس اراشی سے فرمایا جا اور اپنا کام کر پھر وہ اراشی اسی مجلس والوں کے پاس آ کھڑا ہوا اور کہا۔ اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے اس نے میرا حق دلایا۔ جب وہ شخص بھی آیا جسے انہوں نے آپ کے ساتھ بھجوایا تھا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ میں نے تو ایک عجیب چیز دیکھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو کچھ نہ کیا۔ بس اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور وہ جب نکلا تو اس کی یہ حالت تھی کہ گویا جان اس میں نہ تھی۔ جب اس سے کہا گیا اس کا حق دے دے تو اس نے کہا بہت خوب وہ اندر گیا۔ اراشی کا حق لے کر باہر آیا اور اس کے حوالہ کر دیا۔ پھر جب تھوڑی دیر میں ابوجہل آیا تو لوگو! نے کہا ارے کمبخت تجھے کیا ہو گیا۔ واللہ ہم نے تو کبھی ایسا نہیں دیکھا جیسا تو نے کیا۔ ابوجہل نے جواب دیا کم بختو وہاں کا قصہ تو یہ تھا کہ اس نے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو رعب سے میری حالت ایک پتلے کی سی ہو گئی۔ میں اس کی جانب چلا تو دیکھا کہ اس کے سر کے اوپر ایک نر اونٹ کھڑا ہے۔ میں نے ایسا سر ایسے کندھے۔ اور ایسے دانت کبھی کسی اونٹ کے نہیں دیکھے۔ واللہ! اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔ (سیرۃ النبی کامل مرتبہ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۳۹۴-۳۹۵)

الغرض مذکورہ بالا واقعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا اثر اور کلام اللہ کو سننے کے اثر و نتیجہ سے کفار مکہ باہر سے آنے والے ناواقف لوگوں کو یہ کہہ کر خوف دلاتے تھے کہ دیکھو ان کے پاس یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جانا ورنہ جادو کے اثر سے تم مسحور ہو جاؤ گے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

آگے بتلایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جھوٹے الزامات اور بیہودہ پروپیگنڈے کا جواب بس یہی دیا کہ تم لوگ جو کہتے ہو وہ میرا پروردگار سب سنتا اور جانتا ہے کیونکہ وہ سمیع اور علیم ہے تمہارے کفریہ اقوال کو بھی سنتا اور جانتا ہے پس وہ تم کو خود سزا دے گا۔

ابھی آگے منکرین کے بعض دیگر اقوال و احوال کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو قرآن پاک کی بیش بہا نصیحتوں پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور کافروں کی یہ خصلت کہ نصیحت کو سن کر ٹال دینا اس سے ہم سب کو بچائیں۔ جو قرآنی احکام و نصائح ہم کو پہنچیں ان کی کامل فرمانبرداری اور اتباع ہم کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ان آیات میں یہ شکایت تو آپ نے کفار کی بیان فرمائی کہ وہ قرآنی احکام نہ غور سے سنتے ہیں اور نہ ان کے دل اس طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یا اللہ! اب ہم اس بدحالی پر کتنے خون کے آنسو بہائیں کہ جواب اس قرآن کریم پر ایمان کے دعویداروں ہی نے، الا ماشاء اللہ، اس آسمانی کتاب پر غور کرنا اور اس کے احکامات کو جاننا اور سمجھنا اور ان پر دل و جان سے عمل کرنا چھوڑ رکھا ہے۔ یا اللہ! قرآن کریم کی طرف سے امت مسلمہ کے افراد کی یہ غفلت اور لاپروائی کا جرم عظیم معاف فرما دے اور ہماری آنکھیں قرآن کی طرف سے کھول دے۔ اس کے علم اور عمل کا شوق عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ

بلکہ یوں کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں۔ بلکہ انہوں نے اس کو تراش لیا ہے بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں تو ان کو چاہئے کہ ہمارے پاس ایسی کوئی نشانی لاویں جیسا

اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

پہلے لوگ رسول بنائے گئے۔ ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے ایمان نہیں لائے سو کیا یہ لوگ ایمان لے آویں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو معلوم نہ ہو تو اہلِ کتاب سے دریافت کرلو۔

تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸

اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے۔

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹

پھر ہم نے جو اُن سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو منظور ہوا ہم نے نجات دی اور حد سے گذرنے والوں کو ہلاک کیا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰

ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت موجود ہے۔ کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| بَلْ بلکہ | قَالُوْٓا انہوں نے کہا | اَضْغَاثُ پریشان | اَحْلَامٍ خواب | بَلِ بلکہ | افْتَرٰىهُ اسنے گھڑلیا اسے | بَلْ هُوَ بلکہ وہ |
| شَاعِرٌ ایک شاعر | فَلْيَاْتِنَا پس وہ ہمارے پاس لے آئے | بِاٰيَةٍ کوئی نشانی | كَمَا جیسے | اُرْسِلَ بھیجے گئے | الْاَوَّلُوْنَ پہلے | |
| مَآ اٰمَنَتْ نہ ایمان لائی | قَبْلَهُمْ ان سے قبل | مِّنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی | اَهْلَكْنٰهَا ہم نے اسے ہلاک کیا | اَفَهُمْ اور کیا وہ | | |
| يُؤْمِنُوْنَ ایمان لائیں گے | وَمَا اور نہیں | اَرْسَلْنَا بھیجے ہم نے | قَبْلَكَ تم سے پہلے | اِلَّا مگر | رِجَالًا مرد | نُّوْحِيْٓ ہم وحی بھیجتے تھے |
| اِلَيْهِمْ اُن کی طرف | فَسْـَٔلُوْٓا پس پوچھ لو | اَهْلَ الذِّكْرِ یاد رکھنے والے | اِنْ مگر | كُنْتُمْ تم ہو | لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے | وَ اور |
| مَا جَعَلْنٰهُمْ ہم نے نہیں بنائے ان کے | جَسَدًا ایسے جسم | لَّا يَاْكُلُوْنَ نہ کھاتے ہوں | الطَّعَامَ کھانا | وَ اور | مَا كَانُوْا وہ نہ تھے | |
| خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے والے | ثُمَّ پھر | صَدَقْنٰهُمُ ہم نے سچا کردیا ان سے | الْوَعْدَ وعدہ | فَاَنْجَيْنٰهُمْ پس ہم نے بچالیا انہیں | | |
| وَمَنْ نَّشَآءُ اور جس کو ہم نے چاہا | وَاَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک کردیا | الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والے | لَقَدْ اَنْزَلْنَا تحقیق ہم نے نازل کی | | | |
| اِلَيْكُمْ تمہاری طرف | كِتٰبًا ایک کتاب | فِيْهِ اس میں | ذِكْرُكُمْ تمہارا ذکر | اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟ | | |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں کفار مکہ کا اعتراض بیان فرمایا گیا تھا جو کہتے کہ یہ رسول تو تم ہی جیسے آدمی ہیں اور ان کے کافرانہ اقوال و الزام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ جادوگر ہیں اور اپنے جادو سے لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں، نقل فرمایا گیا تھا۔ تو کفار نے صرف یہی نہیں کہ سحر کا الزام لگایا بلکہ اور بھی الزامات تراشے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا۔ معاندین و منکرین قرآن سن کر ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسے

بدحواس ہو جاتے کہ کسی ایک رائے پر ان کو قرار نہ تھا کبھی اسے جادو بتاتے۔ کبھی پریشان خواب وخیال کہتے۔ کبھی دعویٰ کرتے کہ آپ اپنے جی سے نعوذ باللہ کچھ باتیں گھڑلائے ہیں جن کا نام قرآن رکھ دیا ہے۔ کبھی کہتے کہ آپ ایک عمدہ شاعر ہیں اور شاعروں کی طرح تخیل کی بلند پروازی سے کچھ مضامین مؤثر اور مسجع عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ تو ان آیات کا بلکہ اس سورۃ کا پس منظر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا اثر جب پھیلنے لگا تو مکہ کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں پروپیگنڈہ کی ایک مہم شروع کی جائے اور ہر شخص کو جو خصوصاً باہر سے مکہ میں آئے آپ کے خلاف اس کو اتنا بدگمان کر دیا جائے کہ وہ آپ کی بات سننے کیلئے آمادہ ہی نہ ہو۔ یہ مہم خاص طور سے حج کے زمانہ میں زوروں سے جاری رہتی اور کثرت سے آدمی پھیلا دیئے جاتے جو تمام بیرونی زائرین کے خیموں میں پہنچ کر ان کو خبردار کرتے تھے کہ یہاں ایک ایسا آدمی ہے اس سے ہوشیار رہنا۔ ان گفتگوؤں میں طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی تھیں۔ کبھی کہا جاتا تھا کہ یہ شخص (نعوذ باللہ) جادوگر ہے۔ کبھی کہا جاتا کہ انہوں نے ایک کلام خود گھڑ رکھا ہے۔ اور وہ کلام کیا ہے پراگندہ خیالات کا مجموعہ ہے۔ کبھی کہا جاتا کہ شاعرانہ خیالات اور تک بندیاں ہیں جن کا نام کلام الٰہی رکھا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح لوگوں کو بہکایا جائے۔

تو منکرین و معاندین قرآن کے اثرات پھیلتے ہوئے دیکھ کر بدحواس تھے اور کبھی کچھ الزام لگاتے اور کبھی کچھ۔ ان اعتراضات اور الزامات کے علاوہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ اگر واقع میں آپ اللہ کے پیغمبر ہیں تو پھر آپ کوئی ایسا کھلا معجزہ دکھلائیں جیسے معجزات پہلے پیغمبروں نے دکھلائے تھے۔ یہ کہنا بھی مکہ کے جاہل مشرکین کا محض عناد کی بنا پر تھا کیونکہ اول تو یہ جاہل مشرکین پہلے پیغمبروں اور ان کے معجزات کو کیا جانتے تھے دوسرے آپ کے بیسیوں کھلے کھلے نشان دیکھ چکے تھے جو انبیائے سابقین کے نشانات سے کسی طرح کم نہ تھے جن میں سب سے بڑھ کر یہ قرآن ہی کا معجزہ تھا۔ تو الحاصل کفار نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق تین شبہات ظاہر کئے۔

(۱) ایک یہ کہ یہ آدمی ہیں اور آدمی رسول نہیں ہو سکتا۔

(۲) دوسرے یہ کہ ساحر یا تک بند شاعر ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ گزشتہ پیغمبروں کی طرح ان کے پاس کوئی معجزہ نہیں۔ ان تینوں شبہات کے جوابات حق تعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ پہلے تیسرے شبہ کا جواب دیا گیا کہ پہلی قوموں کو فرمائشی نشانات دکھلائے گئے اور وہ انہیں دیکھ کر بھی نہ مانے آخر سنت اللہ کے موافق ہلاک کئے گئے۔ اگر ان مشرکین مکہ کی فرمائشیں پوری کی جاتیں تو ظاہر ہے یہ ماننے والے تو ہیں نہیں لامحالہ حق تعالیٰ کی عام عادت کے موافق تباہ کئے جائیں گے اور حکمتِ الٰہی میں ان کی بالکلیہ تباہی مقصود نہیں۔ روایات میں ہے کہ اہلِ مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ضد کی اور کہا کہ اگر آپ کا قول سچ ہے اور آپ اللہ کے پیغمبر ہیں تو کوہِ صفا کو سونے کا کر دیجئے اور مکہ کی سرزمین سرسبز شاداب بنا دیجئے۔ اگر ایسا کر دیں گے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ کفار کی درخواست پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو ہم انکا سوال پورا کر دیں لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو پھر عذاب میں تاخیر نہ ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے لئے تدریج و مہلت کا خواستگار ہوں تاکہ ان کی نسل سے اہلِ ایمان پیدا ہوں۔ اس کے بعد کفار کے پہلے شبہ کا جواب ہے کہ پہلے بھی جو پیغمبر آئے وہ سب نبی آخر الزمان کی طرح بشر ہی تھے فرشتے نہ تھے۔ اگر اتنی مشہور بات کی بھی تم کو اپنی جہالت کی وجہ سے خبر نہیں تو خبر رکھنے والوں سے دریافت

کرلو۔ آخر یہود ونصاریٰ اہل کتاب سے تمہارے تعلقات ہیں اتنی موٹی بات انہی سے پوچھ لو کہ پہلے زمانہ میں انبیاء ورسل جو تشریف لائے وہ بشر تھے یا آسمان کے فرشتے۔

پھر آگے حق تعالیٰ خود ہی ظاہر فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاء دنیا میں آئے۔ بشری خصائص ان میں موجود تھے۔ نہ فرشتوں کی طرح ان کا بدن ایسا تھا کہ کبھی کھانا نہ کھاتے۔ نہ وہ ایسے تھے کہ کبھی موت اور فنا نہ آئے۔ ان کا امتیاز دوسرے بندوں سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے کھڑے کئے گئے تھے۔ خدا ان کی طرف وحی بھیجتا اور باوجود بے سروسامانی کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی حمایت اور نصرت کے وعدے کرتا تھا چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے۔ ان کو مع ان کے رفقا کے محفوظ رکھا اور بڑے بڑے متکبر دشمن جوان سے ٹکرائے تباہ وغارت کردیئے گئے۔

یہاں آیت میں بشر کے بجائے رجالاً کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی ہم نے صرف مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے مفسرین نے اس سے یہ نکالا ہے کہ نبوت ہمیشہ مردوں ہی کو ملی ہے نہ کہ عورتوں کو۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے یہاں لکھا ہے کہ اسی اصل کی بنا پر اہلِ طریق بھی خلافت مردوں ہی کو دیتے ہیں۔

اخیر میں منکرین ومعاندین کے دوسرے شبہ کا جواب ہے کہ اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو ہر قسم کی نصیحت وفہمائش کردی گئی اور سب برا بھلا انجام سمجھا دیا" یا۔ اب اگر کچھ بھی عقل ہوگی تو عذاب الٰہی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کروگے اور قرآن کی قدر پہچانو گے جو فی الحقیقت تمہارے لئے ایک عظیم الشان ہدایت نامہ اور جلیل القدر یادداشت ہے یہ کوئی سحر اور شاعری نہیں نہ تک بندیاں اور پریشان خیالات ہیں اس کے اندر تو ہدایت وسعادت کے ضوابط ہیں۔ شاعری یا سحر یا اور کوئی چیز ایسی کہاں ہوسکتی ہے؟

خلاصہ یہ کہ کفار مکہ کو کتنے موٴثر اور دلنشین پیرایہ میں جتلایا جارہا ہے کہ اگر تم ایسے محسن کو نہ مانو گے تو دنیا میں ذلیل ہوگے اور آخرت کا عذاب الگ رہا۔ آگے ان قوموں کا دنیوی انجام بیان فرماتے ہیں جنہوں نے انبیاء سے دشمنی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کئے تھے۔ جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اور قرآن پاک پر ایمان نصیب فرمایا۔ اور اسلام جیسا دین کامل عطا فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان نعمتوں کی قدر اور ان کی حقیقی شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا وسچا امتی اور تابعدار بناویں اور قرآنی ہدایات سے ہمارے دلوں کو منور فرماویں۔ یا اللہ! اب ہم کفار ومشرکین کی کیا حکایت وشکایت کریں کہ جنہوں نے قرآنی نصیحتوں کو نہ مانا نہ سمجھا۔ اور آپ کے احکام پر ایمان نہ لاکر اپنے کو مستحق عذاب بنایا۔ اب تو ہمیں رونا ان اہلِ اسلام ہی کے لئے ہے کہ جو باوجود اس قرآن پر دعوئے ایمان کے نہ تو اس کی نصیحتوں کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ نہ اس کے احکام کی پرواکرتے ہیں اور سننا اور سمجھنا تو درکنار اب تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسلامی احکام سے نہ صرف اعراض وانحراف ہے بلکہ ان پر اعتراض بھی ہے۔ یا اللہ! ایسے ناقدروں کو اسلام کی قدر اور عظمت عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ

اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم تھے غارت کردیں اور اُن کے بعد دوسری قوم پیدا کردی۔سو جب

اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ

ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا۔بھاگومت اور اپنے سامانِ عیش کی طرف اور اپنے مکانوں کی طرف واپس چلو

وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ

شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے۔وہ لوگ کہنے لگے کہ ہائے ہماری کم بختی بیشک ہم لوگ ظالم تھے۔سواُن کی یہی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے اُن کو ایسا کردیا

حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہوگئی ہو۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَكَمْ قَصَمْنَا اور ہم نے کتنی ہلاک کردیں | مِنْ سے | قَرْيَةٍ بستیاں | كَانَتْ وہ تھیں | ظَالِمَةً ظالم | وَّ اَنْشَاْنَا اور پیدا کئے ہم نے |
| بَعْدَهَا ان کے بعد | قَوْمًا گروہ۔لوگ | اٰخَرِيْنَ دوسرے | فَلَمَّا پھر جب | اَحَسُّوْا انہوں نے آہٹ پائی | بَاْسَنَا ہمارا۔عذاب |
| اِذَا هُمْ اس وقت وہ | مِنْهَا اس سے | يَرْكُضُوْنَ بھاگنے لگے | لَا تَرْكُضُوْا تم مت بھاگو | وَارْجِعُوْا اور لوٹ جاؤ | اِلٰى طرف |
| مَا جو | اُتْرِفْتُمْ تم آسائش دیئے گئے | فِيْهِ اس میں | وَمَسٰكِنِكُمْ اور اپنے گھر | لَعَلَّكُمْ تاکہ تم | تُسْئَلُوْنَ تمہاری پوچھ گچھ ہو |
| قَالُوْا وہ کہنے لگے | يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری شامت | اِنَّا كُنَّا ہم بیشک تھے | ظٰلِمِيْنَ ظالم | فَمَا زَالَتْ پس رہی | تِلْكَ یہ | دَعْوٰىهُمْ ان کی پکار |
| حَتّٰى یہاں تک کہ | جَعَلْنٰهُمْ ہم نے انہیں کردیا | حَصِيْدًا کٹی ہوئی کھیتی | خٰمِدِيْنَ بجھی ہوئی آگ | | |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے الزامات اور اعتراضات کے جواب میں یہ بتایا گیا تھا کہ پہلے لوگوں کو سمجھانے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تھے اور وہ سب انسان ہی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام لوگوں کے پاس پہنچانے کے لئے انہیں پسند فرمالیا تھا اور وقت پران کی مدد نصرت وحمایت کا وعدہ کیا تھا چنانچہ جب نافرمانوں پر عذاب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کے متبعین کو بچالیا اور نافرمانی وسرکشی اور حد سے آگے بڑھ جانے والوں کو ہلاک وتباہ کردیا۔

اب آگے ان آیات میں اسی کو قدرے تفصیل سے بیان فرمایا جارہا ہے کہ ایسا واقعہ صرف ایک یا دو مرتبہ ہی نہیں ہوا بلکہ یہ تو عام ضابطۂ قدرت ہے اور قانونِ خداوندی ہے۔ ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے اس لئے کوئی قوم اس سے مستثنیٰ نہیں۔ افراد واقوام حکومت وطاقت۔عزت وراحت۔قوت وصحت کے نشہ میں سرشار ہوتی ہیں۔عیش وآرام کے تمام سامان مہیا ہوتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں من مانی کرتے ہیں۔ بالآخر جب ان کی نافرمانی وسرکشی ناحق پرستی اور ستم گاری بڑھ جاتی ہے تو معمولی اسباب ہلاکت کے علاوہ غیر معمولی محسوس عذاب ان پر نازل کیا جاتا ہے اور پھر چاروں طرف سے ان کو تباہی گھیر لیتی ہے۔اس وقت جب وہ مصائب سے گھر جاتے ہیں تو ایسے وقت میں تمام اسباب عیش وراحت پر خاک ڈال کر عزت وحکومت پر لات مار کر اور راحت آفرین مسکن ومحل چھوڑ کر جان بچانے کے لئے غیبی مصائب سے بھاگتے ہیں۔ لیکن پھر نجات کا وقت نہیں

رہتا۔ موقع نکل چکتا ہے اس وقت ان کو پشیمانی ہوتی ہے اور اسباب ہلاکت پر غور کرتے ہیں تو بالآخر اقرار کرتے ہیں کہ واقعی ہم نے بڑی بیجا حرکتیں کی تھیں۔ یہ انہی کا نتیجہ ہے۔ واقعی ہم نے بڑا ظلم کیا جو پیغمبروں کی بات نہ سنی۔ غرض اسی طرح وہ ہائے واویلا مچاتے رہتے ہیں لیکن عذاب ان پر آچکا ہوتا ہے اس وقت کی چیخ وپکار بیکار۔ غرض اس طرح ان کی عزت وشوکت اور جاہ وجلال کی روشن آگ ٹھنڈی کردی جاتی ہے اور وہ بستیاں جو سرسبز وشاداب کھیتی کی طرح خوش عیشی سے زندگی گزارتی تھیں یک دم ان کو برباد کر کے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح پژمردہ کر کے بھوسہ کی طرح ریزہ ریزہ کردیا جاتا ہے۔ تو کفار مکہ کو یہ جتلایا جارہا ہے کہ یہ واقعات ہیں جو صرف ممکن ہی نہیں واقع بھی ہوچکے ہیں پس تم ان سے عبرت حاصل کرو اور سرکشی اور نافرمانی سے باز آ ؤ۔ ایسا نہ ہو کہ گزشتہ قوموں کی طرح تم کو بھی ایسے وقت پچھتانا پڑے جبکہ پچھتانا بالکل سودمند نہ ہوگا۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ علاقہ یمن میں ایک بستی کا ہے جہاں کے رہنے والے بہت مالدار مرفہ حال اور خوش عیش تھے۔ انہوں نے ایک شفیق اور ناصح پیغمبر کو قتل کردیا تھا اس لئے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ کسی خاص قریہ کی تعیین ضروری نہیں۔ ہر ملک اور ہر دیس میں اجاڑ بستیوں کے کھنڈر موجود ہیں اور شہر کے شہر صفحۂ ہستی سے مٹ چکے ہیں کوئی زلزلہ سے تباہ ہوا کوئی آسمانی سنگ باری یا سیلاب یا وبایا آتش فشاں پہاڑوں کے نمودار ہونے سے برباد ہوا۔ کہیں ظالم بادشاہوں کی لشکر کشی نے قتل عام کیا تو کہیں آپس کے نفاق سے خون کی ندیاں بہادیں یہ سب عذاب الٰہی کے نمونہ ہیں اور اہل بصیرت کے لئے اپنے اندر عبرت انگیز درس نصیحت رکھتی ہیں۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ جہاں ان آیات میں اقوام پارینہ کی تمثیل دے کر کفار مکہ کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اور ضابطۂ قدرت کا بیان کہ کفر ومعصیت سے بربادی آتی ہے بتلایا گیا ہے وہیں دور حاضر کے مسلمانوں کو بھی عبرت آفرین سبق اس سے لینا چاہئے اور خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اعداء کا تسلط ظالموں کی ستم کاریاں۔ طوفان بادوباراں کی تباہ کاریاں۔ زلزلوں کی قیامت خیزیاں۔ اور وباء قحط کی ہلاکت انگیزیاں یہ سب معصیت اور بد اعمالیوں کا خمیازہ ہیں مسلمانوں کے لئے ترقی کی کوئی سکیم اور عروج کا کوئی لائحہ عمل مفید نہیں ہوسکتا جب تک احکام الٰہیہ اور قوانین قرآنیہ کی پابندی نہ کی جائے گی۔ اصلاح نفس سے اصلاح افراد ہوتی ہے۔ اور اصلاح افراد سے اصلاح قوم اور اصلاح قوم سے اصلاح عالم۔ اس لئے اپنی ذات اور نفس کی اصلاح سب سے مقدم ہے۔ اور ہر شخص کو اس کی فکر میں لگنا چاہئے اور اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنے والی زندگی اپنانا چاہئے اور قوانین واحکام خداوندی کی نافرمانی وسرکشی سے بچنا چاہئے۔ ورنہ قانون خداوندی سے کوئی قوم مستثنیٰ نہیں۔ شروع سورۃ سے یہاں تک مضمون نبوت و رسالت کے متعلق تھا اب آگے توحید کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل اور دماغ عطا فرماویں۔ اور اپنے نفس کی اصلاح کی فکر نصیب فرمائیں۔ مرنے سے پہلے ہمیں اس زندگی میں آخرت کی تیاری کر لینے کا عزم عطا فرمائیں اور اللہ اور رسول کو راضی کرنے والی زندگی گزارنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو قرآن پاک کا علم اس کی سمجھ اور اس کا اتباع نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے اُس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں۔ اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا

مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ

تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا۔ بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے سو وہ دفعۃً جاتا

زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا

رہتا ہے۔ اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم گھڑتے ہو۔ اور جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے ہیں۔ اور جو اللہ کے نزدیک ہیں

يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔ شب و روز تسبیح کرتے ہیں (کسی وقت) موقوف نہیں کرتے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا خَلَقْنَا اور ہم نے نہیں پیدا کیا | السَّمَآءَ آسمان | وَالْاَرْضَ اور زمین | وَمَا اور جو | بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان | لٰعِبِيْنَ کھیلتے ہوئے | |
| لَوْ اَرَدْنَآ اگر ہم چاہتے | اَنْ کہ | نَّتَّخِذَ ہم بنائیں | لَهْوًا کوئی کھلونا | لَّاتَّخَذْنٰهُ تو ہم اس کو بنا لیتے | مِنْ لَّدُنَّآ اپنے پاس سے | |
| اِنْ كُنَّا اگر ہم ہوتے | فٰعِلِيْنَ کرنے والے | بَلْ بلکہ | نَقْذِفُ ہم پھینک مارتے ہیں | بِالْحَقِّ حق کو | عَلَى پر | الْبَاطِلِ باطل |
| فَيَدْمَغُهٗ پس وہ اسکا بھیجا نکال دیتا ہے | فَاِذَا تو اس وقت | هُوَ وہ | زَاهِقٌ نابود ہو جاتا ہے | وَلَكُمُ اور تمہارے لئے | الْوَيْلُ خرابی | |
| مِمَّا اس سے جو | تَصِفُوْنَ تم بناتے ہو | وَلَهٗ اور اسی کیلئے | مَنْ جو | فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | وَالْاَرْضِ اور زمین میں | وَمَنْ اور جو |
| عِنْدَهٗ اس کے پاس | لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وہ تکبر سرکشی نہیں کرتے | عَنْ سے | عِبَادَتِهٖ اس کی عبادت | وَ اور | لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ نہ وہ تھکتے ہیں | |
| يُسَبِّحُوْنَ وہ تسبیح کرتے ہیں | الَّيْلَ رات | وَالنَّهَارَ اور دن | لَا يَفْتُرُوْنَ وہ سستی نہیں کرتے | | | |

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں بعض بستیوں کو عذاب خداوندی سے ہلاک اور تباہ و برباد کرنے کا ذکر ہوا تھا۔ مشرکین و کفار مکہ جن کا ذکر گزشتہ سے ہوتا چلا آ رہا ہے ان کا یہ خیال تھا جیسا کہ اب بھی دہریوں کا خیال ہے کہ انسان اور دیگر چیزیں آپ ہی آپ پیدا ہوتی ہیں اور آپ ہی مٹ جاتی ہیں۔ ان کی بقاء کی بھی ایک خاص حد ہے اور فنا کی بھی ایک مدت ہے۔ آبادی و بربادی اور بقاء فنا میں اطاعت و معصیت اور فرمانبرداری و نافرمانی کو کیا دخل ہے۔ اسباب کے معمولی تغیرات کے یہ سب نتائج ہوتے ہیں۔ نیکی اور بدی۔ ایمان اور کفر سے ان میں تغیر نہیں ہوا کرتا۔ کوئی قوم یا شہر برباد ہوا یا ہوتا ہے اس میں ان کے گناہ و ثواب کو کیا دخل؟ یہ سب اسباب ارضی و سماوی سے ہے۔ کفار اور مشرکین کے ان خیالات کا ان آیات میں استیصال فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ توحید اور رسالت کے منکرین کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نمایاں نشانیوں کو جو زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور ان کے درمیان تمام مخلوقات کو بنانے میں مشاہدہ کی جا سکتی ہیں دیکھتے اور سمجھتے نہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں فضول محض بطور کھیل تماشہ کے پیدا کی ہیں۔ یہ بلند آسمان اور اس کا سامانِ آرائش اور یہ فرش زمین اور اس کی زینت کے تمام اسباب اور یہ درمیانی فضا اور اس کی کائنات اللہ نے اس طرح پیدا نہیں کی کہ جس میں کوئی معتدبہ حکمت اور غرض صحیح نہ ہو۔ یہ کھیل کے لئے نہیں پیدا کی گئی اور نہ اس سے تفریح مقصود ہے۔ اس

لئے عقلمند کو چاہئے کہ آفرینش عالم کی غرض کو سمجھے اور دنیا کو محض کھیل تماشہ سمجھ کر انجام سے غافل نہ ہو بلکہ خوب سمجھ لے کہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔اس دنیا کے ہر نیک و بد فعل کی جزا اور سزا ملنا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔

گزشتہ بستیوں کو جو ہلاک اور برباد کیا گیا تھا اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ ان منکرین توحید و رسالت نے دنیا کو کھیل و تماشہ سمجھا اور جس غرض کے لئے دنیا پیدا کی گئی اس سے غفلت اور اعراض برتا اور آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی مخلوقات میں غور و فکر سے ان کے صانع اور خالق کو پتہ نہ لگایا اور انبیاء اور رسل نے جب ان کو خبردار کیا اور سمجھایا اور بتلایا تو ان کی تکذیب و تحقیر کی۔ حق تعالیٰ نے اس تکذیب و تحقیر کی پاداش میں ان پر عذاب نازل کیا۔ اللہ نے اپنے علم و حکمت سے اس آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو عبث اور بیکار پیدا نہیں کیا ہے کہ یونہی بطور مشغلہ اور کھیل و تماشہ کے یہ سب بنا کر کھڑا کر دیا۔ گزشتہ اور ہلاک شدہ بستی والوں کی طرح کوئی نادان یہ گمان نہ کرے کہ یہ سارا عالم کھیل و تماشہ ہے اور انسان دنیا میں کھیل تماشہ اور مزے اڑانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ بہت سے آزاد منشوں کا اب بھی خیال ہے کہ انسان طبعاً آزاد پیدا ہوا ہے جو اس کا جی چاہے کرے۔ مرنے کے بعد یہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ نہ ثواب ہے نہ عقاب ہے۔ نہ جزا ہے نہ سزا ہے سو یہ گمان بالکل غلط ہے بلکہ انسان خدا کا بندہ ہے اور اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ بندہ کا خدا سے آزاد ہو جانا ناممکن اور محال ہے۔

خدا نے بندہ کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ آسمان اور زمین کی عجائب صنعت میں غور و فکر سے اس کے خالق کی معرفت حاصل کرے اور عالم کی اس ظاہری آرائش اور رونق و ٹیپ ٹاپ سے دھوکا نہ کھائے اور خوب سمجھ لے کہ اس عالم کی پیدائش عبث۔ اور بے فائدہ نہیں۔ اور معرفت صانع کے بعد اپنے خالق اور پروردگار کی عبادت اور اطاعت کریں اور یقین کریں کہ یہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ وہاں پہنچ کر بندہ کو ہر نیک و بد کی پوری جزا و سزا ملنی ہے۔ اور ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔

غرضیکہ اللہ جل شانہٗ نے یہ زمین و آسمان کی عجیب و غریب کائنات کھیل کے لئے نہیں بلکہ بڑی حکمتوں پر مبنی کر کے بنائی ہے اور ان حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعہ حق و باطل کا امتیاز ہوتا ہے یہ دنیا میدان کارزار ہے جہاں حق و باطل کا مقابلہ اور جنگ ہوتی ہے اور حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے۔

اسی سے منکرین! تم اپنی مشرکانہ اور کافرانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق و صداقت کا حملہ جب پوری طاقت سے تم پر ہوگا اس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی اور کون سی طاقت بچانے آئیگی۔

نزول قرآن کے وقت عرب میں یہود بھی تھے جو حضرت عزیر علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہتے۔ عیسائی بھی تھے جو عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے قائل تھے اور مشرکین کا ایک گروہ تھا جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں جانتا تھا اس لئے آگے توحید خداوندی کو بیان کیا جاتا ہے کہ کل عالم اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے مملوک اور مسخر ہیں اور جو مقربین بارگاہ ہیں ان کو بھی سرتابی کی مجال نہیں اور سرتابی کا تو کیا ذکر ان کی یہ کیفیت ہے کہ اللہ کی عبادت و بندگی کرنا ان کے لئے باعث شرف و عزت ہے اور شبانہ روز وہ اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ ہر وقت اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہے تو عام مخلوق تو کس شمار میں ہے۔ پس لائق عبادت و بندگی کے صرف ذات الٰہی ہے اور جب کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے تو پھر اس کا شریک سمجھنا کتنی بے عقلی ہے۔

گویا یہاں توحید کے دلائل کے ساتھ مشرکین کی جہالت کو بھی ظاہر کیا گیا۔ ابھی آگے بھی انہیں مشرکین کی جہالت کو اور کئی طرح سے ظاہر فرمایا گیا ہے اور توحید باری تعالیٰ کے مزید دلائل دیئے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں زمین کی چیزوں میں سے جو کسی کو زندہ کرتے ہوں۔ زمین و آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتا

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ

تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ سو اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے جو کہ مالک ہے عرش کا۔ جو کچھ یہ لوگ بیان کر رہے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی بازپرس نہیں کر سکتا

يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ

اور اوروں سے بازپرس کی جا سکتی ہے۔ کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں۔ کہیئے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب

مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں موجود ہیں۔ بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امرِ حق کا یقین نہیں کرتے سو وہ اعراض کر رہے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کیا کرو۔

| اَمِ کیا | اتَّخَذُوْا انہوں نے بنالیا | اٰلِهَةً کوئی معبود | مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے | هُمْ وہ | يُنْشِرُوْنَ انہیں اٹھا کھڑا کریں گے | لَوْ كَانَ اگر ہوتے |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فِيْهِمَآ ان دونوں میں | اٰلِهَةٌ اور معبود | اِلَّا سوائے | اللّٰهُ اللہ | لَفَسَدَتَا البتہ دونوں درہم برہم ہو جاتے | فَسُبْحٰنَ پس پاک ہے | اللّٰهِ اللہ |
| رَبِّ رب | الْعَرْشِ عرش | عَمَّا اس سے جو | يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں | لَا يُسْئَلُ اس سے بازپرس نہیں کرتے | عَمَّا اس سے جو | يَفْعَلُ وہ کرتا ہے |
| وَهُمْ اور بلکہ (وہ) | يُسْئَلُوْنَ بازپرس کیے جائیں گے | اَمِ کیا | اتَّخَذُوْا انہوں نے بنالئے ہیں | مِنْ دُوْنِهٖٓ اللہ کے سوائے | اٰلِهَةً اور معبود | قُلْ فرمادیں |
| هَاتُوْا لاؤ پیش کرو | بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل | هٰذَا ذِكْرُ یہ کتاب | مَنْ جو | مَّعِيَ میرے ساتھ | وَذِكْرُ اور کتاب | مَنْ قَبْلِيْ جو مجھ سے پہلے |
| بَلْ بلکہ البتہ | اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر | لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ہیں | الْحَقَّ حق | فَهُمْ پس وہ | مُّعْرِضُوْنَ روگردانی کرتے ہیں | وَ اور |
| مَآ اَرْسَلْنَا نہیں بھیجا ہم نے | مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے | مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول | اِلَّا مگر | نُوْحِيْٓ ہم نے وحی بھیجی | اِلَيْهِ اس کی طرف | اَنَّهٗ کہ بیشک وہ |
| | لَآ نہیں | اِلٰهَ کوئی معبود | اِلَّآ اَنَا میرے سوا | فَاعْبُدُوْنِ پس میری عبادت کرو | | |

تفسیر و تشریح: دین اسلام کا سنگ بنیاد توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو وحدہٗ لاشریک یقین کرنا۔ گزشتہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات اور ردِ شرک کا مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے ان آیات میں بھی اثبات توحید کے بعض دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

پہلی دلیل یہ دی گئی کہ اہلِ شرک نے جو بت اور دیوتا بنا رکھے ہیں جن کی ساخت چاندی یا سونے یا پتھر۔ لکڑی، مٹی وغیرہ یعنی زمین کی موجودات میں سے کسی خاص چیز کی ہے کہ ان کو خود ہی بناتے ہیں اور خود ہی ان کو دیوتا مانتے ہیں تو جن ہستیوں کو انہوں نے خدا قرار دے رکھا ہے اور اپنا معبود بنایا ہے کیا ان میں سے کوئی ایسا ہے جو مادہ غیر ذی حیات میں زندگی پیدا کرتا ہو۔ اگر ایک اللہ کے سوا کسی میں یہ طاقت نہیں کہ کسی میں جان ڈال سکے تو پھر ان کو الوہیت کا استحقاق کیسے ہو گیا اور ان کو خدا اور معبود کس لئے یہ کفار قرار دیتے ہیں۔

دوسری دلیل یہ دی گئی کہ اگر عالم میں دو الٰہ یعنی دو معبود یا دو خدا ہوتے تو نظم عالم کبھی کا درہم برہم ہو جاتا۔ یہ دلیل نہایت سادہ بھی ہے اور گہری

بھی۔سادی سی بات جس کو ایک موٹی سی عقل کا آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ ایک معمولی گھر کا نظام یا ایک کارخانہ کا انتظام چار دن بھی بخیریت نہیں چل سکتا اگر اس کے دو خود مختار مالک ہوں۔ لامحالہ دونوں کے اختلاف رائے سے تصادم لازم آئے گا۔ آپس میں رسہ کشی اور تصادم سے گھر یا کارخانہ کا نظام درہم برہم ہونا لازمی ہے۔ گہری بات یہ ہے کہ کائنات کا پورا نظام زمین کی تہوں اور گہرائیوں سے لے کر بعید ترین سیاروں تک ایک ہمہ گیر قانون پر چل رہا ہے۔ یہ نظام ایک لمحہ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا اگر اس کی بے شمار مختلف قوتوں اور بے حد و حساب چیزوں کے درمیان تناسب اور توازن اور ہم آہنگی اور تعاون نہ ہو۔ اور یہ سب کچھ جبھی ممکن ہے کہ کوئی اٹل اور غالب اور قاہر قوت ان بے شمار اشیاء اور قوتوں کو پوری مناسبت کے ساتھ آپس میں تعاون کرنے پر مجبور کر رہا ہو۔ یہ کس طرح تصور کیا جاسکتا ہے کہ بہت سے مطلق العنان فرمانرواؤں کی حکومت میں ایک ضابطہ اس باقاعدگی سے چل سکے۔ ایک ملک اور حکومت میں جب دو خود مختار بادشاہ نہیں سما سکتے تو دو مختار کل اور قادر مطلق خدا اس کائنات میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اس آسمان و زمین اور تمام کائنات کا نظام قائم رہنا خود ہی اس بات کی دلالت ہے کہ احکم الحاکمین۔ مختار کل اور قادر مطلق ایک ہی ذات اعلیٰ ہے اور وہی الٰہ کہلانے اور معبود بننے کا مستحق ہوگا۔

پس معلوم ہوا کہ تمام عالم کا مدبر اور متصرف صرف ایک ہی خدا ہے جس کے حکم سے یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے۔ کسی دوسرے کے ارادہ اور تصرف کو ذرہ برابر اس میں دخل نہیں۔ اگر اللہ کے سوا آسمان و زمین کی تخلیق اور تدبیر میں اور کوئی خدا شریک ہوتا تو باہمی اختلافات اور کشمکش کی وجہ سے آسمان و زمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ لیکن جب آسمان و زمین کا نظام باحسن وجوہ سب کے سامنے ہے اور یہ سارا کارخانہ عالم ایک ہی طریقہ اور ایک ہی وطیرہ پر چل رہا ہے تو لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ دو خدا کا وجود ناممکن اور باطل ہے پس اگر کسی کو ذرا بھی سمجھ ہے تو دنیا کے اس نظم و نسق کو دیکھ کر خداوند قدوس کی وحدانیت کا قائل ہو جائے گا۔

یہ دلائل دے کر آگے حق تعالیٰ خود اپنی ذات پاک کی بڑائی بیان فرماتے ہیں کہ ان تقریرات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو کہ عرش کا مالک ہے ان امور سے پاک ہے جو یہ مشرکین کہتے ہیں۔ وہ معبود تو ایسا قادر مطلق اور مختار کل ہے کہ اس کی قدرت اور مشیت کو روکنا تو کجا کوئی پوچھ پاچھ بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے فلاں کام اس طرح کیوں کیا اور کیوں نہ کیا۔ ہاں اس ذات عالی کو حق ہے کہ وہ ہر شخص سے مواخذہ اور باز پرس کر سکتا ہے۔ بس جب کوئی اس کی عظمت میں شریک نہ ہوا تو پھر معبودیت میں کیسے شریک ہو سکتا ہے۔ اس طرح توحید پر دلائل عقلی قائم کئے گئے۔

اب مشرکین سے ان کے دعوے پر دلیل صحیح کا مطالبہ ہے یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے تجویز کئے ہیں کیا اس کا ثبوت کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ہے؟ اگر کوئی دلیل ہو تو پیش کرو۔ ظاہر ہے کہ مشرکین کے پاس شرک کے جواز میں بجز اوہام و ظنون اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید کے اور کیا رکھا تھا۔ شرک کی تائید میں نہ کوئی دلیل عقلی مل سکتی تھی نہ نقلی جسے پیش کر سکتے ہیں۔

توحید باری تعالیٰ پر دلیل عقلی دینے کے بعد اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ایک نقلی دلیل پیش کرنے میں تلقین کی جارہی ہے اور وہ یہ کہ آج تک جتنی کتابیں خدا کی طرف سے دنیا کے کسی حصہ میں اور کسی قوم کے پیغمبر پر نازل ہوئی ہیں سب ہی میں یہی ایک بات ہے کہ اس رب العرش کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔ تو اے منکرین اور مشرکین مکہ اگر تمہارے پاس تمام ملل سماویہ کے اس اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل ہو تو پیش کرو۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع عقیدۂ توحید پر رہا ہے۔ کسی پیغمبر نے بھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا۔ سب ہمیشہ یہی تلقین کرتے آئے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ تو جس طرح عقل اور فطری دلائل سے توحید کا ثبوت ملتا ہے اور شرک کا رد ہوتا ہے ایسے ہی نقلی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کا اجماع دعوئے توحید کی حقیقت پر قطعی دلیل ہے۔

خلاصہ یہ کہ انبیاء کا ہدایت خلق کے لئے مبعوث ہونا متواتر ہے اور یہ بات بھی تواتر سے ثابت ہے کہ ہر پیغمبر نے خالص توحید کی تعلیم دی اور شرک سے منع کیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ متواتر کا انکار سوائے بیوقوف معاند اور ناواقف جاہل کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

لہٰذا توحید کا انکار قطعی جہالت ہے۔ اور خلاف عقل و نقل ہے۔ ابھی یہی مضمون توحید اور شرک کا ابطال اگلی آیات میں مزید جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ

اور یہ لوگ یُوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) اولاد بنا رکھی ہے وہ پاک ہے بلکہ (وہ فرشتے) بندے ہیں معزز۔ وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ

اور وہ اُسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور وہ بجز اُس کے جس کیلئے خداتعالیٰ کی مرضی ہو

اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ

اور کسی کی سفارش نہیں کرسکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ اور اُن میں سے جو یُوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے معبود ہوں

اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

سو ہم اُس کو سزائے جہنم دیں گے۔ ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں

| وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا | اتَّخَذَ بنالیا | الرَّحْمٰنُ اللہ | وَلَدًا ایک بیٹا | سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے | بَلْ بلکہ | عِبَادٌ بندے | مُّكْرَمُوْنَ معزز |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لَا يَسْبِقُوْنَهٗ وہ اس سے سبقت نہیں کرتے | بِالْقَوْلِ بات میں | وَهُمْ اور وہ | بِاَمْرِهٖ اس کے حکم پر | يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں | | | |
| يَعْلَمُ وہ جانتا ہے | مَا جو | بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں میں | وَ اور | مَا خَلْفَهُمْ جو انکے پیچھے | وَ اور | لَا يَشْفَعُوْنَ وہ سفارش نہیں کرتے | |
| اِلَّا مگر | لِمَنِ جس کیلئے | ارْتَضٰى اسکی رضا ہو | وَهُمْ اور وہ | مِّنْ خَشْيَتِهٖ اسکے خوف سے | مُشْفِقُوْنَ ڈرتے رہتے ہیں | | |
| وَمَنْ اور جو | يَّقُلْ کہے | مِنْهُمْ ان میں سے | اِنِّيْ بیشک میں | اِلٰهٌ معبود | مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا | فَذٰلِكَ پس وہ شخص | |
| | نَجْزِيْهِ ہم اسے سزا دیں گے | جَهَنَّمَ جہنم | كَذٰلِكَ اسی طرح | نَجْزِي ہم سزا دیتے ہیں | الظّٰلِمِيْنَ ظالم | | |

تفسیر و تشریح: گزشتہ سے مضمون اثباتِ توحید اور ابطال شرک کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ایامِ جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو (نعوذ باللہ) خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور مشرکین فرشتوں کو دو وجوہ سے معبود بناتے تھے ایک یہ کہ ان کے نزدیک وہ خدا کی اولاد تھے۔ (نعوذ باللہ) دوسرے یہ کہ وہ ان کی پرستش اور خوشامد کر کے انہیں خدا کے ہاں اپنا سفارشی بنانا چاہتے تھے۔ ان آیات میں دونوں وجوہ کی تردید کر دی گئی اور بتلایا گیا کہ خدا کے شانِ رفیع کے لائق نہیں کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹیاں بنائے۔ اس میں نصاریٰ کا بھی رد ہو گیا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ نیز یہود کے اس فرقہ کا بھی رد ہو گیا جو حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن برگزیدہ فرشتوں کو اے مشرکین تم خدا کی اولاد بتلاتے ہو وہ اولاد نہیں ہاں اس کے معزز بندے ہیں اور باوجود انتہائی معزز اور مقرب ہونے کے ان کے ادب اور اطاعت کا حال یہ ہے کہ جب تک اللہ کی مرضی اور اجازت نہ پائیں اس کے سامنے خود آگے بڑھ کر لب نہیں ہلا سکتے اور نہ کوئی کام اس کے حکم کے بدوں کر سکتے ہیں۔ گویا کمال عبودیت اور بندگی ہی ان کا طغرائے امتیاز ہے۔ اور حق تعالیٰ کا علم ان فرشتوں کے تمام احوال ظاہری و باطنی کو محیط ہے۔ ان کی کوئی حرکت اور کوئی قول و فعل اس سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ وہ مقرب

بندے اسی حقیقت کو سمجھ کر ہمہ وقت اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہتے ہیں کہ کوئی حالت اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور ان کی کمال عبودیت کی یہ حالت ہے کہ حق تعالیٰ کی مرضی معلوم کئے بغیر کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے۔ چونکہ مومنین موحدین سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے ان کے حق میں دنیا اور آخرت میں استغفار کرنا ان کا وظیفہ ہے۔ اور وہ حق تعالیٰ کی ہیبت سے ہمہ وقت ڈرتے اور خوف کھاتے رہتے ہیں۔ تو جب ملائکہ کی یہ حالت ہے تو ان کو معبود کیسے کہا جا سکتا ہے جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے مشرکین جن کو تم خدا کی اولاد یا خدا بنا رہے ہو اگر بفرضِ محال ان میں سے کوئی اپنی نسبت معاذ اللہ ایسی بات کہہ گزرے تو وہی دوزخ کی سزا جو حد سے گزرنے والوں ظالموں کو ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے لامحدود اقتدار و جبروت سے وہ بھی باہر نہیں جا سکتے پھر بھلا خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

خلاصہ یہ کہ یہاں حق تعالیٰ کے صاحبِ اولاد ہونے کی تردید اور اولاد پرستوں کے عقیدہ کا استیصال فرمایا گیا۔ اور اس بات کی صراحت فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ اور فرشتے خدا کے معزز و مکرم بندے ہیں۔ جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اجازت یا خطاب نہ ہو فرشتے خود کچھ بولنے کی جرأت نہیں کرتے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک اس قدر بڑا جرم ہے کہ اگر بالفرض کسی مقرب فرشتے سے بھی سرزد ہو جائے تو وہ بھی راندۂ بارگاہ ہو جائے۔

توحید کے مزید دلائل اور قدرت کے کھلے نشان جن کو دیکھ کر اللہ کی وحدانیت کا یقین آ جائے اگلی آیات میں جاری ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو توحید کا کمال نصیب فرمائیں اور ہر طرح کے مخفی سے مخفی شرک سے ہمیں کامل طور پر بچائیں۔ قرآن پاک کے بتلائے ہوئے عقیدہ اور عمل ہم کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی ظاہراً و باطناً گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں بھی اپنی ذاتِ عالی کی معرفت کے سبب وہ خوف اور خشیت پیدا فرمائیں کہ ہم سے کسی حال میں کوئی چھوٹی یا بڑی نافرمانی سرزد نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ

کیا اُن کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے دونوں کو(اپنی قدرت سے)کھول دیا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ

اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے۔کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس (زمین) میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ لوگ منزل (مقصود) کو پہنچ جائیں۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ

اور ہم نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو ایک چھت بنایا جو محفوظ ہے۔اور یہ لوگ اس کی نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں۔اور وہ ایسا ہے

الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

کہ اُس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے۔ہر ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اَوَ کیا | لَمْ يَرَ نہیں دیکھا | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | كَفَرُوْٓا انہوں نے کفر کیا | اَنَّ کہ | السَّمٰوٰتِ آسمان | وَالْاَرْضَ اور زمین |
| كَانَتَا دونوں تھے | رَتْقًا بند | فَفَتَقْنٰهُمَا پس ہم نے دونوں کو کھول دیا | وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا | مِنَ الْمَآءِ پانی سے | كُلَّ شَيْءٍ ہر شے | |
| حَيٍّ زندہ | اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ کیا پس وہ ایمان نہیں لاتے | وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے | فِي الْاَرْضِ زمین میں | رَوَاسِيَ پہاڑ | | |
| اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ کہ جھک نہ پڑے ان کے ساتھ | وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے | فِيْهَا اس میں | فِجَاجًا کشادہ | سُبُلًا راستے | | |
| لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ | يَهْتَدُوْنَ وہ راہ پائیں | وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا | السَّمَآءَ آسمان | سَقْفًا ایک چھت | مَّحْفُوْظًا محفوظ | |
| وَهُمْ اور وہ | عَنْ سے | اٰيٰتِهَا اس کی نشانیاں | مُعْرِضُوْنَ روگردانی کرتے ہیں | وَهُوَ اور وہ | الَّذِيْ جس نے | خَلَقَ پیدا کیا |
| الَّيْلَ رات | وَالنَّهَارَ اور دن | وَالشَّمْسَ اور سورج | وَالْقَمَرَ اور چاند | كُلٌّ سب | فِيْ فَلَكٍ دائرہ مدار (میں) | يَّسْبَحُوْنَ تیر رہے ہیں |

تفسیر اور تشریح: گزشتہ سے شرک کی تردید اور توحید کے ثبوت کے دلائل بیان ہوتے چلے آرہے ہیں۔اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی عام خلاقی اور ہمہ گیر قہار طاقت کا اظہار فرما کر گزشتہ مضمون کی تائید فرمائی گئی ہے تاکہ قدرت کے کھلے نشان اور محکم انتظامات کو دیکھ کر خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر یقین آجائے۔چنانچہ ان آیات میں کائنات کی پیدائش کا حال بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ اس کو دیکھ کر اس کے پیدا کرنے والے کی قدرت کا اندازہ ہو اور اس کی معرفت کا دروازہ کھلے۔ابتداء زمین و آسمان دونوں ظلمت عدم میں ایک دوسرے سے غیر متمیز پڑے تھے۔ان میں باہم کوئی امتیاز اور فرق نہ تھا۔سب کی حقیقت ایک تھی۔اللہ کی قدرت دیکھو کہ اس نے ایک ہی مادہ سے مختلف انواع کی تخلیق کی۔قدرت نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور ہر ایک کے طبقات الگ الگ بنائے۔اس پر بھی منہ بند تھے نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے روئید گی۔حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے دونوں

کے منہ کھول دیئے۔اوپر سے پانی کا دہانہ کھلا۔ نیچے سے زمین کے مسام کھل گئے۔اسی زمین سے حق تعالیٰ نے نہریں اور کانیں اور طرح طرح کے سبزے نکالے۔آسمان کو کتنے بے شمار ستاروں سے مزین کردیا جن میں سے ہر ایک کا گھر جدا اور چال جدا رکھی۔ پھر جانداروں کو پانی سے پیدا کیا یعنی عموماً جاندار چیزیں جو ہم کو نظر آتی ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ پانی سے بنائی گئیں۔ پانی ہی ان کا مادہ ہے۔ نباتات حیوانات۔ جمادات میں سے ہر ایک کو اس کے تناسب زندگی عطا کی۔ پھر زمین جو ابتداء نرم اور قرار نہ پکڑنے والی چیز تھی اور زمین پر آبادی کرنی منظور تھی۔ اس لئے زمین میں ثقل پیدا کرکے اس کو قرار دیا۔اور پہاڑوں کو ٹھوس اور اونچی دیواروں کی طرح زمین پر گاڑ دیا۔ تاکہ ان کے وزن اور گرانی سے زمین اپنی جگہ پر قائم رہے۔ پھر ان کے درمیان چوڑے چوڑے راستہ اور درے بھی بنادیئے تاکہ ایک جگہ کے لوگ دوسری جگہ کے لوگوں سے مل سکیں۔ آسمان کو مضبوط اور محکم چھت کی طرح بے سہارے سر پر پھیلا دیا۔ جس کے ٹوٹ پھوٹ اور گرنے کا خطرہ نہیں۔کیسی مضبوط۔وسیع۔ محکم اور بلند چھت اتنی مدت سے بلا ستون اور کھمبے کے کھڑی ہے۔ آسمان کے اندر اللہ عزوجل کی قدرت اور حکمت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔لیکن لوگ ان کی طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ورنہ ہر چیز بتا رہی ہے کہ اسے کسی بڑے ماہر اور کامل صناع اور بڑی قدرت و حکمت والے کاریگر نے بنایا ہے۔ پھر اسی نے رات دن چاند سورج بنائے۔ رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح چاند و سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں اور یہ چاند و سورج بلکہ ہر سیارہ اپنے اپنے مدار پر چکر کھا رہا ہے۔ یہ سب باتیں اللہ عزوجل کی ہستی پر دلالت کرتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں یہ بتلایا گیا کہ یہ نظام کائنات جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے کیا اس میں کہیں ایک اللہ رب العلمین کے سوا کسی اور کی بھی کاریگری اور صناعی تمہیں نظر آتی ہے؟ زمین و آسمان کی ایک ایک چیز اللہ کی ہمہ گیر قدرت بے مثال خلاقی اور بے نظیر وحدانیت کو ثابت کر رہی ہے۔ لیکن کور بصیرت انسان ان پر غور نہیں کرتا ورنہ عبرت اندوز اہلِ نظر کے لئے آسمان و زمین کی خلقت۔ شبانہ روز کی پیدائش و انقلاب۔ چاند و سورج کی حرکات اور ان کی حرکات کے آثار سب ایک صانع کی صنعت۔ اور ایک حکیم کی حکمت اور ایک قادر کی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کر رہی ہیں۔

الغرض حق تعالیٰ نے مضمونِ توحید کو نہایت پر مغز دلائل کے ساتھ یہاں بیان فرمایا اب آگے مضمون متعلق رسالت ہے۔ کفار مکہ اور معاندین اسلام اس بات کو خیال کرکے اپنے دل میں خوش ہو لیتے تھے کہ بس یہ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک ہے۔ آپ کے انتقال اور وفات کے بعد یہ دین بھی ختم ہو جائے گا۔ کفار مکہ کے اس خیال خام کا رد اگلی آیات میں فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

---

**دعا کیجئے:** حق تعالیٰ ہم کو کائنات کے ایک ایک ذرہ سے اپنی معرفت کا سبق حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں۔اور اپنی شانِ الوہیت و ربوبیت کا یقین کامل نصیب فرمائیں۔ تاکہ ہم کو احکامِ الٰہیہ کی کامل پابندی نصیب ہو۔یا اللہ! اپنی قدرتِ کاملہ کی ہم کو معرفتِ کاملہ عطا فرما تاکہ حقیقت توحید ہم کو نصیب ہو۔اور ہم آپ کے مطیع اور فرمانبردار بندے بن کر زندہ رہیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب ہو۔ یا اللہ! یہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی کائنات اور مخلوقات کو آپ ہی نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور یہ آپ ہی کی قدرت سے قائم ہیں اور اسی وقت تک قائم رہیں گے جب تک آپ کی مشیت قائم رکھنا چاہے۔ یہ دن اور رات کا نظام آپ کی قدرتِ کاملہ کی کھلی نشانی ہے۔ اور آپ کی بے نظیر وحدانیت کو ثابت کرتی ہے۔ یا اللہ! ہم آپ کی بے مثال خلاقی اور ہمہ گیر قدرت پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ مرتے دم تک ہم کو اسی ایمان پر قائم رکھیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ۞ كُلُّ نَفْسٍ

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کیلئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ ہر جاندار

ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۞

موت کا مزہ چکھے گا۔ اور ہم تم کو بُری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں۔ اور پھر تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | مَا جَعَلْنَا ہم نے نہیں کیا | لِبَشَرٍ کسی بشر کیلئے | مِنْ قَبْلِكَ آپ سے قبل | الْخُلْدَ ہمیشہ رہنا | اَفَإِنْ کیا پس اگر |
| مِتَّ آپ نے انتقال کرلیا | فَهُمُ پس وہ | الْخَالِدُونَ ہمیشہ رہیں گے | كُلُّ نَفْسٍ ہر جی | ذَائِقَةُ چکھنا | الْمَوْتِ موت / وَ اور |
| نَبْلُوكُمْ اور ہم تمہیں بتلا کریں گے | بِالشَّرِّ برائی سے | وَالْخَيْرِ اور بھلائی | فِتْنَةً آزمائش | وَإِلَيْنَا اور ہماری ہی طرف | تُرْجَعُونَ تم لوٹ کر آؤ گے |

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتداء ہی میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ کفارمکہ نے قرآن کی صداقت اور اسلام کی حقانیت سے عاجز ہوکر طرح طرح کی تہمت تراشی اور افتراپردازی سے کام لینا چاہا۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ساحرو کاہن کہا۔ کبھی شاعر بتلایا۔ اور کبھی مجنوں ودیوانہ کا خطاب دیا مگر اسلام دن بدن بڑھتا ہی رہا۔ واضح رہے کہ اس سورۃ کا زمانۂ نزول وہ وقت تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین کو چاروں طرف سے طعن وتشنیع اور طرح طرح کی سازشوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک طرف سرداران قریش تھے جو آئے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ حق پر خوفناک نتائج کی دھمکیاں دیتے رہتے تھے اور ان میں سے بعض پرجوش مخالفین ومعاندین بیٹھ بیٹھ کر یہ تک سوچا کرتے تھے کہ کسی طرح آپ کا نعوذ باللہ کام تمام کردیں۔ دوسری طرف ہر وہ گھر جس کا کوئی فرد اسلام قبول کر لیتا آپ کا دشمن بن جاتا تھا۔ اور عام انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ جب انسان کسی کے بغض وعناد میں کھو جاتا ہے تو پھر اپنی زندگی کا اتنا خواہش مند نہیں رہتا جتنا اس کی موت کا آرزومند ہو جاتا ہے۔ دعوتِ حق کے معاندین کا بھی یہی حال تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے خیال سے اپنے جی خوش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رحلت کر جائیں گے تو اسلام کا زور بھی ٹوٹ جائے گا۔ یہ جس قدر دھوم دھام ہے یہ انہی کے دم سے ہے۔

منکرین کے اس خیال کے رد میں حق تعالیٰ ان آیات میں فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ کی موت کا انتظار کرتے ہیں لیکن آپ انتقال کر جائیں گے تو یہ ہمیشہ نہیں بیٹھے رہیں گے۔ موت ان کو بھی فنا کردے گی۔ کوئی شخص پنجہ موت سے بچنے والا نہیں اور آپ کے انتقال سے اسلام کیوں نابود ہونے لگا۔ وہ آپ کی ذات سے وابستہ نہیں ہے کہ جب تک آپ کی حیات ہو تب تک اس کی ہستی ہو۔ وہ ہمیشہ رہے گا اور کبھی فنا نہیں ہوگا۔ چنانچہ حقیقت میں اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد گھٹا نہیں بلکہ روز بروز بڑھتا گیا اور تمام عالم میں پھیل گیا اور انشاءاللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ مگر انسانی تاریخ بتلاتی ہے کہ باطل کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ جب حق کی روشنی سامنے آئی اور چاروں طرف پھیل کر ظلمت کو دور کرنا شروع کیا تو باطل پرستوں کے لئے باطل کا مٹنا اور حق کا پھیلنا بڑا شاق گزرا۔ اور بس یہی تدبیر ان کی اوندھی عقل میں ہمیشہ آئی کہ حق کو دنیا سے ختم کرنے کے لئے حق کی دعوت دینے والے کو ختم کردیا جائے، گویا ان کے زعم باطل میں نہ بانس رہے گا نہ بانسری بجے گی۔ مگر حق کی تائید اور نصرت کرنے والے قادرِ مطلق کی قدرت ہمیشہ حق اور اہل حق کے ساتھ ہوتی ہے اور حق داعی حق کی موت سے ختم نہیں ہو جاتا۔

تو یہاں آیت کے جملہ کل نفس ذائقة الموت میں بتلایا گیا کہ موت کا مزہ تو ہر نفس کو دنیا میں چکھنا ہے ایک نہ ایک دن ہر ایک کو مرنا ہے۔ دوسرے جملہ میں اس دنیا میں جس کو بھی جتنی زندگی اور زمانہ حیات ملا ہے اس کا فلسفہ بتلایا گیا ہے کہ یہ زمانہ حیات صرف اس لئے ہے کہ اس میں برائی اور بھلائی سے تم سب کا امتحان کیا جائے یعنی اس دنیوی زندگی میں سختی و نرمی۔ تندرستی و بیماری، تنگی و فراخی مصیبت وعیش وغیرہ مختلف احوال بھیج کر تم کو جانچا جاتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہو جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور کون شکوہ شکایت، مایوسی اور کفر ناشکری اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ کون اچھے حالات میں متکبر ظالم۔ خدا فراموش۔ بندۂ نفس بن جاتا ہے۔ اور کون برے حالات میں پست و ذلیل اور ناجائز راستے اختیار کر لیتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہر صاحب عقل انسان کو زندگی کے ان مختلف حالات کو حق تعالیٰ کے اس قرآنی ارشاد ونبلوكم بالشر والخير فتنة یعنی ہم شر اور خیر دونوں کے ذریعہ انسان کی آزمائش کرتے ہیں کے تحت سمجھنا چاہئے اور جو حالت بھی اسے پیش آئے اس کے امتحانی اور آزمائشی پہلو کو نگاہ میں رکھنا چاہئے اور اس سے بخیریت قرآن وسنت کے بتلائے ہوئے طریقہ اور ہدایات کے موافق گذرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ حالات اچھے آئے تو فرعون بن گئے اور حالات برے پیش آئے تو مایوس ہو گئے۔

بہادر شاہ ظفر جو شاہانِ مغلیہ کی ہندوستان میں آخری نشانی تھی انہوں نے ایک شعر میں اسی مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ انسان کو تکلیف پر صبر کرنا اتنا بھاری اور مشکل نہیں ہوتا جتنا عیش وعشرت اور آرام و راحت میں اس کے حق شکر ادا کرنے پر ثابت قدمی مشکل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں جس حال میں رکھیں اس حال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

آگے آیت کے تیسرے جملہ میں وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ۔ یعنی تم سب کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے فرما کر یہ جتلا دیا گیا کہ دنیا کی زندگی کے امتحان اور آزمائش کے بعد پھر قیامت کے دن سب انسان بدنی جامہ پہن کر ہمارے ہی پاس آئیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس دنیا کے امتحان میں کون کامیاب رہا اور کون ناکام۔

یا اللہ! اب ہم اس دنیا میں آ کر اس آزمائش اور امتحان میں مبتلا ہو چکے ہیں آپ ہماری مدد فرمائیں اور ہمیں کامیابی کے ساتھ اس دنیا کی زندگی سے گزار کر ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضر ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

ایک یہ کہ ہر ذی حیات کے لئے موت لازمی ہے خواہ جلد خواہ طویل ترین مدت کے بعد۔

دوسرے انسان جب تک زندہ رہے گا اس کا امتحان برابر ہوتا رہے گا کہ کن کن حالات میں وہ ایمان واطاعت کی طرف متوجہ رہتا ہے اور کن کن حالات میں کفر ومعصیت کی طرف جھک جاتا ہے۔

تیسرے یہ کہ ہر انسان کو اللہ ہی کے حضور میں واپس جا کر اپنے اعمالِ دنیوی کی جواب دہی کرنا ہے۔

خلاصہ یہ کہ معاندین ومنکرین کی خام خیالیوں کا رد فرماتے ہوئے جتلا دیا گیا کہ اصل سوال مرنے کا نہیں ہے۔ سوال تو اصل یہ ہے کہ اس زندگی کی آزمائشوں سے کون کس طرح عہدہ برآ ہوتا ہے؟ ایمان و خیر کا سرمایہ جمع کرتا ہے یا کفر وشر کا؟ تو یہ معاندین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال و موت کے خیال سے اپنا جی خوش کرتے ہیں ان کو اپنی زندگی کی خبر لینا چاہئے اور مرنے کے بعد کی زندگی کی فکر کرنا چاہئے۔ ابھی آگے بھی کفار ومنکرین کی حالت عناد کا ذکر اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ

اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں (اور آپس میں کہتے ہیں) کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتے ہیں۔

وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُورِيكُمْ آيَاتِي

اور یہ لوگ رحمٰن کے ذکر پر انکار کیا کرتے ہیں۔انسان جلدی ہی کا بنا ہوا ہے۔ہم عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتے ہیں۔

فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ

پس تم جلدی مت مچاؤ۔اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آوے گا اگر تم سچے ہو۔کاش ان کافروں کو اُس وقت کی خبر ہوتی

كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾

جبکہ یہ لوگ آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک سکیں گے اور نہ اپنے پیچھے سے اور نہ اُن کی کوئی حمایت کرے گا۔

بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾

بلکہ وہ آگ اُن کو ایک دم سے آلے گی سو ان کو بدحواس کردیگی پھر نہ اُس کے ہٹانے کی اُن کو قدرت ہوگی اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔

| وَ اِذَا اور جب | رَاٰكَ تمہیں دیکھتے ہیں | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا | اِنْ نہیں | يَتَّخِذُوْنَكَ ٹھہراتے تمہیں | اِلَّا مگر | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| هُزُوًا ایک ہنسی مذاق | اَهٰذَا کیا یہ ہے | الَّذِيْ وہ جو | يَذْكُرُ یاد کرتا ہے | اٰلِهَتَكُمْ تمہارے معبود | وَهُمْ اور وہ | بِذِكْرِ ذکر سے | |
| الرَّحْمٰنِ رحمٰن اللہ | هُمْ وہ | كٰفِرُوْنَ منکر | خُلِقَ پیدا کیا گیا | الْاِنْسَانُ انسان | مِنْ سے | عَجَلٍ جلدی | |
| سَاُورِيْكُمْ عنقریب میں دکھاتا ہوں تمہیں | اٰيٰتِيْ اپنی نشانیاں | فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ تم جلدی نہ کرو | وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں | مَتٰى کب | هٰذَا یہ | | |
| الْوَعْدُ وعدہ | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تم ہو | صٰدِقِيْنَ سچے | لَوْ يَعْلَمُ کاش وہ جان لیتے | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا | حِيْنَ وہ گھڑی | |
| لَا يَكُفُّوْنَ وہ نہ روک سکیں گے | عَنْ سے | وُجُوْهِهِمُ اپنے چہرے | النَّارَ آگ | وَلَا اور نہ | عَنْ سے | ظُهُوْرِهِمْ ان کی پیٹھ | وَ اور |
| لَا هُمْ نہ وہ | يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں گے | بَلْ بلکہ | تَاْتِيْهِمْ آئے گی ان پر | بَغْتَةً اچانک | فَتَبْهَتُهُمْ تو حیران کردے گی انہیں | | |
| فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پس نہ انہیں سکت ہوگی | رَدَّهَا اس کو لوٹانا | وَ اور | لَا هُمْ نہ انہیں | يُنْظَرُوْنَ مہلت دی جائے گی | | | |

تفسیر و تشریح: شرک کے رد کے سلسلہ میں گزشتہ سے کفار و مشرکین کا تذکرہ ہوتا چلا آرہا ہے۔قیام مکہ کے زمانہ میں ابوجہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی عناد میں مذاق شروع کردیتے اور آپ کی شان میں بے ادبی کرنے لگتے۔اسی کو یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و منکرین انجام سے بالکل بے فکر ہو کر پیغمبر علیہ السلام کی ہنسی اڑاتے ہیں اور آپ سے مذاق کرتے ہیں۔چنانچہ استہزاء اور تحقیر سے کفار کہتے کہ کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان منکرین کو شرم نہیں آتی کہ خود حقیقی معبود کے ذکر اور اس کے نام "رحمٰن" تک سے چڑتے ہیں۔اس کی سچی کتاب کے منکر ہیں اور جھوٹے معبودوں کی برائی سن کر چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ہنسی

کے لائق تو ان کفار کی حالت ہوئی نہ کہ آپ کی۔ پھر کفار بطور استہزاء جلدی مچایا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو وہ عذاب فوراً کیوں نہیں لے آتے۔ اس پر حق تعالیٰ انسان کی خصلت بیان فرماتے ہیں کہ انسان بڑا جلد باز ہے۔ گویا اس کے خمیر میں جلدی پڑی ہوئی ہے اس واسطے یہ لوگ عذاب جلدی مانگتے ہیں۔ اس پر ان منکرین کو خطاب کیا جاتا ہے کہ اے منکرو تھوڑا صبر کرو عنقریب خدا اپنے قہر اور انتقام کی نشانیاں تم کو دکھلا دے گا۔ پھر جب کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت اور اس میں کفار کا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلنا سنتے تو بطور استہزاء کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر سچے ہو تو قیامت اور جہنم کو ابھی کیوں نہیں بلا لیتے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ان منکرین پر حقیقت منکشف ہو جائے اور اس ہولناک گھڑی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی ایسی درخواست نہ کریں۔ یہ باتیں اس وقت بے فکری میں سوجھ رہی ہیں جب وہ وقت سامنے آ جائے گا کہ آگے پیچھے ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی تو نہ کسی طرف سے اس کو دفع کر سکیں گے۔ نہ کہیں سے مدد پہنچ گی۔ نہ مہلت ملے گی۔ نہ پہلے سے اس کا اندازہ ہوگا۔ اس کے اچانک سامنے آ جانے سے ہوش باختہ ہو جائیں گے۔ تب پتہ چلے گا کہ جس چیز کی ہنسی کرتے تھے وہ حقیقت ثابت ہوئی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اہلِ حق کا مذاق اڑانا کافروں کا شیوہ ہے۔ اور باطل پرست طبقہ ہمیشہ سے اہلِ حق کا مذاق اڑاتا چلا آیا ہے لیکن اس کو کبھی حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہوئی انجام کار غلبہ اہلِ حق ہی کو رہا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عجلت انسان کی سرشت میں داخل ہے لیکن نیکوکار طبقہ ہدایت حاصل کرنے میں عجلت سے کام لیتا ہے اور بدکار طبقہ اسباب ضلالت کی طرف جلد جلد دوڑتا ہے۔ اور جو بے وقوف انسان اللہ کے اُخروی عذاب کو جلد مانگتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ عذاب اس کی نظر کے سامنے نہیں ہوتا لیکن جب سامنے آ جائے گا تو پھر کسی طرح ٹالے نہیں ٹلے گا۔ ابھی مضمون انہیں کفار و منکرین کے متعلق اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر کافرانہ اور مشرکانہ خصلت و عادت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں ہم کو حق پر آخری لمحہ تک قائم رکھیں اور باطل سے ہر طرح بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ہر طرح محفوظ رکھئے۔ اور قیامت کی رسوائیوں سے مامون فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور آپ سے پہلے جو پیغمبر ہو گذرے ہیں اُن کے ساتھ بھی تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے اُن سے تمسخر کیا تھا اُن پر وہ عذاب واقع ہو گیا جس کے ساتھ وہ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ

استہزاء کرتے تھے۔آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو رات اور دن میں رحمٰن سے تمہاری حفاظت کرتا ہو۔بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے

رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ

روگرداں ہیں۔کیا اُن کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ اُن کی حفاظت کر لیتے ہوں۔وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے

اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى طَالَ

اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے۔بلکہ ہم نے اُن کو اُن کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ اُن پر

عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

ایک عرصہ دراز گذر گیا۔کیا اُن کو یہ نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آویں گے۔

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ڮ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں۔اور یہ بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں۔اور اگر اُن کو آپ کے رب کے عذاب کا

نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ

ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم خطاوار تھے۔اور قیامت کے روز

الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ

ہم میزانِ عدل قائم کریں گے سو کسی پر اصلا ظلم نہ ہوگا۔اور اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا

اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

تو ہم اس کو حاضر کر دیں گے۔اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | لَقَدِ اسْتُهْزِئَ البتہ مذاق اڑائی گئی | بِرُسُلٍ رسولوں کی | مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے | فَحَاقَ آگھیرا پکڑلیا | بِالَّذِيْنَ ان کو جنہوں نے |
| سَخِرُوْا مذاق اڑایا | مِنْهُمْ ان میں سے | مَا جو | كَانُوْا تھے | بِهٖ اس کے ساتھ | يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے تھے |
| قُلْ فرمادیں | مَنْ کون | | | | |
| يَكْلَؤُكُمْ تمہاری نگہبانی کرتا ہے | بِالَّيْلِ رات میں | وَالنَّهَارِ اوردن | مِنَ الرَّحْمٰنِ رحمٰن سے | بَلْ هُمْ بلکہ وہ | عَنْ ذِكْرِ یاد سے |
| رَبِّهِمْ اپنا رب | مُّعْرِضُوْنَ روگردانی کرتے ہیں | اَمْ کیا | لَهُمْ ان کیلئے | اٰلِهَةٌ کچھ معبود | تَمْنَعُهُمْ انہیں بچاتے ہیں |

| مِنْ دُوْنِنَا ہمارے سوا | لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ وہ سکت نہیں رکھتے | نَصْرَ مدد | اَنْفُسِهِمْ اپنے آپ | وَ اور | لَا هُمْ نہ وہ | مِنَّا ہم سے |
|---|---|---|---|---|---|---|
| یُصْحَبُوْنَ وہ ساتھی پائیں گے | بَلْ بلکہ | مَتَّعْنَا ہم نے سازوسامان دیا | هٰٓؤُلَآءِ ان کو | وَ اٰبَآءَهُمْ اور ان کے باپ دادا | حَتّٰی یہاں تک کہ | |
| طَالَ دراز ہوگئی | عَلَیْهِمُ ان پر | الْعُمُرُ عمر | اَفَلَا یَرَوْنَ کیا پس وہ نہیں دیکھتے | اَنَّا نَاْتِی کہ ہم آرہے ہیں | الْاَرْضَ زمین | |
| نَنْقُصُهَا اس کو گھٹاتے ہوئے | مِنْ سے | اَطْرَافِهَا اس کے کنارے | اَفَهُمُ کیا پھر وہ | الْغٰلِبُوْنَ غالب آنے والے | قُلْ فرمادیں | |
| اِنَّمَا اسکے سوانہیں کہ | اُنْذِرُكُمْ میں تمہیں ڈراتا ہوں | بِالْوَحْیِ وحی سے | وَ اور | لَا یَسْمَعُ نہیں سنتے ہیں | الصُّمُّ بہرے | الدُّعَآءَ پکار |
| اِذَا جب | مَا بھی | یُنْذَرُوْنَ انہیں ڈرایا جائے | وَلَئِنْ اور اگر | مَسَّتْهُمْ انہیں چھوئے | نَفْحَةٌ ایک لپٹ | مِنْ عَذَابِ عذاب سے |
| رَبِّكَ تیرا رب | لَیَقُوْلُنَّ وہ ضرور کہیں گے | یٰوَیْلَنَا ہائے ہماری شامت | اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے | ظٰلِمِیْنَ ظالم | وَنَضَعُ اور ہم رکھیں گے | |
| الْمَوَازِیْنَ ترازو | الْقِسْطَ انصاف | لِیَوْمِ دن | الْقِیٰمَةِ قیامت | فَلَا تُظْلَمُ تو نہ ظلم کیا جائے گا | نَفْسٌ کسی شخص پر | شَیْئًا کچھ بھی |
| وَ اِنْ اور اگر | كَانَ ہوگا | مِثْقَالَ وزن۔ برابر | حَبَّةٍ ایک دانہ | مِنْ خَرْدَلٍ رائی سے۔کا | اَتَیْنَا بِهَا ہم اسے لے آئیں گے | |
| وَكَفٰی اور کافی | بِنَا ہم | حٰسِبِیْنَ حساب لینے والے | | | | |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے استہزاء ہنسی، مذاق اور تمسخر کا ذکر تھا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کے ساتھ برتتے تھے۔اس پر معاندین ومنکرین کو عذابِ جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔اب آگے ان آیات میں پہلے حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ آپ کو جو ستایا جارہا ہے۔ مذاق اڑایا جاتا ہے اور کفار آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو اس پر آپ پریشان نہ ہوں۔ کافروں کی یہ پرانی عادت ہے۔اگلے نبیوں کے ساتھ بھی ان کافروں نے ایسا ہی کیا ہے بالآخر جس چیز سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے اس کی سزا نے گھیر لیا اور ان کی ہنسی ان ہی پر الٹ دی گئی اور وہ گرفتارِ عذاب ہوئے۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کافروں سے یہ پوچھئے کہ رحمٰن جل شانہٗ کے غصہ اور عذاب سے اے منکرو تمہاری حفاظت کرنے والا دوسرا کون ہے۔یہ محض اس کی رحمت واسعہ ہے کہ جو فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔لیکن ایسے رحمت والے۔حلیم، بردبار کے غصہ سے ڈرنا بھی بہت چاہئے (نعوذ باللہ من عذاب العلیم) آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی حفاظت کا ان منکرین کو احساس نہیں۔عیش وتنعم اور پرامن زندگی نے پروردگار حقیقی کی یاد سے غافل کر رکھا ہے اسی لئے حق تعالیٰ عزوجل کی طرف سے جب کوئی نصیحت کی جاتی ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ کہاں کی باتیں شروع کردیں۔حق تعالیٰ ان کفار ومشرکین سے سوال فرماتے ہیں کہ اے منکرو کیا اپنے فرضی معبودوں کی نسبت تمہارا خیال ہے کہ وہ تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور موقع آنے پر خدا تعالیٰ کے غضب سے بچالیں گے؟ پھر اس کا جواب بھی خود حق تعالیٰ مرحمت فرماتے ہیں کہ ان کے معبود مسکین ان کی حفاظت تو کیا کرتے وہ تو خود اپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کرسکتے۔اگر ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے یا کوئی چیز ان کے پاس سے چھین کرلے جائے تو اتنی قدرت بھی نہیں کہ مدافعانہ تحفظ کے لئے خود ہاتھ پاؤں ہلاسکیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ باوجود ایسے دلائل قاطعہ کے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو یہ وجہ نہیں کہ دلائل میں کچھ خلل ہے بلکہ اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ پشتہا پشت سے یہ لوگ بےفکری کی زندگی گزار رہے ہیں۔کوئی جھٹکا عذابِ الٰہی کا نہیں لگا۔اس لئے مغرور ہوگئے اور غفلت کے نشہ میں چور ہوکر حق تعالیٰ کا پیغام اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحت قبول کرنے سے منہ موڑ لیا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ سرزمین عرب میں اسلام پھیلنے لگا ہے۔ اور کفر گھٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہاں کی زمین کافروں پر تنگ ہوتی جارہی ہے۔ اور زمین سے کفر کم ہوتا جارہا ہے۔ کیا ایسے کھلے ہوئے آثار وقرائن کو دیکھ کر بھی انہیں اپنا انجام نظر نہیں آتا اور کیا اس مشاہدہ کے باوجود اس کے امیدوار ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں پر غالب آجائیں گے۔ اگر چشم عبرت ہے تو چاہئے کہ عقل سے کام لیں اور قرائن واحوال سے مستقبل کا اندازہ کریں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کے گردوپیش کی بستیاں انبیاء کی تکذیب وعداوت کی سزا میں تباہ کی جا چکی ہیں اور ہمیشہ آخر کار خدا کے وفاداروں کا مشن کامیاب رہا ہے۔ پھر سید المرسلین اور مومنین کاملین کے مقابلہ میں غالب آنے کی ان کو کیا توقع ہوسکتی ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ میرا کام وحی الٰہی کے موافق نصیحت سنا دینا اور انجام سے آگاہ کر دینا ہے۔ دل کے بہرے اگر میری پکار نہ سنیں تو میرا قصور نہیں وہ خود اپنے بہرے پن کا خمیازہ بھگتیں گے۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں۔ صرف اس وقت تک ہے کہ ذرا زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔ اگر عذاب الٰہی کی ذرا سی بھنک کان میں پڑ گئی یا خدا کے انتقام وقہر کی ادنیٰ بھاپ بھی ان کو چھوگئی تو آنکھ کان سب کھل جائیں گے۔ اس وقت بدحواس ہوکر چلائیں گے کہ بیشک ہم بڑے بھاری مجرم تھے جو ایسی کمبختی آئی۔ اور قیامت کے دن رائی کے دانہ کے برابر کسی کا عمل ہوگا وہ بھی میزان میں تلے گا۔ ادھر ادھر ضائع نہ ہوگا۔ نہ کسی پر ظلم و زیادتی کی جائے گی۔ رَتی رَتی کا حساب برابر کردیا جائے گا۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہوگا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب نہیں۔ نہ ہم کو ساری مخلوق کا حساب لینے میں کسی مددگار کی ضرورت ہے۔

شروع سورت سے یہاں تک توحید و رسالت کا زیادہ مضمون بیان ہوا اور اس کے ضمن میں مخالفین حق اور منکرین کا آخرت میں معذب ہونا اور بعض کا دنیا میں ہلاک ہونا بیان ہوا تھا آگے بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرمائے گئے ہیں جن سے ان ہی مضامین کی تائید فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے قلوب کو غفلت و بے فکری سے محفوظ فرمائیں اور دنیا و آخرت میں اپنے عذاب سے مامون فرماویں اور دنیا میں جو کچھ ہمیں عطا فرماویں آخرت بنانے کے لئے عطا فرماویں۔ یااللہ! قیامت میں ہمارا حساب کتاب آسان فرما۔ اور اتنا آسان فرما کہ اپنی رحمت سے بلاحساب جنت میں داخل ہونا نصیب فرما۔

یااللہ! جن کو آپ نے ہدایت سے نوازا وہ آپ پر اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی آخری کتاب قرآن کریم پر ایمان لائے یااللہ! شکر ہے کہ ہم کو بھی آپ نے ہدایت نصیب فرمائی اور توحید کی دولت سے نوازا۔

یااللہ! مرتے دم تک ہم کو توحید پر قائم رکھئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

اور ہم نے موسٰیؑ اور ہارونؑ کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کیلئے نصیحت کی چیز عطا فرمائی تھی۔ جو اپنے رب سے

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ

بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت سے ڈرتے ہیں۔ اور یہ (قرآن بھی) ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب) ہے جس کو ہم نے نازل کیا۔

اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

تو کیا پھر بھی اس کے منکر ہو۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور البتہ ہم نے عطا کی | مُوْسٰى موسٰیؑ | وَهٰرُوْنَ اور ہارونؑ | الْفُرْقَانَ فرق کرنیوالی کتاب | وَضِيَآءً اور روشنی | وَذِكْرًا اور نصیحت |
| لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے | الَّذِيْنَ جو لوگ | يَخْشَوْنَ وہ ڈرتے ہیں | رَبَّهُمْ اپنا رب | بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے | وَهُمْ اور وہ / مِنَ سے |
| السَّاعَةِ قیامت | مُشْفِقُوْنَ خوف کھاتے ہیں | وَهٰذَا اور یہ | ذِكْرٌ نصیحت | مُبٰرَكٌ بابرکت | اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا |
| اَفَاَنْتُمْ تو کیا تم | لَهٗ اس کے | مُنْكِرُوْنَ منکر | | | |

تفسیر و تشریح: شروع سورت سے گزشتہ آیات تک مضمون زیادہ تر توحید و رسالت کے متعلق تھا اور اس کے ضمن میں مخالفین اور مکذبین انبیاء کا آخرت میں معذب ہونا اور بعض کا دنیا میں بھی ہلاک ہونا مذکور ہوا تھا۔ ان ہی مضامین کی تائید میں اب یہاں سے انبیاء علیہم السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے اور پے در پے سترہ انبیاء علیہم السلام یعنی حضرت موسٰیؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت لوطؑ، حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ذالکفلؑ، حضرت یونسؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحیٰؑ، حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات کی طرف اشارہ کئے گئے ہیں۔

یہاں ان مختلف انبیاء کرام کا تذکرہ کرنے سے دو باتوں کے بیان کا خاص طور پر مقصد معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو جائے۔ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دیتے اور معاندانہ مخالفتیں کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار کو گویا پکڑ پکڑ کر دوزخ سے کھینچتے تھے اور وہ پتنگوں کی طرح آگ میں گرے جاتے تھے۔ اس سے سرور دو عالم۔ رحمۃ للعلمین کو روحانی تکلیف پہنچتی تھی پھر جسمانی مصائب پہنچانے سے بھی کفار حتی الوسع دریغ نہ کرتے تھے۔ سابق انبیائے کرام کا تذکرہ کر کے اس بات کی صراحت فرمادی کہ کفار کی معاندت و مخالفت صرف آپ ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ ہر زمانہ کے کافر ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ ہر پیغمبر کو تکلیفیں پہنچی ہیں لیکن انہوں نے صبر و تحمل فرمایا اور آخر کار اللہ کی نصرت و تائید ان کو حاصل ہوئی۔ اس نے اپنے فضل و رحمت سے انہیں نوازا۔ ان کی دعاؤں کو قبول کیا۔ ان کی تکلیفوں کو رفع کیا۔ ان کے مخالفین کو نیچا دکھایا اور معجزانہ طریقوں پر ان کی مدد کی بالآخر ان کو فتح ہوئی اور کفار مغلوب ہوئے۔ دوسری بات منکرین انبیاء اور مخالفین اسلام کے سامنے پیش کرنا مقصود ہے کہ انبیاء کا مبعوث ہونا اور آسمانی کتابوں کا نازل ہونا اور حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے پیام الٰہی کا آنا اور صداقت کے نور کو پھیلانے کے لئے اللہ کے

نیک و صالح بندوں کا پند و نصیحت کرنا یہ کفار و مشرکین عرب ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئے نبی نہیں۔ نہ قرآن کوئی اچنبھے کی کتاب ہے بلکہ موسیٰ ہارون، ابراہیم علیہما السلام وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے انبیاء پہلے بھی بھیجے جا چکے ہیں۔ کتابیں بھی نازل ہو چکی ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم قرآن کا انکار کرو اور اللہ کے بھیجے ہوئے نصیحت نامہ کو نہ مانو۔

ان مقاصد کے ماتحت یہاں سے انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھی کتاب یعنی توراۃ عطا کی گئی تھی جس کی صفات یہ تھیں کہ وہ حق و باطل، ہدایت و ضلالت۔ حلال و حرام کے فیصلے چکانے والی اور جہل و غفلت کے اندھیروں میں روشنی پہنچانے والی اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سنانے والی کتاب تھی، واضح رہے کہ قرآن کریم کی ابتداء میں بھی ہدی للمتقین فرمایا گیا ہے یعنی جو بندے خدا سے ڈرتے ہیں ان کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے۔ آگے پھر ان متقین کی دو صفات بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے خدا سے غائبانہ ڈرتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں اس کی ہولناکیوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ ان کے دل میں ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں کیا صورت پیش آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب توراۃ اور متقین کا ذکر فرما کر پھر قرآن پاک کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اے اہل مکہ یہ ایک نصیحت کی کتاب تمہارے سامنے موجود ہے جس کا جلیل القدر۔ عظیم النفع اور کثیر الخیر ہونا توراۃ سے بھی زیادہ روشن ہے۔ تو کیا ایسی واضح اور روشن کتاب کے تم منکر ہوتے ہو جہاں انکار کی گنجائش ہی نہیں۔

یہاں قرآنِ کریم کی تعریف میں فرمایا گیا ذکر مبارک یعنی ایسا ہدایت نامہ جس پر عمل کرنے سے دین و دنیا کی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ دنیا میں بھی فلاح میسر ہوتا ہے اور آخرت کی بھی بھلائی و سعادت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بتلا کر خطاب یہاں کفار سے ہے کہ ایسے مبارک نصیحت نامہ سے تم انکار کرتے ہو۔ اور اللہ کے بھیجے ہوئے پند نامہ کو نہیں مانتے۔ اس کے بعد اگلی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تقویٰ کی صفت عطا فرمائیں تاکہ خوفِ خداوندی کے باعث ہم ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں۔ اور قرآن پاک کی جو دولت ہم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس پر ہمیں حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اس مبارک نصیحت نامہ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! ہماری زندگی سراسر قرآن پاک کے احکام کے مطابق گزرے اور اس کی برکتوں و سعادتوں سے ہمیں پورا پورا حصہ نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ

اور ہم نے اس سے پہلے ابراہیمؑ کو خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم اُن کو خوب جانتے تھے جبکہ اُنہوں نے اپنے باپ سے

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

اور اپنی برادری سے فرمایا کہ یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو

لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا

ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ابراہیمؑ نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادا صریح غلطی میں ہو۔وہ کہنے لگے

اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کہ کیا تم سچی بات ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو۔ابراہیمؑ نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے

الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾

جو تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے اِن سب کو پیدا (بھی) کیا اور میں اس (دعوے) پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | لَقَدْ اٰتَیْنَآ تحقیق البتہ ہم نے دی | اِبْرٰهِیْمَ ابراہیمؑ | رُشْدَهٗ ہدایت یابی | مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | وَكُنَّا اور ہم تھے | بِهٖ اسکے | |
| عٰلِمِیْنَ جاننے والے | اِذْ قَالَ جب اس نے کہا | لِاَبِیْهِ اپنے باپ سے | وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم | مَا هٰذِهِ کیا ہیں یہ | التَّمَاثِیْلُ مورتیاں | | |
| الَّتِیْٓ جو کہ | اَنْتُمْ تم | لَهَا ان کیلئے | عٰكِفُوْنَ جمے بیٹھے ہو | قَالُوْا وہ بولے | وَجَدْنَآ ہم نے پایا | اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا | لَهَا ان کیلئے۔کی |
| عٰبِدِیْنَ پوجا کرنے والے | قَالَ اس نے کہا | لَقَدْ كُنْتُمْ تحقیق تم رہے | اَنْتُمْ تم | وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا | | | |
| فِیْ ضَلٰلٍ گمراہی میں | مُّبِیْنٍ صریح | قَالُوْٓا وہ بولے | اَجِئْتَنَا کیا تم لائے ہو ہمارے پاس | بِالْحَقِّ حق کو | اَمْ یا | اَنْتَ تم | مِنَ سے |
| اللّٰعِبِیْنَ کھیلنے والے دل لگی کرنیوالے | قَالَ اس نے کہا | بَلْ بلکہ | رَبُّكُمْ تمہارا رب | رَبُّ رب | السَّمٰوٰتِ آسمان | وَالْاَرْضِ اور زمین | |
| | الَّذِیْ وہ جس نے | فَطَرَهُنَّ انہیں پیدا کیا | وَاَنَا اور میں | عَلٰی ذٰلِكُمْ اس بات پر | مِنَ سے | الشّٰهِدِیْنَ گواہ | |

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی اور صحیح راستہ دکھانے والی کتاب یعنی توریت عطا فرمائی تھی جو متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کی کتاب تھی اور اسی طرح یہ قرآن بھی ایک کثیر الفوائد نصیحت کی کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمایا ہے۔تو اس سے منکرین کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ قرآن سے پہلے بھی آسمانی کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں لہٰذا تمہاری یہ بڑی غلطی ہے کہ تم اس قرآن کو کوئی نئی اور اوپری چیز سمجھتے ہو۔نہ یہ نئی ہے اور نہ اوپری بلکہ اس قسم کی نصیحتیں پہلے سے نازل ہوتی چلی آئی ہیں پھر کیا وجہ کہ قرآن کا انکار کیا جائے۔

حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام سے پہلے مشہور انبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام گزرے تھے اب یہاں سے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کو کسی جگہ اختصار کے ساتھ اور کسی جگہ تفصیل کے ساتھ موقع کی مناسبت سے متعدد جگہ بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجاہت، شخصیت، ہدایت اور امامت کا عرب کے بیشتر گروہوں کو اعتراف تھا۔ یہودی، عیسائی۔ بت پرست سب ہی اپنے مذہب کو ابراہیمی مذہب کہتے۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کا واقعہ نقل کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے اور آپ کو شرک سے اس قدر تنفر اور بیزاری تھی کہ اپنے اقارب و برادری یہاں تک کہ باپ سے بھی علیحدہ ہو گئے تھے۔ آپ کے نزدیک غیر اللہ کی عبادت اس قدر عظیم جرم تھا کہ باوجود سخت ترین جانی و مالی مصائب برداشت کرنے کے آپ نے شرک کی طرف میلان نہ کیا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو قومیں مشرک ہیں یا شرک آمیز توحید کے قائل ہیں وہ دین ابراہیمی پر کبھی نہیں ہو سکتیں اور ان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع ہی سے حق کی بصیرت اور رشد و ہدایت عطا فرمائی تھی۔ اور وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ بت نہ سن سکتے ہیں۔ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ نفع و نقصان کا ان سے کوئی واسطہ ہے وہ صبح و شام آنکھ سے دیکھتے تھے کہ ان بے جان مورتوں کو میرا باپ اپنے ہاتھ سے بناتا اور گھڑتا رہتا ہے اور جس طرح اس کا جی چاہتا ہے ناک، کان، آنکھیں اور جسم تراش لیتا اور پھر خریدنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے کیا یہ خدا ہو سکتے ہیں یا خدا کے مثل و ہمسر کہے جا سکتے ہیں؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں پس نبوت سے سرفراز ہو کر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرف توجہ فرمائی اور قوم کو جب مورتی پوجا کرتے دیکھا تو اعتراض کیا اور فرمایا کہ ذرا ان کی اصلیت و حقیقت تو بیان کرو۔ آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں؟ قوم کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا انہی کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دلیل سے تو تمہاری حقانیت اور عقلمندی ثابت نہ ہوئی ہاں یہ ثابت ہوا کہ تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح گمراہ اور بے وقوف تھے جن کی کورانہ تقلید میں تم تباہ ہو رہے ہو۔ تمام قوم کے عقیدہ کے خلاف ابراہیم علیہ السلام کی یہ گفتگو سن کر ان میں اضطراب پیدا ہو گیا اور متعجب ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے کہ کیا سچ مچ تمہارا عقیدہ اور خیال یہی ہے یا محض ہنسی اور دل لگی کرتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا عقیدہ ہی یہ ہے اور میں پورے یقین و بصیرت سے اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میرا تمہارا سب کا رب وہی ایک خدا ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور ان کی دیکھ بھال رکھی۔ کوئی دوسرا اس کی خدائی میں شریک نہیں ہو سکتا۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کو ہر طرح بت پرستی کے عیوب ظاہر کر کے باز رکھنے کی سعی کر لی لیکن قوم نے دعوتِ اسلام کو قبول نہ کیا اور صنم پرستی اور کواکب پرستی میں اسی طرح جتلا رہی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن جذبۂ توحید میں آ کر قسم کھا کر ایک اعلان کر دیا۔ وہ اعلان کیا تھا یہ ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو رشد و ہدایت ہم کو عطا فرمائی ہے اس پر ہم کو تا زیست قائم رکھیں اور توحید کی دولت سے ہمیشہ مالا مال رکھیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۵۷ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا

اور خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کی گت بناؤں گا جب تم چلے جاؤ گے۔ تو اُنہوں نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز اُن کے ایک بڑے بت کے

لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۸ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۹

کہ شاید وہ لوگ اُس کی طرف (دریافت کرنے کیلئے) رجوع کریں۔ کہنے لگے کہ یہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا۔

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝۶۰ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ

بعضوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیمؑ کر کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا تذکرہ کرتے سنا ہے۔ وہ لوگ بولے کہ تو اچھا اُس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝۶۱ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۶۲ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ

تاکہ وہ لوگ گواہ ہو جاویں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے اے ابراہیمؑ۔ انہوں نے فرمایا بلکہ اُن کے

كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝۶۳

اس بڑے نے کی سو اُن (ہی) سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔

| وَتَاللّٰهِ اور اللہ کی قسم | لَاَكِيْدَنَّ البتہ میں ضرور چال چلوں گا | اَصْنَامَكُمْ تمہارے بت | بَعْدَ بعد | اَنْ کہ | تُوَلُّوْا تم جاؤ گے | مُدْبِرِيْنَ پیٹھ پھیر کر | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَجَعَلَهُمْ پس اس نے انہیں کر ڈالا | جُذٰذًا ریزہ ریزہ | اِلَّا سوائے | كَبِيْرًا ایک بڑا | لَّهُمْ ان کا | لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ | اِلَيْهِ اس کی طرف | | |
| يَرْجِعُوْنَ رجوع کریں | قَالُوْا کہنے لگے | مَنْ کون۔کس | فَعَلَ کیا | هٰذَا یہ | بِاٰلِهَتِنَآ ہمارے معبودوں کے ساتھ | اِنَّهٗ بیشک وہ | | |
| لَمِنَ البتہ۔سے | الظّٰلِمِيْنَ ظالم | قَالُوْا وہ بولے | سَمِعْنَا ہم نے سنا ہے | فَتًى ایک جوان | يَذْكُرُهُمْ وہ انکے بارے میں باتیں کرتا ہے | | | |
| يُقَالُ کہا جاتا ہے | لَهٗ اس کو | اِبْرٰهِيْمُ ابراہیم | قَالُوْا بولے | فَاْتُوْا تم لے آؤ | بِهٖ اسے | عَلٰى سامنے | اَعْيُنِ آنکھیں | النَّاسِ لوگ |
| لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ | يَشْهَدُوْنَ وہ دیکھیں | قَالُوْا انہوں نے کہا | ءَاَنْتَ کیا تو | فَعَلْتَ تو نے کیا | هٰذَا یہ | بِاٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں کے ساتھ | | |
| يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اے ابراہیم | قَالَ اس نے کہا | بَلْ بلکہ | فَعَلَهٗ اس نے کیا ہے | كَبِيْرُهُمْ ان کا بڑا | هٰذَا یہ | فَسْئَلُوْهُمْ تو ان سے پوچھ لو | | |
| | اِنْ اگر | كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ وہ بولتے ہیں | | | | | | |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بت پرست قوم کو جن میں ان کا باپ بھی شامل ہے ہر طرح سمجھایا کہ یہ مٹی، پتھر اور لکڑی وغیرہ کے بت جنہیں تم نے خود اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہے یہ کس طرح معبود ہو سکتے ہیں اور ان کے آگے عبادت کے لئے تم سر کیوں جھکاتے ہو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح قوم کو بت پرستی سے باز رکھنے کی سعی کر لی اور ہر قسم کے پند ونصائح و دلائل و براہین کے ذریعہ یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان جس کا ان پر مطلق اثر نہ ہوا تو جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جذبۂ توحید میں قسم کھا کر کہا کہ خدا کی قسم میں تمہاری عدم موجودگی میں ان بتوں کی گت بناؤں گا تا کہ ان کا عاجز اور درماندہ ہونا اور زیادہ مشاہدہ میں آ جائے اور تم دیکھ لو کہ واقعی

تمہارے دیوتا صرف لکڑی اور پتھروں کی مورتیاں ہیں جو گونگی بھی ہیں اور بہری بھی۔ اور اندھی بھی۔ جو اپنی آئی ہوئی مصیبت کو بھی نہیں ٹال سکتیں۔ دوسروں کو نفع نقصان پہنچانے کا تو کیا سوال۔ ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ اکیلے ہمارے مخالف کیا کارروائی کر سکتے ہیں اور تنہا ایک نوجوان ساری قوم کے معبودوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے کچھ التفات نہ کیا اور بے پروائی سے ٹال دیا۔ ایک روز کسی تہوار کے موقع پر جب قوم کے لوگ شہر سے باہر میلہ میں گئے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ میں جا کر ایک کلہاڑی سے بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ صرف ایک بت کو باقی رہنے دیا جو باعتبار جثہ کے یا تعظیم و تکریم کے قوم کے نزدیک سب سے بڑا تھا اور جس کلہاڑی سے توڑا تھا وہ اس بڑے بت کے گلے میں لٹکا دی تا کہ وہ لوگ جب واپس آ کر یہ صورت حال دیکھیں تو قدرتی طور پر ان کا خیال اس بڑے بت کی طرف ہو۔ جب لوگ میلے سے واپس آئے تو دیکھا ادھر سے ادھر تک سارے بت ٹوٹے پڑے ہیں صرف بڑا بت باقی ہے اور اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے۔ یہ حال دیکھ کر وہ لوگ سخت برہم ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہوا؟ اور کس نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کی ہے۔ یقیناً جس نے یہ کام کیا وہ بڑا ظالم اور شریر ہے۔ (استغفر اللہ) ایسا ظالم ہمارے اندر کون ہو سکتا تھا۔ تو جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہتے سنا تھا کہ تمہاری عدم موجودگی میں ان بتوں کی درگت بناؤں گا وہ فوراً بولے کہ یہ اس شخص کا کام ہے جس کا نام ابراہیم ہے۔ وہی ایک شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے یقیناً یہ کام اسی نے کیا ہوگا۔ اس پر قوم کے لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ اس کو یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر برملا مجمع عام میں بیان لیا جائے تا کہ معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر اور خود ان کی باتیں سن کر سب گواہ رہیں اور جو سزا ان کو قوم کی جانب سے دی جائے وہ اس کے مستحق سمجھے جائیں۔ یہ تو قوم کی غرض تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود بھی یہی تھا کہ مجمع عام میں ان کو موقع ملے کہ مشرکین کو عاجز اور مبہوت کریں اور کھلم کھلا بتوں کی بے بسی اور بے کسی کا اظہار کر سکیں۔ چنانچہ مجمع ہوا سب چھوٹے بڑے آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ملزم کی حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے؟

اس پر آپ نے انہیں قائل و معقول کرنے کے لئے کہا کہ مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس بڑے بت کی طرف اشارہ کر کے جسے آپ نے توڑا نہ تھا فرمایا کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس بڑے گورو گھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے یہ کام کیا ہو؟ کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے۔ اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں اس لئے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کرو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا؟ اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کر دیں گے؟ لہٰذا تم اپنے ان معبودوں ہی سے کیوں دریافت نہیں کرتے کہ تمہارا ٹکڑے اڑا دینے والا کون ہے؟

تو مقصود اس جواب سے حضرت ابراہیم کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے؟ اور جب وہ اتنے عاجز ہیں کہ اپنے سے بھی ضرر کو دفع نہیں کر سکتے تو لائق عبادت کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ اس پر قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا سوال جواب کیا یہ انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ

اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچنے لگے پھر کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو۔ پھر اپنے سروں کو جھکا لیا۔ اے ابراہیم تم کو تو

عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا

معلوم ہی ہے کہ یہ بُت (کچھ) بولتے نہیں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا تو کیا خدا کو چھوڑ کر تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے

وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ

اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکے۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلا دو۔

وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾

اور اپنے معبودوں کا بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے۔ ہم نے (آگ کو) حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیمؑ کے حق میں۔

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

اور ان لوگوں نے اُنکے ساتھ بُرائی کرنا چاہا تھا سو ہم نے اُن ہی لوگوں کو ناکام کر دیا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَرَجَعُوْٓا پس وہ لوٹے سوچ میں پڑ گئے | اِلٰٓى طرف۔ میں | اَنْفُسِهِمْ اپنے دل | فَقَالُوْٓا پھر انہوں نے کہا | اِنَّكُمْ بیشک تم | اَنْتُمُ تم ہی | الظّٰلِمُوْنَ ظالم | |
| ثُمَّ نُكِسُوْا پھر وہ اوندھے کیے گئے | عَلٰى رُءُوْسِهِمْ اپنے سروں پر | لَقَدْ عَلِمْتَ تو خوب جانتا ہے | مَا جو | هٰٓؤُلَآءِ یہ | يَنْطِقُوْنَ بولتے ہیں | | |
| قَالَ اس نے کہا | اَفَتَعْبُدُوْنَ کیا پھر تم پرستش کرتے ہو | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | مَا جو بت | لَا يَنْفَعُكُمْ نہ تمہیں نفع پہنچا سکیں | شَيْـًٔا کچھ | | |
| وَ اور | لَا يَضُرُّكُمْ نہ نقصان پہنچا سکیں تمہیں | اُفٍّ تف | لَّكُمْ تم پر | وَلِمَا اور اس پر جسے | تَعْبُدُوْنَ پرستش کرتے ہو تم | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | |
| اَ کیا | فَلَا تَعْقِلُوْنَ پھر تم نہیں سمجھتے | قَالُوْا وہ کہنے لگے | حَرِّقُوْهُ تم اسے جلا ڈالو | وَانْصُرُوْٓا اور تم مدد کرو | اٰلِهَتَكُمْ اپنے معبودوں کو | اِنْ اگر | |
| كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ تم ہو کرنا کچھ کرنا ہے | قُلْنَا ہم نے حکم دیا | يٰنَارُ كُوْنِيْ اے آگ تو ہو جا | بَرْدًا ٹھنڈی | وَّسَلٰمًا اور سلامتی | عَلٰٓى پر | اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم | |
| وَاَرَادُوْا اور انہوں نے ارادہ کیا | بِهٖ اسکے ساتھ | كَيْدًا فریب | فَجَعَلْنٰهُمُ تو ہم نے انہیں کر دیا | الْاَخْسَرِيْنَ بہت خسارہ پانیوالے (زیاں کار) | | | |

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا صرف ایک بڑے بت کو چھوڑ دیا اور قوم والے جب بت خانہ میں آئے اور اپنے معبودوں کی یہ خستہ حالی دیکھی تو بڑے برہم ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ تو بڑا ظلم ہو گیا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ اس پر بعض نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر شبہ ظاہر کیا کہ وہی ایک جوان ہے جس سے بتوں کی برائی کا تذکرہ سنا تھا۔ غالباً یہ اسی کی حرکت ہے۔

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجمع عام میں طلب کیا گیا تا کہ لوگ شہادت دیں اور جرم ثابت ہونے پر سزا دی جائے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سب سے بڑے بت نے جلال میں آ کر چھوٹوں کو تہ تیغ کر دیا ہو لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان زخمی بتوں سے پوچھ لو۔ یہ صاف صاف حال بتلا دیں گے۔ یہاں تک

مضمون گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا۔اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔سوچ میں پڑ گئے کہ کیا کہیں اور کیا نہ کہیں۔اس وقت دانشمند طبقہ کو اپنی غلطی اور کجراہی کا احساس بھی کچھ ہوا اور دل میں کہنے لگے کہ واقعی تم ہی ظالم ہو کہ ایسی بے جان کمزور اور بے حس مورتیوں کی عبادت کرنا حقیقتاً حماقت ہے بعض مفسرین نے ان کے اس قول کا مطلب کہ واقعی ظالم تو تم ہی ہو یہ لیا ہے کہ وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ باوجود ابراہیم کی دھمکی سننے کے یونہی لاپروائی سے بت خانہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے اور اپنے معبودوں کی حفاظت کا کوئی سامان کر کے نہ گئے۔غرض وہ کھسیانے ہو کر سرنگوں ہوئے۔شرمندگی کے مارے آنکھ نہ ملا سکے پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ تم جو ہم سے کہتے ہو کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا پھوڑا ہے تو جان بوجھ کر تم ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔کہیں پتھر بھی بولتے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں تو جانتا ہوں کہ پتھر کیا خاک بولیں گے لیکن تم پر بھی حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں کہ تم جان بوجھ کر یہ کیا نادانی کر رہے ہو کہ ان بہرے گونگے بے جان اور بے بس مورتیوں کے آگے سر جھکاتے ہو۔تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر۔یہ تو پتھر تھے ہی تمہاری سمجھ پر بھی پتھر پڑ گئے کہ جو مورتی ایک لفظ نہ بول سکے کسی اڑے وقت کام نہ آسکے۔ذرہ برابر نفع نقصان اس کے اختیار میں نہ ہو اسے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے۔کیا اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور خدائے واحد کو چھوڑ دیا جائے۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ جب جاہل جواب نہ رکھتا ہو اور قدرت رکھتا ہو تو برسرِ پیکار آجاتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کھری اور لاجواب باتیں سن کر قوم والے جھلا کر چلائے کہ اس نڈر اور دلیر شخص نے تو ہم پر خوب ہاتھ صاف کیا۔ادھر تو ہمارے معبودوں کی گت بنائی اور ادھر اپنی بے دھڑک لعن طعن سے ہمارے دل جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔چنانچہ انہوں نے اپنی دانست میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سخت سزا دینے کا مشورہ کیا۔اور سب نے متفقہ فیصلہ کر دیا کہ ان کے دیوتاؤں کی توہین اور باپ دادا کے دین کی مخالفت میں ابراہیم کو دہکتی ہوئی آگ میں جلا دینا چاہئے کیونکہ ایسے سخت مجرم کی سزا یہی ہو سکتی ہے اور دیوتاؤں کی تحقیر کا انتقام اسی طرح لیا جا سکتا ہے۔بہرحال جیسا کہ جہل و تعصب کا قاعدہ ہے وہ ظلم اور تشدد پر اتر آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جلا کر ختم کر دینے کا فیصلہ کیا۔چنانچہ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سزا کے لئے ایک مخصوص جگہ بنوائی۔ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اسے پر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی اور کئی روز مسلسل وہ آگ دہکائی گئی۔لکھا ہے کہ روئے زمین پر اتنی بڑی آگ کبھی نہیں دیکھی گئی۔جب آگ کے شعلوں سے قرب و جوار کی اشیاء جھلسنے لگیں اور اس طرح قوم کو کامل اطمینان ہو گیا کہ اب ابراہیم کے اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تب ابراہیم علیہ السلام کو ایک گوپھن میں بٹھا کر دہکتی آگ میں پھینکنے کی تیاری ہوئی۔اس مرحلہ پر اور ایسے نازک وقت میں جب تمام مادی سہارے ختم۔دنیاوی اسباب ناپید۔حمایت و نصرت کے ظاہری اسباب مفقود، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت ایک ایسا بڑا زبردست سہارا حاصل تھا جو تمام سہاروں کا سہارا اور تمام نصرتوں کا ناصر کہا جاتا ہے اور وہ خدائے واحد ذوالجلال کا سہارا تھا۔اس نے اپنے جلیل القدر پیغمبر اور قوم کے عظیم المرتبت ہادی اور رہنما کو بے یار و مددگار نہ رہنے دیا۔اور دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہاتھ پیر باندھ کر گوپھن میں بٹھا کر آگ میں پھینکا تو ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوا میں راستہ ہی

میں تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کوئی حاجت اور غرض ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں حاجت اور غرض تو ہے مگر تم سے نہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ پھر جس سے ہے اسی سے کہئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جانتا ہے اور دیکھتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا قصد کر رہے تھے تو جو فرشتہ مینہ برسانے پر تعینات ہے اس کو گمان تھا کہ اس آگ کے بجھانے کا حکم مجھے ہی ہوگا۔ وہ کان لگائے تیار تھا کہ کب خداوند ذوالجلال کا حکم ہو اور میں پانی برسا کر اس آگ کو ٹھنڈا کردوں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم کسی ذریعہ کا محتاج نہیں۔ ادھر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جاتا ہے ادھر براہِ راست حکم خداوندی آگ ہی کو پہنچا کہ میرے خلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ کچھ دیر کے لئے ٹھنڈی ہوگئی اور اس وقت دنیا بھر میں کوئی آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسیاں جس سے باندھ کر آپ کو آگ کے شعلوں میں جھونکا گیا تھا وہ تو آگ نے جلادیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہ لگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے ہی کا حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرر پہنچاتی اس لئے ارشاد ہوا۔

ینار کونی بردا وسلماً علیٰ ابراھیم O

اے آگ تو ٹھنڈی اور آرام دہ ہوجا ابراہیمؑ کے حق میں یعنی "ایسی معتدل ٹھنڈک ہو جو جسم وجان کو خوشگوار معلوم ہونے لگے۔"

چنانچہ آگ اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں سلامتی کے ساتھ سرد پڑ گئی۔ لکھا ہے کہ آپ اس آگ میں ۷ روز رہے اور ۴۰۔۵۰ دن رہنے کی روایات بھی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانہ میں جو راحت اور سرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔ سبحان اللہ! قدرت کے بعد جب آگ فرو ہوئی اور کوئلے الگ کئے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے صحیح سلامت برآمد ہوئے۔ اور دشمن انکو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے سچ ہے۔

دشمن اگر قویست نگہبان قوی ترست

اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو برا چاہتے تھے وہ خود ناکامی، ذلت اور خسارہ میں پڑ گئے۔ کفار نے حق کو مغلوب کرنے اور صداقت وحقانیت کو مٹانے کے لئے جو تدبیر کی تھی وہ انہی پر لوٹ پڑی۔ حق اور نمایاں ہوگیا صداقت اور برملا واضح ہوگئی۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ اگرچہ دنیا عالمِ اسباب ہے لیکن بظاہر کبھی کبھی خلاف عادت بھی ہوجاتا ہے اور ایک چیز واقع ہوجاتی ہے لیکن بظاہر اس کے اسباب کچھ نظر نہیں آتے۔ قرآن کریم اسے یوں سمجھاتا ہے کہ اسباب پر ایک قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ پوری پوری قدرت رکھتے ہیں۔ تمام ظاہری اسباب جمع ہوجانے کے بعد بھی اللہ کا ارادہ اور حکم اصل ہے۔ اگر کسی چیز کے ہونے کا وہ حکم نہ دے تو سارے اسباب رکھے رہ جاتے ہیں اور وہ چیز نہیں ہوتی اور اگر وہ اس کے ہونے کا حکم دے دے تو بظاہر اسباب کتنے ہی غائب ہوں وہ چیز ہوجاتی ہے۔

اب اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ کا مزید جو فضل وانعام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا اس کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اور لوطؑ کو ایسے ملک کی طرف بھیج کر بچالیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کیلئے (خیرو) برکت رکھی ہے اور ہم نے ان کو اسحٰقؑ

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ

اور یعقوبؑ پوتا عطا کیا۔اور ہم نے اُن سب کو نیک کیا۔اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور ہم نے اُن کے

اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا

پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا۔اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔اور لوطؑ کو

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

ہم نے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نے اُن کو اُس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے گندے کام کیا کرتے تھے۔بلاشبہ وہ لوگ

قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

بڑے بدذات بدکار تھے۔اور ہم نے لوطؑ کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔(کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے نیکوں میں سے تھے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے بچالیا | وَلُوْطًا اور لوطؑ | اِلَى طرف | الْاَرْضِ سرزمین | الَّتِيْ بٰرَكْنَا وہ جس میں ہم نے برکت رکھی | | |
| فِيْهَا اس میں | لِلْعٰلَمِيْنَ جہانوں کیلئے | وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا | لَهٗ اس کو | اِسْحٰقَ اسحٰقؑ | وَيَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ | نَافِلَةً پوتا |
| وَكُلًّا اور سب | جَعَلْنَا ہم نے بنایا | صٰلِحِيْنَ صالح | وَ اور | جَعَلْنٰهُمْ ہم نے انہیں بنایا | اَئِمَّةً امام پیشوا | يَّهْدُوْنَ وہ ہدایت دیتے تھے |
| بِاَمْرِنَا ہمارے حکم سے | وَاَوْحَيْنَا اور ہم نے وحی بھیجی | اِلَيْهِمْ ان کی طرف | فِعْلَ الْخَيْرٰتِ نیک کام کرنا | وَ اور | اِقَامَ قائم کرنا | |
| الصَّلٰوةِ نماز | وَاِيْتَآءَ اور ادا کرنا | الزَّكٰوةِ زکوٰۃ | وَكَانُوْا اور وہ تھے | لَنَا ہمارے ہی | عٰبِدِيْنَ عبادت کرنے والے | وَلُوْطًا اور لوط |
| اٰتَيْنٰهُ ہم نے اسے دیا | حُكْمًا حکم | وَّعِلْمًا اور علم | وَّنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے بچالیا | مِنَ الْقَرْيَةِ بستی سے | الَّتِيْ جو | |
| كَانَتْ تَّعْمَلُ کرتی تھی | الْخَبٰٓئِثَ گندے کام | اِنَّهُمْ بیشک وہ | كَانُوْا وہ تھے | قَوْمَ سَوْءٍ بُرے لوگ | فٰسِقِيْنَ بدکار | |
| وَاَدْخَلْنٰهُ اور ہم نے داخل کیا اسے | فِيْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں | اِنَّهٗ بیشک وہ | مِنَ سے | الصّٰلِحِيْنَ صالح نیکوکار | | |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دشمنوں سے بچایا اور مخالفوں کو ان کے ارادوں میں ناکام اور ذلیل وخوار کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں آگ کو گلزار بَرْدًا وَّسَلٰمًا بنادیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہدایت کے لئے ہر طرح کے دلائل وبراہین پیش کئے مگر بدبخت قوم نے کچھ نہ سنا اور کسی طرح رشد وہدایت کو قبول نہ کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے علاوہ کوئی ایک تیسرا بھی ایمان نہ لایا تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ کسی دوسری جگہ جا کر پیغام الٰہی سنائیں اور دعوت حق پہنچائیں۔اب غور کیجئے کہ باوجود ایسے کھلے ہوئے معجزہ کے دیکھ لینے کے کہ اتنی زبردست دہکتی ہوئی آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم نے ڈالا اور آپ اس میں صحیح سلامت

رہے پھر بھی قوم نے بت پرستی نہ چھوڑی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہنا نہ مانا۔ اور جیسا کہ حضرت ابراہیم کے تذکرہ میں ابتدا میں ذکر ہو چکا ہے۔ قوم کی دلیل بت پرستی کی محض یہ تھی کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو بتوں کی عبادت کرتے دیکھا ہے اس لئے وہ اس رسم و رواج کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے تو یہ باپ دادا کے رسم و رواج کی اندھی تقلید کیسی زہر قاتل ہے لیکن آج بھی یہ اسی طرح کارفرما ہے جیسے پہلے رہی ہے۔ آج بھی باوجود دین اسلام اور قرآن وحدیث کی روشنی عام ہونے کے جو غیر شرعی اور ناجائز رسم و رواج باپ دادوں کے وقت سے چلے آ رہے ہیں جہلا ان کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور دلیل یہی کہ ہم باپ دادا کی ریت کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

الغرض جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھ لیا کہ قوم کسی طرح دعوت حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تو بحکم الٰہی آپ نے اپنے وطن عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوطؑ نے بھی ہمراہی میں ہجرت فرمائی۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو مع حضرت لوط کے صحیح سالم ملک شام پہنچایا جس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات رکھی ہیں اور جہاں دنیا والوں کے لئے بڑی خیر و خوبی کا سامان جمع کر دیا ہے۔ ملک شام میں پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اور پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور آپ کی نسل خوب پھلی پھولی۔ بڑے بڑے انبیاء صلحاء اور اولیاء پیدا ہوئے۔ یہ سب کے سب نیک بخت نیکوکار عالم باعمل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کا مقتدا اور پیشوا بنایا کہ بحکم خدا خلق خدا کو راہِ خدا کی دعوت دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بوجہ نبی ہونے کے اپنی وحی سے ان حضرات کو سرفراز فرمایا اور جو علم وحکمت، دانش وفہم ان کو عطا کیا گیا تھا انہوں نے اس کے مطابق عمل بھی کیا۔ کسی حکم کی تعمیل کو نہیں چھوڑا چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کو نیکیاں کرنے اور خصوصاً نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس لئے وہ ان فرائض کو اچھی طرح بجا لاتے اور خوب اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ شب وروز وہ اللہ کی بندگی وطاعت میں لگے رہتے تھے تو اس میں عرب کے اس وقت کے مشرکین کی طرف تعریض بھی ہے اور تنبیہ بھی کہ تم کیسے ملتِ ابراہیم کے دعویدار ہو۔ انہوں نے تو بت پرستی کو یوں مٹایا اور تم خود بت پرستی میں مشغول ہو اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرنی ہے تو اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کرو۔

آگے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر اجمالاً فرمایا جا رہا ہے جس میں صالحین وفاسقین یعنی نیکوں اور بدوں کا انجام الگ، الگ ہونا ظاہر فرمایا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور عراق کے قدیم شہر اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی مولد ہے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت لوط کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ گزرا اسی لئے وہ اور حضرت سارہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ملت ابراہیمی کے اولین مسلم ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت فرمائی تو حضرت لوط بھی ان کے ہمراہ ترک وطن کر کے چلے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب شام سے مصر کا سفر اختیار کیا تو اس وقت بھی حضرت لوط آپ کے ساتھ تھے۔ لکھا ہے کہ مصر سے واپسی پر آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو سدوم کے شہر میں بھیج دیا۔ موجودہ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر میت یا بحر لوطؑ جس کو انگریزی میں Dead Sea کہتے ہیں واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں سدوم اور عامورہ کی بستیاں آباد تھیں۔ مشہور یہ ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے اور بحر میت یا بحر لوط یعنی Dead Sea کہلاتا ہے یہ خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ سدوم کی آبادی بھی اسی مقام پر تھی۔ یہ مقام شروع سے بحر نہ تھا جب قوم لوطؑ پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا تب یہ زمین تقریباً 400 میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا جس کا نام اس وقت

جغرافیہ میں بحرلوط یا بحرمیت ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی جو ان میں موجود نہ ہو۔ دنیا کی سرکش، بداطوار اور بداخلاق اقوام کے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مرد و لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس وقت تک اس عمل کا قطعاً کوئی رواج نہ تھا۔ یہی بدبخت قوم تھی جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی۔ اور یہ غیر فطری اور اخلاق سوز حرکت اس قوم میں شخصی اور انفرادی حدود سے بڑھ کر قومی حیثیت اختیار کر چکی تھی اور اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر و مباہات کے ساتھ اس کے مرتکب ہوتے تھے۔ ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور جس حسنِ خطابت، لطافت کے ساتھ جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا اور نصیحت کی اور گزشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج و ثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ الٹا اثر یہ ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے خاندان پر طنز کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے اور ٹھٹھا کرتے کہ یہ بڑے پاکباز ہیں تو ان کا ہماری بستی میں کیا کام۔ ان کو یہاں سے نکالو۔ اخیر میں جب حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو خدا کے عذاب اس کی پکڑ اور غضب سے ڈرایا تو اس پر بھی یہ بد نصیب قوم نہ سنبھلی اور جیسا کہ قرآن پاک میں دوسرے مواقع میں بتلایا گیا ہے قوم نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ بس یہ نصیحتیں اور عبرتیں ختم کرو۔ اگر ہمارے ان اعمال سے تمہارا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھا دو جس کا ذکر کر کے بار بار ہم کو ڈراتے ہو اگر واقعی تم اپنے قول میں سچے ہو تو بس اب ہمارا تمہارا فیصلہ ہو جانا ضروری ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس قوم پر عذاب آ کر رہے گا کیونکہ ان کی فطرت اس قدر مسخ ہو چکی ہے کہ خوف خدا کا کوئی شائبہ بھی ان کے دلوں میں باقی نہیں عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور پیغمبر کے مقابلہ پر آمادہ ہیں قوم کی ہلاکت کے یہ آثار دیکھ کر آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ غالباً آپ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح قوم کی آئندہ نسلوں کی طرف سے بھی مایوس ہو گئے تھے اور سمجھ گئے تھے کہ ان کی درستی کی بھی کوئی امید نہیں وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلیں گی۔ چنانچہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے دعا کی تھی حضرت لوط علیہ السلام نے بھی نصرتِ الٰہی سے مدد طلب کی۔ آخر عذاب الٰہی کا وقت آ پہنچا۔ ابتدائے شب ہوئی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام اپنے خاندان سمیت دوسری جانب سے نکل کر سدوم کی بستی سے رخصت ہو گئے اور آپ کی بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا۔ اور راستہ سے لوٹ کر سدوم واپس آ گئی۔ آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا اور وہی ہوا جو گذشتہ قوموں کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہو چکا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے بچا لئے گئے لیکن آپ کی بیوی عذاب سے ہلاک ہوئی۔ وہاں اس ساری بستی میں صرف یہی ایک گھرانہ ایمان والوں کا تھا۔ یہ ہے تفصیل اس اجمال کی جو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

قوم لوط علیہ السلام کی ہلاک شدہ بستیوں کے نشانات اللہ تعالیٰ نے دنیا کی عبرت کے لئے چھوڑ دیئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک باقی تھے اور اس مشہور تجارتی شاہراہ پر واقع تھے جو حجاز سے شام جاتے ہوئے عربوں کی رہگذر تھی۔ اس وجہ سے عرب ان سے واقف تھے مشرکین عرب کو حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی نافرمانی کا حال سنا کر ڈرایا جا رہا ہے اور پیغمبر وقت کی نافرمانی کا جو انجام ہوتا ہے وہ جتلایا جا رہا ہے۔ اسی طرح اگلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا حال بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾

اور نوحؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ اس سے (بھی) پہلے انہوں نے دُعا کی سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کی اور اُن کو اور اُن کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی۔

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور ہم نے ایسے لوگوں سے اُن کا بدلا لیا جنہوں نے ہمارے حکموں کو جھوٹا بتایا تھا۔ بلاشبہ وہ لوگ بہت بُرے تھے اِس لئے ان سب کو ہم نے غرق کر دیا۔

| وَنُوْحًا اور نوحؑ | اِذْ نَادٰى جب پکارا | مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے | فَاسْتَجَبْنَا تو ہم نے قبول کرلی | لَهٗ اس کی | فَنَجَّيْنٰهُ پھر ہم نے اسے نجات دی |
|---|---|---|---|---|---|
| وَاَهْلَهٗ اور اسکے لوگ | مِنَ سے | الْكَرْبِ بے چینی | الْعَظِيْمِ بڑی | وَنَصَرْنٰهُ اور ہم نے اس کو مدد دی | مِنَ سے |
| الْقَوْمِ لوگ | الَّذِيْنَ جنہوں نے | كَذَّبُوْا جھٹلایا | بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو | اِنَّهُمْ بیشک وہ | كَانُوْا وہ تھے |
| قَوْمَ لوگ | سَوْءٍ بُرے | فَاَغْرَقْنٰهُمْ ہم نے غرق کر دیا انہیں | اَجْمَعِيْنَ سب | | |

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارونؑ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کا اجمالی تذکرہ فرمایا جاتا ہے جس سے کفار کو یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ انبیاء کے مخالفین دنیا میں کامیاب و کامران نہیں ہوتے۔ انجام کار تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا تحمل ہے جو کچھ مدت کے لئے آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ جب ڈھیل کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو مخالفت کرنے والوں کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کہیں اجمالاً کہیں تفصیلاً متعدد سورتوں میں ۴۳ جگہ فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم کے معجز نما کلام کی یہ سنت ہے کہ وہ تاریخی واقعات میں سے جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اپنے مقصدِ وعظ و نصیحت کے پیش نظر واقعہ کی اسی قدر جزئیات کو نقل کرتا ہے جو مقصد کے لئے اس جگہ ضروری ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی اہم تفصیلات سورۂ اعراف۔ سورۂ ہود۔ سورۂ مومن۔ سورۂ مؤمنون۔ سورۂ شعراء سورۂ قمر اور سورۂ نوح میں بیان ہوئی ہیں۔ یہاں اس سورۃ میں ان آیات میں اجمالی تذکرہ فرمایا گیا ہے جس کی قدرے تفصیل دوسرے مقامات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان کی جاتی ہے۔

اکثر مؤرخین کے بیان کے مطابق حضرت نوحؑ کا نسب نامہ دسویں پشت میں حضرت آدم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ امام حدیث ابن عساکر نے دنیا کی مجمل تاریخ اس طرح لکھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار دو سو برس کا فاصلہ ہوا اور نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ۱۱۴۲ سال کا اور حضرت ابراہیمؑ سے موسیٰ علیہ السلام تک ۵۶۵ سال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے داؤدؑ تک ۵۶۹ برس اور داؤدؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک ۱۳۵۶ سال اور حضرت عیسیٰؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ۶۰۰ سال کا فاصلہ گزرا ہے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ۴۲۳۲ سال کا فصل ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ۹۵۰ برس دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا اور طوفان کے ۶۰ سال بعد تک زندہ رہے۔ اس طرح کل عمر ۱۰۵۰ سال کی ہوئی۔ آپ کا مسکن دریائے دجلہ و فرات کا دوآبہ یعنی موجودہ عراق تھا۔ حدیث شریف میں حضرت نوح علیہ السلام کے لئے اول الرسل کا لفظ آیا ہے۔ آپ دنیا میں پہلے رسول تھے۔ آپ سے پہلے نبی ہوئے ہیں اور نبی اور رسول میں فرق یہ

ہے کہ نبی ہر صاحب وحی کو کہتے ہیں لیکن رسول کے لئے صاحب وحی ہونے کے ساتھ صاحب شریعت ہونا بھی ضروری ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر نا آشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خداوند قدوس کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے مطابق اس وقت بت پرستی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام ود۔ سواع۔ یعوق یغوث۔ نسر تھے لوگوں نے ان کی تصاویر بنالیں تا کہ ان کے احوال وعبادت وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ مدت کے بعد ان صورتوں کے مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی پرستش ہونے لگی۔ یہ بت ان ہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے بعد میں یہ بت عرب میں بھی آئے۔ سنت اللہ کے موافق ان کے رشد وہدایت کے لئے انہی میں سے ایک ہادی اور خدا کے سچے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ آپ نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور راہِ حق کی طرف پکارا لیکن قوم نے نہ مانا۔ نفرت اور حقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا اور جیسا کہ سورۂ مؤمنوں ١٨ویں پارہ میں بتلایا گیا بد بخت قوم نے آپ کی نصیحت قبول نہ کی اور وہی جواب دیا جو بعد میں آنے والی ہر گمراہ اور سرکش قوم نے اپنے پیغمبر کو دیا یعنی بولے کہ تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو۔ پھر تم ہی کو پیغمبری کے لئے یوں منتخب کیا گیا کیا خدا کے پاس فرشتے نہ تھے جو وہ نازل کر دیتا۔ تم یقیناً یہ ڈھونگ رچا کر ہم میں عظمت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ کیا ہم اپنے باپ دادا کے مسلک کو چھوڑ دیں؟ معلوم ہوتا ہے تم دیوانے ہو گئے ہو۔ غرض قوم نے آپ کی تکذیب وتحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ ہر قسم کی تذلیل وتوہین کے طریقوں کو حضرت نوح علیہ السلام پر آزمایا حضرت نوح علیہ السلام نے انتہائی کوشش کی کہ بد بخت قوم سمجھ جائے اور رحمتِ الٰہی کے آغوش میں آجائے مگر جس قدر اس جانب سے تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا اور آخر میں زچ ہو کر جیسا کہ سورۂ ہود میں بیان ہوا۔ کہنے لگے کہ اے نوح! بس اب یہ شب و روز کی جنگ وجدال اور روک ٹوک ختم کرو۔ بہت ہم سے جھگڑا کیا۔ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو وہ فوراً لے آؤ۔ بہر حال جب قوم کی ہدایت سے حضرت نوح علیہ السلام بالکل مایوس ہو گئے اور آپ نے قرآنی تصریح کے مطابق ساڑھے نو سو سال کی پیہم دعوت وتبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہ دیکھا تو سخت ملول اور پریشان خاطر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یہ دعا فرمائی جیسا کہ سورۂ نوح میں آیا ہے کہ اے پروردگار تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ۔ اگر آپ ان کو یونہی چھوڑ دیں گے تو یہ آپ کے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی نسل بھی انہی کی طرح نافرمان پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جو ایمان لے آئے ہیں بس وہ لے آئے اب ان میں سے کوئی اور ایمان لانے والا نہیں ہے پس ان کی حرکات پر آپ غم نہ کیجئے اب ان کی سرکشی کے نتیجہ میں ان کی ہلاکت کا وقت نزدیک آ گیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ وہ ایک کشتی تیار کریں تا کہ اسبابِ ظاہری کے اعتبار سے وہ اور مؤمنین اس عذاب سے محفوظ رہیں جو خدا کے نافرمانوں پر نازل ہونے والا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب حکمِ ربانی کے مطابق کشتی بنانی شروع کی تو کفار نے ہنسی اڑائی اور مذاق بنانا شروع کر دیا کہ خشک زمین پر پانی سے بچاؤ کی تدبیر ہو رہی ہے! حضرت نوح علیہ السلام فرماتے کہ آج تم ہمارے اس فعل کو احمقانہ سمجھ کر ہنس رہے ہو اور اپنی

جہالت سے بے خبر ہو اب وہ وقت دور نہیں کہ جب خدا کا عذاب نازل ہوگا اور ہم تمہاری رسوائی پر ہنسیں گے۔ آخر سفینہ نوح علیہ السلام بن کر تیار ہوگیا اور حسب الارشاد حضرت نوح علیہ السلام اپنے اہل وعیال ومؤمنین کی مختصر جماعت جس کی تعداد تقریباً چالیس نفر تھی۔ اور بعض روایات میں ۸۰ کی تعداد لکھی ہے جانوروں میں سے ہر ایک کا ایک جوڑا لے کر کشتی پر سوار ہوگئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا ''یام'' کشتی میں نہیں بیٹھا۔ آخر کار طوفان پوری تیزی کے ساتھ آ گیا، آسمان کو حکم ہوا کہ پانی برسنا شروع ہوا اور زمین کے چشموں کو حکم ہوا کہ وہ پوری طرح ابل پڑیں۔ خدا کے حکم سے جب یہ سب کچھ ہوتا رہا تو کشتی بھی اس کی حفاظت میں پانی پر ایک مدت تک محفوظ تیرتی رہی تا آنکہ منکرین ومعاندین غرق آب ہوگئے اور خدا تعالیٰ کے قانون جزائے اعمال کے مطابق اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ چنانچہ یہ سرکش قوم اپنی نافرمانی کی بنا پر ڈوب کر مری اور مرنے کے بعد نذر دوزخ کردی گئی۔ غرض جب حکم الٰہی سے عذاب ختم ہوا اور پانی آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہوگیا تو ساکنانِ کشتی نے دوسری بار امن وسلامتی کے ساتھ خدا کی سرزمین پر قدم رکھا اس بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کا لقب ابوالبشر ثانی یا آدمِ ثانی یعنی انسانوں کے دوسرے باپ مشہور ہوا۔ یہ ہے اس اجمالی واقعہ کی تفصیل جو یہاں ان آیات میں بیان ہوا ہے۔

نوح علیہ السلام کی دعاء کے مطابق روئے زمین پر ایک کافر نہ بچا سب ڈبو دیئے گئے۔ آگے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اور اس پوری امت مسلمہ کو اپنے رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری تابعداری اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور ہم سے جو کوتاہیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں اور اس پر ہماری گرفت نہ فرماویں۔ سرکش اور نافرمان قوموں کی خصلت اور اطوار سے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امتِ مسلمہ کو بچاویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا

اور داؤد اور سلیمان (علیہما السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں۔ اسکو چر گئیں اور ہم

لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۞ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ

اُس فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے۔ سو ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمانؑ کو دیدی۔ اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا۔ اور ہم نے

دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۞ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ

داؤدؑ کیساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے۔ اور ہم نے اُن کو زرہ کی صنعت تم لوگوں کے واسطے سکھلائی

لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۞

تاکہ وہ تم کو (لڑائی میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ سو تم شکر کرو گے بھی (یا نہیں)

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَدَاوٗدَ اور داؤدؑ | وَسُلَيْمٰنَ اور سلیمانؑ | اِذْ جب | يَحْكُمٰنِ فیصلہ کر رہے تھے | فِى الْحَرْثِ کھیتی کے بارہ میں | اِذْ جب | | |
| نَفَشَتْ رات میں چر گئیں | فِيْهِ اس میں | غَنَمُ الْقَوْمِ ایک قوم کی بکریاں | وَكُنَّا اور ہم تھے | لِحُكْمِهِمْ انکے فیصلے کے وقت | | | |
| شٰهِدِيْنَ موجود | فَفَهَّمْنٰهَا پس ہم نے اس کو فہم دی | سُلَيْمٰنَ سلیمانؑ | وَكُلًّا اور ہر ایک | اٰتَيْنَا ہم نے دیا | حُكْمًا حکم | وَّعِلْمًا اور علم | |
| وَّسَخَّرْنَا اور ہم نے مسخر کر دیا | مَعَ ساتھ۔کا | دَاوٗدَ داؤدؑ | الْجِبَالَ پہاڑ | يُسَبِّحْنَ وہ تسبیح کرتے تھے | وَالطَّيْرَ اور پرندے | وَكُنَّا اور ہم تھے | |
| فٰعِلِيْنَ کرنے والے | وَعَلَّمْنٰهُ اور ہم نے اسے سکھائی | صَنْعَةَ صنعتکاریگری | لَبُوْسٍ ایک لباس | لَّكُمْ تمہارے لئے | | | |
| لِتُحْصِنَكُمْ تاکہ وہ تمہیں بچائے | مِّنْ سے | بَاْسِكُمْ تمہاری لڑائی | فَهَلْ پس کیا | اَنْتُمْ تم | شٰكِرُوْنَ شکر کرنے والے | | |

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام اور ان کی نافرمان قوموں کا بیان ہوا تھا جس سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ پہلی اُمتوں نے اپنے انبیاء کو کیسی کیسی تکلیفیں دیں اور کس قدر مخالفت و سرکشی کی بالآخر نافرمانی کے وبال میں پکڑے گئے اور ہلاک کئے گئے۔ اب آگے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جس سے ایک بات تو بتلانی یہ مقصود معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم کی نسل میں ایسے جلیل القدر پیغمبر اور صاحب تخت و تاج پیدا ہوئے جن کی ظاہری شان و شوکت تمام بادشاہوں سے بڑھ کر اور دائرہ حکومت تمام سلاطین سے زیادہ وسیع تھا اور یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیکی اور خدا پرستی کا پھل تھا۔ دوسرے کفار قریش کو یہ بتلانا ہے کہ اپنی طاقت و دولت اور معمولی آسودگی پر نازاں نہ ہوں اور غرور و سرکشی سے باز آئیں۔ اس فانی دنیا پر ریجھنا اور غرور کرنا یہ کم حوصلہ اور کم ظرفوں کا کام ہے ورنہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام جیسوں کو دیکھو کہ کس قدر زبردست قوت و طاقت کے مالک تھے جن کی حکومت چرند پرند یہاں تک کہ ہوا اور جنات پر بھی تھی مگر کیسے منکسر المزاج، خدا پرست اور خدا ترس باانصاف اور اللہ کے فرمانبردار تھے۔ ان آیات میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ بکریوں کے ایک کھیت چر لینے کے فیصلہ سے متعلق ابتداء کی جاتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد

علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور یہ بھی نبی ہوئے ہیں۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت۔ قوت اور علم و حکمت عنایت فرمائے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بچپن ہی میں اس قدر غیر معمولی سمجھ کی باتیں کرتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جائیں۔ یہاں اس آیت میں جس کھیتی کے جھگڑے کے فیصلہ کا بیان ہے اس کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا ایک رات کسی چرواہے کی بے خبری سے اس کی بکریاں کسی شخص کے انگور کے کھیت میں جا پڑیں بکریوں نے انگور کی کونپلیں اور پتیاں کھا ڈالیں اور خوشے خراب کر ڈالے۔ صبح کو یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔ صاحب باغ نے استغاثہ دائر کیا اور مدعا علیہ نے اقرار کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے نقصان کا اندازہ لگایا تو اس قدر قیمت ہوئی جتنی بکریوں کی مالیت تھی۔ اس لئے آپ نے فیصلہ کیا کہ تاوان میں کل بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں۔ فریقین باہر آئے تو ان سے سلیمانؑ نے پوچھا کہ کیا فیصلہ ہوا ان لوگوں نے بیان کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ فریقین کے حق میں اس سے بہتر فیصلہ ہو سکتا تھا۔ یہ خبر حضرت داؤد علیہ السلام کو پہنچی۔ آپ نے حضرت سلیمان کو بلا کر پوچھا کہ اس سے بہتر اور کیا فیصلہ ہو سکتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ بکریاں باغ والے کو عارضاً دید یجئے اور چرواہے کو کہئے کہ انگوروں کی بیلوں کی خدمت کرے اور جتنے زمانہ میں بیلیں اپنی اصلی حالت میں آجائیں اتنے زمانہ تک تمام بکریاں باغ والے کے قبضہ میں رہیں اور وہ دودھ اور اون وغیرہ سے فائدہ اٹھائے جب کھیت اصلی حالت پر آجائے تو بکریاں چرواہے کو اور کھیت اس کے مالک کے سپرد کر دیا جائے۔ اس پر فریقین راضی ہو گئے اور داؤد علیہ السلام نے بھی اس فیصلہ کو پسند فرما کر اپنے گزشتہ فیصلہ سے رجوع فرما لیا۔

یہاں آیت میں آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ باپ اور بیٹے دونوں نے جو فیصلہ شرکائے مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا اور دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عطا فرمائی تھی لیکن اس معاملہ میں اصل گر کی بات اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دی کہ جس میں دونوں کی سہولت اور رعایت تھی۔ آگے حضرت داؤد علیہ السلام کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ بے انتہا خوش آواز تھے اس پر پیغمبرانہ تاثیر۔ آپ کی آواز سے انسان تو انسان پرندے اور پہاڑ بھی از خود رفتہ ہو جاتے۔ آپ جب زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تحمید کرتے تو پہاڑ اور پرند جانور بھی ہوا سے اتر کر آپ کے ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اس پر تعجب نہ کرو کہ پتھر اور جانور کیسے بولتے اور تسبیح پڑھتے ہوں گے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا تھا۔ بھلا اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے یہ باتیں کیا بعید سمجھی جا سکتی ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو مثل موم کے نرم کر دیا تھا اسے موڑ توڑ کر لوہے کی زرہ آپ ہاتھ سے بنا لیتے۔ لوہے کو تپانے اور گرم کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے لوگ پتھروں کی زرہ بناتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ہی نے سب سے پہلے لوہے کی زرہ بنائی تو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں کڑی دار زرہ کا بننا ایک نعمت عظیم تھی جو اپنے بدن کے بچاؤ کے لئے لڑائی میں استعمال ہوتی۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے داؤد علیہ السلام کے ذریعہ سے ایسی عجیب صنعت نکال دی۔ سوچو کہ تم اس قسم کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو۔

آگے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیات ذکر کی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ

اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کا زور کی ہوا کو تابع بنادیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف کو چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر چیز

شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ

کو جانتے ہیں اور بعضے شیطان ایسے تھے کہ سلیمانؑ کیلئے غوطہ لگاتے تھے اور وہ اَور اَور کام بھی اس کے علاوہ کیا کرتے تھے۔

ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

اور اُن کے سنبھالنے والے ہم تھے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَلِسُلَيْمٰنَ اور سلیمانؑ کیلئے | الرِّيْحَ ہوا | عَاصِفَةً تیز چلنے والی | تَجْرِيْ چلتی | بِاَمْرِهٖٓ اس کے حکم سے | اِلَى طرف | الْاَرْضِ سرزمین |
| الَّتِيْ بٰرَكْنَا جس کو ہم نے برکت دی ہے | فِيْهَا اس میں | وَكُنَّا اور ہم ہیں | بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے | عٰلِمِيْنَ جاننے والے | وَ اور |
| مِنَ سے | الشَّيٰطِيْنِ شیطان | مَنْ يَّغُوْصُوْنَ جو غوطہ لگاتے تھے | لَهٗ اس کیلئے | وَيَعْمَلُوْنَ اور کرتے تھے وہ | عَمَلًا کام |
| دُوْنَ ذٰلِكَ اسکے سوا | وَكُنَّا اور ہم تھے | لَهُمْ ان کیلئے | حٰفِظِيْنَ سنبھالنے والے | | |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر بھی ہوا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اس لئے آپ کا نسب بھی حضرت یعقوبؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر سولہ جگہ آتا ہے۔ ان میں سے چند جگہ کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر آیا ہے اور اکثر جگہ مختصر طور پر ان انعامات اور فضل وکرم کا تذکرہ ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے آپ پر اور آپ کے والد حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام میں ذہانت اور ذکاوت اور فصل مقدمات میں اصابت رائے کا کمال بچپن ہی سے ودیعت کردیا تھا چنانچہ آپ کے بچپن کا بکریوں کے مقدمہ کا واقعہ جو گزشتہ آیات میں قرآن پاک میں کیا جاچکا ہے اس کی ایک مثال ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری شریف میں ایک دوسرا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دو عورتیں ساتھ ساتھ سفر کررہی تھیں اور دونوں کے ساتھ ان کے شیر خوار بچے بھی تھے۔ راہ میں ایک عورت کے بچہ کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا اور جو بچہ باقی رہا دونوں عورتیں اس کے لئے آپس میں جھگڑا کرنے لگیں۔ دونوں کا دعویٰ تھا کہ یہ بچہ میرا ہے اور دوسری کا بچہ بھیڑیا لے گیا۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو آپ نے مقدمہ کی روئیداد سن کر بڑی کے حق میں فیصلہ دیا اس لئے کہ بظاہر بچہ بڑی کے قبضہ میں تھا اور چھوٹی اس کے قبضہ کے خلاف گواہ نہ پیش کرسکی۔ جب عورتیں واپس ہوکر حضرت سلیمان کے پاس سے گزریں تو آپ نے ان کے قضیہ کی تفصیل دریافت فرمائی اور سن کر حکم دیا کہ ایک چھری لائی جائے اور اس بچہ کے دو ٹکڑے کرکے ایک بڑی کو اور ایک چھوٹی کو دے دیا جائے۔ بڑی یہ سن کر خاموش رہی مگر چھوٹی یہ فیصلہ سن کر شور وغوغا کرنے لگی کہ خدارا اس بچہ کے دو ٹکڑے نہ کیجئے میں بڑی کے حق میں دستبردار ہوتی ہوں۔ اس وقت سب کو یہ یقین ہوگیا کہ یہ بچہ چھوٹی کا ہے اور بڑی جھوٹا دعویٰ کرتی ہے۔ لہٰذا بچہ چھوٹی کے حوالہ کردیا گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس جوہر کو حضرت داؤد علیہ السلام نے پہچان لیا تھا اس لئے بچپن ہی سے آپ کو امور سلطنت میں شریک کار رکھتے خصوصاً فصل مقدمات میں آپ سے ضرور مشورہ فرمالیا کرتے تھے۔ مورخین کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سن رشد کو پہنچ چکے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت وحکومت دونوں میں داؤد علیہ السلام کا جانشین بنادیا اور اس طرح فیضانِ نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی آپ کے قبضہ میں آ گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بعض خصوصیات اور امتیازات سے نوازا اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو آپ کی زندگی مبارک کا طغرائے امتیاز ہیں۔ علاوہ دیگر خصوصیات کے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دو خصوصیات کا اجمالاً ذکر فرمایا ہے۔ ایک تسخیر ریاح یعنی ہوا کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حکم کا تابع بنادیا تھا۔ اس شرف کے متعلق قرآن کریم نے بتلایا کہ ہوا آپ کے حکم کے اس طرح تابع تھی کہ شدید اور تیز وتند ہونے کے باوجود آپ کے حکم سے نرم اور آہستہ روی کے باعث راحت ہوجاتی تھی اور اس نرم رفتاری کے باوجود اس کی تیز روی کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا صبح وشام کا جدا جدا سفر ایک شہسوار کی مسلسل ایک ماہ کی رفتار مسافت کے مساوی ہوتا تھا گویا تخت سلیمانی انجن اور مشین جیسے اسباب ظاہر سے بالاتر صرف خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک بہت تیز رفتار ہوائی جہاز سے بھی زیادہ تیز ہوا کے کاندھے پر اڑا چلا جاتا تھا۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے تعجب ہے کہ آج عجیب وغریب ہوائی جہازوں کے زمانہ میں بھی بہت سے زائغین اس قسم کے واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یورپ جو کام اسٹیم اور الیکٹرک سے کرسکتا ہے خدا تعالیٰ ایک پیغمبر کی خاطر اپنی قدرت سے نہیں کرسکتا۔

دوسری خصوصیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ بیان فرمائی کہ ان کے زیر نگیں صرف انسان ہی نہ تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے۔ جنات جن میں کافر ومسلم دونوں ہوتے ہیں سب آپ کے مسخر تھے آپ کے حکم سے سمندروں میں غوطہ مار کر موتی نکال کر لاتے اور بڑے بڑے مشکل اور سخت کام انجام دیتے اور کسی طرح حکم سلیمانی سے سرتابی نہ کرسکتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایسے عظیم الشان احسانات کئے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت وثروت کے صرف و خرچ داد و دہش اور روک کر رکھنے میں تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت وحکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے امانت الٰہی سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت داؤد علیہ السلام شاہی اور شہنشاہی کے باوجود سلطنت و مملکت کے مالیہ سے ایک حبہ بھی نہیں لیتے تھے اور اپنا اور اہل و عیال کے معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اسی کو ذریعہ معاش بناتے تھے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس وصف کو بخاری شریف کی ایک حدیث صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ سراہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کماتے تھے۔ غرض کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ ان کی حکومت انسانوں کے

علاوہ جنات اور حیوانات اور ہوا پر بھی تھی اور یہ سب بحکمِ خدا آپ کے تابع اور مطیع تھے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے بخاری شریف کی ایک حدیث نقل کی جاتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا گزشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اس کو دیکھ سکو مگر اس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ۔ یہ یاد آتے ہی میں نے اس سرکش جن کو ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔

محدثین نے اس حدیث کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کل انبیاء و رسل کے خصائص و امتیاز جمع کر دیئے تھے اس لئے تسخیر جنات پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت حاصل تھی لیکن جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اختصاص کو اپنا طغرائے امتیاز قرار دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ کا مظاہرہ مناسب نہ سمجھا۔

ان آیات کے اخیر میں وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ فرما کر حق تعالیٰ نے جتلا دیا کہ گو وہ جن بڑے سرکش اور شریر تھے مگر ان کے سنبھالنے والے ہم تھے اس لئے وہ چوں نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے اپنے اقتدار کامل سے ان شیاطین یعنی کافر جنات کو سلیمانؑ کی قید میں اسطرح تھام رکھا تھا کہ جو چاہتے ان سے بیگار لیتے اور وہ کوئی ضرر سلیمانؑ کو نہیں پہنچا سکتے تھے ورنہ آدمی کی کیا بساط ہے کہ ایسی مخلوق کو اپنے قبضہ میں کر لے اور زنجیر میں جکڑ کر رکھ چھوڑے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بعض خصوصیات بیان فرما کر حق تعالیٰ اپنی قدرت و اقتدار کامل کا اظہار فرما رہے ہیں در پردہ جس سے مقصود توحید اور اپنی شانِ معبودیت کا جتلانا ہے۔ اب آگے حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی معرفت اور یقین ہم کو بھی عطا فرمادیں۔ اور ان انبیائے کرام کے واقعات سے ہمارے دلوں میں نور ایمان پیدا فرمادیں۔ یا اللہ آپ کے انعامات اور احسانات جو ہم پر شب و روز بارش کی طرح برس رہے ہیں ان نعمتوں کا ہم کو قدردان اور شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اس حالت پر موت نصیب فرمایئے۔ یا اللہ! سرکش شیاطین و جنات سب آپ کی قدرت و طاقت کے آگے مسخر ہیں اور آپ کی مشیت کے خلاف چوں نہیں کر سکتے۔ یا اللہ! ہمارے دین و ایمان کی حفاظت اور ہمارے جان و مال کی حفاظت شریر جنات و انسان و شیاطین سب سے فرمایئے اور ہمیں اپنی مرضیات پر اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

اور ایوبؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ اُنہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔ سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کی

فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

اور اُن کو جو تکلیف تھی اُسکو دور کردیا اور ہم نے اُن کو اُن کا کنبہ عطا فرمایا اور اُن کے ساتھ اُن کے برابر اور بھی اپنی رحمتِ خاصہ کے سبب سے اور عبادت کرنے والوں کیلئے

وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝

یادگار رہنے کے سبب سے عطا فرمائے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | اَيُّوْبَ ایوبؑ | اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا | رَبَّهٗ اپنا رب | اَنِّىْ کہ میں | مَسَّنِىَ مجھے پہنچی ہے | الضُّرُّ تکلیف | وَاَنْتَ اور تو |
| اَرْحَمُ سب سے بڑا رحم کرنیوالا | الرّٰحِمِيْنَ رحم کرنے والے | فَاسْتَجَبْنَا تو ہم نے قبول کرلی | لَهٗ اس کی | فَكَشَفْنَا پس ہم نے کھول دی | | | |
| مَا جو | بِهٖ اس کو | مِنْ ضُرٍّ تکلیف | وَّاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے دیئے اسے | اَهْلَهٗ اسکے گھروالے | وَمِثْلَهُمْ اور ان جیسے | مَّعَهُمْ انکے ساتھ | |
| رَحْمَةً رحمت فرماکر | مِّنْ سے | عِنْدِنَا اپنے پاس | وَذِكْرٰى اور نصیحت | لِلْعٰبِدِيْنَ عبادت کرنے والوں کیلئے | | | |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اب ان کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر چار سورتوں میں آیا ہے۔ سورۂ نساء اور سورۂ انعام میں تو فقط انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں آپ کا نام مذکور ہے۔ موجودہ سورۂ انبیاء اور ۲۳ ویں پارہ میں سورۂ ص میں مجملاً تذکرہ فرمایا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ آپ پر امتحان و آزمائش کا ایک سخت وقت آیا اور بلایا و مصائب نے چہار جانب سے آپ کو گھیر لیا مگر صبر و ضبط۔ استقلال و استقامت اور صبر و شکر کے ماسوا ایک حرف شکایت زبان پر کبھی نہیں لائے۔ آخر کار خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا اور مصائب کے بادل دور کر کے فضل و عطا سے مالا مال کر دیا۔ بندگانِ خدا میں سے جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ جس قدر تقرب حاصل ہوتا ہے اسی نسبت سے وہ بلایا اور مصائب کی بھٹی میں تپایا جاتا ہے اور جب وہ ان کے پیش آنے پر صبر و استقامت سے کام لیتا ہے تو وہی مصائب اس کے درجات تقرب کی رفعت اور بلندی کے سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصائب میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے اس کے بعد صلحاء کا اور پھر حسب مراتب و درجات۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان اپنے دین کے درجات کے مناسب آزمایا جاتا ہے پس اگر اس کے دین میں پختگی اور مضبوطی ہے تو وہ مصیبت کی آزمائش میں بھی دوسروں سے زیادہ ہوگا۔

مصیبت و بلا، رنج و غم اور عسرت و تنگ حالی میں رضا بقضا رہ کر صبر و استقامت پر قائم رہنا کٹھن ہے اس لئے جب کوئی خدا کا نیک بندہ شدت و سختی میں صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر و شکر کا مسلسل مظاہرہ کرتا رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آجاتی ہے اور اس پر فضل و کرم کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ غیر متوقع طور پر افضال و اکرام الٰہی سے

نوازا جاتا ہے اور دین و دنیا دونوں جہان کی کامرانی کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال اس کے لئے ایک روشن شہادت ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا سلسلۂ نسب اکثر مورخین کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور آپ کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کے زمانہ کے درمیان ہونا بتلایا گیا ہے۔ مختصراً صحیح روایات کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح آسودہ اور خوش حال رکھا تھا۔ مویشی۔ باغات، کھیتیاں، کوٹھیاں، زمینیں، لونڈیاں، غلام اولاد صالح وغیرہ سب کچھ مرضی کے موافق عطا کئے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام بڑے شکر گزار اللہ کے نبی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔ بحکم الٰہی چند ہی روز میں تمام اولاد مرگئی۔ کوئی ڈوبا۔ کوئی مکان کے نیچے دب گیا کوئی کسی مرض سے ختم ہوگیا۔ تمام جانور، گھوڑے۔ اونٹ، بھینس، گائے، بکریاں وغیرہ سب مر گئے۔ کھیتیاں اور باغات جل گئیں اور اجڑ گئیں۔ مکانات گر پڑے۔ تمام سونا چاندی تلف ہوگیا۔ لیکن حضرت ایوبؑ برابر صبر کے ساتھ شکر کرتے رہے۔ مصائب کا اس پر بھی خاتمہ نہ ہوا۔ خود بیمار پڑ گئے۔ اور سخت جسمانی اذیت و تکلیف میں مبتلا ہوگئے۔ شہر کے باہر ایک جھونپڑی میں جاکر پڑ گئے لیکن صبر و شکر سے کسی وقت اور کسی حال میں بھی غافل نہ رہے۔ آپ کے ساتھ ایک بیوی رفیق رہ گئیں جو آپ کی خدمت کرتیں اور محنت و کام کاج کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔ مدتوں تک آپ ان بلاؤں اور مصائب میں گرفتار رہے۔ ایک قول میں ہے کہ آپ ۱۸ برس مصائب میں مبتلا رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ تیرہ سال اور ایک روایت میں ہے کہ سات سال اور چند ماہ آپ کے مصائب کا زمانہ رہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لکھا ہے کہ جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی، اہل وعیال مر گئے۔ مال فنا ہوگیا۔ کوئی چیز ہاتھ میں باقی نہ رہی تو آپ ذکر خدا میں اور بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے مال دیا۔ اولاد دی اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو فارغ کردیا۔ اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا۔ آپ کی دعاؤں میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خدایا تو نے جب مجھے تونگر اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور وتکبر کیا۔ نہ کبھی کسی پر ظلم وستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار رہتا اور میں راتوں کو تیری عبادت و بندگی میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو آرام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ تیری رضامندی کی طلب میں اپنے راحت وآرام کو ترک کردیا کرتا تھا۔

غرض کہ مدتوں آپ بلاؤں میں مبتلا رہے جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کے طعن وتشنیع حد سے گزر گئے بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہوسکتی تھی تو آپ بہت بے چین اور مضطرب ہوتے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سربسجود ہوکر دعا گو ہوئے اور مصائب کے دور ہونے کی دعا کی۔ رب کو اس طرح پکارتا تھا کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا۔ خدائے ذوالجلال نے پھر پہلا سا مال ومنال دے دیا۔ نئی اولاد بھی پہلے سے زائد ہوگئی۔ زمین سے چشمہ نکالا اس سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوگئے۔ آن کی آن میں سارا مرض جاتا رہا اور سب طرح درست ہوگئے۔ امام بخاریؒ

نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام ایک مرتبہ غسل فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں۔ ایوب علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو مٹھی بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو پکارا۔ ایوب! کیا ہم نے تم کو دھن دولت دے کر غنی نہیں بنادیا؟ پھر یہ کیا؟ ایوب علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار یہ صحیح اور درست ہے مگر تیری نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پرواہو سکتا ہے۔

ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

یہاں آیت میں ایوب علیہ السلام کو انتہائی آزمائش و تکالیف کے بعد تندرستی اولاد و اموال عطا کرنے میں دو مصلحتیں حق تعالیٰ نے بیان فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ ایوب علیہ السلام کی حالت قابل رحم ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رحمت نازل کی۔ دوسرے یہ کہ تمام عبادت اور بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہوگئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں سخت اور براوقت آئے تو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کرنا اور استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہئے خواہ کتنے ہی مصائب کا ہجوم ہو اللہ سے منہ نہ موڑیں اور مرکزِ توجہ ذات الٰہی ہی کو سمجھتا رہے۔ حق تعالیٰ اس پر نظر عنایت فرمائے گا۔ ان آیات اور حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ مایوسی اور ناامیدی کفر کا شیوہ ہے۔ عیش و راحت میں تواضع و شکر اور رنج و مصیبت میں ضبط و صبر دو ایسی بیش بہا نعمتیں ہیں کہ جس کو یہ نصیب ہو جائیں وہ دین و دنیا میں کبھی ناکام نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہر حال میں اس کی رفیق رہتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبت اور بلا محض گناہوں کی پاداش ہی میں وجود پذیر نہیں ہوتی بلکہ کبھی آزمائش اور امتحان بھی بن کر آتی ہے اور انبیاء و صالحین و متقین، صابرین و شاکرین کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت ہوا کرتی ہے اس لئے ہر کسی کو ابتلاء میں دیکھ کر یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کی پکڑ اور گناہوں کی سزا میں گرفتار ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ جو آج کی آیات میں آئی ہے اس کے متعلق حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب اعمالِ قرآنی میں لکھا ہے کہ یہ دعا بلا، مصیبت اور تکلیف کے وقت ورد کرے تو انشاءاللہ تعالیٰ نجات ہوگی۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ راحت و آرام میں ہم کو تواضع و شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور رنج و غم میں تحمل و ضبط و صبر کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہر حال میں آپ اپنا صابر۔ شاکر و ذاکر بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپکی نصرت و حمایت و عنایت و کرم و توجہ ہر آن ہمارے ساتھ ہو۔ اے اللہ! ہم ضعیف و کمزور ہیں ہم کسی آزمائش و ابتلا کے لائق نہیں، یا اللہ اپنی رحمت کرم و فضل سے ہماری ہر مشکل کو آسان فرما دیجئے۔ یا اللہ امت مسلمہ پر اس وقت جہاں جہاں مصائب کے بادل چھائے ہوئے ہیں ان پر رحم و کرم کی نظر فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ

اور اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے۔سب ثابت قدم رہنے والے بندوں میں سے تھے۔اور ہم نے اُن کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا۔

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

بے شک یہ کمال صلاحیت والوں میں تھے۔

| وَاِسْمٰعِيْلَ اور اسمٰعیل | وَاِدْرِيْسَ اور ادریس | وَذَا الْكِفْلِ اور ذوالکفل | كُلٌّ یہ سب | مِّنَ سے | الصّٰبِرِيْنَ صبر کرنے والے | وَ اور |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اَدْخَلْنٰهُمْ ہم نے داخل کیا انہیں | فِيْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں | اِنَّهُمْ بیشک وہ | مِّنَ سے | الصّٰلِحِيْنَ نیکوکار | | |

تفسیر و تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ۔ حضرت ادریسؑ اور حضرت ذالکفل علیہم السلام کا اجمالاً ذکر فرمایا ہے کہ ہر ایک ان میں سے صابر تھا۔ان پر بھی دنیا میں بڑی بڑی تکلیفیں نازل ہوئیں۔بالآخر ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا اور بلاشبہ یہ صالحین اور اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور جو حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ ذکر فرمایا گیا ہے۔ نیز احادیث میں بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق طویل روایات موجود ہیں۔صحیح روایات کے مطابق مختصر حال حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا اس طرح پر ہے کہ بحکم الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور آپ کے شیرخوار بچہ اسمٰعیل کو حجاز میں جہاں آج خانہ کعبہ ہے جو اس وقت ایک چٹیل سنسان ریگستان ویران اور غیر آباد جگہ تھی جہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا لاکر چھوڑ دیا۔ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک تھیلی کھجور بھی ان کے پاس چھوڑ دیں اور منہ پھیر کر چلنے لگے۔حضرت ہاجرہ پیچھے پیچھے یہ کہتی ہوئی چلیں کہ آپ ہم کو ایسی وادی میں چھوڑ کر کہاں چلے جہاں نہ آدمی ہے نہ آدم زاد اور نہ کوئی مونس نہ غم خوار مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش چلے جا رہے تھے۔آخر حضرت ہاجرہ نے دریافت کیا۔کیا خدا نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ خدا کے حکم سے ہے۔حضرت ہاجرہ نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں۔اگر یہ خدا کا حکم ہے تو بلاشبہ وہ ہم کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا اور پھر واپس لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔حضرت ہاجرہ چند روز تک مشکیزہ سے پانی اور تھیلی سے کھجوریں کھاتی اور اسمٰعیل کو دودھ پلاتی رہیں۔لیکن وہ وقت بھی آگیا کہ پانی رہا نہ کھجوریں۔چونکہ وہ بھوکی پیاسی تھیں اس لئے دودھ بھی نہ اترتا تھا اور بچہ بھی بھوکا پیاسا رہا۔جب حالت دگرگوں ہونے لگی اور بچہ بیتاب ہونے لگا تو حضرت ہاجرہ اسمٰعیل کو چھوڑ کر دور جا بیٹھیں تاکہ بچہ کی حالت زار اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں۔پھر مضطرب اور بے چین ہوکر قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آجائے یا پانی نظر آجائے۔پھر بچہ کی محبت میں دوڑ کر وادی میں آگئیں اس کے بعد دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں۔اور وہاں بھی جب کچھ نظر نہ آیا تو پھر تیزی سے لوٹ کر وادی میں بچہ کے پاس آگئیں اور اس طرح سات مرتبہ کیا۔حضرت ہاجرہؓ کی اس دوڑ دھوپ کی یادگار وہ سعی بین الصفا والمروہ ہے جو حج اور عمرہ میں لوگ کرتے ہیں۔آخر میں جب حضرت ہاجرہ مروہ پر تھیں تو کانوں میں ایک آواز آئی۔چونکیں اور دل میں کہنے لگیں کہ کوئی پکارتا ہے۔کان لگایا تو پھر آواز آئی حضرت ہاجرہ کہنے لگیں اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ تمہاری آواز سن لی گئی۔دیکھا تو خدا کا فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔فرشتہ نے اپنا پیر یا ایڑی اس جگہ ماری جہاں آب زمزم کا کنواں ہے۔اس جگہ سے پانی ابلنے لگا۔حضرت ہاجرہ نے پانی کو منتشر ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے پانی کے چاروں طرف مٹی کی باڑ بنانے لگیں اور فرمایا زم زم یعنی اے پانی ٹھہر۔اے پانی ٹھہر۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اُم اسمٰعیل پر رحم کرے اگر وہ زم زم کو اس طرح نہ روکتیں اور اس کے چار

جانب باڑھ لگا تیں تو وہ ایک موجزن دریا بن جاتا۔

الغرض حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور پھر اسمٰعیل کو دودھ پلایا۔ پھر قدرت نے اس ویران اور غیر آباد جگہ میں آبادی کا انتظام فرمایا اور حضرت اسمٰعیل یہیں رہ کر جوان ہوئے اور اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ جب خانہ کعبہ تیار ہو چکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تین شب مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم تم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کرو۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب چونکہ وحی الٰہی ہوتا ہے اس لئے فوراً تعمیل کے لئے تیار ہو گئے مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا اس لئے خواب اور خدا کا حکم حضرت اسمٰعیل کو سنایا اور بیٹے کی مرضی معلوم کی۔ حضرت اسمٰعیل نے بلا پس و پیش فوراً اپنی جان قربان ہونے کے لئے پیش کر دی۔ چنانچہ باپ بیٹے اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے جنگل روانہ ہو گئے اور اس وقت جہاں منیٰ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل کو پیشانی کے بل لٹا کر چھری تیز کر کے ذبح کرنا شروع کیا کہ فوراً اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیمؑ تم نے اپنا خواب سچا کر دکھلایا۔ بیشک یہ بہت سخت امتحان تھا اب بیٹے کو چھوڑ و اور پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلہ میں ذبح کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذوالحجہ کی دس۔ گیارہ۔ بارہ تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر جب ۱۳۶ سال کی ہوئی تو آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی اولاد اور نسل کا سلسلہ حجاز، شام، عراق، فلسطین اور مصر تک پھیل گیا تھا۔ عرب مورخین کا کہنا ہے کہ آپ اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ بیت اللہ کے قریب حرم کے اندر مدفون ہیں۔

یہاں آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے ایک سورۂ مریم سولہویں پارہ میں اور ایک موجودہ سورۂ انبیاء کی اس آیت میں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے نام و نسب اور زمانہ کے متعلق مورخین میں سخت اختلاف ہے۔ قرآن کریم نے اپنے مقصد رشد و ہدایت کے پیش نظر تاریخی بحث سے ہٹ کر صرف آپ کی نبوت اور صفات عالیہ کا ذکر فرمایا ہے اور آپ کے صبر و رضا کی تحسین فرمائی گئی ہے۔ آپ پر اللہ کی رحمتوں کے نزول کا ذکر ہے اور آپ کی پاکیزگی اور پرہیزگاری اور سیرت باصفا کی تعریف و توصیف فرمائی گئی ہے۔ آپ کے زمانہ کے متعلق علمائے محققین کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں گزرے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملنا بیان کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں علم نجوم علم حکمت، علم ریاضی، فن کتابت، ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا اول اول آپ نے شروع کیا۔ احادیث میں مروی ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سورۂ مریم کی آیت ورفعنه مكانا عليا اور اٹھالیا ہم نے ان کو ایک اونچے مکان پر اس کی تشریح میں بعض علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے اور وہیں آپ کی روح قبض ہوئی، اس آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ حضرت ذوالکفل کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر صرف دو جگہ ایک موجودہ سورۂ انبیاء اور دوسرے سورۂ ص ۲۳ ویں پارہ میں فرمایا گیا ہے۔ دونوں جگہ صرف دوسرے انبیائے کرام کے ساتھ آپ کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ امام طبریؒ نے آپ کو حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتایا ہے اور لکھا ہے کہ کسی شخص کی ضمانت محض اللہ واسطے کر لی تھی جس کی پاداش میں ان کو کئی برس کی قید کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے بھی اس روایت کو اختیار کیا ہے۔ آگے اس کے بعد حضرت یونسؑ کا قصہ ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ

اور مچھلی والے (پیغمبر) کا تذکرہ کیجئے جبکہ وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر چل دیئے اور اُنہوں نے یہ سمجھا کہ ہم اُن پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے پس اُنہوں نے اندھیروں میں پکارا

اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ

کہ (الٰہی) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ پاک ہیں میں بے شک قصور وار ہوں۔ سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کی اور اُن کو اس گھٹن سے نجات دی

وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

اور ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | ذَا النُّوْنِ ذوالنون مچھلی والا | اِذْ جب | ذَهَبَ چلا وہ | مُغَاضِبًا غصہ میں بھر کر | فَظَنَّ پس گمان کیا اس نے | اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ کہ ہم ہر گز تنگی نہ کریں گے |
| عَلَيْهِ اس پر | فَنَادٰى تو اس نے پکارا | فِى الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں | اَنْ لَّآ کہ نہیں | اِلٰهَ کوئی معبود | اِلَّآ اَنْتَ تیرے سوا | سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے |
| اِنِّىْ بیشک میں | كُنْتُ میں تھا | مِنَ سے | الظّٰلِمِيْنَ ظالم | فَاسْتَجَبْنَا پھر ہم نے قبول کر لی | لَهٗ اس کی | وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے نجات دی |
| | مِنَ الْغَمِّ غم سے | وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | نُنْجِى ہم نجات دیتے ہیں | الْمُؤْمِنِيْنَ مومن | - | |

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں حضرت اسمٰعیل۔ حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب ان آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر چھ سورتوں میں فرمایا گیا ہے۔ سورۃ النساء۔ سورۃ انعام۔ سورۃ یونس۔ سورۃ الصافات۔ سورۃ الانبیاء۔ سورۃ القلم ان میں سے پہلی چار سورتوں میں نام مذکور ہے اور دو آخری سورتوں میں ذوالنون اور صاحب الحوت یعنی مچھلی والا کہہ کر صفت کا اظہار کیا گیا۔ نون مچھلی کو کہتے ہیں اور حوت بھی مچھلی ہی کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ پر مچھلی کا حادثہ گزرا تھا اس لئے مچھلی والا یعنی ذالنون یا صاحب الحوت آپ کا لقب ہوا۔

قرآنی آیات کی روشنی میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر سرفراز فرما کر اہل نینوا جو موصل کے پاس ہے ان کی ہدایت کے لئے مامور کیا۔ یونس علیہ السلام ایک عرصہ تک ان کو تبلیغ فرماتے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر اہل نینوا نے اعلانِ حق پر کان نہ دھرا اور اپنے کفر و شرک پر جمے رہے۔ گزشتہ نافرمان قوموں کی طرح خدا کے سچے پیغمبر کی دعوتِ حق کا ٹھٹھا کرتے اور مذاق اڑاتے رہے، مسلسل اور پیہم مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہو گئے اور ان کو عذاب الٰہی کی بد دعا دے کر غصہ میں بھرے ہوئے ان کے درمیان سے چلے گئے۔

شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا قوم سے ناخوش ہو کر ان کے درمیان سے چلے جانا یہ ایک قسم کی ہجرت تھی کہ جب کافروں کے ایمان سے ناامید ہوئے تو ناراض ہو کر ان کے درمیان سے چلے گئے اور ان کا یہ غصہ اپنی وجہ سے نہ تھا بلکہ خدائے عزوجل کی نافرمانی کی وجہ سے تھا اور یہ غصہ اگرچہ حق اور درست تھا مگر چونکہ آپ کا بستی سے نکل جانا بدوں حکم الٰہی کے تھا اس لئے آپ کا یہ چلا جانا باعثِ عتاب ہوا کہ آپ کو اس بارہ میں وحی اور حکم الٰہی کا انتظار کرنا چاہئے تھا۔ الغرض جب آپ بستی سے نکل کر دریائے فرات کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا۔ حضرت یونس علیہ السلام بھی کشتی میں سوار ہو گئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا۔ اب کشتی چلی تو

طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آ گھیرا۔ جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق ہونے کا یقین ہونے لگا تو وہ اپنے عقیدہ کے مطابق کہنے لگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا نجات مشکل ہے۔ یونس علیہ السلام نے یہ سنا تو آپ کو تنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینوا سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا اور یہ میری آزمائش کے آثار ہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے اہل کشتی سے فرمایا۔ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ مجھ کو کشتی سے باہر پھینک دو مگر ملاح اور اہل کشتی نے ایسا کرنے سے انکار کیا اور آپس میں طے کیا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا یونسؑ خود دریا میں کود پڑے۔ اسی وقت خدائے تعالیٰ کے حکم سے آپ کو ایک مچھلی نے نگل لیا جس کو حکم تھا کہ صرف نگل لینے کی اجازت ہے۔ یہ تیری غذا نہیں ہیں بلکہ تیرا پیٹ ان کا قید خانہ، حفاظت خانہ یا عبادت خانہ ہے۔

یونس علیہ السلام نے جب خود کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ پایا تو درگاہِ الٰہی میں اپنی اس ندامت کا اظہار کیا کہ کیوں وہ وحی الٰہی کا انتظار کئے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر قوم سے ناراض ہو کر نینوی سے نکل آئے اور عفوِ تقصیر کے لئے بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا گو ہوئے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہی یکتا ہے۔ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ بے شبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں۔ میں اپنی خطا کا اعتراف کرتا ہوں کہ بیشک میں نے جلدی کی کہ تیرے حکم کا انتظار کئے بغیر بستی والوں کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے اور یہی تسبیح پڑھتے رہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی دعا کو سنا اور قبول فرمایا مچھلی کو حکم ہوا کہ وہ یونسؑ کو اگل دے چنانچہ مچھلی نے ساحل پر یونس علیہ السلام کو اگل دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم ایسا ہو گیا تھا جیسے کہ کسی پرندہ کا پیدا شدہ بچہ، کہ جس کا جسم بے حد نرم ہوتا ہے اور اس پر پَر وغیرہ نہیں ہوتے۔ غرض یونس علیہ السلام بہت نحیف و ناتواں حالت میں خشکی پر ڈال دیئے گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آپ کے لئے ایک بیلدار درخت اگا دیا جس کے سایہ میں حضرت یونس علیہ السلام رہنے لگے۔ ادھر یونسؑ کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا۔ ادھر اہل نینوی کو یونس علیہ السلام کے بستی سے چلے جانے کے بعد گمان ہوا کہ نبی کی بد دعا خالی نہیں جائے گی اور انہوں نے عذاب کے کچھ آثار بھی محسوس کئے۔ اب ان کو یقین ہو گیا کہ وہ ضرور خدا کے سچے پیغمبر تھے اور اب ہماری ہلاکت یقینی ہے تب ہی تو یونس ہم سے جدا ہو گئے۔ یہ سوچ کر فوراً بادشاہ سے لے کر رعایا تک سب کے دل خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے لگے تاکہ ان کی تصدیق کریں اور ان پر ایمان لائیں۔ ساتھ ہی تمام بستی والوں نے سچی توبہ کی۔ بت توڑ ڈالے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ و استغفار کرنے کے لئے آبادی سے باہر عورتوں، بچوں اور جانوروں سمیت میدان میں آ کر سب نے گریہ وزاری اور رونا چلانا شروع کیا۔ بچے اور مائیں۔ آدمی اور جانور سب شور مچا رہے تھے۔ تمام قوم نے متفقہ آواز سے یہ اقرار کیا۔ ربنا امنا بما جآء بہ یونس۔ پروردگار، یونس جو تیرا پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔" آخر کار حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ان کو دولتِ ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب سے محفوظ کر دیا۔ تمام گزشتہ اقوام میں سے صرف قوم حضرت یونس علیہ السلام کی ایک مثال ایسی ہے جس نے آثار عذاب دیکھ کر عذاب آنے سے قبل ایمان کو قبول کر لیا اور خدا کی درگاہ میں توبہ کر کے عذابِ الٰہی سے محفوظ ہو گئی۔

بالآخر حضرت یونس علیہ السلام کو اب دوبارہ حکم خداوندی ہوا کہ وہ نینوی جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی کریں تاکہ خدا

13

کی اس قدر کثیر مخلوق ان کے فیض سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس حکم کا امتثال کیا اور نینویٰ میں واپس تشریف لائے۔ قوم نے جب ان کو دیکھا تو بے حد مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور ان کی رہنمائی میں دین و دنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی۔ یہ ہے حضرت ذوالنون یونس علیہ السلام کے واقعہ کی ترتیب جس کا ذکر یہاں ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے مذکورہ واقعہ سے متعلق اکثر مفسرین نے ایک ضروری تنبیہ یہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ انبیاء ومرسلین کے ساتھ عوام وخواص سے بالکل جدا رہا ہے۔ جو بات عوام وخواص اور صالحین کے حق میں معمولی اور قابل نظر انداز سمجھی جاتی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں گرفت اور مواخذہ کا باعث ہو جاتی ہے اور اس بنا پر اگر انبیاء کرام سے معمولی سی لغزش بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت سخت پیرایہ میں ادا کرتے ہیں تاکہ وہ یہ محسوس کریں کہ اتنے بڑے ہو کر ایسی چھوٹی سی فروگذاشت بھی کیوں کرتے ہیں۔ تو چونکہ انبیاء کی شان اس قدر رفیع اور خدائے قدوس کے ہاں اس درجہ بلند ہے کہ معمولی سے معمولی لغزش بھی ان کی شان کے نامناسب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مواخذہ فرماتے ہیں، مگر ساتھ ہی حق تعالیٰ کی عنایت بھی ان کے شامل حال رہتی ہے اور وہ فوراً متنبہ ہو کر اعتراف ندامت کے ساتھ عفوِ تقصیر کے لئے دست بہ دعا ہو جاتے ہیں اور انابت اور توبہ کو وسیلہ کار بنا لیتے ہیں جو بہت جلد خدائے تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو جاتی ہے اور ان کی عزت واحترام کے ازدیاد کا باعث بن جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات قرآنی اس کے شاہد ہیں۔ یہاں بھی یہی صورت ہے۔ یونس علیہ السلام چونکہ نبی تھے اور وحی الٰہی کے مخاطب رہتے تھے اس لئے بدوں انتظار وحی الٰہی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے پر دارو گیر ہوئی مگر ساتھ ہی آپ کی عظمت وشان اور رفعت مرتبہ کو قرآن پاک نے بیان فرما دیا تاکہ کسی کو مغالطہ نہ ہونے پائے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس خاص معاملہ سے کسی کج فہم کو کجروی کا موقع ہاتھ نہ آئے۔ احادیث صحیحہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر خیر فرماتے ہوئے آپ کی عظمت وفضیلت کا خصوصی اظہار فرمایا۔ چنانچہ بخاری میں منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر ہوں یونس علیہ السلام سے محدثین نے لکھا ہے کہ یونس علیہ السلام کا ذکر خصوصیت سے حدیث میں اس لئے فرمایا گیا کہ جو شخص یونس علیہ السلام کے واقعات کا مطالعہ کرے اس کے دل میں ان کی ذات اقدس سے متعلق کوئی تنقیص کا پہلو ہرگز پیدا نہ ہونے پائے۔ لہٰذا سد ذرائع کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت یونسؑ کی عظمت وشان کو اس طرح نمایاں کرنا ضروری سمجھا۔

ان آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حق تعالیٰ کا یہ فرمانا وکذلک ننجی المؤمنین۔ اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ اسکے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ فقرہ عام اہلِ ایمان کو گناہوں سے استغفار کی رغبت دلانے کیلئے فرمایا کہ ہماری معافی یونس علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں تھی جو ایماندار لوگ ہم کو اسی طرح پکاریں گے ہم ان کو بلاؤں سے نجات دینگے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح یعنی لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین اس دعا واستغفار کی یہ تعلیم ہے کہ پہلے توحید الٰہی بیان کرے پھر اس کی پاکی پھر گناہوں کا اعتراف، پھر مغفرت کی دعا۔ احادیث میں اس دعا کی بہت فضیلت آئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسلمان دعا میں یہ الفاظ کہے یعنی لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین۔ اور دعا کرے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ اسی بناء پر امت میں اس آیت کریمہ کے ورد کا معمول رہا ہے اور شدائد ومصائب میں ہمیشہ اس کو مجرب پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ورد کی توفیق اور اس کی برکت عطا فرمائیں۔ آمین

اب آگے حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ

اور زکریاؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ اُنہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! مجھکو لاوارث مت رکھیو اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔ سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کرلی

وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا

اور ہم نے اُن کو یحییٰ عطا فرمایا اور اُن کی خاطر سے اُن کی بی بی کو اولاد کے قابل کردیا یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور اُمید وبیم کیساتھ

رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿٩٠﴾

ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَزَكَرِيَّا اور زکریاؑ | إِذْ نَادَىٰ جب اس نے پکارا | رَبَّهُ اپنا رب | رَبِّ اے میرے رب | لَا تَذَرْنِي نہ چھوڑ مجھے | فَرْدًا اکیلا | وَأَنتَ اور تو |
| خَيْرُ بہتر | الْوَارِثِينَ وارث | فَاسْتَجَبْنَا پھر ہم نے قبول کرلی | لَهُ اس کی | وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا | لَهُ اسے | يَحْيَىٰ یحییٰ |
| وَأَصْلَحْنَا اور ہم نے درست کردیا | لَهُ اس کیلئے | زَوْجَهُ اس کی بیوی | إِنَّهُمْ بیشک وہ سب | كَانُوا يُسَارِعُونَ وہ جلدی کرتے تھے | فِي میں | |
| الْخَيْرَاتِ نیک کام | وَ اور | يَدْعُونَنَا وہ ہمیں پکارتے تھے | رَغَبًا اُمید | وَرَهَبًا اور خوف | وَكَانُوا اور وہ تھے | لَنَا ہمارے لئے (سامنے) |
| خَاشِعِينَ عاجزی کرنیوالے | | | | | | |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد ان آیات میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل میں ایک جلیل القدر پیغمبر ہوئے ہیں۔ آپ کا تذکرہ قدرے تفصیلی تیسرے پارہ سورۂ آل عمران اور سولہویں پارہ سورۂ مریم میں بیان ہو چکا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ دروس میں ذکر آچکا ہے اکثر انبیاء علیہم السلام خواہ وہ بادشاہ اور صاحب حکومت ہی کیوں نہ ہوں اپنی روزی ہاتھ کی محنت سے پیدا کرتے اور کسی کے لئے بار دوش نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ زکریا علیہ السلام بھی اپنی روزی کے لئے نجاری یعنی بڑھئی کا کام کرتے تھے جیسا کہ مسلم کی ایک حدیث میں بصراحت مذکور ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زکریا علیہ السلام نجاری کرتے تھے یعنی بڑھئی کا کام۔ زکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہ تھی اور آپ یہ محسوس کرتے تھے کہ اس بات کے علاوہ کہ میں اولاد کی دولت سے محروم ہوں زیادہ فکر اس امر کا ہے کہ خاندان میں کوئی اس کے اہل نہیں کہ میرے بعد بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کی خدمت انجام دے سکے پس اگر اللہ تعالیٰ میرے کوئی نیک سرشت لڑکا پیدا کردیتا تو مجھ کو یہ اطمینان ہوجاتا کہ بنی اسرائیل کی راہنمائی کا خدمت گزار میرے بعد موجود ہے مگر چونکہ آپ کی عمر بعض قول کی بنا پر ۷۰ سال اور بعض کی بنا پر ۹۰، ۹۲ یا ۱۲۰ سال ہو چکی تھی اور آپ کی بیوی بانجھ تھیں اس لئے اسباب ظاہر سے آپ مایوس تھے کہ اب اولاد ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لیکن جب آپ نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جو آپ کے زیر کفالت تھیں بے موسم پھل دیکھے اور آپ کو معلوم ہوا کہ مریم پر یہ خدا کا فضل واحسان ہے تو آپ کے دل میں ایک جوش پیدا ہوا کہ جو ذات اقدس اس طرح مریم کو بے موسم پھل بخشتی ہے کیا وہ مجھ کو موجودہ ناامیدی کی حالت میں ثمر حیات یعنی بیٹا نہیں بخش سکتی۔ پس ظاہراً اسباب کی بنا پر مایوسی سرتا سر غلط ہے بلاشبہ جس ذات پاک نے مریم پر اپنا انعام و اکرام کیا ہے وہ ضرور ہم پر بھی فضل وکرم کرے گا۔

چنانچہ آپ نے ایک روز درگاہِ الٰہی میں تہجد کے بعد دعا کی " خدایا میں تنہا ہوں اور وارث کا محتاج۔ میں بوڑھا ہوں اور بیوی بانجھ ہے۔ ظاہری سامان سے اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اٹھا سکے میں اس ضعف و پیری میں کیا کرسکتا ہوں جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے اور ان کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالاتِ نبوت کا وارث بنے۔ نبی کی دعا اور دعا بھی صرف اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ قوم کی رشد و ہدایت کی خاطر فوراً مستجاب ہوئی اور جب زکریا علیہ السلام ہیکل میں مشغول عبادت تھے تو خدا کا فرشتہ آپ پر ظاہر ہوا اور بشارت دی کہ آپ کے بیٹا پیدا ہوگا اور آپ اس کا نام یحییٰ رکھیں۔ زکریا علیہ السلام کو یہ سن کر بے حد مسرت ہوئی اور تعجب سے دریافت کرنے لگے کہ یہ بشارت کس طرح پوری ہوگی؟ یعنی مجھ کو جوانی عطا ہوگی یا میری بیوی کا مرض بانجھ پن دور کردیا جائے گا یا کیا صورت ہوگی؟ فرشتہ نے جواب دیا میں اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ حالات کچھ بھی ہوں تمہارے بیٹا ضرور ہوگا کیونکہ خدا کا فیصلہ اٹل ہے۔ اور تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو مگر خدا کے یہاں تو مشکل نہیں۔ اس کی قدرتِ عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے ایک زمانہ تھا یہ کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اس کو پردۂ عدم سے وجود میں لائے۔ پھر جو قادرِ مطلق لاشے محض کو شے بنادے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کرسکتا۔ غرض کہ بشارت کے موافق حضرت زکریا علیہ السلام کے یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں علم و حکمت سے معمور کردیا تھا اور زہد و ورع میں ایسے بے مثال تھے۔ نہ انہوں نے شادی کی اور نہ ان کے قلب میں کبھی گناہ کا خطرہ پیدا ہوا اور اپنے والد ماجد کی طرح یہ بھی خدا کے برگزیدہ نبی بنے۔ آگے آیت میں ان حضرات کی توصیف اور بعض حالات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ سب حضرات نیکیوں کی طرف اور خدا کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنے والے تھے۔ اللہ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے غضب سے خوف زدہ رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی، تواضع اور انکساری کرنے والے تھے۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک خطبہ میں فرمایا لوگوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا و صفت بیان کرتے رہنے کی اور امید و خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع و خضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ عزوجل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ **انهم كانوا يسارعون في الخيرات ويدعوننا رغبا ورهبا و كانوا لنا خشعين.**

حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآنی دعا **رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین** کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعمالِ قرآنی میں لکھا ہے کہ جس کو اولاد سے مایوسی ہو ہر نماز کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھا کرے انشاء اللہ تعالیٰ صاحبِ اولاد ہوجائے گا۔

آگے حضرت مریم علیہا السلام اور آپ کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنی لامحدود قدرت کا یقین کامل ہم کو بھی نصیب فرما۔ بے شک آپ کی ذاتِ اعلیٰ سے مایوسی اور ناامیدی کسی حال میں روا نہیں۔ آپ کی ذات کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔ ظاہری اسباب کے اعتبار سے کوئی کام کیسا ہی مشکل ہو مگر آپ کے لئے سب آسان ہے۔ آپ قادرِ مطلق ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّتِیٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

اوراُن بی بی (مریم) کا تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو بچایا پھر ہم نے اُن میں اپنی روح پھونک دی اور ہم نے اُن کو اوراُن کے فرزند کو دنیا جہان والوں کیلئے نشانی بنادی۔

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ

یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں سو تم میری عبادت کیا کرو۔ اوران لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کرلیا۔

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

سب ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| وَالَّتِیْ اور عورت جو | اَحْصَنَتْ اس نے حفاظت کی | فَرْجَهَا اپنی شرمگاہ عفت کی | فَنَفَخْنَا پھر ہم نے پھونک دی | فِيْهَا اس میں |
| مِنْ رُّوْحِنَا اپنی روح سے | وَجَعَلْنٰهَا اور ہم نے اسے بنایا | وَابْنَهَا اور اس کا بیٹا | اٰيَةً نشانی | لِّلْعٰلَمِيْنَ جہانوں کیلئے | اِنَّ بیشک |
| هٰذِهٖ یہ ہے | اُمَّتُكُمْ تمہاری امت | اُمَّةً امت | وَّاحِدَةً ایک | وَّاَنَا اور میں | رَبُّكُمْ تمہارا رب | فَاعْبُدُوْنِ پس میری عبادت کرو |
| وَتَقَطَّعُوْٓا اور ٹکڑے ٹکڑے کرلیا انہوں نے | اَمْرَهُمْ اپنا کام دین | بَيْنَهُمْ باہم | كُلٌّ سب | اِلَيْنَا ہماری طرف | رٰجِعُوْنَ رجوع کرنے والے |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب یہاں ان آیات میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہا السلام کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً حضرت زکریا وحضرت یحییٰ علیہما السلام کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا بیان ہوتا رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم کا تذکرہ قدرے تفصیل سے سورۂ مریم سولہویں پارہ اور سورۂ آلِ عمران تیسرے پارہ میں ہو چکا ہے۔ یہاں ان آیات میں حضرت مریم کا نام نہیں لیا گیا ہے بلکہ پاک دامن اور عصمت والی عورت جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا کہہ کر ذکر کیا گیا ہے جس سے مراد حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ اور وابنها یعنی آپ کے بیٹے اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہاں آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو اور ان کے بیٹے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام دنیا جہان والوں کے لئے اپنی قدرت کاملہ کی نشانی بنادی تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کی قدرت اسبابِ مادیہ کی پابند نہیں وہ جو چاہتے ہیں صرف اپنے حکم سے کرتے ہیں۔ حضرت مریم تو قدرت کی نشانی اس طرح ہوئیں کہ بدوں اتصال مرد آپ کے بطن مبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لئے نشانی ہوئے کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ گویا آپ کی ولادت ایک معجزہ الٰہی تھی جو عام قوانین فطرت کے خلاف ظہور میں آئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا معاملہ یہودیوں اور عیسائیوں میں زبردست اختلاف اور نزاع کا باعث رہا ہے۔ عیسائی بغیر باپ کے آپ کی پیدائش کو تو مانتے ہیں مگر بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے آپ کو الوہیت اور ابن اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کے برخلاف یہود آپ کی پیدائش کو (العیاذ باللہ) ناجائز تعلقات کا نتیجہ بتاتے ہیں۔ قرآن کریم نے حضرت مریم کی عفت وعصمت وپاکیزگی کردار کا اعلان فرمایا

اور آپ کو صدیقہ کا لقب عطا فرمایا جو مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں "بہت زیادہ سچ بولنے والی" ظاہر ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ صدیقہ کہیں اس سے کذب و دروغ کا صدور ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہود و نصاریٰ دونوں متضاد سمتوں میں چلے گئے نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ خدا۔ خدا کے بیٹے یا ثالث ثلثہ تھے۔ یہود کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ مفتری اور کاذب اور شعبدہ باز تھے۔ قرآن کریم نے ان اوہام وظنون کے خلاف علم ویقین کی راہ دکھاتے ہوئے فیصلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے پیغمبر اور راہ حق کے داعی صادق تھے اور آپ کی پیدائش بلاشبہ بغیر باپ کے ہوئی مگر اس سے یہ کیسے لازم آسکتا ہے کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہوگئے۔ کیا جو پیدائش کا محتاج ہو اور پیدائش میں بھی ماں کے پیٹ کا محتاج اور جو بشری لوازم کھانے پینے کا محتاج ہو وہ عبد اور بشر کے سوا خدا یا معبود ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ قران پاک نے یہود و نصاریٰ کے تمام باطل عقائد کی واضح الفاظ میں تردید کر کے حقیقت حال کا اظہار فرمایا ہے۔

قرآن کریم نے انسانی پیدائش کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

ایک آدم علیہ السلام کی پیدائش کہ بغیر مرد وزن اور بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔

دوسرے حضرت حوا یعنی آدم علیہ السلام کی بی بی کہ صرف مرد کے وجود سے بغیر عورت کے ان کو پیدا کیا گیا۔

تیسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ بغیر مرد کے صرف عورت کے وجود سے آپ کا ظہور ہوا۔ چوتھی عام صورت عورت و مرد کے اتصال سے پیدائش۔

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے توسط سے عام سلسلہ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی اسی وجہ سے آپ کو دنیا کے لئے اللہ کی آیت یا نشانی فرمایا گیا۔

یہاں تک متعدد حضرات انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ در قصص کا بیان ہوا اس لئے آگے بطور نتیجہ قصص مذکورہ کے توحید کے اثبات اور شرک کی مذمت میں بتلایا جاتا ہے کہ خدا بھی ایک ہے اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں جو ایک کی تعلیم ہے وہی دوسروں کی ہے۔ رہا فروع کا اختلاف وہ مصالح زمانہ کے مطابق جزئیات کا اختلاف ہے پس لازم ہے کہ سب مل کر ایک خدا کی بندگی کریں۔ اللہ نے تو اصول کے اعتبار سے ایک دین دیا تھا مگر لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور آپس میں پھوٹ ڈال دی۔ کوئی یہودیت پر اڑ گیا۔ کوئی عیسائیت پر جما رہا کوئی صابی بنا رہا۔ کوئی بت پرست، اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ آنا سب کو ہمارے پاس ہی ہے اس وقت تمام اختلافات کا فیصلہ ہوجائے گا جب ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا ملے گی۔

اب آگے اس جزا کی تفصیل ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو صراط مستقیم اور دین حق پر قائم رکھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کا ظاہر میں اور باطن میں اتباع نصیب فرمائیں۔ حق تعالیٰ اپنی عبادت کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔ اور دین میں اختلافات سے ہم سب کو بچادیں۔ اور قیامت میں جب ہمارا حشر اور حاضری ہو تو اپنی رحمت خاصہ سے ہم سب کو اور پوری امت مسلمہ کو نوازیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كَاتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ

سو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا سو اُس کی محنت اکارت جانے والی نہیں۔ اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں۔ اور ہم جن بستیوں کو

عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ

فنا کر چکے ہیں اُن کیلئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ کر آویں۔ یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جاویں گے اور وہ

كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ہر بلندی سے نکلتے ہوں گے۔

| فَمَنْ پس جو | يَّعْمَلْ کرے | مِنَ کچھ | الصّٰلِحٰتِ نیک کام | وَهُوَ اور وہ | مُؤْمِنٌ ایمان والا | فَلَا كُفْرَانَ ناقدری (اکارت) نہیں |
|---|---|---|---|---|---|---|
| لِسَعْيِهٖ اس کی کوشش | وَاِنَّا اور بیشک ہم | لَهٗ اس کے | كَاتِبُوْنَ لکھ لینے والے | وَحَرٰمٌ اور حرام | عَلٰى قَرْيَةٍ بستی پر | |
| اَهْلَكْنٰهَا جسے ہم نے ہلاک کردیا | اَنَّهُمْ کہ وہ | لَا يَرْجِعُوْنَ لوٹ کر نہیں آئیں گے | حَتّٰٓى یہاں تک کہ | اِذَا جب | فُتِحَتْ کھول دیئے جائیں گے | |
| يَاْجُوْجُ یاجوج | وَمَاْجُوْجُ اور ماجوج | وَهُمْ اور وہ | مِّنْ سے | كُلِّ ہر | حَدَبٍ بلندٹیلہ | يَّنْسِلُوْنَ پھیلتے (دوڑتے) آئیں گے |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ اصول کے اعتبار سے تمام نوعِ انسانی کے لئے ایک ہی دین مقرر ہے اور تمام انبیاء اسی دین کو واضح کرنے کے لئے آئے لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور اپنی حرص و ہوا اور خود غرضیوں میں پھنس کر آپس میں پھوٹ ڈال لی۔ نیز بتلایا گیا تھا کہ انجام کار تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا جب ہر ایک قیامت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا ملے گی۔ اب آگے ان آیات میں پہلے اس جزا کی تفصیل ہے اور پھر قربِ قیامت کی اہم نشانیوں میں سے یاجوج و ماجوج کے ظاہر ہونے کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں جزا وسزا اور بدلہ دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں کوئی نیک کام کیا ہوگا اور بشرطیکہ وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا تو اس کی کوئی کوشش اور عمل رائگاں نہ جائے گا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی مومن کی ضائع نہ جائے گی۔ اور اسکا میٹھا پھل مل کر رہے گا۔ ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان کے اعمال نامہ میں ثبت ہو جاتا ہے جو قیامت میں کھول دیئے جائیں گے۔

مؤمنین کے ذکر کے بعد ان کے مقابل ہلاک ہونے والے کافروں کا بیان ہے یعنی جن کے لئے ہلاک ہونا مقدر ہو چکا ہے وہ کبھی اپنے کفر وعصیاں کو چھوڑ کر اور توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع ہونے والے نہیں۔ نہ وہ کبھی دنیا میں اس غرض سے واپس کئے جا سکتے ہیں کہ دوبارہ یہاں آ کر گزشتہ زندگی کی تقصیرات کی تلافی کر لیں۔ پھر ان کی نجات وفلاح کی توقع کدھر سے ہو سکتی ہے۔ ان کے لئے تو صرف ایک ہی وقت ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کریں گے اور اپنی زیادتیوں کے معترف ہو کر پشیمان ہوں گے مگر اس وقت پشیمانی کچھ کام نہ آئے گی وہ وقت قیامت کا ہے اور اسی قیامت کی اہم اور قریبی نشانیوں میں سے یاجوج و ماجوج کا نکلنا ہے۔ آگے کچھ قوم یاجوج و ماجوج کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔ سولہویں پارہ سورۂ کہف کے خاتمہ کے قریب ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج کا ذکر ہو چکا ہے۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہونے سے پہلے دجال ظاہر ہوگا جو قوم یہود سے ہوگا اور عوام میں اس کا لقب

مسیح ہوگا اولاً اس کا ظہور ملک عراق وشام کے درمیان ہوگا جہاں نبوت ورسالت کا دعویٰ کرتا ہوگا پھر اصفہان چلا جائے گا۔ یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔ اور یہیں سے خدائی کا دعویٰ کرکے چاروں طرف فساد کرے گا اور زمین کے اکثر مقامات پر گشت کرکے لوگوں سے اپنے تئیں خدا کہلوائے گا۔ فتنہ دجال کتنا سخت ہوگا اور روئے زمین پر دجال کیا شرارتیں کرے گا ان کی تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔

الغرض دجال کے شروفساد کو ختم کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی جامع مسجد پر اتریں گے اور اسلامی فوج لے کر آپ دجال کے لشکر سے مقابلہ کریں گے اور اس کو قتل کریں گے۔ دجال اور اس کے لشکر کے قتل وغارت کے بعد یاجوج ماجوج کا لشکر دنیا والوں پر ٹوٹ پڑے گا قوم یاجوج و ماجوج اپنی کثرت کی وجہ سے تمام بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھو ان ہی کا ہجوم نظر آئے گا۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ یہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک ٹیلہ اور پہاڑ سے ان کی فوجیں پھسلتی اور لڑھکتی چلی آ رہی ہیں یہ بھی لوگوں کو قتل وغارت گری کرنے میں بالکل دریغ نہ کریں گے اور سوائے مضبوط قلعہ کے کہیں ان سے خلاصی کی صورت نہ ہوگی۔ قوم یاجوج و ماجوج کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ واللہ اعلم کہ یاجوج و ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی تخلوق ہے اور جیسا کہ جمہور علماء سے نقل کیا گیا ہے ان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حضرت حوا تک نہیں پہنچتا۔ یاجوج و ماجوج کا فتنہ بھی بڑا سخت ہوگا جیسا کہ احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تفصیل سے بتلایا گیا ہے۔ بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ قوم طاعون کے مہلک مرض سے ایک ہی رات میں تباہ و ہلاک ہوجائے گی۔ قوم یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کے بعد کچھ عرصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہد بڑی خیر وبرکت کا ہوگا بالآخر حضرت عیسیٰؑ انتقال فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ میں مدفون ہوں گے اور پھر قیامت کی بعض دوسری بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی حتیٰ کہ جب تمام اہل ایمان اس جہان سے کوچ کر جائیں گے تو اہلِ حبش کا غلبہ ہوگا۔ اکثر ممالک میں ان کی سلطنت پھیل جائے گی۔ حبشی خانہ کعبہ کو ڈھادیں گے۔ حج موقوف ہوجائے گا۔ خداترسی، حق شناسی اور خوفِ آخرت دلوں سے معدوم ہوجائے گا۔ روئے زمین پر کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا۔ اہل ایمان دنیا سے سب اٹھ چکے ہوں گے کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی نفخ صور ہوگا جس کی آواز رفتہ رفتہ سخت اور بلند ہوتے مانند کڑک بجلی کے ہوجائے گی۔ خوف وہیبت سے لوگ مرنے شروع ہوجائیں گے۔ زمین میں زلزلہ آئے گا۔ اور زمین جابجا شق ہوجائے گی۔ بڑے بڑے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر ریت کے موافق اڑیں گے آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ اور سب کے سب نیست ونابود ہوجائیں گے حتیٰ کہ فرشتے بھی مرجائیں گے۔ سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کوئی اور باقی نہ رہے گا۔ پھر کچھ مدت کے بعد جس کی مقدار سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد از سرِنو حکمِ خداوندی سے سلسلۂ پیدائش کی بنیاد قائم ہوگی اور حشر ونشر کے لئے سب زندہ کئے جائیں گے۔ اور ہر ایک کو اپنے اس دنیا میں کئے ہوئے کاموں کی جزا وسزا ملے گی۔

اب آگے وقوعِ قیامت اور پھر کفار کا قیامت میں جو حال ہوگا اس کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ

اور سچا وعدہ نزدیک آپہنچے گا تو بس پھر ایک دم سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ کہ ہائے کم بختی ہماری ہم اس سے

غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ

غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی قصوروار تھے۔ بلاشبہ تم اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے۔

اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ

تم سب اس میں داخل ہوگے۔ اگر یہ (تمہارے معبود) واقعی معبود ہوتے تو اس (جہنم) میں کیوں جاتے۔ اور سب اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اُن کا

فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ

اس میں شور ہوگا اور وہاں کوئی بات سنیں گے بھی نہیں۔ جن کیلئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہوچکی ہے۔ وہ اس سے (اس قدر)

عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۚ

دُور کیے جاویں گے (کہ) اُس کی آہٹ بھی نہ سُنیں گے۔ اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اُن کو بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی اور فرشتے اُن کا استقبال کریں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس روز

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ

ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے۔ ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی اس طرح اسکو دوبارہ پیدا کردینگے

اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا

یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے (اور) ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے۔ اور ہم کتابوں میں لوح محفوظ کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک

عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

میرے نیک بندے ہوں گے۔

| وَ اور | اِقْتَرَبَ قریب آجائے گا | الْوَعْدُ وعدہ | الْحَقُّ سچا | فَاِذَا تو اچانک | هِيَ وہ | شَاخِصَةٌ اوپر کی "پھٹی" رہ جائیگی | اَبْصَارُ آنکھیں |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا | يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری شامت | قَدْ كُنَّا تحقیق ہم تھے | فِيْ غَفْلَةٍ غفلت میں | مِنْ هٰذَا اس سے | | | |
| بَلْ كُنَّا بلکہ ہم تھے | ظٰلِمِيْنَ ظالم | اِنَّكُمْ بیشک تم | وَمَا اور جو | تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو | مِنْ سے | دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | |
| حَصَبُ ایندھن | جَهَنَّمَ جہنم | اَنْتُمْ لَهَا تم اس میں | وٰرِدُوْنَ داخل ہونے والے | لَوْ كَانَ اگر ہوتے | هٰٓؤُلَآءِ یہ | اٰلِهَةً معبود | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مَا وَرَدُوْهَا اس میں داخل نہ ہوتے | وَكُلٌّ اور سب | فِيْهَا اس میں | خٰلِدُوْنَ سدا رہیں گے | لَهُمْ ان کیلئے | فِيْهَا وہاں | زَفِيْرٌ چیخ و پکار |
| وَهُمْ اور وہ | فِيْهَا اس میں | لَا يَسْمَعُوْنَ کچھ نہ سن سکیں گے | اِنَّ بیشک | الَّذِيْنَ جو لوگ | سَبَقَتْ پہلے ٹھہر چکی | لَهُمْ ان کیلئے |
| مِنَّا ہماری "طرف" سے | الْحُسْنٰى بھلائی | اُولٰٓئِكَ وہ لوگ | عَنْهَا اس سے | مُبْعَدُوْنَ دور رکھے جائیں گے | لَا يَسْمَعُوْنَ وہ نہ سنیں گے | |
| حَسِيْسَهَا اس کی آہٹ | وَهُمْ اور وہ | فِيْ میں | مَا اشْتَهَتْ جو چاہیں گے | اَنْفُسُهُمْ ان کے دل | خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے | |
| لَا يَحْزُنُهُمُ غمگین نہ کرے گی انہیں | الْفَزَعُ گھبراہٹ | الْاَكْبَرُ بڑی | وَتَتَلَقّٰهُمُ اور لینے آئیں گے انہیں | الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے | هٰذَا یہ ہے | |
| يَوْمُكُمُ تمہارا دن | الَّذِيْ وہ جو | كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تم سے وعدہ کیے گئے "وعدہ کیا گیا تھا" | يَوْمَ جس دن | نَطْوِي ہم لپیٹ لیں گے | السَّمَآءَ آسمان | |
| كَطَيِّ جیسے لپیٹا جاتا ہے | السِّجِلِّ طومار | لِلْكُتُبِ تحریر کا کاغذ | كَمَا بَدَاْنَآ جیسے ہم نے ابتدا کی | اَوَّلَ پہلی | خَلْقٍ پیدائش | نُعِيْدُهٗ ہم اسے لوٹا دیں گے |
| وَعْدًا وعدہ | عَلَيْنَا ہم پر | اِنَّا كُنَّا بیشک ہم ہیں | فٰعِلِيْنَ "پورا" کرنے والے | وَلَقَدْ كَتَبْنَا اور تحقیق ہم نے لکھا | فِي الزَّبُوْرِ زبور میں | |
| مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ نصیحت کے بعد | اَنَّ کہ | الْاَرْضَ زمین | يَرِثُهَا اس کے وارث | عِبَادِيَ میرے بندے | الصّٰلِحُوْنَ نیک | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں قرب قیامت کی ایک اہم نشانی یعنی قوم یاجوج و ماجوج کے خروج کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ قیامت کے قریب ان کا بے پناہ لشکر ایسی شدت اور تیز رفتار سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت میں جزا سزا کا وعدہ نزدیک آلگے گا اس وقت منکروں کی آنکھیں مارے شدت ہول سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اپنی غفلت پر دست حسرت ملیں گے کہ افسوس آج کے دن سے ہم کیسے بے خبر رہے جو ایسی کم بختی آئی۔ کاش ہم دنیا میں اس آفت اور سخت وقت سے بچنے کی فکر کرتے۔ اور بے خبری بھی کیسے کہیں۔ آخر انبیاء علیہم السلام نے تو کھول کھول کر آگاہ کر دیا تھا لیکن ہم نے خود ہی اپنے جانوں پر ظلم کیا کہ ان کا کہا نہ مانا اور برابر شرارتوں اور گناہوں پر اصرار کرتے رہے۔ آگے مشرکین مکہ کو خطاب ہے جو بت پرستی کرتے تھے کہ اس پچھتاوے سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش چھوڑ دو۔ اگر تم ان کے پوجنے سے باز نہ آئے تو دوزخ میں جاؤ گے اور یہ تمہارے معبود بت بھی سارے کے سارے دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے تاکہ ان کی ذلت اور بے بسی کا حال تم پر خوب واضح ہو جائے اور تمہاری حسرت وندامت اور بڑھ جائے۔ اس وقت تمہارا چیخنا چلانا کچھ کام نہ آئے گا اور سب عابد و معبود دوزخ میں پڑے رہیں گے۔ اور شدت ہول اور عذاب کی سخت تکلیف اور اپنے چیخنے چلانے کے شور سے کچھ سنائی نہ دے گا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ ایک وقت جہنمیوں پر ایسا آئے گا جب ہر دوزخی کو ایک لوہے کے صندوق میں بند کر کے اوپر سے کیلیں ٹھوک دی جائیں گی اور جہنم کی تہہ میں چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہوگا کہ جہنم میں اس کے سوا کوئی نہیں۔ تو شاید جہنمیوں کا کچھ نہ سن سکنا اسی وقت کا حال ہو۔ العیاذ باللہ۔

یہ تو کفار ومشرکین کا انجام اور ان کا قیامت میں جو حال ہوگا وہ بیان فرمایا گیا اور انہیں متنبہ کیا گیا کہ تم اور تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن بنیں گے اور وہاں سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ گویا دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی۔ اب آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان وصالحین کی حالت جو قیامت میں ہوگی وہ بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھلائی کے مستحق ٹھہر چکے ہیں یعنی جو اہل ایمان اور اہل سعادت ہیں وہ دوزخ سے اس قدر دور رکھے جائیں گے کہ اس کی آہٹ تک محسوس نہ کریں گے اور نہایت عیش و آرام کے ساتھ جنت کی دائمی اور ابدی راحتوں اور لذتوں میں سدا رہیں گے۔ قیامت

کے دن جب خلقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی اللہ تعالیٰ ان کو رنج وغم سے محفوظ رکھے گا۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ جس دائمی مسرت وراحت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت آئے گی آسمانوں کی صفیں لپیٹ دی جائیں گی جس طرح دستاویز کا لکھا ہوا کاغذ لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے مراد یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی اس کے بعد پھر نئے سرے سے عالم کو بنایا جائے گا اور جس طرح دنیا کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کردی جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہوکر رہے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اہلِ ایمان اور صلحا سے جو یہ وعدۂ ثواب ونعمت کا ہوا ہے یہ بہت قدیم اور مؤکد وعدہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تمام آسمانی کتابوں میں اور لوحِ محفوظ میں لکھ چکے ہیں کہ اس زمین جنت کے مالک میرے صالح اور نیک بندے ہوں گے تو قدامت اس وعدہ کی اس سے ظاہر ہے کہ اول لوحِ محفوظ میں یہ وعدہ لکھا گیا اور تاکید اس سے ظاہر ہے کہ کوئی کتاب الٰہی اس مضمون سے خالی نہیں۔

الغرض خلاصہ یہ کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے اور اس روز جنت انہی کو ملے گی جو خدا کے نیک وصالح بندے ہوں گے۔ کفار کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اب یہ سورت خاتمہ کے قریب آ گئی۔ یہاں تک سورت کے بڑے حصہ میں توحید ونبوت کی تحقیق۔ ایمان اور عمل صالح کی فضیلت وآثار وبرکات اور منکرین کے لئے وعید وتنبیہ مذکور ہوئی آگے کی خاتمہ کی آیات میں تمام سورت کا لب لباب و خلاصہ اور فیصلہ کن پیغام بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بندوں میں شامل فرمالیں جن کے لئے بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔

یا اللہ! دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہم کو اپنے حفظ وامان میں رکھئے۔ اور اس زندگی میں ہم کو ان اعمال کی توفیق عطا فرمائیے جو آخرت میں ہماری کامیابی وکامرانی کا باعث ہوں۔

یا اللہ! قیامت کی ہول ودہشت اور رسوائی وذلت سے ہم کو پناہ بخشئے اور اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں کے ساتھ ہمیں جنت کی دائمی راحت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! قیامت اور آخرت تو ضرور آنے والی ہے اور وہ روزِ جزا وسزا یاد کرنے کے قابل ہے مگر ہم دنیا کے مشغلوں میں پھنس کر آخرت سے غافل ہو گئے ہیں۔

یا اللہ! ہماری غفلت کو دور فرمادے اور ہمیں آخرت کی طرف سے بیدار فرمادے۔ اور دنیوی زندگی کی جو فرصت ہم کو نصیب ہے اس میں اپنی مرضیات کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

بلاشبہ اس (قرآن) میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کیلئے جو بندگی کرنیوالے ہیں، اور ہم نے آپکو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

آپ فرمادیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں) پھر اگر یہ لوگ سرتابی کریں

فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ

تو آپ فرمادیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں اور میں یہ جانتا نہیں کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب ہے یا دور دراز ہے۔ اللہ کو (تمہاری)

یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ

پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو (بات) تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے۔ اور میں نہیں جانتا شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورۃً) امتحان

لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ

ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو۔ پیغمبر نے کہا کہ اے میرے رب فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور (پیغمبر نے کفار سے یہ بھی فرمایا کہ)

الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو۔

| اِنَّ بیشک | فِیْ هٰذَا اس میں | لَبَلٰغًا پہنچادینا | لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے | عٰبِدِیْنَ عبادت گزار | وَ اور | مَا نہیں | اَرْسَلْنٰكَ ہم نے بھیجا آپ کو |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِلَّا مگر | رَحْمَةً رحمت | لِّلْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کیلئے | قُلْ فرمادیں | اِنَّمَا اسکے سوا نہیں | یُوْحٰی وحی کی گئی | اِلَیَّ میری طرف | |
| اَنَّمَا کہ بس | اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود | اِلٰهٌ معبود | وَّاحِدٌ واحد | فَهَلْ پس کیا | اَنْتُمْ تم | مُّسْلِمُوْنَ حکم بردار | فَاِنْ پھر اگر |
| تَوَلَّوْا وہ روگردانی کریں | فَقُلْ تو کہہ دو | اٰذَنْتُكُمْ میں نے تمہیں خبردار کردیا | عَلٰی سَوَآءٍ برابری پر | وَاِنْ اور نہیں | اَدْرِیْ جانتا میں | | |
| اَقَرِیْبٌ کیا قریب؟ | اَمْ بَعِیْدٌ یا دور | مَّا تُوْعَدُوْنَ جو تم سے وعدہ کیا گیا | اِنَّهٗ بیشک وہ | یَعْلَمُ وہ جانتا ہے | الْجَهْرَ پکارنا | مِنَ الْقَوْلِ بات کو | |
| وَیَعْلَمُ اور جانتا ہے | مَا تَكْتُمُوْنَ جو تم چھپاتے ہو | وَاِنْ اَدْرِیْ اور میں نہیں جانتا | لَعَلَّهٗ شاید وہ | فِتْنَةٌ آزمائش | لَّكُمْ تمہارے لئے | | |
| وَمَتَاعٌ اور فائدہ پہنچانا | اِلٰی حِیْنٍ ایک مدت تک | قٰلَ اس "نبی" نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | احْكُمْ تو فیصلہ فرما | بِالْحَقِّ حق کیساتھ | | |
| وَرَبُّنَا اور ہمارا رب | الرَّحْمٰنُ نہایت مہربان | الْمُسْتَعَانُ جس سے مدد طلب کی جاتی ہے | عَلٰی پر | مَا تَصِفُوْنَ جو تم بیان کرتے ہو | | | |

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ انبیاء کی آخری آیات ہیں اور تمام سورۂ کا خلاصہ اور لب لباب یعنی مضامین توحید ونبوت کی تحقیق اور منکرین کے لئے وعید۔ اسلام کی دعوت اور اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اب تک جو مضامین اس سورت میں مذکور ہوئے۔ جو عظیم بشارات وہدایات پر مشتمل ہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنے والے ہیں کافی مضمون منفعت وکامیابی موجود ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کوئی بدبخت اس رحمت

عامہ سے خود ہی منتفع نہ ہو تو یہ اس کا قصور ہے۔ آفتاب عالمتاب سے روشنی و گرمی کا فیض ہر جگہ اور ہر طرف پہنچتا ہے لیکن کوئی شخص اپنے اوپر تمام دروازے اور سوراخ بند کر لے تو یہ اس کی دیوانگی ہوگی آفتاب کے فیض عام میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے رحمت تھے یعنی آپ نے دنیا کو ایسا درس ہدایت دیا اور تمام اہل عالم کے سامنے ایسا قانون پیش کیا کہ جو بھی اس کو مانے اور اس کی ہدایت پر چلے وہ کامران و بامراد ہوسکتا ہے۔ عربی ہو یا عجمی۔ مغربی ہو یا مشرقی۔ گورا ہو یا کالا۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ امیر ہو یا غریب ہر کسی کو قرآن کریم سے یکساں فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا۔ دوسرے انبیاء چونکہ اپنی اپنی قوم کے لئے ہادی تھے اس لئے وہ صرف اپنی قوم کے لئے رحمت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا قرآن اور آپ کی لائی ہوئی شریعت جس میں یہ صلاحیت ہے کہ قیامت تک کی تمام ضروریات کو پورا کر سکے اور جوں کا توں اپنی اصلی شکل پر قائم رہتے ہوئے تمام دنیا کے لئے پیام ہدایت اور درس نصیحت اور ضابطۂ عمل بن سکے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ آپ تمام لوگوں سے صاف طور پر کہہ دیں کہ جو رحمت عظیمہ لے کر آپ تشریف لائے ہیں اس کا لب لباب توحید کامل ہے اور یہ ایسا صاف اور واضح مضمون ہے جس کے قبول کرنے میں آدمی کو کچھ پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔ پس اے منکرین کیا تم حکم ماننے اور حق کے سامنے گردن جھکانے کو تیار ہو تو فبہا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکے۔ تم اپنا انجام سوچ لو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اتنا صاف سمجھانے اور اتمام حجت کے بعد بھی یہ منکرین نہ مانیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم کو خبردار کر چکا اور تم کو سب بھلائی برائی اور ان کے نتیجوں سے پوری طرح آگاہ کر چکا۔ نہ مانو گے تو پچھتاؤ گے اور ہمیشہ کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو گے۔ انکار پر جو سزا مرتب ہوگی اس کی اطلاع کر چکا سو اب نہ مجھ پر کوئی بار رہا اور نہ تم کو کوئی عذر رہا۔ تمہارے نہ ماننے پر جو عذاب کا وعدہ ہے وقوع تو اس کا ضرور بالضرور ہو کر رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ ہر چھپی کھلی بات کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کسی بات کی کیا جزا سزا ملنی چاہئے اور کب ملنی چاہئے۔ قریب زمانہ میں یا دور دراز وقت میں اور تاخیر عذاب سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ عذاب واقع ہی نہ ہوگا۔ تاخیر عذاب میں ممکن ہے تم کو جانچنا ہو اور تمہاری آزمائش منظور ہو کہ اس مدت میں سمجھ کر شرارت و انکار چھوڑ دو یا محض ڈھیل دینا ہو کہ ایک مدت تک دنیا میں پھنس کر شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر لو۔ یہ سارا پیغام پہنچا کر سورۃ کی بالکل آخری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیا کہ اے میرے رب ہمارے اور ان سرکشوں و کافروں کے درمیان حق کے موافق فیصلہ فرما دیجئے تاکہ حجت اور زیادہ تام ہو جاوے اور یہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے فرمایا کہ ہمارا رب ہم پر بڑا مہربان ہے ہم اسی کے آگے فریاد کرتے ہیں۔ اور اے مشرکین یہ جو تم ڈینگیں مارتے پھرتے ہو اور دھمکیاں دیتے ہو تو تمہاری خرافات کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو یہی دعا پڑھتے جس پر یہ سورۃ ختم ہوئی ہے یعنی رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (یعنی اے رب حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما۔ ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو اے کفار تم بیان کیا کرتے ہو)

اس سورۃ کی ابتداء میں بھی قرب قیامت اور حساب آخرت کا ذکر تھا اور سورۃ کے اخیر میں بھی یہی مضمون ذکر فرمایا اور اسی مضمون پر سورۃ کو ختم فرمایا اس طرح خاتمہ سورت کو ابتداء سورۃ کے ساتھ نہایت درجہ مناسبت ہوگئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو یقیناً قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی۔جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے

كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ

اُس روز تمام دُودھ پلانے والیاں اپنے دُودھ پیتے بچہ کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ

سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

نشہ کی سی حالت میں دکھائی دینگے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے ولیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز۔

| يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! | اتَّقُوْا ڈرو | رَبَّكُمْ اپنا رب | اِنَّ بیشک | زَلْزَلَةَ زلزلہ | السَّاعَةِ قیامت | شَيْءٌ چیز | عَظِيْمٌ بڑی بھاری |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| يَوْمَ جس دن | تَرَوْنَهَا تم دیکھو گے اسے | تَذْهَلُ بھول جائے گی | كُلُّ مُرْضِعَةٍ ہر دودھ پلانے والی | عَمَّاۤ جس کو | اَرْضَعَتْ وہ دودھ پلاتی ہے | | |
| وَتَضَعُ اور گرا دے گی | كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ ہر حمل والی حاملہ | حَمْلَهَا اپنا حمل | وَتَرَى اور تو دیکھے گا | النَّاسَ لوگ | سُكٰرٰى نشہ میں | | |
| وَمَا هُمْ اور حالانکہ نہیں | بِسُكٰرٰى نشہ میں | وَلٰكِنَّ اور لیکن | عَذَابَ اللّٰهِ اللہ کا عذاب | شَدِيْدٌ سخت | | | |

تفسیر وتشریح:۔ الحمد للہ اب سترہویں پارہ کی سورۃ الحج کا بیان شروع ہو رہا ہے۔اس سورۃ کا ابتدائی حصہ عمدہ روزی یعنی نعمائے جنت کا وعدہ فرمایا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور تصرفات کا اظہار فرما کر بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو انسان کا خادم بنایا۔ یہ حق تعالیٰ کی یقیناً مخلوق پر بڑی مہربانی اور رحمت ہے کہ بلا ان کی درخواست کے ان کی راحت کا اس قدر اہتمام فرمایا۔اس سے انسانوں کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ جس خدا کی مہربانی اور رحمت کی یہ حالت ہو اسی کی مخالفت کرنا یہ کونسی عقل تجویز کرسکتی ہے پس لوگوں کو چاہئے کہ اس کی مخالفت سے باز آجائیں۔اور غیر اللہ کی پرستش کو ترک کردیں۔ غیر اللہ کی پرستش اور بندگی تو ایسا ظلم اور ناانصافی ہے کہ جس کی حد نہیں جس پر جہنم کی وعید سنائی گئی۔ پھر غیر اللہ کی بیکسی کا حال بیان کیا گیا کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ایک مکھی تک تو پیدا نہیں کرسکتے اور پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ بتوں کی بے کسی اور بے بسی بتلا کر توحید کی دعوت دی گئی۔ پھر اسی طرح مسئلہ رسالت کو سمجھایا گیا اور اخیر میں اہلِ ایمان واہلِ اسلام کو ہدایت کی گئی کہ اگر یہ منکر کافر نہیں مانتے تو نہ سہی تم تو برابر اطاعت وعباداتِ خداوندی میں لگے رہو اور اعمالِ صالحہ کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔تم حق تعالیٰ کی اطاعت میں ایسی کوشش کرو جیسی کرنی چاہئے۔ تمہیں حق تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لئے منتخب کیا ہے۔اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی اور اللہ

نے تمہارا نام یعنی لقب مسلم رکھا پس تم دنیا میں خصوصیت کے ساتھ نماز کی پابندی رکھو۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو۔ اسی کا سہارا ڈھونڈو۔ وہی سارے کام بنانے والا ہے اور وہ اپنے بندوں کا سب سے اچھا رفیق اور سب سے اچھا مددگار ہے۔ یہ ہے خلاصہ مضامین اس پوری سورت کا۔

الحاصل اس پوری سورت میں جگہ جگہ مناسب مواقع پر تذکیر ونصیحت بھی ہے اور شرک کے خلاف اور توحید و آخرت کے حق میں مؤثر دلائل بھی ہیں۔

بعض مفسرین نے صراحت کی ہے کہ یہ عجیب سورت ہے۔ اس کا کچھ حصہ رات میں کچھ حصہ دن میں نازل ہوا۔ کچھ سفر میں اور کچھ حضر میں اُترا۔ کچھ مکی ہے اور کچھ مدنی کسی آیت کا صلح کے متعلق نزول ہوا کسی کا جنگ کے متعلق۔ کوئی ناسخ ہے کوئی منسوخ۔ کوئی محکم ہے کوئی متشابہ۔

اب ان ابتدائی آیات کی تشریح ملاحظہ ہو:۔

سورت کی ابتداء احوال قیامت کے دہشتناک ذکر سے کی گئی ہے کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ اس لئے تا کہ انسانوں کو پرہیزگاری اور خداترسی اور عبادت کی طرف کامل رغبت ہو اور دل میں خوف رہے۔ یہاں ابتدائی آیات میں سب سے پہلے اپنے رب سے ڈرنے اور تقویٰ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور پھر آنے والے دہشت ناک امور سے ڈرایا جارہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلہ سے۔

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں جس زلزلہ کا ذکر ہے یہ قیامت سے پہلے ہوگا اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قرب اور نزدیکی کے ہے۔ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا تو وہ صور پھونکیں گے جس سے کل زمین اور آسمان والے گھبرا اٹھیں گے زمین کپکپانے اور لرزنے لگے گی۔ پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر اڑتے پھریں گے۔ لوگ ادھر ادھر پریشان حیران بھاگنے دوڑنے لگیں گے۔ اس روز حاملہ عورتوں کے خوف ودہشت سے حمل گر جائیں گے اور دودھ پلانے والیاں باوجود اس کے کہ بچہ سے بڑی محبت ہوتی ہے بچہ کو بھی اس پریشانی اور بدحواسی میں بھول جاویں گی اور اس دہشت سے لوگ متوالے کی طرح بدحواس ہوں گے اور وہ بدحواسی کسی نشہ کی وجہ سے نہ ہوگی بلکہ عذاب الٰہی کی بدحواسی ہوگی۔ جیسا کہ احادیث میں روایات آئی ہیں اہل ایمان سے اس وقت روئے زمین پر ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ سب پہلے ہی اٹھ جائیں گے۔ کفار۔ اشرار اور بدکردار رہ جائیں گے جو اس وقت کو دیکھیں گے۔ پھر تمام دنیا نیست و نابود ہوکر پھر دوبارہ ایک اور عالم پیدا ہوگا۔ نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی۔ لوگ زندہ ہوجائیں گے۔ اور حشر برپا ہوگا۔

اب آگے جو قیامت اور حشر نشر کے منکرین ہیں ان پر رد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو تقویٰ کی دولت عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر آن آخرت کی تیاری میں مشغول رہیں۔ یا اللہ! ہمارے قلوب میں اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اور قیامت کی ہولناکیوں، ذلت اور رسوائیوں سے بچالے۔ یا اللہ! ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما۔ اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ! قیامت کے زلزلہ سے ہم کفار مشرکین اور منکرین قیامت کو کیا خوف دلائیں۔ ہم جو قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ہم ہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور دنیا کے مزوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی نافرمانیوں کا ارتکاب کررہے ہیں۔

یا اللہ! آخرت کی طرف سے ہمارے دلوں میں غفلت کو دور فرمادے۔ اور اس دنیا میں اپنی مرضیات والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے تا کہ ہم آخرت میں آپ کے عذاب سے بچ جائیں اور آپ کی رحمت عنایت اور مغفرت کے مورد بن جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ۝۳ کُتِبَ عَلَیْہِ

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے جانے بُوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ جس کی نسبت یہ بات لکھی

اَنَّہٗ مَنْ تَوَلَّاہُ فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ وَیَھْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ۝۴ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ

جا چکی ہے کہ جو شخص اُس سے تعلق رکھے گا تو اُس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اسکو بے راہ کر دیگا اور اس کو عذاب دوزخ کا راستہ دکھلا دے گا۔ اے لوگو اگر تم

فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ

دوبارہ زندہ ہونے سے شک میں ہو تو ہم نے (اول) تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر

مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی

بوٹی سے کہ (بعضی) پوری ہوتی ہے اور (بعضی) ادھوری بھی تا کہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کردیں اور ہم رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں

اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ۚ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ

ایک مدت معین تک ٹھیرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تا کہ اپنی بھری ہوئی جوانی تک پہنچ جاؤ اور بعضے تم میں وہ بھی ہیں جو (جوانی سے پہلے ہی)

یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا ۭ

مَر جاتے ہیں اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر تک پہنچا دیے جاتے ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتے ہیں۔

| وَ اور | مِنَ النَّاسِ کچھ لوگ جو | مَنْ جو | یُّجَادِلُ جھگڑا کرتے ہیں | فِی اللّٰہِ اللہ کے بارہ | میں | بِغَیْرِ عِلْمٍ بے جانے بوجھے |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَیَتَّبِعُ اور پیروی کرتے ہیں | کُلَّ شَیْطٰنٍ ہر شیطان | مَّرِیْدٍ سرکش | کُتِبَ عَلَیْہِ اس پر اسکی نسبت | لکھ دیا گیا | اَنَّہٗ کہ وہ | |
| مَنْ تَوَلَّاہُ جو دوستی کریگا اس سے | فَاَنَّہٗ تو وہ بیشک | یُضِلُّہٗ اسے گمراہ کرے گا | وَیَھْدِیْہِ اور راہ دکھائے گا اسے | اِلٰی طرف | عَذَابِ عذاب | |
| السَّعِیْرِ دوزخ | یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو! | اِنْ کُنْتُمْ اگر تم ہو | فِیْ رَیْبٍ شک میں | مِنَ سے | الْبَعْثِ جی اٹھنا | فَاِنَّا تو بیشک ہم |
| خَلَقْنٰکُمْ ہم نے پیدا کیا تمہیں | مِنْ تُرَابٍ مٹی سے | ثُمَّ پھر | مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے | ثُمَّ پھر | مِنْ عَلَقَةٍ جمے ہوئے خون سے | ثُمَّ پھر |
| مِنْ مُّضْغَةٍ گوشت کی بوٹی سے | مُّخَلَّقَةٍ صورت بنی ہوئی | وَ اور | غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ بغیر صورت بنی | لِّنُبَیِّنَ تاکہ ہم ظاہر کردیں | لَکُمْ تمہارے لئے | |
| وَنُقِرُّ اور ہم ٹھہراتے ہیں | فِی الْاَرْحَامِ رحموں میں | مَا نَشَآءُ جو ہم چاہیں | اِلٰی تک | اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مدت مقررہ | ثُمَّ پھر | |
| نُخْرِجُکُمْ ہم نکالتے ہیں تمہیں | طِفْلًا بچہ | ثُمَّ پھر | لِتَبْلُغُوْٓا تاکہ تم پہنچو | اَشُدَّکُمْ اپنی جوانی | وَمِنْکُمْ اور تم میں سے | مَنْ کوئی |
| یُّتَوَفّٰی فوت ہوجاتا ہے | وَمِنْکُمْ اور تم میں سے | مَنْ کوئی | یُّرَدُّ پہنچاتا ہے | اِلٰی تک | اَرْذَلِ الْعُمُرِ نکمی عمر | لِکَیْلَا یَعْلَمَ تاکہ وہ نہ جانے |
| مِنْ بَعْدِ بعد | عِلْمٍ علم جاننا | شَیْئًا کچھ | | | | |

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ ابتدائی آیات میں تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بعض احوال قیامت کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ چونکہ بعض کفار اور مشرکین امکان و وقوع قیامت اور بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور حشر ونشر، جزا وسزا کے منکر تھے اس لئے آگے منکرین پر رد فرمایا جاتا ہے اور بعث بعد الموت یعنی موت کے بعد پھر زندہ ہونا اس پر دو دلیلیں بیان فرمائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن باتوں کی خبر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب کے ذریعہ دیتے ہیں ان میں یہ کفار ومشرکین جھگڑتے اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور جہل و بے خبری سے عجیب احمقانہ شبہات پھیلاتے ہیں۔ چنانچہ قیامت اور حشر ونشر اور جزا وسزا پر ان کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب آدمی مر کر گل سڑ گیا اور ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہوگئیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ پھر زندہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا۔ حق تعالیٰ اس کی تردید فرماتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں۔ یہ فرمانِ خدا سے ہٹ کر اور نبی کی تابعداری چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنات کی ماتحتی کر رہے ہیں اور یہ جس کی مانتے ہیں وہ شیطان ازلی مردود ہے جو اپنی تقلید کرنے والوں کو بہکاتا رہتا ہے اور آخر عذابِ جہنم میں پھانس دیتا ہے۔ شیطان مردود کے متعلق تو یہ طے شدہ امر ہے کہ جو اس کی رفاقت اور پیروی کرے وہ اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈوبتا ہے اور گمراہ کر کے دوزخ سے ورے نہیں چھوڑتا۔ اب آگے دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اگر تم کو قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہو اور یہ دھوکا لگ رہا ہو کہ ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے تو تم خود اپنی پیدائش میں غور کرو کہ کس طرح ہوئی ہے۔ تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ اللہ نے تمہیں اول مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جو سب انسانوں کی اصل ہیں اور جن کی نسل تم سب ہو مٹی) سے پیدا ہوئے پھر تم کو قطرہ منی سے بنایا۔ اور کس طرح بنایا اور کیسے تمہاری تشکیل وتخلیق ہوئی اس کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ نطفہ کو جو پانی کا سا ایک قطرہ ہے جما ہوا خون بنا دیتے ہیں۔ پھر خون سے گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر لوتھڑے سے جسم انسانی کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے اور اعضا ہاتھ پاؤں آنکھ، کان، ناک بنا دیئے جاتے ہیں اور یہ تغیر وتبدل مقررہ قاعدوں کے مطابق ہوتا ہے اور جتنی مدت رحم مادر میں ٹھہرانا مناسب ہوتا ہے ٹھہراتے ہیں اور جسے ٹھہرانا نہیں چاہتے وہ حمل ساقط ہوجاتا ہے۔ حمل کی مدت مقرر ہے جو کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال اور بعض کے نزدیک ۴ سال ہے۔

رحمِ مادر میں انسان کی تخلیق کا حال جو یہاں آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے اس کی تفصیل صحیح بخاری میں ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس طرح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا مادہ ۴۰ روز تک رحم میں جمع رہتا ہے۔ پھر چالیس دن کے بعد علقہ یعنی جما ہوا خون بن جاتا ہے۔ پھر ۴۰ ہی دن میں مضغہ یعنی گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کے متعلق چار باتیں اسی فرشتہ کو لکھوا دی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ اس کی عمر کتنی ہے۔ دوسرے اس کا رزق کتنا ہے۔ تیسرے وہ کیا کیا عمل کرے گا چوتھے یہ کہ انجام کار یہ شقی وبدبخت ہوگا یا سعید ونیک بخت۔ غرض ماں کے پیٹ میں نطفہ کی تربیت ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ جیتا جاگتا بچہ بن جاتا ہے اور پھر مکمل شکل میں ماں کے پیٹ سے باہر نکالا جاتا ہے۔ پھر باہر آ کر اس کی نشوونما وتربیت جاری رہتی ہے اور بتدریج بہت سے منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک بچپن کا زمانہ ہے جب آدمی بالکل کمزور ناتواں ہوتا ہے اور اس کی تمام قوتیں چھپی رہتی ہیں اور

انتہائی ضعیف اور کمزور ہوتی ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ اس کی اندرونی اور بیرونی قوتیں جوانی کے وقت پورے کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ پھر بعض تو جوانی ہی میں مرجاتے ہیں اور بعض بڑھاپے تک زندہ رہتے ہیں۔ بعض یہاں تک پہنچتے ہیں کہ آدمی کے اعضاء و قویٰ جواب دے دیتے ہیں۔ وہ سمجھدار بننے کے بعد ناسمجھ اور کارآمد ہونے کے بعد نکمے ہوجاتے ہیں۔ سمجھ اور حافظہ کمزور ہوجاتا ہے اور جو کچھ سیکھا تھا بھول بھال جاتا ہے۔ علم و دانش جان کر پھر نادان بچوں جیسا ہوجاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارذل العمر یعنی ایسی عمر جس میں انسان کے عقل و شعور اور ہوش و حواس میں خلل آجائے پناہ مانگی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی ناکارہ عمر سے کہ جس میں ہوش و حواس اور عقل و شعور قائم نہ رہے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور مرتے دم تک ہوش و حواس۔ بینائی و سماعت و طاقت قائم رکھے۔ آمین

پس جو خدا ایک انسان پر اس قدر مختلف حالتیں طاری کرسکتا ہے اور اخیر میں انتہا کے بعد پھر ابتداء کی طرف لوٹا سکتا ہے تو کیا وہ گلی سڑی ہڈیوں سے دوبارہ انسان کو پیدا نہیں کرسکتا۔ بیشک کرسکتا ہے اور ضرور کرے گا پس قیامت کو نہ ماننا اور دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان نہ لانا حماقت اور بے عقلی نہیں تو اور کیا ہے؟

بعث بعد الموت یعنی مر کر قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کی ایک دلیل جو کائناتِ انسانی سے متعلق تھی ان آیات میں دی گئی اب کائنات انسانی سے ہٹ کر دوسری دلیل بے حس و بے عقل زمین کی حالت سے آگے دی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ اور تر و تازہ کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ مردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو یقین صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں تاکہ ہم کو حق تعالیٰ کے احکامات جو آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی کتاب قرآن پاک کے ذریعہ سے پہنچے ہیں ان کا اتباع کامل اور پوری تابعداری نصیب ہو۔

یا اللہ شیطان کی کجروی اور گمراہی اور اس کے شر و وساوس سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ آخرت و قیامت پر یقین و ایمان کے ساتھ اس دن کے لئے ہمہ وقت تیاری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ دنیا میں ہم کو جو زندگی اور عمر آپ نے عطا کی ہے اس کو اپنی رضا میں صرف کرنے کی ہمت اور توفیق و سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ دین کی باتوں میں شک اور شبہات سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور مرتے دم تک ہم کو صراط مستقیم پر استقامت عطا فرمایئے۔ یا اللہ! ایسی نکمی عمر تک پہنچ جانے سے کہ جب عقل و شعور، ہوش و حواس قوت و طاقت، بینائی و سماعت قائم نہ رہے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں یا اللہ! مرتے دم تک اپنی طاعت و عبادت میں لگائے رکھئے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ

اور اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک ہے۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ اُبھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما

مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝٥ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

نباتات اُگاتی ہے۔ یہ (سب) اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہی ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٦ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝٧

قادر ہے۔ اور قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دوبارہ پیدا کردیگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ ۝٨ ثَانِيَ عِطْفِهِ

اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت اور بدوں دلیل اور بدوں کسی روشن کتاب کے تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ

اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔ ایسے شخص کیلئے دُنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھا دیں گے۔

الْحَرِيقِ ۝٩ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۝١٠

کہ یہ تیرے ہاتھ کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے۔ اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَتَرَى اور تو دیکھتا ہے | الْأَرْضَ زمین | هَامِدَةً خشک پڑی ہوئی | فَإِذَا پھر جب | أَنْزَلْنَا ہم نے اتارا | عَلَيْهَا اس پر | الْمَاءَ پانی | | |
| اهْتَزَّتْ وہ تروتازہ ہوگئی | وَرَبَتْ اور اُبھر آئی | وَأَنْبَتَتْ اور اُگا لائی | مِنْ سے | كُلِّ زَوْجٍ ہر جوڑا | بَهِيجٍ رونق دار | ذَٰلِكَ یہ | | |
| بِأَنَّ اس لئے کہ | اللَّهَ اللہ | هُوَ الْحَقُّ وہی برحق | وَأَنَّهُ اور یہ کہ وہ | يُحْيِ زندہ کرتا ہے | الْمَوْتَىٰ مُردوں | وَأَنَّهُ اور یہ کہ وہ | عَلَىٰ پر | |
| كُلِّ شَيْءٍ ہر شے | قَدِيرٌ قدرت رکھنے والا | وَأَنَّ اور یہ کہ | السَّاعَةَ گھڑی (قیامت) | آتِيَةٌ آنے والی | لَا رَيْبَ فِيهَا نہیں شک | | | |
| وَأَنَّ اور یہ کہ | اللَّهَ اللہ | يَبْعَثُ اٹھائے گا | مَنْ جو | فِي الْقُبُورِ قبروں میں | وَ اور | مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے | مَنْ جو | يُجَادِلُ جھگڑتا ہے |
| فِي اللَّهِ اللہ (کے بارے) میں | بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر کسی علم | وَ اور | لَا هُدًى بغیر کسی دلیل | وَلَا اور بغیر کسی | كِتَابٍ کتاب | مُنِيرٍ روشن | | |
| ثَانِيَ عِطْفِهِ موڑے ہوئے اپنی گردن | لِيُضِلَّ تاکہ گمراہ کرے | عَنْ سے | سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کا راستہ | لَهُ اس کیلئے | فِي الدُّنْيَا دنیا میں | | | |
| خِزْيٌ رسوائی | وَ اور | نُذِيقُهُ ہم اسے چکھائیں گے | يَوْمَ الْقِيَامَةِ روزِ قیامت | عَذَابَ عذاب | الْحَرِيقِ جلتی آگ | ذَٰلِكَ بِمَا یہ اس سبب جو | | |
| قَدَّمَتْ آگے بھیجا | يَدَاكَ تیرے ہاتھ | وَ اور | أَنَّ اللَّهَ یہ کہ اللہ | لَيْسَ نہیں | بِظَلَّامٍ ظلم کرنے والا | لِلْعَبِيدِ اپنے بندوں پر | | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں قیامت اور مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونے پر منکرین کو ایک دلیل پیش کی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اور پھر عام انسانوں کو قطرۂ منی سے بنایا جاتا ہے اس طرح پر کہ رحمِ مادر میں نطفہ کچھ ایام میں تبدیل ہوکر جما ہوا خون بن جاتا ہے اور پھر خون سے گوشت کا لوتھڑا اور پھر جیتا جاگتا انسان تو انسان اگر خود اپنی

پیدائش پر غور کرے کہ اس کی اصل کیا تھی اور کتنا عرصہ گزرنے کے بعد یہ آدمی بنا تو اسی کو سمجھ کر بعث بعد الموت کا امکان بھی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جو خدا ان باتوں پر قادر ہے کہ ایک قطرہ منی سے جیتا جاگتا انسان پیدا کر سکتا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ انسان کو مار کر دوبارہ پھر اسے زندہ کر دے؟

تو ایک دلیل خود کائناتِ انسانی سے متعلق گزشتہ آیات میں پیش کی گئی تھی اب آگے ان آیات میں دوسری دلیل پیش کی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انسان اس زمین ہی کو دیکھے جو ہر وقت اس کے قدموں کے نیچے ہے کہ کیسی خشک اور چٹیل میدان پڑی تھی۔ ابرِ رحمت سے پانی برستا ہے۔ بے جان مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ خشک زمین سر سبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔ سبزہ بڑھتا ہے اور قسم قسم کے خوش منظر۔ فرحت بخش اور نشاط افزا پودے اگتے ہیں۔ اللہ کی اس قدرتِ کاملہ کو اکثر انسان دیکھتے ہیں۔ تو مردہ اور خشک زمین جب بارش کے پانی سے زندہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے تو ماء الحیات برسا کر انسان کو نباتات کی طرح دوسری بار کیا خدا نہیں پیدا کر سکتا؟

غور کرنے کی بات ہے کہ جس قادرِ مطلق اور صانع حقیقی نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرتِ کاملہ سے انسان کو ایسی عجیب و غریب صنعت کے ساتھ پیدا کیا۔ کیا خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اس کی زندگی بیکار بلا کسی مقصد کے بنائی ہوگی۔ اتنی بڑی دنیا اتنے سروسامان اور اس قدر اختیارات کے ساتھ انسان کے سپرد کر کے وہ اس کا حساب کبھی نہ لے گا؟ کیا کسی صحیح الدماغ آدمی کی عقل یہ گواہی دے سکتی ہے کہ انسان کے نیک و بد، اچھے برے اعمال کی جانچ اور بازپرس کے لئے کبھی عدالت قائم نہ ہوگی؟ یقیناً ایسا ہونا چاہئے اور ہوگا۔ قیامت اور زندگی مابعد موت خدائے حکیم کی حکمت کا ایک لازمی تقاضہ ہے جہاں سعید و شقی، نیک و بد، مجرم و وفادار صاف صاف طور پر الگ الگ ہوں اور اپنی اپنی جزا و سزا پائیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے واضح دلائل و شواہد سننے کے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایسی کھلی ہوئی نشانیاں دیکھ کر بھی بعض کجرو اور ضدی لوگ اللہ عزوجل کی کامل ہستی کو نہیں مانتے اور اس کے رسول کی قدر نہیں کرتے اور اس کی کتاب کو نہیں مانتے اور اللہ کی باتوں میں یونہی بے سند شک و شبہات اور جھگڑے کرتے رہتے ہیں ان کے پاس نہ کوئی علم ضروری ہے اور نہ دلیل۔ محض اپنے اوہام و ظنون کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی اعراض و تکبر اور رعونت و غرور برتتے ہیں اور غرض اس سے ان کی یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی ایمان اور یقین کی راہ سے ہٹا دیں اور خود تو گمراہ ہیں ہی دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔ ایسے لوگوں کے متعلق بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کرے گا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔ جب قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کو عذابِ جہنم کی سزا دی جائے گی تو کہا جائے گا کہ خدا کی طرف سے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں۔ یہ خود اپنے ہاتھوں کی کمائی اور کرتوت ہے جس کا مزہ آج تو اے انسان چکھ رہا ہے۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیات نضر بن حارث اور ابو جہل جیسے سردارانِ کفار مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو محض معاند تھے۔ انکار حشر و نشر ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس نہ کوئی علم بدیہی تھا۔ نہ نظری ہدایت نہ الہام و وحی اور مقصود ان کا اس عناد اور بغض راہِ حق سے صرف یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق پر دوسروں کو لبیک نہ کہنے دیں اور اسلام و ایمان قبول کرنے سے باز رکھیں۔ ان کے اس کبر و غرور کی سزا بیان فرمائی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی خوار و ذلیل کرے گا اور آخرت میں عذاب الیم میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ چنانچہ نضر بن حارث اور ابو جہل کیسی ذلت اور رسوائی کے ساتھ بدر کی لڑائی

میں اہل اسلام کے ہاتھوں قتل کئے گئے اور کتوں کی طرح سے ان کی لاشیں گھسیٹ کر ایک کنوئیں میں ڈال دی گئیں۔ یہ تو رہی دنیا کی ذلت اور رسوائی اور قیامت کے روز جہنم کا عذاب علیحدہ بھگتنا ہوگا۔ بعض مفسرین نے ان آیات کو تمام منکرین اور کفار مکہ سے متعلق رکھا ہے۔ ان آیات میں یہی مضمون فرمایا گیا ہے۔

تو گذشتہ اور ان آیات میں انسان کی پیدائش اور زمین سے نباتات کی پیداوار کی دو مثالیں بیان فرما کر یہاں حق تعالیٰ خود ان پانچ حقیقتوں کو بیان فرماتے ہیں جو ان دو مثالوں سے ثابت ہوتی ہیں۔ وہ پانچ حقیقتیں یہ ہیں۔

ایک یہ کہ یقیناً بالتحقیق اللہ موجود ہے جو اپنی ہستی میں کامل ہے ورنہ ایسی منظم اور حکیمانہ صنعتیں کہاں سے ظاہر ہوئیں۔

دوسرے یہ کہ وہ ہی مردہ اور بے جان چیزوں کو زندہ اور جان دار بنا دیتا ہے اور بے جانوں میں جان ڈالتا ہے چنانچہ مشتِ خاک یا قطرہ آب سے انسان بنا دینا اور خشک زمین میں روح نباتاتی پھونک کر اس کو سرسبز بنا دینا اس پر شاہد ہے۔

تیسرے یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر ہر چیز اس کی قدرت کے ماتحت اور نیچے نہ ہوتی تو ہرگز یہ کام یعنی مشتِ خاک یا قطرۂ حقیر سے جیتا جاگتا انسان بنا دینا یا مردہ خشک زمین سے پانی پڑتے ہی سبزہ کا اگا دینا نہ ہو سکتے تھے۔

چوتھے یہ کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں۔

پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں قبر والوں کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ یعنی جتنے لوگ مر چکے ہوں گے ان سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا اور اس زندگی میں دنیا کی زندگی کی جزا و سزا واقع ہونی ہے۔

گزشتہ آیت میں پہلے ان منکرین کا ذکر ہوا جو خود گمراہ تھے اور ان آیات میں ان منکرین کا ذکر ہے جو خود ہی گمراہ نہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے پر کمر بستہ رہتے تھے۔ اب اگلی آیات میں ایک تیسرے گروہ یعنی منافقین یا مذبذبین یا مرتدین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! دین اسلام اور قرآن و سنت کی باتوں میں شک و شبہ اور وساوس شیطانیہ سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرمایئے۔ اور صحیح علم اور عمل کی اپنے احکام کے مطابق توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! مخالفین اسلام اور منکرین ایمان کو دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی نصیب فرما اور آخرت کا عذاب تو ان کے لئے مقدر ہی ہے جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہدایت نصیب فرمایئے اور دوسروں کو بھی ہدایت کی راہ بتلانے والا بنایئے، اور دنیا میں بھی عزت اور غلبہ نصیب فرمایئے۔ اور آخرت میں اپنی مغفرت و رحمت سے نوازیئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

اور بعض آدمی اللہ کی عبادت کرتا ہے کنارہ پر پھر اگر اس کو کوئی نفع پہنچ گیا تو اُس کی وجہ سے قرار پالیا۔اور اگر اُس پر کچھ

فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا

آزمائش ہوگئی تو منہ اُٹھا کر چل دیا دنیا اور آخرت دونوں کو کھو بیٹھا۔یہی کھلا نقصان ہے۔خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرنے لگا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫ يَدْعُوْا

جو نہ اُس کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اُس کو نفع پہنچا سکتا ہے یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔وہ ایسے کی عبادت کررہا ہے کہ

لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

کہ اُس کا ضرر بہ نسبت اُس کے نفع سے زیادہ قریب الوقوع ہے۔ایسا کارساز بھی بُرا اور ایسا رفیق بھی بُرا۔

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | مِنَ سے | النَّاسِ لوگ | مَنْ جو | يَّعْبُدُ بندگی کرتا ہے | اللّٰهَ اللہ | عَلٰى پر | حَرْفٍ ایک کنارہ | فَاِنْ پھر اگر | اَصَابَهٗ اسے پہنچ گئی |
| خَيْرُ بھلائی | اطْمَاَنَّ تو اطمینان پالیا | بِهٖ اس سے | وَاِنْ اور اگر | اَصَابَتْهُ اسے پہنچی | فِتْنَةُ کوئی آزمائش | انْقَلَبَ تو پلٹ گیا | عَلٰى پر۔بل | | |
| وَجْهِهٖ اپنا منہ | خَسِرَ الدُّنْيَا دنیا کا فساد | وَالْاٰخِرَةَ اور آخرت | ذٰلِكَ یہ ہے | هُوَ الْخُسْرَانُ وہ گھاٹا | الْمُبِيْنُ کھلا | يَدْعُوْا پکارتا ہے وہ | | | |
| مِنْ سے | دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | مَا جو | لَا يَضُرُّهٗ نہ اسے نقصان پہنچائے | وَمَا اور جو | لَا يَنْفَعُهٗ نہ اسے نفع پہنچائے | ذٰلِكَ یہ ہے | | | |
| هُوَ وہ | الضَّلٰلُ گمراہی | الْبَعِيْدُ دور۔انتہا درجہ | يَدْعُوْا وہ پکارتا ہے | لَمَنْ اس کو جو | ضَرُّهٗٓ اس کا ضرر | اَقْرَبُ زیادہ قریب | | | |
| مِنْ نَّفْعِهٖ اس کے نفع سے | لَبِئْسَ بیشک برا | الْمَوْلٰى دوست | وَلَبِئْسَ اور بیشک برا | الْعَشِيْرُ رفیق | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ آیات میں کفار ومشرکین کو جو قیامت اور حشر ونشر کے منکر تھے ان کی مذمت فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت ضرور آنی ہے اور سب کو دوبارہ زندہ ہوکر اپنے کئے کی جزا سزا ملنا یقینی ہے۔اس طرح مشرکین مکہ کو متنبہ کیا گیا تھا کہ تم نے اگر ضد وہٹ دھرمی سے اپنے جاہلانہ اور باطل خیالات پر اصرار کیا اور دین حق کو جھٹلاتے رہے تو تمہارے لئے دنیا میں بھی رسوائی وذلت آنی ہے اور قیامت میں عذاب جہنم چکھنا ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں ایک دوسرے گروہ کی مذمت فرمائی گئی ہے جو باوجود ظاہری اسلام لانے کے دل سے اخلاص نہ رکھتے تھے اور بعض احوال میں کفر وشرک کی طرف واپس ہوجاتے۔

ان آیات کے سبب نزول کے متعلق مختلف روایات منقول ہیں لیکن حاصل سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول ہے کہ بعض بدوی دیہاتی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوجاتے اور پھر اپنے وطن کو واپس جاتے تو اگر اس سال خوب بارش ہوتی۔مال میں وسعت اور اولاد کی بہتری ہوتی تو کہتے یہ بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس سال قحط پڑ جاتا اور اولاد کی بیماری یا موت کا صدمہ پہنچتا تو کہتے (نعوذ باللہ) اس دین میں کوئی خوبی نہیں ہے اور پھر جاتے۔ حضرت ابن عباسؓ کا ہی دوسرا قول ہے کہ جب بعض دیہاتی مدینہ میں آتے اور آکر تندرست ہوجاتے اور اس کی گھوڑی کے خوبصورت بچہ پیدا ہوتا اور اس کی اپنی اولاد بھی نرینہ پیدا ہوتی تو دین اسلام سے راضی ہوتا اور کہتا کہ جب سے میں اس دین میں

آیا ہوں مجھے فائدہ ہی ہو رہا ہے اور اگر مدینہ میں آ کر بیمار ہو جاتا یا اس کی بیوی کے لڑکی پیدا ہوتی یا آمدنی میں کچھ تاخیر ہوتی تو شیطانی وسوسہ میں آ کر کہتا کہ جب سے میں اس مذہب میں آیا ہوں مجھے برائی ہی پہنچی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی مسلمان ہوا۔ پھر اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔ مال بھی برباد ہو گیا اور اولاد کا بھی صدمہ پہنچا۔ ان حوادث کی وجہ سے اس نے اسلام کو نعوذ باللہ منحوس جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اپنا اسلام واپس کر لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام واپس نہیں ہوتا۔ یہودی بولا میں نے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں پائی۔ آنکھیں جاتی رہیں۔ مال گیا، اولاد مری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح چاندی سونے کا میل آگ کے ذریعہ سے صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آدمیوں کی تمام کثافتوں کو اسلام دور کر دیتا ہے۔ بہر حال سبب نزول آیات کا کچھ بھی ہو مطلب صاف ہے۔ اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتا ہے اور اسکا دل مذبذب رہتا ہے۔ اگر دین میں داخل ہو کر دنیا کی بھلائی دیکھے تو بظاہر اللہ کی بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو دین حق کو چھوڑ دے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین و دنیا دونوں برباد ہوتے ہیں۔ آنے والی مصیبت تو آتی ہے۔ ادھر نجات آخرت سے محرومی ہو جاتی ہے۔ گویا ایسا آدمی مکان کے کنارے کھڑا ہے کہ جب چاہے نکل بھاگے۔ ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی خستہ و خوار ہوں گے تو اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہو گا۔ دنیا کی بھلائی نہ ملنے کی وجہ سے خدا کی بندگی چھوڑی اور جب اللہ عزوجل کو چھوڑا تو ضرورت کے وقت اپنی مدد کے لئے کسی اور کو بلائے گا۔ اب وہ اللہ کے سوا جسے بھی پکارے گا وہ کمزور ضعیف اور ناتواں ہی ہو گا جس میں نہ نفع پہنچانے کی طاقت ہو گی اور نہ ضرر پہنچانے کا بل بوتہ ہو گا تو ذرا سوچنا چاہئے کہ یہ کتنی بڑی گمراہی ہے اور اس کا یہ احمقانہ فعل اسے سچائی اور حقیقت سے کتنی دور لے جا کر پھینکے گا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کھلی ہوئی حماقت ہو گی۔ بتوں وغیرہ یعنی غیر اللہ سے نفع کی امید تو موہوم ہے لیکن ان کی بندگی کا جو ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لئے فائدہ کا سوال تو بعد میں دیکھا جائے گا نقصان ابھی ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئیں گے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے۔ **لبئس المولی ولبئس العشیر** یعنی جن سے بڑی امداد اور رفاقت کی توقع تھی وہ بہت ہی برے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے الٹا ان کے سبب سے نقصان پہنچ گیا۔

یہاں ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو محض دنیاوی طمع پر اسلام لے آتے ہیں اور ان کے دل میں حقانیت اسلام کی طرف سے تردد رہتا ہے۔ گویا ایسے لوگوں کے نزدیک حقانیت کا معیار دنیاوی منفعت ہے اور جو اسلام محض دنیوی منفعت پر مبنی ہو وہ اسلامی شریعت میں معتبر نہیں۔ اگر اس کو کوئی دنیاوی بھلائی پہنچ گئی جیسے صحت و مالداری وغیرہ تو اس بھلائی کی وجہ سے اس کو دین پر کچھ ٹھہراؤ ہو گیا اور اگر اس کو کوئی دنیاوی تکلیف پہنچ گئی جیسے بیماری اور تنگدستی تو پھر وہ دین سے پلٹ جاتا ہے تو ایسے شخص کا انجام یہ بتلایا گیا کہ اس نے دنیا بھی گنوائی اور آخرت بھی گنوائی۔ دنیا بھی گئی اور دین بھی گیا۔ دنیا کا نقصان تو یہ ہوا کہ مراد کو نہ پہنچا اور آخرت کا نقصان یہ ہوا کہ سارے اعمال نیست و نابود ہو گئے۔

حاصل مطلب یہ کہ دین اسلام کو اخلاص کے ساتھ اختیار کرنا چاہئے نہ کہ دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے۔ دنیا کا نفع و نقصان تو ہر کسی کے ساتھ لگا ہوا ہے جو مشیت الٰہی کے تحت پہنچتا ہے۔

اب آگے ان دونوں گروہوں کے مقابلہ میں جن کی مذمت فرمائی گئی مؤمنین صادقین کی فضیلت کو ظاہر کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل فرماویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے۔ جو شخص اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ رُسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

تو اس کو چاہیے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر اُس وحی کو موقوف کرادے تو پھر غور کرنا چاہیے آیا اُسکی تدبیر اُسکی ناگواری کی چیز کو موقوف کرسکتی ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

اور ہم نے اس قرآن کو اسی طرح اُتارا جس میں کھلی کھلی دلیلیں ہیں اور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔اس میں

هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ

کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾

قیامت کے روز (عملی) فیصلہ کردے گا۔ بے شک خدا تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| إِنَّ بیشک | اللّٰهَ اللہ | يُدْخِلُ داخل کرے گا | الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جولوگ ایمان لائے | عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے درست عمل کئے | جَنّٰتٍ باغات | | |
| تَجْرِيْ بہتی ہیں | مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے سے | الْاَنْهٰرُ نہریں | إِنَّ بیشک | اللّٰهَ اللہ | يَفْعَلُ کرتا ہے | مَا يُرِيْدُ جو وہ چاہتا ہے | |
| مَنْ جو | كَانَ يَظُنُّ گمان کرتا ہے | اَنْ کہ | لَّنْ يَّنْصُرَهُ ہرگز اس کی مدد نہ کرے گا | اللّٰهُ اللہ | فِي الدُّنْيَا دنیا میں | وَ اور | الْاٰخِرَةِ آخرت |
| فَلْيَمْدُدْ تو اسے چاہیے کہ تانے | بِسَبَبٍ ایک رسی | اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف | ثُمَّ پھر | لْيَقْطَعْ اسے کاٹ ڈالے | فَلْيَنْظُرْ پھر دیکھے | | |
| هَلْ کیا | يُذْهِبَنَّ دور کردیتی ہے | كَيْدُهٗ اس کی تدبیر | مَا يَغِيْظُ جو غصہ دلا رہی ہے | وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو نازل کیا | | |
| اٰيٰتٍ آیتیں | بَيِّنٰتٍ روشن | وَ اور | اَنَّ اللّٰهَ یہ کہ اللہ | يَهْدِيْ ہدایت دیتا ہے | مَنْ جس کو | يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے | إِنَّ بیشک |
| الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے | وَالَّذِيْنَ اور جو | هَادُوْا یہودی ہوئے | وَ اور | الصّٰبِئِيْنَ صابی ستارہ پرست | وَالنَّصٰرٰى اور نصاریٰ مسیحی | | |
| وَالْمَجُوْسَ اور آتش پرست | وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور وہ جنہوں نے شرک کیا (مشرک) | إِنَّ بیشک | اللّٰهَ اللہ | يَفْصِلُ فیصلہ کردے گا | | | |
| بَيْنَهُمْ ان کے درمیان | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت | إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | عَلٰى پر | كُلِّ شَيْءٍ ہر شے | شَهِيْدٌ مطلع | | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں منکرین۔ مجادلین ومذبذبین ومرتدین کی مذمت فرمائی گئی تھی اور ان کی باطل پرستی کا نتیجہ بدظاہر فرمایا گیا تھا۔ اب کفار کے مقابلہ میں اہل ایمان کا حال اور ان کی نیک انجامی بیان فرمائی جاتی ہے تاکہ اگر کفر سے نفرت پیدا ہوتو

ساتھ ہی اسلام و ایمان سے رغبت بھی پیدا ہو سکے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ ہر بات کی وضاحت اس کی ضد کو بیان کرنے سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ کفر کی ضد اسلام ہے۔ اسلام ہی کی طرف طبائع کا میلان کرانا مقصود تھا لیکن جب تک کفر کی طرف سے قلوب میں نفرت نہ پیدا کی جائے اسلام کی طرف میلان نہیں ہو سکتا۔ جب کفار اور ان کے کفر کی حالت شنیعہ اور نتائج قبیحہ کا بیان ہو گیا تو اب رغبت کے لئے مؤمنین، صادقین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو اہلِ ایمان ہیں اور ساتھ ہی عمل صالح بھی کرتے ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق اپنا عقیدہ رکھتے ہیں اور شریعت اسلامیہ کے مطابق جو نیک کام کرنے کے لئے بتلائے گئے ہیں وہ کرتے ہیں اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے باز رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن جنت کے باغات میں داخل کیا جائے گا۔ یہاں ان آیات میں بھی اور قرآن پاک میں متعدد جگہ جنت میں داخلہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ گزشتہ آیات میں کفار کی سزا اور یہاں مومنین کی جزا کا جو بیان ہوا تو اس کے وقوع میں ذرا شبہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔

اس سورۃ کے ابتدائی درس میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سورۃ کا ابتدائی حصہ مکہ معظمہ میں بالکل آخری مکی دور میں یعنی ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ہی قبل نازل ہوا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار مکہ کی عداوت و مخالفت اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی حتیٰ کہ کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے کر رہے تھے تاکہ اس طرح وہ دین اسلام کو ختم کر سکیں۔ چونکہ کفار و مشرکین کی دلی منشا اور غرض یہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دین اسلام کو مغلوب و ضعیف کر کے ختم کیا جائے اسلئے آگے اس غرض والوں کی ناکامی بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے رسول سے دنیوی اور اخروی فتح و نصرت کے جو وعدے کر چکا ہے وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے خواہ کفار و حاسدین کتنا ہی غیظ کھائیں اور نصرت ربانی کے روکنے کی کیسی ہی تدبیر کر لیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و کامیابی کسی طرح رک نہیں سکتی یقیناً آ کر رہے گی۔ اگر ان کفار و حاسدین کو اس پر زیادہ غصہ ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کوشش سے خدا کی مشیت کو روک سکیں گے تو اپنی انتہائی کوشش صرف کر کے دیکھ لیں اور ہو سکتا ہو تو آسمان میں رسی تان کر اوپر چڑھیں اور وہاں سے آسمانی امداد کو منقطع کر آئیں۔ پھر دیکھیں کہ ان تدبیروں سے وہ چیز آنی بند ہو جاتی ہے جس پر انہیں اس قدر غصہ اور پیچ و تاب ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قرآن پاک کی آیات تو بالکل واضح اور روشن ہیں اور اس کی باتیں اور مثالیں کتنی صاف اور کھلی ہیں۔ جو شخص ان میں غور کرے اس پر صاف صاف حق واضح ہو جائے مگر سمجھتا وہی ہے جسے خدا سمجھ دے۔ ہدایت یاب ہونا ہر شخص کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں البتہ انسان کی سعی اور طلب کے بعد اللہ تعالیٰ ارادہ ہدایت کا فرما ہی لیتے ہیں۔

اب تمام گروہوں کا بیان کرنے کے بعد تمام گروہوں کے متعلق ایک قطعی فیصلہ صادر فرما دیا کہ قیامت کے دن تمام مذاہب کے نزاعات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہوگا اور اہلِ اسلام۔ یہود۔ نصاریٰ آتش پرست۔ صابی۔ مشرکین سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کا نتیجہ اچھا ہے اور کس کا برا، کون کامیاب رہا کون ناکام، کون ناجی ہے کون ناری۔ سب جدا جدا کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیئے جائیں گے۔ سب

کے اقوال وافعال۔ ظاہر و باطن سب اللہ تعالیٰ پر عیاں ہیں۔

عام طور پر دنیا میں مذہب کے لحاظ سے چھ فریق رہے ہیں۔ ایک اہل ایمان یا اہل اسلام جن کو یہاں آیت میں "اللذین امنو" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسرے یہود۔ تیسرے نصاریٰ۔ چوتھے مجوسی یعنی آتش پرست۔ پانچویں مشرکین یعنی بت پرست وغیرہ۔ چھٹے صائبین۔ صائبین کے بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ کواکب پرستوں کا گروہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ بعض کا کہنا ہے کہ صائبین مجوس اور نصاریٰ کے درمیان ایک قوم ہے اور ان کا کوئی دین نہیں اور نہ وہ کسی پیغمبر کو مانتے ہیں۔ نہ کسی ملت کی جانب منسوب ہیں۔ نہ ان کی کوئی شریعت ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ صائبین اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے جو فرشتوں کو پوجتا تھا۔ بہر حال یہ چھ دین ہیں جن میں سے پانچ دین اب شیطان کے ہیں اور صرف ایک دین رحمٰن کا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان جملہ ادیان مختلفہ کا فیصلہ فرمائیں گے۔ اہلِ ایمان و اہلِ اسلام کو جنت میں جو اللہ کی رضا کا مقام ہے داخل فرمائیں گے۔ اور ان کے سوا سب کفار و مشرکین کو خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا مجوسی یا صابی یا مشرک سب جہنم میں جھونکے جائیں گے اور یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے علم کی بنا پر ہوگا۔

نیز ان اللہ یھدی من یرید یعنی اللہ تعالیٰ حق کی ہدایت فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے سے واضح ہوا کہ قرآن کریم کی تعلیم و ہدایت تو بالکل واضح، روشن اور نا قابل شک وشبہ ہے مگر فائدہ اور ہدایت اسی کو نصیب ہوتا ہے جس کے شاملِ حال اللہ کی توفیق ہو۔ اور جس کو حق تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ اسی مناسبت سے آگے اللہ عزوجل کی قدرت و جبروت کو ثابت فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ قرآنی ہدایات کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے قلوب منور فرمائیں اور ہمارے سینوں کو کشادہ فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما۔ اور اسی پر ہمارا جینا اور مرنا مقدر فرما۔

یا اللہ! قیامت میں مؤمنین صادقین کے ساتھ ہی ہمارا حشر و نشر ہو اور انہی کے ساتھ جنت میں پہنچنا نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اپنی توفیق حسن کو ہمارے شاملِ حال فرما۔ یا اللہ! ہم کو ان اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرما جو آپ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنیں اور ان اعمال سے بچنا نصیب فرما جو آپ کی ناراضگی کا سبب ہوں۔

یا اللہ! آپ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدۂ نصرت و امداد کے فرمائے تھے وہ سب آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے فرمائے۔

یا اللہ! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مسلمہ بھی اس وقت آپ کی امداد و نصرت کی بہت ہی حاجت مند ہے۔

یا اللہ! دشمنانِ دین اور اعدائے اسلام کے مقابلہ میں اُمتِ مسلمہ کی مدد فرمادے اور اسلام اور اہلِ اسلام کو مٹانے والوں کے عزائم کو ملیامیٹ فرمادے اور ان کے اوپر اپنے قہر و عذاب کی بجلیاں گرا کر خاسر و ناکام بنادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند

وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ

اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی۔اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہوگیا ہے۔

الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ (۱۸)

اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے) جو چاہے کرے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| أَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا؟ | أَنَّ اللَّهَ کہ اللہ | يَسْجُدُ لَهُ سجدہ کرتا ہے اس کیلئے | مَنْ جو | فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں | وَمَنْ اور جو |
| فِي الْأَرْضِ زمین میں | وَالشَّمْسُ اور سورج | وَالْقَمَرُ اور چاند | وَ اور | النُّجُومُ ستارے | وَالْجِبَالُ اور پہاڑ | وَالشَّجَرُ اور درخت |
| وَالدَّوَابُّ اور چوپائے | وَكَثِيرٌ اور بہت | مِنَ سے | النَّاسِ انسان | وَكَثِيرٌ اور بہت سے | حَقَّ ثابت ہوگیا | عَلَيْهِ اس پر |
| الْعَذَابُ عذاب | وَ اور | مَنْ جسے | يُهِنِ اللَّهُ ذلیل کرے اللہ | فَمَا لَهُ تو نہیں اس کیلئے | مِنْ مُكْرِمٍ کوئی عزت دینے والا | إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ |
| يَفْعَلُ کرتا ہے | مَا يَشَاءُ جو وہ چاہتا ہے | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں حق تعالیٰ قیامت کے روز تمام مذاہب کے انسانوں میں عملی فیصلہ فرمادیں گے یعنی اہلِ ایمان کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور منکرین و کافرین کو جہنم میں پھینکا جائے گا اور ہر شخص کے کفر و ایمان کی اطلاع حق تعالیٰ کو ہے پس ہر ایک کو مناسب جزا و سزا دے گا۔ تو گزشتہ آیت میں یہ فرمانے سے کہ بیشک حق تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے اور ہر چیز جانتا ہے اللہ تعالیٰ کا علم و ادراک کامل ثابت ہوا تھا جو قیامت میں فیصلہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اب آگے اس آیت میں اللہ عزوجل کی قدرت اور جبروت کو ثابت فرمایا جاتا ہے کہ اس کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے۔ آسمان اور زمین میں جتنی بھی مخلوق ہے سب اس قدرت والے کے آگے سربسجود ہے۔ کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتا وہ جس کو ذلت دیتا ہے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا اور وہ جو چاہے کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے فیصلہ کو رد کرسکے اور قیامت میں فیصلہ کرنے کے لئے بھی دو وصف ضروری ہیں۔ علم کامل اور قدرت کامل۔ تو جو تمام عالم کا مسجود ہے۔ کائنات کی ہر چیز اسی کے حکم کی مطیع اور اس کی مشیت کے مسخر ہے۔ ہر شے اسی طریق سے اس کو سجدہ کرتی ہے جو اس کی حالت کے سزاوار ہے۔ انسان بھی سجدہ کرتا ہے۔ ستارے بھی سجدہ کرتے ہیں۔ درختوں کی پتیاں۔ ریگستان کے ذرے، سمندر اور دریاؤں کے قطرے۔ اور پہاڑوں کے پتھر سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ لیکن ہر ایک کا سجدہ جدا نوعیت اور جدا کیفیت رکھتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ کل کائنات کے سجدہ کرنے کے دو معنی ہیں۔

اول یہ کہ ہر شے اپنے مناسب حال سجدہ کرتی ہے۔ آدمی کا سجدہ ہے پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنا۔ درختوں کا سجدہ کرنا اور نوعیت رکھتا ہے۔ پہاڑوں، ستاروں چاند اور سورج ان کا سجدہ کسی اور خاص کیفیت و ہیئت کا حال ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ تمام مخلوق فطرۃ اللہ کی فرمانبردار اور مسخر

ہے۔ قانونِ قدرت سے کوئی سرتابی نہیں کرسکتا۔ چاروناچار سب کو ضابطۂ فطرت پر چلنا پڑتا ہے۔ زمین اور آسمان کی ہر مخلوق اس کے قانون کی مطیع ہے۔ یہاں آیت میں بعض چیزوں کے سجدہ کرنے کی تخصیص بھی کی گئی ہے مثلاً سورج، چاند اور ستارے۔ پہاڑ، درخت، چارپائے۔ عرب میں بعض قبیلے آفتاب کی پرستش کرتے تھے۔ عرب کے علاوہ بعض دوسری قومیں بھی ان کی پوجا کرتی تھیں۔ بعض قومیں چاند، سورج کی طرح پہاڑوں، درختوں اور کچھ جانوروں کی بھی اتنی تعظیم کرتے تھے کہ وہ حد عبادت تک پہنچ جاتی۔ تو ان سب چیزوں کی پرستش کرنیوالوں کو جتلایا جاتا ہے کہ یہ سب چیزیں تو اللہ کے آگے جھک رہی ہیں۔ اسکے حکم کے آگے مسخر ہیں۔ تو ان کے مالک و خالق کو چھوڑ کر ان کو پوجنا کونسی عقلمندی ہے؟ باخدا انسان تو بالاختیار اللہ کو سجدہ کرتے ہیں مگر انسانوں میں ایسے بھی بدبخت اور بے عقل اور ذلیل ہیں کہ باختیار خود اس مالک و خالق حقیقی کے آگے نہیں جھکتے۔ ان ذلیل انسانوں پر عذاب الٰہی ثابت ہو چکا ہے۔ اور انسانوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ عزوجل جسے عذاب دے کر ذلیل کرنا چاہے تو کوئی اس کو بچا کر عزت دینے والا نہیں۔

اس آیت میں یہ دو جملے جو آئے ہیں۔ " ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشآء " اور جسے اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔ ان دو جملوں سے متعلق بغداد کے ایک مشہور و معروف بزرگ جو شیخ ابوعبداللہ اندلسی کے نام سے ۳۰۰ھ میں گزرے ہیں ان کا عجیب و غریب اور نہایت عبرت انگیز واقعہ یاد آیا جو ایک مشہور عربی کتاب سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اردو میں ترجمہ فرمایا ہے اور جو درس عبرت کے نام سے طبع ہوا ہے۔ حضرت شیخ اکثر اہل عراق کے پیر و مرشد اور استاد و محدث تھے آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک تھی جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی رحمہما اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں اور علاوہ زاہد و عابد اور عارف باللہ ہونے کے حدیث و تفسیر میں ایک جلیل القدر امام تھے۔ لکھا ہے کہ تیس ہزار احادیث آپ کو حفظ یاد تھیں اور قرآن کریم کے تمام روایات قرأت کے ساتھ حافظ تھے مگر ایک ابتلا میں گرفتار ہو جانے پر کس طرح سارا قرآن شریف بھول گئے۔ اور سوا دو آیتوں کے کچھ یاد نہ رہا۔ ایک تو یہی " ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشآء" (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)۔ اور دوسری یہ "ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سوآء السبیل" (جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا) اور تیس ہزار احادیث میں سے صرف ایک حدیث یاد رہ گئی تھی من بدل دینہ فاقتلوہ (اور جو اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کردو) چونکہ واقعہ نہایت عبرت انگیز اور نصیحت آمیز ہے اور اس آیت سے ایک مناسبت رکھتا ہے اس لئے پورا واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ درس میں پیش کیا جائے گا۔ اور یہ واقعہ اتنا عبرتناک اور نصیحت آموز ہے کہ حضرت اقدس شیخ الحدیث و محدث کبیر مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ایک تالیف "شریعت و طریقت کا تلازم" میں صفحہ ۲۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کا واقعہ تو میرے دل میں ایسا جما ہوا ہے اور چبھا ہوا ہے کہ اکثر بے اختیار زبان قلم پر آجاتا ہے میں سالکین اور تصوف سے ذرا سا تعلق رکھنے والوں کے متعلق بھی یہ چاہتا ہوں کہ یہ واقعہ ہر ایک کے دل میں اترا ہوا ہو۔"

یہ آیت جو تلاوت کی گئی ہے یہ آیت سجدہ ہے اس کے پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے اس لئے قارئین و سامعین سجدۂ تلاوت کرلیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کی معرفت اور یقین کامل ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! عزت و ذلت کے خزانے آپ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ آپ جسے چاہیں عزت بخشیں اور جسے چاہیں ذلت دیں۔ آپ کے ارادہ اور حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے اپنی اپنی حالت کے مناسب سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند

وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ

اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی۔ اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہوگیا ہے۔

الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۗ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ (۱۸)

اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے) جو چاہے کرے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| أَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا؟ | أَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | يَسْجُدُ لَهٗ سجدہ کرتا ہے اس کیلئے | مَنْ جو | فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | وَمَنْ اور جو | |
| فِي الْأَرْضِ زمین میں | وَالشَّمْسُ اور سورج | وَالْقَمَرُ اور چاند | وَ اور | النُّجُومُ ستارے | وَالْجِبَالُ اور پہاڑ | وَالشَّجَرُ اور درخت |
| وَالدَّوَآبُّ اور چوپائے | وَكَثِيرٌ اور بہت | مِنَ سے | النَّاسِ انسان | وَكَثِيرٌ اور بہت سے | حَقَّ ثابت ہوگیا | عَلَيْهِ اس پر |
| الْعَذَابُ عذاب | وَ اور | مَنْ جسے | يُهِنِ اللّٰهُ ذلیل کرے اللہ | فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے | مِنْ مُّكْرِمٍ کوئی عزت دینے والا | إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ |
| يَفْعَلُ کرتا ہے | مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے | | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ اس آیت کا بیان گزشتہ درس میں ہو چکا ہے۔ آیت کے آخری دو جملوں یعنی " ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشآء" (اور جسے اللہ ذلیل کرے اس کو عزت دینے والا کوئی نہیں بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے) سے متعلق گزشتہ درس میں عراق (بغداد) کے ایک مشہور بزرگ شیخ ابوعبداللہ اندلسی رحمتہ اللہ علیہ کے عجیب و غریب اور نہایت عبرت انگیز اور نصیحت آمیز واقعہ کو بیان کرنے کا جو وعدہ کیا گیا تھا وہ اس درس میں پورا کیا جاتا ہے۔ یہ عبرت آموز واقعہ علامہ دمیری کی کتاب "حیٰوۃ الحیوان مطبوعہ مصر سے نقل کیا گیا ہے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے جو "درس عبرت" کے نام سے قریب ۶۰ سال ہوئے شائع ہوا تھا۔ اور اب بھی غالباً دارالاشاعت بندر روڈ بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی سے دستیاب ہوسکتا ہے۔"

درسِ عبرت" میں حضرت مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

سن ہجری کی دوسری صدی ختم پر ہے۔ آفتاب نبوت غروب ہوئے ابھی بہت زیادہ مدت نہیں گزری۔ لوگوں میں امانت دیانت اور تدین و تقویٰ کا عنصر غالب ہے۔ اسلام کے ہونہار فرزند جن کے ہاتھ پر اس کو فروغ ہونے والا ہے کچھ برسرِ پیکار ہیں اور کچھ ابھی تربیت پا رہے ہیں۔ ائمہ دین کا زمانہ ہے۔ ہر ایک شہر علماء دین و صلحا متقین سے آباد نظر آتا ہے خصوصاً مدینۃ الاسلام بغداد جو اس وقت مسلمانوں کا دار السلطنت ہے اپنی ظاہری اور باطنی آرائشوں سے آراستہ ہو کر گلزار بنا ہوا ہے ایک طرف اگر اس کی دلفریب عمارتیں اور ان میں گزرنے والی نہریں دل لبھانے والی ہیں تو دوسری طرف علماء و صلحاء کی مجلسیں درس و تدریس کے حلقے ذکر و تلاوت کی دلکش آوازیں خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی دلجمعی کا کافی سامان ہے۔ فقہاء محدثین اور عباد و زہاد کا ایک عجیب و غریب مجمع ہے۔ اس مبارک مجمع میں ایک بزرگ حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسی کے نام سے مشہور ہیں جو اکثر اہل عراق کے پیرو مرشد اور استاد و محدث ہیں آپ کے

مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ چکی ہے جن کا ایک عبرت ناک واقعہ ہمیں اس وقت ہدیہ ناظرین کرنا ہے۔

یہ بزرگ علاوہ زاہد و عابد اور عارف باللہ ہونے کے حدیث و تفسیر میں بھی ایک جلیل القدر امام ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں اور قرآن شریف کو تمام روایاتِ قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا۔ تلامذہ اور مریدین کی جماعت میں سے بہت سے آپ کے ساتھ ہولئے جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ حضرت شبلی قدس اللہ سرہ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ خدا کے فضل و کرم سے نہایت امن و امان اور آرام و اطمینان کے ساتھ منزل بہ منزل مقصود کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ہمارا گزر ایک عیسائیوں کی بستی پر ہوا۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا لیکن پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب تک ادا نہ کر سکے تھے۔ بستی میں پہنچ کر پانی کی تلاش ہوئی ہم نے بستی کا چکر لگایا۔ اس دوران میں ہم چند مندروں اور گرجا گھروں پر پہنچے جن میں آفتاب پرستوں اور صلیب پرست نصرانیوں کے رہبان اور پادریوں کا مجمع تھا جن میں ہر شخص اپنے خبط میں مبتلا تھا۔ کوئی آفتاب کو پوجتا تھا۔ کوئی آگ کو ڈنڈوت کرتا تھا۔ کوئی صلیب کو اپنا قبلہ حاجات بنائے ہوئے تھا۔ ہم یہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اور ان لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ آخر گھومتے گھومتے بستی کے کنارہ پر ایک کنوئیں پر پہنچے جس پر چند نوجوان لڑکیاں پانی پلا رہی تھیں۔ اتفاق سے شیخ مرشد ابو عبداللہ اندلسی کی نظر ان میں سے ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے خداداد حسن و جمال میں سب ہجولیوں سے ممتاز ہونے کے ساتھ زیور اور لباس سے آراستہ تھی۔ شیخ کی اس پر نظر پڑتے ہی حالت دگرگوں ہونے لگی۔ چہرہ بدلنے لگا۔ اسی انتشار طبع کی حالت میں شیخ اس کی ہجولیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے یہ کس کی لڑکی ہے؟ لڑکیوں نے جواب دیا کہ یہ اسی بستی کے سردار کی بیٹی ہے۔ شیخ نے کہا کہ پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے کہ کنوئیں سے خود ہی پانی بھرتی ہے کیا وہ اس کے لئے کوئی ماما نوکر نہیں رکھ سکتا جو اس کی خدمت کرے لڑکیوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ مگر اس کا باپ نہایت عقیل اور فہیم آدمی ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے مال و متاع حشم و خدم پر غرہ ہو کر کہیں اپنے فطری اخلاق خراب نہ کر بیٹھے اور نکاح کے بعد شوہر کے یہاں جا کر اس کی خدمت میں کوئی قصور نہ کرے۔

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے اور تین دن کامل اس پر گزر گئے کہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ کسی سے کلام کرتے ہیں البتہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو نماز ادا کر لیتے ہیں۔ مریدین اور تلامذہ کی کثیر التعداد جماعت ان کے ساتھ ہے لیکن سخت ضیق میں ہے کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن میں نے یہ حالت دیکھ کر پیش قدمی کی اور عرض کیا اے شیخ! آپ کے مریدین آپ کے اس مستمر سکوت سے متعجب اور پریشان ہیں۔ کچھ تو فرمائیے کیا حال ہے۔ حضرت شیخ نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے عزیزو میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں۔ پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آ چکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں۔ حضرت شبلی نے عرض کیا اے ہمارے آقا۔ آپ اہل عراق کے پیر و مرشد۔ علم و فضل اور زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو گئی ہے۔ بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

حضرت شیخ نے فرمایا میرے عزیزو۔ میرا اور تمہارا نصیب۔ تقدیر خداوندی ظاہر ہو چکی ہے۔ مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئیں یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا ''اے میری قوم۔ قضا و قدر نافذ ہو چکی ہے۔ اب کام

میرے بس کا نہیں ہے۔"

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حیرت سے رونا شروع کیا۔ شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہوگئی اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے۔ لوگ ہمارے آنے کی خبر سن کر حضرت شیخ کی زیارت کے لئے شہر سے باہر آئے اور حضرت شیخ کو ہمارے ساتھ نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ ہم نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ واقعہ سن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا۔ شیخ کے مریدوں میں سے کثیر التعداد جماعت تو اسی غم و حسرت میں اسی وقت عالمِ آخرت کو سدھار گئی اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ مقلب القلوب شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے۔ اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہوگئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے ایک سال کے بعد جب ہم مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر پھر شیخ کی خبر لیں کہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا اور اس گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا۔ گاؤں والوں نے بتلایا کہ وہ جنگل میں خنزیر چرا رہا ہے۔ اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی۔ اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کر لیا اور وہ جنگل میں سور چرانے کی خدمت پر مامور رہے۔ حضرت شبلیؒ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہم ششدر رہ گئے اور غم سے ہمارے کلیجے پھٹنے لگے کہ خدا کی پناہ یہ کیا ہوا؟ آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈنے لگا۔ بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جہاں وہ سور چرا رہے تھے۔ دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر میں زنار باندھی ہوئی ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکا لیا۔ ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔ شیخ نے کسی قدر دبی زبان سے وعلیکم السلام کہا۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا اے شیخ! اس علم و فضل اور حدیث و تفسیر کے ہوتے ہوئے آج آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت شیخ نے جواب دیا۔ میرے بھائیو۔ میں اپنے اختیار میں نہیں۔ میرے مولا نے جس طرح چاہا مجھ میں تصرف کیا اور اس قدر تقرب کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا تھا۔ اے عزیزو خدائے بے نیاز کے قہر سے ڈرو۔ اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو۔ اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔ اے میرے مولا! میرا گمان تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل و خوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا۔ یہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور فریاد کرنا شروع کر دیا اور آواز دی کہ اے شبلی اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر۔ حضرت شبلی رونے کی وجہ سے لکنت کرتی ہوئی آواز سے نہایت دردناک لہجہ میں فریاد کرنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں۔ ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے۔ ہم سے یہ مصیبت دفع کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفعہ کرنے والا نہیں۔

خنزیران سب کا رونا اور ان کی دردناک آوازیں سنتے ہی سب کے سب وہیں جمع ہوگئے اور زمین پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنا اور چلانا شروع کیا اور اس زور سے چیخے کہ ان کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونج اٹھے۔ یہ میدان میدانِ حشر کا نمونہ بن گیا۔ ادھر حضرت شیخ حسرت کے عالم میں زاروزار رو رہے تھے۔ حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کریم کو ساتوں قرأت سے پڑھا کرتے تھے۔ اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے؟

حضرت شیخ نے جواب دیا اے عزیز! مجھے تمام قرآن مجید میں دو آیتوں کے سوا کچھ یاد نہیں رہا۔

حضرت شبلی نے پوچھا وہ دو آیتیں کون سی ہیں؟ تو شیخ نے کہا ایک تو یہ ہے۔ "ومن یهن الله فماله من مکرم ان الله یفعل مایشآء" (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) اور دوسری یہ ہے۔ " ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سوآء السبیل" (جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا۔ تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا)

حضرت شبلیؒ نے پھر پوچھا کہ اے شیخ آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے برزبان یاد تھیں اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے؟ کہنے لگے کہ صرف ایک حدیث یاد ہے۔ "من بدل دینه فاقتلوه" (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو)

پھر حضرت شبلی کہتے ہیں کہ ہم یہ حال دیکھ کر بصد حسرت و یاس شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس ہوئے اور بغداد کا قصد کیا۔ ابھی تین ہی منزل طے کر پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور بآواز بلند شہادتین "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله" پڑھتے جاتے تھے۔

اسی وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت اور حسرت و یاس کا اندازہ ہو۔ ان کے قریب پہنچ کر شیخ نے کہا کہ مجھے ایک پاک کپڑا دو اور کپڑا لے کر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی۔ ہم منتظر تھے کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو مفصل واقعہ سنیں۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا اس خدائے علیم و قدیر کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ جس نے آپ کو پھر ہم سے ملایا اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد پھر درست فرمایا۔ مگر اے شیخ ذرا بیان فرمایئے کہ انکار شدید کے بعد پھر آپ کا آنا کیسے ہوا؟

حضرت شیخ نے فرمایا۔ میرے دوستو جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے میں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ خداوندا مجھے اس جنجال سے نجات دے۔ میں تیرا خطا کار بندہ ہوں اس سمیع الدعا نے بایں ہمہ میری آواز سن لی اور میرے سارے گناہ محو کر دیئے۔

پھر حضرت شبلی نے دریافت کیا اے شیخ آپ کے ابتلاء کا کوئی سبب تھا؟ حضرت شیخ نے فرمایا ہاں جب ہم اس گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گزر ہوا۔ آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کم بخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان و توحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں، بلکہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں۔ بس مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا کوئی پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا ہے جو درحقیقت ایمان تھا۔

حضرت شبلی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہمارا قافلہ نہایت خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچا۔ سب مریدین شیخ کی زیارت اور ان کے دوبارہ قبول اسلام سے خوشیاں منا رہے ہیں۔ خانقاہیں اور حجرے کھول دیئے گئے۔ بادشاہ وقت حضرت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور کچھ ہدایا پیش کئے۔ شیخ پھر اپنے قدیم شغل میں مشغول ہو گئے اور پھر وہی حدیث و تفسیر وعظ و تذکیر تعلیم و تربیت کا دور شروع ہو گیا۔ خداوند عالم نے شیخ کا بھولا ہوا علم پھر ان کو عطا فرما دیا بلکہ اب نسبتاً پہلے سے ہر علم و فن میں ترقی ہے۔ تلامذہ کی تعداد چالیس ہزار تک ہو گئی۔ اور اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی۔ ایک روز ہم صبح کی نماز پڑھ کر حضرت شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی شخص نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کیا مقصود ہے؟

اس آنے والے نے کہا کہ اپنے شیخ سے کہہ دو کہ وہ لڑکی جس کو

آپ فلاں گاؤں میں چھوڑ آئے تھے اس گاؤں کا نام لیا جس میں حضرت شیخ مبتلا ہوئے تھے) آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ میں شیخ کے پاس گیا۔ واقعہ بیان کیا۔ شیخ سنتے ہی زرد پڑ گئے اور خوف سے کانپنے لگے اس کے بعد اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔

لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زاروقطار رو رہی ہے۔ شدت گریہ دم لینے کی اجازت نہیں دیتا کہ کچھ کلام کرے۔

حضرت شیخ نے لڑکی سے خطاب کیا کہ تمہارا آنا یہاں کیسے ہوا اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا؟

لڑکی نے جواب دیا کہ اے میرے سردار جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد کو پہنچی اس کو میرا ہی دل جانتا ہے نہ بھوک رہی نہ پیاس۔ نیند کہاں آتی۔ رات بھر اسی اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی اور اس وقت مجھ پر کچھ غنودگی سی غالب ہوئی اس غنودگی میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اگر تو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کا اتباع کر اور اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔ لڑکی نے کہا کہ میں نے اسی خواب کے عالم میں اس شخص کو خطاب کر کے پوچھا کہ شیخ کا دین کیا ہے؟ اس نے خواب میں جواب دیا کہ ان کا دین اسلام ہے۔ میں نے خواب ہی میں اس سے پوچھا اسلام کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس بات کا دل و زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برحق رسول اور پیغمبر ہیں۔ پھر میں نے خواب ہی میں پوچھا کہ اچھا میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں۔ انہوں نے خواب ہی میں مجھ سے کہا کہ ذرا آنکھیں بند کر لو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو میں نے خواب ہی میں کہا۔ "بہت اچھا اور کھڑی ہو گئی اور ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے خواب ہی میں دیکھا کہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر کہا لو بس آنکھیں کھول دو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو میں نے اپنے آپ کو دجلہ کے کنارہ پایا۔ اب میں متحیر تھی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اس شخص نے آپ کے حجرہ کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ سامنے شیخ کا حجرہ ہے وہاں چلی جاؤ اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے۔ میں اس شخص کے اشارہ کے موافق یہاں پہنچ گئی۔ اور اب آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ نے اس کو اسلام میں داخل کر کے اپنے پڑوس کے ایک حجرہ میں ٹھہرا دیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو۔ لڑکی عبادت میں مشغول ہو گئی اور زہد و عبادت میں اپنے اکثر اقران سے سبقت لے گئی۔ دن بھر روزہ رکھتی ہے۔ رات بھر اپنے مالک بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہے۔ محنت سے بدن ڈھل گیا۔ ہڈی اور چمڑے کے سوا کچھ نہ رہا آخر اسی میں مریض ہو گئی اور مرض اتنا بڑھ گیا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور اب اس مسافر آخرت کے دل میں اس کے سوا کوئی حسرت نہ تھی کہ ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لے کیونکہ جس وقت سے یہ اس حجرے میں مقیم ہے نہ شیخ نے اس کو دیکھا ہے اور نہ یہ ہی شیخ کی زیارت کر سکی۔ آخر شیخ کو کہلا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ آپ میرے پاس ہو جائیں۔ شیخ یہ سن کر فوراً تشریف لائے۔ جان بلب لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کی طرف دیکھنا چاہتی ہے مگر آنسوؤں میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں اسے ایک نظر بھر کر دیکھنے کی مہلت نہیں دیتیں۔ آنسوؤں کا ایک تار بندھا ہوا ہے۔ مگر ضعف سے بولنے کی سکت نہیں۔

آخر لڑکھڑاتی ہوئی زبان اور بیٹھی ہوئی آواز سے اتنا لفظ کہا "السلام علیکم" حضرت شیخ نے شفقت آمیز آواز سے کہا تم گھبراؤ نہیں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہماری ملاقات جنت میں ہونے والی ہے۔ لڑکی یہ کلمات سن کر خاموش ہو گئی اور اس پر کچھ دیر نہ گزری کہ مسافر آخرت نے اس دار فانی کو خیر باد کہا۔

شیخ اس وفات پر آبدیدہ ہیں مگر ان کی حیات بھی دنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ چند

ہی روز بعد شیخ بھی عالمِ فانی سے رخصت ہوئے۔ کچھ دنوں بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پر فضا باغ میں مقیم ہیں اور ستر حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ہے جن میں پہلی وہ عورت جس کے ساتھ نکاح ہوا یہی لڑکی ہے۔ اور اب وہ دونوں ابدالآباد کے لئے جنت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش وخرم ہیں۔

**ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم**

اب ذرا غور کیجئے کہ کس قدر عبرت انگیز اور نصیحت آمیز یہ واقعہ ہے۔ اس واقعہ سے خاص عبرت ونصیحت جو حاصل ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تصرفات سے لرزاں وترساں رہنا چاہئے۔ اور حسن خاتمہ کے لئے فکر مند رہنا چاہئے۔ اور ہماری اور آپ کی کیا حیثیت ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حدیث میں آئی ہے۔

**اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک ط**

اس سلسلے میں بخاری ومسلم کی ایک صحیح حدیث اور سن لیجئے جو دل لرزا دینے والی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر نوشتۂ تقدیر آگے آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور انجام کار دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی دوزخیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر نوشتۂ تقدیر آگے آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

اس حدیث شریف کا خاص سبق یہ ہے کہ کسی کو بداعمالیوں میں مبتلا دیکھ کر اس کے قطعی دوزخی ہونے کا حکم نہ لگانا چاہئے کیا معلوم زندگی کے باقی حصہ میں اس کا رخ اور رویہ کیا ہونے والا ہے اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو آج اعمال خیر کی توفیق مل رہی ہے تو اس کو اس پر مطمئن نہ ہونا چاہئے بلکہ برابر حسنِ خاتمہ کے لئے فکر مند رہنا چاہئے اور اس کے لئے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں برابر دعا کرتے رہنا چاہئے۔ چونکہ یہ آیت سجدہ ہے اس لئے سب قارئین وسامعین سجدۂ تلاوت کرلیں۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے لئے اپنی رحمت سے نیک بختی مقدر فرمائیں۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم کو حسنِ خاتمہ کی دولت عطا فرمایئے۔ یا اللہ جو عمل خیر ہم سے ہو جاتا ہے وہ آپ ہی کی تائید وتوفیق سے ہے۔ اس کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیجئے۔ اور یا اللہ! ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق بھی آپ ہی کی طرف سے ہے۔ یا اللہ ہمیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچا لیجئے۔ اور ایمان واسلام پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمایئے۔ یا اللہ! جن کے بڑے درجات ہیں ان کا امتحان اور ابتلا بھی سخت ہوتا ہے۔ ہم ضعیف الایمان ہیں ہم میں کسی ابتلاء اور امتحان کی سکت نہیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنے محض فضل وکرم سے دونوں جہان کی سلامتی اور عافیت عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ

یہ دو فریق جنہوں نے دوبارہ اپنے رب کے باہم اختلاف کیا۔سو جو لوگ کافر تھے اُن کے لئے آگ کے کپڑے قطع کیے جاویں گے۔

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ

اُن کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جاوے گا۔اس سے اُن کے پیٹ میں کی چیزیں اور کھالیں سب گل جاویں گی۔اور اُن کیلئے

مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا

لوہے کے گرز ہوں گے۔وہ لوگ جب گھٹے گھٹے اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اُسی میں دھکیل دیئے جاویں گے۔اور کہا جاوے گا کہ

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝

نہریں جاری ہوں گی اُن کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک اُن کی وہاں ریشم کی ہوگی۔

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ښ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝

اور ان کو کلمہ طیب کی ہدایت ہوگئی تھی۔اور اُن کو (خدا) کے راستہ کی ہدایت ہوگئی تھی جو لائق حمد ہے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| هٰذٰنِ یہ دو | خَصْمٰنِ دو فریق | اخْتَصَمُوْا وہ جھگڑے | فِیْ رَبِّهِمْ اپنے رب (کے بارے) میں | فَالَّذِیْنَ پس وہ جنہوں نے | كَفَرُوْا کفر کیا | |
| قُطِّعَتْ قطع کیے گئے | لَهُمْ ان کیلئے | ثِیَابٌ کپڑے | مِّنْ نَّارٍ آگ کے | یُصَبُّ ڈالا جائے گا | مِنْ فَوْقِ اوپر | رُءُوْسِهِمْ انکے سر |
| الْحَمِیْمُ کھولتا ہوا پانی | یُصْهَرُ پگھل جائے گا | بِهٖ اس سے | مَا جو | فِیْ بُطُوْنِهِمْ ان کے پیٹوں میں | وَالْجُلُوْدُ اور جلدیں (کھالیں) | |
| وَلَهُمْ اور ان کیلئے | مَّقَامِعُ گرز | مِنْ حَدِیْدٍ لوہے کے | كُلَّمَا جب بھی | اَرَادُوْٓا وہ ارادہ کریں گے | اَنْ یَّخْرُجُوْا کہ وہ نکلیں | مِنْهَا اس سے |
| مِنْ غَمٍّ غم سے غم کے مارے | اُعِیْدُوْا لوٹا دیئے جائیں گے | فِیْهَا اس میں | وَذُوْقُوْا اور چکھو | عَذَابَ الْحَرِیْقِ جلنے کا عذاب | | |
| اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | یُدْخِلُ داخل کریگا | الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے | وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کیے | الصّٰلِحٰتِ صالح نیک | | |
| جَنّٰتٍ باغات | تَجْرِیْ بہتی ہیں | مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے | الْاَنْهٰرُ نہریں | یُحَلَّوْنَ فِیْهَا وہ پہنائے جائیں گے اس میں | مِنْ اَسَاوِرَ کنگن | |
| مِنْ ذَهَبٍ سونے کے | وَلُؤْلُؤًا اور موتی | وَلِبَاسُهُمْ اور ان کا لباس | فِیْهَا اس میں | حَرِیْرٌ ریشم | وَهُدُوْٓا اور انہیں ہدایت کی گئی | اِلَی طرف |
| الطَّیِّبِ پاکیزہ | مِنَ سے۔کی | الْقَوْلِ بات | وَهُدُوْٓا اور انہیں ہدایت کی گئی | اِلٰی طرف | صِرَاطِ راہ | الْحَمِیْدِ تعریفوں کالائق |

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسانوں میں ایک فریق وہ ہے کہ جو اللہ کے سامنے سرنیاز جھکاتا ہے اور اس کو سجدہ کرتا ہے اور دوسرا فریق وہ ہے کہ جو اللہ رب العزت کو سجدہ نہیں کرتا۔اس طرح اہل ایمان اور اہل کفر دو فریق ہوئے۔نیز یہ بھی گزشتہ آیات میں

ذکر فرمایا گیا تھا کہ تمام مذاہب کے فرقوں میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عملی فیصلہ فرمادیں گے یعنی اہلِ ایمان کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور منکرین کو جہنم میں جھونکا جائے گا۔ اور منکرین میں یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس۔ مشرک۔ بت پرست سب آ گئے تو اس طرح تمام انسانوں کو حق و باطل پر ہونے کی حیثیت سے دو فریق کہہ سکتے ہیں۔ ایک مؤمنین کا گروہ جو اپنے رب کی سب باتوں کو من وعن تسلیم کرتا اور اس کے احکام کے آگے سربسجود رہتا ہے۔ دوسرے کفار کا گروہ جو ربانی ہدایات کو قبول نہیں کرتا اور اس کی اطاعت کے لئے سر نہیں جھکاتا۔ یہ دونوں فریق اپنے اپنے عقائد واعمال میں، نیز بحث۔ مناظرہ، جہاد وقتال کے مواقع میں ایک دوسرے کے مدمقابل رہتے ہیں۔ انہی دو فریقوں یعنی مؤمنین و کافرین کے اُخروی ثواب وعذاب کا بیان انتہائی ترہیب وترغیب کے ساتھ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ان آیات کے سبب نزول کے متعلق بعض مخصوص روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک روایت یہ ہے کہ ایک بار اہلِ کتاب نے اہلِ اسلام سے مناظرہ کیا اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کے ساتھ تم سے یعنی مسلمانوں سے زیادہ تعلق ہے۔ ہمارا پیغمبر تمہارے پیغمبر سے مقدم ہے۔ ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی۔ مسلمانوں نے جواب دیا ہم تو تمہارے پیغمبر اور اپنے پیغمبر دونوں کو سچا کہتے ہیں اور اپنے قرآن اور تمہارے پیغمبر کی کتاب دونوں پر ایمان رکھتے ہیں اور تم باوجودیکہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور قرآن کی سچائی سے آگاہ ہو چکے ہو مگر پھر بھی حسد کے مارے ایمان نہیں لاتے۔ اور خود ہی غور کر لو کہ حق ہماری جانب ہے یا تمہاری جانب۔ اس پر دونوں فریقوں کا حال بیان کرنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ جس میں دونوں فریقوں کا انجام ظاہر فرمایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک مومن اور دوسرا کافر یہ دونوں فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے دین کے بارہ میں اختلاف کیا سو اس اختلاف کا عملی فیصلہ قیامت میں اس طرح ہوگا کہ

جو لوگ کافر تھے ان کو جہنم کی آگ اس طرح چاروں طرف سے محیط ہوگی جس طرح لباس آدمی کے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے اور ان اہلِ جہنم کے سر کو ہتھوڑوں سے کچل کر کھولتا ہوا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا جو دماغ کے راستہ سے پیٹ میں پہنچے گا جس سے سب پیٹ کی انتڑیاں کٹ کٹ کر نکل پڑیں گی اور بدن کی بالائی سطح کو جب پانی چھوئے گا تو بدن کا چمڑہ گل کر گر پڑے گا اور پھر اصل حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بار بار یہی عمل ہوتا رہے گا۔ اور دوزخی گھٹ گھٹ کر چاہیں گے کہ کہیں کو نکل بھاگیں۔ مگر آگ کے شعلے ان کو اوپر کی طرف اٹھائیں گے اور فرشتے آہنی گرز مار کر نیچے دھکیل دیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دائمی عذاب کا مزہ چکھتے رہو جس سے نکلنا تمہیں کبھی نصیب نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

احادیث میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان ہتھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی کٹائی ہوگی۔ اگر ایک زمین پر لاکر رکھ دیا جائے تو تمام انسان و جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ جہنمی بھی ان ہتھوڑوں کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دیے جائیں گے اور حدیث میں بتلایا گیا کہ اگر غساق کا جو جہنمیوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں اس کا بہا دیا جائے تو تمام اہلِ دنیا بدبو کے مارے ہلاک ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمائیں اور اپنے حفظ وامان میں رکھیں۔

یہ تو کافروں کا حال اور انجام بیان ہوا آگے مومنین کی جزا کا بیان ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے بدلے ان کو جنت عطا کی جائے گی جہاں کے محلات و باغات کے چوطرف پانی کی نہریں لہریں مار رہی ہوں گی۔ جنتی جہاں چاہیں گے وہیں خود بخود ان کا رخ ہو جایا کرے گا بڑی آرائش اور زیب و زینت سے رہیں گے۔ سونے کے زیوروں سے سجے ہوئے ہوں گے موتیوں میں تل رہے ہوں

گے۔ایک حدیث میں ہے کہ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔لکھا ہے کہ جنتی کے زیورات میں سے ایک کنگن بھی دنیا میں ظاہر ہوجائے تو سورج کی روشنی اس طرح جاتی رہے جس طرح سورج کے نکلنے سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ ان کے لباس نرم چمکیلے ریشمی کپڑوں کے ہوں گے۔

صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم دنیا میں ریشم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں۔ جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے۔آگے ارشاد ہوتا ہے جنتیوں کا یہ سب اکرام اس لئے ہوگا کہ دنیا میں ان کو کلمہ طیب لا الہ الا اللہ کے اعتقاد کی ہدایت ہوگئی تھی اور خدا کے راستے کی یعنی اسلام کی ہدایت ہوگئی تھی۔انہوں نے دنیا میں قرآن کو پڑھا۔خدا کی تسبیح وتحمید کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا۔فرشتے جنتیوں کو ہر طرف سے سلام کریں گے اور جنتی آپس میں ایک دوسرے سے پاک وستھری باتیں کرتے ہوں گے۔بک بک جھک جھک نہ ہوگی۔نعمائے جنت پر شکر خداوندی بجا لائیں گے۔صحیح حدیث میں ہے کہ جیسے بے قصد و بے تکلف دنیا میں سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح جنتیوں کو اللہ کی تسبیح وحمد کا الہام ہوگا۔اللہ تعالیٰ اپنی ان نعمتوں سے ہم کو بھی اپنی رحمت سے نوازیں۔

قرآن پاک میں جیسا کہ متعدد دوسری جگہوں پر ایمان اور عمل صالح کو جنت کے دخول کا ذریعہ بیان فرمایا ہے یہاں بھی ان ہی لوگوں کو جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی گئی ہے کہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے۔

یہاں ان آیات میں اہل جنت کو کنگن پہنانے کا جو ذکر فرمایا گیا ہے تو اس پر کسی کو شبہ ہوسکتا ہے کہ کنگن ہاتھوں میں پہننا تو عورتوں کا کام ہے اور یہ انہیں کا زیور ہے۔مردوں کے لئے تو معیوب سمجھا جاتا ہے۔تو اس شبہ کے جواب میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

''دنیا کے قدیمی بادشاہوں میں یہ امتیازی شان رہی ہے کہ سر پر تاج اور ہاتھوں میں کنگن استعمال کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک کو جبکہ وہ مسلمان نہیں تھے اور سفر ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لئے تعاقب میں نکلے تھے اس وقت ان کا گھوڑا باذن خداوندی زمین میں دھنس گیا تھا جس پر سراقہ بن مالک نے توبہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے گھوڑا زمین میں سے نکل گیا اس وقت سراقہ بن مالک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ کسریٰ شاہ فارس کے کنگن مال غنیمت میں مسلمانوں کے پاس آئیں گے اور وہ تمہیں دے دیئے جائیں گے۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں فارس کا ملک فتح ہوا اور ایران سے یہ کنگن دوسرے اموال غنیمت کے ساتھ مدینہ آئے تو سراقہ بن مالک نے مطالبہ کیا اور ان کو دے دیئے گئے۔خلاصہ یہ کہ جیسے سر پر تاج پہننا عام مردوں کا رواج نہیں۔شاہی اعزاز ہے اسی طرح ہاتھوں میں کنگن بھی شاہی اعزاز سمجھے جاتے ہیں اس لئے اہل جنت کو کنگن پہنائے جائیں گے۔کنگن کے متعلق اس آیت میں اور سورۂ فاطر میں تو یہ ہے کہ وہ سونے کے ہوں گے اور سورۂ نساء میں یہ کنگن چاندی کے بتلائے گئے ہیں اس لئے حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اہل جنت کے ہاتھوں میں تین طرح کے کنگن پہنائے جائیں گے ایک سونے کا دوسرا چاندی کا، تیسرا موتیوں کا جیسا کہ ان آیات میں موتیوں کا بھی ذکر موجود ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی جنت کی نعمتوں سے ہم سب کو نوازیں۔آگے کفار مکہ کی مذمت ایک دوسرے طرز پر بیان کی گئی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ

بیشک جولوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں اس میں رہنے والا بھی

سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

اور باہر سے آنیوالا بھی ہیں (روکنے والے) لوگ معذب ہوں گے اور جو شخص اس میں (یعنی حرم میں) کوئی خلاف دین کام قصداً ظلم کیساتھ کرے گا تو ہم اس کو عذاب دردناک چکھائیں گے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| إِنَّ بیشک | الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا | وَيَصُدُّونَ اور وہ روکتے ہیں | عَنْ سے | سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کا راستہ | |
| وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام بیت اللہ | الَّذِي وہ جسے | جَعَلْنَاهُ ہم نے مقرر کیا | لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے | سَوَاءً برابر | الْعَاكِفُ رہنے والا |
| فِيهِ اس میں | وَالْبَادِ اور پردیسی | وَمَنْ اور جو | يُرِدْ ارادہ کرے | فِيهِ اس میں | بِإِلْحَادٍ گمراہی کا |
| بِظُلْمٍ ظلم سے | نُذِقْهُ ہم اسے چکھائیں گے | مِنْ سے | عَذَابٍ عذاب | أَلِيمٍ دردناک | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں کفار، منکرین اور مومنین صادقین دونوں کے انجام آخرت کو بیان فرمایا گیا تھا کہ کفار ومنکرین کو طرح طرح کے عذاب جہنم بھگتنے ہوں گے اور ان کے برخلاف مومنین کو جنت کی دائمی نعمتیں اور عیش وآرام حاصل ہوں گے اب اس آیت میں منکرین کی ایک حالت اور بیان کی جاتی ہے خصوصاً ان کفار مکہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے جو خود تو حق کی طرف مائل ہوتے ہی نہ تھے بلکہ دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ مسلمانوں پر بڑے ظلم وستم توڑتے اور جہاں تک قدرت ہوتی اسلام کی بیخ کنی کے درپے رہتے تھے چنانچہ لوگوں کو کعبہ کا حج کرنا بھی انہوں نے دوبھر کر دیا تھا اور مسلمان قبائل کو تو مکہ میں آنے سے روک دیا تھا انہی کی مذمت اس آیت میں فرمائی گئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول ابوسفیان وغیرہ کے حق میں ہوا تھا جبکہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کو حدیبیہ میں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اگر حدیبیہ کا واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے تب تو آیت کا مطلب صاف ہے ورنہ جب اسلام پھیلنے لگا تو کفار مکہ نے مسلمان قبائل کو توحج سے روک ہی دیا تھا چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جو کفار مسلمانوں کو راہ خدا سے بہکاتے اور مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں حالانکہ مسجد حرام یا حرم شریف کا وہ حصہ جس سے لوگوں کی عبادات ومناسک حج کا تعلق ہے سب کے لئے یکساں ہے۔ دیسی ہو یا پردیسی مکہ میں رہنے والا ہو یا باہر سے آنے والا ہو۔ مقیم ہو یا مسافر، سب کے لئے یکساں ہے اور سب کو عبادت کرنے کے مساویانہ حقوق حاصل ہیں تو جو شخص حرم شریف میں جان بوجھ کر بالارادہ بے دینی اور شرارت کی کوئی بات کرے گا اس کو اس سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی جو دوسری جگہ ایسا کام کرنے پر ملتی۔ اسی سے ان کا حال معلوم کرلو۔ جو ظلم وشرارت سے مومنین کو مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں۔ جو شخص مسجد حرام یا مکہ کے اندر گناہ کرے گا اس کو سزا سخت ملے گی۔ یہاں آیت کا دوسرا جملہ "ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم" (اور جو شخص اس میں یعنی حرم مکہ میں کوئی خلاف دین کام قصداً ظلم کے ساتھ کرے گا تو ہم اس کو عذاب دردناک چکھادیں گے) اگرچہ یہ کفار مکہ کے سلسلہ میں کہ جو مسلمانوں کو حرم مکہ میں داخل ہونے سے روکتے تھے فرمایا گیا مگر علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے دونوں جزو کا حکم عام ہے یعنی اللہ کے راستہ اور مسجد حرام پہنچنے سے روکنے والے کوئی بھی ہوں معذب ہوں

گے اور حرم مکہ میں قصداً بے دینی اور ظلم کرنے والے کو بھی خواہ وہ کوئی ہو عذاب دردناک ہوگا۔

اسی وجہ سے مکہ مکرمہ میں مستقل قیام کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک مستحب ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ مکہ مکرمہ میں مستقل قیام مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ مکہ میں رہ کر جیسی تعظیم و تکریم وہاں کی ہونی چاہئے ویسی نہیں کرسکتا اور یوں تو گناہ اور بے دینی کا کام ہر مقام پر برا ہے لیکن حرم مکہ میں نہایت ہی قبیح ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے اکابر نے طائف میں قیام کیا اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں طائف میں رہ کر ۵۰ گناہ کروں وہ مکہ میں ایک گناہ کرنے سے میرے نزدیک اچھے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کسی شہر میں صرف ارادہ پر عمل کرنے سے پہلے مواخذہ نہیں لیکن مکہ میں ارادہ پر بھی مواخذہ ہو جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم**

اور جو شخص اس میں یعنی حرم مکہ میں کجروی کرنے کا ارادہ کرے شرارت سے تو ہم چکھائیں گے اس کو دردناک عذاب۔ اس لئے مکہ کا مستقل قیام گو برکات کثیرہ اور تضاعف حسنات کا سبب ہے لیکن جب ایسے بڑے بڑے اکابر اس کے آداب کی رعایت سے گھبراتے تھے تو آج ہم جیسوں کا تو کہنا ہی کیا ہاں جو شخص وہاں رہ کر پورا احترام کرسکتا ہو اس کے لئے ضرور قیام مکہ افضل ہے (معلم الحجاج) اور وہاں کی افضلیت کا اندازہ صرف ایک اسی بات سے لگالینا چاہئے کہ مسجد حرام کی صرف ایک دن کی پانچ نمازوں کا جماعت کے ساتھ کا ثواب کا اگر حساب لگایا جائے تو ایک کروڑ ۳۵ لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے اور جماعت سے نماز ۲۷ درجہ زیادہ افضل ہوتی ہے۔ تنہا نماز سے۔ تو اس طرح ایک دن کی نماز باجماعت کا ثواب مسجد حرام میں ایک کروڑ ۳۵ لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اب اگر ایک سال کے ۳۶۰ دن بھی مانے جائیں تو سال بھر کی تنہا نمازیں ایک ہزار آٹھ سو ہوتی ہیں اور سو برس کی ایک لاکھ اسی ہزار اور ہزار برس کی ۱۸ لاکھ نمازیں ہوتی ہیں تو اگر کسی کی عمر نوح علیہ السلام کے برابر بھی ہو تو مسجد حرام کی صرف ایک باجماعت نماز اس کی تمام عمری نمازوں سے افضل ہوگی۔ اللہ اکبر۔ زاداللہ تعظیماو تشریفاو تکریما۔

تو خلاصہ یہ کہ دین کے خلاف کام کرنا ہر جگہ موجب عذاب ہے لیکن حرم مکہ کے اندر اور زیادہ موجب عذاب ہے۔ حتیٰ کہ ارادہ کا جو مرتبہ دوسری جگہ موجب تعذیب نہ ہو تو وہاں موجب تعذیب ہو جاتا ہے۔

یہاں اس آیت میں مسجد حرام میں عبادت کرنے کی عام اجازت ہے اور اس امر کی صراحت ہے کہ مسجد میں کسی کا ترجیحی حق نہیں۔ ہر مسلم کعبہ کا حج کرسکتا ہے۔ یہاں اس طرف بھی لطیف تنبیہ ہے کہ خدا کے ہاں ذات پات، دولت و فقر، حکومت و محکومی، عزت و ذلت وغیرہ کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں، اس کے گھر میں سب کا مرتبہ برابر ہے۔ جو بھی عبادت کرنا چاہئے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حرم شریف صرف باشندگان مکہ ہی کے لئے نہیں بنایا گیا ہے بلکہ تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے لئے بنایا گیا ہے کسی کو حق نہیں کہ عبادت گزاروں پر اس کا دروازہ بند کردے۔ اسی آیت کے ماتحت اب بھی جو غیر ملکی لوگ موجودہ حکومت سعودی عربیہ کے قوانین کے خلاف مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مقیم ہو جاتے ہیں ان سے مسجد حرام یا مسجد نبوی کے اندر کوئی تعرض نہیں کیا جاتا ہے۔ اگر پوچھ گچھ ہوتی ہے تو ہمیشہ مسجد سے باہر شہر میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے۔

اب چونکہ یہاں آیت میں مسجد حرام کا ذکر آ گیا لہٰذا اسکی مناسبت سے کعبہ کی بنا کا حال اور اس کے متعلق بعض احکام اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ

اور جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی جگہ بتادی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا۔ اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور

الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝۲۶ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ

قیام ورکوع وسجدہ کرنے والوں کیلئے پاک رکھنا۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس (حج کو) چلے آویں گے پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی

يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝۲۷

جو کہ دُور دراز کے راستوں سے پہنچتی ہوں گی

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَإِذْ اور جب | بَوَّأْنَا ہم نے ٹھیک کردی | لِإِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ کیلئے | مَكَانَ الْبَيْتِ خانہ کعبہ کی جگہ | أَنْ کہ | لَّا تُشْرِكْ نہ شریک کرنا | | | |
| بِيْ میرے ساتھ | شَيْـًٔا کسی شے | وَطَهِّرْ اور پاک رکھنا | بَيْتِيَ میرا گھر | لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنیوالوں کیلئے | وَالْقَآئِمِيْنَ اور قیام کرنیوالے | | | |
| وَالرُّكَّعِ اور رکوع کرنیوالے | السُّجُوْدِ سجدہ کرنیوالے | وَأَذِّنْ اور اعلان کردو | فِي النَّاسِ لوگوں میں | بِالْحَجِّ حج کا | يَأْتُوْكَ وہ تیرے پاس آئیں | | | |
| | رِجَالًا پیدل | وَعَلٰی اور پر | كُلِّ ضَامِرٍ ہر دُبلی اونٹنی | يَأْتِيْنَ وہ آتی ہیں | مِنْ سے | كُلِّ فَجٍّ ہر راستہ | عَمِيْقٍ دُور دراز | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیت میں مشرکین مکہ کے اس فعل کی مذمت فرمائی گئی تھی جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے اور وہاں انہیں عبادت اور احکام حج کے ادا کرنے سے باز رکھتے تھے۔ مشرکین کی اس زیادتی پر ان کو عذابِ الیم کی دھمکی دی گئی تھی۔ اب آگے ان آیات میں یہاں مشرکین مکہ کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے خدا کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کردیا۔

خانہ کعبہ کی حرمت ظاہر کرنے کے لئے ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ جب مدتوں کے بعد خانہ کعبہ کا نشان نہ رہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو اور حضرت ابراہیمؑ کو اس معظم گھر کا نشان دکھلا دیا گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھو۔ کوئی شخص یہاں آ کر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرکانہ رسوم نہ بجالائے۔ کفار مکہ نے اس کے خلاف ایسا عمل کیا کہ خانہ کعبہ میں لا کر ۳۶۰ بت کھڑے کردیئے (العیاذ باللہ) جن کی گندگی سے خدا کے گھر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے پاک کیا۔ فتح مکہ کے دن یعنی ۲۰ رمضان ۸ھ یوم جمعہ کو جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے اور آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا تو اس وقت تک کعبہ کے گرد قریش مکہ ومشرکین عرب کے ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ جب آپ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اس چھڑی سے اشارہ فرمادیتے اور بت منہ کے بل اوندھا گر پڑتا تھا۔ اور یہ آیت مبارکہ آپ کی زبان مبارک پر تھی۔ "وقل جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" (آپ کہہ دیجئے کہ حق بس اب آ ہی گیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا)۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوا کہ یہ عبادت خانہ اللہ کا گھر اس لئے بناؤ کہ لوگ اس کا طواف کریں۔ خدا پرست اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

رکوع اور سجدہ کرنے والے اللہ رب البیت کو سجدہ کریں اور فقط خدائے واحد کی عبادت کریں اور اللہ کے سوا وہاں کسی اور کی پرستش نہ ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدمؑ

کو جنت سے اتارا تو ان کے ساتھ اپنے گھر کو بھی اتارا اور فرمایا کہ اے آدم میں تیرے ساتھ اپنا گھر بھی اتارتا ہوں۔ اس کا طواف اسی طرح کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کی طرف نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد طوفان نوح کے زمانہ میں یہ مکان اٹھالیا گیا۔ اس کے بعد انبیائے کرام اس جگہ کا طواف کرتے تھے۔ مکان نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو اللہ جل شانہٗ نے اسی جگہ مکان بنانے کا حکم فرمایا اور جگہ کا تعین خود فرمادیا۔ (ترغیب منذری فضائل حج) لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو بنائے بیت اللہ کا حکم ملا تو شام سے حجاز میں تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ ۳۶ سال کے تھے۔ حجاز میں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اس کے گھر کو تیار کروں۔ حضرت اسمٰعیل نے عرض کیا کہ بیت اللہ کہاں ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے سرخ ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ غرض دونوں باپ بیٹے کھدائی کے کام میں لگ گئے اور قدیم بنیادوں کو نکال لیا۔ بنیاد نکل آئی تو دونوں نے تعمیر شروع کی۔ اسمٰعیلؑ اپنی گردن پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ نصب کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہوگئیں اور پتھروں کا رکھنا دشوار ہوگیا تو حضرت اسمٰعیلؑ نے ایک پتھر لاکر زمین پر رکھ دیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اس پر کھڑے ہوکر دیوار کو بنایا۔ یہی وہ پتھر ہے جس کو مقام ابراہیمؑ کہا جاتا ہے اور جو آج تک محفوظ ہے (تسہیل الفرقان) جب خانۂ کعبہ تیار ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اعلان عام کردو کہ لوگ چاروں طرف سے حج کرنے آئیں اور مراسم خدا پرستی بجالائیں ساتھ ہی یہ بھی پیشین گوئی کردی گئی اے ابراہیم علیہ السلام آپ اگر اعلان عام کردیں گے تو لوگ دور دراز کے ملکوں تک سے لبیک کہتے ہوئے یہاں آئیں گے۔ جن کے پاس سواریاں ہوں گی وہ سوار ہوکر آئیں گے ورنہ پیادہ پا ہوکر پہنچیں گے۔ اس حکم کی تعمیل میں ایک پہاڑ پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا۔ کہ لوگو تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے۔ حج کو آؤ۔ حق تعالیٰ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح کو پہنچادی۔ جس کے لئے حج مقدر تھا اس کی روح نے لبیک کہا۔ وہی شوق کی دبی ہوئی چنگاری ہے کہ ہزاروں لاکھوں نفوس تکلیفیں اٹھاتے ہوئے حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے بھی خواہ وہ پیدا ہوچکا تھا یا ابھی تک عالم ارواح میں تھا اس وقت لبیک کہا وہ ضرور حج کرتا ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا وہ ایک حج کرتا ہے اور جس نے دو مرتبہ لبیک کہا وہ دو مرتبہ حج کرتا ہے اور اسی طرح جس نے اس سے زیادہ جتنی مرتبہ لبیک کہا اتنے ہی حج اس کو نصیب ہوتے ہیں (فضائل حج)

اللہ اکبر کتنی خوش نصیب ہیں وہ روحیں جنہوں نے اس وقت دمادم لبیک کہا کہ بیسیوں اور پچاسوں حج ان کو نصیب ہوئے یا ہوں گے۔ چنانچہ ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔

حج کو آنے کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں پیادہ یا سوار۔ اس وقت عموماً عرب میں اونٹ کی سواری تھی۔ موجودہ دنیا کی سواریاں اس وقت مستعمل نہ تھیں اس لئے یہاں آیت میں اونٹ کی سواری کا تذکرہ فرمایا گیا۔ دوسری سواریوں کا ذکر نہیں مگر مراد یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہوگا لوگ حج کو آئیں گے۔ پیدل بھی اور سوار ہوکر بھی۔

صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر دس بار ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ ملائکہ نے بنایا۔ دوبارہ حضرت آدم علیہ السلام نے۔ تیسری بار حضرت شیث علیہ السلام نے۔ چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے۔ پانچویں بار عمالقہ نے۔ چھٹی بار حارث جرہمی نے۔ ساتویں بار قریش کے مورث اعلیٰ قصی نے۔ آٹھویں بار قریش مکہ نے۔ نویں بار ۶۴ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے۔ دسویں بار حجاج ثقفی نے ۷۴ھ میں۔

اب اس وقت موجودہ تعمیر جو بیت اللہ کی ہے یہ گیارہویں بار گیارہویں صدی کے وسط میں ہوئی تھی جس کا حال تاریخ حرمین مؤلفہ حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ کے اس طرح لکھا ہے۔

"ماہ شعبان ۱۰۳۹ھ میں برسنے والی بارش کی نظیر قدیم تاریخ عرب میں نہیں ملتی۔ بارش کا پانی حرم میں داخل ہوا یہاں تک کہ بیت اللہ کی دیواریں کئی کئی گز پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے خانہ کعبہ کی ایک دیوار گر گئی جو شامی رکن والی تھی اور غربی دیوار بھی دونوں جانبوں سے شکستہ ہوگئی تو سلطان مراد رحمۃ اللہ علیہ نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کا حکم دیا۔

۱۰۳۹ھ قبل از رمضان یہ تعمیر شروع ہو کر رمضان المبارک ۱۰۴۰ھ میں اس کی تکمیل ہوئی اور یہ عمارت آج تک قائم ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک (یعنی ۱۳۹۷ھ) اس تعمیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی (زاد اللہ تشریفاً و تعظیماً و تکریماً) (تاریخ حرمین صفحہ ۵)

ملت اسلامیہ میں حج کی فرضیت قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اور حج بھی مثل نماز روزہ اور زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن اور فرض عین ہے اور تمام عمر میں ایک مرتبہ ہر اس مسلمان پر فرض ہے جس کو حق تعالیٰ نے اتنا مال دیا ہو کہ اپنے وطن سے مکہ معظمہ تک آنے جانے پر قادر ہو اور اپنے اہل و عیال کے مصارف جو اس کے ذمہ ہوں واپسی تک برداشت کر سکتا ہو اور جو دوسرے شرعی شرائط حج کی ہیں وہ سب اس میں موجود ہوں۔

چونکہ حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے اور اعاظم طاعت اور رب العالمین جل شانہٗ کی عظیم عبادت ہے اور ثابت ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے اس لئے جو شخص باوجود قدرت و استطاعت اور دیگر شرائط کے پائے جانے کے حج نہ کرے اس کے لئے نہایت سخت وعید آئی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے لئے کوئی واقعی مجبوری حج سے مانع نہ ہو، ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو۔ یا ایسا شدید مرض نہ ہو جو حج سے روک دے۔ پھر وہ بغیر حج کئے مرجائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی مرے۔ (العیاذ باللہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ ایسا شخص یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ خدا کی پناہ کس قدر سخت وعید ہے۔ اب دین کے معاملہ میں سستی و کاہلی اور ٹال مٹول کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اب حج کے لئے قریب ۲۰ ہزار روپیہ کی رقم درکار ہے اور جن پر پہلے حج فرض ہو چکا تھا اور انہوں نے اس وقت نہیں کیا اور اب اتنی رقم پاس نہیں تو حج کی فرضیت اپنی جگہ قائم ہے اور یہ باران کے کندھوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جو اس مشکل میں پھنسے ہوں ان کی مشکل آسان فرمائے اور انہیں اس فرض کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے۔

اب آگے حج کے بعض منافع اور بعض احکام و شعائر بیان کئے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے گھر کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائے اور جن کو یہ سعادت حاصل ہو چکی ہے ان کو پھر مکرر سہ مکرر وہاں کی حاضری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمارے قلوب میں حج بیت اللہ کا ذوق و شوق عطا فرما اور اپنے مقدس گھر تک پہنچنے کے لئے راستہ آسان فرما۔

یا اللہ! اپنے گھر بیت اللہ کی عزت و عظمت و بزرگی کو بلند فرما اور اس کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

تاکہ اپنے فوائد کیلئے لوگ آموجود ہوں اور تاکہ ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا کئے ہیں۔

الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا

سوان (قربانی کے) جانوروں میں سے تم بھی کھایا کرو اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو۔ پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنا میل کچیل دُور کردیں اور اپنے

نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

واجبات کو پورا کریں اور اس مامون گھر (یعنی خانہ کعبہ کا) طواف کریں۔

| لِيَشْهَدُوْا تاکہ وہ آموجود ہوں | مَنَافِعَ فائدوں کی جگہ | لَهُمْ اپنے | وَيَذْكُرُوْا وہ یاد کریں (لیں) | اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام | فِيْٓ میں |
|---|---|---|---|---|---|
| اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ جانے پہچانے (مقررہ) دن | عَلٰى پر | مَا جو | رَزَقَهُمْ ہم نے انہیں دیا | مِّنْ سے | بَهِيْمَةِ چوپائے · الْاَنْعَامِ مویشی |
| فَكُلُوْا پس تم کھاؤ | مِنْهَا اس سے | وَاَطْعِمُوْا اور کھلاؤ | الْبَآئِسَ بدحال | الْفَقِيْرَ محتاج | ثُمَّ پھر · لْيَقْضُوْا چاہیے کہ دُور کریں |
| تَفَثَهُمْ اپنا میل کچیل | وَلْيُوْفُوْا اور پوری کریں | نُذُوْرَهُمْ اپنی نذریں | وَلْيَطَّوَّفُوْا اور طواف کریں | بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ قدیم گھر | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ خانہ کعبہ کے تعمیر کے بعد لوگوں میں حج کے فرض ہونے کا اعلان کردیں اور ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی فرمادی گئی تھی کہ اس علان سے لوگ اس عمارتِ مقدسہ کے پاس پیدل اور سوار دور دراز فاصلوں سے پہنچیں گے۔ اس کے بعد حج کے فوائد اور قربانی کے طریقہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اصل مقصد تو دینی و اُخروی فوائد کی تحصیل ہے مثلاً حج وعمرہ اور دوسری عبادات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور روحانی ترقیات کے بلند مقامات پر فائز ہونا لیکن اس عظیم الشان اجتماع کے ضمن میں بہت سی دینوی۔ سیاسی۔ تمدنی اور اقتصادی فوائد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

اس آیت کے ماتحت علمائے محققین نے حج کے منافع کی بہت کچھ تفصیلات لکھی ہیں۔ مختصراً حج کے منافع دو قسم کے ہیں۔ ایک منافع دنیا مثلاً روئے زمین کے تمام اطراف کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور باہم میل جول ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے طور طریق خو بو اور معاملات سے واقف ہوتے ہیں۔ دور دراز ملکوں کے صحیح حالات معلوم ہوتے ہیں۔ تجارتی فوائد اور تجربے حاصل ہوتے ہیں۔ قوت اجتماعیہ اور قوت دینیہ اور مساواتِ مذہبی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جس بات پر کل دنیا کے مسلمانوں کو اتفاق کرنا ہے۔ حج کے زمانہ میں اس متبرک مقام میں یہ اتفاق باآسانی ہوسکتا ہے۔ اس طرح حج باہمی تعاون اتفاق واتحاد کے لئے ایک بہترین ذریعہ ہے۔

سفر کی عادت۔ ریاضت ومشقت برداشت کرنے کا ملکہ و تجربہ ہوتا ہے۔ ایک قوم دوسری قوم سے علم وہنر کا استفادہ کرسکتی ہے۔

دوسرے فوائد دینیہ ہیں مثلاً لاکھوں خدا پرستوں کا ایک جگہ جمع ہوکر آسمانی سلطنت کا نمونہ دکھانا۔ ایک پر دوسرے کے انوار و برکات کا منعکس ہونا۔ تمام دنیا کو یہ دکھا دینا کہ اس روئے زمین پر ایک جماعت موحدین کی بھی ہے جو باہم مساوات کا عملی حال ہے جو ایک

خدا کی پرستار اور ایک نبی کی پیروکار ہے۔ جن کا لباس۔ ہیئت۔ طور طریق اور طرز زندگی بھی ایک ہی ہے۔ علاوہ ازیں حج موت وآخرت کا بھی صحیح نمونہ ہے۔ گھر سے چلنا اور اولاد و مال کو چھوڑنا گویا دنیا سے گزرنے کو یاد دلاتا ہے۔ پھر حرم کے قریب پہنچ کر احرام باندھنا گویا کفن میں لپٹنے کا نمونہ ہے۔ پھر احرام میں شکار و جماع وغیرہ مرغوبات سے رکنا۔ مرنے کے بعد تمام لذائذ سے مجبور رہنے کا نمونہ ہے پھر زادراہ اور راحلہ کا ہمراہ ہونا اس بات کو یاد دلاتا ہے کہ مرنے کے بعد اعمال ہی کا توشہ ساتھ رہے گا۔ پھر عرفات میں جمع ہونا حشر میں جمع ہونے کا نمونہ ہے۔ پھر قربانی کر کے نہانا۔ دھونا۔ صاف ہونا گناہوں سے بری ہونے پر دلالت کرتا ہے پھر طواف زیارت کرنا۔ حرم مکہ میں جانا اور تمام ممنوعہ چیزوں کا جائز ہو جانا جنت میں جا کر وہاں کی نعمت سے فیض یاب ہونے کو یاد دلاتا ہے۔

حج کرنے والے درحقیقت سچے عاشقوں کی زندہ تصویر ہوتے ہیں۔ عاشق کے بال دراز، ناخن بڑھے ہوئے، سر کھلا ہوا، ایک دھن اور ایک لو لگی ہوتی ہے۔ ہر وقت ایک ہی خیال پیش نظر ہوتا ہے۔ گھر بار دھن دولت، راحت و آرام، حکومت عزت سب کو چھوڑ کر کوئے محبوب کی راہ لیتا ہے۔ بجنسہ یہی حال حاجی کا ہوتا ہے یاد الٰہی میں سرمست ہوتے ہیں۔ سر کھلا ہوا ہوتا ہے۔ ناخن بڑھے ہوئے اور بال کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ بغیر سلا ہوا لباس ہوتا ہے۔ خوشبو اور رنگ متروک ہوتا ہے۔ کوچۂ محبوب کی راہ لیتا ہے۔ دیوانوں کی طرح صفا مروہ کے درمیان دوڑتا ہے۔ پاگلوں کی طرح وصال محبوب سے روکنے والے رقیب شیطان کے پتھریاں مارتا ہے۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اپنے محبوب کو پکارتا ہے۔ روتا ہے گڑگڑاتا ہے، خانہ محبوب کے چکر لگاتا ہے۔ اس کے دروازہ کے پتھر کو چومتا چاٹتا ہے (یعنی حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے) اور در محبوب میں مر جانے کو حاصل زندگی سمجھتا ہے۔

حج کی برکت سے جنت کی جو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں وہ تو انشاء اللہ پوری آخرت میں ملیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی گاہ اور اس کے انوار کے خاص مرکز بیت اللہ شریف کو دیکھ کر اور مکہ معظمہ کے ان خاص مقامات پر پہنچ کر جہاں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اور ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص یادگاریں اب تک موجود ہیں۔ ایمان والوں کو جو لذت اور دولت حاصل ہوتی ہے وہ بھی اس دنیا میں جنت ہی کی نعمت ہے۔ پھر مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس کی زیارت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں نماز پڑھنا اور براہِ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا۔ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں اور وہاں کے جنگلوں میں پھرنا وہاں کی ہوا میں سانس لینا اور وہاں کی مقدس زمین میں اور ہوا میں بسی ہوئی خوشبو سے دل و دماغ کا معطر ہونا اور دیار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر شوق ومحبت میں کبھی خوش ہونا اور کبھی رونا یہ وہ لذتیں ہیں جو حج کرنے والوں کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پہنچ کر نقد حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ اس قابل بنادے کہ ان لذتوں کو بندہ محسوس کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے گھر کی حاضری اور اپنے رسول پاک کے در پر حاضری کی یہ لذتیں اور دولتیں ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

یہاں آیت میں حج کے لئے آنے والوں کو آخرت کے منافع اور دنیوی فوائد ملنے کا ذکر کرنے کے بعد قربانی کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اس لئے لوگ آویں گے تاکہ ایام مقررہ میں یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو جو ایام قربانی ہیں ان میں قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا جائے یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں۔ ان دنوں میں بہترین عمل یہی ہے کہ اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔

قربانی دورِ جاہلیت میں بھی ہوتی تھی، بعض کفار کا خیال تھا کہ قربانی کا گوشت خود قربانی کرنے والے کو نہ کھانا چاہئے اس کی اصلاح فرمائی جاتی ہے اور امت محمدیہ کو حکم ہوتا ہے کہ تم اپنی قربانی کے گوشت شوق سے کھاؤ۔ دوستوں اور عزیزوں کو دو اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ۔ پھر حج میں قربانی کے بعد کے کچھ احکام بتائے جاتے ہیں۔ حاجی جب سے احرام باندھ کر لبیک کہنا شروع کرتے ہیں تو حجامت نہیں بنواتے، ناخن نہیں تراشتے۔ بالوں میں تیل نہیں ڈالتے، کوئی خوشبودار چیز نہیں استعمال کرتے۔ بدن پر میل اور گرد وغبار چڑھ جاتا ہے۔ مگر زیادہ مل مل کر غسل نہیں کرتے۔ ایک عجیب عاشقانہ اور مستانہ حالت ہوتی ہے۔ دسویں ذی الحجہ کو سب قصہ تمام کرتے ہیں۔ منیٰ میں قربانی کے بعد حجامت بنوا کر غسل کر کے سلے ہوئے پاک صاف نئے کپڑے پہن کر طواف زیارۃ کو منیٰ سے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔

یہاں خانۂ کعبہ کے لئے لفظ بیتِ عتیق استعمال ہوا ہے۔ عتیق عربی زبان میں تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک قدیم۔ دوسرے آزاد جس پر کسی کی ملکیت نہ ہو۔ تیسرے مکرم و معزز بیت اللہ پر یہ تینوں ہی معنے صادق آتے ہیں۔

چونکہ اس سے قدیم کوئی عبادت خانہ دنیا میں نہیں ہے۔ اس لئے اس کو عتیق کہا جاتا ہے۔ پھر کوئی بیرونی بادشاہ کعبہ پر تسلط نہ کر سکا اور آج تک یہ عبادت خانہ آزاد رہا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا خدا نے اس کو تباہ کر دیا جیسے اصحابِ فیل کا واقعہ، اس لئے بھی عتیق ہے۔ اور اس کے اعزاز و اکرام کا حال تو یہ ہے کہ روئے زمین پر مسلمان کہیں بھی نماز پڑھتا ہے تو اسی جانب منہ کرتا ہے۔

ابھی یہ سلسلہ مضامین اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی عزت و کرامت۔ بزرگی اور بڑائی کو اور زیادہ بڑھاویں۔ اور اس گھر پر حاضر ہونے والوں کو عزت و کرامت نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی حاضری کا شرف ہم سب کو نصیب فرماویں اور حج بیت اللہ کی دولت ہم سب کو عطا فرماویں۔ جن بھائیوں نے حج بیت اللہ کر لیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حج کو حجِ مقبول اور حجِ مبرور بنائیں۔ اور جن پر یہ فریضۂ حج عائد ہے ان کو اس فرض کو ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! حج بیت اللہ کے دینی و دنیوی فوائد سے امت مسلمہ کو مالا مال فرما۔ اور اس اجتماع کی برکت سے عالم اسلام کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے خاص تجلیات و انوار کے مرکز بیت اللہ شریف پر حاضری دینے والوں کی دعاؤں کی برکت سے عالم اسلام کے جملہ مسائل کو حل فرما۔ امت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق عطا فرما۔ دشمنانِ دین اسلام سے جہاد کا عزم حقیقی نصیب فرما۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا سچا جذبہ عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

یہ بات تو ہو چکی۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا، سو یہ اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے۔ اور ان مخصوص چوپایوں کو باستثناء ان کے

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝۳۰ حُنَفَاۗءَ

جو تم کو پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو اس طور سے

لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

کہ اللہ ہی کی طرف جھکے رہو اسکے ساتھ شریک مت ٹھیراؤ۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اسکی بوٹیاں نوچ لیں۔

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝۳۱

یا اُس کو ہوا نے کسی دُور دراز جگہ میں لے جا پٹکا۔

| ذٰلِكَ یہ | وَمَنْ اور جو | يُّعَظِّمْ تعظیم کرے | حُرُمٰتِ اللّٰهِ شعائر اللہ (اللہ کی نشانیاں) | فَهُوَ پس وہ | خَيْرٌ بہتر | لَّهٗ اس کیلئے |
|---|---|---|---|---|---|---|
| عِنْدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے نزدیک | وَاُحِلَّتْ اور حلال قرار دیئے گئے | لَكُمُ تمہارے لئے | الْاَنْعَامُ مویشی | اِلَّا سوا | | |
| مَا يُتْلٰى جو پڑھ دیئے گئے | عَلَيْكُمْ تم پر۔تم کو | فَاجْتَنِبُوا پس تم بچو | الرِّجْسَ گندگی | مِنَ سے | الْاَوْثَانِ بت | وَاجْتَنِبُوْا اور بچو |
| قَوْلَ بات | الزُّوْرِ جھوٹی | حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ اللہ کیلئے یک رُخ ہو کر | غَيْرَ نہ | مُشْرِكِيْنَ شریک کرنے والے | بِهٖ اسکے ساتھ | وَمَنْ اور جو |
| يُّشْرِكْ شریک کرے گا | بِاللّٰهِ اللہ کا | فَكَاَنَّمَا تو گویا | خَرَّ وہ گرا | مِنَ السَّمَاۗءِ آسمان سے | فَتَخْطَفُهُ پس اسے اچک لے جاتے ہیں | |
| الطَّيْرُ پرندے | اَوْ یا | تَهْوِيْ پھینک دیتی ہے | بِهٖ اس کو | الرِّيْحُ ہوا | فِيْ میں | مَكَانٍ کسی جگہ |
| سَحِيْقٍ دُور دراز | | | | | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حج کے منافع اور مناسک حج اور قربانی کے بعض احکام ذکر فرمائے گئے تھے۔ اب آگے ایک عام نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ کی قائم کی ہوئی تمام حرمتوں کا احترام کرنے کے لئے فرمائی گئی ہے۔ حرمات اللہ یعنی جن چیزوں کو اللہ نے محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنے کی ہدایت دی جاتی ہے۔ یوں تو حرمات اللہ یعنی محترم چیزوں میں بیت اللہ۔ صفا۔ مروہ۔ منیٰ۔ عرفات۔ مساجد۔ قرآن کریم۔ بلکہ تمام احکام الٰہیہ آ جاتے ہیں۔ مگر یہاں خصوصیت سے مسجد حرام اور ہدی کے جانور کی تعظیم پر زور دینا ہے۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں کہ جو حاجی حرم میں قربانی کرنے کو ساتھ لے جاتا ہے۔ پہلے عرب قربانی کے جانور کو اپنے ساتھ کعبہ میں لایا کرتے تھے یا پہلے بھیج دیتے تھے جس میں بیشتر اونٹ ہوتے تھے۔

یہاں اللہ کی قائم کی ہوئی تمام حرمتوں کا احترام و تعظیم کرنے کی جو نصیحت فرمائی گئی ہے اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ قریش نے حرم سے مسلمانوں کو نکال کر اور ان پر حج کا راستہ بند کر کے اور مناسک حج میں مشرکانہ و جاہلانہ رسمیں شامل کر کے اور بیت اللہ کو شرک کی گندگی سے ملوث کر کے حرمات اللہ کی ہتک و بے تعظیمی کر رکھی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قائم کردی گئی تھیں۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے۔ جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔

جیسا کہ گزشتہ درس میں کہا گیا تھا مشرکین اپنی قربانیوں کی کوئی چیز نہ کھاتے تھے جس کی تردید گزشتہ درس میں مجمل طور پر فرمادی گئی تھی مگر یہاں حلت کی صراحت کردی اور فرمادیا کہ تمام چوپائے ذبح کے بعد تمہارے لئے حلال ہیں اور ان کے ذبح کا حکم تعظیم حرمات اللہ کے خلاف نہیں کیونکہ جس مالک نے ایک چیز کی حرمت بتلائی تھی اسی کی اجازت سے اور اسی کے نام پر وہ قربانی کی جاتی ہے۔ البتہ جن جانوروں کا حرام ہونا وقتاً فوقتاً تم کو سنایا جاتا رہا ہے وہ حلال نہیں جیسا کہ سورۂ انعام آٹھویں پارہ میں تفصیلاً گزر چکا ہے تو جو جانور اللہ کی اجازت سے اس کے نام پر ذبح کئے جاتے ہیں وہ حلال ہیں اور جو جانور کسی بت یا دیوی دیوتا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ مشرکین عرب میں دستور تھا وہ حرام اور مردار ہوا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسی شرکیات جو بتوں کی پرستش سے آتی ہیں ان سے اس طرح بچو جیسے غلاظت سے آدمی گھن کھاتا ہے اور دور ہٹتا ہے۔ گویا کہ بت نجاست سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کے قریب جاتے ہیں آدمی ان سے نجس اور پلید ہوجاتا ہے۔ مشرکوں نے اپنی طرف سے جو تحلیل و تحریک قائم کر رکھی تھی اور بلا دلیل شرعی کسی شے کو حلال اور کسی کو حرام کہتے تھے تو اس قول سے اجتناب رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے کہ جھوٹی بات سے بچتے رہو۔ اگر چہ یہاں آیت میں واجتنبوا قول الزور (یعنی جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو) الفاظ عام ہیں اور اس میں ہر جھوٹی بات زبان سے نکالنا یا جھوٹی شہادت دینا داخل ہے۔ لیکن جس سلسلۂ کلام میں یہ فرمایا گیا ہے اس سے خاص طور پر اشارہ مشرکین کے ان باطل عقائد اور احکام و رسوم کی طرف ہے جن پر کفر و شرک کی بنیاد ہے۔ یعنی اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا اور اس کی ذات۔ صفات۔ اختیارات اور حقوق میں کسی کو حصہ دار بنانا وہ سب سے بڑا جھوٹ ہے جس سے یہاں منع فرمایا گیا ہے۔ اب چونکہ مشرکین کے شرک کا ذکر آ گیا تھا اس لئے ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک اللہ کے بندے بن کر رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ آگے شرک کی برائی ایک مثال سے سمجھائی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی اور بلند مقام سے گرنے کے بعد آدمی کی ہڈی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے۔ بند بند جدا ہوجاتا ہے اور جب مردہ لاش میدان میں پڑی رہے تو مردار خوار پرندے اس کا تکا بوٹی کر لیتے ہیں۔ سب نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں۔ یہی حالت مشرک کی ہوتی ہے۔ جب ایمان کے پہاڑ کی چوٹی سے گرا اور کفر و شرک کی وادی میں پہنچا تو تمام روحانی اور عقلی قوتیں چور چور ہوجاتی ہیں۔ بصیرت و فہم کا ستیاناس ہوجاتا ہے۔ ہوا و ہوس اور قہر و ظلم کے مردار خوار پرندے اس کی عقل کی لاش کو تکا بوٹی کر کے کھا جاتے ہیں اور اس طرح وہ حقیقی توحید کی زندگی سے محروم ہوجاتا ہے یا یوں کہا جائے کہ جس طرح کسی اچھے خاصے آدمی کو آندھی اڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دیتی ہے اسی طرح مشرک و کافر کی تمام باطنی اور روحانی طاقتیں ہوا و ہوس کی ہوائیں اور خواہشاتِ نفسانی کی آندھیاں اڑا کر حیوانیت کے میدان میں پھینک دیتی ہیں اور مشرک آدمی روحانیت و اخلاقِ باطنی تباہ ہونے کے بعد انسانیت سے دور گر جاتا ہے۔ صورت انسانوں کی ہوتی ہے مگر حقیقت میں وہ شیطان یا درندہ حیوان ہوتا ہے۔

اس مثال سے یہاں شرک کی برائی سمجھانا مقصود ہے کہ مشرک درحقیقت مردہ ہوتا ہے اس کی عقل فطری فنا ہوجاتی ہے اس کی اخلاقی اور اصلاحی قوتیں تباہ ہوجاتی ہیں۔ شہوت و غضب کے مردار خوار پرندے اس کی تمام اندرونی بیرونی صلاحیتوں کو کھا لیتے ہیں چونکہ اس کا اعتماد اور رجوع اللہ کی طرف نہیں ہوتا اس لئے سکون قلب اور اطمینان اس کو نصیب نہیں ہوتا اور درحقیقت سکون و اطمینان قلبی ہی زندگی ہے۔

قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ کلام کو دیکھئے کہ شرک کے مقابلہ میں حنفاء للہ ایک اللہ کے ہو کر رہو فرما کر یہ تعلیم دی گئی کہ مسلمان کے پیش نظر محض ذاتِ الٰہی اور اس کی خوشنودی کا حصول ہونا چاہئے اور اللہ کے معاملہ میں اس کو تمام باطل تعلقات توڑ کر اور سب سے منہ موڑ کر صرف خدائے ذوالجلال سے رشتہ جوڑنا چاہئے۔

ابھی یہی سلسلہ مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى

یہ بات بھی ہو چکی۔ اور جو شخص دین خداوندی کے ان یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو انکا یہ لحاظ رکھنا دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے۔ تم کو ان سے ایک معین وقت تک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ

فوائد حاصل کرنا جائز ہے پھر اس کے ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے۔ اور ہم نے ہر امت کیلئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۗ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾

اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے۔ سو تمہارا معبود ایک ہی خدا ہے تو تم ہمہ تن اُسی کے ہو کر رہو۔ اور آپ گردن جھکا دینے والوں کو خوشخبری سُنا دیجئے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ذٰلِکَ یہ | وَمَنْ اور جو | یُّعَظِّمْ تعظیم کرے گا | شَعَآئِرَ اللّٰہِ شعائر اللہ | فَاِنَّھَا تو بیشک یہ | مِنْ سے | تَقْوَی پرہیزگاری | |
| الْقُلُوْبِ جمع قلب دل | لَکُمْ تمہارے لئے | فِیْھَا اس میں | مَنَافِعُ جمع نفع فائدے | اِلٰی تک | اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مدت مقرر | ثُمَّ پھر | |
| مَحِلُّھَا انکے پہنچنے کا مقام | اِلٰی تک | الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ بیت قدیم (بیت اللہ) | وَ اور | لِکُلِّ اُمَّۃٍ ہر امت کیلئے | جَعَلْنَا ہم نے مقرر کی | مَنْسَکًا قربانی | |
| لِیَذْکُرُوا تا کہ وہ لیں | اسْمَ اللّٰہِ اللہ کا نام | عَلٰی پر | مَا رَزَقَھُمْ جو ہم نے دیئے انہیں | مِنْ سے | بَھِیْمَۃِ چوپائے | الْاَنْعَامِ مویشی | فَاِلٰھُکُمْ پس تمہارا معبود |
| اِلٰہٌ وَّاحِدٌ معبود یکتا | فَلَہٗ پس اس کے | اَسْلِمُوْا فرمانبردار | وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں | الْمُخْبِتِیْنَ عاجزی سے گردن جھکانے والے | | | |

**تفسیر و تشریح:** گزشتہ آیات میں مناسکِ حج کے سلسلہ میں احکام قربانی وغیرہ کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے اس ضمن میں گزشتہ آیات میں حرمات اللہ یعنی اللہ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی تھی اور مثال کے ذریعہ شرک کی برائی سمجھائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں۔ جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمون اور خدائے واحد کا ڈر ہوگا وہ اس کے نام لگی چیزوں کا ادب کرے گا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ عین توحید کے آثار میں سے ہے کہ خدا کا عاشق ہر اس چیز کی قدر کرتا ہے جو بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جائے۔

قربانی کے جانوروں کو عرب اپنے ساتھ کعبہ میں لایا کرتے تھے اور ایسے جانوروں کو ہدی کہا جاتا تھا۔ ان جانوروں کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ تم ان سے فوائد حاصل کر سکتے ہو مثلاً سواری کرو۔ دودھ پیو۔ نسل چلاؤ۔ اون وغیرہ کام میں لاؤ مگر یہ اس وقت تک کہ ان کو ہدی نہ بنائیں۔ ہدی بننے کے بعد اس قسم کا انتفاع ان جانوروں سے بدوں شدید ضرورت کے نہیں کر سکتے۔ مثلاً اونٹ کو ہدی بنا کر ساتھ لیا اور خود پیدل چل رہا ہے اور سواری کے لئے کوئی دوسرا جانور موجود نہیں اور پیدل چلنا اس کے لئے مشکل ہو جاوے تو ایسی مجبوری اور ضرورت کی بنا پر اس وقت سوار ہونے کی اجازت ہے۔

جب ان کو قربانی کا جانور بنا لیا تو اس کا عظیم الشان اُخروی فائدہ یہی ہے کہ کعبہ کے پاس جس سے مراد سارا حرم ہے لے جا کر خدا تعالیٰ کے نام پر قربان کر دو۔

بعض کوتاہ عقل اعتراض کیا کرتے ہیں جیسا کہ اب بھی ہنود و عیسائی قربانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کسی جانور کے ذبح کرنے

سے کیا خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے؟ ناحق جانوروں کو مارتے ہیں۔ یہ رسم جاہلیت ہے۔ اس کا الزامی جواب پہلے عنایت فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ تم سے پیشتر بھی اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لئے رسم قربانی اللہ کا نام یاد کرنے کے لئے جاری کی ہے۔ امت محمدیہ کے لئے یہ کچھ نئی بات نہیں۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت یعقوبؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعتوں میں بھی قربانی کا دستور خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا جیسا کہ اب تک اہل کتاب کی کتب میں پایا جاتا ہے اور اسی طرح ہنود کے ہاں بھی قربانیاں ہیں قدیم سے ان میں بلدان کی رسم چلی آتی ہے۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ قربانی کا حکم جو اس امت مسلمہ کے لوگوں کو دیا گیا ہے یہ کوئی نیا حکم نہیں پچھلی سب امتوں کے ذمہ بھی قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی پس خداوند قدوس ہی خدا ہے جس نے ان کو حکم دیا تھا اسی نے تم کو بھی حکم دیا پس اس کا کہا مانو اور قربانی کرو اور اس پر خاص اللہ ہی کا نام لو اور اسی طرح اس کی سب باتوں میں فرمانبرداری کرو۔ اس کے بعد اس کی پوری فرمانبرداری کرنے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ و خوشخبری دینے کا حکم دیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو رضائے الٰہی کی بشارت سنا دیجئے جو صرف اسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں۔ اسی پر ان کا دل جمتا ہے اور اسی کے جلال و جبروت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

اب چونکہ یہاں مخبتین یعنی اللہ کے احکام کے سامنے گردن جھکا دینے والوں کا ذکر آ گیا اس لئے آگے ان مخبتین کی بعض صفات بیان کی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مخبتین بندوں میں شامل فرمالیں اور اپنے احکام کے سامنے ہماری اطاعت سے گردنیں جھکی رہیں۔

یا اللہ اپنے احکام کی وقعت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دیجئے۔ اور ہم کو ہر چھوٹے بڑے امر میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہمیں بھی تقویٰ کی دولت عطا فرما اور شعائر اللہ کی حرمت و تعظیم نصیب فرما۔ یا اللہ اپنے جملہ احکام کی ہمیں فرمانبرداری نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ

جوایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دِل ڈر جاتے ہیں اور جو اُن مصیبتوں پر کہ اُن پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ

اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے۔ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ

سوتم اُن پر کھڑا کر کے اللہ کا نام لیا کرو۔پس جب وہ کروٹ کے بل گر پڑیں تو تم بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی کو بھی کھانے کو دو۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ

ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیرِ حکم کر دیا تا کہ تم شکر کرو۔اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اُن کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیرِ حکم کر دیا تا کہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی (بیان) کرو کہ اُس نے تم کو توفیق دی۔اور اے نبیؐ اخلاص والوں کو خوشخبری سُنا دیجئے۔

| الَّذِيْنَ وہ جو | اِذَا جب | ذُكِرَ اللّٰهُ اللہ کا نام لیا جائے | وَجِلَتْ ڈر جاتے ہیں | قُلُوْبُهُمْ انکے دل | وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنیوالے | عَلٰى پر |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مَآ اَصَابَهُمْ جو انہیں پہنچے | وَالْمُقِيْمِي اور قائم کرنیوالے | الصَّلٰوةِ نماز | وَمِمَّا اور اس سے جو | رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا | | |
| يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں | وَ اور | الْبُدْنَ قربانی کے اونٹ | جَعَلْنٰهَا ہم نے مقرر کئے | لَكُمْ تمہارے لئے | مِّنْ سے | |
| شَعَآئِرِ اللّٰهِ شعائر اللہ | لَكُمْ تمہارے لئے | فِيْهَا اس میں | خَيْرٌ بھلائی | فَاذْكُرُوا پس لوتم | اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام | عَلَيْهَا ان پر |
| صَوَآفَّ قطار باندھ کر | فَاِذَا پھر جب | وَجَبَتْ گر جائیں | جُنُوْبُهَا انکے پہلو | فَكُلُوْا تو کھاؤ | مِنْهَا ان سے | وَاَطْعِمُوا اور کھلاؤ |
| الْقَانِعَ سوال نہ کرنیوالے | وَالْمُعْتَرَّ اور سوال کرنیوالے | كَذٰلِكَ اسی طرح | سَخَّرْنٰهَا ہم نے انہیں مسخر کیا | لَكُمْ تمہارے لئے | لَعَلَّكُمْ تا کہ تم | |
| تَشْكُرُوْنَ شکر کرو | لَنْ يَّنَالَ ہر گز نہیں پہنچتا | اللّٰهَ اللہ کو | لُحُوْمُهَا انکا گوشت | وَلَا اور نہ | دِمَآؤُهَا ان کا خون | وَلٰكِنْ اور لیکن بلکہ |
| يَّنَالُهُ اس کو پہنچتا ہے | التَّقْوٰى تقویٰ | مِنْكُمْ تم سے | كَذٰلِكَ اسی طرح | سَخَّرَهَا ہم نے انہیں مسخر کیا | لَكُمْ تمہارے لئے | |
| لِتُكَبِّرُوا تا کہ تم بڑائی سے یاد کرو | اللّٰهَ اللہ | عَلٰى پر | مَا هَدٰىكُمْ جو اس نے ہدایت دی تمہیں | وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں | الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنیوالے | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیت مخبتین کو بشارت دینے پر ختم ہوئی تھی۔ مخبتین کے معنی ہیں عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر گردن جھکانے والے۔ گزشتہ آیت میں وبشر المخبتین فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ آپ ایسے لوگوں کو جو احکامِ الٰہیہ کے سامنے گردن جھکا دینے والے ہوں جنت وغیرہ کی خوشخبری سنا دیجئے۔ اب آگے مخبتین کی بعض صفات بیان کی جاتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ اللہ عزوجل کا ذکر سنتے ہی اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں اور ان کے دل اس کی عظمت وجلال کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں اور یہ اس کے سارے احکام بجالاتے ہیں۔

دوسری صفت بتلائی جاتی ہے کہ یہ لوگ مصائب وشدائد کو صبر واستقلال سے برداشت کرتے ہیں۔کوئی سختی اٹھا کر راہِ حق سے قدم نہیں ڈگمگاتا۔

تیسری صفت بتلائی گئی کہ نماز کو پابندی اوراس کے حقوق و آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔اس میں ذراسستی نہیں کرتے۔

چوتھی صفت بیان فرمائی کہ جو کچھ مال و دولت اللہ نے انہیں عطا کیا ہے۔اس میں سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ایک حصہ خرچ کرتے ہیں۔اس میں صدقہ خیرات۔زکوٰۃ حج وقربانی اور دوسرے انفاق سب آ گئے۔

مضمون اوپر سے حج کے متعلق چل رہا تھا اور چونکہ بیت اللہ تک پہنچنے میں مصائب وشدائد بھی پیش آتے ہیں۔سفر میں اکثر نمازوں کے قضا یا فوت ہو جانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔مال بھی کافی خرچ کرنا پڑتا ہے۔شاید اسی مناسبت سے انہی اوصاف و خصائل کا یہاں ذکر فرمایا گیا۔گزشتہ آیات میں مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہوا تھا۔اب تصریحاً بتلایا جاتا ہے کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ان کی ذات میں تمہارے لئے دنیا کے بھی فائدے ہیں اور اللہ نے انہیں اپنی یاد کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔ان کو اللہ کا پاک نام لے کر نحر یا ذبح کرو۔

یہاں آیت میں صرف اونٹوں کے نحر کا ذکر فرمایا ہے۔اونٹ کی قربانی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کو لٹا کر ذبح نہیں کرتے بلکہ قبلہ رخ کھڑا کر کے اس کا ایک پاؤں زمین سے اٹھا کر گھٹنے سے ملا کر باندھ دیتے ہیں اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر نیزہ اونٹ کے سینہ سے ذرا اوپر مارتے ہیں۔جب خون نکل جاتا ہے تو وہ کسی کروٹ گر پڑتا ہے۔اس وقت اس کا گوشت کھال سے علیحدہ کرتے ہیں اور اسے نحر کہتے ہیں۔تو اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے اور گائے بکری بھیڑ کو لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے۔قربانی کے گوشت کے متعلق حکم دیا کہ خود بھی کھاؤ اور حاجت مندوں محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔یہاں محتاج کی دو قسمیں بیان فرمائیں،ایک جو صبر سے بیٹھا ہے۔سوال نہیں کرتا۔تھوڑا مل جائے تو اسی پر قناعت کرتا ہے۔دوسرا جو بیقرار ہو کر سوال کرتا پھرتا ہے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اونٹ وگائے وغیرہ ایسے بڑے جانور جو تم سے جثہ اور قوت میں کہیں زیادہ ہیں تمہارے قبضہ میں کر دیئے اور تمہارے لئے اس طرح مسخر کر دیئے کہ تم ان سے طرح طرح کی خدمات لیتے رہو اور کیسے آسانی سے ذبح بھی کر لیتے ہو۔یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔نہ یہ کہ شرک کر کے الٹی ناشکری کرو۔

اب آگے قربانی کی حقیقت اور اس کا اصل فلسفہ بیان کیا جاتا ہے۔اسلام سے پہلے بھی حج اور قربانی کی رسم تھی مگر اس میں بہت سی بیہودہ باتیں اور شرک کے گندے طریقے داخل کر لئے تھے۔مثلاً ایام جاہلیت میں جب قربانی کرتے تو بیت اللہ پر گوشت لتھیڑتے اور خون لیپتے تھے۔ابتدا میں جب بعض مسلمانوں نے طریقۂ جاہلیت کے مطابق خانۂ کعبہ کو گوشت اور خون سے نجس کرنا چاہا تو ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اور سمجھایا گیا کہ قربانی کا یہ گوشت پوست اور خون سب یہیں رہ جاتا ہے۔اللہ تک اس کی رسائی نہیں۔وہاں تو تمہاری نیتوں کا خلوص اور دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوشدلی اور جوشِ محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے گھر کے پاس لے جا کر قربان کی۔گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔بس یہی وہ تقویٰ ہے جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوبِ حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

اخیر میں بتلایا گیا کہ اللہ نے جانوروں کو تمہارا حکم بردار بنا دیا اس کے بدلہ میں تمہیں چاہئے کہ تم اللہ کے فرمانبردار بنو اور اس کے حکم سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر انہیں ذبح کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس

نے اپنی محبت اور عبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ بتادی اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنادیا۔

گزشتہ آیات کے خاتمہ پر وبشر المخبتین فرمایا گیا تھا۔ یہاں وبشر المحسنین فرمایا گیا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ لوگوں کو کامیابی کی بشارت دے دیں جو ایمان واخلاص کے ساتھ نیک عمل کرتے ہیں۔ جن کے دلوں میں سچائی۔ نیتوں میں مرضی الٰہی کی طلب اور اعمال میں پاکیزگی ہو۔ ہر کام بوجہ اللہ کرتے ہوں۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ قربانی بھی شعائر الٰہیہ میں سے ہے مگر افسوس ہے کہ اب ایسے بھی نام کے مسلمان موجود ہیں کہ جو قربانی کا انکار کرتے ہیں اور قربانی سے روکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ ایک شعائر اسلامیہ کے منکر ہیں اور انکا قربانی سے روکنا کھلے طور پر دین اسلام میں مداخلت کرنا ہے۔ طرح طرح کے اشکالات اور اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان آیات میں قربانی کا جو حکم دیا گیا ہے وہ صرف حاجیوں ہی کے لئے نہیں ہے اور صرف مکہ میں حج ہی کے موقع پر ادا کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام ذی استطاعت مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ جہاں بھی وہ ہوں۔ یہ تصریح متعدد صحیح احادیث میں بھی وارد ہوئی ہے اور معتبر روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے دس سالہ قیام میں ہر سال عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی فرماتے رہے اور تنبیہ و وعید کے طور پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو پھر قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ قرآن پاک بھی یہی تعلیم دیتا ہے کہ جملہ عبادات کو خواہ وہ نماز روزہ ہو یا صدقہ وزکوٰۃ ہو یا حج و قربانی ہو۔ انہیں انہی شرائط کے ساتھ پورا کرنا چاہئے جو مقرر کردی گئی ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے کیا فائدہ ہے؟ نہ ان کی بابت تغیر وتبدل کا وہم پیدا کرسکتا ہے جملہ عبادات بندگی کی نشانیاں ہیں اور منعم حقیقی کے بتائے ہوئے طریقہ سے ان کو بجالانا چاہئے۔ ہمیں یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ قربانی میں کیا فائدہ ہے؟ کیا یہ فائدہ تھوڑا ہے کہ ہمارا مولا ہم سے اپنی بے چوں وچرا فرمانبرداری کرتے دیکھ کر خوش ہو جائے اور ہم کو اپنے مخبتین اور محسنین بندوں میں شمار فرمالے۔ بندہ کا کام تو یہی ہے کہ اپنے آقا کو خوش رکھے۔

اب جس وقت ان آیات کا نزول ہوا اور مخبتین اور محسنین کو احکام الٰہیہ اور شعائر اسلامیہ بجالانے پر بشارت سنائی گئی اس وقت کفار مکہ کا غلبہ تھا جو حسد وعناد میں اہل اسلام کو حج وعمرہ کے لئے مکہ میں آنے سے بھی روک دیتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کرام کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور حدیبیہ سے واپس ہونا پڑا تھا۔ تو یہ احکام حج وقربانی وغیرہ کو سن کر مسلمانوں کو خیال ہوسکتا تھا کہ ہم کو حالت موجودہ میں ان احکام پر کہاں عمل نصیب ہوگا۔ ہم کو خانۂ کعبہ اور حرم تک رسائی تو ہے ہی نہیں۔ اس لئے آگے اہل اسلام سے بطور پیشین گوئی کے ایک تسلی آمیز وعدہ فرمایا جاتا ہے۔ جس میں کفار کے لئے وعید بھی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

**دعا کیجئے:** حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور جملہ عبادات کو اپنے مقرر کردہ طریقوں پر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! تقویٰ اور اخلاص کی دولت ہم کو عطا فرما اور اپنے مخبتین اور محسنین بندوں میں شامل ہونا ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ! اپنے مخبتین بندوں کی صفات ہم کو بھی عطا فرمادے۔ اور ہمارے قلوب میں اپنی عظمت وجلال کا وہ خوف وخشیت جمادے جو ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اور آپ کے سارے احکام بجالانے پر مستعد کردے۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں دین پر استقامت نصیب فرما اور ہم کو اپنی نمازوں کو جملہ حقوق وآداب کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور جو آپ نے دنیا میں ہمیں عطا فرمایا ہے اس میں سے اپنی رضا کے لئے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝ أُذِنَ لِلَّذِينَ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ کو) ایمان والوں سے ہٹا دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا۔ لڑنے کی ان لوگوں کو

يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝

اجازت دے دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ | يُدَافِعُ دور کرتا ہے | عَنِ سے | الَّذِينَ آمَنُوا جو لوگ ایمان لائے مومن | إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ | لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا | |
| كُلَّ کسی۔تمام | خَوَّانٍ دغاباز | كَفُورٍ ناشکرا | أُذِنَ اذن دیا گیا | لِلَّذِينَ ان لوگوں کو | يُقَاتَلُونَ جن سے لڑتے ہیں | بِأَنَّهُمْ کیونکہ وہ |
| ظُلِمُوا ان پر ظلم کیا گیا | وَإِنَّ اور بیشک | اللَّهَ اللہ | عَلَىٰ نَصْرِهِمْ ان کی مدد پر | لَقَدِيرٌ ضرور قدرت رکھتا ہے | | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ چند آیتوں میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ کفار مکہ نے عناد وحسد میں مسلمان قبائل کو مکہ میں حج کے لئے آنے سے روک دیا تھا۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابۂ کرام کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور حدیبیہ سے واپس ہونا پڑا تھا۔ جب تک مسلمان مکہ میں رہے کفار مکہ کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ مسلمانوں پر آوازے کستے طعنے دیتے۔ سخت سست کہتے۔ جہاں موقع ملتا انتہائی بے رحمی اور سنگدلی کے ساتھ مار پیٹ کرتے اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے کسی کا مال چھین لیتے مسلمان سے مزدوری کراتے تو اُجرت نہ دیتے مگر راسخ الاعتقاد مسلمانوں کا ایمان لوہے کی چٹان سے زیادہ مضبوط تھا۔ بڑی سے بڑی مصیبت اور ایذا سے ان کے یقین میں تزلزل نہ پیدا ہوتا مگر جب مار پیٹ اور زخمی کرنے کی تکلیفیں حد سے بڑھ گئیں تو مسلمانوں نے مختلف اوقات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر مدافعانہ قدم اٹھانے کی درخواست پیش کرنا شروع کر دی۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برابر صبر وضبط کی تلقین فرماتے رہے اور قتال وجدال کی اجازت نہ دی۔ جب بحکم وحی مکہ سے مدینہ کو ہجرت ہوگئی اور مسلمانوں کو مدینہ میں کچھ استقلال نصیب ہوا تاہم کفار کی دراز دستیاں کم نہ ہوئیں۔ جس پر موقع اور قابو چلتا اکیلے دکیلے مسلمان کو مار لیتے۔ جو لوگ مکہ میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے رہ گئے تھے ان کو ایسی دکھ کی مار دیتے کہ بعض مسلمان شدت آلام کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے۔ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی اور جہاد کا حکم دے دیا گیا۔ اجازت جہاد کے متعلق یہ پہلی آیت ہے۔ اس کے بعد پھر دوسری آیتیں جہاد کے حکم میں نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے۔ اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ مدینہ میں پہنچ کر سب سے اول جہاد کی اجازت کے متعلق جب آیت مذکورہ نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے پہچان لیا تھا کہ عنقریب قتال کا حکم ہوگا۔

ان آیات میں سب سے پہلے مسلمانوں سے بطور پیشین گوئی کے ایک تسلی آمیز وعدہ فرمایا جاتا ہے جس میں کفار کے لئے وعید بھی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مسلمان مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ عنقریب

دشمنوں سے ان کا راستہ صاف کردے گا۔ مسجد حرام تک پہنچنے اور اس کے متعلق احکام کی تعمیل کرنے میں کوئی مخالفانہ رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ بے خوف وخطر حج وعمرہ ادا کریں گے۔ گویا گزشتہ آیت میں وبشر المحسنین میں جو بشارت دینے کا امر تھا اس کی ایک فرد یہ خوشخبری بھی ہوئی۔ الحمدللہ جو پیشین گوئی یہاں فرمائی گئی وہ بجنسہ پوری ہوئی اور ان آیات کے چند سال بعد یعنی ۸ھ میں جب مکہ معظمہ فتح ہوگیا تو مسلمانوں کو حج وعمرہ کے ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ اگر کفار مکہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ دغاباز اور ناشکر گزاروں کو ایک خاص میعاد تک مہلت دی جائے تو یہ مت خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں۔ یہ مہلت بعض مصالح اور حکمتوں کی بنا پر ہے۔ آخری انجام یہی ہونا ہے کہ اہل حق غالب ہوں گے اور باطل پرستوں کو راستہ سے چھانٹ دیا جائے گا۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین اور قرآنی احکام کے مطابق کامل تیرہ سال تک سخت مظالم کے مقابلہ میں بے مثال صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اور جب مدینہ دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کی ایک قلیل سی جماعت ایک مستقل مرکز پر جمع ہوگئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے اجازت ہوئی بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلہ میں اب تلوار اٹھائیں اور اپنی جماعت اور دین کی حفاظت کریں اور اطمینان دلایا گیا کہ اپنی قلت اور بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں اللہ تعالیٰ مٹھی بھر فاقہ مستوں کو دنیا کی فوجوں اور سلطنتوں پر غالب کرسکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک شہنشاہانہ طرز میں مسلمانوں کی نصرت وامداد کا وعدہ تھا۔ جیسے دنیا میں بادشاہ اور بڑے لوگ وعدہ کے موقع پر اپنی شان ووقار اور استغنا دکھلانے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہاں تمہارا فلاں کام ہم کرسکتے ہیں اسی طرح یہاں " ان اللہ علی نصرھم لقدیر " یعنی اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے فرما کر یہ عنوان اختیار کیا گیا تاکہ مخاطب سمجھ لے کہ ہم ایسا کرنے میں کسی سے مجبور نہیں ہیں جو کچھ کریں گے اپنی قدرت اور اختیار سے کریں گے۔

آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے کہ جس بنا پر جہاد کی اجازت دی گئی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے ان وعدوں پر ہم کو بھی ایمان ویقین نصیب فرمائیں۔ اور اس وقت کفار نے جہاں جہاں اہل اسلام کو مظلوم بنا رکھا ہے اللہ پاک اپنی قدرت سے ان کی مدد فرمائیں اور کفار کے غلبہ کو اہل ایمان سے دور فرمائیں اور جہاد پر جو نصرت اور کامیابی کے وعدے اہل ایمان سے کئے ہیں وہ اس وقت بھی امت مسلمہ کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! جیسے آپ نے ابتداء میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد فرمائی اور مشرکین مکہ کے غلبہ اور ایذ رسانی سے اہل ایمان کو نجات عطا فرمائی۔

یا اللہ! اسی طرح اب بھی اپنی اسی قدرت سے اہل اسلام کی مدد فرمادے اور اعدائے دین کی طاقت کو ملیامیٹ فرمادے یا اللہ آپ اپنی قدرت واختیار سے جو چاہیں کرسکتے ہیں۔ یا اللہ اہل اسلام کو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے سچا عزم جہاد نصیب فرما اور اپنی نصرت وتائید سے ان کو اعدائے دین پر غلبہ عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک دوسرے سے

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

زور نہ گھٹوا تا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اَلَّذِيْنَ جو لوگ | اُخْرِجُوْا نکالے گئے | مِنْ سے | دِيَارِهِمْ اپنے گھر (شہروں) | بِغَيْرِ حَقٍّ ناحق | اِلَّا مگر | اَنْ یہ کہ | يَّقُوْلُوْا وہ کہتے ہیں |
| رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا رب اللہ | وَلَوْ اور اگر | لَا دَفْعُ دفع نہ کرتا | اللّٰهِ اللہ | النَّاسَ لوگ | بَعْضَهُمْ اُن کے بعض (ایک کو) | |
| بِبَعْضٍ بعض سے (دوسرے) | لَّهُدِّمَتْ تو ڈھا دیئے جاتے | صَوَامِعُ صومعے | وَبِيَعٌ اور گرجے | وَّصَلَوٰتٌ اور عبادت خانے | | |
| وَّمَسٰجِدُ اور مسجدیں | يُذْكَرُ ذکر کیا جاتا (لیا جاتا ہے) | فِيْهَا ان میں | اسْمُ اللّٰهِ اللہ کا نام | كَثِيْرًا بہت بکثرت | وَلَيَنْصُرَنَّ اور البتہ ضرور مدد کریگا | |
| اللّٰهُ اللہ | مَنْ جو | يَّنْصُرُهٗ اس کی مدد کرتا ہے | اِنَّ بیشک | اللّٰهَ اللہ | لَقَوِيٌّ طاقت والا توانا | عَزِيْزٌ غالب |

تفسیر و تشریح:۔ گزشتہ آیات کے سلسلہ میں بیان ہوا تھا کہ مکہ کے تیرہ سالہ دور میں اہل اسلام کو کفار سے جنگ اور قتل و قتال کی ممانعت تھی۔ لیکن ہجرت کے بعد جہاد کی اجازت کا حکم نازل ہو گیا اور ان کفار سے جو مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے جنگ کی اجازت ہو گئی اور ساتھ ہی غلبہ کی بشارت بھی اہل اسلام کو سنا دی گئی۔

اب آگے اہل اسلام کی مظلومیت اور جہاد کی حکمت اور اخلاص فی الجہاد پر غلبہ کی بشارت کو بیان کیا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مسلمان مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا کوئی جرم نہ تھا۔ نہ ان پر کسی کا کوئی دعویٰ تھا بجز اس کے وہ اکیلے ایک خدا کو اپنا رب کیوں کہتے ہیں۔ اینٹ اور پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے۔ گویا ان پر سب سے بڑا سنگین الزام اگر لگایا جا سکتا ہے تو یہی کہ وہ ایک خدا کے ماننے والے کیوں بنے۔ جس ظلم کے ساتھ ان اسلام کے شیدائی مہاجرین کو اپنے گھروں سے مکہ سے نکالا گیا اس کا اندازہ کرنے کے لئے چند واقعات سنئے۔

حضرت صہیب رومیؓ جب ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے ان سے کہا کہ تم یہاں خالی ہاتھ آئے تھے اور اب مالدار ہو گئے ہو۔ تم جانا چاہو تو خالی ہاتھ ہی جا سکتے ہو اپنا مال نہیں لے جا سکتے حالانکہ انہوں نے جو کچھ کمایا تھا وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا تھا۔ کسی کا دیا نہیں کھاتے تھے آخر وہ دامن جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور سب کچھ ظالموں کے حوالہ کر کے اس حال میں مدینہ پہنچے کہ تن کے کپڑوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

۲۔ حضرت ام سلمہ اور ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دودھ پیتے بچہ کو لے کر ہجرت کے لئے نکلے تو حضرت ام سلمہ کے خاندان والوں نے راستہ روک لیا اور ابو سلمہ سے کہا کہ تمہارا جہاں جی چاہے پھرتے رہو مگر ہماری لڑکی کو لے کر نہیں جا سکتے مجبوراً بیچارے بیوی کو چھوڑ کر مدینہ چلنے لگے پھر ابو سلمہ

کے خاندان والے آگے بڑھے اور انہوں نے کہا بچہ ہمارے قبیلہ کا ہے اسے ہمارے حوالہ کرو۔ اس طرح بچہ بھی ماں اور باپ دونوں سے چھین لیا گیا۔ تقریباً ایک سال تک حضرت ام سلمہ بچے اور شوہر کے غم میں تڑپتی رہیں اور آخر کار بڑی مصیبت سے اپنے بچہ کو حاصل کر کے مکہ سے اس حال میں نکلیں کہ اکیلی عورت گود میں بچہ لئے اونٹ پر سوار تھیں اور ان راستوں پر جا رہی تھیں جن سے مسلح قافلے بھی گزرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

۳۔ حضرت عیاش بن ربیعہ ابوجہل کے ماں جائے بھائی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ پیچھے پیچھے ابوجہل اپنے ایک بھائی کو ساتھ لے کر جا پہنچا اور بات بنائی کہ اماں جان نے قسم کھائی ہے کہ جب تک عیاش کی صورت نہ دیکھ لوں گی نہ دھوپ سے سایہ میں جاؤں گی نہ سر میں کنگھی کروں گی۔ اس لئے بس تم چل کر انہیں صورت دکھا دو پھر واپس آ جانا۔ وہ بیچارے ماں کی محبت میں ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں دونوں بھائیوں نے انہیں قید کر لیا اور مکہ میں انہیں لے کر اس طرح داخل ہوئے کہ وہ رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور دونوں بھائی پکارتے جا رہے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے اپنے نالائق بیٹوں کو یوں سیدھا کرو جس طرح ہم نے کیا ہے۔ کافی مدت تک یہ بیچارے قید رہے۔ آخر کار ایک جانباز مسلمان ان کو نکال لانے میں کامیاب ہوئے۔

اس طرح کے مظالم سے قریب قریب ہر اس شخص کو سابقہ پیش آیا جس نے اپنے ایمان اور اسلام کیلئے مکہ سے مدینہ کی ہجرت کی۔ ظالموں نے گھر بار چھوڑتے وقت بھی ان غریبوں اور مظلوموں کو خیریت سے نہ نکلنے دیا۔ اور کفار کا یہ تمام ترغیظ و غضب صرف توحید پر تھا جس کی وجہ سے مظلوموں کو وطن چھوڑنا پڑا۔

آگے جہاد کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ اگر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ایک جماعت کو دوسری جماعت سے لڑنے بھڑنے کی اجازت نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہوگی۔ اس نے دنیا کا نظام ہی ایسا رکھا ہے کہ ہر چیز یا ہر شخص یا ہر جماعت دوسری چیز یا شخص یا جماعت کے مقابلہ میں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرتی رہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور نیکی کو اللہ تعالیٰ اپنی حمایت میں لے کر بدی کے مقابلہ میں کھڑا نہ کرتا تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا۔ بددین اور شریر لوگ جن کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے تمام مقدس مقامات اور یادگاریں صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے۔ کوئی عبادت گاہ۔ تکیہ۔ خانقاہ۔ مسجد۔ مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا۔ اس بنا پر ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہو جائیں قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں سے بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی جائے۔ بہرحال اس وقت مسلمانوں کو ظالم کافروں کے مقابلہ میں جہاد وقتال کی اجازت دینا اسی قانونِ قدرت کے ماتحت تھا اور یہ وہ عام قانون ہے جس کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا۔ اگر مدافعت و حفاظت کا یہ قانون نہ ہوتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نہ عیسائی راہبوں کی خانقاہیں قائم رہتیں۔ نہ نصاریٰ کے گرجے۔ نہ یہود کے عبادت خانے نہ مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ سب عبادت گاہیں گرا کر برابر کر دی جاتیں۔ بس اسی عام قانون کے ماتحت کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو ایک وقتِ مناسب پر اپنے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

اب آگے مجاہدین کی نصرت و مدد کا وعدہ فرمایا جاتا ہے مگر ایک شرط کے ساتھ۔ وعدہ تو ان تاکیدی الفاظ میں ہے کہ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا۔ آگے وہ شرط ہے یعنی جو اللہ کے دین کی مدد کریں گے۔ یہ مضمون قران پاک میں متعدد جگہ پر بیان ہوا ہے

کہ جولوگ خلق خدا کوتوحید کی طرف بلانے اور دین حق کو قائم کرنے اور شرکو مٹانے اور خیر کوفروغ دینے کی سعی وجدوجہد کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں تو یہاں اور قرآن پاک میں دوسرے مقامات پر نصرت وامداد کا صریح وعدہ ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ طلبگاران نصرت کو دین الٰہی کی مدد کرنی چاہئے یعنی جہاں تک ممکن ہوجان و دل سے کوشش کریں کافروں کا مقابلہ جفاکشی اور تندہی سے کریں اور کافروں کے مقابلہ کا مقصد حصول زر یا مال۔حکومت وشہرت نہ ہو بلکہ دین کا غلبہ اور اسلام کی حمایت مدِ نظر ہو۔آخر میں شک وشبہ اور وہم کو دفع کرنے کے لئے ان اللہ لقوی عزیز فرمادیا۔ہوسکتا تھا کہ مسلمان اپنی کمزوری کو دیکھتے ہوئے کہتے کہ ہم تمام عرب کے کفار ومشرکین کے مقابلہ میں دین کی حمایت کیا کرسکتے ہیں۔تعداد کم،سامان ابتر، اسلحۂ جنگ شکستہ۔اُوپر سے فقروفاقہ،اس وہم کودور کرنے کے لئے فرمایا کہ اللہ قوی اور غالب ہے۔تم اس وقت کمزور ہوتو کیا ہے۔تمہارا خداتو قوی ہے۔تم مغلوب ہوتو کوئی حرج نہیں تمہارا رب تو غالب ہے۔اسی پر بھروسہ رکھو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

اب یہ ظاہر ہے کہ یہ قرآنی وعدے جونزول قرآن کے وقت تھے وہ اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ نے ایمان ویقین کے ساتھ اس پرعمل فرمایا۔اور اللہ کے دین کی مدد کی شرط کو دل و جان سے پورا کیا۔اللہ کی نصرت وحمایت ان کے شامل حال رہی۔پھر دنیا پر ان کا وہ رعب داب اور غلبہ رہا اور غیب سے ایسی امداد ان کی فرمائی گئی کہ اسلامی تاریخ آج بھی گواہ ہے۔اے کاش کہ اس وقت بھی امت مسلمہ کو ہوش آجائے اور اپنے کو ان قرآنی وعدوں کا مصداق بنالے اور اللہ کے دین کی مدد کے لئے دل وجان سے کھڑی ہوجائے۔ پھر اللہ کی نصرت بھی یقینی ہے۔

اب آگے مکہ کے ان مظلوم مہاجرین کی مخصوص صفات بیان کی گئی ہیں جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو دین کی سچی سمجھ اور فہم عطا فرما اور دین حق کے لئے اپنے جان ومال کی قربانی دینے کا جذبہ صادق عطا فرما۔

اے اللہ! ان مہاجرین اولین کے صدق اور اخلاص کے طفیل میں جنہوں نے دین کے لئے سب کچھ قربان کردکھایا۔ہم کو بھی دین حق کی حمایت کی توفیق عطا فرما۔دین کے لئے جینے اور مرنے کی سعادت نصیب فرما۔اے اللہ! دین کی طرف سے آج امتِ مسلمہ جس غفلت میں پڑگئی ہے اس غفلت کو دور فرما۔اور پوری امت کو دین کی مدد کے لئے دل و جان سے کھڑا ہوجانے کی توفیق عطا فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم اُن کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے

عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

کاموں سے منع کریں۔اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو | اِنْ اگر | مَّكَّنّٰهُمْ ہم دسترس دیں انہیں | فِى الْاَرْضِ زمین (ملک) میں | اَقَامُوا وہ قائم کریں | الصَّلٰوةَ نماز |
| وَ اور | اٰتَوُا الزَّكٰوةَ زکوٰۃ ادا کریں | وَاَمَرُوْا اور حکم دیں | بِالْمَعْرُوْفِ نیک کاموں کا | وَنَهَوْا اور وہ روکیں | عَنِ الْمُنْكَرِ بُرائی سے |
| | وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے | عَاقِبَةُ انجام کار | الْاُمُوْرِ تمام کام | | |

تفسیر و تشریح:۔ گزشتہ آیات میں مہاجرین اولین کی مظلومیت کا ذکر تھا کہ مسلمانوں کو ناحق مکہ سے جلاوطن کیا گیا۔ ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ اگر قصور تھا تو صرف یہ کہ وہ اللہ کی ربوبیت کے قائل تھے اور دوسروں کی ربوبیت کا انکار کرتے تھے۔ پھر جہاد کی حکمت و فائدہ بتلایا گیا تھا کہ اگر حق کے ذریعہ سے باطل کو شکست نہ ہوتی اور ظلم کی جگہ انصاف نہ لیتا تو تمام عبادت گاہیں یعنی حق پرستی کے مرکز تباہ ہو جاتے۔ نہ یہودیوں کے دور میں ان کی خانقاہیں قائم رہتیں نہ نصاریٰ کے زمانہ میں ان کے عبادت خانے اور نہ مسلمانوں کے زمانہ میں ان کی مسجدیں۔ غرض حق پرستی دنیا سے معدوم ہو جاتی۔ اگر انبیاء اور ان کی امتوں پر جہاد فرض نہ کیا جاتا اور تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی جاتی تو اہل کفر اللہ کی پرستش نہ کرنے دیتے۔ حضرت موسیٰؑ اگر فرعون اور عمالقہ کا مقابلہ نہ کرتے تو یہودیوں کے معبد برباد ہو جاتے اور شریعت موسوی قائم نہ رہتی۔ اگر عیسائیوں کو تلوار اٹھانے اور مقابلہ کرنے کا حکم نہ ہوتا تو یہودی ان کو کھا جاتے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہ ہوتی تو کفار مکہ اور مشرکین عرب اور دنیا کی تمام غیر مسلم اقوام ان کو تباہ و برباد کر ڈالتے تو اقامتِ حق اور ابقاء صداقت کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ ظالموں اور جابروں کا مقابلہ کیا جائے اور قوت کے ساتھ ان کی دراز دستیوں کو روکا جائے۔

پھر اس کے بعد اخلاص فی الجہاد کو بتلایا گیا تھا یعنی کفار سے لڑنے میں خالص نیت اعلاء کلمۃ اللہ کی ہو جس پر غلبہ کی بشارت دی گئی تھی۔ اب آگے ان مہاجرین کی جو علمبردار حق تھے اور اعلان صداقت کی پاداش میں گھروں سے نکالے گئے تھے ان کے چند خصوصی اوصاف کا بیان ہے اور اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ مظلوم مسلمان جنہیں اپنے گھروں سے نکالا گیا ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں حکومت اور زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذاتِ خود بدنی اور مالی نیکیوں میں لگے رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ خود بھی نماز کی پابندی کریں۔ اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطا کی اور جو پیشین گوئی کی گئی تھی بحمد اللہ وہ حرف بحرف پوری اور سچی ثابت ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے اربعہ اور خلافتِ راشدہ کے زمانہ کے اکثر عمال و حکام انصاف اور عدل کے علمبردار تھے۔ نیکی اور خدا پرستی ان کا شعار تھی۔ ارکانِ دین کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں اُتری ہے۔ ہم بے سبب خارج از وطن کئے گئے تھے پھر ہمیں خدا نے سلطنت دی۔ ہم نے نماز روزہ کی پابندی کی۔ نیکیوں کے احکام دیئے اور برائی سے روک جاری کی پس یہ آیت ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا اس میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ ورعایا دونوں کا بیان ہے۔ بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوقِ خداوندی تم سے برابر لے۔ خدا کے حق میں کوتاہی کے بارہ میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراطِ مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اس کا یہ حق ہے کہ ظاہر و باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ یہاں آیت میں اگرچہ چاروں حکم بحرفِ شرط بیان کئے گئے ہیں مگر فی الحقیقت طلبگارانِ حق اور داعیانِ جہاد کے لئے یہ حتمی حکم ہے کہ جب تم کو خدا تعالیٰ حکومت وتسلط عطا فرمائے تو نماز کی طرف سے غافل نہ ہونا۔ زکوٰۃ شرعی کو نہ چھوڑ دینا۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں حکومت کے نشہ میں سرشار ہو کر فرض الٰہی کی ادائیگی سے غفلت ہو جائے۔ پھر ہر کارِ خیر کی اشاعت اور کارِ بد کی ممانعت سے بھی غافل نہ رہنا۔

یہ چاروں اوصاف جو اس آیت میں بیان فرمائے گئے اہلِ حق کے امتیازی اوصاف ہیں آگے وللہ عاقبۃ الامور اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے فرما کر یہ متنبہ کر دیا کہ گو آج مسلمان کمزور اور کافر غالب اور قوی نظر آتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ آخر کاران ضعفاء کو منصور و غالب کر دے اور مغرور و سرکش جو اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ اپنے اقتدار میں بسنے والوں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے والے ہیں اور جن کا یہ خیال ہوتا ہے کہ بھلا ان کی کرسی کا پایہ کون ہلا سکتا ہے اور ان کو نیچا کون دکھا سکتا ہے۔ اور جن کے دبدبے کے ڈنکے بج رہے ہوں وہ ایسے گرائے جاتے ہیں کہ دنیا کے لئے نمونۂ عبرت بن جاتے ہیں۔ اور اس کی مثالیں دیکھنے کے لئے آپ کو دور جانے کی ضرورت نہیں آپ اپنے ہی ملک کے گزشتہ فرمانرواؤں کو دیکھ لیجئے۔ الغرض قوت واقتدار کا بخشنا اور اس کو قائم رکھنا یا ختم کر کے کسی اور کو اقتدار بخش دینا یہ سب دستِ قدرت میں ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت نے واضح کر دیا کہ قرآن کریم کے نزدیک مسلمانوں کے اقتدار اور حکومت کا اصلی مقصد کیا ہے۔ یہاں صاف وضاحت فرمائی گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار اور اس کی تائید اور نصرت کے مستحق لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ اگر دنیا میں انہیں حکومت اور فرمانروائی بخشی جائے تو بجائے فسق و فجور اور کبر و غرور کے انکا کردار اقامتِ صلوٰۃ اور احیائے دین ہو۔ ان کی دولت اپنے عیش وعشرت اور نفس پرستی کی بجائے ایتائے زکوٰۃ اور مستحقین کی امداد و خدمت میں صرف ہو۔ ان کی حکومت نیکی کو فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور ان کی طاقت بدیوں کو دبانے میں استعمال ہو۔

غور کیجئے کہ اس آیت میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کی صفات وخصوصیات کا جوہر نکال کر رکھ دیا گیا ہے کہ اسلامی حکومت فی الحقیقت کس چیز کا نام ہے اور اسلامی احکام اور فرمانروا کیسے ہونے چاہئیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی تقریر ماجدی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

" کہ گورنمنٹ اگر مسلمانوں اور سچے مسلمانوں کی قائم ہو جائے تو مسجدیں آباد پر رونق ہو جائیں۔ ہر طرف سے صدائیں تکبیر و تہلیل کی گونجا کریں۔ بیت المال کے بعد کوئی ننگا

بھوکا نہ رہ جانے پائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کی بجائے ملنے لگے۔ رشوت، جعلسازی، دروغ حلفی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی حق۔ کوئی موقع غریب کی تحقیر کا، ایذا کا باقی نہ رہ جائے۔ غیبتیں ۔ بدکاریاں چوریاں، ڈاکے خواب و خیال ہو جائیں۔ آبکاری کے محکمہ کو کوئی پانی دینے والا بھی نہ رہے۔ مہاجنی کوٹھیوں، سود خوار ساہوکاروں اور بینکوں کے ٹاٹ اُلٹ جائیں۔ گویئے نچیے اگر تائب نہ ہوں شہر بدر کر دیئے جائیں سینما، تھیٹر تمام شہوانی تماشہ گاہوں کے پردوں کو آگ لگا دی جائے گندہ، فحش، افسانہ و شاعری کی جگہ صالح و پاکیزہ ادبیات لے لیں۔ غرض یہ کہ دنیا دنیا رہ کر بھی نمونہ جنت بن جائے۔"

قرآن کریم جو آسمانی رحمت ۔ سرچشمۂ ہدایت اور ذریعہ سعادت دارین ہے وہ بیشک ہم میں موجود تو اب بھی ہے۔ مگر اس لئے نہیں کہ ہمارے عقائد اور ہمارے اعمال و افعال سب اس کے مطابق اور ماتحت ہوں۔ قرآنی تعلیمات و ہدایات کو چھوڑنے اور ان سے منہ موڑنے کا نتیجہ یہی ہوا کہ امت میں نہ وہ وحدت باقی رہی نہ قوت ۔ نہ وہ ایمان باقی رہا نہ یقین ۔ کہیں ذلت کہیں محکومی اور مظلومیت، کہیں بے کسی اور لاچاری اور کہیں اعدائے دین کا تسلط، اور کہیں آپس ہی میں اختلاف اور افتراق یہ چیزیں ہمارے حصہ میں رہ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قرآن کا تو وعدہ ہے۔ وانتم الا علون ان کنتم مؤمنین (آل عمران ۳/۱۳۹) "تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے۔" مگر افسوس ہے اور رونا ہے تو یہی ہے کہ اس بات کو کس کس سے کہا جائے؟ اور کس طرح کہا جائے؟ اور اب تو (یعنی بوقتِ نظر ثانی جب یہ درس لکھا جا رہا ہے) نوبت بانیجا رسید کہ ایسے منافقین پیدا ہو گئے ہیں کہ قرآن کریم ہی کو فرسودہ کتاب بتلانے لگے۔ اور جن کو اپنے مسائل کا حل اس چودہ سو سالہ پرانی کتاب میں نظر نہیں آتا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بس ان کے نزدیک روٹی، کپڑا اور مکان یہی سارا دین و اسلام رہ گیا ہے اسی کے لئے ان کو اقتدار اور قوت اور دولت و حکومت اور سلطنت چاہیئے۔

مگر یہ واضح رہے اور روٹی کپڑے اور مکان کے طالب کان کھول کر سن لیں کہ ایک طرف اسلام کا لیبل لگا کر دوسری طرف دین اسلام کی در پردہ جڑیں کاٹنے کی فکر رکھ کر کبھی بھی جوان کے روٹی کپڑے اور مکان کے مسئلہ حل ہوں، اسی طرح روٹی کپڑے اور مکان کے لئے ہائے ہائے کرتے اور سر ٹپکتے مرجائیں گے۔ اور خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ ہدایت نصیب فرمائیں اور قرآن کریم سے ہمیں سچا اور پکا وفاداری کا تعلق نصیب فرمائیں۔

الغرض اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر کسی کو زمین میں حکومت اور سلطنت و اقتدار عطا کریں تو وہ صاحب حکومت اور صاحب اقتدار سے چار باتیں چاہتے ہیں۔

۱۔ ایک اقاموا الصلوٰۃ یعنی نماز قائم کرنا۔

۲۔ دوسرے واتوا الزکوٰۃ زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ ان دو باتوں میں تمام شعائر اسلام کے قائم کرنے کا اشارہ ہے۔

۳۔ تیسرے وامروا بالمعروف یعنی نیکیوں اور بھلے کاموں کا حکم کرنا۔

۴۔ چوتھے ونھوا عن المنکر یعنی منکرات اور برائیوں سے روکنا۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت و سلطنت کا اولین مقصد اقامت دین اور قوانین شریعت کا اجراء اور نفاذ ہے گویا اصل مقصود دین ہے اور حکومت اس کی خادم ہے۔

اس زیر تفسیر آیت جس کو آیت تمکین کہتے ہیں یہ ہجرت مدینہ

کے بعد اس وقت نازل ہوئی جب کہ مسلمانوں کو کسی بھی زمین کی حکومت واقتدار حاصل نہیں تھا مگر حق تعالیٰ نے یہ خبر بطور پیشین گوئی کے دے دی کہ وہ لوگ جن کو ان کے گھروں سے ظلماً بغیر کسی حق کے نکال دیا گیا یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان کو زمین میں حکومت واقتدار دے دیا جائے تو یہ لوگ اپنے اقتدار کو ان مذکورہ چار کاموں میں صرف کریں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عمل کے وجود میں آنے سے پہلے اس کے عمل کرنے والوں کی مدح وثنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اس خبر کا جس کا وقوع یقینی تھا اس دنیا میں وقوع اس طرح ہوا کہ چاروں خلفائے راشدین مہاجرین اولین میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے وعدہ کے بموجب ان کو زمین کی تمکین عطا فرمائی اور قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق ان خلفائے راشدین کے اعمال و کردار اور کارناموں نے دنیا کو دکھلا دیا کہ انہوں نے اپنے اقتدار کو اسی کام میں استعمال کیا کہ نمازیں قائم کیں۔ زکوٰۃ کا نظام مضبوط کیا۔ اچھے کاموں کو رواج دیا اور برے کاموں کا راستہ بند کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اسی لئے علمائے مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ خلفائے راشدین سب کے سب اسی بشارت کے مصداق ہیں اور یہ آیت چاروں خلفاء کے حق ہونے کی دلیل ہے اور اس آیت میں ان لوگوں کے لئے ہدایت بھی ہے جن کو اللہ تعالیٰ ملک وسلطنت عطا فرمائیں کہ وہ اپنے اقتدار میں یہ کام انجام دیں جو خلفائے راشدین نے اپنے وقت میں انجام دیئے تھے۔

اللہ تعالیٰ اس ملک پاکستان کو جو اسلام کے پاک نام سے وجود میں آیا، ایسے ہی صفات کے صاحب اقتدار نصیب فرمائیں، جو قرآن کریم کو مطلوب ہیں آمین۔

اب ان آیات کے نزول کے وقت کفار کی تکذیب اور جدال و قتال اور مسلمانوں پر اگلے ظلم وستم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رنج وغم طبعاً ہوتا تھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو اسلام وایمان اور قرآن کی دولت عطا فرمائی ہے تو ان نعمتوں کی قدر اور سچی شکر گزاری کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیں یا اللہ! اس ملک پاکستان کو جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا صحیح معنوں میں اسلامی حکومت بنادے اور یہاں قرآنی احکام کا نفاذ فرمادے۔

یا اللہ! یہ اسلام آپ کا دین ہے اور آپ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں لایا ہوا ہے۔ یا اللہ! جس طرح آپ نے اس دین کی ابتدا میں مدد فرمائی اور کفار ومشرکین کے غلبہ کو ہٹا کر اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا۔

اے اللہ! اے قدیر رب! اب بھی اپنی اسی قدرت سے اسی طرح اسلام کی مدد فرمادے۔ اور اس ملک میں حقیقی اسلام کو غلبہ اور فروغ عطا فرمادے۔ اور مخالفین اسلام کی جڑیں کاٹ دے۔ ان کے عزائم ناکام بنادے۔ ان کے فتنہ وفساد سے اس ملک کو پاک کردے۔ اے اللہ! جو اس ملک میں اسلامی اور قرآنی حکومت قائم کرنے کے کوشاں ہیں۔ ان کی کوششوں کو بار آور فرمادے۔ اور منافقین ومخالفین کو ناکام، خاسر اور ذلیل فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝٤٢ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ

اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم

وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝٤٣ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ

اور قوم لوط اور اہلِ مدین بھی تکذیب کر چکے ہیں۔ اور موسیٰ کو بھی کاذب قرار دیا گیا سو میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے اُن کو پکڑ لیا سو میرا

كَانَ نَكِيْرِ ۝٤٤ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

عذاب کیسا ہوا۔ غرض کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جن کی یہ حالت تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝٤٥ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ

اور بہت سے بیکار کنویں اور بہت سے قلعی چونے کے محل۔ سو کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہوجاویں

يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى

کہ اُس سے سمجھنے لگیں۔ بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ دِل جو سینوں میں ہیں

الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ۝٤٦

وہ اندھے ہوجایا کرتے ہیں۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَاِنْ اور اگر | يُّكَذِّبُوْكَ تمہیں جھٹلائیں | فَقَدْ كَذَّبَتْ تو جھٹلایا | قَبْلَهُمْ ان سے قبل | قَوْمُ نُوْحٍ نوح کی قوم | وَّعَادٌ اور عاد |
| وَّثَمُوْدُ اور ثمود | وَ اور | قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کی قوم | وَ اور | قَوْمُ لُوْطٍ قوم لوط | وَ اور | اَصْحٰبُ مَدْيَنَ مدین والے |
| وَكُذِّبَ اور جھٹلایا گیا | مُوْسٰى موسیٰ | فَاَمْلَيْتُ پس میں نے ڈھیل دی | لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کو | ثُمَّ پھر | اَخَذْتُهُمْ میں نے انہیں پکڑ لیا |
| فَكَيْفَ تو کیسا | كَانَ ہوا | نَكِيْرِ میرا انکار | فَكَاَيِّنْ تو کتنی | مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں | اَهْلَكْنٰهَا ہم نے ہلاک کیا انہیں | وَهِيَ اور یہ۔ وہ |
| ظَالِمَةٌ ظالم | فَهِيَ کہ وہ۔ یہ | خَاوِيَةٌ گری پڑی | عَلٰى پر | عُرُوْشِهَا اپنی چھتیں | وَبِئْرٍ اور کنوئیں | مُّعَطَّلَةٍ بے کار |
| وَقَصْرٍ اور بہت محل | مَّشِيْدٍ گچ کاری کے | اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا پس کیا وہ چلتے پھرتے نہیں | فِى الْاَرْضِ زمین میں | فَتَكُوْنَ جو ہوجاتے |
| لَهُمْ ان کے | قُلُوْبٌ دل | يَّعْقِلُوْنَ وہ سمجھنے لگتے | بِهَآ ان سے | اَوْ یا | اٰذَانٌ کان | يَّسْمَعُوْنَ سننے لگتے | بِهَا ان سے |
| فَاِنَّهَا کیونکہ درحقیقت | لَا تَعْمَى اندھی نہیں ہوتیں | الْاَبْصَارُ آنکھیں | وَلٰكِنْ اور لیکن بلکہ | تَعْمَى اندھے ہوجاتے ہیں |
| الْقُلُوْبُ دل | الَّتِىْ وہ جو | فِى الصُّدُوْرِ سینوں میں |

تفسیر وتشریح:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے ابتداء اسی قوم کے اکثر افراد نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ کفار قریش آپ کی تکذیب اور اسلام دشمنی میں سب سے آگے تھے آپ نے قوم کو ہر طرح کی امکانی تبلیغ کی مگر اکثر اپنے

کفر و شرک پر جمے رہے۔ قوم کی اس سرکشی و نافرمانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج و غم ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے ان آیات کا نزول ہوا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ کفار کی یہ سرکشی اور سرتابی اور یہ تمرد اور انکار یہ سب کچھ صرف آپ ہی کی قوم کا شیوہ نہیں بلکہ گزشتہ انبیاء کی امتوں کی بھی یہی کیفیت رہی ہے۔ قوم نوح نے نوح علیہ السلام کی تکذیب کی قوم عاد نے ہود علیہ السلام کی مخالفت کی۔ ثمود نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ بابل والوں نے ابراہیم علیہ السلام سے سرتابی کی۔ مدین والوں نے شعیب علیہ السلام کا انکار کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب اگرچہ بنی اسرائیل نے نہ کی مگر فرعون اور اس کی قوم نے آپ کو نہ مانا، غرض یہ کہ سب انبیاء سلف کی امتوں نے اپنے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہی کفر و تکذیب کا معاملہ کیا۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں۔ تمام انبیاء کے ساتھ ان کی قوم کے کفار یہی معاملہ برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا نے ان کی فوری گرفت کر لی ہو بلکہ ایک وقت خاص تک کافروں کو مہلت دی اور جب مدت مہلت مقررہ گزر گئی تو پھر ان کی رسی کھینچ لی گئی۔ آخر تباہ و ہلاک ہوئے۔ گزشتہ میں کتنی ہی بستیاں اپنی نافرمانی و سرکشی اور بدکرداریوں کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔ ان کی آبادیاں مسمار پڑی ہیں۔ مکانات برباد ہیں اور دیواروں کے نیچے چھتیں دبی ہوئی ہیں۔ وہ کنوئیں جن پر پانی کھینچنے والوں کی بھیڑ رہتی تھی آج ان میں کوئی ڈول پھانسنے والا نہ رہا۔ کنوؤں کو قدیم تمدن و معاشرت میں بڑی اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ اس لئے یہاں کنوؤں کا ذکر فرمایا گیا۔ وہ بڑے بڑے پختہ بلند عالی شان قلعی چونے کے محل ویران کھنڈر بن کر رہ گئے جن میں کوئی بسنے والا نہیں۔ ان تباہ شدہ مقامات کے کھنڈر دیکھ کر ان کفار نے کبھی غور و فکر نہ کیا جو ان کو عبرت حاصل ہوتی۔ ان کے دل انہیں نہیں سمجھاتے کہ گزشتہ قوموں نے کیا عمل کئے اور ان کا کیا انجام ہوا۔ کاش ان کو بصارت کے ساتھ بصیرت بھی ہوتی۔ گوش کے ساتھ ہوش بھی ہوتا۔ سیر کے ساتھ عبرت بھی ہوتی اور سیاحت کے ساتھ تدبر اور تفکر بھی ہوتا مگر دل کے اندھوں کو بینائی کیسے نصیب ہو۔ عقل کے مدہوش کو ہوش کہاں سے آئے اور غافل روح والوں کو فکر و ذکر کا حصہ کیسے ملے۔ گو ان کفار کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوں۔ پر دل کی آنکھیں اندھی ہیں اور حقیقت میں زیادہ خطرناک اندھا پن وہی ہے جس میں دل اندھے ہوجائیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ کفار ظاہری آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے ہیں اور گزشتہ برباد شدہ قوموں کے حالات اور ان کی تہذیب و تمدن اور طور و طریق بھی جانتے ہیں لیکن سبق ان سے کچھ حاصل نہیں کرتے یہی دلوں کا اندھا پن ہے۔

الغرض یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ کی قوم جو آپ کے پیام کی اور آپ کی پیامبری کی تکذیب کر رہی ہے یہ کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں گزشتہ یعنی سارے پیغمبروں کو یہی معاملہ اپنی قوم کی طرف سے پیش آتا رہا۔ مگر ایسی نافرمان اور اپنے پیغمبر کی تکذیب کرنے والی قوم کو دنیا میں سزا بھی ملتی رہی ہے اور ان کی تباہی و بربادی کے نشان موجود ہیں مگر یہ منکرین اس سے کوئی عبرت اور سبق حاصل نہیں کرتے اور آپ کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں۔ اب ان منکرین میں سے بعض اہل عناد ایسے بھی تھے جو ان عذاب کی آیاتِ وعید کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہتے کہ جس عذاب سے ہم کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اس کو کیوں نہیں جلدی برپا کر دیا جاتا۔ اس لئے آگے معاندین کے اس استہزاء اور استعجال کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ

اور یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن برابر ایک ہزار سال کے ہے

سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ

تم لوگوں کے شمار کے موافق۔ اور بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمانی کرتی تھیں پھر میں نے اُن کو پکڑ لیا

وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تو صرف تمہارے لئے ایک آشکارا ڈرانے والا ہوں۔ سو جو لوگ ایمان لے آئے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا

اور اچھے کام کرنے لگے اُن کیلئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کرتے رہتے ہیں

مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

ہرانے کے لئے۔ ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | يَسْتَعْجِلُوْنَكَ وہ تم سے جلدی مانگتے ہیں | بِالْعَذَابِ عذاب | وَلَنْ اور ہرگز نہیں | يُّخْلِفَ خلاف کرے گا | اللّٰهُ اللہ | وَعْدَهٗ اپنا وعدہ | |
| وَاِنَّ اور بیشک | يَوْمًا ایک دن | عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے ہاں | كَاَلْفِ سَنَةٍ ہزار سال کے مانند | مِّمَّا اس سے جو | تَعُدُّوْنَ تم گنتے ہو | | |
| وَ اور | كَاَيِّنْ کتنی ہی | مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں | اَمْلَيْتُ میں نے ڈھیل دی | لَهَا ان کو | وَهِيَ اور وہ | ظَالِمَةٌ ظالم | ثُمَّ پھر |
| اَخَذْتُهَا میں نے پکڑا انہیں | وَاِلَيَّ اور میری طرف | الْمَصِيْرُ لوٹ کر آنا | قُلْ فرمادیں | يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! | اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں | | |
| اَنَا میں | لَكُمْ تمہارے لئے | نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا آشکارا | فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس جو لوگ ایمان لائے | وَ اور | | | |
| عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے عمل کئے اچھے | لَهُمْ ان کیلئے | مَّغْفِرَةٌ بخشش | وَّرِزْقٌ اور رزق | كَرِيْمٌ باعزت | وَ اور | | |
| الَّذِيْنَ سَعَوْا جن لوگوں نے کوشش کی | فِيْٓ میں | اٰيٰتِنَا ہماری آیات | مُعٰجِزِيْنَ عاجز کرنے | اُولٰٓئِكَ وہی ہیں | اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ دوزخ والے | | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں کفار مکہ اور مشرکین عرب کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ اگرچہ دنیا میں گزشتہ کفار کی متعدد امتیں کفر و نافرمانی اور اپنے پیغمبر کی تکذیب کے باعث ہلاک و برباد کی جاچکی ہیں جس سے ان موجودہ کفار کو سبق لینا چاہیے تھا مگر چونکہ ان کے دل اندھے ہو رہے ہیں اس لئے ان کو اپنے کفر و نافرمانی کی سزا کا ملنا ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یوں تو عام مشرکین آیات وحی کا انکار کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے۔ روز قیامت اور حساب کتاب اور جزا و سزا کو غلط بتاتے مگر بعض اہل عناد اپنے انکار میں اس قدر مستحکم تھے کہ وہ آیات وعید کو سن کر کہتے کہ جس عذاب سے ہمیں بار بار ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اس کو کیوں نہیں جلد برپا کر دیا جاتا؟ انہی کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اور اس کو لے آنے کی جلدی مچاتے ہیں۔اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا کہ ان منکرین کو جواب دے دیا جائے کہ عذاب اپنے وقت پر یقیناً آ کر رہے گا۔استہزاء اور تکذیب کی راہ سے جلدی مچانا فضول ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان منکرین کو اپنے عذاب میں مبتلا کرنے کا وعدہ کرلیا ہے اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا اس لئے وعدے کے وقت عذاب ضرور واقع ہوگا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس دن یعنی قیامت میں اصل عذاب واقع ہوگا اس کا ایک دن دنیا والوں کے شمار کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔پھر ایسی مصیبت کو بلانے کے لئے یہ منکرین کیوں بیتاب ہیں۔آگے بطور خلاصہ جواب کا ارشاد ہوتا ہے کہ سن لو بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کمر کسے ہوئے تھے اللہ نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی۔جب اپنی نافرمانیوں میں خوب مست ہوگئے تو اچانک گرفت کرلی گئی اور عذاب میں پکڑ لئے گئے تو ان منکرین کو کتنی ہی مہلت مل جائے اور گو کتنی ہی ان کی رسی ڈھیل کی دراز ہوجائے مگر سب مجبور ہیں کہ سب کو حاضر ہونا اللہ ہی کے سامنے ہے۔اس وقت کفر کی پوری سزا ہوگی۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین ہوتی ہے کہ منکرین کے اس عذاب طلبی کے تقاضہ میں فرمادیجئے کہ میرا کام آگاہ کردینا، ہوشیار کردینا ہے۔عذاب کا لے آنا میرے قبضہ میں نہیں۔خدا ہی کے قبضہ میں ہے کہ سب مطیع و عاصی کا فیصلہ کرے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال جگہ پر پہنچائے۔سو اب جو لوگ ایمان لے آئیں اور عمل صالح کرنے لگیں ان کے لئے مغفرت اور جنت کی نعمتیں ہیں اور جو لوگ اللہ کی آیات اور کلام کے متعلق بطلان کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔اللہ کے رسول اور اہلِ ایمان کو ہرانے اور عاجز کرنے کے لئے ایسے لوگ جہنم میں رہنے والے ہیں پس عذاب سے ڈرانا میرا فرض منصبی ہے باقی اس کا وقوع یہ اپنے وقت پر باختیار خداوندی ہوگا۔اس سے میرا کوئی تعلق نہیں جو مجھ سے درخواست کیا کرتے ہو۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا کہ تمہارے رب کے نزدیک ایک دن قیامت میں تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت میں ایک دن شدت اور سختی کی بنا پر ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔یا درازی مدت کے لحاظ سے ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فقراء مسلمان مالدار مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی ۵۰۰ برس پہلے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا۔آدھے دن کی مقدار کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: کہ تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا۔جی ہاں پڑھا ہے اور یہی آیت وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون۔سنائی (اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق۔

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے۔ساتھ ہی کفار کو وعید عذاب جہنم کی سنائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کی نافرمانی کا وبال یقیناً بڑا سخت ہے ہمیں اس وبال سے بچا لیجئے۔اور ہر طرح کی نافرمانی سے سچی توبہ کر کے کامل فرمانبرداری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمادیجئے۔آمین۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ

اور (اے نبیؐ) ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اُس نے کچھ پڑھا شیطان نے اُس کے پڑھنے میں شبہ ڈالا

اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾

پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا حکمت والا ہے۔

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ

تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کیلئے آزمائش (کا ذریعہ) بنادے جن کے دل میں مرض ہے اور جن کے دِل بہت سخت ہیں۔

الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ ۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

اور واقعی ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں۔ اور تا کہ جن لوگوں کو فہم عطا ہوا ہے وہ اس امر کا زیادہ یقین کر لیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جاویں پھر اسکی اُن کے دِل اور بھی جھک جائیں۔ اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہِ راست دکھاتا ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ

اور کافر لوگ ہمیشہ اس کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ اُن پر دفعتہً قیامت آجاوے یا اُن پر کسی بے برکت دن کا

يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۗ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۗ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

عذاب آپہنچے۔ بادشاہی اُس روز اللہ ہی کی ہوگی۔ وہ ان سب کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام کئے ہوں گے

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾

وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا۔ تو اُن کیلئے ذلت کا عذاب ہوگا۔

| وَمَآ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے | مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے | مِنْ سے | رَّسُوْلٍ رسول | وَّلَا اور نہ | نَّبِيٍّ نبی | اِلَّآ مگر | اِذَا جب |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| تَمَنّٰٓى اس نے آرزو کی | اَلْقَى ڈالا | الشَّيْطٰنُ شیطان | فِيْ میں | اُمْنِيَّتِهٖ اس کی آرزو | فَيَنْسَخُ پس ہٹا دیتا ہے | اللّٰهُ اللہ | مَا يُلْقِى جو ڈالتا ہے |
| الشَّيْطٰنُ شیطان | ثُمَّ پھر | يُحْكِمُ اللّٰهُ اللہ مضبوط کر دیتا ہے | اٰيٰتِهٖ اپنی آیات | وَاللّٰهُ اور اللہ | عَلِيْمٌ جاننے والا | حَكِيْمٌ حکمت والا | |
| لِّيَجْعَلَ تا کہ بنائے وہ | مَا يُلْقِى جو ڈالا | الشَّيْطٰنُ شیطان | فِتْنَةً ایک آزمائش | لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے | فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں | | |
| مَّرَضٌ مرض | وَّ اور | الْقَاسِيَةِ سخت | قُلُوْبُهُمْ انکے دل | وَاِنَّ اور بیشک | الظّٰلِمِيْنَ ظالم | لَفِيْ شِقَاقٍ البتہ سخت ضد میں | بَعِيْدٍ دور۔ بڑی |
| وَّلِيَعْلَمَ اور تا کہ جان لیں | الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں | اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا | اَنَّهُ کہ یہ | الْحَقُّ حق | مِنْ رَّبِّكَ تمہارے رب سے | | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فَيُؤْمِنُوْا تو وہ ایمان لے آئیں | بِهٖ اس پر | فَتُخْبِتَ تو جھک جائیں | لَهٗ اس کیلئے | قُلُوْبُهُمْ ان کے دل | وَاِنَّ اور بیشک | اللّٰهَ اللہ |
| لَهَادِ ہدایت دینے والا | الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا وہ لوگ جو ایمان لائے | اِلٰى طرف | صِرَاطٍ راستہ | مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا | وَلَا يَزَالُ اور ہمیشہ رہیں گے | |
| الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا | فِيْ میں | مِرْيَةٍ شک | مِّنْهُ اس سے | حَتّٰى یہاں تک | تَاْتِيَهُمُ آئے ان پر | السَّاعَةُ قیامت |
| بَغْتَةً اچانک | اَوْ يَاْتِيَهُمْ یا آجائے ان پر | عَذَابُ عذاب | يَوْمٍ عَقِيْمٍ منحوس دن | اَلْمُلْكُ بادشاہی | يَوْمَئِذٍ اس دن | لِّلّٰهِ اللہ کیلئے |
| يَحْكُمُ فیصلہ کرے گا | بَيْنَهُمْ ان کے درمیان | فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس جو لوگ ایمان لائے | وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے | الصّٰلِحٰتِ اچھے | | |
| فِيْ میں | جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغات | وَ اور | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا | وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا | بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات کو | |
| | فَاُولٰٓئِكَ پس وہی لوگ | لَهُمْ ان کیلئے | عَذَابٌ مُّهِيْنٌ عذاب ذلت | | | |

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ آیات سے کفار ومشرکین کا حال بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ کفار مکہ قرآنی آیات اور احکامِ الٰہیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ان میں طرح طرح کے شبہات واعتراضات پیش کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار کی ضلالت انگیزیوں سے دکھ ہوتا۔ آپ کے حزن و ملال کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور صاف صراحت کردی کہ ایسی حرکت کفار مکہ ہی آپ کے ساتھ نہیں کررہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء کو ایسے ہی بے دینوں سے واسطہ پڑا ہے جتنے انبیاء پہلے گزر چکے ہیں سبھی نے احکامِ الٰہیہ کو اپنی اپنی قوم کے سامنے بیان کیا اور پیامِ وحی پڑھ کر سنایا مگر شیطان کفار کے قلوب میں شبہ اور اعتراضات ڈالتا اور کفار ان ہی اعتراضات کو پیش کرکے انبیاء سے مجادلہ کرتے رہے ہیں شیطان نے ہمیشہ کافروں کے دلوں سے قول پیغمبر کے اثرات کو دور کرنے کی کوشش کی اور اپنی طرف سے طرح طرح کے خرافات ان کے دلوں میں ڈالتا رہا لیکن انجام کار اللہ کی آیات محکم اور دائم البقا ثابت ہوئیں۔ خدا کے احکام کو کوئی نہ مٹا سکا اور شیطانی وساوس والقاء چونکہ کمزور تھا اس لئے مٹ گیا حق کی فتح ہوئی اور باطل کو شکست۔ آگے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا تصرف جو دیا گیا اس کی حکمت بتلائی جاتی ہے کہ

اس حق و باطل کی کشاکش اور وحی ربانی اور القائے شیطانی کے مقابلہ کا اصل مقصد یہ تھا کہ صحیح الایمان اور پختہ عقیدت رکھنے والے نمایاں ہوجائیں اور جو ناقص الفہم شکی مزاج اور اہلِ نفاق ہیں ان کی حقیقت بھی کھل جائے۔ جو حق پرست مومن ہیں ان کے دلوں میں تو القاء شیطانی کی وجہ سے صداقت وحی میں شک و شبہ پیدا نہیں ہوتا لیکن جن کے دل روگی اور بیمار ہیں اور حق سے متاثر ہونے کا مادہ نہیں ہے۔ وہ القاء شیطانی کی وجہ سے وحی کی حقانیت کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں۔ پیامِ الٰہی کے خلاف ان کے دماغوں میں طرح طرح کے وسوسے گھومتے ہیں۔ تو جو لوگ توہمات کے خارزار میں نہیں پھنستے اللہ تعالیٰ انکو خود راہِ مستقیم بتادیتا ہے البتہ جن لوگوں کے دلوں میں شک ونفاق کا گندہ مواد جمع ہوتا ہے ان کو مرتے دم تک ہدایت نہیں ہوتی اور وہ بدوں مشاہدہ عذاب کفر سے باز آنے والے نہیں اور قیامت کے دن جس روز بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی ان سب مذکورین کے درمیان عملی فیصلہ فرمادیا جائے گا اور وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور عمل صالح کئے ہوں گے وہ تو جنت کی نعمتوں اور راحتوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا تو ان کے لئے جہنم میں ذلت کا عذاب ہوگا۔

یہاں ان آیات میں دل کے امراض اور دل کی سختی ان دو

چیزوں کی مذمت کی گئی اور یہ گویا کفار اور منکرین میں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ راہِ حق سے بھٹکتے رہتے ہیں اور ان کے مقابل علم وفہم کی تعریف فرمائی گئی جس کی وجہ سے ایمان والوں کو اللہ تعالٰی کی ہدایت نصیب ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ دل کے امراض اور دل کی سختی سخت بری چیزیں ہیں اور ہلاک کرنے والی ہیں اور ان سے نجات کی فکر ہونی چاہئے۔ انہی دل کے امراض سے نجات کے لئے اہل اللہ اور بزرگانِ دین تزکیۂ نفس کراتے ہیں اور یہ امراض بغیر کسی معالج وطبیب روحانی کے دور نہیں ہوسکتے۔ اور اہل اللہ طبیب روحانی ہیں اس لئے اہل اللہ سے تعلق اور ان سے اپنے دل کا علاج بہت ضروری ہوا۔ پھر دین کی فہم اور دین کا علم یہ وہ لازوال دولتیں ہیں کہ جس کو حق تعالٰی عطا فرمائیں تو اسی کو نصیب ہوتی ہیں۔

اب آگے اللہ کی راہ میں ہجرت وجہاد کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالٰی نفس وشیطان کے وسوسوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ رکھیں۔ اور ہم کو دین کی حقیقی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں اس زندگی میں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالح کی بھی توفیق عطا فرمائیں کہ جو خوشنودی رب العزت اور جنت نعیم میں ہمارے داخلہ کا ذریعہ بن جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ قتل کئے گئے یا مرگئے اللہ تعالیٰ ضرور اُن کو ایک عمدہ رزق دے گا

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ

اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ایسی جگہ لے جا کر داخل کرے گا جس کو وہ پسند کریں گے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا

حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ

بہت حلم والا ہے۔ یہ (مضمون تو) ہو چکا اور جو شخص اسی قدر تکلیف پہنچاوے جس قدر اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر اس شخص پر زیادتی کی جاوے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

اور اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں

هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

وہ بالکل لچر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی عالی شان سب سے بڑا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا اور جن لوگوں نے ہجرت کی | فِيْ میں | سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ | ثُمَّ پھر | قُتِلُوْا مارے گئے | اَوْ یا | مَاتُوْا وہ مرگئے | |
| لَيَرْزُقَنَّهُمُ البتہ وہ انہیں رزق دے گا | اللّٰهُ اللہ | رِزْقًا رزق | حَسَنًا اچھا | وَ اور | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | لَهُوَ البتہ وہ | |
| خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ سب سے بہتر رزق دینے والے | لَيُدْخِلَنَّهُمْ وہ البتہ انہیں ضرور داخل کرے گا | مُّدْخَلًا ایسے مقام میں | | | | | |
| يَّرْضَوْنَهٗ وہ اسے پسند کریں گے | وَاِنَّ اور بیشک | اللّٰهَ اللہ | لَعَلِيْمٌ البتہ علم والا | حَلِيْمٌ حلم والا | ذٰلِكَ یہ | وَمَنْ اور جو۔جس | |
| عَاقَبَ ستایا | بِمِثْلِ جیسے | مَا عُوْقِبَ اسے ستایا گیا | بِهٖ اس سے | ثُمَّ پھر | بُغِيَ عَلَيْهِ زیادتی کی گئی اس پر | لَيَنْصُرَنَّهٗ ضرور مدد کریگا اسکی | |
| اللّٰهُ اللہ | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | لَعَفُوٌّ البتہ معاف کرنے والا | غَفُوْرٌ بخشنے والا | ذٰلِكَ یہ | بِاَنَّ اس لئے کہ | اللّٰهَ اللہ | يُوْلِجُ داخل کرتا ہے |
| الَّيْلَ رات | فِي النَّهَارِ دن میں | وَيُوْلِجُ اور داخل کرتا ہے | النَّهَارَ دن | فِي الَّيْلِ رات میں | وَاَنَّ اور یہ کہ | اللّٰهَ اللہ | سَمِيْعٌ سننے والا |
| بَصِيْرٌ دیکھنے والا | ذٰلِكَ یہ | بِاَنَّ اس لئے کہ | اللّٰهَ اللہ | هُوَ الْحَقُّ وہی حق | وَاَنَّ اور یہ کہ | مَا جو۔جیسے | يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں |
| مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا | هُوَ وہ | الْبَاطِلُ باطل | وَاَنَّ اور یہ کہ | اللّٰهَ اللہ | هُوَ وہ | الْعَلِيُّ بلند مرتبہ | الْكَبِيْرُ بڑا |

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ پر ایمان لا کر نیک کام کرنے والوں کو نعمتوں سے بھری ہوئی دائمی جنت ملے گی اور اللہ کے نہ ماننے والوں کو اور اس کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کو ایسا دائمی عذاب پہنچے گا کہ اس سے نجات نہ مل سکے گی۔ اب یہاں

ان آیات میں مومنین میں سے ایک ممتاز جماعت کا خصوصی ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ مہاجرین کی جماعت ہے۔ جو اللہ کے راستہ میں گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے، مسلمان جب تک مکہ میں رہے صبر وتحمل سے مصیبتیں جھیلتے رہے انہیں اس وقت یہی حکم تھا کہ لڑیں نہیں اور صبر سے برداشت کرتے رہیں چنانچہ وہ اس حکم کی تعمیل دل و جان سے کرتے رہے۔ اس کے بعد انہیں حکم ہوا کہ وطن کو چھوڑ کر مدینہ چلے جاؤ تو وہ بلاچوں وچرا کمر باندھ کر اس کے لئے تیار ہو گئے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہجرت کر گئے اور یہ سب کچھ اللہ کے لئے کیا۔ ان کی یہ حکم برداری اللہ عزوجل کو بہت پسند آئی اس لئے انہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ جو لوگ خدا کے راستہ میں گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے خواہ وہ جہاد میں شہید ہوں یا ویسے ہی طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوں دونوں صورتوں میں اللہ کے ہاں ان کی خاص مہمانی ہوگی اور اللہ تعالیٰ انہیں خاص جزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیت اور عمل دونوں سے خوب واقف ہے۔ وہ ان کی کوتاہیوں اور فروگذاشتوں سے درگزر کرے گا کیونکہ وہ علیم وحلیم ہے اور ان کو ایسی جگہ پہنچادے گا جو انہیں پسند ہوگی۔ اور یہ بھی اس کے علم میں ہے کہ انہیں کیسی جگہ پسند ہوگی اور اس نے پہلے ہی سے ان کی پسند کی جگہ تیار کر رکھی ہے جو انہیں عطا کی جائے گی۔

مہاجرین مکہ کی مظلومیت کا بیان گزشتہ دروس میں بھی ہو چکا ہے جہاں اللہ کی نصرت وحمایت کا وعدہ اور غلبہ کی بشارت بھی دی جاچکی ہے۔ مظلوم پر دو طرح کا ظلم ہوا کرتا ہے ایک یہ کہ ابتداء ظلم کیا جاوے دوسرے یہ کہ وہ مظلوم اس ابتدائی ظلم کا انتقام لے لے اور اس انتقام کی وجہ سے پھر اس کو ایذا پہنچائی جائے قسم اول کی مظلومیت پر وعدۂ نصرت گزشتہ آیات میں بیان ہو چکا قسم دوم پر وعدۂ نصرت کی تصریح یہاں فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مظلوم اگر ظالم سے واجبی بدلہ لے لے پھر از سرنو ظالم اس پر زیادتی کرے تو وہ پھر مظلوم ٹھہر گیا اس حالت میں حق تعالیٰ اس مظلوم کی ضرور امداد فرمائے گا۔ یہاں اگرچہ بدلہ لینے کی اجازت دی ہے مگر اجازت کے بعد ان اللہ لعفو غفور (بیشک اللہ تعالیٰ کثیر العفو اور کثیر المغفرت ہے) فرما کر ترغیب عفو ودرگذر کی دی گئی ہے کہ بندوں کو بھی چاہئے کہ اپنے ذاتی اور معاشرتی معاملات میں عفو و درگذر کی عادت سیکھیں۔ ہر وقت بدلہ لینے کے درپے نہ ہوں۔ اس وقت جب کہ ان آیات کا نزول ہوا ہے مسلمانوں کی حالت بے سروسامانی کی تھی اور کفار کی کثرتِ تعداد کے ساتھ مالی فراوانی کی حالت تھی۔ اس لئے ایسے حالات پر نظر کر کے مومنین کو غالب کر دینے کی قدرت جتلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کا اُلٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اُسی کے تصرف اور حکم سے کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ تو جو یہ انقلاب رات دن کا لاسکتا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک مظلوم قوم یا شخص کو امداد دے کر ظالموں کے پنجہ سے نکال دے بلکہ ان پر غالب اور مسلط کر دے۔ اوپر مسلمان مہاجرین کے ذکر کے بعد رات دن کے انقلاب لانے میں یہ اشارہ بھی فرمادیا کہ عنقریب حالات رات دن کی طرح پلٹا کھانے والے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لے لیتا ہے اسی طرح کفر کی سرزمین کو اسلام کی آغوش میں داخل کر دے گا۔ اور بحمد اللہ ایسا ہی ہوا۔ آگے وان اللہ سمیع بصیر (اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے) فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کی مظلومیت اور کفار کی ظالمیت کو سنتا اور دیکھتا ہے۔ چونکہ جہلائے کفار کو اس مقام پر اپنے معبودین کے ناصر ہونے کا وہم ہوسکتا تھا اس لئے ان کا ناکارہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں کہ واقع میں صحیح اور سچا خدا تو وہی ایک ہے باقی اس کو

چھوڑ کر خدائی کے جو دوسرے پاکھنڈ پھیلائے گئے ہیں سب غلط۔ جھوٹ اور باطل ہیں پس اسی کو خدا کہنا اور معبود بنانا چاہئے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالاتفاق اسی ایک اللہ معبود حقیقی کی ہے۔

یہاں مہاجر فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان فرمائی گئی اور راہِ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو بشارت سنائی گئی اور اس بات کی صراحت فرمائی گئی کہ مہاجر فی سبیل اللہ خواہ اپنی طبعی موت سے مرے یا دشمن کے مقابلہ میں مارا جائے بہر حال وہ شہید ہے اور انعام شہادت اس کو ملے گا۔ اب یہاں آیت میں جن مہاجرین فی سبیل اللہ کا ذکر فرمایا گیا اور ان کی فضیلت بیان کی گئی بعض مفسرین کے نزدیک وہی مہاجرین اولین مراد ہیں جنہوں نے مکہ کی سکونت کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ بعض مفسرین نے ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ دونوں کو شامل فرمایا ہے لیکن بعض محقق مفسرین نے عام ہجرتِ اسلامی مراد لی ہے خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں کی گئی ہو یا قیامت تک کسی وقت میں بھی ہو۔ دین کے لئے راہِ خدا میں وطن اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر جانا ہجرت ہے۔ اگر چہ وہ ثواب اور درجہ اس ہجرت کا نہیں جو فتح مکہ سے پہلے وطن چھوڑنے والوں کے لئے تھا۔ تاہم ہجرت ضرور ہے۔ اور لفظ فی سبیل اللہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے اور دین کو بچانے اور اس پر آزادی سے عمل کرنے اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے ہجرت ہونی چاہئے۔ اگر نیت کا خلوص نہ ہوگا اور کوئی دنیوی طمع شامل ہوگی تو ہجرت کا ثواب نہ ملے گا۔ بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ہے کہ اعمال نیت سے وابستہ ہیں۔ جو نیت وہی نتیجہ جس کسی کی ہجرت اللہ و رسول اور دین اسلام کے لئے ہوگی وہی ہجرت خدا اور رسول کے لئے کہلائے گی تو معلوم ہوا کہ ہجرت میں صدق نیت شرط ہے۔

الغرض یہاں توحید باری تعالیٰ کا بھی ذکر فرمایا گیا کہ وہی اپنی ہستی میں کامل ہے اور اسی کی عبادت و بندگی ہونی چاہئے۔

اب آگے اللہ تعالیٰ کے اور کمالات اور نعمتیں بیان فرمائی گئی ہیں جس سے توحید کی حقیقت اور شرک کا بطلان سمجھا جا سکتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جیسے ابتداء میں مومنین کی مدد فرمائی اور ان کو کفار پر غلبہ عطا کیا۔ اسی طرح اب بھی اہلِ ایمان کی اور امت مسلمہ کے مہاجرین کی مدد فرمائیں اور غلبہ و کامیابی عطا فرمائیں۔ یا اللہ! آپ خیر الرازقین ہیں اپنی رحمت سے ہم کو دونوں جہان میں رزق حسن عطا فرمایئے یا اللہ! اپنی شان لعفو غفور کے طفیل سے ہمارے سب کے جملہ چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہوں کی مغفرت فرما دیجئے۔ اور اپنی جنت میں خوش و خرم داخلہ نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! اپنی قدرتِ کاملہ کا ہم کو یقین کامل عطا فرما، اور اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہلِ اسلام مظلوم ہیں ان کو ظالموں کے پنجہ سے نجات عطا فرما۔ ظالموں کے عزائم کو ملیامیٹ فرما کر اور ان کو خاسر و ناکام فرما۔

یا اللہ! مظلوم اہلِ اسلام کی حمایت و نصرت فرمانے والے آپ ہی ہیں۔ آپ کی توحید پر وہ ایمان رکھتے ہیں، اپنی قدرت سے ظالموں کی گردن توڑ دے۔ اور مظلوم مسلمانوں کو غلبہ اور اقتدار نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ

(اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہوگئی۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت مہربان سب باتوں کی

خَبِيْرٌ ۚ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ

خبر رکھنے والا ہے۔ سب اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور بیشک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے۔

اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ

کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو کہ وہ دریا میں اُس کے حکم سے چلتی ہے۔ اور وہی آسمان کو

اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِىْۤ

زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر اُسی کا حکم ہو جائے تو خیر بالیقین اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے۔ اور وہی ہے جس نے تم کو

اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

زندگی دی پھر تم کو موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا۔ واقعی انسان ہے بڑا بے قدر۔

| اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا | اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | اَنْزَلَ اُتارا | مِنَ سے | السَّمَآءِ آسمان | مَآءً پانی | فَتُصْبِحُ تو ہوگئی | الْاَرْضُ زمین |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مُخْضَرَّةً سرسبز | اِنَّ بیشک | اللّٰهَ اللہ | لَطِيْفٌ نہایت مہربان | خَبِيْرٌ خبر رکھنے والا | لَهٗ اسی کیلئے | مَا جو کچھ | فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں |
| وَمَا اور جو کچھ | فِى الْاَرْضِ زمین میں | وَاِنَّ اور بیشک | اللّٰهَ اللہ | لَهُوَ البتہ وہی | الْغَنِىُّ بے نیاز | الْحَمِيْدُ تمام خوبیوں والا | |
| اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا | اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | سَخَّرَ مسخر کیا | لَكُمْ تمہارے لئے | مَا جو | فِى الْاَرْضِ زمین میں | وَالْفُلْكَ اور کشتی | |
| تَجْرِىْ چلتی ہے | فِى الْبَحْرِ دریا میں | بِاَمْرِهٖ اسکے حکم سے | وَيُمْسِكُ اور وہ روکے ہوئے ہے | السَّمَآءَ آسمان | اَنْ تَقَعَ کہ وہ گر پڑے | | |
| عَلَى الْاَرْضِ زمین پر | اِلَّا مگر | بِاِذْنِهٖ اسکے حکم سے | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | بِالنَّاسِ لوگوں پر | لَرَءُوْفٌ بڑا شفقت کرنیوالا | | |
| رَّحِيْمٌ نہایت مہربان | وَهُوَ اور وہی | الَّذِىْ جس نے | اَحْيَاكُمْ زندہ کیا تمہیں | ثُمَّ پھر | يُمِيْتُكُمْ مارے گا تمہیں | ثُمَّ پھر | |
| يُحْيِيْكُمْ زندہ کرے گا تمہیں | اِنَّ الْاِنْسَانَ بیشک انسان | لَكَفُوْرٌ بڑا ناشکرا | | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ قرآن پاک کا دستور ہے اور یہ طریقہ بلیغ اور مؤثر بھی ہے کہ چند احکام و عقائد کی تعلیم دے کر اس کے مقصد یعنی توحید ذاتِ باری تعالیٰ کی تلقین کرتا ہے کیونکہ توحید ہی دائرہ اسلامی کا مرکز اور دینی محور کا وسطی نقطہ ہے اسی سے اصول و احکام کے تمام خطوط مستقیم نکلتے ہیں۔

گزشتہ آیات میں کچھ حج کے احکام بیان ہوئے تھے۔ پھر ان کی کچھ تفصیل کی گئی تھی۔ اہل ایمان کے خصوصی اوصاف بھی بیان ہوئے تھے پھر ہجرت کرنے والوں کا ثواب بیان کیا اور کفار سے مقابلہ کرنے کی اجازت و تعلیم بھی دی۔ اب پھر اصل مدعا کی طرف رجوع فرمایا جاتا ہے۔

انسان کے فوائد دنیا میں تین طور پر ہیں (۱) ایک آسمان اور کائنات فضائی سے۔ (۲) دوسرے موجودات ارضی سے۔ اور (۳) تیسرے سمندروں اور دریاؤں کے پانی سے۔ انہی تینوں کا بیان ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ جس سے مقصود اپنی قدرت کی وسعت کو ظاہر فرماتا ہے۔ آخر میں انسان کی پیدائش اور موت کی قدرت دکھا کر حشرِ جسمانی اور وجود قیامت کو ثابت فرمایا گیا ہے۔ اس طرح ان آیات میں ربوبیت عامہ کو بتلا کر الوہیت کو ثابت کیا گیا اور الوہیت کو وحدانیت کے ثبوت کا ذریعہ قرار دیا۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اگر زمین خشک رہتی۔ پانی نہ برستا۔ فضائی کائنات میں انقلاب و حرکت نہ پیدا ہوتی تو کس طرح انسان اس زمین پر زندہ رہ سکتا۔ یہ اللہ ہی کا احاطہ علمی ہے کہ انسانی زندگی کے قائم رکھنے کے لئے اس نے مختلف اسباب کو مرتب کر کے اور ایک دوسرے سے مربوط فرما کر پانی اتارا جس سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ پانی کے برسنے میں اس باب فضائی وارضی سب کو دخل ہے۔ آفتاب کی حرارت سے سمندروں سے بخارات اٹھتے ہیں درمیانی فضا میں ان کا پانی بن جاتا ہے پھر برس کر زمین کو سیراب کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کی قدرت ہمہ گیر ہے اور تمام عالم اسی کے دست قدرت میں ہے بلکہ اسی کی مملوک و مخلوق ہے۔ پھر آگے اپنی شانِ ربوبیت اور مخلوق پر شفقت و مہربانی کو جتلایا جاتا ہے کہ کس طرح زمین کی موجودات اور خشکی و تری کی چیزوں کو انسان کے قابو میں کر دیا کہ ہر چیز انسان کی خادم ہے۔ بہت سی چیزیں تو انسان کے ظاہری تصرف میں آتی ہیں مثلاً جانوروں کا گوشت و پوست۔ اون، چربی، دودھ وغیرہ انسان اپنے کام میں لاتا ہے۔ پھر بہت سے غلے۔ میوے، پھل، جڑی بوٹیاں، سبزیاں ترکاریاں، پھر قسم قسم کے پتھر وہ معدنیات سب انسان کے تصرف میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ غیر معروف چیزیں بھی انسانی ہستی کی فطری طور پر خادم ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت عامہ اور ربوبیت تامہ کی کھلی ہوئی دلیل ہے پھر پانی بھی انسان کا مسخر ہے۔ علاوہ دیگر وجوہ تسخیر کے انسان کے سفر کرنے کا ذریعہ ہے۔ انسانی تدبیروں سے کشتیاں اور جہاز پانی کی سطح پر چلتے ہیں۔ اس سے بھی اللہ کا احسان عظیم ثابت ہوتا ہے۔ یہ تو حصولِ فوائد کے ذرائع کا بیان ہوا۔ رہا دفع ضرر تو اس کی بھی بہت سی صورتیں ہی اور ایک باطل واضح بات یہ ہے کہ آسمان زمین پر نہیں گرتا اسی نے اپنے دست قدرت سے آسمان، چاند، سورج، ستاروں کو اس فضائے ہوائی میں بدوں کسی ظاہری کھمبے یا ستون کے تھام رکھا ہے جو اپنی جگہ سے نیچے نہیں سرکتے۔ ورنہ گر کر اور ٹکرا کر اس زمین کو پاش پاش کر دیتے۔ یہ بھی اسی کی مہربانی اور شفقت ہے ورنہ اگر آسمان گر پڑتا تو تمام دنیا تباہ ہو جاتی اور جب وقتِ مقررہ پر بحکم الٰہی آسمان ٹوٹے گا تو یقیناً دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر وقت موعود پر تم کو موت دے گا اور پھر قیامت میں دوبارہ تم کو زندہ کرے گا تو ان تمام احسانات و انعامات کا اقتضا تو یہ تھا کہ لوگ توحید اور شکر ربانی اختیار کرتے مگر انسان ہے بڑا ناقدرا کہ اس پر بھی کفر و شرک سے باز نہیں آتا اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔

یہاں آیت کے آخری جملہ ان الانسان لکفورٌ میں انسان سے کفار و مشرکین لوگ مراد ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں ظاہر مفہوم کے پیچھے ایک لطیف اشارہ بھی چھپا ہوا ہے۔ ظاہر مفہوم تو محض اللہ کی قدرت کا بیان ہے مگر لطیف اشارہ آسمان سے پانی برسا کر زمین کو سرسبز کر دینے میں یہ ہے کہ جس طرح بارش سے سوکھی زمین یکایک لہلہا اٹھتی ہے اسی طرح وحی الٰہی کا جو بارانِ

رحمت آج ہو رہا ہے عنقریب تم کو یہ منظر دکھلانے والا ہے کہ یہی عرب کا بنجر ریگستان علم وعمل۔ اخلاق وتہذیب صالح کا وہ گلزار بن جائے گا کہ جو کبھی دیکھا نہ ہوگا اور اس طرح کفر وجہل سے جو قوم روحانی موت مر چکی تھی ایمان ومعرفت کی روح سے اس کو زندہ فرمادے گا۔ پھر جس طرح پانی ایک ہی ہوتا ہے لیکن زمین کے اختلاف کی وجہ سے اثرات مختلف پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگرچہ کتابِ الٰہی کی ہدایت ایک ہی ہے پیغمبر پیام برحق ایک ہی پہنچاتا ہے مگر دلوں کے استعداد کے تفاوت سے کہیں معرفت و صداقت کے خوشبودار پھول اور لذیذ وحسین پھل نمودار ہوتے ہیں اور کہیں خبثِ باطن اور عناد وضد کے مضرت رساں خاردار جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہوتے ہیں۔ پروردگار عالم اپنی رحمت سے احکام مثل بادِ باراں نازل فرماتا ہے جن کے دلوں میں فطری صلاحیت اور استعداد ہوتی ہے وہ اس کا اثر قبول کرتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے معرفتِ الٰہیہ حاصل کر کے زندہ ہوجاتے ہیں لیکن جو محروم ازلی ہیں جن کے دلوں کی زمین شور وبنجر ہے یا پتھروں کی طرح سخت ہے ان پر فیضانِ رحمت کا کوئی اثر نہیں ہوتا جس طرح وہ پہلے خشک تھے ویسے ہی باقی رہتے ہیں۔ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی ہدایات اور اللہ کی کتاب کے فرامین واحکام کا یہ بنجر اور سخت دل والے کوئی اثر نہیں لیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی طرح کفر وشرک پر قائم رہتے ہیں اور دین اسلام کی ہر بات پر معترض ہوتے ہیں۔ اس پر آگے مشرکین کو زجر وتنبیہ کی جاتی ہے اور شرک کا رد فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے قلوب کو اپنے فیضانِ رحمت سے سیراب فرماویں۔ اور ایمان ویقین اور عمل صالح والی زندگی عطا فرمائیں۔

یا اللہ! آپ کے اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احکامات وہدایات ہم کو پہنچیں ہم دل وجان سے ان کو اپنانے اور ان پر عمل کرنے والے ہوں اے اللہ! دنیا کی کائنات کا ذرہ ذرہ ہمارے لئے آپ کی معرفت کا ذریعہ ہو اور ہم آپ کے احسانات اور انعامات پر آپ کے شکر گزار اور فرمانبردار بندے ہوں۔ اے اللہ! آپ نے جو زندگی ہم کو عطا فرمائی ہے اس کا لمحہ لمحہ اپنی مرضیات میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرما اور حقیقی شکر گزاری کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ جب ہماری موت آئے تو ایمان اور اسلام کی موت نصیب ہو۔ اور مومنین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر ہو اور انہی کے ساتھ آپ کی جنت میں جانا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ

ہم نے ہر اُمت کے واسطے عبادت کا ایک طریق مقرر کیا کہ وہ اسی طریق پر عبادت کیا کرتے تھے سو ان لوگوں کو چاہیئے کہ آپ سے اس امر میں جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیئے

اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ

کیونکہ آپ یقیناً صحیح راستہ پر ہیں۔ اور اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا نکالتے رہیں تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

تمہارے درمیان قیامت کے روز فیصلہ دے گا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے

مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾

جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ یقینی بات ہے کہ یہ سب نامۂ اعمال میں (بھی محفوظ) ہے۔ یقیناً یہ (فیصلہ کرنا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت نہیں بھیجی اور نہ اُن کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾

اور ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

| لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کیلئے | جَعَلْنَا ہم نے مقرر کیا | مَنْسَكًا ایک طریق عبادت | هُمْ وہ | نَاسِكُوْهُ اُس پر بندگی کرتے ہیں | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَلَا يُنَازِعُنَّكَ سو چاہیے کہ تم سے نہ جھگڑا کریں | فِي الْاَمْرِ اس معاملہ میں | وَادْعُ اور بلاؤ | اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف | اِنَّكَ بیشک تم | لَعَلٰى پر | | |
| هُدًى راہ | مُسْتَقِيْمٍ سیدھی | وَاِنْ اور اگر | جٰدَلُوْكَ وہ تم سے جھگڑیں | فَقُلِ تو آپ کہدیں | اللّٰهُ اللہ | اَعْلَمُ خوب جانتا ہے | |
| بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو | اَللّٰهُ اللہ | يَحْكُمُ فیصلہ کرے گا | بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت | فِيْمَا جن میں | كُنْتُمْ تم تھے | |
| فِيْهِ اس میں | تَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے | اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تجھے معلوم نہیں؟ | اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | يَعْلَمُ جانتا ہے | مَا جو | فِي السَّمَآءِ آسمانوں میں | |
| وَالْاَرْضِ اور زمین | اِنَّ بیشک | ذٰلِكَ یہ | فِيْ كِتٰبٍ کتاب میں | اِنَّ بیشک | ذٰلِكَ یہ | عَلَى اللّٰهِ اللہ پر | يَسِيْرٌ آسان |
| وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ بندگی کرتے ہیں | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | مَا جو | لَمْ يُنَزِّلْ نہیں اُتاری اس نے | بِهٖ اس کی | سُلْطٰنًا کوئی سند | | |
| وَمَا اور جو جس | لَيْسَ نہیں | لَهُمْ ان کیلئے | بِهٖ اس کا | عِلْمٌ کوئی علم | وَمَا اور نہیں | لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے | مِنْ نَّصِيْرٍ کوئی مددگار |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات کا مضمون اس بات پر ختم ہوا تھا کہ انسان جن سے مراد یہاں کفار ومشرکین ہیں اتنے عظیم احسانات وانعامات باری تعالیٰ دیکھ کر بھی اس کا حق نہیں مانتے اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں منکرین اسلام جو شریعت اسلامیہ کے احکام وجزئیات اور اصول وکلیات سب پر معترض رہا کرتے اور دین اسلام کی ہر بات میں جھگڑے نکالتے اس پر مشرکین کو زجر وتنبیہ کی جاتی ہے اور شرک کا رد فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جتنی امتیں پہلے گزریں ان کے لئے اللہ نے اپنی عبادت وبندگی کا ایک طریقہ مقرر کردیا

تھا۔ ہر زمانہ میں ہر قوم کے لئے جدا جدا شریعت نازل فرمائی گئی اور الگ الگ نبی آئے اور انہوں نے اپنی اپنی قوم کی رہنمائی کی۔ اسی طرح اس امت محمدیہ کے لئے بھی ایک خاص شریعت بھیجی گئی۔ اب یہ زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ہے۔ آپ کی شریعت پر عمل کرنے کا ہے۔ آپ کے لائے ہوئے قوانین واحکام کو ماننے کا ہے۔ آپ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کا ہے۔ پھر اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا۔ بجز اللہ تعالیٰ کے کبھی کسی دوسری چیز کی عبادت مقرر نہیں کی گئی اس لئے توحید وغیرہ میں جھگڑا کرنا کسی کو کسی حال زیبا نہیں آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ جب توحید جیسی کھلی ہوئی چیز میں بھی حجتیں نکالی جائیں تو آپ کچھ پروا نہ کیجئے آپ جس سیدھی راہ پر قائم ہیں لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہئے اور خواہ مخواہ کے جھگڑے نکالنے والوں کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے وہ خود ان کی تمام حرکات سے واقف ہے قیامت کے دن ان کے تمام اختلافات اور جھگڑوں کا عملی فیصلہ کردے گا۔

انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اس کے ذرہ ذرہ کا حال اللہ عزوجل کو معلوم ہے اور لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہر انسان کا عمل اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے اور یہی اعمال نامہ قیامت کے دن ہر ایک کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اور اسی کے مطابق اس کو جزا سزا ملے گی۔ اور اتنی بے شمار چیزوں کا ٹھیک ٹھیک جاننا اور لکھ دینا اور اسی کے مطابق ہر ایک کا فیصلہ کرنا۔ ان میں سے کوئی بات اللہ کے ہاں مشکل نہیں جس میں کوئی تکلیف یا دقت اٹھانی پڑے۔ آخر میں شرک کا رد فرمایا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا غیروں کی مشرکین جو بندگی و پرستش کرتے ہیں۔ یہ محض باپ دادوں کی کورانہ تقلید میں ایسا کرتے ہیں ورنہ کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں رکھتے۔ کسی عقیدہ یا عمل کی صداقت وحقانیت ثابت کرنے کے لئے دو ہی ذرائع ہیں نقلی یا عقلی۔ نقلی یہ کہ خدا تعالیٰ اپنے نبی کی معرفت اپنے کلام میں کسی عقیدہ وعمل کا حکم دے دے۔ عقلی یہ کہ عقل اور فطرت سلیمہ اس کی حقانیت کی شہادت دے۔ لیکن غیر اللہ کی پرستش کی اجازت تو کسی طرح ثابت نہیں۔ شرک فی العبادت کی اجازت نہ تو خدا نے اپنی کسی کتاب میں دی نہ عقل سلیم اس کی شہادت دیتی ہے تو سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ ایسے ظالم اور بے انصاف لوگ خوب یاد رکھیں کہ ان کے باطل معبود مصیبت پڑنے پر کچھ کام نہ آئیں گے۔ نہ اور کوئی اس وقت مدد کر سکے گا۔

یہاں ان آیات سے ایک تعلیم تو یہ ملی کہ نزاع وجدال کی ممانعت ہے مگر نزاع وجدال اور چیز ہے اور مناظرہ اور چیز ہے۔ مناظرہ کی ممانعت نہیں۔ یہاں اسلام کے خلاف مجادلہ کرنے والوں کو اشارۃً تنبیہ کی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ اس کی سزا دے گا تاہم دعوتِ الی الحق اور تبلیغ اسلام کا کام برابر جاری رکھا جائے گا جیسا کہ وادع الی ربک میں حکم دیا گیا ہے۔

پھر ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو اس کے وقت میں ایک خاص شریعت اور کتاب دی جس کا اتباع اس امت پر اس وقت تک درست تھا جب تک کوئی دوسری امت اور دوسری شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آگئی اور جب دوسری شریعت آگئی تو اتباع اس جدید شریعت کا کرنا ہے اگر اس جدید شریعت کا کوئی حکم پہلی شریعت کے خلاف ہے تو پہلے حکم کو منسوخ اور جدید حکم کو ناسخ سمجھا جائے گا۔ جدید صاحب شریعت سے کسی کو مجادلہ اور منازعت کی اجازت نہیں۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مستقل شریعت لے کر آگئے تو کسی سابق شریعت والے کو حق نہیں کہ آپ کی شریعت میں جدال ونزاع کرے۔ لہٰذا کسی نصرانی یا یہودی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ ہر شریعت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ لہٰذا زمانہ اسلام میں بھی ہم شریعت موسویہ یا شریعت عیسویہ پر عمل کرتے رہیں تو مسلمانوں کو ہم سے اختلاف نہ کرنا چاہئے۔ تو یہ بات نہیں۔ اب تو پوری دنیا کے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ شریعتِ محمدیہ کے قائم ہوجانے کے بعد کوئی اس شریعت کی مخالفت نہ کرے۔

ابھی مشرکین کی مذمت اور ردِ شرک کا مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ

اور جب اُن لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ خوب واضح ہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں میں بُرے آثار دیکھتے ہو۔ قریب ہے کہ یہ اُن

يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ

لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں۔ آپ کہئے کہ کیا میں تم کو اس (قرآن) سے بھی زیادہ ناگوار چیز بتلادوں۔ وہ دوزخ ہے

وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ

اس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے۔ اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا

اُس کو کان لگا کر سنو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی جمع ہو جاویں۔

لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾

اور اگر اُن سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو اُس سے چھڑا نہیں سکتے۔ ایسا طالب بھی لچر اور ایسا مطلوب بھی لچر۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

ان لوگوں نے اللہ کی جیسی تعظیم کرنی چاہئے تھی وہ نہ کی اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے

رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ

احکام پہنچانے والے اور (اسی طرح) آدمیوں میں سے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ ان کی آئندہ اور گذشتہ حالتوں کو خوب جانتا ہے۔

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

اور تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے۔

| وَاِذَا اور جب | تُتْلٰی پڑھی جاتی ہیں | عَلَيْهِمْ ان پر | اٰيٰتُنَا ہماری آیات | بَيِّنٰتٍ واضح | تَعْرِفُ تم پہچانو گے | فِیْ میں۔ پر | وُجُوْهِ چہرے |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر) | الْمُنْكَرَ ناخوشی | يَكَادُوْنَ قریب ہے | يَسْطُوْنَ وہ حملہ کریں | بِالَّذِيْنَ ان پر جو | يَتْلُوْنَ پڑھتے ہیں | | |
| عَلَيْهِمْ ان پر | اٰيٰتِنَا ہماری آیتیں | قُلْ فرمادیں | اَفَاُنَبِّئُكُمْ کیا میں تمہیں بتلادوں؟ | بِشَرٍّ بدتر | مِنْ سے | ذٰلِكُمْ اس | اَلنَّارُ وہ دوزخ |
| وَعَدَهَا جس کا وعدہ کیا | اللّٰهُ اللہ | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا | وَبِئْسَ اور برا | الْمَصِيْرُ ٹھکانا | يٰاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! | | |
| ضُرِبَ بیان کی جاتی ہے | مَثَلٌ ایک مثال | فَاسْتَمِعُوْا پس تم سنو | لَهٗ اس کو | اِنَّ بیشک | الَّذِيْنَ وہ جنہیں | تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو | |
| مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | لَنْ يَّخْلُقُوْا ہرگز نہ پیدا کر سکیں گے | ذُبَابًا ایک مثال | وَلَوْ خواہ | اجْتَمَعُوْا وہ جمع ہو جائیں | لَهٗ اس کیلئے | وَاِنْ اور اگر | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| یَسْلُبْهُمُ ان سے چھین لے | الذُّبَابُ مکھی | شَیْئًا کچھ | لَایَسْتَنْقِذُوْهُ نہ چھڑا سکیں گے | مِنْهُ اس سے | ضَعُفَ کمزور ہوا ہے | الطَّالِبُ چاہنے والا |
| وَالْمَطْلُوْبُ اور جس کو چاہا | مَاقَدَرُوا نہ قدر جانی انہوں نے | اللّٰهَ اللہ | حَقَّ قَدْرِهٖ اس کے قدر کرنے کا حق | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | لَقَوِيٌّ قوت والا | |
| عَزِيْزٌ غالب | اَللّٰهُ اللہ | يَصْطَفِيْ چن لیتا ہے | مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں میں سے | رُسُلًا پیغام پہنچانے والے | وَ اور | مِنَ النَّاسِ آدمیوں میں سے |
| اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | سَمِيْعٌ سننے والا | بَصِيْرٌ دیکھنے والا | يَعْلَمُ وہ جانتا ہے | مَا جو | بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ انکے ہاتھوں کے درمیان آگے | وَمَا اور جو |
| خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے | وَ اور | اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف | تُرْجَعُ لوٹنا بازگشت | الْاُمُوْرُ سارے کام | | |

تفسیر وتشریح:۔ مشرکین کی مذمت اور ردِ شرک کا مضمون گزشتہ سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اب آگے منکرین اسلام اور اہل حق سے عناد رکھنے والوں کی ایک حالت بیان کی جاتی ہے۔ یہ ایک عام بات ہے کہ اہلِ عناد باطل پرست جاہل آدمیوں کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جب ان کی جہالت پر ان کو متنبہ کیا جائے تو چونکہ ان کے پاس اپنے عقیدہ وعمل کا ثبوت پیش کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی اس لئے جہالت پر اتر آتے ہیں اور اہل حق سے سب وشتم اور ہاتھا پائی کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہی حالت مشرکین مکہ کی بھی تھی کہ جب ان کے سامنے قرآنی آیات تلاوت کی جاتیں جن میں توحید وغیرہ کا بیان ہوتا تو ان کی تیوریوں پر بل پڑ جاتے اور چہرہ کا حلیہ بگڑنا شروع ہو جاتا۔ حتیٰ کہ شدتِ غیض و غضب سے پاگل ہو کر چاہتے کہ آیات سنانے والے پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ کفار مکہ بعض اوقات ایسا کر بھی گزرتے۔

مشرکین کی تنبیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں کہ یہ جو قرآن کی آیات سننے سے تمہیں کوفت اور جلن ہو رہی ہے تو اس سے کہیں بڑھ کر کوفت اور جلن ایک اور چیز سے تم کو ہوگی جس پر کسی طرح صبر ہی نہ کر سکو گے اور وہ سخت بری اور ناگوار چیز دوزخ کی آگ ہے جس کا وعدہ کافروں سے کیا جا چکا ہے۔ اب دونوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کر لو کہ کونسا تلخ گھونٹ پینا تم کو نسبتاً آسان ہوگا۔

آگے بت پرستوں کی جہالت وحماقت ظاہر کرنے کے لئے اور توحید کے مقابلہ میں شرک کی برائی وقباحت جتلانے کے لئے ایک مثال بیان کی جاتی ہے جسے کان لگا کر غور سے سننے اور سمجھنے کی تاکید کی جاتی ہے تاکہ ایسی رکیک اور ذلیل حرکت سے مشرکین باز رہیں۔ بتوں کی بے بسی اور بے کسی اس طرح سمجھائی جاتی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس ساری کائنات کو عجیب شان سے بنا کھڑا کیا لیکن ان بتوں کو تو ایک مکھی جو بہت ہی ادنیٰ اور حقیر جانور ہے وہ بھی بنانی نہیں آتی۔ یہ اکیلے اکیلے تو کیا اگر سب مل کر سر جوڑ کر بھی بیٹھ جائیں تب بھی ان میں اتنی قدرت نہیں کہ ایک مکھی کو پیدا کر دیں۔ اور پیدا کرنا تو درکنار یہ تو ایسے بے بس اور بے کس ہیں کہ جو مٹھائی ان بتوں پر چڑھائی جاتی ہے اس میں سے مکھیاں اپنی خوراک لے کر اور ان سے چھین کر جب اڑ جاتی ہیں یا بیٹھ کر مزے سے کھا جاتی ہیں تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ انہیں کھانے سے منع کر دیں یا جو کچھ وہ اٹھا کر لے جا رہی ہیں ان سے چھین لیں۔ تو ایسے مجبور اور بے بس اور بے کس بتوں کو خالق السمٰوات والارض کے ساتھ معبودیت اور خدائی کی کرسی پر بٹھا دینا کس قدر بے حیائی حماقت اور شرمناک گستاخی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مکھی بھی کمزور۔ مکھی سے زیادہ ان کے بت عاجز اور کمزور اور بتوں سے بڑھ کر ان کا پوجنے والا کمزور ہے۔ جس نے ایسی حقیر اور کمزور چیز کو اپنا معبود اور حاجت روا بنا لیا۔

اگر عقل سے سمجھتے تو ایسی گستاخی کیوں کرتے۔ کیا اللہ کی شان رفیع اور قدر و منزلت اتنی ہے کہ ایسی کمزور چیزوں کو اس کا ہمسر بنادیا جائے؟

یہ تو توحید کی تحقیق تھی آگے رسالت کے متعلق کلام ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ فرشتوں میں سے جن فرشتوں کو چاہے احکامِ الٰہیہ نبیوں کے پاس پہنچانے والے مقرر کر دیتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے جس کو چاہے احکام پہنچانے کے لئے مقرر کر دیتا ہے یعنی رسالت کا مدار انتخاب خداوندی پر ہے رہا یہ کہ انتخاب کسی ایک خاص کے ساتھ کیوں واقع ہوا تو اس کا ایک جواب تو **ان اللہ سمیع بصیر** کہہ کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب دیکھنے والے ہیں جس کو خدا اس منصب کے لئے انتخاب فرماتا ہے ان کی تمام باتوں کو اور ان کے ماضی و مستقبل کے تمام احوال کو دیکھتا ہے اس لئے وہی حق رکھتا ہے کہ جس کے احوال و استعداد پر نظر کر کے منصب رسالت پر فائز کر دے اور دوسرا جواب **والی اللہ ترجع الامور** یعنی تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے فرما کر دیا گیا یعنی وہ مالک مستقل بالذات اور فاعل مختار ہے اس کے ارادہ کے لئے کسی مرجح کی ضرورت نہیں پس سبب حقیقی ارادۂ خداوندی ہے جس کو چاہے نبوت سے سرفراز فرمائے۔

یہاں کفر و شرک کی مذمت کے ساتھ کافروں کے جاہلانہ سلوک کا اظہار فرمایا گیا کہ ان کو کلمۂ حق سننا بھی گوارا نہیں۔ ساتھ ہی مشرکوں کے عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے بتوں کی انتہائی کمزوری، بے بسی اور لاچاری ظاہر کر کے بت پرستی کا استیصال فرمایا گیا اور ساتھ ہی معیار الوہیت **لقوی عزیز** فرما کر بتلایا گیا کہ مستحق الوہیت وہ ذات ہے جو قادر اور غالب ہو اور چونکہ کمال قدرت اور غلبۂ کامل سوائے خداوند قدوس کے کسی میں نہیں اس لئے خدا کے سوا کوئی معبود ہونے کا سزاوار بھی نہیں۔

یہاں سے ایک بات یہ ثابت ہوئی کہ نبوت و رسالت کسبی نہیں محض وہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے نبوت کے تاج سے سرفراز فرماتا ہے چونکہ یہاں آیت میں صرف انسانوں اور فرشتوں کی پیامبری کا تذکرہ ہے جنات کا کوئی ذکر نہیں اس لئے بعض مفسرین نے یہاں سے نکالا ہے کہ جنات نبی نہیں ہوئے نہ اپنی قوم کی اصلاح کے لئے نہ دوسروں کی ہدایت کے لئے۔

اب یہاں تک آیات میں اہل کتاب کفار و مشرکین کے عقائد و اعمال کا رد و بطلان خوب طرح واضح کر دیا تو اب خاتمہ پر روئے سخن مسلمانوں کی طرف فرمایا گیا اور امت اسلامیہ کی برتری ظاہر فرماتے ہوئے کچھ ہدایات دی گئیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔ اور اسی پر سورت کو ختم فرمایا گیا ہے۔

## دعا کیجئے

قرآن پاک کی جو آیات ہمارے پڑھنے اور سننے میں آئیں ان سے ہمارے ایمان و یقین میں زیادتی ہو اور ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی ہم کو توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ! توحید حقیقی کی دولت ہم کو اس زندگی میں نصیب فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہدایات و احکامات ہم تک پہنچیں ان کا اتباع و فرمانبرداری ہمیں نصیب فرما ظاہراً و باطناً۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ

اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور نیک کام کیا کرو اُمید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی

اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔اُس نے تم کو ممتاز فرمایا اور تم پر

الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ

دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔تم اپنے باپ ابراہیم کی مِلّت پر قائم رہو۔اُس (اللہ) نے تمہارا لقب مُسلم رکھا ہے

وَفِیْ هٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚۖ

(نزولِ قرآن سے) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ تمہارے لئے رسُول گواہ ہو۔

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰکُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۷۸﴾

سو تم لوگ نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو۔وہ تمہارا کارساز ہے سو کیا اچھا کارساز ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| یٰٓاَیُّهَا اے | الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے | ارْکَعُوْا تم رکوع کرو | وَاسْجُدُوْا اور سجدہ کرو | وَ اور | اعْبُدُوْا عبادت کرو | رَبَّکُمْ اپنا رب | |
| وَافْعَلُوْا اور کرو | الْخَیْرَ اچھے کام | لَعَلَّکُمْ تاکہ تم | تُفْلِحُوْنَ فلاح (دوجہان میں کامیابی) میں | وَجَاهِدُوْا اور کوشش کرو | فِی اللّٰهِ اللہ میں | | |
| حَقَّ حق | جِهَادِهٖ اس کی کوشش کرنا | هُوَ وہ | اجْتَبٰکُمْ اس نے تمہیں چُنا | وَمَا اور نہ | جَعَلَ ڈالی | عَلَیْکُمْ تم پر | فِی الدِّیْنِ دین میں |
| مِنْ حَرَجٍ کوئی تنگی | مِلَّةَ دین | اَبِیْکُمْ تمہارے باپ | اِبْرٰهِیْمَ ابراہیم | هُوَ وہ | سَمّٰکُمُ تمہارا نام کیا | الْمُسْلِمِیْنَ مسلم | |
| مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | وَ اور | فِیْ هٰذَا اس میں | لِیَکُوْنَ تاکہ ہو | الرَّسُوْلُ رسول | شَهِیْدًا تمہارا گواہ | عَلَیْکُمْ تم پر | وَتَکُوْنُوْا اور تم ہو |
| شُهَدَآءَ گواہ | عَلَی النَّاسِ لوگوں پر | فَاَقِیْمُوا پس قائم کرو | الصَّلٰوةَ نماز | وَاٰتُوا اور ادا کرو | الزَّکٰوةَ زکوٰۃ | وَ اور | اعْتَصِمُوْا مضبوطی سے تھام لو |
| بِاللّٰهِ اللہ کو | هُوَ وہ | مَوْلٰکُمْ تمہارا مولیٰ (کارساز) | فَنِعْمَ سو اچھا ہے | الْمَوْلٰی مولیٰ | وَنِعْمَ اور اچھا ہے | النَّصِیْرُ مددگار | |

تفسیر وتشریح:۔ یہ اس سورت کی آخری آیات ہیں۔گزشتہ آیات میں اس سورۃ میں ایمان و اسلام کے بڑے اور خصوصی اصول یعنی توحید ورسالت کا اثبات۔قیامت وحشر ونشر کا واقع ہونا اس زندگی کے اعمال کے مطابق آخرت میں جزا وسزا کا ملنا۔پھر ہر ایک کے متعلق منکرین کے شبہات ومجادلات کا جواب مذکور ہو چکا تو اب خاتمہ پر اہل ایمان سے خطاب ہوتا ہے اور شریعت اسلامیہ کی برتری ظاہر فرما کر اہل اسلام کو ضروری ہدایات وتعلیم دی جاتی ہے۔اس امت کے فرائض یاد دلائے جاتے ہیں اور اخیر میں اہلِ ایمان کو ذاتِ باری تعالیٰ پر بھروسہ کرنے اور اس کی نصرت واعانت طلب کرنے کی ترغیب وتعلیم دے کر سورت کو ختم فرمایا گیا ہے۔

گزشتہ آیات سے جو مضمون بیان ہوتا آرہا تھا اس کا لب لباب اور خلاصہ یہی تھا کہ اللہ عزوجل سے بڑھ کر انسان کا مربی اور

ہادی کون ہوسکتا ہے؟ اسی کی ذات کو کمال علم۔ کمال قوت اور کمال قدرت حاصل ہے اس لئے اس کی ذات کو پہچاننے اس پر ایمان لانے۔ اور دل وجان سے اسی کی طرف جھکنے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اور منکرین ومشرکین کو تنبیہ کی گئی تھی کہ اگر وہ سرکشی اور شرک وکفر پر قائم رہے تو اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے اور دائمی عذاب سے واسطہ پڑے گا جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ مشرکین کے عقائد واعمال کا اچھی طرح رد وبطلان فرما کر اب اخیر میں مومنین کو مخاطب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تم اکیلے اپنے رب کی بندگی پر لگے رہو۔ اسی کے آگے جھکو۔ اسی کے آگے پیشانی ٹیکو اور اسی کے لئے دوسرے بھلائی کے کام کرو تاکہ دنیا اور آخرت میں تمہیں فلاح نصیب ہو۔ تو قبول اسلام کے بعد یہاں سب سے پہلے نماز اور پھر دوسری عبادتیں اور پھر اور نیکیاں کرنے کا حکم دیا گیا اور اس پر وعدہ دین ودنیا کی بھلائی کا فرمایا گیا۔ اور چونکہ تفلحون بغیر کسی تصریح اور قید کے فرمایا گیا ہے، اسلئے مفسرین نے اس سے دنیا وآخرت دونوں جہان کی بھلائی اور فلاح مراد لیا ہے۔ آگے ہدایت کی جاتی ہے کہ اللہ کے احکام بجالانے اور دین کے کاموں میں سستی اور بے دلی کو دخل نہ دو بلکہ ہر کام اللہ کا کام سمجھ کر پوری مستعدی۔ توجہ اور استحضار قلب اور اخلاص نیت کے ساتھ ہو۔

یہاں آیت میں جاھدوا کا لفظ آیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں کوشش کرو تو بعض مفسرین نے اس سے جہاد یعنی اعدائے اسلام سے جنگ کرنا اور ان کے مقابلہ میں تلوار اٹھانا مراد لئے ہیں لیکن بعض مفسرین نے اس کو عام معنی میں لیا ہے اس طرح مجاہدہ میں ہر قسم کی زبانی، قلمی، مالی، بدنی کوشش شامل ہے گویا مجاہدۂ نفس، مجاہدۂ قلب۔ مجاہدہ روح سب اس میں شامل ہیں اس طرح جہاد کی تمام قسمیں یعنی کفار سے جہاد۔ نفس سے جہاد۔ شیطان سے جہاد۔ باغیوں سے جہاد۔ ظالموں سے جہاد۔ بے دینوں سے جہاد۔ وغیرہ وغیرہ سب اس حکم میں شامل ہیں کہ اللہ کے دین کے لئے اور اللہ کے احکام بجالانے کے لئے اپنی جان ومال سب کچھ لگادو اور کیوں لگادو اس کی وجہ اور سبب بھی ھو اجتبکم فرما کر بتلا دی یعنی اللہ نے تم کو پسند کیا اور ممتاز فرمایا تو جس کو کوئی خاص ترجیح دی جاتی ہے وہ خدمت کے لئے زیادہ دوڑتا ہے۔

ھو اجتبکم کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو سب سے اعلیٰ اور افضل پیغمبر دیا۔ اور تمام شریعتوں سے اکمل شریعت عنایت کی۔ اور تمام دنیا میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے اس قوم کو چھانٹ لیا اور سب امتوں پر فضیلت بخشی تو گویا اللہ عزوجل کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے دنیا بھر کے لوگوں میں اپنے کام کے لئے امت محمدیہ کو انتخاب کیا۔ یہ اہل اسلام کے لئے نہ مٹنے والا امتیازی نشان ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو دین اور طریق کار ایمان والوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ بالکل آسان ہے۔ دین میں کوئی ایسی مشکل نہیں رکھی کہ جس کا اٹھانا کٹھن ہو۔ احکام میں ہر طرح رخصتوں اور سہولتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ پھر طریقہ اور دین بھی کوئی اجنبی نہیں ہے۔ وہی طریقہ ہے جو تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا میں رائج کیا۔ اس طریقہ پر چلنے والوں کا نام انہوں نے اللہ کے حکم سے مسلم رکھا اور یہی نام تمہارے لئے قرآن مجید نے بھی برقرار رکھا ہے اس لئے یہی وہ قدیم دین ہے جس پر تمہیں چلنا ہے۔ مسلم جس کے لفظی معنی ہیں حکم بردار اور وفا شعار یہ اس امت کا نام رکھا گیا۔ گو اور امتیں بھی مسلم تھیں مگر لقب یہ اسی امت کا ٹھہرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں ہیں اس لئے ساری امت کے باپ ہوئے اسی لئے ملت ابیکم ابراھیم فرمایا گیا۔ کہ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر قائم رہو۔ تو اللہ عزوجل

18

نے اس امتِ مسلمہ کو جو یہ شرف و انتخاب اور پسندیدگی عطا فرمایا اور آسان دین دیا یہ اس لئے کہ اس امت سے اس دنیا میں ایک بہت اہم کام لینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس امت کے پاس قرآن بھیجا اور فرمایا کہ تم اسلام کے علمبردار ہو تمہارا کام یہ ہے کہ اپنے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پر عمل کرنا سیکھو اور اس کے بعد اپنا طریقہ دنیا بھر کے لوگوں کو سکھا دو اور اس پر چلنے کا راستہ بتا دو۔ یہ امت مسلمہ دنیا میں ہدایت کرنے والی آخری امت ہے۔ اس امت کے بعد کوئی اور ہدایت کرنے والی امت پیدا نہ ہوگی اس لئے کہ اس امت کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ قرآن کے بعد وحی کے ذریعہ کوئی اور کتاب نازل کی جائے گی پس ظاہر ہے کہ اللہ کی بہترین مخلوق یعنی انسان کی ہدایت کا کام اس امت مسلمہ ہی کو سنبھالنا پڑے گا۔

یہاں آیت میں لفظ شہیداً اور شہداء کا آیا ہے جس کے ایک معنی نگران کے ہیں اور اسی بنا پر مفسرین نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے جو اوپر بیان ہوئی بعض مفسرین نے شہید اور شہداء کو بمعنی گواہ لیا ہے۔ قیامت کے دن جب دوسری اُمتیں انکار کریں گی کہ پیغمبروں نے ہم کو تبلیغ نہیں کی اور پیغمبروں سے حق تعالیٰ گواہ طلب فرمائیں گے تو پیغمبر الٰہی امت محمدیہ کو بطور گواہ پیش فرمائیں گے۔ یہ امت گواہی دے کہ بے شک پیغمبروں نے دعوت و تبلیغ کر کے خدا کی حجت قائم کر دی تھی جب سوال ہوگا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا تو امت محمدیہ جواب دے گی کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع کی جس کی صداقت پر خدا کی کتاب قرآن کریم گواہ ہے۔ چنانچہ یہ گواہی قبول کی جائے گی اور کفار کو ملزم و مجرم ٹھہرایا جائے گا تو جن مفسرین نے شہید و شہداء بمعنی گواہ لئے ہیں انہوں نے یہ تفسیر کی کہ یہ فضل و شرف جو اس امت کو عطا ہوا اس لئے دیا گیا کہ اس امت کو ایک بڑے عظیم الشان مقدمہ میں بطور معزز گواہ کے کھڑا ہونا ہے۔

یا یھا الذین امنوا کا خطاب جو اوپر شروع ہوا تھا وہ اس پر ختم ہوتا ہے کہ دیکھو انعام الٰہی کی قدر کرو۔ اپنے نام و لقب فضل و شرف کی لاج رکھو اور سمجھو کہ تم بہت بڑے اور خاص کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہو۔ ذرا بھی قدم جادۂ حق سے ادھر ادھر نہ ہو۔ مولائے کریم کے فضل و رحمت پر اعتماد رکھو۔ تمام کمزور سہارے چھوڑ دو۔ تنہا اسی کو اپنا مولا اور مالک سمجھو اس سے اچھا مالک اور مددگار اور کون ملے گا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں اہلِ اسلام کو اعمالِ خیر کی ترغیب اور دینِ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ جم جانے اور قائم رہنے کی تاکید فرمائی جاتی ہے جو نجات اور فلاح کا ذریعہ ہیں اور اعمالِ خیر میں تمام عبادات تمام خیرات و صدقات اور مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال سب داخل ہیں۔ یہاں ایمان کے بعد رکوع و سجود کا حکم دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نماز کے خصوصی ارکان ہیں تو ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز کا حکم دینے سے نماز کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا۔ جو اعمالِ خیر میں ایک بہترین عمل خیر ہے اور ساتھ ہی یہ بتلا دیا کہ دینِ اسلام بہت آسان دین ہے۔ اس پر عمل کرنا کسی حال میں مشکل اور دشوار نہیں لہٰذا اہل اسلام اور اہلِ ایمان کو چاہئے کہ دن رات سرگرم عبادت رہیں اور ملت ابراہیمی پر قائم و دائم رہیں اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہیں تاکہ مولائے برحق کی حمایت اور نصرت ان کے ساتھ رہے۔

اب یہاں یہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس امت کو کیا شرف اور کیا فضل عطا ہوا؟ اور کیا اس کے فرائض بتائے گئے؟ اور کس امر کی اس کو تعلیم و ہدایت دی گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ اس

خطاب کے صحیح اور سچے مخاطب حضرات صحابہ کرامؓ اوران کے بعد تابعین اوران کے بعد تبع تابعین اور سلف صالحین ہی تھے جنہوں نے کہ اس شرف وفضل کا حق ادا فرمایا ایک اس چودہویں صدی کے ہم بھی مسلمان ہیں کہ کیا خوب اپنے نام، لقب فضل وشرف کی لاج رکھی کہ من حیث القوم نہ صرف فرائض وعبادات اور اہم احکام الٰہیہ اور شرائع اسلامیہ کو "ملاپن" کہہ کر اکثریت نے منہ موڑا۔ اور جملہ محرمات شرعیہ مثل سود۔ شراب، جوا، زنا، فسق وفجور، ناچ گانا، بے پردگی، بے حیائی، تھیٹر، سینما، بائیسکوپ اسکولوازمات زندگی اور ترقی کا زینہ ٹھہرایا۔ اور کچھ منافقین نے تو حد کردی اور قرآن کریم ہی کو پرانی اور فرسودہ کتاب بتایا۔ استغفر اللہ۔

اس کے علاوہ ایک ہزار سال پہلے کے سلف صالحین۔ اور مومنین صادقین، سرفروش مجاہدین کو دیوانہ و وحشی قرار دیا۔ یہ داستان تو خون کے آنسو رلانے والی بہت طویل ہے۔ (یہاں یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ یہ درس اب سے تقریباً ۱۹ سال پہلے کا تحریر کیا ہوا ہے۔) بس انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے سوا اور کیا کہا جائے۔

افسوس صد افسوس ہماری مثال تو اس فوجی سپاہی کی سی ہے کہ جس کے ذمہ ملک اور قوم کی حفاظت ونگرانی سونپی گئی تھی مگر وہ اپنے فرائض اور ڈیوٹی کو تو بالکل بھول گیا اور غفلت کی نیند پڑ کر سو گیا۔ اس کی بلا سے ملک اور قوم پر جو بھی گزر رے۔ مگر سمجھ لیجئے کہ ایسے غافل سپاہی کی گرفت اور پکڑ حاکم اور بادشاہ وقت کے ہاں کس طرح ہوگی اور کس درجہ کا وہ مجرم گردانا جائے گا اور کس سزا کا وہ مستحق ٹھہرایا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور اسلام جیسی نعمت کی قدر اور شکرِ نعمت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الحمد للہ کہ اس درس پر سورہ حج کا بیان ختم ہو گیا۔ اور اس طرح حق تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے آج سترہواں پارہ بھی ختم ہوا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! آپ نے تو ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرما کر ہم پر بڑا احسان اور انعام فرمایا۔ ہم کو قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی اور شریعتِ اسلامیہ جیسی شریعت عطا فرمائی۔ مگر ہم نے ان انعامات کی خاطر خواہ قدر نہ کی۔ اے اللہ! ہماری گزشتہ تقصیرات کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور آئندہ کے لئے ہم کو عزم وہمت عطا فرمادے کہ ہم نمازوں کے قائم کرنے والے ہوں اور آپ کی بندگی وعبادت کے بجا لانے والے ہوں۔ اے اللہ! ہم سے وہ اعمال کرا لیجئے جن کا مطالبہ ہمارا لقب "مسلم" کرتا ہے۔ اور اے اللہ ہم سے دین کی وہ خدمت لے لیجئے جس کا مطالبہ قرآن پاک کرتا ہے۔ اے اللہ آپ ہی ہمارے مولا ہیں آپ ہی ہمارے حافظ وناصر ہیں۔ اے اللہ! اس امت مسلمہ پر رحم فرما اور اس کو اپنے نام ولقب کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! اس ملک میں اسلام کو فروغ وبرتری عطا فرما۔ اور اس ملک کو صحیح معنی میں اسلامی ملک بنادے۔ مخالفین اسلام اور منافقین کی گردن توڑ دے۔ ان کے عزائم ناکام فرمادے اور ان کی فتنہ پردازیوں کا خاتمہ فرمادے۔ اے اللہ! آپ ہی ہمارے حقیقی کارساز اور مددگار ہیں۔ آپ ہی کی اعانت اور نصرت سے ہماری دین و دنیا درست رہ سکتی ہے۔ یا اللہ! اب ہماری غفلتوں کو دور فرمادے اور ہم کو اپنا سچا بندہ بنالے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار امتی ہونا نصیب فرمادے۔ اور آپ کی رسی کو مضبوط پکڑنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ
قَدْ اَفْلَحَ

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ مِائَةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَّثَمَانَ عَشَرَةَ اٰیَةً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾

بالتحقیق اُن مسلمانوں نے فلاح پائی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

| قَدْ اَفْلَحَ فلاح پائی (کامیاب ہوئے) | الْمُؤْمِنُوْنَ مومن | الَّذِیْنَ اور جو | هُمْ وہ | فِیْ صَلَاتِهِمْ اپنی نمازوں میں | خَاشِعُوْنَ خشوع (عاجزی) کرنیوالے |
|---|---|---|---|---|---|

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اٹھارہویں پارہ کی ابتداء سے سورۃ مومنون کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس درس میں صرف دو ابتدائی آیات کی تشریح کی گئی ہے۔ پہلے سورۃ کا مقام، نزول، وجہ تسمیہ، موضوع و مباحث، تعداد آیات، رکوعات، کلمات وحروف بیان کئے جاتے ہیں۔ مومنون ایمان والوں کو کہتے ہیں چونکہ یہ لفظ اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں آیا ہے اور اس سورۃ میں ایمان والوں کی صفتیں بیان کی گئی ہیں اور ان کے اطوار و عادات بتلائے گئے ہیں اس لئے اس سورۃ کا نام المومنون ہے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکی دور کے متوسط زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۲۳ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۶۴ لکھا ہے یعنی ۶۳ سورتیں مکہ معظمہ میں اس سورت سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۲۶ سورتیں اس کے بعد مکہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۱۱۸ آیات اور ۶ رکوعات اور ۱۰۷۰ کلمات اور ۴۵۳۸ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتداء میں مومنین کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ اللہ ورسول پر ایمان لانے والوں میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں اور ایسے ہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس کے بعد انسان کی پیدائش اور دوسرے آثارِ کائنات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس سے مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ توحید اور معرفت الٰہی کی جس حقیقت کو تسلیم کرنے کا سبق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں اس کے برحق ہونے پر تمہارا اپنا وجود اور یہ پورا نظام عالم گواہ ہے۔ اللہ کی عبادت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی معرفت حاصل کی جائے اور یہ معرفت اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر جو دنیا میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں ہر عقلمند اور ذی ہوش حاصل کرسکتا ہے۔ پھر انبیائے سابقین اور ان کی اُمتوں کے قصے ذکر فرمائے گئے ہیں۔ جن سے کئی باتیں بتانی مقصود ہیں ایک یہ کہ آج دعوتِ نبوی پر جو شبہات و اعتراضات کئے جارہے ہیں یہ باتیں پہلے بھی انبیاء پر جہلا کرچکے ہیں اور اسی طرح کے اعتراضات ان احمقوں نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں پر کئے تھے۔ دوسرے یہ کہ توحید و آخرت کی تعلیم ایسی نہیں کہ جو بالکل نئی ہو اور جو دنیا نے کبھی سنی نہ ہو۔ یہ کوئی نرالی تعلیم نہیں۔ ہر زمانہ میں یہ صدائے حق اٹھتی رہی ہے۔ تیسرے یہ کہ حق کا انکار کرکے باطل پر اصرار کرنے والے اور انبیاء کی تکذیب پر جمے رہنے کا انجام آخر کار تباہی و ہلاکت ہوتا ہے۔ چوتھے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اول دین اسلام اس وقت سے دین الٰہی ہے جب سے انسان کے قدم زمین پر پہنچے ہیں۔ پھر انبیاء کے تذکروں کے بعد بتایا گیا ہے کہ دنیاوی خوشحالی مال و دولت۔ قوت اور اقتدار وغیرہ وہ چیزیں نہیں جو کسی شخص یا گروہ کے راہِ راست پر ہونے کی یقینی علامت ہو اور اس بات کی دلیل قرار دی جائیں کہ خدا اس پر مہربان ہے اور اس کا رویہ خدا کو پسندیدہ ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس کسی کا غریب اور خستہ حال ہونا اس بات کا ثبوت نہیں کہ خدا اس سے اور اس کے رویہ سے ناراض ہے۔ اصل چیز جس پر خدا کے ہاں محبوب یا مغضوب ہونے کا مدار ہے وہ ایمان۔

خدا پرستی اور تقویٰ وراست بازی ہے۔ پھر بتلایا کہ جو اللہ اور رسول اور موت کے بعد زندگی۔ حساب کتاب۔ جنت و دوزخ، جزاء وسزا پر ایمان نہ لائے گا وہ مرنے کے بعد آخرت میں بہت پچھتائے گا۔ آخر میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ اس کی دنیا کی زندگی کوئی کھیل نہیں ہے۔ اس کو بیکار اور فضول باتوں میں نہ گنوانا چاہئے۔ قرآن مجید کی باتوں کو سچا مان کر ان پر عمل کرنا چاہئے اور اللہ عزوجل سے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورت کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ اگلے درسوں میں آئیں گی۔

اس سورۃ کی ابتداء **قد افلح المومنون** کے جملہ سے فرمائی گئی ہے یعنی یقیناً فلاح پائی یا کامیاب ہوئے ایمان والے۔ جس ماحول اور وقت میں اس سورۃ کا نزول ہوا ہے اور یہ کلام فرمایا جارہا ہے اس کو ذہن نشین رکھئے۔ اس وقت ایک طرف دعوت اسلام اور ایمان کے مخالف سرداران مکہ تھے جن کی تجارتیں چمک رہی تھیں جن کے پاس دولت کی فراوانی تھی جن کو اس وقت کے لحاظ سے دنیوی خوشحالی کے سارے لوازمات میسر تھے اور دوسری طرف اسلام کے پیروکار تھے جن میں سے اکثر تو پہلے ہی غریب اور خستہ حال تھے اور بعض جو اچھے کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے یا اپنے کاروبار میں پہلے کامیاب تھے ان کو بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اب قوم کی مخالفت اور دشمنی اور مقاطعہ نے بدحال کردیا تھا۔ اس صورت حال میں یہ کلام فرمایا گیا **قد افلح المومنون**. یقیناً فلاح پائی ہے ایمان والوں نے۔ فلاح عربی میں بڑے ہی وسیع معنی میں آتا ہے۔ دنیا وآخرت کی ساری ہی خوبیوں کا جامع ہے۔ یہ لفظ خسران کی ضد ہے جو ٹوٹے اور گھاٹے اور نامرادی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ تو جس ماحول میں یہ کلام فرمایا گیا اس سے کفار ومشرکین کے حق میں تو مطلب نکلا کہ تمہارا معیار فلاح غلط ہے۔ تم اپنی جس عارضی اور محدود خوشحالی کو فلاح سمجھ رہے ہیں وہ فلاح نہیں خسران ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو جو تم ناکام ونامراد سمجھ رہے ہو وہ دراصل کامیاب وبامراد ہیں۔ اس دعوت حق کو مان کر انہوں نے خسارہ کا سودا نہیں کیا ہے بلکہ وہ چیز پائی ہے جو دنیا وآخرت دونوں میں ان کو پائیدار وخوشحال اور کامیابی سے ہمکنار کرے گی۔

تو یہاں فلاح کی پہلی شرط مومن ہونا بیان کی گئی اب آگے ان مومنین کی شان کیا ہے اور ان کی صفات کیا ہیں یہ بیان فرمائی گئی ہے۔ سب سے اول اور سب سے بڑی اور سب سے اہم صفت بیان فرمائی گئی۔

**الذین ھم فی صلاتھم خاشعون.** جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے یعنی انتہائی فلاح اور اعلیٰ کامیابی انہیں مؤمنین کو حاصل ہوگی جو خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ خشوع کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف وہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا۔ قرآن پاک کی ایک دوسری آیت میں خشوع کو قلب کی صفت بتلائی ہے تو معلوم ہوا کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضائے بدن کا خشوع اس کے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع وخائف ساکن اور پست ہوگا تو خیالات ادھر ادھر بھٹکتے نہیں پھریں گے۔ ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے پھر خوف وہیبت اور سکون اور خضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہوں گے مثلاً نگاہ پست رکھنا۔ ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا۔ ادھر ادھر نہ تاکنا۔ کپڑے یا داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا وغیرہ اسی قسم کے افعال و احوال لوازم خشوع میں سے ہیں۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدوں خشوع کے صحیح ومقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اس جگہ یہ تحقیق لکھی ہے اور فرماتے ہیں "خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے اور اس کی فرضیت میں کلام ہے مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا تو موقوف علیہ نہیں۔ اور اس مرتبہ میں فرض نہیں۔ اور قبول صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔"

بہرحال یہاں فلاح پانے والے مومنین کی سب سے اول اور

پہلی صفت خشوع اور خضوع سے نمازیں پڑھنا بیان فرمائی گئی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے ہاں کیا درجہ ہے اور ایمان کے بعد اعمال میں کس قدر مہتم بالشان چیز ہے۔اور کون سی نماز حق تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قرآن پاک میں خدائے تعالیٰ نے جابجا نصیحتیں کی ہیں بعض جگہ پیار کے الفاظ میں خطاب فرمایا ہے۔بعض جگہ رغبت اور شوق دلانے کا طریقہ اختیار کیا ہے بعض جگہ بندوں کو ڈرانے دھمکانے کی باتیں کیں ہیں لیکن کلام الٰہی میں ۷۰۰ جگہ صرف یہی نصیحت ہے کہ نماز قائم کرو۔یہ تو قرآن کی تاکید رہی اب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات اس سلسلہ میں سن لیجئے۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اسے پورا کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کی جائے گی پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ پر ہوگا۔ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہوجائے گا ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اول اس کو نماز سکھائی جاتی،ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے، خشوع وخضوع سے بھی پڑھے۔کھڑا بھی پورے وقار سے ہو پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے۔غرض ہر چیز کو نہایت اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے۔وقت کو بھی ٹال دے۔وضو بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔اب یہاں ہم اپنی حالت پر غور کرلیں کہ اول تو اس زمانہ میں کتنے فیصدی مسلمان نمازی ہیں پھر ان میں سے کے فیصدی جماعت کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔پھر ان میں کے فیصدی وہ خوش نصیب ہیں جو خشوع وخضوع وآداب شرائط کے ساتھ اللہ کی اس اہم ترین عبادت کو ادا کرتے ہیں جو ان کے لئے دعا کرتی ہے۔**اللّٰھم اجعلنا منھم.**

ایک حدیث میں جس کو حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز اس امت سے اٹھ جائے گی یعنی سلب کرلی جائے گی وہ خشوع ہے۔یہاں تک کہ قوم میں کوئی خاشع نظر نہ آئے گا۔اللہ تعالیٰ یہ وقت ہمیں نہ دکھائے۔

یہ تو ایک صفت بیان ہوئی بقیہ صفات اگلی آیات میں بتلائی گئی ہیں جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ پاک ہماری نمازوں کو دین ودنیا کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنادیں۔اور جو اس فرض سے غفلت میں ہیں اللہ پاک ان کو ہدایت فرمائیں کہ وہ نماز کے ادا کرنے والے بن جائیں۔

یا اللہ! نماز کی جو اہمیت اور فرضیت ہے اس کو اہلِ اسلام کے دلوں میں بٹھادے اور نماز سے جو غفلت عام ہورہی ہے اس کو دور فرمادے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ

اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں۔اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔اور جو

هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں۔لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے کیونکہ اُن پر کوئی الزام نہیں۔

غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

ہاں جو اس کے علاوہ طلبگار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں۔اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہوں۔

رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ

اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے۔ وہ اس میں

الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَالَّذِيْنَ اور وہ جو | هُمْ وہ | عَنِ اللَّغْوِ لغو بیہودہ باتوں سے | مُعْرِضُوْنَ منہ پھیرنے والے | وَالَّذِيْنَ اور وہ جو | هُمْ وہ | |
| لِلزَّكٰوةِ زکوٰۃ کو | فَاعِلُوْنَ ادا کرنے والے | وَالَّذِيْنَ اور وہ جو | هُمْ وہ | لِفُرُوْجِهِمْ اپنی شرمگاہوں کی | حٰفِظُوْنَ حفاظت کرنیوالے | |
| اِلَّا مگر | عَلٰى پر۔سے | اَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویاں | اَوْ یا | مَا مَلَكَتْ جو مالک ہوئے | اَيْمَانُهُمْ ان کے دائیں ہاتھ | فَاِنَّهُمْ پس بیشک وہ |
| غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ کوئی ملامت نہیں | فَمَنِ پس جو | ابْتَغٰى چاہے | وَرَآءَ سوا | ذٰلِكَ اس | فَاُولٰٓئِكَ تو وہی | هُمْ وہ | الْعٰدُوْنَ حد سے بڑھنے والے |
| وَالَّذِيْنَ اور وہ جو | هُمْ وہ | لِاَمٰنٰتِهِمْ اپنی امانتیں | وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد | رٰعُوْنَ رعایت کرنیوالے | وَالَّذِيْنَ اور وہ جو | هُمْ وہ | عَلٰى پر |
| صَلَوٰتِهِمْ اپنی نمازیں | يُحَافِظُوْنَ حفاظت کرنیوالے ہیں | اُولٰٓئِكَ یہی لوگ | هُمْ وہ | الْوٰرِثُوْنَ وارث | الَّذِيْنَ جو | يَرِثُوْنَ وارث ہونگے | |
| الْفِرْدَوْسَ جنت | هُمْ وہ | فِيْهَا اس میں | خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ درس میں سورۃ کی ابتدا اس کلام سے ہوئی تھی کہ بالتحقیق۔ یقیناً بلاشک و شبہ ایمانداروں نے فلاح حاصل کرلی۔یعنی فلاح پانے اور سعادت حاصل کرنے کی پہلی لازمی شرط تو ایمان ہوئی جو سب نیکیوں کی جڑ ہے۔بغیر ایمان یا صحت اعتقاد کے کوئی عمل بھی مقبول نہیں اس کے بعد ایمان داروں کی صفات بیان کی گئیں جن میں پہلی صفت گذشتہ آیت میں یہ بیان ہوئی تھی کہ وہ اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں مومنین کی مزید صفات بیان کی گئی ہیں۔

یعنی دوسری صفت یہ کہ وہ فضول اور بیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہ کرتے۔کوئی دوسرا لغو اور نکمی بات کہے تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ان کو اپنے مالک کی بندگی سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ ایسے بے فائدہ جھگڑوں اور مشغلوں میں اپنے کو

پھنسائیں۔ آیت میں لغو کا لفظ آیا ہے لغو ہر اس بات اور اس کام کو کہتے ہیں جو فضول لا یعنی اور لا حاصل ہو۔ جن باتوں یا کاموں کا کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو۔ جن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ ہو۔ جن سے کوئی اچھا مقصد اور غرض حاصل نہ ہو وہ سب لغویات میں ہیں۔ تو نماز کے بعد مومنین کی لغویات سے دور رہنے کی جو صفت بیان کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بھی مومن کی اہم ترین صفات میں سے ہے۔ اسی لئے حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا اسلام جب اچھا ہوسکتا ہے جبکہ وہ لا یعنی اور بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے اور مومن حقیقی کا لغویات سے دور رہنے کا راز یہ ہے کہ وہ یہ اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ دنیا ایک آزمائش اور امتحان گاہ ہے اور جو زندگی اسے ملی ہے یہ امتحان ہی کے لئے ملی ہے۔ تو جس طرح ایک مدرسہ کا طالب علم اپنے امتحان کے کمرہ میں بیٹھ کر اپنا پرچہ حل کر رہا ہو تو اس کو یہ فکر لگی رہتی ہے کہ کوئی منٹ بے کار اور ضائع نہ جائے اور وہ امتحان کے پورے وقت کے ایک ایک لمحہ کو اپنے پرچہ کو صحیح طریقہ سے حل کرنے کی کوشش میں صرف کر ڈالنا چاہتا ہے اور کوئی سیکنڈ فضول ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ٹھیک اسی طرح مومن بھی دنیا کی اس زندگی کو انہیں کاموں میں صرف کرتا ہے جو انجام کار کے لحاظ سے مفید اور ضروری ہوں امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ہر لغویات سے بچنے کا ذکر جو خشوع صلوٰۃ کے معاً بعد لایا گیا ہے اس کا راز یہ ہے کہ لغویات سے اجتناب صلوٰۃ کی عین تکمیل کرنے والا ہے۔

آگے تیسری صفت مومنین کی بیان کی گئی ہے کہ جو اعمال و اخلاق میں اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں یہاں آیت میں للزکوٰۃ فاعلون آیا ہے۔ تو لفظ زکوٰۃ کے معنی لغت میں پاک کرنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں مال کا ایک حصہ کچھ ضابطہ اور شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اور قرآن کریم میں عام طور پر یہ لفظ اسی اصطلاحی معنے میں استعمال ہوا ہے مگر بعض مفسرین نے اور حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے اس جگہ لفظ زکوٰۃ کو عام لغوی معنے میں اپنے نفس کو پاک کرنا قرار دیا ہے اور وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ تو یہاں مراد زکوٰۃ سے تزکیہ نفس ہے یعنی اپنے نفس کو رذائل سے پاک کرنا۔ کیونکہ شرک۔ ریا۔ تکبر۔ حسد۔ بغض۔ کینہ۔ حرص۔ بخل وغیرہ جن سے نفس کو پاک کرنا تزکیہ کہلاتا ہے یہ سب چیزیں حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔ نفس کو اس سے پاک کرنا فرض ہے۔

آگے چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں اور شرعی باندیوں کے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں اس زمانے میں باندیوں کی خرید وفروخت کا عام رواج تھا۔ لیکن اب لونڈی غلاموں کی خرید وفروخت قریب قریب دنیا کے ہر حصہ میں بند ہوچکی ہے اس لئے اب سوائے جائز شادی کے اور کوئی صورت قضائے شہوت کے لئے حلال نہیں۔ اس طرح خواہش نفس پوری کرنے کی تمام صورتوں کو حرام کردیا گیا خواہ وہ زنا ہو یا متعہ ہو یا کچھ اور۔ زنا کاری سے اخلاق برباد۔ معاشرت تباہ۔ نظام امن غارت ہوجاتا ہے۔ زوجین میں محبت نہیں رہتی۔ نسل کا اعتبار نہیں رہتا۔ بے حیائی پھیلتی ہے۔ متعدی امراض کی کثرت ہوجاتی ہے۔ جسمانی قویٰ کمزور ہوجاتے ہیں۔ جو ہر انسانی بے فائدہ تضیع ہوتا ہے اس لئے آیت مذکورہ میں زنا وغیرہ سے انتہائی اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی شرمگاہ کا اظہار اور کشف بھی سوائے جائز اور حلال صورت کے نہ ہونا چاہئے۔

پانچویں صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں یعنی امانات اور قول وقرار کی حفاظت کرتے ہیں۔ خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے۔ امانات کا لفظ جامع

ہے ان تمام امانتوں کے لئے جو خداوندِ عالم نے یا معاشرے نے یا قوم نے یا افراد نے کسی مومن کے سپرد کی ہوں اور عہد و پیمان میں وہ سارے معاہدے داخل ہیں جو انسان اور خدا کے درمیان یا انسان اور انسان کے درمیان یا قوم اور قوم کے درمیان کئے گئے ہوں تو مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی امانت میں خیانت نہ کرے گا اور کبھی اپنے قول و قرار سے نہ پھرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو امانت کی صفت نہیں رکھتا وہ ایمان نہیں رکھتا اور جو عہد کا پاس نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا۔

چھٹی صفت۔ بیان فرمائی کہ جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں یعنی پانچوں نمازیں اپنے اوقات پر آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑ کر یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ یہ چھ صفات مومنین کی بتلائی گئیں جو نماز ہی سے شروع ہوئی تھیں اور نماز ہی پر ختم ہو گئیں۔ اوپر خشوع کے ذکر میں نماز بصیغۂ واحد فرمایا تھا یہاں نماز کو بصیغۂ جمع فرمایا ہے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہاں جنس نماز مراد تھی اور یہاں پانچوں وقت کی نماز فرداً فرداً مراد ہے تو نمازوں کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اوقاتِ نماز، آدابِ نماز، ارکان و اجزائے نماز، غرض نماز سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کی پوری نگہداشت کرتے ہیں۔

یہاں مومنین مفلحین کی صفاتِ حسنہ کا آغاز خشوع نماز کے ذکر سے کیا تھا اور اختتام بھی نماز ہی کی محافظت و مداومت پر کیا۔ اب یہاں کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جس امت کو انفرادی و اجتماعی ہر حیثیت سے فلاح کے لئے نماز کی اس قدر تاکید ہو رہی ہے وہ نماز ہی کی طرف سے کس درجہ غفلت میں پڑ گئی۔ اخیر میں ان سب صفات کے بیان فرمانے کے بعد بتلایا گیا کہ بس یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہونے والے ہیں یعنی جنت پر قابض و متصرف ہوں گے اور گویا اس کے مالک ہو جائیں گے۔ اور ہم فیہا خلدون فرما کر یہ مژدہ بھی دیا کہ اس میں یعنی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یعنی نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے نہ مریں گے۔

خلاصہ یہ کہ مومنین مفلحین کی چھ صفات و خصائل یہاں بیان کی گئیں۔

۱۔ خشوع و خضوع سے نماز پڑھنا۔
۲۔ باطل، لغو اور لایعنی باتوں سے علیحدہ رہنا۔
۳۔ اپنے بدن نفس اور جان کو پاک رکھنا۔
۴۔ شہوتِ نفسانی کو قابو میں رکھنا۔
۵۔ امانت و عہد کی حفاظت کرنا۔
۶۔ نمازوں کی پوری حفاظت کرنا۔

جس پر جنت الفردوس میں داخلہ کی بشارت دی گئی ہے۔ تو یہاں بعض عبادات مہمہ کی فضیلت مذکور تھی آگے مستحق عبادت اللہ جل شانہٗ کے بعض آثار و تصرفات کا بیان ہے تاکہ ان سے اس کی قدرت و عظمت و وحدت کو جان کر پورا حق عبادت ادا کیا جائے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! یہ ملک پاکستان اسلامی ملک کہلایا جاتا ہے۔ اور یہاں کی اکثریت مومن اور مسلم ہونے کی دعوے دار ہے۔ مگر حقیقی مومن اور مسلم تو وہی ہے جو ان قرآنی صفات سے متصف ہیں۔ آپ کا وعدہ جنت الفردوس کا تو انہی کے لئے ہے جو ان قرآنی صفات کے حامل ہیں۔ یا اللہ! ہم نے قرآنی ہدایات و تعلیمات کو چھوڑ کر ظلم عظیم اپنے اوپر کیا ہے۔ یا اللہ! ہماری حالتوں پر رحم و کرم فرما دے اور ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرما دے اور من حیث القوم ہم کو قرآنی ہدایات کو اپنانے کی توفیق حسن عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اُس کو نطفہ سے بنایا جو کہ ایک محفوظ مقام میں رہا۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ

پھر ہم نے اُس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا پھر ہم نے اُس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنادیا پھر ہم نے اُس بوٹی کو ہڈیاں بنادیا

لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

پھر ہم نے اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا پھر ہم نے اُس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنادیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر تم بعد اس کے

لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾

ضرور ہی مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | لَقَدْ خَلَقْنَا البتہ ہم نے پیدا کیا | الْاِنْسَانَ انسان | مِنْ سے | سُلٰلَةٍ خلاصہ چُنی ہوئی | مِنْ طِيْنٍ مٹی سے | ثُمَّ پھر | |
| جَعَلْنٰهُ ہم نے اسے ٹھہرایا | نُطْفَةً نطفہ | فِيْ میں | قَرَارٍ مَّكِيْنٍ مضبوط جگہ | ثُمَّ پھر | خَلَقْنَا ہم نے بنایا | النُّطْفَةَ نطفہ | |
| عَلَقَةً جما ہوا خون | فَخَلَقْنَا پس ہم نے بنایا | الْعَلَقَةَ جما ہوا خون | مُضْغَةً بوٹی | فَخَلَقْنَا پھر ہم نے بنایا | الْمُضْغَةَ بوٹی | عِظٰمًا ہڈیاں | |
| فَكَسَوْنَا پھر ہم نے پہنایا | الْعِظٰمَ ہڈیاں | لَحْمًا گوشت | ثُمَّ پھر | اَنْشَاْنٰهُ ہم نے اسے اٹھایا | خَلْقًا صورت | اٰخَرَ نئی | |
| فَتَبٰرَكَ پس برکت والا | اللّٰهُ اللہ | اَحْسَنُ بہترین | الْخٰلِقِيْنَ پیدا کرنے والا | ثُمَّ پھر | اِنَّكُمْ بیشک تم | بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد | |
| لَمَيِّتُوْنَ ضرور مرنے والے | ثُمَّ پھر | اِنَّكُمْ بیشک تم | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت | تُبْعَثُوْنَ اٹھائے جاؤ گے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہلِ ایمان اور ان کی بعض صفات کا ذکر فرما کر بتلایا گیا تھا کہ یہی لوگ آخرت میں جنت الفردوس کے مالک ہونے والے ہیں جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اب آخرت کی اچھائی برائی اور عذاب ثواب کا انحصار اس امر پر ہے کہ آدمی مر کر دوبارہ زندہ ہو اور قیامت کے میدان میں عذاب وثواب کے لئے اس کو پیش کیا جائے۔ منکرین کوتاہ نظر رکھنے والے قیامت ہی کے منکر تھے۔ مشرکین عرب کا عام طبقہ دوبارہ زندہ ہونے کا قائل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تخلیق انسان کی ابتداء اور درمیانی درجات آفرینش کو بیان کر کے حشر ونشر پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے بے جان مٹی کو جاندار بنایا۔ ایک کثیف مادہ کو انسانی صورت کا جامہ پہنا کر ہوش مند کیا اور ان کا نام آدم رکھا اور پھر نسلِ انسانی کو برقرار رکھنے کے لئے جوہر انسانی کا خلاصہ باپ کی پشت سے کھینچ کر ماں کے رحم میں ایک خاص وقت تک امانت رکھا اور اس نطفہ کو تمام درجات تغیر طے کرا کے مختلف صورتوں میں نمودار کر کے جیتا جاگتا آدمی بنا کر پیدا کیا۔ پھر مدتِ زندگانی ختم کرا کے ایک وقت خاص پر اس کے لئے موت بھیجی تو ایسا قادرِ مطلق خلاق کامل خدا کیا دوبارہ قیامت کے دن حشر انسانی نہیں کرسکتا؟ ضرور کرسکتا ہے اور ضرور کریگا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کے خلاصہ سے

بنایا گیا پھر نسلِ انسانی قائم رکھنے کے لئے بنی آدم کا نطفہ سے پیدا ہونا بتلایا گیا کہ جو رحم مادر میں ایسے محفوظ مقام میں رکھا کہ جہاں ضائع ہو جانے اور بگڑ جانے کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ نطفہ کے رحمِ مادر میں قرار پانے کے بعد پھر اس کی مختلف صورتیں جو بدلتی ہیں ان کو بیان فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ نطفہ ماں کے رحم میں کچھ دن کے بعد جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد یہ جما ہوا خون گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔ پھر اس بوٹی سے ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔ پھر ان ہڈیوں کے اوپر گوشت چڑھتا ہے۔ اب انسان کا بدن تیار ہو گیا اس کے بعد روح حیات پھونک کر اسے جیتا جاگتا انسان بنا دیا جاتا ہے۔ پھر جب رحمِ مادر سے باہر آتا ہے تو بچپن سے لے کر بڑھاپے تک بہت سے احوال اور ادوار اس پر گزرتے ہیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک نت نئی صورتیں اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک مدت تک انسان ترقی کرتا ہے۔ پھر زوال کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ عمر تمام ہو جاتی ہے اور انسانی وجود کا جو ذاتی اور خانہ زاد نہیں بلکہ مستعار اور دوسرے کا عطیہ ہے موت آ کر سب نقشہ بگاڑ دیتی ہے۔ اس وقت کوئی انسان اپنی ہستی کو موت کے پنجہ سے بچا نہیں سکتا۔ کبھی نہ کبھی ہر ایک کو مرنا ہے اس کے بعد کچھ مدت اس موت کی حالت میں گزرے گی۔ پھر قیامت کا دن آ جائے گا اور سب کے سب پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اور دنیا میں جو کام کئے تھے ان کا پھل ضرور ملے گا۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔ "اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اُس کو نطفہ سے بنایا جو کہ ایک مدتِ معینہ تک ایک محفوظ مقام یعنی رحمِ مادر میں رہا۔ پھر ہم نے اُس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے اس میں روح ڈال کر اس کو ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر تم بعد اس تمام قصہ عجیبہ کے ضرور ہی مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے (تو جس طرح ہم نے تم کو ابتداءً وجود عطا فرمایا اسی طرح قیامت میں دوبارہ وجود عطا کیا جائے گا۔"

حشرِ جسمانی کا انکار کرنے والوں کو خاموش کرنے کیلئے خدا کی ہمہ گیر قدرت اور کمال صناعی کو بتلا کر یہ برہان قاطع پیش کی گئی تا کہ انسان یقین کر لے کہ جو خدا ایک زندہ انسان بنانے پر قادر ہے تو اس انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دینا کیا مشکل ہے۔ اب یہاں تک تو ثبوت قیامت حشر و نشر کے لئے دلائل انفس کا بیان تھا۔ یعنی خود انسان کی اپنی ذات سے اب اس کے آگے دلائل آفاقی یعنی آسمان و زمین و تخلیق کائنات کا بیان ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو وجود انسانی عطا فرمایا۔ اور پھر اپنے کرم سے ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ دنیا میں انسانی وجود میں ہم کو لانے کا جو مقصد ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! اپنی قدرتِ کاملہ اور کمال صناعی کی معرفت ہم کو نصیب فرما تا کہ ہم کو کامل تابعداری نصیب ہو۔

یا اللہ! قیامت کے دن ہمارا حشر و نشر اپنے مومنین کاملین کے ساتھ فرمائیے۔ اور اس دن کے لئے تیاری کی توفیق اس دنیا میں نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

اور ہم نے تمہارے اُوپر سات آسمان بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہ تھے۔اور ہم نے آسمان سے مقدار کے ساتھ پانی برسایا

مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ

پھر ہم نے اُس کو زمین میں ٹھیرایا اور ہم اس (پانی) کے معدوم کردینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے باغ پیدا کئے

جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ

کھجوروں کے اور انگوروں کے۔تمہارے واسطے ان میں بکثرت میوے بھی ہیں اور اُن میں سے کھاتے بھی ہو اور ایک درخت بھی

مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ

جو کہ طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے جو کہ اُگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کیلئے سالن لئے ہوئے اور تمہارے لئے مواشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى

کہ ہم تم کو اُن کے پیٹ میں کی چیز پینے کو دیتے ہیں۔اور تمہارے لئے اُن میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔اور اُن میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو۔

الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور اُن پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے ہو

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | لَقَدْ خَلَقْنَا تحقیق ہم نے بنائے | فَوْقَكُمْ تمہارے اوپر | سَبْعَ سات | طَرَآئِقَ راستے | وَمَا كُنَّا اور ہم نہیں | عَنِ سے | |
| الْخَلْقِ خلق پیدائش | غٰفِلِيْنَ غافل | وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتارا | مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے | مَآءً پانی | بِقَدَرٍ اندازہ کے ساتھ | | |
| فَاَسْكَنّٰهُ ہم نے اسے ٹھہرایا | فِى الْاَرْضِ زمین میں | وَاِنَّا اور بیشک ہم | عَلٰى پر | ذَهَابٍ لے جانا | بِهٖ اس کا | لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر | |
| فَاَنْشَاْنَا پس ہم نے پیدا کئے | لَكُمْ تمہارے لئے | بِهٖ اس سے | جَنّٰتٍ باغات | مِنْ سے۔کے | نَخِيْلٍ کھجور | وَاَعْنَابٍ اور انگور | |
| لَكُمْ تمہارے لئے | فِيْهَا اس میں | فَوَاكِهُ میوے | كَثِيْرَةٌ بہت | وَمِنْهَا اور اس سے | تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو | وَشَجَرَةً اور درخت | |
| تَخْرُجُ نکلتا ہے | مِنْ سے | طُوْرِ سَيْنَآءَ طور سینا | تَنْۢبُتُ اُگتا ہے | بِالدُّهْنِ تیل کے ساتھ۔لئے | وَصِبْغٍ اور سالن | | |
| لِلْاٰكِلِيْنَ کھانے والوں کیلئے | وَاِنَّ اور بیشک | لَكُمْ تمہارے لئے | فِى الْاَنْعَامِ چوپایوں میں | لَعِبْرَةً عبرت۔غور کا مقام | | | |
| نُسْقِيْكُمْ ہم تمہیں پلاتے ہیں | مِمَّا اس سے جو | فِىْ بُطُوْنِهَا ان کے پیٹوں میں | وَلَكُمْ اور تمہارے لئے | فِيْهَا ان میں | مَنَافِعُ فائدے | | |
| كَثِيْرَةٌ بہت | وَمِنْهَا اور ان سے | تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو | وَ اور | عَلَيْهَا ان پر | وَ اور | عَلَى الْفُلْكِ کشتی پر | تُحْمَلُوْنَ سوار کئے جاتے ہو |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جس سے قادر ذوالجلال کی قدرت اور اس کی صنعت وحکمت کھلم کھلا ظاہر ہے اور جس سے آخرت اور قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے پر استدلال فرمایا گیا تھا۔ تو صرف یہ انسان ہی نہیں بلکہ یہی حال تمام عالم کا ہے کہ دنیا کے ذرہ ذرہ۔ پتہ پتہ اور قطرے قطرے میں شواہد قدرت موجود ہیں جو خدائے ذوالجلال کی صنعت۔ حکمت۔ معرفت۔ ربوبیت اور الوہیت ووحدانیت کو

ثابت کررہے ہیں۔ان آیات میں اسی سلسلہ کی چند کڑیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔اول آسمانوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا کہ جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بڑی صنعت والی ہے۔بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان تہ بتہ تمہارے اوپر بنائے۔اب مقام غور ہے کہ آسمان میں نہ کوئی شگاف ہے۔نہ سوراخ۔نہ دروازہ۔نہ کھڑکی نہ آنکھوں سے کوئی راستہ دکھائی دیتا ہے پھر بھی فرشتوں اور غیبی مخلوق کی آمدورفت برابر جاری ہے پس کس قدر تعجب انگیز ہے آسمانوں کی ساخت کہ بغیر کسی سوراخ اور راستہ کے یہ اتار چڑھاؤ کا سلسلہ ان میں جاری ہے۔پھر یہ کہ آسمانوں کو بنا کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کا نظام اور بقا اور حفاظت سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت میں رکھا۔ اسی کا دستِ قدرت ہے کہ آسمان نیچے نہیں گرتا۔پھر آسمان سے نیچے اتر کر فضائی کائنات میں سے صرف بارش کو دیکھئے۔فضا میں پانی بنتا ہے اور نیچے اترتا ہے۔پھر پانی اندازہ کے موافق زمین پر اترتا ہے اور زمین کے اندر قرار پکڑتا ہے۔اگر بارش کا نزول خاص اندازہ کے تحت نہ ہوتا اور یونہی بادلوں کے دہانے کھول دیئے جاتے تو زمین اور زمین کی تمام کائنات غرق ہوجاتی یا خلاف موسم پانی برستا تب بھی مخلوق تباہ ہوجاتی۔پھر مینہ برستا ہے تو بارش کا پانی زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے جس کو ہم کنواں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں جو بوقتِ ضرورت کام آتا ہے۔قدرتِ خداوندی اگر پانی زمین کے اندر نہ اتارنا چاہے تو نہ اترے یا اگر پانی اتارنے کے بعد تم کو اس میں سے منتفع ہونے کی دسترس نہ دیں مثلاً اس قدر گہرا کردیں کہ تم نکالنے میں کامیاب نہ ہوسکو یا خشک کر کے ہوا میں اڑادیں یا کھاری اور کڑوا کردیں تو قدرت یہ سب بھی کرسکتی ہے۔پھر اس پانی سے طرح طرح کے درخت پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔درختوں کی روئیدگی بھی قابلِ غور ہے۔سرزمین عرب میں کھجور اور انگور کی پیداوار بکثرت ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کا تذکرہ فرمایا۔پھر درخت میں زیتون کا ذکر فرمایا کہ جس میں سے روغن نکلتا ہے جو مالش وغیرہ کے کام آتا ہے اور عرب کے لوگ سالن کی جگہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔اس درخت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا کیونکہ اس کے فوائد کثیر ہیں اور خاص فضل و شرف رکھتا ہے اسی لئے تیسویں پارہ سورۂ والتین میں اس کی قسم کھائی گئی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ زیتون کے درخت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا کہ تمام درختوں سے اس کی عمر زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض اہلِ تحقیق کا قول نقل کیا ہے کہ اس کی عمر تین ہزار برس تک کی ہوتی ہے۔فلسطین کے بعض زیتون کے درختوں کا قد وقامت اور پھیلاؤ دیکھ کر اندازہ کیا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اب تک چلے آرہے ہیں۔طور سینا کی طرف اس کو منسوب کرنے کی وجہ اس کی فضیلت و برکت ظاہر کرنے کی ہے۔وہاں اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور اس درخت کا وطن اصلی اور نمایاں ترین مقام بھی طور سینا ہی ہے۔تو پانی سے درخت۔کھیتی۔میوہ۔اناج پھل پھول جڑی بوٹیاں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں جن سے کہ انسانوں اور جانوروں کی روزی کا سامان فراہم ہوتا ہے۔جانور بھی کھاتے ہیں آدمی بھی۔

پھر نباتات کے بعد حیوانات کا ذکر فرمایا گیا کہ یہی سبزہ اور گھاس پات جانور کھاتا ہے پھر اسی سے اس کے بدن میں کیا کیا چیزیں بنتی ہیں۔پھر ان کے پیٹ کے اندر سے ایک ایسی چیز برآمد ہوتی ہے جس میں اندرونِ شکم کی نجاست۔بو۔رنگ۔کثافت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ یعنی سفید شیریں پاک صاف دودھ پیدا ہوتا ہے۔یہ بھی سبزہ ہی کی پیداوار ہے۔پھر جانوروں سے انسانوں کو یہی فوائد حاصل نہیں ہوتے بلکہ سواری۔باربرداری اور دیگر ضروریات کو بھی پورا کرنے میں کام آتے ہیں۔حتیٰ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانا بھی حلال کردیا۔پھر خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہوکر کہیں سے کہیں نکل جاتے ہیں اور بڑے بڑے وزنی سامان ان پر لادتے ہیں۔تو یہ سب اللہ کے انعامات واحسانات انسانوں پر ہیں ان کے باوجود بھی بہت سے بے عقل انسان اللہ کی ربوبیت۔الوہیت اور وحدانیت کو نہیں مانتے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ تخلیق کائنات اور ترتیب کائنات دکھا کر حق تعالیٰ نے اپنی الوہیت ووحدانیت اور کمال قدرت پر استدلال فرمایا جس میں ضمناً مرکر دوبارہ پیدا کرنے کا ثبوت بھی آگیا۔اور علاوہ دلائل ہونے کے چونکہ یہ انعامات بھی ہیں اس لئے وہ مقتضی شکر بھی ہیں اور حق تعالیٰ کا شکر یہی ہے کہ اس کی باتوں کو عقلاً وعملاً مانا جاوے۔اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ اس منعم حقیقی پر ایمان لائیں اور اس کی ہدایات کے مطابق عمل صالح کریں جس میں تصدیق آخرت وقیامت بھی آگئی۔

اب آگے انبیائے سابقین کے تذکرے مختلف اغراض کے لئے فرمائے گئے ہیں۔جیسا کہ اس سورۃ کے ابتدائی درس میں ذکر کیا جاچکا ہے۔جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا

اور ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف پیغمبر کر کے بھیجا تو اُنہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو اُسکے سوا تمہارے لئے کوئی معبود بنانے کے لائق نہیں پھر کیا تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ

ڈرتے نہیں ہو۔ پس اُن کی قوم میں جو کافر رئیس تھے کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک آدمی ہے اور کچھ نہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے۔

عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا

اور اللہ کو منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں میں نہیں سنی۔ بس یہ ایک آدمی ہے

رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾

جس کو جنون ہو گیا ہے سو ایک خاص وقت تک اس کا اور انتظار کر لو۔ نوحؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے بوجہ اسکے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجا | نُوْحًا نوح | اِلٰی قَوْمِهٖ اسکی قوم کی طرف | فَقَالَ پس اس نے کہا | يٰقَوْمِ اے میری قوم | |
| اُعْبُدُوْا تم عبادت کرو | اللّٰهَ اللہ | مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں | مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود | غَيْرُهٗ اسکے سوا | اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں؟ | |
| فَقَالَ تو وہ بولے | الْمَلَؤُا سردار | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا | مِنْ سے۔کے | قَوْمِهٖ اس کی قوم | مَا هٰذَا یہ نہیں | اِلَّا مگر |
| بَشَرٌ ایک بشر | مِّثْلُكُمْ تم جیسا | يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے | اَنْ يَّتَفَضَّلَ کہ بڑا بن بیٹھے وہ | عَلَيْكُمْ تم پر | وَلَوْ اور اگر | شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہتا |
| لَاَنْزَلَ تو اتارتا | مَلٰٓئِكَةً فرشتے | مَا سَمِعْنَا نہیں سنا ہم نے | بِهٰذَا یہ | فِيْٓ اٰبَآئِنَا اپنے باپ دادا سے | الْاَوَّلِيْنَ پہلے | اِنْ هُوَ نہیں وہ۔یہ |
| اِلَّا مگر | رَجُلٌ ایک آدمی | بِهٖ جس کو | جِنَّةٌ جنون | فَتَرَبَّصُوْا سو تم انتظار کرو | بِهٖ اس کا | حَتّٰى حِيْنٍ ایک مدت تک |
| قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | انْصُرْنِيْ میری مدد فرما | بِمَا اس پر | كَذَّبُوْنِ انہوں نے مجھے جھٹلایا | | |

تفسیر و تشریح:۔ قرآن کریم میں انبیائے کرام کے تذکرے مختلف آیات اور سورتوں میں مختلف اغراض و مقاصد کے لئے کئے گئے ہیں۔ ہر جگہ جدا مقصود ہے۔ اس جگہ بھی چند پیغمبروں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جس سے چند امور کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور گروہِ اہلِ ایمان کو تسلی اور کافروں کی ایذا رسانی پر ثابت قدم رہنے کی ضمنی تلقین اور کفار کے بیہودہ شبہات اور لغو کلام سے رنجیدہ نہ ہونے کی درپردہ ہدایت اور اس امر کی طرف لطیف اشارہ کہ انبیائے سابقین اور ان کی کافر قوموں کا بھی باہم اسی طرح معاملہ رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کوئی نئی چیز نہیں۔ ہمیشہ سے انسان ہی نبی ہوتے چلے آئے ہیں اور سب ہی نے اعلانِ توحید کیا ہے مگر کفار کی مخالفت اور مقدس رسولوں پر تہمت تراشی اور ان کو دیوانہ اور پاگل کہنا بھی کوئی نئی بات نہیں آدمِ ثانی یعنی نوح علیہ السلام کو بھی آپ کی قوم نے دیوانہ کہا تھا۔

تیسرے یہ جتلانا مقصود ہے کہ کفار کی سرکشی جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور تبلیغ دین کا کوئی اثر نہیں لیتے اور ہدایت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں رہتی تو مقدس انبیاء کے ہاتھوں سے بغیر ظاہری اسباب کے غیبی معجزات ظاہر کرائے جاتے ہیں جن سے مجرم تباہ

و برباد ہوتے ہیں۔اور اہلِ حق کو بچالیا جاتا ہے۔ یہ خدا کا عام دستور ہے۔کفارِ مکہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتے۔

یہاں سب سے پہلے نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور اس میں کلام سابق کے ساتھ یہ ربط ہے کہ اوپر فرمایا تھا کہ ہم آسمان سے پانی ایک خاص اندازہ کے ساتھ تمہارے فائدے کیلئے نازل کرتے ہیں مگر جب بندے سرکشی پر اصرار کرتے ہیں اور انبیاء کے مقابلہ سے باز نہیں آتے تو اسی رحمت کو زحمت بنادیا جاتا ہے جیسا کہ قوم نوح کے لئے ہوا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔اس کے سوا کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔اگر شرک کروگے تو عذابِ اُخروی کے علاوہ عذابِ دنیوی میں بھی مبتلا ہوگے۔کسی مصلح کی نصیحت ماننے اور صداقت کو قبول کرنے سے جو امور مانع ہوتے ہیں ان کا وجود اکثر و بیشتر امرا اور اہلِ ثروت میں ہوتا ہے۔اسی لئے انبیائے حق اور مصلحین و مرشدین کی مخالفت یہی سب سے پہلے کرتے ہیں چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب توحید کا وعظ و نصیحت فرمایا تو امراء اور سرداران قوم نے سب سے پہلے آپ کی مخالفت کی اور قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے عوام سے کہا کہ نوح کی بات مت سنو اور مندرجہ ذیل شکوک و اوہام پیش کیے۔(۱) اول انہوں نے کہا کہ یہ تم جیسا آدمی ہے۔لوازم زندگی کی ضروریات۔اور خواص بشری میں تمام لوگوں سے کوئی ممتاز حیثیت نہیں۔ چلتا ہے پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے، سوتا جاگتا ہے۔تمام ضروریات انسانی کا محتاج ہے۔صورت شکل میں بھی آدمی ہی ہے پھر خدا کا پیامبر ہونا کیسے ممکن ہے۔گویا ان کے جاہلانہ اور گمراہانہ خیال میں بشر نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تھا۔ قرآن کریم نے اس جاہلانہ تصور کا ذکر کرکے بار بار اس کی تردید کی ہے اور اس بات کو پورے زور کے ساتھ صاف صاف بیان کیا ہے کہ تمام انبیاء انسان ہی تھے اور انسانوں کے لئے انسان ہی نبی ہونا چاہئے۔تو حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ و تعلیم کے مقابلہ میں اور آپ کی ہدایات کو رد کرنے کے لئے سردارانِ قوم نے پہلا اعتراض تو یہ پیش کیا کہ یہ تم جیسا آدمی ہے اس میں فضیلت کی کیا بات ہے۔

دوسرا اعتراض حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر یہ پیش کیا کہ یہ شخص کوئی ممتاز حیثیت اور پوزیشن نہیں رکھتا۔ طاقت۔ دولت۔ ثروت۔ خاندانی وجاہت۔حکومت۔ سرداری کچھ بھی اس کے قبضہ میں نہیں اس لئے یہ برتری کا خواستگار ہے اور بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے اس لئے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے۔اور مصلح اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

تیسرا شبہ اور اعتراض یہ پیش کیا کہ اگر ہماری ہدایت کے لئے پیامبر کا آنا ضروری تھا تو فرشتہ پیامبر ہوکر آتا۔ اس کو امتیازی شان حاصل ہے۔اس معمولی انسان کی رسائی خدا تک کیسے ہوسکتی ہے اور اس کے پاس اللہ کا پیام کیسے آسکتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ پیش کیا تم ہم کو تمام دیوتاؤں سے ہٹا کر ایک خدا کی حکومت منواتے ہو اور قدیم مذہب کو چھوڑنے کی تلقین کرتے ہو حالانکہ ہمارے باپ دادا کوئی بھی ایک خدا کی پرستش نہ کرتا تھا ہم نے تو توحید کا پیام اپنے بڑوں سے نہیں سنا۔

پانچواں اعتراض یہ پیش کیا کہ معلوم ہوتا ہے تم دیوانہ ہوگئے ہو تم کو جنون ہوگیا ہے۔ جو ساری قوم کے خلاف اور اپنے باپ دادا کے خلاف ایسی نئی باتیں کہتے ہو۔ چنانچہ وہ سردارِ قوم کی طرف خطاب کرکے کہنے لگے کہ نوح کو تو (العیاذ باللہ) جنون ہوگیا ہے۔ بہتر ہے چند روز صبر کرو اور انتظار کرو شاید کچھ دنوں کے بعد اسے ہوش آجائے اور جنون کے دورہ سے افاقہ ہو یا یوں ہی مر مرا کر قصہ ختم ہوجائے۔(العیاذ باللہ)

جب نوح علیہ السلام کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور ساڑھے نو سو برس سختیاں جھیل کر بھی ان کو راہِ راست پر نہ آتے دیکھا اور سوائے چند نفر کے کوئی ان پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے میرے رب ان اشقیاء کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں خود بھی گمراہ رہیں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اب جنابِ باری تعالیٰ کی طرف سے اس کا کیا جواب نوح علیہ السلام کو ملا۔اس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ

پس ہم نے اُن کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کرلو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے پھر جس وقت ہمارا حکم آپہنچے اور زمین سے پانی اُبلنا شروع ہو تو

فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ

ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس میں داخل کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی باستثنا اسکے جس پر ان میں سے (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے

فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ

اور مجھ سے کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو مت کرنا۔ وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا شکر ہے خدا کا

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِىْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا

جس نے ہم کو کافر لوگوں سے نجات دی۔ اور یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو برکت کا اتارنا اتاریو

وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

اور آپ سب اُتارنے والوں سے اچھے ہیں۔ اس (واقعہ مذکورہ) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم بندوں کو آزماتے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَاَوْحَيْنَآ تو ہم نے وحی بھیجی | اِلَيْهِ اس کی طرف | اَنِ کہ | اصْنَعِ تم بناؤ | الْفُلْكَ کشتی | بِاَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں کے سامنے | | |
| وَوَحْيِنَا اور ہمارا حکم | فَاِذَا پھر جب | جَآءَ آجائے | اَمْرُنَا ہمارا حکم | وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور تنور اُبلنے لگے | فَاسْلُكْ تو چلالے (رکھ لے) | | |
| فِيْهَا اس میں | مِنْ سے | كُلٍّ ہر (قسم) | زَوْجَيْنِ جوڑا | اثْنَيْنِ دو | وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر والے | اِلَّا سوا | مَنْ جو۔جس |
| سَبَقَ پہلے ہوچکا | عَلَيْهِ اس پر | الْقَوْلُ حکم | مِنْهُمْ ان میں سے | وَ اور | لَا تُخَاطِبْنِيْ نہ کرنا مجھ سے بات | فِى میں۔بارہ میں | |
| الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وہ جنہوں نے ظلم کیا | اِنَّهُمْ بیشک وہ | مُّغْرَقُوْنَ غرق کئے جانے والے ہیں | فَاِذَا پھر جب | اسْتَوَيْتَ تم بیٹھ جاؤ | اَنْتَ تم | | |
| وَمَنْ اور جو | مَّعَكَ تیرے ساتھ ساتھی | عَلَى پر | الْفُلْكِ کشتی | فَقُلِ تو کہنا | الْحَمْدُ تمام تعریفیں | لِلّٰهِ اللہ کیلئے | الَّذِىْ وہ جس نے |
| نَجّٰنَا ہمیں نجات دی | مِنَ سے | الْقَوْمِ قوم | الظّٰلِمِيْنَ ظالم | وَقُلْ اور کہو | رَّبِّ اے میرے رب | اَنْزِلْنِىْ مجھے اتار | |
| مُنْزَلًا منزل | مُّبٰرَكًا مبارک | وَّاَنْتَ اور تو | خَيْرُ بہترین | الْمُنْزِلِيْنَ اتارنے والے | اِنَّ بیشک | فِىْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں |
| وَّاِنْ كُنَّا اور بیشک ہم ہیں | لَمُبْتَلِيْنَ آزمائش کرنے والے | | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر تھا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قرآنی تصریح کے مطابق ساڑھے نو سو سال کی پیہم دعوت وتبلیغ کا قوم پر کوئی اثر نہ دیکھا اور جتنا تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا تو نوح علیہ السلام سخت ملول اور رنجیدہ خاطر ہوئے اور قوم کی بداعمالی سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے میرے رب ان ظالموں کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے۔ یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں۔ یہ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو ہی میری مدد کر کہ میں ان سے نجات پاؤں۔ نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور بارگاہِ خداوندی سے جو جواب ملا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ ایک کشتی تیار کرو۔ ہم تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے اور موقع بموقعہ

حسب ضرورت تمہیں وحی کے ذریعہ سے سمجھاتے جائیں گے کہ کشتی کتنی لمبی چوڑی ہو اور کون سی چیز کہاں بنائی جائے۔ عنقریب ایک سخت طوفان آنے والا ہے جبکہ پانی ہر طرف سے زمین پر ٹوٹ پڑے گا۔ آسمان سے لگاتار مینہ برسے گا۔ زمین سے بے تحاشا پانی ابلے گا اور کوئی جاندار ہلاک ہونے سے نہ بچے گا مگر وہی کہ جو تمہاری بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو جائیں گے۔ اور طوفان کے ابتدا کی نشانی یہ ہوگی کہ تنور سے پانی جوش مار کر نکلنا شروع ہو جائے گا۔ یہ نشانی دیکھتے ہی ہر جانور کا ایک جوڑہ نر و مادہ کشتی پر چڑھا لینا اور جو نہ بیٹھے اسے چھوڑ دینا۔

یہ طوفانِ نوح کا قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے تا کہ انسانوں کے کان میں بار بار پڑتا رہے اور ہر سمجھدار کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کرنے والے ہر زمانہ میں بری طرح تباہ ہوئے اگرچہ انہیں مہلت ملتی رہی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جب پانی زمین پر ابلنے لگے تو کشتی میں ہر قسم کے جانوروں میں سے جو پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے ایک ایک جوڑا اٹھا لیا جائے اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لیا جائے۔ مگر جو نہ بیٹھے اسے چھوڑ دیا جائے اور کوئی کشتی میں بیٹھے بغیر ڈوبنے اور ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ اور یہ خیال رہے کہ ظالموں یعنی کافروں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا۔ ان کی بابت فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنی بداعمالی کا خمیازہ بھگتیں گے اور ڈوب کر ہلاک ہوں گے۔ آگے نوح علیہ السلام کو ہدایت ہوئی کہ جب آپ اور آپ کے ماننے والے کشتی میں سوار ہو جائیں تو پھر سب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور اس کا شکر ادا کریں اور اس طرح کہیں کہ اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں ظالموں سے بچا لیا اور غرق ہونے کے عذاب سے محفوظ کر دیا۔ اے اللہ! اس کشتی سے ہمیں خشکی میں بخیر و عافیت اتارنا اور آپ سے بہتر ہماری بہبودی کا انتظام کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ ہی ہمیں جب تک کشتی میں رکھنا ہو آرام و آسائش سے رکھیے گا اور جب اترنے کا وقت آئے تو اس طرح اتاریئے گا کہ ہمیں کوئی زحمت اور تکلیف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو یہ دعا تعلیم فرمائی گئی اور پھر اپنی رحمت سے اسے قبول بھی فرمایا چنانچہ اہل کشتی کو نہ کشتی میں کوئی تکلیف نہ اترنے پر کوئی دقت محسوس ہوئی۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اہلِ عقل کے لئے اس واقعہ میں ہماری قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم یہ نشانیاں معلوم کرا کرا پنے بندوں کو آزماتے ہیں کہ دیکھیں کون اُن سے سمجھ اور نفع حاصل کرتا ہے۔ وہ کون سی نشانیاں ہیں جن کی طرف یہاں اشارہ فرمایا گیا۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ خشکی میں طوفانِ عظیم کا آنا اور کافروں کی تمام بستیوں کا غرق ہو جانا اور اہلِ ایمان کا نجات پانا اور اس طرح سے انسانی سلسلہ کا باقی رکھنا کافروں کو ایک مدت دراز تک ڈھیل دینا اور آخر میں اہلِ حق اور اہلِ ایمان کو فتح و کامیابی عطا فرمانا۔ ان تمام امور میں آیاتِ قدرت اور علاماتِ حکمت ہیں تا کہ غور کرنے والے غور کریں اور سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش بہت طویل ہوتی ہے۔ خدا بہت ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ دنیوی آسائش و راحت کی فراوانی۔ مال و اولاد کی کثرت۔ صحت و قوت۔ عزت و حکومت کسی چیز پر نازاں نہ ہونا چاہئے۔ حق سے عدول حکمی کرنے اور صداقت سے منہ پھیرنے کا انجام تباہی ہے۔ آج نہیں تو کل تباہی آئے گی۔ یہ عیش و عشرت اور ناز و نعمت کے اسباب سب ختم ہو جائیں گے۔ نبی کی نافرمانی بلاخیز اور عذاب آفرین ہے۔ آن کی آن میں طوفانِ عظیم برپا کر دیتی ہے اور اللہ کی قدرت قاہرہ بھی غیر متناہی ہے اس کو ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں۔

یہاں ان آیات کا اخیر جملہ و ان کنا لمبتلین اور آزمائش تو ہم کرتے ہی رہتے ہیں یا آزمائش تو ہم کر کے ہی رہتے ہیں اس حقیقت پر خبردار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو بھی اپنی زمین اور اس کی بے شمار چیزوں پر اقتدار عطا کر کے بس یوں ہی نہیں اس کے حال پر چھوڑ دیتا بلکہ اس کی آزمائش کرتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار کو کس طرح استعمال کر رہی ہے۔ قوم نوح کے ساتھ جو کچھ ہوا اسی قانون کے مطابق ہوا اور دوسری کوئی قوم بھی ایسی نہیں کہ آزاد چھوڑ دی جائے اس آزمائش کے معاملہ سے ہر ایک کو لازماً سابقہ پیش آتا ہے۔ اب قوم نوح کے بعد آگے دوسری قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا

پھر ہم نے قوم نوح کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا پھر ہم نے اُن میں ایک پیغمبر کو بھیجا جو اُن میں ہی کے تھے (ان پیغمبر نے کہا) کہ تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اُس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو اور اُن کی قوم میں جو رئیس تھے جنہوں نے کفر کیا تھا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا

بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

اور ہم نے اُن کو دُنیوی زندگی میں عیش بھی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک آدمی ہیں یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو

مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۙ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ

اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو۔اور اگر تم اپنے جیسے ایک آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بیشک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو۔کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے

اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ

کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاؤ گے تو (دوبارہ زندہ کرکے) نکالے جاؤ گے بہت ہی بعید بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے پس زندگی

هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى

تو یہی ہماری دنیوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے۔بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

اور ہم تو ہرگز اسکو سچا نہ سمجھیں گے۔پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اسوجہ سے کہ انہوں نے مجھکو جھٹلایا ارشاد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب

لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

پشیمان ہوں گے۔چنانچہ ان کو ایک سخت آواز نے موافق وعدۂ برحق کے آ پکڑا پھر ہم نے اُنکو خس وخاشاک کی طرح پامال کردیا۔سوخدا کی مار کافر لوگوں پر

| ثُمَّ پھر | اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیا | مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد | قَرْنًا گروہ | اٰخَرِيْنَ دوسرا | فَاَرْسَلْنَا پھر بھیجے ہم نے | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فِيْهِمْ انکے درمیان | رَسُوْلًا رسول | مِّنْهُمْ ان میں سے | اَنْ کہ | اعْبُدُوا تم عبادت کرو | اللّٰهَ اللہ | مَا لَكُمْ نہیں تمہارے لئے | |
| مِنْ اِلٰهٍ کوئی معبود | غَيْرُهٗ اسکے سوا | اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم ڈرتے نہیں؟ | وَقَالَ اور کہا | الْمَلَاُ سرداروں | مِنْ قَوْمِهٖ اسکی قوم کے | | |
| الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے | كَفَرُوْا کفر کیا | وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا | بِلِقَآءِ حاضری کو | الْاٰخِرَةِ آخرت | وَاَتْرَفْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں عیش دیا | | |
| فِى میں | الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی | مَا هٰذَا یہ نہیں | اِلَّا مگر | بَشَرٌ ایک بشر | مِّثْلُكُمْ تمہیں جیسا | يَاْكُلُ وہ کھاتا ہے | مِمَّا اس سے جو |
| تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو | مِنْهُ اس سے | وَيَشْرَبُ اور پیتا ہے | مِمَّا اس سے جو | تَشْرَبُوْنَ تم پیتے ہو | وَلَئِنْ اور اگر | اَطَعْتُمْ تم نے اطاعت کی | |
| بَشَرًا ایک بشر | مِّثْلَكُمْ اپنے جیسا | اِنَّكُمْ بیشک تم | اِذًا اسوقت | لَّخٰسِرُوْنَ گھاٹے میں رہو گے | اَيَعِدُكُمْ کیا وہ وعدہ دیتا ہے تمہیں | | |
| اَنَّكُمْ کہ تم | اِذَا جب | مِتُّمْ مرگئے | وَكُنْتُمْ اور تم ہوگئے | تُرَابًا مٹی | وَّعِظَامًا اور ہڈیاں | اَنَّكُمْ تو تم | مُّخْرَجُوْنَ نکالے جاؤ گے |

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| هَيْهَاتَ بعید ہے | هَيْهَاتَ بعید ہے | لِمَا وہ جو | تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے | اِنْ هِيَ نہیں | اِلَّا مگر | حَيَاتُنَا ہماری زندگی | | |
| الدُّنْيَا دنیا | نَمُوْتُ اور ہم مرتے ہیں | وَنَحْيَا اور ہم جیتے ہیں | وَمَا اور نہیں | نَحْنُ ہم | بِمَبْعُوْثِيْنَ پھر اٹھائے جانے والے | اِنْ نہیں | | |
| هُوَ وہ | اِلَّا مگر | رَجُلُ ایک آدمی | افْتَرٰى اس نے جھوٹ باندھا | عَلَى اللّٰهِ اللہ پر | كَذِبًا جھوٹ | وَمَا اور نہیں | نَحْنُ ہم | |
| لَهٗ اس پر | بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے | قَالَ اس نے عرض کیا | رَبِّ میرے رب | انْصُرْنِيْ میری مدد فرما | بِمَا اس پر جو | | | |
| كَذَّبُوْنِ انہوں نے مجھے جھٹلایا | قَالَ اس نے فرمایا | عَمَّا قَلِيْلٍ بہت جلد | لَيُصْبِحُنَّ وہ ضرور رہ جائیں گے | نٰدِمِيْنَ پچھتانے والے | | | | |
| فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آپکڑا | الصَّيْحَةُ چنگھاڑ | بِالْحَقِّ وعدہ حق کے مطابق | فَجَعَلْنٰهُمْ سو ہم نے انہیں کردیا | غُثَآءً خس و خاشاک | | | | |
| فَبُعْدًا دور ہیں | لِلْقَوْمِ قوم کیلئے | الظّٰلِمِيْنَ ظالم | | | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں یہ تذکرہ کسی اور قوم کا ہے۔ آیات میں کسی قوم کی تخصیص اور تعیین نہیں کی گئی مگر اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے قوم ثمود یا قوم عاد مراد ہے۔ اس طرح ان کے پیغمبر سے مراد حضرت صالح علیہ السلام یا حضرت ہود علیہ السلام ہیں۔ بہرحال آیت میں کوئی تعیین نہیں۔ ممکن ہے کہ عاد اور ثمود کے علاوہ کوئی اور قوم مراد ہو۔ واللہ اعلم۔ حضرت نوحؑ کی وفات کے بعد کچھ زمانہ تک تو لوگ توحید پر قائم ہے جب طویل زمانہ کے بعد پھر حالت بگڑ گئی تو ہدایت کیلئے نبی کو بھیجا گیا۔ نبی نے شرک کی مخالفت کی۔ توحید کا حکم دیا اور عذاب قیامت سے ڈرایا اور نیک عمل کی ہدایت کی۔ وہ لوگ جو مال و دولت کے نشہ میں سرشار تھے اور جنہیں قوم کی سرداری حاصل تھی وہ پیغمبر کی مخالفت میں آگے بڑھے اور وہی بیہودہ کمزور اور بے بنیاد شبہات و اعتراضات پیش کئے جو پہلے گمراہ اپنے پیغمبر کی مخالفت میں پیش کیا کرتے تھے۔ وہ آخرت کے معتقد نہ تھے کہ مرنے کے بعد ایک دن دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔ بس دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا اس بنا پر نبی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے خود تو گمراہ تھے ہی عوام اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی گمراہی میں اپنے ساتھ رکھتے چنانچہ انہوں نے پہلے تو نبی کی ذات پر حملہ کیا اور اپنی قوم کے عوام سے کہا کہ یہ تمہیں جیسے ایک بشر ہیں۔ کھانا پینا۔ سونا جاگنا سب بشری خواص تمہاری طرح ان میں موجود ہیں۔ بظاہر کوئی بات ان میں تم سے سوا نہیں (گویا وہی جاہلانہ خیال کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا) تو اس سے بڑی خرابی اور ذلت کیا ہوگی کہ اپنے جیسے ایک معمولی آدمی کو خواہ مخواہ مخدوم و مطاع ٹھہرالیا جائے۔ تو اپنی قوم کی سیادت کو قائم رکھنے کے لئے عوام کو یہ بتلایا کہ اگر ان کو ہادی و مرشد تسلیم کرلیا تو یہ سب کے آقا اور مقتدا بن جائیں گے ہمارا قومی وقار خاک میں مل جائے گا۔ پھر نبی کی مخالفت میں ان سرداران نے ایک دلیل یہ دی کہ کس قدر بعید از عقل بات یہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہوجانے اور مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اٹھیں گے۔ ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہوگا۔ یہ جو آخرت آخرت اور حساب کتاب سے ڈراتے ہیں تو کہاں کی آخرت اور کہاں کا حساب کتاب۔ ہم تو جانیں یہی ایک دنیا کا سلسلہ اور یہی ایک مرنا جینا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ کوئی پیدا ہوا کوئی فنا ہوگیا۔ آگے بس کچھ نہیں۔ اور یہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرکے عذاب و ثواب دے گا تو یہ دونوں دعوے ایسے ہیں جن کو ہم کبھی تسلیم نہیں کرسکتے۔ خواہ مخواہ جھگڑنے اور دردسری سے کیا فائدہ۔

آخر پیغمبر نے کفار کی طرف سے ناامید ہوکر دعا کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما کہ یہ منکرین برابر مجھ کو جھٹلا رہے ہیں۔ چنانچہ جواباً حق تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ ان پر اب عذاب آیا چاہتا ہے۔ جس کے بعد پچھتائیں گے اور وہ پچھتانا نفع نہ دے گا۔ پھر نتیجہ نافرمانی اور سرکشی کا وہی ہوا جو اس سے پہلے منکرین کا ہوچکا تھا۔ ایک غیبی دھماکے یا چیخ سے کافروں کا ستیاناس ہوگیا۔ اور جس طرح سیلاب خس و خاشاک کو بہالے جاتا ہے اسی طرح عذاب الٰہی کے سیل میں بہے چلے گئے۔ اور اللہ کی پھٹکار کے مستحق بنے اور اس کی رحمت سے دور ہوئے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں بھی یہی جتلانا اور عبرت دلانا مقصود ہے کہ دولت، حکومت، عزت و سیادت یہ سب عارضی آزمائشی چیزیں ہیں۔ اللہ ڈھیل دیتا رہتا ہے مگر اللہ کی ڈھیل امتحانی ہوتی ہے بالآخر سخت ترین گرفت کرلی جاتی ہے۔ باطل و حق کے مقابلہ میں انجام کار حق کا غلبہ اور باطل کی شکست، انبیاء کی فتح اور ان کے حریفوں کی تباہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد آگے دوسری اقوام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٤٣﴾

پھر اُن کے ہلاک ہونے کے بعد ہم نے اور اُمتوں کو پیدا کیا کوئی اُمت اپنی مدّتِ معینہ سے نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

پھر ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجا جب کبھی کسی امت کے پاس اُس امت کا رسول آیا اُنہوں نے اسکو جھٹلایا سو ہم نے ایک کے بعد ایک کا نمبر لگا دیا

وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٤٤﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۥ

اور ہم نے اُن کی کہانیاں بنا دیں۔ سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو ایمان نہ لاتے تھے۔ پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنے احکام اور کھلی دلیلیں دے کر

بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٥﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوْٓا

فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر چنانچہ وہ کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾

آدمی ہیں ایمان لے آئیں حالانکہ اُن کی قوم کے لوگ ہمارے زیرِ حکم ہیں۔ غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے پس ہلاک کیے گئے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ وہ لوگ ہدایت پاویں۔ اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے کو اور ان کی ماں کو بڑی نشانی بنایا

وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾

اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو ٹھیرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ثُمَّ پھر | اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیا | مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد | قُرُوْنًا اُمتیں | اٰخَرِيْنَ دوسری۔اور | مَا تَسْبِقُ نہیں سبقت کرتی ہے | |
| مِنْ اُمَّةٍ کوئی اُمت | اَجَلَهَا اپنی میعاد | وَمَا اور نہ | يَسْتَاْخِرُوْنَ پیچھے رہ جاتی ہے | ثُمَّ پھر | اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے | رُسُلَنَا رسول |
| تَتْرَا پے درپے | كُلَّمَا جب بھی | جَاۗءَ آیا | اُمَّةً کسی امت میں | رَسُوْلُهَا اس کا رسول | كَذَّبُوْهُ انہوں نے اسے جھٹلایا | |
| فَاَتْبَعْنَا تو ہم پیچھے لائے | بَعْضَهُمْ ان میں سے ایک | بَعْضًا دوسرے | وَجَعَلْنٰهُمْ اور اُنہیں بنادیا ہم نے | اَحَادِيْثَ افسانے | | |
| فَبُعْدًا سو دُوری (مار) | لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے | لَّا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لائے | ثُمَّ پھر | اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا | مُوْسٰى موسیٰؑ | |
| وَاَخَاهُ اور ان کا بھائی | هٰرُوْنَ ہارونؑ | بِاٰيٰتِنَا ساتھ (ہماری) اپنی نشانیاں | وَسُلْطٰنٍ اور دلائل | مُّبِيْنٍ کھلے | اِلٰى طرف | |
| فِرْعَوْنَ فرعون | وَمَلَا۟ىِٕهٖ اور اس کے سردار | فَاسْتَكْبَرُوْا تو انہوں نے تکبر کیا | وَكَانُوْا اور وہ تھے | قَوْمًا لوگ | عَالِيْنَ سرکش | |
| فَقَالُوْٓا پس انہوں نے کہا | اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لے آئیں | لِبَشَرَيْنِ دو آدمیوں پر | مِثْلِنَا اپنے جیسے | وَقَوْمُهُمَا اور ان کی قوم | | |
| لَنَا ہماری | عٰبِدُوْنَ بندگی (خدمت) کرنے والے | فَكَذَّبُوْهُمَا پس انہوں نے جھٹلایا دونوں کو | فَكَانُوْا تو وہ ہوگئے | مِنَ سے | | |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| الْمُهْلَكِيْنَ ہلاک ہونے والے | وَ اور | لَقَدْ اٰتَيْنَا تحقیق ہم نے دی | مُوْسَى موسیٰ | الْكِتٰبَ کتاب | لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ لوگ |
| يَهْتَدُوْنَ ہدایت پالیں | وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا | ابْنَ مَرْيَمَ مریم کے بیٹا (عیسیٰ) کو | وَاُمَّهٗ اور ان کی ماں | اٰيَةً ایک نشانی | |
| وَاٰوَيْنٰهُمَا اور ہم نے انہیں ٹھکانہ دیا | اِلٰى طرف۔پر | رَبْوَةٍ ایک بلند ٹیلہ | ذَاتِ قَرَارٍ ٹھہرنے کا مقام | وَّمَعِيْنٍ اور جاری پانی | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہوا تھا اس کے بعد قوم عاد یا ثمود میں سے کسی ایک کا ذکر ہوا تھا۔ اب اجمالاً بعض دوسری اُمتوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ ان امتوں میں سے بعض کا ذکر قدرے تفصیلاً سورۂ اعراف وغیرہ میں گزر چکا ہے جہاں عاد کے بعد ثمود اور ثمود کے بعد قوم لوط اور قوم لوط کے بعد اہل مدین کا ذکر آیا ہے۔

یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک قوم جس نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی ٹھیک اپنے اپنے وعدہ پر ہلاک کی جاتی رہی۔ جو میعاد کسی قوم کی تھی ایک منٹ اس سے آگے پیچھے نہ ہوئی ۔غرض کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا تانتا باندھ دیا کہ یکے بعد دیگرے پیغمبر آتے رہے اور مکذبین کو بھی ایک کے پیچھے دوسرے کو چلتا کرتے رہے۔ ادھر پیغمبروں کی بعثت کا ادھر ہلاک ہونے والوں کا نمبر لگا دیا چنانچہ بہت قومیں ایسی تباہ و برباد کردی گئیں جن کے قصہ کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آج ان کی داستانیں محض عبرت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔ تو انبیاء کی تکذیب ومخالفت کا دور چلتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم الشان دور آیا۔ آپ بڑے جلیل القدر نبی تھے۔ چونکہ آپ کو مستقل کتاب عطا کی گئی تھی اور ایک کثیر التعداد قوم کی نجات کے لئے مامور ومبعوث کیا گیا تھا اس لئے پیغمبروں کے مجمل تذکرہ کے بعد آپ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ صراحۃً کیا گیا اور بتلایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام ہمارا پیغام لے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس پہنچے مگر فرعون اور اس کے درباریوں نے ایک نہ سنی انہیں اپنی حکومت و ریاست اور قوت و دولت پر گھمنڈ تھا اور ان کے دماغ میں اپنی برتری اور بالادستی کا بھوت سمایا ہوا تھا اسلئے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لائے اور کہنے لگے کہ ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں ایمان لے آویں اور ان کے مطیع بن جاویں حالانکہ ان کی قوم کے لوگ یعنی بنی اسرائیل تو خود ہمارے غلام۔ خدمت گار اور زیر حکومت ہیں۔ ہم ان کی بات کیسے مان لیں اور ان کو اپنا سردار کیسے بنالیں ۔غرض انہوں نے دونوں کو جھوٹا بتلایا۔ آخر جب وقت آیا تو وہ بھی اور نافرمانوں کی طرح تباہ ہوئے اور بنی اسرائیل کو نجات مل گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی پیغمبر آتے رہے مگر توریت پر سب کے سب عمل کرتے رہے۔ چھوٹے بڑے صحیفے نازل ہوتے رہے مگر کوئی مستقل شریعت نازل نہیں ہوئی بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اسرائیلی نبوت کا سلسلہ ختم ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑی شان کے ساتھ تبلیغ شروع کی مگر منکرین نے باوجود واضح معجزات کے مخالفت کی اور آپ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ ہے۔ اس وقت شام کے ظالم بادشاہ ہیرودس نے نجومیوں سے یہ سن کر کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سرداری ملے گی بچپن ہی سے آپ کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام آپ کی والدہ ماجدہ الہام ربانی سے آپ کو لے کر ملک مصر میں چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام میں واپس چلی آئیں۔ یہاں آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وتوحید پر دلالت کے لئے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو قدرت کی ایک

بڑی نشانی بنادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے اور چونکہ آپ کو نبی بنانا منظور تھا اور اس وقت ظالم بادشاہ آپ کے بچپن ہی میں درپے قتل ہوگیا تھا اس لئے اس سے بچا کر ان دونوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو سرسبز و شاداب تھی جس سے مراد اکثر مفسرین کے قول کے موافق مصر کی زمین مراد ہے۔ جہاں رہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے۔ اور نبوت عطا ہوئی اور توحید و دعویٰ رسالت میں آپ کی تصدیق ضروری تھی مگر بعض نے مانا اور بعض نے نہ مانا۔

خلاصہ یہ کہ ہر پیغمبر کی امت میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ قریش یا اہلِ مکہ یا عرب کے باشندے جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ باطل پرست گروہ ہمیشہ سے حاملانِ صداقت کی مخالفت کرتا چلا آرہا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین و ملت ایک ہے اور سب کا خدا بھی ایک ہے لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور جدا جدا راہیں نکال لیں۔ اگلی آیات میں اسی مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید اور ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا۔ حق تعالیٰ ان نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بنا دیں اور اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرما دیں۔ گذشتہ نافرمان امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے اور اپنے رسول پاک کی ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝٥١ؕ وَاِنَّ

اے پیغمبرو تم نفیس (پاکیزہ) چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔اور یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے

هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝٥٢ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ

اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے) کہ میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو سوان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریقہ الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کرلیا۔

حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝٥٣ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝٥٤ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ

ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اُسی سے خوش ہے۔سو آپ اُن کو اُن کی جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ

بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝٥٥ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝٥٦

مال واولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ نہیں جانتے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| يٰۤاَيُّهَا اے | الرُّسُلُ رسول | كُلُوْا کھاؤ | مِنَ سے | الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں | وَاعْمَلُوْا اور عمل کرو | صَالِحًا نیک | اِنِّيْ بیشک میں |
| بِمَا اسے جو | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو | عَلِيْمٌ جاننے والے | وَاِنَّ اور بیشک | هٰذِهٖ یہ | اُمَّتُكُمْ تمہاری اُمت | | |
| اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت، اُمتِ واحدہ | وَاَنَا اور میں | رَبُّكُمْ تمہارا رب | فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو | فَتَقَطَّعُوْۤا پھر انہوں نے کاٹ لیا | | | |
| اَمْرَهُمْ اپنا کام | بَيْنَهُمْ آپس میں | زُبُرًا ٹکڑے ٹکڑے | كُلُّ حِزْبٍ ہر گروہ | بِمَا اس پر جو | لَدَيْهِمْ ان کے پاس | فَرِحُوْنَ خوش | |
| فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دے انہیں | فِيْ غَمْرَتِهِمْ ان کی غفلت میں | حَتّٰى تک | حِيْنٍ ایک مدت مقررہ | اَيَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے ہیں | | | |
| اَنَّمَا کہ جو کچھ | نُمِدُّهُمْ ہم مدد کر رہے ہیں انکی | بِهٖ اس کے ساتھ | مِنْ سے | مَالٍ مال | وَبَنِيْنَ اور اولاد | نُسَارِعُ ہم جلدی کر رہے ہیں | |
| | لَهُمْ ان کیلئے | فِي الْخَيْرٰتِ بھلائی میں | بَلْ بلکہ | لَا يَشْعُرُوْنَ وہ شعور (سمجھ) نہیں رکھتے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ پچھلے دو رکوع میں متعدد انبیائے کرام کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کے بعد یآیھا الرسل کہہ کر تمام پیغمبروں کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔تو اس خطاب سے یہ مطلب نہیں کہ کہیں سارے پیغمبر یکجا موجود تھے اور ان سب کو خطاب کر کے یہ مضمون ارشاد فرمایا گیا بلکہ اس خطاب سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہر زمانے میں مختلف قوموں اور مختلف جگہوں میں آنے والے انبیاء کو یہی ہدایت کی گئی تھی اور سب کے سب اختلافِ زمانہ اور مقام کے باوجود ایک ہی حکم کے مخاطب تھے۔

اوپر بتلایا گیا تھا کہ تمام منکرین انبیاء یہی شبہ اور اعتراض پیش کرتے رہے کہ ہم میں اور ان میں جو پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہیں فرق کیا ہے؟ جو ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں۔یہ ملائکہ یا ان کی مانند کیوں نہیں کہ بشریت اور انسانیت کے تقاضوں سے بالاتر ہوتے۔ گویا بشر کا خدا کا رسول یا پیغمبر ہونا ان کے جاہلانہ خیال میں ممکن نہ تھا تو یہاں تمام انبیاء کا ذکر فرما کر ان کے اس شبہ کے جواب میں فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے کہہ دیا تھا کہ طیب یعنی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ پیو تمہارے ہی لئے یہ نعمتیں اللہ نے پیدا کی ہیں۔ ہاں حرام اور گندی چیزیں نہ کھاؤ نہ پیو۔ تو بزرگی یا نبوت و رسالت کا مدار پاک اور حلال چیزوں کے ترک کردینے پر نہیں جیسا یہ منکرین جہلا سمجھے ہوئے ہیں۔

آگے چونکہ تمام انبیاء کو ایک امت ایک جماعت ایک گروہ

قرار دیا گیا ہے۔اس لئے طرز بیان یہاں ایسا اختیار کیا گیا کہ تمام انبیاء کے ایک گروہ ہونے کا نقشہ سامنے آجائے گویا کہ سارے کے سارے انبیاء ایک جگہ جمع ہیں اور سب کو ایک ہی ہدایت دی جارہی ہے۔ یہاں پر یہ تذکرہ کردینا باعث دلچسپی ہوگا کہ یا یھا الرسل کے اس خطاب اور طرز کلام کی لطافت و بلاغت بعض اس چودھویں صدی کے گمراہوں کے سمجھ میں نہ آئی اور وہ اس سے یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ یہ خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء کی طرف ہے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کے جاری ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ استغفر اللہ۔ اہل اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہے۔اس کے خلاف عقیدہ کفر ہے۔مگر خود ساختہ نبوت اور اس کے گمراہ متبعین کو کچھ نہ کچھ دلیل تو پیش کرنا ہی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تو یہاں اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ پاک اور حلال چیزیں حلال طریقوں سے حاصل کی ہوئی کھائیں اور نیک اعمال بجالایا کریں۔ یہاں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عمل صالح سے پہلے طیبات کھانے کی ہدایت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اعمال صالحہ کے لئے یہ شرط اول ہے کہ آدمی رزق حلال کھائے۔حرام خوری کے ساتھ عمل صالحہ کے کوئی معنی نہیں۔حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ خود پاک ہے اس لئے پاک ہی چیز کو پسند کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائی اور اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص لمبا سفر کر کے غبار آلود اور پراگندہ حال آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے یارب یارب مگر حال یہ ہوتا ہے کہ رزق اس کا حرام لباس اس کا حرام اور جسم اس حرام کے رزق سے پلا ہوا اب کس طرح ایسے شخص کی دعا قبول ہو۔تو حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا کھانا پینا پہننا حرام کا ہوا اسے اپنی دعا کی قبولیت کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو گوشت حرام سے اگا ہو۔ دوزخ کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔(العیاذ باللہ)

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ حلال کھانے اور نیک کام کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام کھلے اور چھپے احوال وافعال سے باخبر ہے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین و ملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور جدا جدا راہیں نکال لیں۔اس طرح سینکڑوں مذہب فرقہ بن گئے۔ یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھلائی۔ ان کے ہاں صرف فروعی اختلاف تھا۔اصول دین میں سب بالکلیہ متفق رہے ہیں۔اور پھر ہر فرقہ اور ہر گروہ یہی سمجھتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔تو یہاں اصل دین حق کی وحدت اور بعد کے ایجاد کردہ مذاہب کی حقیقت بیان فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے اور ملتیں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے کسی طرح اس سے ہٹنا نہیں چاہتا خواہ آپ کتنی ہی نصیحت فرمائیں تو آپ بھی ان کے غم میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ ان کو تھوڑی سی مہلت دیجئے یہ اپنی جہالت اور غفلت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آپہنچے جب کہ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں یعنی موت یا عذاب الٰہی ان کے سروں پر منڈلانے لگے۔

پھر کفار کا خیال تھا کہ ان کے پاس کثرت مال و اولاد ان کے مذہب کی صداقت کی بنا پر ہے جیسا کہ آج بھی ظاہر بین طبقہ کے لئے کفار کے مال و ثروت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت نظر فریب اور دلکش ہوتی ہے تو کفار عرب کہتے کہ اگر یہ اہل

ایمان حق پر ہوتے تو افلاس اور خستہ حالی میں کیوں مبتلا ہوتے۔ دنیوی عیش ودولت ان کو کیوں حاصل نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ یہ منکرین سمجھتے نہیں کہ مال واولاد کی یہ افراط ان کی فضیلت وکرامت کی وجہ سے نہیں بلکہ امہال اور استدراج کی بنا پر ہے۔ جتنی ڈھیل دی جارہی ہے اسی قدر ان کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہورہا ہے۔

تو یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یا قوم یا جماعت ایک طرف تو حق سے منکر ومنحرف اور فسق وفجور اور ظلم وطغیان میں مبتلا ہو اور دوسری طرف اس پر دنیوی نعمتوں کی بارش ہورہی ہو تو قرآن وحدیث دونوں کی رُو سے یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شدید ترین آزمائش میں ڈال دیا ہے اور اس پر یہ خدا کی رحمت نہیں بلکہ اس کی پکڑ اور سزا کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ جیسا کہ ساتویں پارہ سورۂ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **فلما نسوا ماذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شيء حتى اذا فرحوا بما اوتوا اخذنهم بغتة فاذاهم مبلسونo** (پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے تو ہم نے ان کو دفعۃً پکڑلیا۔ پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے)۔ اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتے ہیں تو دو وصف ان میں پیدا کردیتے ہیں۔ ایک ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی۔ دوسرے عفت وعصمت۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنا رشتہ توڑلینا چاہتے ہیں تو اسے کشائش رزق عطا فرمائی جاتی ہے۔ اور ان پر خیانت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جب وہ مغرور ہوجاتے ہیں تو ناگہاں انہیں پکڑلیتا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش وتنعم اللہ نے اسے دے رکھا ہے۔ یعنی باوجود گناہوں اور نافرمانیوں پر جمے رہنے کے نعمت اور دولت اس پر برس رہی ہے تو یقین کرلو کہ یہ خدا کی ڈھیل کا وقت گزر رہا ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سورۂ انعام والی آیات پڑھیں۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پر رزق وسیع ہوتا ہے وہ اس بات پر غور ہی نہیں کرتا کہ یہ بھی خدا کی ایک سیاست ہے اور جس کو تنگ حالی ہو وہ بھی غور نہیں کرتا کہ اس کی آزمائش کی گئی ہے، رب کعبہ کی قسم جب گناہ گاروں کو پکڑنا مقصود ہوتا ہے تو دنیا میں انہیں سرسبز رکھا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے اس حقیقت کو مختلف جگہوں پر مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تاکہ اصل حقیقت خوب واضح ہوجائے اور یہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے کہ اصل صلاح وفلاح اور کامیابی کیا ہے؟ اور کن امور میں ہے؟ اسی کو اگلی آیات میں واضح فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اور حقیقی صلاح وفلاح حاصل کرنے کے لئے ہم کو توفیق حسن عطا فرمائیں۔ اور دنیا میں اپنی ہی عطا کردہ نعمتوں کی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں تاکہ ان نعمتوں کا استعمال کر کے ہم کو مالکِ حقیقی اور معبودِ حقیقی کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب ہو، حق تعالیٰ ہم کو اکلِ حلال نصیب فرمائیں۔ اور اس کو ذریعۂ اعمال صالح کا بنادیں اور دین حقیقی یعنی اسلام جو تمام انبیاء کا دین ہمیشہ رہا ہے اس پر ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ دین میں آپس میں اختلاف اور تفرقہ بندی کی لعنت سے امت مسلمہ کو بچائیں اور جن پر یہ تفرقہ بندی کی لعنت مسلط ہے اللہ تعالیٰ ان کو بصیرت وہدایت عطا فرمائیں اور اس لعنت کو ان سے دور فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝٥٧ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝٥٨

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں

وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝٥٩ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ

اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں

إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝٦٠ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ۝٦١ وَلَا نُكَلِّفُ

کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کررہے ہیں اور وہ اُن کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اور ہم کسی کو

نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝٦٢

اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے اور ہمارے پاس ایک دفتر نامۂ اعمال کا محفوظ ہے جو ٹھیک ٹھیک بتادیگا اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّ بیشک | اَلَّذِیْنَ جو لوگ | ھُمْ وہ | مِنْ سے | خَشْیَۃِ ڈر | رَبِّھِمْ اپنا رب | مُشْفِقُوْنَ ڈرنے والے سہمے ہوئے | وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ |
| ھُمْ وہ | بِاٰیٰتِ آیتوں پر | رَبِّھِمْ اپنا رب | یُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں | وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ | ھُمْ وہ | بِرَبِّھِمْ اپنے رب کے ساتھ | |
| لَا یُشْرِکُوْنَ شریک نہیں کرتے | وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ | یُؤْتُوْنَ دیتے ہیں | مَآ اٰتَوْا جو وہ دیتے ہیں | وَقُلُوْبُھُمْ اور ان کے دل | | | |
| وَجِلَۃٌ ڈرتے ہیں | اَنَّھُمْ کہ وہ | اِلٰی طرف | رَبِّھِمْ اپنا رب | رٰجِعُوْنَ لوٹنے والے | اُولٰٓئِکَ یہی لوگ | یُسَارِعُوْنَ جلدی کرتے ہیں | |
| فِی الْخَیْرٰتِ بھلائیوں میں | وَھُمْ اور وہ | لَھَا ان کی طرف | سٰبِقُوْنَ سبقت لے جانیوالے ہیں | وَلَا نُکَلِّفُ اور ہم تکلیف نہیں دیتے | | | |
| نَفْسًا کسی کو | اِلَّا مگر | وُسْعَھَا اسکی طاقت کے مطابق | وَلَدَیْنَا اور ہمارے پاس | کِتٰبٌ ایک کتاب (رجسٹر) یَنْطِقُ وہ بتلاتا ہے | | | |
| بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک | وَھُمْ اور وہ (اُن) | لَا یُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے (ظلم نہ ہوگا) | | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و منکرین کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کے پاس دنیا اور مال و دولت کی کثرت ان کے عقائد و مذہب کی صداقت کی بنا پر ہے اور اسی بناء پر کفار عرب یہ کہتے کہ اگر یہ اہل ایمان حق پر ہوتے تو افلاس اور خستہ حالی میں کیوں مبتلا ہوتے۔ یہ دھوکا عام اور عالمگیر ہے۔ آج بھی بہت سے مذہب والے اسی خیال میں مبتلا ہیں کہ جو دنیوی عیش و راحت کو اپنی حقانیت اور مقبولیت کی دلیل سمجھ رہے ہیں حالانکہ قدرت کے نظام میں قانونِ ربوبیت کے ماتحت تو سانپوں اور بچھوؤں تک کی پرورش و کفالت ہوتی رہتی ہے۔ تو کفار و منکرین کے مذکورہ بالا خیال کا گذشتہ آیات میں رد فرمایا گیا تھا کہ حقیقتِ حال یہ نہیں کہ جو یہ منکرین مادی تصور رکھنے والے سمجھ رہے ہیں جن کے نزدیک جس کو اچھا کھانا پینا۔ اچھا لباس۔ اچھی رہائش مل گئی اور جن کو مال و دولت سے نواز دیا گیا اور جسے معاشرے میں بڑائی اور سرداری حاصل ہوگئی بس اس نے فلاح پالی اور جو اس سے محروم رہا وہ ان کے خیال میں ناکام و نامراد رہا۔ اس غلط فہمی کی اوپر تردید فرمادی گئی تھی۔ اب اس کے بعد ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ صلاح و فلاح۔ خیرات و برکات کے حصول کی اصلی راہ کیا ہے اور وہ کون ہیں جو حقیقی

دولت کے خزانے جمع کرتے چلے جارہے ہیں اور جن کی کامرانیاں کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ درحقیقت اہلِ صدق اور اصحابِ خیر و برکات وہ لوگ ہیں جن کے اندر یہ چار صفات پائی جاتی ہیں۔

ایک: جو اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں یعنی وہ دنیا میں خدا سے بے خوف اور بے فکر ہو کر نہیں رہتے کہ جو دل چاہے کرتے رہیں اور کبھی نہ سوچیں کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے جو ظلم وزیادتی پر پکڑنے والا ہے۔

دوسرے: وہ جو اللہ کے احکام اور اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

تیسرے: وہ کہ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے یعنی وہ اللہ کے ساتھ ربوبیت۔ الوہیت اور عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتے یعنی نہ کسی کو اپنا حاجت روا جانتے ہیں۔ نہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرتے ہیں نہ ان اوصاف میں جو باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں کسی کو اس کا ساتھی اور شریک خیال کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ کے احکام اور آیات پر ایمان رکھنا جس کا اوپر ذکر ہوا اس سے خود یہ لازم آتا ہے کہ انسان توحید کا قائل اور معتقد ہو لیکن اس کے باوجود شرک نہ کرنے کا ذکر الگ کیا گیا کہ بسا اوقات انسان آیات کو مان کر بھی کسی نہ کسی طرح شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ مثلاً ریا کہ کوئی عبادت یا عمل صالح دوسروں کے دکھانے اور سنانے کیلئے کرنا یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ یا انبیاء یا اولیاء کی تعظیم میں ایسا مبالغہ کرنا کہ جو شرک تک پہنچادے یا غیر اللہ سے دعائے استعانت کرنا۔ یا احکامِ الٰہیہ کے مقابلہ میں غیر الٰہی قوانین کا برضا و رغبت اتباع کرنا اس کے علاوہ شرک جلی اور خفی کے اور بھی بہت سے اقسام ہیں جو علمائے محققین نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جمع فرمائے ہیں تو ایمان بآیاتِ اللہ کے بعد شرک کی نفی کا الگ ذکر کرنے کے مطلب یہ ہوئے کہ وہ اللہ کے لئے اپنی بندگی۔ اطاعت اور عبودیت کو بالکل خالص کر لیتے ہیں۔ ہر ایک عمل صدق و اخلاق سے ادا کرتے ہیں اور شرک کا شائبہ بھی نہیں آنے دیتے۔

چوتھے: جو لوگ ایسے ہیں کہ وہ جو کچھ خیر خیرات، صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ دیتے ہیں۔ یا اللہ کی فرمانبرداری میں جو کچھ بھی نیکیاں یا اعمال صالحہ کرتے ہیں وہ ایسی حالت میں کرتے ہیں کہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ دیکھئے یہ ہمارا دیا ہوا مال یا کیا ہوا عمل قبول ہوتا ہے یا نہیں۔ وہ اپنے مقدور بھر سب کچھ کر کے بھی ڈرتے ہیں کہ خدا جانے یہ قبول ہو یا نہ ہو۔ ہمارے گناہوں کے مقابلہ میں یہ عمل وزنی ثابت ہو یا نہ ہو۔ ہمارے رب کے ہاں ہماری مغفرت و اجر و ثواب کے لئے یہ کافی ہو یا نہ ہو گویا انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کر کے یا کوئی نیکی اور عمل کر کے اپنے عمل پر غرور و پندار نہیں ہوتا۔ نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔

ترمذی شریف اور ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کام کر کے ڈرنے والے کیا وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں یا چوری کرتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی یہ بات نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اس کے باوجود اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ شاید ہمارے یہ عمل اللہ کے نزدیک ہماری کسی کوتاہی کے سبب قبول نہ ہوں تو معلوم ہوا کہ ایک مومن مخلص کس کیفیت قلبی کے ساتھ اعمال صالحہ اور اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ حضرت حسن

بصریؒ کا مقولہ ہے کہ مومن نیکی کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کرتا ہے اور پھر بھی بے فکر رہتا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیک عمل کر کے اتنا ڈرتے تھے کہ تم برے عمل کر کے بھی اتنا نہیں ڈرتے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود عمر بھر کی بے نظیر دینی خدمات اور ذخیرۂ اعمال صالحہ کے اور عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو خدا کے محاسبہ سے ڈرتے ہوئے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر آخرت میں میں برابر سرابر بھی چھوٹ جاؤں تو غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضراتِ کاملین کی خوف وخشیت کا کوئی ذرہ ہمارے قلوب میں بھی ڈال دیں۔ آمین۔

یہ چار صفات بیان فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ جن میں یہ صفات ہوں درحقیقت ایسے ہی لوگ اصلی بھلائی، خیر اور فلاح کو تیزی سے حاصل کر رہے ہیں اور حقیقی دولت کے خزانے جمع کرتے چلے جا رہے ہیں نہ کہ اموال واولاد کی کثرت اور دنیوی عیش وراحت کی بہتات معیار ہیں خیر وصلاح وفلاح کے جیسا کہ یہ کفار منکرین گمان کرتے ہیں پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو اوپر بھلائیاں لوٹنے والوں اور سبقت کر کے انہیں حاصل کرنے والوں کی صفات اور اعمال وخصائل بتلائے گئے تو یہ کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن کا اٹھانا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اللہ کے اوامر ونواہی ناقابلِ برداشت نہیں۔ شریعت کے احکام کی پابندی غیر معمولی بار نہیں کہ جو اٹھ نہ سکے یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہی نہیں کہ انسان کو ایسے احکام کی تکلیف دیں کہ جو ان کی طاقت سے باہر ہوں۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جن کو اگر توجہ کرو تو بخوبی حاصل کر سکتے ہو۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک شخص کا الگ الگ نامۂ اعمال مرتب ہو رہا ہے جس میں اس کی ایک ایک بات ایک ایک حرکت حتیٰ کہ دلی عزم اور ارادوں تک کی ایک ایک حالت ثبت کی جا رہی ہے اور یہ اعمال نامہ قیامت کے دن سب کے سامنے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے اور ان ہی کے موافق جزا وسزا دی جائے گی جس میں رتی برابر ظلم نہ ہوگا نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی نہ کسی کا اجر کم کیا جائے گا نہ بے وجہ بے قصور کسی پر کوئی الزام ڈالا جائے گا۔ نہ کسی کو بے جا سزا دی جائے گی نہ کسی کو حق کے مطابق بے جا انعام سے محروم کیا جائے گا۔

یہ تو مؤمنین، مخلصین صادقین کی حالت بیان ہوئی اب ان کے برعکس کفار کا حال آگے بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے خوف وخشیت کا وہ حصہ عطا فرمائیں کہ جو ہم کو احکامِ الٰہیہ کی پوری تابعداری نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ ایمان اور اسلام نصیب فرمائیں جس میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہمارا حساب آسان فرمادیں اور اپنی مغفرت ورحمت سے ہم سب کو نوازیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِىْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى

بلکہ اُن کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے جہالت میں ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم

اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

جب ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں دھر پکڑیں گے تو فوراً چلا اُٹھیں گے اب مت چلاؤ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا

میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سُنائی جایا کرتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ تکبر کرتے تھے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے بیہودہ بکتے تھے

تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا

تو کیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا اُن کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو اُن کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی۔ یا یہ لوگ اپنے رسول سے واقف نہ تھے

رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ

اس وجہ سے اُن کے منکر ہوئے یا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں۔ بلکہ یہ رسول اُن کے پاس حق بات لیکر آئے ہیں

وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور ان میں اکثر لوگ حق سے نفرت رکھتے ہیں۔

| بَلْ بلکہ | قُلُوْبُهُمْ ان کے دل | فِىْ غَمْرَةٍ غفلت میں | مِّنْ هٰذَا اس سے | وَلَهُمْ اور انکے | اَعْمَالٌ اعمال | مِّنْ دُوْنِ علاوہ | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ذٰلِكَ اس | هُمْ لَهَا وہ انہیں | عٰمِلُوْنَ کرتے رہتے ہیں | حَتّٰٓى اِذَآ یہاں تک کہ جب | اَخَذْنَا ہم نے پکڑا | مُتْرَفِيْهِمْ انکے خوشحال لوگ | | |
| بِالْعَذَابِ عذاب میں | اِذَا هُمْ اس وقت وہ | يَجْـَٔرُوْنَ فریاد کرنے لگے | لَا تَجْـَٔرُوا تم فریاد نہ کرو | الْيَوْمَ آج | اِنَّكُمْ بیشک تم | | |
| مِّنَّا ہم سے | لَا تُنْصَرُوْنَ تم مدد نہ دیے جاؤ گے | قَدْ كَانَتْ البتہ تھیں | اٰيٰتِىْ میری آیتیں | تُتْلٰى پڑھی جاتی تھیں | عَلَيْكُمْ تم پر | | |
| فَكُنْتُمْ تو تم تھے | عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ اپنی ایڑیوں کے بل | تَنْكِصُوْنَ پھر جاتے | مُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرتے ہوئے | بِهٖ اسکے ساتھ | | | |
| سٰمِرًا افسانہ گوئی کرتے ہوئے | تَهْجُرُوْنَ بیہودہ بکواس کرتے ہوئے | اَ کیا | فَلَمْ يَدَّبَّرُوا پس انہوں نے غور نہیں کیا | الْقَوْلَ کلام | | | |
| اَمْ یا | جَآءَهُمْ انکے پاس آیا | مَّا جو | لَمْ يَاْتِ نہیں آیا | اٰبَآءَهُمُ ان کے باپ دادا | الْاَوَّلِيْنَ پہلے | اَمْ یا | لَمْ يَعْرِفُوْا انہوں نے نہیں پہچانا |
| رَسُوْلَهُمْ اپنے رسول | فَهُمْ تو وہ | لَهٗ اس کے | مُنْكِرُوْنَ منکر ہیں | اَمْ یا | يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں | بِهٖ اس کو | جِنَّةٌ دیوانگی |
| بَلْ بلکہ | جَآءَهُمْ وہ آیا انکے پاس | بِالْحَقِّ ساتھ حق بات | وَاَكْثَرُهُمْ اوران میں سے اکثر | لِلْحَقِّ حق سے | كٰرِهُوْنَ نفرت رکھنے والے | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مؤمنین ومخلصین کی حالت اور ان کے اعمال وخصائل کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب ان کے مقابل اور برعکس کفار منکرین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین تو شک وتردد، غفلت وجہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ بڑا گناہ تو انکا یہ ہوا لیکن اس کے علاوہ اور بہت سے گناہ ہیں جن کو وہ دن رات سمیٹ رہے ہیں لیکن جب یہ دنیوی یا اخروی عذاب میں پکڑے جائیں گے تو پھر چلائیں گے اور شور

مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ یہاں آیت میں کفار و دولت مندوں اور مالداروں کے گرفتار عذاب ہونے اور چلا اٹھنے کی صراحت ہے جس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ جب ان کے خوشحال جن کے پاس خدم، حشم، مال، دولت، حکومت، سلطنت سب کچھ ہے جب ان پر عذاب نازل ہوگا اور یہ چلا اٹھیں گے اور ان کا سارا انکار و تکبر کافور ہو جائے گا تو ان کے متبعین اور حامی غریب غربا تو کس شمار میں ہیں اور وہ تو عذاب سے کیا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ تو جب دولت مند کافروں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ دہائی دینے لگیں گے اور چلائیں گے اور شور مچائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ چلاؤ مت۔ یہ سب چیخ و پکار بیکار ہے۔ آج کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اللہ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے کیونکہ یہ دارالجزاء ہے۔ دارالعمل نہیں کہ چلانا اور رونا پیٹنا اور عاجزی کرنا مفید ہو۔ اب کیوں شور مچاتے ہو وہ وقت یاد کرو کہ جب خدا کے پیغمبر آیاتِ الٰہیہ پڑھ کر سناتے تھے تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ سننا بھی گوارا نہ تھا۔ تمہاری شیخی اور تکبر اجازت نہ دیتا تھا کہ حق کو قبول کرو اور پیغمبر کی بات پر کان دھرو۔ پیغمبر کی مجلس سے ایسے بھاگتے تھے گویا کسی فضول قصہ کو چھوڑ کر چلے گئے اور پیغمبر علیہ السلام اور قرآنِ کریم کی نسبت باتیں بناتے کہ کوئی اسکو سحر کہتا کوئی شاعری کہتا۔ کوئی کہانت کہتا۔ اور کوئی کچھ اور۔ اس طرح کی بکواس کیا کرتے تھے آج اسی کا مزہ چکھو۔ چیخنے چلانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جیسا تم نے دارالعمل میں کیا آج ویسا دارالجزا میں بھگتو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو قرآن کی اور صاحبِ قران کی تکذیب کر رہے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس کلام الٰہی میں غور فکر نہیں کیا ورنہ حقیقت حال منکشف ہو جاتی کہ بلاشبہ یہ کلام اللہ جل شانہ کا ہے۔ جس میں ان کی بیماریوں کا صحیح علاج بتایا گیا ہے۔ آگے منکرین کے اعراض و تکذیب کی دوسری وجوہات پر روشنی ڈال کر ان کی بھی تردید فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ منکرین اعراض و تکذیب پر اس لئے تلے ہوئے ہیں کہ ان کے پاس یہ کوئی انوکھی چیز آ گئی ہے۔ نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ پیغمبر ہوئے یا پیغمبر کے تابع ہوئے۔ آسمانی کتابیں بھی برابر اترتی رہی ہیں کبھی کہیں اور کبھی کہیں، سو یہ قرآن کا نازل ہونا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر خدا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں جس کی نظیر اور نمونہ پیشتر سے موجود نہ ہو۔ ہاں جو اکمل ترین اور اشرف ترین کتاب اب آئی تو اس کا مقتضا یہ تھا کہ اور زیادہ اس نعمت کی قدر کرتے اور آگے بڑھ کر اس کی آواز پر لبیک کہتے نہ کہ اعراض و انکار۔ آگے منکرین کے اعراض و روگردانی کی تیسری وجہ بیان فرما کر اس کی تردید بھی فرمائی جاتی ہے یعنی کیا یہ منکرین اللہ کے رسول کی اس لئے تکذیب و انکار کر رہے ہیں کہ ان کو پیغمبر خدا کے احوال سے آگاہی اور واقفیت نہیں؟ حالانکہ سارا عرب جانتا ہے کہ آپ بچپن سے صادق و امین اور عفیف و پاکباز تھے۔ آپ کی صداقت و امانت وایفائے عہد اور حسنِ سلوک سے تمام لوگ واقف تھے۔ اس لئے نبوت سے قبل ہی تمام قوم کی طرف سے صادق و امین کا لقب پا چکے تھے تو ایسے مشہور و معروف راستباز بندے کی نسبت کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے اور نبی ہونے کا غلط دعویٰ کرنے لگے۔ جو شخص لوگوں کا امین ہو وہ خدا کی امانت میں کس طرح خیانت کر سکتا ہے۔ جو شخص مخلوق سے وعدہ کر کے خلاف ورزی نہ کرے وہ اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کیونکر کر سکتا ہے؟ لہٰذا رسولِ پاک کو نہ ماننے اور قرآنی ہدایت سے منہ موڑنے کی یہ وجہ بھی نہیں ہو سکتی۔ آگے چوتھی وجہ ظاہر فرما کر اس کی تردید بھی فرمائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ یہ منکرین نعوذ باللہ رسول خدا کے متعلق جنون اور دیوانگی کے قائل ہیں کہ مجنون کی بات کو کون مانتا ہے اور کون اس کی پیروی کرتا ہے تو سودائیوں اور دیوانوں کی باتیں کہیں ایسی کھری اور سچی ہوتی ہیں۔ آپ کا تو اعلیٰ درجہ کا صائب الرائے ہونا بھی ظاہر ہے۔ آپ کی عقل و فہم اور خوش تدبیری کی تو نبوت سے پہلے کی زندگی بھی شاہد ہے تو پھر آپ کے قول اور ہدایت سے نفرت و انکار کے کیا معنیٰ؟ اخیر میں حقیقت حال کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ واقع میں ان میں سے کوئی وجہ بھی معقول نہیں، بلکہ اصلی وجہ اور حقیقت یہ ہے کہ بیشک آپ جو کچھ لائے ہیں حق ہے مگر حق بات چونکہ ان کی اغراض و خواہشات کے موافق نہ تھی اس لئے بری لگتی تھی اور وہ قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ابھی آگے ان ہی منکرین کے متعلق مضمون جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

اور اگر دین حق اُن کے خیالات کے تابع ہو جاتا تو تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے۔ بلکہ ہم نے اُن کے پاس انکی نصیحت کی بات بھیجی

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧١﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ﴿٧٢﴾ وَ

سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔ یا آپ اُن سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے۔

إِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلٰى صِرٰطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرٰطِ

اور آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) راستہ سے ہٹتے جاتے ہیں۔

لَنٰكِبُونَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ لَلَجُّوا فِي طُغْيٰنِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٥﴾

اور اگر ہم ان پر مہربانی فرمادیں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دُور بھی کر دیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰى إِذَا فَتَحْنَا

اور ہم نے ان کو گرفتارِ عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی۔ یہاں تک کہ ہم جب

عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٧﴾ ع

اُن پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جائیں گے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَوْ اور اگر | اتَّبَعَ پیروی کرتا | الْحَقُّ حق اللہ | أَهْوَاءَهُمْ انکی خواہشات | لَفَسَدَتِ البتہ درہم برہم ہو جاتا | السَّمٰوٰتُ آسمان | وَالْأَرْضُ اور زمین |
| وَمَنْ اور جو | فِيهِنَّ ان کے درمیان | بَلْ بلکہ | أَتَيْنٰهُمْ ہم لائے ہیں انکے پاس | بِذِكْرِهِمْ ان کی نصیحت | فَهُمْ پھر وہ | |
| عَنْ ذِكْرِهِمْ اپنی نصیحت سے | مُعْرِضُونَ روگردانی کرنیوالے ہیں | أَمْ تَسْأَلُهُمْ کیا تم ان سے مانگتے ہو | خَرْجًا اجر | فَخَرَاجُ تو اجر | | |
| رَبِّكَ تمہارا رب | خَيْرٌ بہتر | وَهُوَ اور وہ | خَيْرُ الرّٰزِقِينَ بہترین روزی دہندہ ہے | وَإِنَّكَ اور بیشک تم | لَتَدْعُوهُمْ انہیں بلاتے ہو | |
| إِلٰى طرف | صِرٰطٍ راہ۔راستہ | مُسْتَقِيمٍ سیدھا۔راستہ | وَإِنَّ اور بیشک | الَّذِينَ جو لوگ | لَا يُؤْمِنُونَ ایمان نہیں لاتے | بِالْآخِرَةِ آخرت پر |
| عَنِ سے | الصِّرٰطِ راہِ حق | لَنٰكِبُونَ البتہ ہٹے ہوئے ہیں | وَلَوْ اور اگر | رَحِمْنٰهُمْ ہم ان پر رحم کریں | وَكَشَفْنَا اور ہم دُور کردیں | |
| مَا بِهِمْ جو اُن پر | مِنْ ضُرٍّ جو تکلیف | لَلَجُّوا اڑے رہیں | فِي میں۔پر | طُغْيٰنِهِمْ اپنی سرکشی | يَعْمَهُونَ بھٹکتے رہیں | وَ اور |
| لَقَدْ أَخَذْنٰهُمْ البتہ ہم نے انہیں پکڑا | بِالْعَذَابِ عذاب میں | فَمَا اسْتَكَانُوا پھر انہوں نے عاجزی نہ کی | لِرَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے | | | |
| وَمَا يَتَضَرَّعُونَ اور وہ نہ گڑگڑائے | حَتّٰى یہاں تک کہ | إِذَا جب | فَتَحْنَا ہم نے کھول دیئے | عَلَيْهِمْ ان پر | بَابًا دروازے | |
| | ذَا عَذَابٍ عذاب والا | شَدِيدٍ سخت | إِذَا هُمْ تو اس وقت وہ | فِيهِ اس میں | مُبْلِسُونَ مایوس ہوئے | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں منکرین کے خیال میں جو وجوہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نہ ماننے کی ہو سکتی تھیں وہ بیان فرما کر ان کی تردید فرمائی گئی تھی اور حقیقت حال کو واضح کیا گیا تھا کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات

برحق ہیں مگر چونکہ یہ برحق باتیں ان منکرین کی اغراض و خواہشات کے موافق نہیں۔اس لئے یہ انہیں بری لگتی ہیں اوران کو قبول کرنے کو وہ تیار نہیں ہوتے۔اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر سچی بات ان منکرین کو بری لگتی ہے تو لگے۔صداقت وحقانیت ان کی خوشی اور خواہش کے تابع نہیں ہوسکتی۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی قلبی خواہشات کے مطابق شریعت کو ان کے موافق نازل کردے تو نظم عالم تباہ ہوجائے کیونکہ مشرکوں کی قلبی خواہشات میں سے شرک بھی ہے اور شرک تمام تباہیوں کا سرچشمہ ہے۔اس لئے حق تعالیٰ عزوجل نے جو قرآن نازل فرمایا وہ عین حق ہے اور جو شریعت بھیجی وہ عین صواب ہے۔آدمی اس دنیا میں راہِ آخرت کا مسافر ہے۔اس کی منزل اخروی زندگانی ہے۔اگر اس دنیا کی اندھیری میں خواہشِ نفس کے مطابق چلے گا اور صاحبِ بصیرت تجربہ کار رہنما کی پیروی نہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ کسی خندق وکھائی میں گرکر ہلاک ہوگا۔تو ان منکرین میں یہی ایک عیب نہیں کہ حق سے کراہت و نفرت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دوسرا عیب بھی ہے کہ اپنے لئے جو امر نافع ہے اس سے بھی اعراض کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے تو ان کے پاس ان کے نفع کے لئے اس قرآن کو اپنے رسول پر نازل فرمایا اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ اس دعوتِ حق تبلیغ ونصیحت وخیرخواہی پر ان سے کسی معاوضہ کے بھی طلب گار نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دارین کی جو دولت آپ کو عطا فرمائی ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے۔آپ کی صدق امانت کا حال سب کو معلوم ہے۔ جو کلام آپ لائے ہیں اس کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔آپ ان سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں جس راستہ کی طرف آپ بلاتے ہیں بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے جس کو ہر سیدھی عقل والا بسہولت سمجھ سکتا ہے۔کوئی ایچ پیچ نہیں۔ٹیڑھا ترچھا نہیں ہاں اس پر چلنا انہی کا حصہ ہے جو موت کے بعد دوسری زندگی مانتے ہوں اور اپنی بدانجامی سے ڈرتے ہوں۔ جسے انجام کا ڈر اور فکر عاقبت ہی نہیں وہ کب سیدھے راستے پر چلے گا۔یقیناً ٹیڑھا رہے گا اور سیدھی سی بات کو بھی اپنی کجروی سے کج بنالے گا۔ اور ان کی قساوت وعناد کی تو یہ حالت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ان پر رحم فرمادیں اور وہ تکلیف جس میں آج کل وہ مبتلا ہیں دور کردیں تو بھی یہ اپنے کفر وعناد اور سرکشی وتکبر سے نہ ہٹیں گے۔ یہاں اشارہ ہے اس تکلیف اور مصیبت کی طرف جب کہ مکہ والوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک مرتبہ شدید قحط پڑا تھا۔صحیحین کی روایت ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے سے پیہم انکار کیا اور سخت مزاحمت شروع کردی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

**اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف**

''اے اللہ! ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔یوسف کے ہفت سالہ قحط جیسے سات برسوں سے۔''

چنانچہ ایسا سخت قحط شروع ہوا کہ اہل مکہ کو مردار جانور کتے اور ہڈیاں تک کھانے کی نوبت آگئی اور کفار سات برس تک اس قحط میں مبتلا رہے۔ بالآخر اس مصیبت سے تنگ آکر ابوسفیان جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم کو اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ہم لوگ خون اور اونٹوں کا اون بھی کھا گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم آگیا اور رفع قحط کی دعا فرمائی، چنانچہ وہ قحط دور ہوگیا۔تو یہاں آیت میں اسی قحط کی تکلیف کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی

21

قساوت وعناد کی تو یہ حالت ہے کہ یہ مصائب وبلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور قحط وغیرہ آفات مسلط ہوئیں تب بھی عاجزی کر کے خدا کی بات نہ مانی اور اس عذابِ قلیل سے بھی یہ لوگ خدا کی طرف نہ جھکے اور بارگاہِ الٰہی میں تضرع وزاری نہ کی اب جب عذابِ شدید یعنی عذاب بعد الموت کا دروازہ ان پر کھول دیا جائے گا تو اس وقت یہ بالکل ناامید اور حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ یہ کیا ہو گیا اور سب نشہ ہرن ہو جاویگا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بلیات ومصائب مثل قحط وغیرہ یہ سب قہرِ الٰہی کی نشانیاں ہیں اور مقصد ان سے یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کو دیکھ کر حق تعالیٰ کے آگے فروتنی اور عاجزی اختیار کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر سخت عذاب کو دعوت دینا ہے خواہ وہ دنیا ہی میں ہو یا بعد الموت۔

اب کفار ومشرکین بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے اور حشر ونشر اور جزاوسزا اور قیامت وآخرت ان کے قائل ہی نہ تھے اس لئے آگے اللہ تعالیٰ اپنے کمال وتصرفات کے آثار کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ منکرین قیامت وجزاوسزا پر ایمان لے آئیں اور مردوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے میں شک وتردد نہ کریں۔ اس سلسلہ میں چند دلائل اگلی آیات میں ذکر فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ان قرآنی نصائح کو اپنانے کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو ظاہراً وباطناً کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ہم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہر طرح کے مصائب وبلیات سے محفوظ ومامون فرما۔ اور اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی اپنے کرم ورحم کا معاملہ ہمارے ساتھ فرما۔

یا اللہ! قرآن کریم تو کفار ومنکرین کی شکایت فرما رہا ہے کہ یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں اور صراط مستقیم سے ہٹے جاتے ہیں اور اپنی گمراہی پر اصرار کرتے ہیں مگر یہ کس قدر رنج والم کی بات ہے کہ اب یہ امور اکثر امت مسلمہ کے افراد پر بھی صادق آرہے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

یا اللہ! نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور واسطہ سے ہماری فریاد ہے کہ آپ امتِ مسلمہ پر رحم وکرم فرمائیں اور ان کو جو صراط مستقیم دکھائی گئی ہے اسی پر قائم رہنے کی توفیق اور استقامت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! قرآن کریم کی عظمت اور وقعت پھر امت مسلمہ کو عطا فرما دے تاکہ اتباع قرآنی ان کو نصیب ہو اور آپ کے کرم ورحم کے مستحق بنیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔اور وہ ایسا ہے

ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ

جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب اُسی کے پاس لائے جاؤ گے اور وہ ایسا ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا۔

وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

سو کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے۔بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے ہیں۔یوں کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ

اور ہڈیاں رہ جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔اس کا تو ہم سے اور پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ کچھ نہیں محض یہ بے سند باتیں ہیں

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَهُوَ اور وہ | الَّذِيْ جس نے | اَنْشَاَ لَكُمُ بنائے تمہارے لئے | السَّمْعَ کان | وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں | وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل |
| قَلِيْلًا بہت ہی کم | مَّا تَشْكُرُوْنَ جو تم شکر کرتے ہو | وَهُوَ اور وہ | الَّذِيْ وہی جس نے | ذَرَاَ پھیلایا | كُمْ تمہیں | فِي الْاَرْضِ زمین میں |
| وَاِلَيْهِ اور اس کی طرف | تُحْشَرُوْنَ تم جمع ہو کر جاؤ گے | وَهُوَ اور وہ | الَّذِيْ وہی جو | يُحْيٖ زندہ کرتا ہے | وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے |
| وَلَهُ اور اُسی کیلئے | اخْتِلَافُ آنا جانا | الَّيْلِ رات | وَالنَّهَارِ اور دن | اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں؟ | بَلْ قَالُوْا بلکہ انہوں نے کہا |
| مِثْلَ جیسے | مَا قَالَ جو کہا | الْاَوَّلُوْنَ پہلوں نے | قَالُوْا وہ بولے | ءَاِذَا کیا جب | مِتْنَا ہم مر گئے | وَكُنَّا تُرَابًا اور ہم ہو گئے مٹی |
| وَعِظَامًا اور ہڈیاں | ءَاِنَّا کیا ہم | لَمَبْعُوْثُوْنَ پھر اٹھائے جائیں گے | لَقَدْ وُعِدْنَا البتہ ہم سے وعدہ کیا گیا | نَحْنُ ہم |
| وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے باپ دادا | هٰذَا یہ | مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | اِنْ هٰذَآ یہ نہیں | اِلَّا مگر | اَسَاطِيْرُ کہانیاں | الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کی حالت بیان فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ یہ لوگ مصائب اور بلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور کفر پر برابر اصرار ہے۔جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا جائے خواہ دنیا میں کہ کوئی غیبی قہر آپڑے یا بعد الموت کہ جب تو عذاب سے انہیں ضرور ہی دوچار ہونا ہے۔اس وقت ان منکرین کے انکار وتکبر کا نشہ سب ہرن ہو جائے گا۔تو چونکہ منکرین کو عذاب آخرت کی دھمکی سنائی گئی تھی جو مبنی ہے مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر اور وہ لوگ اس کے منکر تھے اس لئے آگے حشر ونشر اور مر کر دوبارہ زندہ کئے جانے کا اثبات اور ان کے انکار کا جواب دیا جاتا ہے اور چونکہ انسان کا دوبارہ زندہ ہونا مبنی ہے کمال قدرت پر اس لئے تصرفات قدرت کا بھی بیان فرمایا ہے۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کا یہ عظیم الشان احسان انسانوں پر ہے کہ اس نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی قوت عطا فرمائی۔تو ان نعمتوں کا شکر یہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو صحیح طور پر کام میں

لاتے۔احکامِ الٰہیہ کو سننا اور اس کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھنا اور دل میں اس کی معرفت حاصل کرنا اور اللہ کی وحدت، عظمت وجلالت پر ایمان لانا یہی ان قوتوں کا ٹھیک اور صحیح استعمال تھا لیکن اکثر انسانوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بیجا خرچ کیا۔گویا یہاں تنبیہ ہے اس امر پر کہ جس شخص نے آلاتِ فہم وعقل سے فائدہ نہ اٹھایا۔ہوش کے کانوں سے احکامِ الٰہی کو نہ سنا۔عبرت کی آنکھوں سے قدرت کی نشانیوں کو نہ دیکھا۔دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کی تو اس نے انسانی امتیازی خصوصیات کو کھودیا جو اللہ نے اس کو عطا کی تھیں۔

علم ومعرفت کے ذرائع انسان کو تین ہی قسم کے عطا کئے گئے ہیں۔کان، آنکھ اور دل، انہی قوتوں سے کسی چیز کا یقینی علم ہوسکتا ہے۔اس لئے قرآن پاک اللہ کی توحید اور وقوعِ قیامت یعنی یوم آخرت کے اثبات میں جابجا دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ عزوجل کی باتیں سنو۔اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھو اور اس کی معرفت حاصل کرو۔یہی اصل شکریہ اور حقیقی شکرگزاری ہے اس منعم کی ان نعمتوں کی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے دنیا میں تمہیں ہر جگہ پھیلایا ہے۔پھر وہی سمیٹ کر سب کو اپنے پاس بلالے گا اور تم سب اسی کے سامنے اکٹھے ہوکر پیش کئے جاؤ گے۔وہاں ہر ایک کو شکرگزاری اور ناشکری کا بدلہ مل جائے گا۔اس وقت کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہوسکے گا۔تو جس نے دانوں کی طرح سے اس سطحِ زمین پر انسانوں کو پھیلایا اس کو ان کا سمیٹنا اور اکٹھا کرنا کیا مشکل ہے؟ پھر ظاہر ہے کہ انسان کو اللہ ہی پیدا کرتا ہے۔ماں کے پیٹ کے اندر نطفہ جیسی حقیر چیز میں کیسی کیسی تبدیلیاں اور تغیرات ہوتے ہیں اور کیسے کیسے انقلابات کے بعد جیتا جاگتا بچہ پیدا ہوتا ہے۔پھر زندگی کی مقررہ میعاد پوری کرنے کے بعد اللہ اس سے اپنی دی ہوئی امانت واپس لے لیتا ہے اور وہ مرجاتا ہے۔تو جو خدا امانت کا مالک ہے اور اول بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے کیا وہ خدا دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟

پھر ایک نمایاں اس کی قدرت کی نشانی یہ ہے کہ زمانہ کو دن اور رات دوحصوں میں تقسیم کردیا ہے۔دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا لانا بھی اس کی قدرت کی نشانی کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے۔تو زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ یا اندھیرے سے اجالا اور اجالے سے اندھیرا کردینا جس کے قبضہ میں ہے اس کی قدرتِ عظیمہ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ تم کو دوبارہ قیامت میں زندہ کردے۔

یہ کفارِ مکہ جو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کررہے ہیں تو یہ عقل وفہم کی بات کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کی اندھی تقلید کئے جارہے ہیں اور وہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو ان کے پیش رو کیا کرتے تھے یعنی مٹی میں مل کر اور ریزہ ریزہ ہوکر ہم کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ یہ منکرین کہتے ہیں کہ ایسی دوراز عقل باتیں جو ہم کو سنائی جارہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی یہی کہی گئی تھیں لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ آدمی بنتے نہ دیکھا۔ہو نہ ہو یہ سب من گھڑت قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے اور انہی کی نقل کی جارہی ہے۔

**استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد**

تو ان کفارِ مکہ کی جہالت فقط اتنی ہی نہ تھی کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ عقائد کی صحت کا انکار کرتے بلکہ انہوں نے بڑھ کر تمام انبیائے سابقین جو وجود قیامت کی حقانیت کو واضح طور پر ظاہر فرماتے رہے ان سب کے اقوال پر بھی نکتہ چینی شروع کردی اور ان بدبختوں نے گذشتہ انبیاء و مرسلین کی باتوں کو پرانے بے سند قصے کہانیاں قرار دیا۔گویا اثباتِ قیامت کی دلیل کو انکار کی دلیل بنالیا۔

چونکہ کفار کے ان اقوال سے انکار قدرتِ باری تعالیٰ لازم آتا ہے اور اس سے انکار قیامت اور بعث بعد الموت یعنی مرکر پھر دوبارہ زندہ ہونے کا بھی انکار ہوتا ہے اس لئے ان اقوال کے جواب میں آگے اثباتِ قدرتِ الٰہیہ اور اثباتِ توحید کے متعلق مزید ارشاد فرمایا گیا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

آپ کہہ دیجئے کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کے ہیں (تو) اُن سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا

آپ یہ بھی کہیے کہ ان سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی اللہ کا ہے۔ آپ کہیے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔

تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

آپ یہ بھی کہیے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا

وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں آپ کہیے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے۔ بلکہ ہم نے اُن کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔

اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا

اللہ نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ اسکے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جُدا کر لیتا۔ اور ایک دوسرے پر

بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

چڑھائی کرتا۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر اور منزہ ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قُلْ فرمادیں | لِمَنِ کس کیلئے | اَلْاَرْضُ زمین | وَمَنْ اور جو | فِيْهَا اس میں | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو | |
| سَيَقُوْلُوْنَ جلد (بضرور) وہ کہیں گے | لِلّٰهِ اللہ کا | قُلْ فرمادیں | اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم غور نہیں کرتے؟ | قُلْ فرمادیں | | | |
| مَنْ کون | رَبُّ رب | السَّمٰوٰتِ آسمان | السَّبْعِ سات | وَرَبُّ اور رب | الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ عرش عظیم | سَيَقُوْلُوْنَ جلد ضرور | |
| وہ کہیں گے | لِلّٰهِ اللہ کا | قُلْ فرمادیں | اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم نہیں ڈرتے؟ | قُلْ فرمادیں | مَنْ کون | بِيَدِهٖ اس کے ہاتھ میں | |
| مَلَكُوْتُ بادشاہت "اختیار" كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز | وَهُوَ اور وہ | يُجِيْرُ پناہ دیتا ہے | وَلَا يُجَارُ اور پناہ نہیں دیا جاتا | عَلَيْهِ اسکے خلاف | | | |
| اِنْ اگر | كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو | سَيَقُوْلُوْنَ جلد "ضرور" وہ کہیں گے | لِلّٰهِ اللہ کیلئے | قُلْ فرمادیں | فَاَنّٰى پھر کہاں سے | | |
| تُسْحَرُوْنَ تم جادو میں پھنس گئے ہو | بَلْ بلکہ | اَتَيْنٰهُمْ ہم لائے ہیں اُن کے پاس | بِالْحَقِّ سچی بات | وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ | | | |
| لَكٰذِبُوْنَ البتہ جھوٹے ہیں | مَا اتَّخَذَ نہیں بنایا | اللّٰهُ اللہ | مِنْ وَّلَدٍ کسی کو بیٹا | وَمَا كَانَ اور نہیں ہے | مَعَهٗ اسکے ساتھ | | |
| مِنْ اِلٰهٍ کوئی اور معبود | اِذًا اس صورت میں | لَذَهَبَ لے جاتا | كُلُّ ہر | اِلٰهٍ معبود | بِمَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کیا | وَلَعَلَا اور چڑھائی کرتا | |
| بَعْضُهُمْ انکا ایک | عَلٰى بَعْضٍ دوسرے پر | سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ | عَمَّا اس سے جو | يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں | عٰلِمِ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ | | |
| وَالشَّهَادَةِ اور آشکارا | فَتَعٰلٰى پس برتر | عَمَّا اس سے جو | يُشْرِكُوْنَ وہ شریک سمجھتے ہیں | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب میں چار قسم کے مشرک رہتے تھے کچھ تو خدا کو صاحب اولاد کہتے تھے (نعوذ باللہ) جیسے حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو ابن اللہ اور ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہ گروہ تو یہود ونصاریٰ اور صابیوں کا تھا۔ کچھ لوگ آسمانی ستاروں کی اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔ انہی کو مظہر انوارِ الوہیت جانتے تھے۔ یہ گروہ مجوسیوں کا تھا۔ ایک گروہ بت پرست تھا۔ لات۔ عزیٰ۔ منات۔ نائلہ۔ ہبل اور بعض دوسرے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کو مظہر الوہیت جانتے اور سمجھتے تھے۔ اللہ یعنی ایک رب الارباب کے وجود کا بھی اقرار تھا اور دوسری طرف کائنات کو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کرکے ایک ایک شعبہ کا ایک ایک مستقل خدا یا دیوتا مانا جاتا تھا جیسا کہ ہنود میں زمین کا دیوتا الگ۔ آسمان کا الگ۔ ہوا کا دیوتا الگ۔ پانی کا الگ۔ لیکن بایں ہمہ ان کو ایشر یعنی خلاق عالم نہیں کہتے۔ اسی طرح عرب کے بت پرست مورتیوں سے طرح طرح کی مرادیں مانگتے۔ ان کو اپنا حاجت روا سمجھتے۔ ان پر بھینٹ چڑھاتے۔ مگر خلاق عالم خدا ہی کو کہتے تھے۔ ایسے لوگ جو خدا کے وجود ہی کے منکر ہوں بہت ہی کم تھے۔ گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے بعض اقوال بیان فرمائے گئے تھے جس سے انکار قدرت لازم آتا اور اس طرح انکار بعث بعد الموت کے ساتھ انکار توحید بھی ہوتا۔ اس لئے ان اقوال کے جواب میں اثبات قدرت کے ساتھ اثبات توحید بھی ارشاد ہوتا ہے اور مشرکین کے سامنے ان کے مسلمات بیان فرما کر توحید خالص اور بعث بعد الموت کو ثابت فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ آپ ان مشرکین و منکرین سے پوچھئے کہ یہ تو بتاؤ یہ زمین کس کی ہے؟ اور اس کا اور اس پر رہنے والوں کا مالک کون ہے ظاہر بات ہے کہ اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہ دے سکیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔ تو اس کے بعد ان سے کہئے کہ اتنا جاننے کے بعد کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جو ساری زمین اور زمین والوں کا مالک ہے تو وہ اس کے اجزاء سے تمہیں دوبارہ بھی بنا سکتا ہے جیسے پہلے بنایا جس کا قبضہ ساری زمین اور زمینی چیزوں پر ہے تو کیا تمہاری مشتِ خاک اس کے قبضہ سے باہر ہوگی؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ سات آسمان اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ اس کا جواب بھی اس کے سوا کچھ نہ بن پڑے گا کہ شہنشاہ مطلق اللہ ہی ہے۔ تو پھر آپ ان سے کہئے کہ تعجب ہے کہ تم اتنے بڑے زبردست احکم الحاکمین کی نافرمانی کرتے ہوئے ڈرتے نہیں۔ اتنی بڑی گستاخی کرتے ہو کہ اس شہنشاہ مطلق کو ایک ذرہ بے مقدار سے عاجز قرار دینے لگے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور ہر چیز اپنے اپنے ڈھنگ پر کس کے حکم سے چل رہی ہے؟ ہر چیز پر کس کا اختیار چلتا ہے کہ جس کو وہ چاہے اپنی پناہ میں لے لے اور جس کو وہ پناہ دے دے اس کو کون مٹا سکتا ہے؟ اور جس کو وہ مجرم قرار دے دے اسے کون اس کے عذاب سے بچا سکتا ہے۔ تو اس سوال کے جواب میں بھی اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکیں گے کہ حکم تو سب اللہ ہی کا چلتا ہے۔ جب اس کے سوا کوئی جواب نہیں تو پھر ان سے آپ کہئے کہ تمہاری عقل پر پردہ کیوں پڑ گیا کہ اتنا

سمجھنے کے بعد پھر ایسی باتیں کرتے ہو کہ مرنے کے بعد جینا نہیں ہوسکتا اور قیامت کے دن اعمال کا حساب کتاب جزا و سزا بالکل من گھڑت ہے۔ جب تمام زمین و آسمان کا مالک وہی ہوا اور ہر چیز اسی کے زیر تصرف اور اقتدار ہوئی تو آخر تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ریزے اس کے قبضۂ اقتدار سے نکل کر کہاں چلے جائیں گے کہ ان پر وہ قادر مطلق اپنی مشیت نافذ نہ کر سکے گا؟ اس کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اپنے رسول کی معرفت ان کے پاس پیغام بھیجا ہے وہ بالکل حق اور صحیح ہے اور دلائل وشواہد سے ظاہر کر دیا گیا کہ جو کچھ ان سے کہا جا رہا ہے وہ بالکل صحیح اور حق ہے اور مشرکین جو کہہ رہے ہیں یہ واقعہ کے خلاف ہے اور وہ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں اور منجملہ ان کی غلط اور جھوٹ باتوں سے یہ بات بھی ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ کے اولاد ہے۔ زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا تنہا مالک ومختار وہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں جو اس دنیا کے بنانے اور اس کے نظام میں دخیل ہو۔ نہ اسے بیٹے کی ضرورت نہ مددگار کی۔ نہ کوئی دوسرا اس کے ساتھ دنیا کی حکومت میں شریک ہے۔ اگر دنیا کو بنانے اور اس کی حکومت میں اس کے ساتھ اور بھی شریک ہوتے تو سب کا آپس میں کبھی نہ کبھی ضرور ٹکراؤ ہوتا اور ہر ایک اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور اپنی طاقت اکٹھی کر کے دوسرے پر حملہ بول دیتا اور تمام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ اولاد اور شرک سے پاک ہے۔ نہ کسی میں اس کی سی قدرت اور قوت ہے اور نہ اس کا سا علم وہ ظاہر و باطن حاضر و غائب سب سے بخوبی واقف ہے اور حق تعالیٰ منزہ ہے ان باتوں سے جو یہ مشرکین کہتے ہیں اور برتر و بالا ہے ان کے شرک سے۔

مشرکین و منکرین کے اقوال و احوال جو اوپر بیان ہوئے اور جن کی تردید فرمائی گئی تو اس قسم کے اقوال اور اصرار علی الکفر وشرک کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ دنیا ہی میں اللہ کا غضب آتا ہے اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذریعہ آپ کے فرمانبرداروں کو ہدایت کی گئی کہ ہر ایک اللہ کے غضب سے پناہ مانگا کرے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر طرح کے شرک سے ہمیں بچا کر اسلام کامل اور ایمان صادق نصیب فرماویں۔ اور آخرت کی زندگی پر یقین کامل عطا فرمائیں۔ اس زندگی کے لحہ لحہ میں آخرت کی تیاری اور وہاں کے فکر کی توفیق عطا فرماویں۔ اور توحید پر قائم رکھ کر اسی پر موت نصیب فرماویں۔ یا اللہ! تمام اختیار دین و دنیا کے آپ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں، آپ ہی جس کو پناہ دیں وہی پناہ پاسکتا ہے اور آپ جس کو پناہ نہ دیں اس کو پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ یا اللہ! ہمیں بھی یہ اعتقاد کامل نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے، ہر طرح کی آفات وبلیات سے، ہر طرح کے سانحات ومصائب سے ہم آپ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لیجئے اور ہر معاملہ میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور غیر اللہ کی طرف نظریں کرنے سے بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٩٤﴾ وَإِنَّا عَلَىٰ أَن

آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھا دیں تو اے میرے رب مجھ کو ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے۔اور ہم اس بات پر کہ

نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَادِرُونَ ﴿٩٥﴾ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا

جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو بھی دکھلا دیں قادر ہیں آپ ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجئے جو بہت ہی اچھا ہو۔ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ

يَصِفُونَ ﴿٩٦﴾ وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴿٩٨﴾

یہ کہا کرتے ہیں۔اور آپ یوں دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے۔اور اے میرے رب آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ

یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے۔تاکہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں۔

كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٠٠﴾

ہرگز نہیں یہ (اُس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے۔اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔

| قُلْ فرمادیں | رَبِّ اے میرے رب | اِمَّا تُرِیَنِّیْ اگر تو مجھے دکھا دے | مَا یُوْعَدُوْنَ جو ان سے وعدہ کیا جاتا ہے | رَبِّ اے میرے رب | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَلَا تَجْعَلْنِیْ پس تو مجھے نہ کرنا | فِیْ میں | الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالم لوگ | وَاِنَّا اور بیشک ہم | عَلٰی پر | اَنْ نُّرِیَكَ کہ ہم تمہیں دکھا دیں | | |
| مَا نَعِدُهُمْ جو ہم وعدہ کر رہے ہیں اُن سے | لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر ہیں | اِدْفَعْ دفع کرو | بِالَّتِیْ اس سے جو | هِیَ وہ | اَحْسَنُ سب سے اچھی بھلائی | | |
| السَّیِّئَةَ برائی | نَحْنُ ہم | اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں | بِمَا اس کو جو | یَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں | وَقُلْ اور آپ فرمادیں | رَبِّ اے میرے رب | |
| اَعُوْذُ میں پناہ چاہتا ہوں | بِكَ تیری | مِنْ سے | هَمَزٰتِ وسوسے | الشَّیٰطِیْنِ شیطان | وَاَعُوْذُ اور میں پناہ چاہتا ہوں | بِكَ تیری | |
| رَبِّ اے میرے رب | اَنْ یَّحْضُرُوْنِ کہ وہ آئیں میرے پاس | حَتّٰی یہانتک کہ | اِذَا جَآءَ جب آئے | اَحَدَهُمُ ان میں کسی کو | الْمَوْتُ موت | | |
| قَالَ کہتا ہے | رَبِّ اے میرے رب | ارْجِعُوْنِ مجھے واپس بھیج دے | لَعَلِّیْ شاید میں | اَعْمَلُ کام کرلوں | صَالِحًا کوئی اچھا کام | | |
| فِیْمَا اس میں | تَرَكْتُ میں چھوڑ آیا ہوں | كَلَّا ہرگز نہیں | اِنَّهَا یہ تو | كَلِمَةٌ ایک بات | هُوَ وہ | قَآئِلُهَا کہہ رہا ہے | وَ اور |
| | مِنْ وَّرَآئِهِمْ اُن کے آگے | بَرْزَخٌ ایک برزخ | اِلٰی یَوْمِ اس دن تک | یُبْعَثُوْنَ وہ اٹھائے جائیں گے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کفار و منکرین نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے بلکہ قرآن کی نسبت بھی طرح طرح کی بکواس کرتے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے۔کوئی کہتا کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے ہم جو چاہے کریں کوئی ہمارا کچھ نہیں کر سکتا کوئی کہتا کہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا؟ اور کیسی جزا سزا؟ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔کوئی کہتا کہ اعمال کی بھلائی برائی کیسی؟ جسے ہم اچھا کہیں وہ اچھا جسے ہم برا کہیں وہ برا۔ہماری باتوں میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے۔پھر کفار کی سرکشی پر جو عذاب آنے کے وعدے ہوتے اور انہیں وعیدیں سنائی جاتیں تو وہ ان کو سن کر مذاق اڑاتے اور از راہ تمسخر کہتے کہ اگر وعدہ

وعید سچ ہیں تو عذاب آتا کیوں نہیں؟ منکرین کی ان شرارتوں اور خباثتوں کا مقتضا یہی تھا کہ ان پر کوئی سخت عذاب آ دے۔ اس لئے آگے ان آیات میں ہر مومن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خدا کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کا مطالبہ کیا جاوے۔ درحقیقت وہ ایسی خوفناک چیز ہے کہ سرکشوں اور گناہگاروں ہی کو نہیں نیکوکاروں کو بھی اپنی ساری نیکیوں کے باوجود اس سے ڈرنا اور پناہ مانگنا چاہئے اور اللہ سے ڈر کر یہ دعا کرنی چاہئے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو الٰہی مجھے اس کے ذیل میں شامل نہ کرنا یعنی ہم کو ایمان کی راہ پر مستقیم رکھنا اور کوئی تقصیر ہم سے ایسی سرزد نہ ہو کہ العیاذ باللہ عذاب کے لپیٹ میں آ جائیں۔

تو اگر چہ یہاں آیت میں خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم اور عذابِ الٰہی سے محفوظ ہونا اگر چہ آپ کے لئے یقینی تھا اور اللہ کے رسول کا ظالموں کے ساتھ عذاب میں شامل ہونا قطعاً ناممکن تھا لیکن اظہار عبودیت کے لئے ایسی دعا تلقین فرمائی گئی اور درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپ کے فرمانبرداروں کو ہدایت دینی مقصود ہے کہ ہر ایک اللہ کے غضب و عذاب سے پناہ مانگا کرے اور یوں کہے کہ اے رب اگر میری زندگی میں آپ کا عذاب ان نافرمانوں پر آنے والا ہو تو مجھے ان کے ساتھ عذاب میں شریک نہ کرنا اور اپنی رحمت سے تمام آفتوں سے محفوظ رکھنا۔ یہاں ایک پہلو تعلیم کا یہ بھی نکلتا ہے کہ ظلم کی نحوست اور اجتماعی گناہوں کی پاداش میں جب سزا کا کوڑا برستا ہے اور عذاب کی آگ برستی ہے تو صرف برے ہی اس میں نہیں جلتے بلکہ ان کے ساتھ بعض اوقات بھلے بھی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ اور دنیاوی تکالیف سے متاثر ہوتے ہیں۔ گو آخرت میں ان کو کوئی عذاب نہ ہو بلکہ اس دنیا کی تکلیف پر جو ان کو پہنچتی ہے اجر بھی ملے۔ قران کریم نویں پارہ سورۂ انفال میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔ **واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خآصة واعلموا ان الله شديد العقاب** ٥ اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے کہ اے پروردگار جب آپ کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کریں تو مجھ کو فتنہ سے محفوظ رکھنا اور مجھ کو ایسی حالت میں اپنے پاس بلا لینا کہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ غرض یہ کہ اس دعا کی تلقین سے اظہار عبودیت اور تواضع اور کسر نفسی کی تلقین ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے تو معلوم ہوا کہ ایک غیر صالح اور بدکار معاشرہ میں رہنے والے ہر صالح آدمی کو ہر وقت خدا کی پناہ مانگتے رہنا چاہئے کچھ خبر نہیں کہ کب اور کس صورت میں ظالموں پر عذاب الٰہی کی آگ برسنے لگے اور پھر نہ معلوم اس عذاب کی چنگاریاں کہاں تک پہنچیں اور کون اس کی زد میں آ جائے (العیاذ باللہ) آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کفار و منکرین کو سزا دے دیں اور جس عذاب سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے ابھی ابھی آپ کے سامنے ہی بھیج دیں لیکن انہیں ابھی مہلت دی جا رہی ہے تاکہ جس کو سیدھا ہونا ہے وہ ہو جائے اس لئے آپ ان کے ساتھ برائی کے بدلہ بھلائی کریں۔ آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضا یہی ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو اور آپ ان کی بیہودہ بکواس اور بے تکی باتوں سے مشتغل نہ ہوں۔ اس کو ہم خوب جانتے ہیں۔ وقت پر ان کو کافی سزا دی جائے گی۔

پھر نبی وقت اور اہل ایمان کے لئے یہی ایک اتفاق نہیں کہ شریر اور سرکش انسانوں سے نمٹنا پڑتا ہے۔ مگر وہ چونکہ ظاہر میں دکھائی دینے والے دشمن ہیں اس لئے انہیں دفع بھی کیا جاسکتا ہے اور ان کے ضرر سے بچا جاسکتا ہے لیکن ان کے علاوہ ایسے دشمن بھی ہیں جو دکھائی نہیں دیتے اور چھپ کر وار کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ شریر انسانوں کو بھی وہ شرارت پر اکساتے ہیں اور یہ ہیں شیاطین جو جنات کی نوع سے ہیں تو منکرین و مفسدین جو شیاطین الانس ہوئے ان کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ اوپر تعلیم فرمایا گیا تھا کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کیا جائے۔ لیکن شیاطین الجن اس طریقہ سے متاثر نہیں ہوسکتے۔ کوئی تدبیر یا نرمی ان کو رام نہیں کرسکتی اس لئے اس کا علاج جو صرف استعاذہ ہے تعلیم فرمایا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجانا تاکہ وہ قادر مطلق ان کی چھیڑ خانی اور شر سے محفوظ رکھے اس لئے یہ دعا تعلیم فرمائی گئی کہ اے رب مجھے ان شیاطین کی نوک جھوک اور چھیڑ چھاڑ سے بچائیے اور اپنی عنایت سے ایسا کیجئے کہ وہ مجھ تک آنے ہی نہ پائیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شریر منکرین اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے اور جو باتیں یہ بناتے ہیں ان کو ہمارے حوالہ کیجئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کی موت کا وقت آپہنچے اور نزع کی حالت میں عذاب کا معائنہ کر کے پچھتاوا شروع ہو۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ اے پروردگار قبر کی طرف لے جانے کی بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کردے تاکہ گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات ہم نے کی ہیں اب نیک عمل سے ان کی تلافی کرسکیں آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کریں گے۔ اس کا جواب ان کو ملے گا کہ اجل آجانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جاسکتا اور بالفرض واپس کردیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کرے گا وہی شرارتیں پھر سوجھیں گی۔ یہ محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے۔ یہ کہتا رہے ہمارے ہاں شنوائی نہیں ہوگی۔ اور ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے جہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔ برزخ کے معنی آڑ یا پردہ یعنی جو چیز دو چیزوں کی بیچ میں آکر انہیں باہم ملنے سے روک دے وہ برزخ ہے۔ اصطلاح شرع میں وہ عالم ہے جو دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہونے پر ختم ہوجائے گا۔ اس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں۔ موت کے بعد روح انسانی عالم برزخ میں رہتی ہے اور حشر تک رہے گی جب کہ عالم آخرت شروع ہوجائے گا۔ تو مرنے کے بعد ہر کسی کی روح کو عالم برزخ میں جانا ہے نہ کہ واپس دنیا میں۔

الغرض یہ مصیبت تو ان کو مرنے کے وقت پیش آئے گی۔ پھر جب قیامت کا روز ہوگا اور صور پھونکا جائے گا تو کیا حال ہوگا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں میں شامل فرمائیں اور خالصین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچائیں۔ یا اللہ نفس و شیطان کی شرارت اور وسوسوں سے ہماری حفاظت فرمائیے اور ایمان و اسلام کی موت ہم کو نصیب فرمائیے۔ یا اللہ موت کے وقت ہمیں حسرت و افسوس سے بچائیے اور عالم برزخ میں ہماری روحوں کو چین و سکون عطا فرمائیے۔ اے اللہ! اس وقت ہمارے معاشرہ میں جو برائیاں پھیل گئی ہیں ہم ان برائیوں کے وبال سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ یا اللہ آپ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھیں اور مرتے دم تک ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ

پھر جب صور پھونکا جاوے گا تو ان میں باہمی رشتے ناتے اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ سو جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ

سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور جہنم میں ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔

جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ

اُن کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ کیوں کیا تم کو میری آیتیں پڑھکر سُنائی نہیں جایا کرتی تھیں

تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ

اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب ہم کو اس (جہنم)

اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

سے (اب) نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو ہم بیشک پورے قصوروار ہیں ارشاد ہوگا کہ اسی میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فَاِذَا پھر جب | نُفِخَ پھونکا جائے گا | فِی الصُّوْرِ صور میں | فَلَآ اَنْسَابَ تو نہ رشتے | بَیْنَهُمْ ان کے درمیان | یَوْمَئِذٍ اس میں | |
| وَلَا یَتَسَآءَلُوْنَ اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے | فَمَنْ پس۔جو۔جس | ثَقُلَتْ بھاری ہوئی | مَوَازِیْنُهٗ اس کا تولپلہ | فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ | | |
| هُمْ وہ | الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے | وَمَنْ اور جو۔جس | خَفَّتْ ہلکی ہوئی | مَوَازِیْنُهٗ اس کے تولپلہ | فَاُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ | |
| الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے | خَسِرُوْٓا خسارہ میں ڈالا | اَنْفُسَهُمْ اپنی جانیں | فِیْ جَهَنَّمَ جہنم میں | خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے | تَلْفَحُ جھلس دیگی | |
| وُجُوْهَهُمُ ان کے چہرے | النَّارُ آگ | وَهُمْ اور وہ | فِیْهَا اس میں | كٰلِحُوْنَ تیوری چڑھائے ہوئے | اَلَمْ تَكُنْ کیا نہ تھیں | |
| اٰیٰتِیْ میری آیتیں | تُتْلٰی پڑھی جاتیں | عَلَیْكُمْ تم پر | فَكُنْتُمْ پس تم تھے | بِهَا انہیں | تُكَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے تھے | قَالُوْا وہ کہیں گے |
| رَبَّنَا اے ہمارے رب | غَلَبَتْ غالب آگئی | عَلَیْنَا ہم پر | شِقْوَتُنَا ہماری بدبختی | وَكُنَّا اور ہم تھے | قَوْمًا لوگ | ضَآلِّیْنَ راستہ سے بھٹکے ہوئے |
| رَبَّنَا اے ہمارے رب | اَخْرِجْنَا ہمیں نکال لے | مِنْهَا اس سے | فَاِنْ پھر اگر | عُدْنَا دوبارہ کیا ہم نے | فَاِنَّا تو بیشک ہم | ظٰلِمُوْنَ ظالم |
| قَالَ فرمائے گا | اخْسَئُوْا پھٹکارے ہوئے پڑے رہو | فِیْهَا اس میں | وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اور کلام نہ کرو مجھ سے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جب کفار ومنکرین کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اور دوسرے عالم کا معائنہ ہونے لگتا ہے اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور اپنے جہل وکفر پر سخت ندامت اور افسوس ہوتا ہے اور پھر اس وقت دنیا میں لوٹا دینے کی درخواست کرتا ہے تاکہ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرے مگر اس وقت اس کی درخواست کو رد کردیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اب تو دوبارہ دنیا میں واپس نہیں جاسکتا اور جب تک قیامت قائم ہو اسی مصیبت میں پڑا رہ۔ تو مرنے ہی کے وقت جو مصیبت کفار کو پیش آتی

ہے اس کا بیان اوپر فرمانے کے بعد اب جو قیامت میں ان کو پیش آئے گا وہ آگے ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو عالمِ برزخ ختم ہو کر عالم آخرت شروع ہوگا اور تمام مخلوق زندہ کر کے ایک میدان میں جمع کردی جائے گی اور اس وقت ہر ایک شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ اولاد ماں باپ سے۔ بھائی بھائی سے۔ اور میاں بیوی سے سروکار نہ رکھے گا ایک دوسرے سے بے تعلق ہوں گے کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا کہ قیامت کے روز کفار میں باہمی رشتے ناتے نہ رہیں گے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باپ باپ نہ رہے گا اور بیٹا بیٹا نہ رہے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس وقت نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا نہ بیٹا باپ کے ہر ایک اپنے حال میں کچھ اس طرح گرفتار ہوگا کہ دوسرے کو پوچھنے کا ہوش نہ رہے گا۔ پھر آج انسان کے لئے اس بات کا سمجھنا کس قدر دشوار ہوگیا ہے کہ وہ جو کچھ اس دنیا میں کر رہا ہے۔ وہ سب برابر لکھا جارہا ہے۔ مرنے کے بعد جب قیامت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے سامنے ساری زندگی بھر کے کرتوتوں کا کچا چٹھا رکھ دیا جائے گا۔ پھر اس کے سامنے اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ جس کا اعمال کچھ وزن رکھتے ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ بدیوں کے مقابلہ میں جھکا ہوا ہوگا اس کو نجات و مغفرت نصیب ہوجائے گی اور دائمی خوش نصیبی اس کو حاصل ہوجائے گی اس کے برخلاف جس کے اعمال ہلکے اور بے وزن ثابت ہوں گے۔ اس کی شامت آجائے گی اور جہنم کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا جہاں آگ سے بدن جلتے جلتے سوج جائے گا۔ اور ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جہنمیوں کا نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا اور زبان باہر نکل کر زمین پر لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جہنم اور وہاں کے آزاروں سے ہم سب کو بالکلیہ محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمین) اس وقت ان منکرین سے یوں کہا جائے گا کہ جن باتوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے اب آنکھوں سے دیکھ لو سچی تھیں یا جھوٹی؟ کیا دنیا میں اللہ کا کلام تم کو سنایا نہ گیا تھا اور دوزخ اور اس کے عذاب سے ڈرایا نہ گیا تھا؟ یہ بتاؤ تم نے ان سب کو جھوٹ کیوں جانا؟ کفار اعتراف کریں گے کہ بیشک ہماری بدبختی نے دھوکا دیا جو ایمان و اسلام کے سیدھے راستہ سے بھٹک کر کفر و شرک کو اختیار کیا اور اس ابدی ہلاکت کے گڑھے میں آپڑے۔ اب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا۔ اب ازراہ کرم ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر کبھی ایسا کریں تو گناہ گار جو سزا چاہے دیجئے گا۔ اللہ عزوجل کی طرف سے جواب ملے گا کہ خاموش رہو اور اس دوزخ میں چپ چاپ پڑے رہو۔ بک بک مت کرو جو کیا تھا اب اس کی سزا بھگتو۔

الغرض ان کفار کی ندامت و معذرت پر کوئی رحم نہ کیا جائے گا اور مزید باری تعالیٰ کی طرف سے جو ان کو خطاب ہوگا اور کفار جو جواب دیں گے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت کے روز ہمارا حشر و نشر اپنے مومنین و مخلصین بندوں کے ساتھ فرمادیں اور بلا حساب کتاب محض اپنے فضل سے ہم سب کی مغفرت فرمادیں۔ یا اللہ! میزان میں ہماری نیکیوں کا پلہ بھاری فرمادیجئے گا اور جنت کی دائمی نعمتوں کو نصیب فرمائیے گا۔

یا اللہ جہنم کے دکھ اور آزار سے کامل طور پر ہم کو محفوظ فرمائیے گا۔ یا اللہ! ہماری غفلت کو دور فرمادے ہمارے دلوں میں قیامت کے حساب کتاب، جزا و سزا کا دھیان بٹھادے۔ ہمیں اپنے احکام کا متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت میں موت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو (ہم سے) عرض کیا کرتے تھے کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں۔

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ

سو تم نے اُن کا مذاق مقرر کیا تھا یہاں تک کہ اُنکے مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے اُن کو آج اُن کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے

الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا

کہ وہی کامیاب ہوئے۔ ارشاد ہوگا کہ تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین پر رہے ہوگے وہ جواب دیں گے کہ ہم

لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

ایک دِن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔ ارشاد ہوگا کہ تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے کیا خوب ہوتا کہ تم سمجھے ہوتے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے سو اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہِ حقیقی ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ

اسکے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے کہ جس پر اُس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں۔

بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ

سو اُس کا حساب اُس کے رب کے ہاں ہوگا۔ یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی۔ اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے رب میری خطائیں معاف کر اور رحم کر اور تو سب

خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالا ہے۔

| اِنَّهٗ بیشک وہ | كَانَ تھا | فَرِيْقٌ ایک گروہ | مِّنْ عِبَادِيْ میرے بندوں کا | يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے تھے | رَبَّنَآ اے ہمارے رب | اٰمَنَّا ہم ایمان لائے | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَاغْفِرْ لَنَا سو ہمیں بخش دے | وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما | وَاَنْتَ اور تو | خَيْرُ بہترین | الرّٰحِمِيْنَ رحم کرنے والے | فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ پس تم نے انہیں بنالیا | | |
| سِخْرِيًّا ٹھٹھا | حَتّٰٓى یہاں تک کہ | اَنْسَوْكُمْ انہوں نے بھلا دیا تمہیں | ذِكْرِيْ میری یاد | وَكُنْتُمْ اور تم تھے | مِّنْهُمْ ان سے | | |
| تَضْحَكُوْنَ ہنسی کیا کرتے تھے | اِنِّيْ بیشک میں | جَزَيْتُهُمُ میں نے جزا دی انہیں | الْيَوْمَ آج | بِمَا اس کے بدلے | صَبَرُوْٓا انہوں نے صبر کیا | | |
| اَنَّهُمْ بیشک وہ | هُمُ وہی | الْفَآئِزُوْنَ مراد کو پہنچنے والے | قٰلَ فرمائے گا | كَمْ لَبِثْتُمْ کتنی مدت رہے تم | فِي الْاَرْضِ زمین (دنیا) میں | | |
| عَدَدَ شمار حساب | سِنِيْنَ سال | قَالُوْا وہ کہیں گے | لَبِثْنَا ہم رہے | يَوْمًا ایک دن | اَوْ یا | بَعْضَ يَوْمٍ ایک دن کا کچھ حصہ | فَسْـَٔلِ پس پوچھ لے |
| الْعَآدِّيْنَ شمار کرنے والے | قٰلَ فرمائے گا | اِنْ لَّبِثْتُمْ نہیں تم رہے | اِلَّا مگر صرف | قَلِيْلًا تھوڑا عرصہ | لَوْ اَنَّكُمْ کاش کہ تم | | |

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ جانتے ہوئے | اَفَحَسِبۡتُمۡ کیا تم خیال کرتے ہو؟ | اَنَّمَا کہ | خَلَقۡنٰکُمۡ ہم نے تمہیں پیدا کیا | عَبَثًا عبث بیکار | وَاَنَّکُمۡ اور یہ کہ تم | | |
| اِلَیۡنَا ہماری طرف | لَا تُرۡجَعُوۡنَ نہیں لوٹائے جاؤ گے | فَتَعٰلَی پس بلندتر | اللّٰہُ اللہ | الۡمَلِکُ بادشاہ | الۡحَقُّ حقیقی | لَا نہیں | اِلٰہَ کوئی معبود |
| اِلَّا ھُوَ اس کے سوا | رَبُّ مالک | الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ عزت والا عرش | وَ اور | مَنۡ یَّدۡعُ جو پکارے | مَعَ اللّٰہِ اللہ کے ساتھ | | |
| اِلٰھًا اٰخَرَ کوئی اور معبود | لَا بُرۡھَانَ نہیں کوئی سند | لَہٗ اسکے پاس | بِہٖ اس کیلئے | فَاِنَّمَا سو تحقیق | حِسَابُہٗ اس کا حساب | | |
| عِنۡدَ رَبِّہٖ اسکے رب کے پاس | اِنَّہٗ بیشک وہ | لَا یُفۡلِحُ فلاح کامیابی نہیں پائینگے | الۡکٰفِرُوۡنَ کافر | وَقُلۡ اور آپ کہیں | رَبِّ اے میرے رب | | |
| | اغۡفِرۡ بخش دے | وَارۡحَمۡ اور رحم فرما | وَاَنۡتَ اور تو | خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ بہترین رحم کرنیوالا ہے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ یہ اس سورۂ مومنون کے خاتمہ کی آیات ہیں۔

گزشتہ آیات میں کفار ومنکرین کا حال بروز قیامت بیان کیا گیا تھا کہ اپنے کفر کی وجہ سے ان کو دائمی عذاب جہنم ہوگا۔ اس وقت کفار اپنے جرم کا اقرار کر کے عذر معذرت کریں گے اور درخواست کریں گے کہ اس مرتبہ ان کو جہنم سے آزاد کردیا جائے اور دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے۔ آئندہ وہ کفر نہ کریں گے۔ اس پر ان کو جواب ملے گا کہ بک بک مت کرو۔ اب خاموشی کے ساتھ جہنم میں پڑے رہو۔ جیسا دنیا میں کیا تھا ویسا اب بھگتو، تم پر اب کوئی رحم وکرم نہ ہوگا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو مزید شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں میرے بندے اہل ایمان جب اپنے رب کے آگے دعا واستغفار کرتے تھے تو تم کو ان کے ساتھ ہنسی اور مذاق سوجھتا تھا۔ اور ان کی ان خصلتوں کا اتنا مذاق اڑاتے تھے اور ان کے اتنا پیچھے پڑتے تھے گویا کہ تمہارے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا کہ جو تمہاری ان شرارتوں کی سزا دے سکے۔

اس آیت میں کیسی صحیح اور عبرتناک تصویر پیش کی ہے۔ آج کتنے ہی منکر اور کافر نہیں بلکہ نام کے مسلمان بھی اپنی "روشن خیالی" کے زعم میں اسی طرح کا مضحکہ سیدھے سادے دیندار مسلمانوں کا اڑاتے ہیں۔ آیت یہ بتلا رہی ہے کہ اللہ کے مخلص دیندار بندوں سے مضحکہ وتمسخر کا انجام نار جہنم ہے۔ آگے ان کفار سے خطاب جاری رکھتے ہوئے مزید کہا جائے گا کہ اہل ایمان نے تمہاری زبانی اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تھا۔ آج دیکھو کہ تمہارے بالمقابل ان کو کیا پھل ملا۔ ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں وہ ہر طرح کامیاب و کامران اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں اور تم اپنی روشن خیالی پر گھمنڈ رکھنے والے اس ناکامی اور نامرادی کے عذاب میں گرفتار نکلے۔ پھر منکرین قیامت وآخرت سے بطور زجر وتوبیخ کے یہ سوال ہوگا کہ تم جو کہتے تھے کہ مر کر جینا نہیں اور زندگی ہے تو بس دنیا ہی کی زندگی ہے۔ اور وہاں کی زندگی اور اس کے لذات اور مال وجاہ پر تم ریجھے ہوئے تھے۔ اور اب یہاں اپنے گمان کے خلاف مر کر دوبارہ زندہ ہونا اور اپنے کئے کی سزا پانا اور عذاب ابدی میں مبتلا ہونا دیکھ لیا اب بتاؤ کہ تم دنیا میں کس قدر ٹھہرے تھے؟ منکرین تو اس وقت دکھ اور درد کے مارے حواس باختہ ہو رہے ہوں گے۔ جواب میں کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں ایک روز یا اس سے بھی کم رہے ہوں گے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم کو یاد نہیں کہ ہم دنیا میں کتنی مدت رہے۔ فرشتوں سے کہ جو اعمال اور عمر کا حساب رکھتے تھے ان سے پوچھ لیا جائے۔ جواباً ارشاد ہوگا کہ اب تو تمہیں بھی اقرار ہے کہ دنیا میں تھوڑی ہی مدت رہے۔ اگر یہ بات تم اس وقت سمجھ لیتے کہ دنیا کی بقا ناقابل اعتبار ہے اور اس کے سوا کوئی اور دارالقرار ہے تو آج یہ گت تمہاری کیوں بنتی مگر وہاں تو بس بقا دنیا ہی میں منحصر سمجھا اور اس عالم آخرت کی نفی کرتے رہے اور اب اگر سمجھے تو بالکل بیکار ہے۔ اگر دنیا ہی میں سمجھ لیتے کہ دنیا تھوڑے دن کی ہے اور ہمارے رسولوں اور کتابوں ہی کے کہنے سے مان جاتے تو آج اس قدر حسرت اور ندامت میں مبتلا نہ ہوتے اور نہ جہنم کی آگ میں جلتے۔

اب آگے انسانوں کو خواب غفلت سے چونکانے کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ لوگو! یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ تمہیں ہم نے کھیل کے طور پر

بنایا ہے کہ تم جو چاہے کرو۔ سنو اور غور کرو کہ تمہیں یقیناً ایک دن ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اور تمہارے دنیا کے اعمال کا زبردست نتیجہ نکلنا ہے۔ یا تو جنت میں داخل ہو کر ابدی راحت میں رہو گے یا دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں نہ جانے کب تک جلو گے۔

اب چونکہ سورۃ خاتمہ پر آرہی ہے اس لئے تمام سورت کا خلاصہ اور نتیجہ ارشاد ہوتا ہے کہ یاد رکھو حقیقی بادشاہ اللہ ہی ہے جو بہت ہی عالیشان ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے جو کوئی اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی معبود سمجھے گا وہ ہٹ دھرم ہے اور نا سمجھ ہے۔ اس کے پاس کوئی دلیل اور کوئی سند اس بات کی نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ حقیقی رب اللہ عزوجل اس سے اس کے اعمال کا حساب لے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کا انکار کئے بیٹھے ہیں۔ یقیناً وہ آخرت میں خالی ہاتھ ہوں گے۔ ان کو نجات اور فلاح ہرگز میسر نہ ہوگی۔

سورۃ کی ابتداء **قد افلح المومنون** سے فرمائی گئی تھی کہ بالتحقیق مومن ہی فلاح یاب ہوں گے اور خاتمہ پر مقابلہ میں **انه لایفلح الکافرون** فرمایا گیا کہ یقینی بات ہے کہ کافر فلاح یاب نہ ہوں گے اس طرح کس خوبی سے کلام کو تمام فرمایا گیا۔

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ یہ گفتگو تو کفار سے متعلق تھی اگر یہ لوگ طالب مغفرت و رحمت نہیں ہیں تو نہ ہوں، آپ اور آپ کے متبعین اس کو طلب کیجئے اور یوں کہا کیجئے کہ اے میرے رب مغفرت فرمایئے اور رحم فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں۔

اس سورۃ کے اخیر کی چار آیات میں یعنی **افحسبتم** سے سورہ ختم تک بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں جس کا ثبوت بعض احادیث سے ہوتا ہے اور علماء و مشائخ نے تجربہ کیا ہے اس لئے ان اخیر کی چار آیات کا ورد اکثر رکھنا چاہئے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے ایک سریہ یعنی چھوٹا لشکر روانہ فرمایا اور یہ حکم دیا کہ صبح اور شام یہ آیتیں پڑھا کریں۔ یعنی **افحسبتم** سے **وانت خیر الرّٰحمین** تک۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے حسب الارشاد یہ آیتیں پڑھیں تو ہم صحیح سالم مال غنیمت لے کر واپس آئے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ان کا گذر ایک ایسے بیمار پر ہوا جو سخت امراض میں مبتلا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے کان میں سورۂ مومنون کی یہی آیتیں **افحسبتم** سے آخر سورۃ تک پڑھ دیں وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ آیتیں پڑھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذاتِ پاک کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو وہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو دعا تلقین فرمائی تھی اور جو آج تک اہل ایمان اپنی نمازیں اکثر پڑھتے ہیں یعنی **اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا. وانه لایغفر الذنوب الا انت فغفرلی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم o**

یہ دعا اس آخری آیت **وقل رب اغفرو ارحم وانت خیر الرّٰحمین o** کے امتثال امر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دل کی گہرائیوں سے اس دعا کو اپنی نمازوں میں مانگنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

الحمدللہ اس درس پر اس سورۃ کا بیان ختم ہوا جس میں چھ رکوع تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

یہ ایک سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اسکو ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورۃ میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تا کہ تم سمجھو

| سُوْرَةٌ ایک سورۃ | اَنْزَلْنٰهَا جو ہم نے نازل کی | وَفَرَضْنٰهَا اور لازم کیا اس کو | وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیں | فِيْهَآ اسمیں |
|---|---|---|---|---|
| اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ واضح آیتیں | لَعَلَّكُمْ تا کہ تم | تَذَكَّرُوْنَ تم یاد رکھو | | |

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب اٹھارویں پارہ کی سورۃ النور کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس درس میں سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کی انشاء اللہ تشریح کی جائے گی۔ جس سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام وزمانۂ نزول۔ تاریخی پس منظر۔ موضوع ومباحث۔ تعداد رکوعات وآیات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے پانچویں رکوع کی پہلی آیت میں اللہ نور السموت والارض کا جملہ آیا ہے یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تو چونکہ اس سورۃ میں اللہ کے نور کا ذکر ہے۔ اس لئے اس کا نام سورۃ النور ہوا۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور ۶ ہجری کے آخری نصف میں اس کا مدینہ منورہ میں نزول ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی چوبیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۱۰۵ لکھا ہے یعنی قرآن پاک کی کل ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۰۴ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۶۴ آیات اور ۹ رکوعات ۱۴۲۰ کلمات اور ۶۴۱۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

تاریخی پس منظر یعنی جن حالات میں اس سورۃ کا نزول ہوا مختصراً اس طرح ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں یہود سے مصالحت کا معاہدہ فرمایا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وفا فرماتے رہے لیکن اس وقت یہود چونکہ مدینہ کے رئیس اور بڑے مانے جاتے تھے آپ کے تشریف لانے کے بعد اسلام کی روز افزوں شوکت کو دیکھ کر ان کو سخت غیظ ہوتا تھا اور اسی لئے وہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے درپے آزار رہتے تھے۔ غزوہ بدر ۲ھ میں جب کفار مکہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کو حیرت انگیز فتح ہوئی تو یہود مدینہ کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی۔ بالآخر انہوں نے علانیہ عہد شکنی شروع کر دی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے مختلف قبائل سے جنگ کی تیاری شروع کی۔ مقابلہ ہوا تو کچھ قبائل جلاوطن ہو کر شام چلے گئے اور کچھ خیبر وغیرہ چلے گئے۔ ادھر قریش مکہ پہلے سے مدینہ کے یہود اور منافقین کو خط لکھ کر نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت پر اکسا رہے تھے بلکہ یہ دھمکی بھی ساتھ دی تھی کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نہ نکال دو گے تو ہم تمہارے ساتھ بھی جنگ کریں گے۔ گویا قریش مکہ۔ یہود مدینہ اور منافقین سب کی مجموعی طاقت اسلام کے خلاف کھڑی ہوگئی۔ بالآخر ذی قعدہ ۵ھ میں سب نے اپنی پوری پوری قوتیں جمع کر کے یکبارگی مدینہ طیبہ پر حملہ کی ٹھہرائی اور اس طرح دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ کی طرف بڑھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر جنگ کرنا مناسب نہیں بلکہ جس طرف سے مدینہ کے اندر ان کے گھسنے کا احتمال ہے اس طرف خندق کھودی جائے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور تین ہزار صحابہ کرام کو لے کر خندق کھودنے کے لئے خود بھی کمربستہ ہو گئے چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے میں خود سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کے دست مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا۔ ایک مرتبہ خندق

کھودتے ہوئے ایک پتھر کی چٹان نکل آئی جس کی وجہ سے سب کے سب عاجز ہوگئے تو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے ایک کدال مارا تو اس کے ٹکڑے اڑ گئے غرض خندق تیار ہوگئی ادھر کفار کا لشکر آ پہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا تقریباً ایک ماہ تک مدینہ میں مسلمان محصور رہے۔ محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ رسد کی قلت سے صحابۂ کرام پر تین تین فاقہ گزر گئے۔ ایک روز مضطر ہوکر صحابہؓ نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے کہ سب نے پیٹ سے پتھر باندھ رکھے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کیلئے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کرسکے تو وہیں سے تیر اور پتھر برسانے شروع کئے۔ جانبین سے مسلسل تیر اندازی ہوتی رہی اسی سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہوئیں بالآخر خداوند قدوس نے اس بے سروسامان جماعت کی مدد فرمائی اور لشکر کفار پر ہوا کا ایک ایسا طوفان مسلط فرمایا جس نے ان کی فوج کے حواس معطل کر دیئے غرضیکہ ایک مہینہ تک سر مارنے کے بعد آخر کار ناکام اور خاسر ہوکر واپس چلے گئے اور ان کے جاتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان صحابہ سے فرمادیا کہ اس سال کے بعد اب قریش تم پر چڑھائی نہیں کریں گے بلکہ تم ان پر چڑھائی کروگے۔ یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ اب اسلام بچاؤ کی نہیں بلکہ اقدام کی لڑائی لڑے گا اور کفر کو اقدام کے بجائے بچاؤ کی لڑائی لڑنی پڑے گی۔ مشرکین۔ منافقین۔ یہود اب سبھی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کو محض ہتھیاروں اور فوجوں کے بل پر شکست نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے اب دشمنان اسلام کی سرگرمیوں کا رخ جنگی کارروائیوں سے ہٹ کر رذیلانہ حملوں اور داخلی فتنہ انگیزیوں کی طرف پھر گیا اور چونکہ یہ خدمت باہر کے دشمنوں کی بہ نسبت خود مسلمانوں کے اندر گھسے ہوئے منافقین زیادہ اچھی طرح انجام دے سکتے تھے اس لئے مخالفین اسلام کی اب یہ سازش قرار پائی کہ مدینہ کے منافقین اندر سے فتنہ اٹھائیں اور یہود و مشرکین باہر سے ان کا زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ مدینہ کے منافقین جو بظاہر مسلمان بن کر اہل اسلام میں گھلے ملے تھے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے کہ جس سے وہ مسلمانوں میں آپس میں بدگمانی پھیلاسکیں تاکہ مسلمانوں کے اتحاد اور نظم اور ان کی اجتماعی قوت میں رخنہ پڑے۔ چنانچہ منافقین کئی موقعوں پر افتراپردازی کا طوفان عظیم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح کا ایک حملہ منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں کھڑا کیا مگر مخالفین کے تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب وحی الٰہی نے سورۂ احزاب میں دیا اور منافقین کی اس مہم پر سخت زجر و توبیخ کی گئی جس کی تفصیلات انشاء اللہ اکیسویں پارہ سورۂ احزاب میں بیان ہونگی۔

دوسرا حملہ منافقین نے ہجرت کے چھٹے سال غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر کھڑا کیا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بابت غلط اور بے بنیاد بدگمانی پھیلانی شروع کی اور آپ پر تہمت لگا کر بیہودہ خبریں اور افواہیں مسلمانوں میں پھیلائیں۔ شیطانی وسوسوں نے کام کیا اور کچھ سادہ دل مخلص مسلمان بھی اس بے بنیاد جھوٹی افواہ کے سننے اور دوسروں سے ذکر کرنے میں شامل ہوگئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعۂ تہمت کی وہی شان ہے جو حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے قصہ کی شان ہے جس کی تفصیل سورۂ مریم سولہویں پارہ میں گزری اور جس طرح حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کی عفت و عصمت پر ایمان لانا فرض ہے اور آپ کی عصمت و نزاہت میں شک کرنا کفر ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت و عصمت پر ایمان لانا فرض ہے اور آپ کی عصمت و نزاہت میں شک کرنا کفر ہے۔ دونوں کی عفت و عصمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور نص قرآنی کا انکار کفر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا شوشہ چھوڑ کر منافقین نے بیک وقت کئی شکار کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت پر حملہ کیا۔ دوسری طرف اسلامی وقار کو گرانے کی کوشش کی اور تیسری طرف مسلمانوں کے اندر کمال درجے کے اتحاد اور نظم و

21

ضبط میں رخنہ پیدا کرنے کی اسکیم بنائی۔ یہ تھے وہ حالات کہ جس میں یہ سورۂ نور نازل ہوئی۔ اس پس منظر کو سمجھ لینے سے آئندہ دوران سورۃ تشریحات سمجھنے میں انشاءاللہ سہولت اور آسانی ہوگی اس لئے یہ پس منظر بیان کرنا ضروری تھا۔

اس سورۃ کے مرکزی مطالب عورت کی عفت سے متعلق ہیں۔ اس لئے حدیث صحیح میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آیا ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔ اس سورۃ میں زیادہ تر گھریلو اور اجتماعی زندگی کے پاک صاف رکھنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ ناجائز تعلقات جنسی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ پاکیزہ گھرانوں کی مستورات کے متعلق وہم وگمان کی بنا پر برے خیالات پھیلانے والوں کی سزا کا قانون بیان فرمایا گیا ہے۔ بیوی پر ناپاکی کا الزام لگانے والے خاوند کے لئے لعان کا قانون بتایا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی کی شہادت دی گئی اور آپ کے متعلق بدگمانی پھیلانے والوں کو سرزنش کی گئی اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اللہ کے برگزیدہ بندں کی بابت بدگمانیوں سے بچیں ورنہ سخت سزا کے سزاوار ہوں گے۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کی گئی کہ پاکیزہ زندگی اختیار کریں اور اس کا طریقہ بتایا گیا۔ بیوہ عورتوں کی دوبارہ شادی کردینے کی مصلحت سمجھائی گئی۔ اسلامی معاشرہ کو بیہودہ باتوں۔ خرابیوں اور بدگمانیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے معاشرتی اور تمدنی قوانین کی تعلیم دی گئی۔ اس سورت میں مسلمانوں کو بشارت دی گئی کہ انہیں زمین میں حکومت وسلطنت دی جائے گی تاکہ انہیں اسلام کی خوبیاں اور برکتیں تمام دنیا میں پھیلانے کا موقع مل جائے۔ پھر آپس میں مل جل کر رہنے کی تعلیم دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب وتعظیم کی ہدایت کی گئی اور بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا برتاؤ کیسا ہونا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں بڑے بڑے اور اہم قوانین و ہدایات کے علاوہ منافقین اور مؤمنین کی علامتیں بتائی ہیں تاکہ معاشرہ میں پتہ چل جائے کہ مخلص اہل ایمان کون ہیں اور منافق کون؟ ان جملہ امور کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

اس تمہیدی تشریح کے بعد اب آیت زیر تفسیر کی تشریح سنیئے۔

سورۃ کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے کہ لفظ لفظ سے اہمیت ٹپکتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

''یہ ایک سورۃ ہے کہ جس کے الفاظ کو بھی ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے احکام کو بھی ہم نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورۃ میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو اور عمل کرو۔''

اب یوں تو سارا ہی قرآن اور تمام سورتیں حق تعالیٰ ہی کی نازل کی ہوئی ہیں مگر اس سورۃ کے احکام کو خاص اہمیت دینے کے لئے فرمایا گیا کہ اس کا نازل کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے اسے کسی اور ناصح کے کلام کی طرح ہلکی چیز نہ سمجھ بیٹھنا۔ خوب جان لو کہ اس کا نازل کرنے والا وہ ہے جس کے قبضہ میں تمہاری جانیں ہیں اور جس کی گرفت سے تم مرکر بھی نہیں چھوٹ سکتے اس لئے مخاطبین سمجھ لیں کہ اس کے مضامین و احکام ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اور بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے مستحق ہیں۔ جو صاف صاف نصیحتیں اور کھری کھری باتیں اس سورۃ میں بیان کی گئی ہیں اس لائق ہیں کہ ہر مسلمان ان کو حرزِ جان بنائے اور ایک منٹ کے لئے ان سے غفلت نہ کرے لفظ فرضنھا اور اسے ہم نے فرض کیا ہے۔ یہ صاف ظاہر کررہا ہے کہ یہ قطعی احکام ہیں جس کی پیروی کرنا لازم ہے۔ یہ نہیں کہ یہ کوئی ''سفارشات'' ہیں کہ آپ کا جی چاہے تو مانیں ورنہ جو چاہے عمل کرتے رہیں اور جیسے چاہیں عائلی اور خانگی قوانین بناتے رہیں پھر آیاتِ بینتٍ یعنی صاف صاف کھلی آیات کہہ کر یہ واضح کردیا کہ جو ہدایات و احکام اس سورۃ میں دیئے جارہے ہیں ان میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ صاف صاف اور کھلی ہدایات ہیں جس کے متعلق تم یہ عذر نہیں کرسکتے کہ فلاں حکم ہماری سمجھ میں نہیں آیا اس لئے ہم کیسے عمل کرتے۔ اس پرشوکت تمہید کے بعد احکام شروع ہوجاتے ہیں اور سب سے پہلا حکم زانی اور زانیہ کی سزا کے متعلق ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد سو ان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو۔ اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ

ذرا رحم نہ آنا چاہیئے اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

حاضر رہنا چاہیے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| اَلزَّانِيَةُ بدکار عورت | وَالزَّانِيْ اور بدکار مرد | فَاجْلِدُوْا تو تم کوڑے مارو | كُلَّ وَاحِدٍ ہر ایک کو | مِّنْهُمَا ان دونوں میں سے | مِائَةَ سو |
| جَلْدَةٍ کوڑے | وَلَا تَاْخُذْكُمْ اور نہ پکڑو (نہ کھاؤ) | بِهِمَا ان پر | رَاْفَةٌ مہربانی (ترس) | فِيْ میں | دِيْنِ اللّٰهِ اللہ کا حکم | اِنْ اگر |
| كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان رکھتے ہو | بِاللّٰهِ اللہ پر | وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یوم آخرت | وَلْيَشْهَدْ اور چاہیے کہ موجود ہو | عَذَابَهُمَا ان کی سزا | |
| طَآئِفَةٌ ایک جماعت | مِّنَ سے۔کی | الْمُؤْمِنِيْنَ مومن (مسلمان) | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ تمہیدی آیت میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا تھا کہ یہ عظیم الشان جلیل القدر سورۃ ہم نے نازل کی ہے اور ہم نے خود اس میں احکام مقرر کئے ہیں جن کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ اس تمہید کا انداز بیان خود بتا رہا ہے کہ سورۂ نور کے احکام کو اللہ تعالیٰ کتنی اہمیت دے کر پیش فرما رہے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ کے نازل ہونے سے پہلے تہمت تراشی کا ایک ایسا افسوسناک واقعہ پیش آیا تھا جس سے اجتماعی زندگی کے آرام وسکون میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ مراد اس سے واقعۂ افک ہے جبکہ منافقین نے محض اسلام دشمنی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا کر غلط اور بے بنیاد بدگمانی پھیلانی شروع کر رکھی تھی جس کی تفصیلات اگلے رکوع میں ظاہر فرمائی گئی ہیں۔ اس لئے تمہید کے الفاظ اتنی شان وشوکت کے ہیں تاکہ لوگ اس سورۃ کے احکام کو ہمیشہ یاد رکھیں اور برائیوں سے بچیں۔ چونکہ منافقین نے معاذ اللہ، معاذ اللہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا سے متعلق تہمت لگائی تھی مگر آپ کی برأت اور پاک دامنی پر قرآن پاک نے شہادت دی اور اگلے دو رکوع مستقل آپ کی صدیقیت پر نازل ہوئے۔ اس لئے اس سورۃ میں احکام کی ابتداء زنا کی سزا سے ہوتی ہے اور پہلا حکم اس آیت میں یہ دیا جاتا ہے کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کو ١٠٠ درے مارے جائیں۔ یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ شریعت اسلامیہ میں یہ ١٠٠ دُرے کی سزا اس زانی اور زانیہ کی ہے جو آزاد، عاقل اور بالغ ہو اور نکاح کئے ہوئے نہ ہو یا نکاح اگر ہو چکا ہے تو ہم بستری نہ ہو سکی ہو۔ اور اگر آزاد، بالغ اور عاقل مرد وعورت نکاح سے فائدہ اٹھا چکے ہوں اور ہم بستری ہو چکی ہو تو ایسے مرد وعورت کو زنا کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے یعنی اتنے پتھر اس کے مارے جائیں کہ وہ مر جائے۔ یہ سزا رجم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے حیات مبارکہ میں جاری فرمائی اور آپ کے بعد خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل برابر اسی قانون پر رہا۔ اگر شادی شدہ آزاد مرد یا عورت سے زنا سرزد ہوا تو سنگسار کیا گیا اور غیر شادی شدہ آزاد مرد وعورت کے ١٠٠ کوڑے مارے گئے۔ (نوٹ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ بینات کراچی اشاعت خاص "رجم کی شرعی حیثیت"

بابت ماہ رجب وشعبان ۱۴۰۱ھ مطابق جون جولائی ۱۹۸۱ء)
زنا کا عام مفہوم جس سے ہر شخص واقف ہے یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت بغیر اس کے کہ ان کے درمیان جائز رشتہ زن وشو ہر ہو باہم مباشرت کا ارتکاب کریں۔ اس لئے اس جرم کی سزا بھی ایسی ہی رکھی گئی ہے۔ اس فعل بد کی شامت سے دنیا میں بھی انسانوں پر بہت سی بلائیں نازل ہوتی ہیں جیسے دشمن کا غلبہ۔ رزق کی تنگی۔ عزت کی بربادی۔ عمر میں بے برکتی۔ ملک و دولت کی بربادی۔ سینکڑوں بیماریوں کا آنا اور روح پر بھی ایسی تاریکی پیدا ہوتی ہے جو مرنے کے بعد اندھیری اور عذاب آتش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی نظر میں بھی ایسا شخص مقہور ہو جاتا ہے اور نیک لوگ بھی اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ زنا سے فقط دونوں زنا کار مرد و عورت ہی اپنی شخصیت۔ وقار۔ عزت اور تہذیب کو برباد نہیں کرتے بلکہ اگر یہ سلسلہ قائم رہے تو خاندان کے خاندان اور قومیں کی قومیں مختلف مصائب کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جتنی سخت سزا زنا کی مقرر کی ہے کسی دوسرے اخلاقی یا مالی جرم کی ایسی سنگین تعزیر مقرر نہیں کی۔ آج بھی جن ملکوں میں مثلاً حجاز۔ نجد۔ یمن جہاں زنا کی حد شرعی جاری ہے وہاں جرم زنا آج بھی گویا عنقا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کی تجویز کی ہوئی یہ سزا جاری نہیں ہے وہاں زنا کے بازار عام ہیں جن میں افسوس صد افسوس آپ کا ملک پاکستان بھی شامل ہے۔ اہل ملک۔ ملک کی اس حالت سے خوب واقف ہیں۔ مجھے تشریح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک اسلامی ملک میں ہم صاحب اختیار ہو کر قرآنی تعزیرات اور شرعی سزائیں جاری نہ کر کے جہاں ہم ایک طرف قرآن کے نافرمان بلکہ باغی ہونے کے مجرم ہیں وہیں دوسری طرف معاشرہ میں دن دگنی رات چوگنی برائیاں، فسق و فجور، بدکرداری، بے حیائی اور طرح طرح کے جرائم کی کثرت اور پیداوار کے بھی ذمہ دار ہیں۔ اگر آج آپ شرعی سزائیں یہاں جاری کردیں۔ چور کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ شادی شدہ زانی یا زانیہ کو سنگسار کیا جائے۔ غیر شادی شدہ کے سو کوڑے مارے جائیں۔ ڈکیتی۔ راہزنی اور لوٹ مار کرنے والوں کو قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں کے کاٹے جائیں۔ یا جلاوطن کردیا جائے۔ شرابی کو اسی کوڑوں کی پٹائی کی سزا دی جائے وغیرہ وغیرہ تو آپ دیکھ لیں کہ پاکستان حقیقی معنی میں پاکستان بن جائے۔ زنا، شراب، جواء، قمار، سٹہ رشوت، قتل، اغوا، لوٹ مار، چوری، ڈکیتی کس طرح عنقا ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارا ذہن اتنا مفلوج ہو گیا ہے کہ ہماری اپنی کوئی رائے باقی ہی نہیں رہی۔ جسے یورپ اچھا کہتا ہے بس اسے ہم بھی اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ جسے یورپ برا قرار دیتا ہے اسے ہم بھی برا تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر وہاں سے سند جواز مل گئی تو پھر کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ اگر وہاں سے کسی بات کے غلط اور ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر ہو گیا تو ہماری زبانیں گنگ ہو گئیں، ہمارے دلوں پر تالے پڑ گئے۔ ہمارے دماغوں کے سوتے خشک ہو گئے۔ انا لِلّٰہِ وانا الیہ رجعون

جس قوم کے پاس قرآن کریم جیسی کتاب اور سید الانبیاء فخر رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ذات عالی مرتبت کی تعلیمات موجود ہوں اسے یورپ کے دہریوں اور مغرب کے فسق نوازوں کی تقلید اور دریوزہ گری سے کیا کام۔ اے اللہ! آپ اپنے کرم سے پھر ہم کو مومنانہ فراست۔ قلندرانہ جرأت فقیہانہ دانش و حکمت۔ داعیانہ بے باکی اور ہمت عطا فرمادے اور اپنے آسمانی دین اور کتاب کا سچا وفادار بنادے اور جس اسلام کے نام پر یہ ملک پاکستان بنا تھا اسی اسلام کی یہاں حقیقی حکومت ہم کو عطا فرمادے آمین۔ یہ مضمون یہاں بیچ میں اضطراری طور پر آ گیا۔

اس آیت کے مخاطب کہ زانیہ اور زانی ہر ایک کے سوسو دُرے مارو۔ صاحب حکومت اور امرائے اسلام ہیں۔ یا ان کے مقرر کئے ہوئے قاضی وحاکم۔ اسلامی قانون حکومت کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ زانی کے اور زانیہ کے خلاف کارروائی کرے اور عدالت کے سوا کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ زنا پر سزا دے اس پر تمام امت کے فقہا کا اتفاق ہے کہ آیت میں لفظ فاجلدوا یعنی ان کے کوڑے مارو کے مخاطب عوام نہیں بلکہ اسلامی حکومت کے حکام اور قاضی ہیں۔

زانیہ عورت اور زانی مرد کی سزا کا حکم بیان کرنے کے بعد آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ان پر ترس کھانے اور رحم کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملہ میں تم پر دامنگیر نہ ہو۔ یہاں آیت میں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ زنا کی اس حد شرعی کو ''دین اللہ'' فرمایا جارہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہی دین نہیں ہیں بلکہ شرعی سزاؤں کا جاری کرنا بھی عین دین ہے۔ اس طرح دین کو قائم کرنے کا مطلب صرف نماز، روزہ ہی کا قائم کرنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے جملہ قانون اور نظام شریعت قائم کرنا دین ہے۔ اب اسی سے اس کا خلاف بھی سمجھ لیا جائے کہ جہاں اللہ کے قانون کو چھوڑ کر اور رد کر کے کوئی دوسرا قانون اختیار کیا جائے تو گویا دین اللہ کو رد کر دیا گیا۔ تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف تنبیہ فرمادی کہ زانی اور زانیہ پر میری تجویز کردہ سزا نافذ کرنے میں مجرم کے لئے رحم و شفقت کا جذبہ تمہارا ہاتھ نہ پکڑے۔ اسی بات کو اور زیادہ کھول کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے روز ایک حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں ایک کوڑا کم کر دیا تھا۔ پوچھا جائے گا کہ یہ حرکت تو نے کیوں کی تھی؟ وہ عرض کرے گا کہ آپ کے بندوں پر رحم کھا کر۔ ارشاد ہوگا کہ اچھا تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ رحیم تھا؟ پھر حکم ہوگا کہ لے جاؤ اسے جہنم میں۔ ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد پر ایک کوڑے کا اضافہ کر دیا تھا۔ پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ کس لئے کیا تھا۔ وہ عرض کرے گا تاکہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں۔ ارشاد ہوگا کیا تو ان کے معاملہ میں مجھ سے یادہ حکیم تھا۔ پھر حکم ہوگا لے جاؤ اسے دوزخ کی طرف (تفسیر کبیر) یہ نتیجہ تو اس صورت میں ہے جبکہ حد شرعی میں کچھ کمی بیشی کا عمل رحم یا مصلحت کی بنا پر ہو لیکن اگر قانون الٰہی میں ایک سرے سے ردوبدل ہی کر دیا جائے یا اس کو بالکل ہی رد کر دیا جائے تو یہ اور بھی سنگین جرم ہے۔ پھر آگے اس حد کو جاری کرنے کی تاکید میں یہ بھی فرمایا ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر یعنی اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور آخرت پر یقین رکھتے ہو تو اس کے احکام وحدود جاری کرنے میں کچھ پس وپیش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا بالکل روک لو یا اس میں کمی کرنے لگو یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر مؤثر طرز اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر شفیق ومہربان ہے۔ اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم حکمت و رحمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اگر صاحب اقتدار اس کے احکام وحدود کے اجراء میں کوتاہی کریں گے تو قیامت میں ان کی پکڑ ہوگی۔ اس لئے دنیا میں اللہ کی مقرر کی ہوئی سزائیں بلا رورعایت اور بغیر کسی قسم کے پس وپیش کے مجرموں کو دینی چاہئے۔ آگے یہ بھی بتلادیا گیا کہ یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ یہ سزا چپکے سے سب سے چھپا کر دے دی جائے۔ نہیں بلکہ دوسروں کی عبرت کے لئے ضروری ہے کہ ایسے حیا سوز کام کرنے والوں کو برملا سب کے سامنے سزا دی جائے تاکہ ان کی سزا اور رسوائی دیکھ کر دوسرے عبرت پکڑیں اور ایسے کاموں سے بچیں۔ آیت کے اس جملہ ولیشھد عذابھما طائفة من المؤمنین یعنی سزائے زنا کے جاری کرنے کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے

تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسلام میں سب سزاؤں اور خصوصاً حدود کو منظر عام پر جاری کرنے کا طریقہ رائج ہے تا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو مگر ایک جماعت کو اس میں حاضر رہنے کا حکم یہ بھی سزائے زنا کی خصوصیت ہے۔ فواحش اور بے حیائی کی روک تھام کے لئے شریعت اسلام نے دور دور تک پہرے بٹھائے ہیں عورتوں پر پردہ لازم کر دیا گیا۔ مردوں کو نظر نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ زیور کی آواز یا عورت کے گانے کی آواز کو ممنوع قرار دیا گیا کہ وہ بے حیائی کے لئے محرک ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جس شخص سے ان معاملات میں کوتاہی دیکھی جائے اس کو خلوت میں تو سمجھانے کا حکم ہے مگر اس کو رسوا کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن جو شخص ان تمام شرعی احتیاطوں کو توڑ کر اس درجہ میں پہنچ گیا کہ اس کا جرم شرعی شہادت سے ثابت ہو گیا تو اب اس کی پردہ پوشی دوسرے لوگوں کی جرأت بڑھانے کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب تک جتنا اہتمام پردہ پوشی کا شریعت نے کیا اب اتنا ہی اہتمام اس کی تفضیح اور رسوائی کا کیا جاتا ہے۔ اسی لئے زنا کی سزا کو صرف منظرِ عام پر جاری کرنے پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس میں حاضر اور شریک رہنے کا حکم دیا گیا۔ (معارف القرآن)

اب رہے وہ امور کہ جن سے ثبوت زنا ہو سکے اور جس پر حد شرعی جاری ہو سکے۔ ان کی تفصیلات فقہا نے کتب فقہ میں لکھی ہیں۔ مثلاً ثبوت زنا یا تو چار مردوں کی عینی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے خود چار مرتبہ اقرار کر لینے سے۔ پھر بھی امام۔ قاضی یا حاکم عدالت بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے؟ کہاں کیا؟ کس سے کیا؟ کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا اور گواہوں کو صراحۃً اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا۔ اور یہ مسائل کہ کوڑا کیسا ہو؟ کس طرح مارا جائے؟ بدن کے کس حصہ پر مارا جائے اور کہاں نہ مارا جائے؟ یہ جزئیات بھی فقہاء نے کتب فقہ میں جمع کر دی ہیں مثلاً مرد کو کوڑا لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوائے تہ بند کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے منہ، چہرے اور شرمگاہ کے۔ اور عورت کو کوڑا لگاتے وقت کھڑا نہ کیا جائے۔ نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں، البتہ پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ اتار دیئے جائیں وغیرہ وغیرہ۔

آگے بے حیائی کی روک تھام کے لئے دوسرا حکم اگلی آیت میں دیا گیا اور پھر زنا کی تہمت کسی پاکباز عورت یا مرد پر لگانے کی سزا اور اس کا قانون بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

نوٹ: یہ درس ابتداء ۱۹۶۷ء میں لکھا گیا تھا۔ اب ۸۴-۱۹۸۳ء میں بوقت کتابت و طباعت الحمد للہ حالات پاکستان میں بدلے ہوئے ہیں موجودہ حکومت کی طرف سے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء نافذ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامل نفاذ شرعی نظام کی اس ملک میں صورتیں ظاہر فرمائیں۔ (احقر مؤلف)

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر طرح کے ممنوعاتِ شرعیہ کے ارتکاب سے ہم کو بچائیں اور دین کو پوری طرح قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اس ملک کے حکام اور اصحاب حکومت کو توفیق عطا فرما کہ آپ کے قانون اور شرعی سزاؤں کو ملک میں نافذ کریں۔ اور اس ملک کو صحیح معنی میں اسلامی حکومت بنا دیں۔ یا اللہ! قرآنی احکام کی نافرمانی اور بغاوت کا ماحول اس ملک سے یکسر مٹا دے اور قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌۚ

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے۔ اور یہ مسلمانوں پر

وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳ وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ

حرام کیا گیا ہے۔ اور جو لوگ، (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ (اپنے دعوے) پر نہ لاسکیں

شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ

تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور اُن کی کوئی گواہی کبھی مت قبول کرو۔ اور یہ لوگ فاسق ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْاۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵

لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں سو اس حالت میں اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنیوالا ہے

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَلزَّانِیْ بدکار مرد | لَا یَنْكِحُ نکاح نہیں کرتا | اِلَّا سوا | زَانِیَةً بدکار عورت | اَوْ مُشْرِكَةً یا مشرکہ | وَّ الزَّانِیَةُ اور بدکار عورت | | |
| لَا یَنْكِحُهَا نکاح نہیں کرتی | اِلَّا زَانٍ سوا بدکار مرد | اَوْ مُشْرِكٌ یا شرک کرنیوالا مرد | وَ حُرِّمَ اور حرام کیا گیا | ذٰلِكَ یہ | عَلَى پر | | |
| الْمُؤْمِنِیْنَ مومن | وَ اور | الَّذِیْنَ جولوگ | یَرْمُوْنَ تہمت لگائیں | الْمُحْصَنٰتِ پاکدامن عورتیں | ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا پھر وہ نہ لائیں | | |
| بِاَرْبَعَةِ چار | شُهَدَآءَ گواہ | فَاجْلِدُوْهُمْ تو تم انہیں کوڑے مارو | ثَمٰنِیْنَ اسی | جَلْدَةً کوڑے | وَّ لَا تَقْبَلُوْا اور تم نہ قبول کرو | | |
| لَهُمْ ان کی | شَهَادَةً گواہی | اَبَدًا کبھی | وَ اُولٰٓىٕكَ یہی لوگ | هُمُ وہ | الْفٰسِقُوْنَ نافرمان | اِلَّا مگر | الَّذِیْنَ تَابُوْا جن لوگوں نے توبہ کرلی |
| مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد | وَ اَصْلَحُوْا اور انہوں نے اصلاح کرلی | فَاِنَّ تو بیشک | اللّٰهَ اللہ | غَفُوْرٌ بخشنے والا | رَّحِیْمٌ نہایت مہربان | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں غیر شادی شدہ مردوعورت سے اگر زنا سرزد ہو تو اس کی سزا بیان فرمائی گئی تھی کہ ہر ایک کے سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ مردوعورت سے اگر زنا سرزد ہو تو قرآن وسنت صحیحہ متواترہ سے اس کی سزا رجم ثابت ہے۔ یعنی پتھروں سے مارتے مارتے جان سے مار ڈالنا۔ زنا کی سزا ذکر فرمانے کے بعد آگے ان آیات میں اس فعل کی غایت برائی فرمائی جاتی ہے اور اس حیا سوز کام کی روک تھام کے لئے قانون بیان فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو مرد یا عورت اس عادت شنیع میں مبتلا ہیں حقیقت میں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی عفیف مسلمان سے ان کا تعلق نکاح وازدواج قائم کیا جائے۔ ان کی یعنی زانی اور زانیہ کی پلید طبیعت اور میلان کے مناسب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کسی بدکار تباہ حال مردوعورت سے یا ان سے بھی بدتر کسی مشرک ومشرکہ سے ان کا تعلق ہو۔

عرب میں ایامِ جاہلیت میں جس طرح شراب کی کثرت تھی اس طرح زنا کی بھی کثرت تھی۔ چنانچہ ایام جاہلیت میں بعض نادار مرد افلاس سے تنگ آکر مالدار فاحشہ عورت سے نکاح کرلیتے تھے تاکہ اس کی زنا کی کمائی سے اس کا بھی خرچ چلے اس بے حیائی اور بے غیرتی کی اسلام نے قطعی روک تھام کردی اور زانیہ سے نکاح کرنا پاکباز مردوں پر حرام کردیا گیا۔ غیرت مند مرد کبھی پسند اور گوارا نہ کرے گا کہ اس کی منکوحہ کا کسی غیر مرد سے تعلق ہو اسی طرح نہ غیرت مند عورت

اس کو گوارا کرے گی کہ اس کا خاوند کسی اور عورت سے ناجائز تعلق رکھے۔

یہاں آیت میں مشرکہ اور زانیہ جن سے اہل ایمان کو نکاح کرنا حرام ہے وہ مشرک عورت ہے جو حالت شرک میں ہو نہ کہ وہ جو کسی زمانہ میں مشرک رہ چکی ہو اور اب تائب ہو کر مسلمان ہو چکی ہو۔ ایسی عورت کے ساتھ نکاح بالکل درست ہے اسی طرح زانیہ سے بھی وہ زانیہ مراد ہے جو فی الحال زنا میں مبتلا ہو نہ کہ وہ جس سے کسی زمانہ میں یہ معصیت صادر ہوئی اور اب وہ تائب ہو کر پاکبازی کی زندگی بسر کر رہی ہو۔

تائبہ سے نکاح کے عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہاں ممانعت نکاح کی صرف ان سے ہو رہی ہے جو فی الحال مشرکہ اور زانیہ ہیں۔ اس آیت کی بنا پر مشرکہ اور زانیہ دونوں سے نکاح معصیت اور گناہ ہے۔ مشرکہ سے تو جواز نکاح ہی کی صورت نہیں اور زانیہ سے نکاح قانونی حیثیت سے نافذ تو ہو جائے گا لیکن عنداللہ معصیت تو بہر حال رہے گا۔ تو زانیہ اور مشرکہ سے پاکباز مومن کے نکاح کی ممانعت کا یہ دوسرا قانون اس سورۃ میں بیان فرمایا گیا۔

آگے ایک تیسرا قانون یعنی زنا کی تہمت کسی پاک دامن عورت پر لگانا اور اسی طرح پاکباز مرد پر بہتان لگانا اس کا قانون اور سزا بیان فرمائی جاتی ہے کہ جو کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور چار چشم دید گواہ نہ لا سکے تو اس کے اسی کوڑے مارے جائیں۔ یہاں بھی اسی کوڑے مارنے کا اختیار صاحب حکومت امراء اسلام یا ان کے نائبین کو ہے اور سزا کی معافی یا تخفیف ان کے اختیار میں بھی نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کو مسلمان مرد اور مسلمان عورت کی عزت کے تحفظ کا کس درجہ اہتمام ہے کہ گواہ ایک نہیں دو نہیں اکٹھے چار گواہ اور وہ بھی چشم دید گواہ ہونے چاہئیں اگر اس تعداد میں ایک کی بھی کمی رہ جائے گی تو حد جاری نہ ہو سکے گی اور یہ چار گواہ مرد ہونا چاہئیں۔ تو جو شخص کسی پاکدامن اور عفیف عورت پر تہمت زنا کی رکھے اور پھر چار چشم دید گواہ نہ لا سکے تو ایک سزا تو اس کو یہ ملے گی کہ اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور دوسری سزا یہ کہ آئندہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی معتبر نہ رہے گی اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اس کی شہادت معاملات میں قبول نہیں کی جا سکتی۔ دیکھئے یہ ہیں شرعی اور قرآنی سزائیں کہ اسلامی حکومتیں اگر ان پر عمل کرنے لگیں تو برائیوں کا کیسا قلع قمع ہو جائے۔ اسلام میں بہر حال توبہ اور اصلاح حال کا دروازہ بھی ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگر ایسا شخص سچی توبہ اور اصلاح کر لے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندوں میں اس کا شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں۔ سچے تائب کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔

یہ تین قانون اب تک بیان ہوئے اب چوتھا قانون لعان کا یعنی جو لوگ اپنی ہی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے دعوے کے اور کوئی گواہ نہ ہوں تو اس حالت میں کیا قانون ہے اس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں پوری طرح اسلام اور ایمان کی زندگی نصیب فرماویں اور تمام ممنوعات شرعیہ سے بچاویں۔ اور قرآن پاک کے جملہ احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اس ملک میں شرعی سزائیں جاری فرما دے تاکہ اس کی برکت سے یہ ملک جرائم اور بدکاریوں سے پاک ہو جائے۔ یا اللہ! زنا کی لعنت سے اس اسلامی ملک کو پاک فرما دے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب اس ملک میں قرآنی اور شرعی سزائیں جاری ہوں۔ یا اللہ! اسلام کی برکات اس ملک میں ہم کو کامل طور پر دیکھنا نصیب فرما اور فسق و فجور کی فضاؤں کو یکسر مٹا نصیب فرما۔ یا اللہ! اس ملک خداداد میں جو اسلامی اور شرعی نظام کے داعی ہیں ان کو ایسی جرأت اور ہمت نصیب فرما کہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں۔ اور جو بدباطن اس راہ میں رکاوٹ پیدا کر کے روڑا اٹکانے والے ہیں ان کو خاسر و ناکام فرما کر ان کے عزائم کو ملیامیٹ فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ

اور جو لوگ اپنی بیبیوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے دعویٰ کے اور کوئی گواہ نہ ہوں تو اُن کی شہادت یہی ہے

اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ

کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بے شک میں سچا ہوں۔اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں

كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ

جھوٹا ہوں۔اور (اس کے بعد) اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھاکر کہے کہ

اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ﴿۸﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾

بے شک یہ مرد جھوٹا ہے۔اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو۔اور اے مردو اور عورتو!

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اسکا کرم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ | يَرْمُوْنَ تہمت لگائیں | اَزْوَاجَهُمْ اپنی بیویاں | وَلَمْ يَكُنْ اور نہ ہوں | لَهُمْ ان کے | شُهَدَآءُ گواہ | اِلَّا سوا | | |
| اَنْفُسُهُمْ ان کی جانیں خود | فَشَهَادَةُ پس گواہی | اَحَدِهِمْ ان میں سے ایک | اَرْبَعُ چار | شَهٰدٰتٍ گواہیاں | بِاللّٰهِ اللہ کی قسم | | | |
| اِنَّهٗ لَمِنَ کہ وہ بیشک سے | الصّٰدِقِيْنَ سچ بولنے والے | وَالْخَامِسَةُ اور پانچویں | اَنَّ یہ کہ | لَعْنَتَ اللّٰهِ اللہ کی لعنت | عَلَيْهِ اس پر | | | |
| اِنْ كَانَ اگر ہے وہ | مِنَ سے | الْكٰذِبِيْنَ جھوٹ بولنے والے | وَيَدْرَؤُا اور ٹل جائے گی | عَنْهَا اس عورت سے | الْعَذَابَ سزا | اَنْ اگر | | |
| تَشْهَدَ گواہی دے | اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ چار بار گواہی | بِاللّٰهِ اللہ کی قسم | اِنَّهٗ کہ وہ | لَمِنَ البتہ سے | الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے لوگ | وَ اور | | |
| الْخَامِسَةَ پانچویں بار | اَنَّ یہ کہ | غَضَبَ اللّٰهِ اللہ کا غضب | عَلَيْهَآ اس پر | اِنْ اگر | كَانَ وہ ہے | مِنَ سے | الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ | وَلَوْلَا اور اگر نہ |
| فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل | عَلَيْكُمْ تم پر | وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت | وَاَنَّ اور یہ کہ | اللّٰهَ اللہ | تَوَّابٌ توبہ قبول کرنیوالا | حَكِيْمٌ حکمت والا | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں پہلا حکم حد زنا غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے متعلق بیان ہوا تھا اور دوسرا حکم زانیہ ومشرکہ سے نکاح حرام ہونے کے متعلق بیان ہوا۔اور تیسرا حکم کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے اور پھر چار گواہ نہ لانے پر تہمت لگانے والے کو ۸۰ کوڑوں کی سزا کا حکم بیان ہوا۔

اب یہ چوتھا حکم اپنی بیوی کی بابت زنا کی تہمت لگانے کا بیان فرمایا جارہا ہے گذشتہ بیان کئے ہوئے تیسرے حکم کے مطابق تو عام قاعدہ اور قانون یہی تھا کہ کوئی مرد اگر کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور پھر چار گواہ نہ لا سکے تو اس تہمت لگانے والے کو ۸۰ کوڑوں کی سزا دی جائے گی مگر عادۃً غیر عورت پر تہمت لگانا اور عداوت یا رسوائی کے لئے ایک معمولی بات ہے لیکن اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں شوہر کی بھی بے عزتی ہے اس لئے بغیر سبب قوی اور اپنے معائنہ کے کوئی سلیم الفطرۃ اپنی بیوی پر ایسا الزام نہیں لگا سکتا۔اور ایسے موقع پر چار گواہوں کا بہم پہنچانا بھی مشکل بات

ہے اس لئے اس بارہ میں دونوں میاں بیوی کی رعایت رکھ کر ایک حکم جداگانہ دیا گیا جس کو شریعت کی اصطلاح میں لعان کہا جاتا ہے اور جو ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اولاً اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر شوہر چار معتبر گواہ پیش کر دے تو عورت پر حد زنا یعنی سنگساری جاری کر دی جائے گی۔ اگر گواہ نہ لا سکا تو شوہر کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں جھوٹ نہیں بولا۔ گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہوں گے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار۔ اگر تہمت لگانے والا شوہر ان الفاظ مذکورہ بالا کے کہنے سے انکار کرے تو قید کیا جائے گا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے اور یا پانچویں مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اگر شوہر نے اپنے جھوٹے ہونے کا خود اقرار کر لیا تو پھر اسی کوڑوں کی سزا اس پر جاری کی جائے گی۔ اور اگر اس نے پانچ مرتبہ مذکورہ بالا الفاظ کہہ لئے تو پھر عورت سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ اللہ کا غضب آ دے مجھ پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہے اگر عورت یہ الفاظ کہنے سے گریز کرے تو اسے قید میں رکھا جائے گا اور حاکم مجبور کرے گا کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حد زنا یعنی سنگساری اس پر جاری ہوگی اور یا بالفاظ مذکورہ بالا اس کی تکذیب کرے اگر عورت نے بھی مرد کی طرح مذکورہ بالا الفاظ ۵ مرتبہ کہہ دیئے اور لعان یعنی اس قسما قسمی سے فراغت ہوئی تو اس مرد کو اس عورت سے تعلقات زن و شو حرام ہو گئے۔ اب اگر مرد نے طلاق دے دی تو فبہا ورنہ حاکم یا قاضی ان میں تفریق کر دے یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ان میں تفریق کی اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔

لعان کرانے اور قسمیہ بیان مرد عورت سے لینے سے پہلے سنت ہے کہ قسم کھانے والے کو نصیحت کی جائے اور اس کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جائے۔ لعان کے واقعات خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور آپ نے اسی قرآنی قانون کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

اس قانون لعان کو بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا فضل و رحمت ہے جو یہ قانون مقرر فرما دیا کیونکہ اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا تو عام قاعدہ کے موافق یا تو شوہر پر اسی کوڑوں کی سزا جاری ہوتی اگر وہ چار گواہ اپنے بیان کی تصدیق میں پیش نہ کر سکتا اور یا پھر ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا کیونکہ ممکن ہے کہ شوہر سچا ہو۔ دوسری طرف اگر محض خاوند کے قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت تھی حالانکہ ممکن ہے کہ عورت ہی سچی ہو۔ اسی طرح اگر عورت کو قسمیں کھانے پر یقیناً بری سمجھ لیا جاتا تو مرد کے اوپر ۸۰ کوڑوں کی سزا واجب ہو جاتی اگرچہ مرد کے بھی سچے ہونے کا احتمال موجود ہے تو ایسے طور پر لعان کا مشروع کرنا کہ دونوں عورت و مرد کی رعایت رہے یہ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور حکمت ہی کی وجہ سے ہے کہ فریقین میں جو سچا ہو وہ بے محل سزا سے بچ گیا۔ اور جھوٹے کی دنیا میں پردہ پوشی کر کے مہلت دی گئی کہ شاید توبہ کر لے اور حق تعالیٰ اپنی شان تو ابی سے اس کی توبہ قبول کر لے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ لعان صرف میاں بیوی کے معاملہ میں ہو سکتا ہے اور دوسروں کا وہی حکم ہے جو گذشتہ آیات میں گزر چکا۔

اب لعان کے متعلق چند ضروری مسائل سن لیجئے۔

مسئلہ (۱): جب دو میاں بیوی کے درمیان حاکم کے سامنے لعان ہو جاوے تو یہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے لیکن عورت کو دوسرے شخص سے بعد عدت یعنی تین حیض

پورے ہونے کے نکاح کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے۔

مسئلہ (۲): جب لعان ہو چکا اس کے بعد اس حمل سے جو عورت کے بچہ پیدا ہوگا وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو معاملات میں یہی فیصلہ فرمایا۔

مسئلہ (۳): لعان کے بعد اگرچہ میاں بیوی میں جو جھوٹا ہے اس کا عذاب آخرت پہلے سے زیادہ بڑھ گیا مگر دنیا کی سزا اس سے ساقط ہوگئی۔ اسی طرح دنیا میں اس عورت کو زانیہ اور بچہ کو ولد الزنا کہنا بھی جائز نہ ہوگا (معارف القرآن جلد ششم مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

اب جو خطاب یہاں آخری آیت میں فرمایا گیا: **ولولا فضل الله علیکم ورحمته وان الله تواب حکیم**o اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم ہے کہ ایسے ایسے احکام مقرر کئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔

یہ خطاب جو ساری امت مسلمہ کے مردوں اور عورتوں کو ہے یہ بتاتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کیسا جامع اور کیسا پر حکمت قانون دے دیا گیا ہے کہ جو سب کی مصلحتوں کی رعایت کرنے والا ہے۔ اتنا مکمل قانون صرف خدائی قانون ہی ہو سکتا ہے۔ تو غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ پر حکمت قوانین دے کر اپنا فضل و رحمت جتلائیں اور آج ہم یہود و نصاریٰ کے رائج کئے ہوئے قوانین کو اپنا کر یہ کہیں کہ اب چودہ سو سال پرانے قانون اس ترقی و تہذیب کے زمانہ میں کیسے ساتھ دے سکتے ہیں۔ چور کا ہاتھ کیسے کاٹا جا سکتا ہے۔ زنا کی سزا سنگساری کیسے دی جا سکتی ہے۔

**انا لله وانا الیه راجعون**

اس ملک میں قرآنی احکام کے ساتھ یہ معاملۂ تغافل کتنا المناک حادثہ ہے کہ جس کے ثمرات دنیا میں کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ قتل، چوری، ڈاکہ، زنا، دھوکا، فریب، رشوت، لڑائی جھگڑا عام وبا کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آخرت میں جو باز پرس اور سزا ہونے والی ہے وہ علیحدہ رہی جو اپنے وقت پر معلوم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کریم پر سچا ایمان رکھنے اور اس کا وفادار بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہاں تک پہلے پورے ایک رکوع میں زنا، تہمت تراشی اور لعان کے احکام بیان ہوئے اب آگے پورے دو رکوع میں اس واقعہ پر کلام شروع ہوتا ہے جو اس سورت کے نزول کا اصل سبب تھا یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت تراشی اور آپ کی اس سے برأت جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات سے آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو قرآن مجید کی دولت عطا فرمائی ہے تو اپنی رحمت سے ہم کو یہ توفیق بھی عطا فرما دیں کہ ہم اس کے تمام قوانین و احکام کو رائج کر کے ان پر عمل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے ملک میں قرآنی احکام اور اس کے مطابق سزائیں جاری ہونے کی صورتیں ظاہر فرما دیں تاکہ ہم بھی اس کی برکتیں دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور آخرت میں بھی سرخروئی اور قرآن کریم کی سفارش و شفاعت سے مغفرت حاصل کرنے والے بن جائیں۔

یا اللہ! ہم سے اور ہماری قوم اور ملک اور حکومت سے اب تک جو کوتاہیاں قرآن کریم کے حقوق کی ادائیگی میں سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دیجئے۔ اور اس کے جملہ احکام کا نفاذ اپنے ملک میں جاری ہونا ہم کو دیکھنا نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ

جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تمہارے میں کا ایک گروہ ہے۔ تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو۔ بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں

امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾

بہتر ہی بہتر ہے اُن میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا۔ اور ان میں جس نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اُس کو سخت سزا ہوگی۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک جو لوگ | جَآءُوْ بِالْاِفْكِ بڑا بہتان لائے | عُصْبَةٌ ایک جماعت | مِّنْكُمْ تم میں سے | لَا تَحْسَبُوْهُ تم اسے گمان نہ کرو | |
| شَرًّا برا | لَّكُمْ اپنے لئے | بَلْ هُوَ بلکہ وہ | خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر ہے تمہارے لئے | لِكُلِّ امْرِئٍ ہر ایک آدمی کیلئے | مِّنْهُمْ ان میں سے |
| مَّا اكْتَسَبَ جو اس نے کمایا کیا | مِنَ الْاِثْمِ گناہ سے | وَالَّذِیْ اور وہ جس | تَوَلّٰی اٹھایا | كِبْرَهٗ بڑا اس کا | مِنْهُمْ ان میں سے |
| | لَهٗ اس کیلئے | عَذَابٌ عذاب | عَظِيْمٌ بڑا | | |

## (حصہ اول)

تفسیر وتشریح:۔ یہاں سے اس طوفان کا ذکر ہے جو واقعۂ افک کے نام سے مشہور ہے اور جو اس سورۂ نور کے نزول کا اصل سبب تھا۔ تمام مفسرین ومحدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طوفان کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے متعلق ہے اور اشارہ اس الزام کی طرف ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگایا گیا تھا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو افک کے لفظ سے موسوم کیا ہے۔ لفظ افک کے معنی ہیں بات کو الٹ دینا۔ حقیقت کے خلاف کچھ سے کچھ بنا دینا۔ مفہوم کے لحاظ سے یہ لفظ قطعی جھوٹ اور افترا و بہتان کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس واقعۂ افک کو تمام محدثین نے روایت کیا ہے اور اگلی قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح سمجھنے کے لئے اس واقعہ کی قدرے تفصیل معلوم ہونا ضروری ہے۔ اس لئے پہلے اس قصہ کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے اس کے بعد اس آیت کی انشاء اللہ تفسیر وتشریح بیان کی جائے گی۔

صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے جو کہ ۶ھ میں ہوا مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں اور آپ کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا جس پر ہودج تھا۔ آپ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ جمال اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے۔ دوران سفر ایک روز ایک منزل پر مقام ہوا۔ کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی جس کے لئے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں واپسی میں آپ کے گلے میں جو ہار تھا وہ آپ کو نظر نہ آیا کہیں اتفاقاً ٹوٹ کر گر گیا۔ یہ ہار آپ کی بڑی بہن حضرت اسماء کا تھا جس کو آپ عاریتاً مانگ کر لائی تھیں۔ چنانچہ اس کو ڈھونڈنے کے لئے پھر واپس گئیں اور اس کی تلاش میں دیر لگ گئی جائے قیام پر واپس آئیں تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ جمال حسب معمول ہودج باندھنے آئے اور اسکے پردے پڑے ہونے سے گمان کیا کہ حضرت صدیقہ اس میں موجود ہیں۔ اور اٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ نہ ہوا کیونکہ بدن میں آپ بہت ہلکی پھلکی نحیف تھیں۔ غرض جمالوں نے ہودج اونٹ پر باندھ کر اونٹ چلتا کر دیا۔ اب جب آپ واپس آئیں تو وہاں کوئی موجود نہ تھا قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ نہایت استقلال سے آپ نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے جانا اب خلاف مصلحت ہے۔ جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ رات کا وقت تھا۔ نیند کا غلبہ ہوا۔ وہیں لیٹ گئیں۔ قافلہ کے پیچھے ایک آدمی لشکر کی گری پڑی چیز اٹھانے کی غرض سے ذرا فاصلہ پر رہا کرتا تھا۔ اس سفر میں حضرت صفوان ایک صحابی جو نہایت نیک طینت اور پاکدامن صحابی تھے اس خدمت پر مامور تھے۔ وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے۔ دیکھا کہ ایک آدمی پڑا سوتا ہے۔ قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے انہوں نے آپ کو دیکھا تھا۔ دیکھ کر گھبرا گئے اور نہایت تاسف سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔ فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔ حضرت صفوان نے بغیر کسی گفتگو کے اونٹ آپ کے

پاس لاکر بٹھلا دیا۔ آپ اس پر پردہ کے ساتھ سوار ہوگئیں۔ انہوں نے اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنا شروع کیا اور دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملے۔ بس یہ واقعہ تھا اور بات کچھ بھی نہ تھی مگر مدینہ اس وقت منافقوں کا گڑھ تھا۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا اور باطن میں بڑا ہی خبیث اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اس کو ایک شگوفہ ہاتھ آ گیا اور کم بخت ملعون نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت تراشی اور بہتان بندی کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ بعض روایات میں اس ملعون عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے الفاظ بھی آئے ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے دل لرزتا ہے۔ الغرض منافقین نے اس واقعہ کو خوب نمک مرچ لگا کر چرچا شروع کیا اور مدینہ میں ایک ماہ تک شہر میں یہی چرچا ہوتا رہا۔ بعض سیدھے سادے ناواقف مسلمان بھی سنی سنائی باتوں کا تذکرہ کرنے لگے۔ عام طور پر سب مسلمانوں کو اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہرت کا سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی قصہ رہا آخر یہ آیتیں براۃ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں جو یہاں سے شروع ہو کر پورے دو رکوع میں ختم ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت، عظمت افادیت اور مصلحت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ تاریخ اسلامی بلکہ تمام عالم کی تاریخ نبوت ایسے واقعہ سے خالی ہے کہ کسی نبی کی بیوی پر ایسا اتہام نہیں لگایا گیا جیسا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگایا گیا اس لئے اس واقعہ کی مزید تفصیلات مدینہ پہنچنے کے بعد خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی بھی سن لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ اس سفر سے ہم مدینہ آئے اور مدینہ آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینہ بھر تک بیماری میں گھر ہی میں رہی۔ نہ میں نے کچھ سنا نہ کسی نے مجھ سے کہا۔ جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے بالکل بے خبر تھی البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے۔ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی۔ اس لئے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ فرماتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل بے خبر تھی۔ اس وقت تک گھروں میں رفع حاجت کے لئے کوئی انتظام نہ ہوتا تھا اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے تھے۔ عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں۔ حسب عادت میں ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے چلی اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی۔ یہ ام مسطح میرے والد کی خالہ زاد بہن تھیں ان کے لڑکے کا نام مسطح تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور ان کو ٹھوکر لگی اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا مسطح غارت ہو۔ میں نے کہا اچھی ماں ہو کہ بیٹے کو کوستی ہو اور بیٹا بھی وہ جس نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے۔ وہ بولیں کہ بھولی بی بی آپ کو کیا معلوم۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو تم کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی اور ان کے سر ہوگئی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان بازوں کی ساری کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ رنج و غم کا مجھ پر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بیمار تو میں پہلے ہی تھی اس خبر نے تو بالکل نڈھال کر دیا۔ جوں توں کر کے گھر پہنچی۔ اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے والدین کے گھر جا کر اور اچھی طرح معلوم تو کر لوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ اگر آپ اجازت بخشیں تو میں اپنے میکہ چلی جاؤں۔ آپ نے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ وہاں میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں اور لوگ میری بابت کیا کہتے ہیں۔ ماں نے کہا کہ اے بیٹی تم رنج نہ کرو۔ کوئی ایسی بڑی بات نہیں دنیا کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والے اس کے ضرر کے درپے ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا لوگوں میں اس کا چرچا ہے اور کیا میرے والد صاحب کو بھی اس کا علم ہے۔ ماں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہے؟ ماں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اے ماں اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ لوگوں میں تو اس کا چرچا ہے اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ یہ کہہ کر میری چیخیں نکل گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاخانہ پر قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے میری چیخ سن کر نیچے آئے اور والدہ سے دریافت کیا۔ ماں نے کہا کہ اس کو قصہ کی خبر ہوگئی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بھی بہہ پڑیں اور مجھ کو اس شدت سے لرزہ آیا کہ میری والدہ نے تمام گھر کے کپڑے مجھ پر ڈال دیئے۔ اب تو مجھے رنج و غم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر

کے لئے میرے آنسو نہیں تھمے میں سر ڈال کر روتی رہی اور ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسوؤں کی لڑی نہ تھمی۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آنے میں جب تاخیر ہوئی تو آپ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ آپ کے اہل ہیں جو آپ کی شایان شان اور منصب نبوت ورسالت کے مناسب ہیں۔ ان کی عصمت اور عفت کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آپ کے حرم محترم کی طہارت ونزاہت تو اظہر من الشمس ہے اس میں رائے اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا ہی خیال معلوم فرمانا ہے تو یہ عرض ہے کہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے آپ کے اہل اور ازواج مطہرات میں ہم نے کبھی سوائے خیر و خوبی کے اور نیکی اور بھلائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج وغم اور حزن وملال کے خیال سے یہ عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ اللہ نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں ان کے سوا بہت ہیں۔ اگر گھر کی لونڈی بریرہ سے دریافت فرمائیں گے تو وہ سچ سچ بیان کردے گی۔ آپ نے اسی وقت بریرہ کو بلا کر دریافت کیا کہ عائشہ کی شک وشبہ والی کوئی بات کبھی دیکھی ہو تو بتاؤ۔ تو اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی کہ اس کا ان پر عیب لگاؤں ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور وہ سو جاتی ہیں تو بکری آ کر کھا جاتی ہے۔ اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ سے یہ جواب سن کر مسجد میں تشریف لائے۔ آپ خطبہ دینے کو منبر پر تشریف لے گئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے گروہ مسلمین کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری اہل بیت کو بھی ایذائیں پہنچانا شروع کردی ہیں۔ واللہ میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنے اہل بیت میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں اور جس شخص کا یہ لوگ نام لے رہے ہیں میری دانست تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں۔ یہ سنتے ہی قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ میں آپ کی اعانت اور مدد کے لئے حاضر ہوں۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے اور اگر ہمارے بھائیوں قبیلہ خزرج سے ہے تو آپ جو ارشاد فرمائیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور حضرت سعد بن معاذ سے کہنے لگے کہ تم نے غلط کہا خدا کی قسم نہ تم اس کو قتل کرو گے نہ اس کے قتل کرنے پر قادر ہو سکو گے (مطلب یہ تھا کہ اگر وہ شخص ہمارے قبیلہ خزرج کا ہوا تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے) حضرت سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی کھڑے ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ سردار قبیلہ خزرج کو مخاطب بنا کر کہا تم غلط کہتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم ضرور قتل کریں گے اگر چہ وہ شخص قبیلہ خزرج کا ہو یا کسی قبیلہ کا ہو ہم کو کوئی روک نہیں سکتا اور تم کیا منافق ہو جو منافقوں کی طرف سے مجادلہ اور جواب دہی کرتے ہو۔ اس طرح گفتگو تیز ہو گئی۔ اور قریب تھا کہ ان میں تکرار بڑھ جائے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوش کو فرو کردیا اور دونوں طرف خاموشی ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپکے ہو رہے۔ یہ تو تھا وہاں کا واقعہ، میرا یہ حال تھا کہ سارا دن بھی رونے ہی میں گزرا۔ ایک منٹ کو آنسو نہ تھمتا تھا۔ میرے اس رونے نے میرے ماں باپ کو بھی غمزدہ کردیا تھا اور وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ میرا یہ رونا کلیجہ پھاڑ دے گا۔ دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے تو رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا کہ اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور کی یہی حالت تھی کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے آپ نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر امابعد فرما کر کہا کہ اے عائشہ تمہاری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر واقعہ تم پاکدامن ہو تو تمہاری پاکیزگی اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادیں گے اور اگر فی الحقیقت تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہو تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو۔ بندہ جب گناہ کر کے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے آپ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے۔ یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا۔ آنسو تھم گئے۔ میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی جواب دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ واللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ کیا جواب دوں۔ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا اور میں نے کہا کہ آپ سب نے ایک بات سنی اور اسے اپنے دل میں بٹھالی اور گویا سچ سمجھ لیا اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ میں واقع میں اس سے بالکل بری ہوں تو آپ اس

کو سچ نہیں سمجھیں گے اور اگر اس کا اقرار کرلوں حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ اس کو مان لیں گے۔ سو خدا کی قسم میں وہی بات کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی تھی **فصبر جمیل والله المستعان علی ماتصفون**۔ اتنا کہہ کر میں وہاں سے اٹھ کر اپنے بستر پر آلیٹی اور میں یقین کرتی تھی کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری برأت اپنے رسول کو ضرور معلوم کرادے گا لیکن یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارہ میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوں گی میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارہ میں خدا کے کلام کی آیتیں اتریں۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ میری برأت حضور کو دکھادے۔ سو خدا کی قسم ابھی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی اور نزول وحی کے وقت جس طرح آپ پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے اسی طرح اس وقت آپ کے بدن اطہر سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ خدا کی قسم میں بالکل نہیں گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بالکل بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائیں گے لیکن میرے ماں باپ کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کی جان نہ نکل جائے۔ ان کو یہ خوف تھا کہ مبادا وحی اس کے موافق نہ نازل ہوجائے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔ میرے والد حضرت ابوبکر کا یہ حال تھا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے اور کبھی میری طرف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ نہ معلوم آسمان سے حق جل وعلیٰ کا کیا حکم نازل ہوتا ہے جو پھر قیامت تک ٹل نہیں سکے گا اور جب میری طرف دیکھتے تو میرے سکون و اطمینان کو دیکھ کر ان کو ایک گونہ امید ہوتی۔ الغرض سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سارا گھر اسی خوف و رجا اور امید و بیم میں تھا کہ وحی آسمانی کا نزول ختم ہوا تو چہرۂ انور پر مسرت و بشاشت کے آثار نمودار ہوئے اور دست مبارک سے جبین منور کے پسینہ کو پونچھتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور پہلا کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا **ابشری یا عائشه فقد انزل الله براء تک**۔ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم کو بشارت ہو تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل کردی اور اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آیتیں سنائیں یعنی یہ پورا رکوع جو اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ نے کہا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا ''خدا کی قسم میں سوائے اللہ رب العزت کے کہ جس نے میری برأت نازل کی اور کسی کا شکر نہ کروں گی'' علماء نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس جواب کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس صدمۂ جانکاہ کے عالم میں جب قرآن کریم کی دس آیتیں آپ کی کمال برأت اور طہارت کے بیان میں نازل ہوئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایسے سکر اور بیخودی کی کیفیت طاری ہوگئی کہ جمیع ماسوائے اللہ سے نظر اٹھ گئی۔ ورنہ یہ انعام یزدانی اور وحی آسمانی سب کچھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے وسیلہ اور طفیل سے تھی اور واسطہ اور وسیلہ کا شکریہ بھی واجب ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جواب ناز محبوبی کے مقام سے تھا اور ناز کی حقیقت یہ ہے کہ دل عشق و محبت سے لبریز ہو اور ظاہر میں اس کے خلاف اظہار ہو۔ تو دراصل یہ ایک ناز تھا لیکن صد ہزار نیاز اس میں مستور تھے۔ **اللھم صل وسلم علی رسول الله وعلی اله واصحابه وازواجه وسلم تسلیما کثیرا کثیرا.**

اب چونکہ یہ درس خلاف معمول طویل ہوگیا لہٰذا اس کو یہیں ختم کیا جاتا ہے۔ اس آیت کی مزید تفسیر ان تشریحات کی روشنی میں انشاء اللہ آئندہ درس میں بیان ہوگی۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا فرما اور منافقین کا منہ کالا فرما۔ یا اللہ! اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کی ہمیں سچی محبت عطا فرما اور ان کی محبت کے ساتھ ان کی اطاعت اور اتباع بھی نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(حصہ دوم)

لفظی ترجمہ:۔جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو۔ بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کو جتنا کچھ کسی نے کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہوگی۔

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ درس میں اسی آیت کے تحت قصہ افک یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی اس کو جیسا کہ احادیث میں مروی ہے بیان کیا جاچکا ہے۔جس کو ذہن میں رکھنے سے ان آیات کی تفسیر وتشریح جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براۃ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور جو اس آیت سے شروع ہوتی ہیں۔ بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا مگر بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا در پردہ بڑا ہی خبیث اور باطن میں دشمن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔وہی اس تہمت کا اختراع کرنے والا تھا۔منافقین مدینہ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے مگر دل سے دشمن اسلام و مسلمین تھے انہوں نے اس کا چرچا کرنا شروع کیا اور بعض سیدھے سادے مسلمان بھی سنی سنائی باتوں کا تذکرہ کرنے لگے۔مسلمانوں میں سے صرف تین نام احادیث وسیرت کی کتابوں میں ذکر کیے گئے ہیں جو اس تذکرہ تہمت اور چرچے میں اپنی سادہ لوحی اور بھولے پن سے شامل ہوگئے تھے۔دو مرد اور ایک عورت۔ یعنی حضرت حسان بن ثابت انصاری جو مشہور شاعر اسلام ہیں۔ حضرت مسطح جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور بدری صحابی تھے اور حضرت حمنہ بنت جحش۔

چنانچہ ایک ماہ تک یہ قصہ رہا۔ آخر یہ آیات یعنی پورے دو رکوع نازل ہوئے جن میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت اور پاکدامنی بیان فرمائی گئی۔ جب یہ آیات برأت نازل ہوگئیں تو مسلمانوں میں سے صرف ان تین کو تہمت لگانے کی شرعی سزا یعنی ۸۰ کوڑوں کی ماردی گئی اور وہ اپنی غلطی سے تائب ہوئے۔عبداللہ بن اُبی کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس کو سزا نہیں دی گئی اس لئے کہ وہ منافق تھا۔اس معاملہ میں منافقین سے کچھ نہیں کہا گیا۔مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عبداللہ بن اُبی پر بھی حد جاری کی گئی اور اس کو کوڑے مارے گئے اور طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عبداللہ بن اُبی منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دہری حد جاری فرمائی۔

الغرض اس قصہ اِفک کی ابتدا اس آیت سے ہوتی ہے جس میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ طوفان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو اسلام کا نام لیتے ہیں اور اپنے کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ان میں سے چند آدمیوں نے مل کر یہ سازش کی اور کچھ نادانستہ ان کی عیاری کا شکار ہوگئے۔آگے جن کو اس واقعہ سے صدمہ پہنچا تھا ان کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ گو بظاہر یہ چرچا نہایت مکروہ۔ رنج دہ اور ناخوشگوار تھا لیکن فی الحقیقت اس کی تہہ میں بڑی بہتری چھپی ہوئی تھی۔

آخر اتنی مدت تک ایسے جگرخراش حملوں اور ایذاؤں پر صبر کرنا کیا خالی جاسکتا تھا اور اس ایک ماہ کی تاخیر میں جو نزول وحی میں ہوئی ایک حکمت یہ تھی کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقام عبودیت کی تکمیل ہوجائے کہ جب مظلومانہ گریہ وزاری اور عاجزانہ بے تابی و اضطراری بارگاہ ذوالجلال میں فقیرانہ تذلل مضطربانہ تضرع وابتہال حد کمال کو پہنچ جائے اور سوائے خدائے واحد قدوس کے کسی سے کوئی امید باقی نہ رہے اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے والوں کے قلوب وحی الٰہی کے انتظار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ باران وحی سے محبین و مخلصین کے مردہ دلوں کو حیات بخشے اور حضرت صدیقہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کو برأت و نزاہت کے بیش بہا خلعت سے سرفراز فرمائے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ من جانب اللہ تعالیٰ ابتلا اور امتحان تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مومنین و مخلصین کا ایمان و استقامت میں اور منافقین کے نفاق اور شقاوت میں اضافہ اور زیادتی ہو۔ نیز یہ امر واضح اور منکشف ہو جائے کہ کون شخص اللہ اور اس کے رسول اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور کون سوئے ظن (سیرۃ المصطفیٰ)

آیت میں اس جملہ کے تحت **لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم** ''تم اس طوفان کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے) مفسرین نے بہت سی حکمتیں اور خیر کے پہلو اور بہتری کے انجام جو اس فتنہ میں پوشیدہ رکھے گئے تھے بیان کئے ہیں۔ مثلاً لکھا ہے۔

۱۔ یہ واقعہ گو آغاز کے اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت سخت ایذا کا باعث ہوا اور اہل بیت کو اس نے بے حد پریشان خاطر بنایا۔ بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے گھرانے کو لیکن انجام کے پیش نظر اہل بیت کے لئے یہ سرتاسر خیر ثابت ہوا کیونکہ اس سے ایک جانب منافقوں کی منافقت کا راز فاش ہو گیا اور دوسری جانب حضرت عائشہ اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا بے نظیر مظاہرہ عمل میں آ گیا کہ خود قرآن کی آیات نے نازل ہو کر ان کی عصمت اور عظمت پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور قیامت تک کے لئے ان کا ذکر خیر قرآن کریم پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے کو قوت گویائی دے کر اس کی شہادت سے ان کی برأت ظاہر فرمائی۔ اور حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے شیر خوار فرزند عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے ان کو بری کیا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی برأت کا اعلان فرمایا جس نے ان کے فضل و عزت کو اور بڑھا دیا۔

۲۔ منافقین نے یہ شوشہ اس لئے چھوڑا تھا کہ اہل اسلام کے بلند اخلاق حسنہ اور پاکیزگی کردار پر ایک ضرب کاری لگا کر اسلامی معاشرہ کو بدنام اور ذلیل کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو سبب خیر بنا دیا اور مسلمانوں کی اخلاقی برتری پہلے سے زیادہ نمایاں ہو گئی۔ اس موقع پر ایک طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے گھر والوں نے اور تیسری طرف عام اہل ایمان نے جو طرز عمل اختیار کیا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ یہ برائی سے کس قدر پاک۔ کیسے ضابطہ اور متحمل کیسے انصاف پسند اور کس درجہ کریم النفس واقع ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اشارہ ان لوگوں کی گردنیں اڑا دینے کے لئے کافی تھا جنہوں نے آپ کی عزت پر حملہ کیا تھا مگر مہینہ بھر تک آپ سب کچھ صبر سے برداشت کرتے رہے اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو ان کو شرعی سزا دی گئی جن پر تہمت لگانے اور پھیلانے کا جرم ثابت تھا۔ منافقین در پردہ اس تہمت بازی کے پیچھے جو کچھ چاہتے تھے نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلا۔

۳۔ اس واقعہ میں خیر کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ یہ واقعہ اِفک سورۂ نور کے نازل ہونے کا سبب بنا اور اس کی بدولت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہم اسلامی ہدایات۔ معاشرتی قوانین و احکام اور تمدنی ضوابط حاصل ہوئے جن پر عمل کر کے مسلم معاشرہ کو ہمیشہ کے لئے برائیوں کی پیداوار اور ان کی اشاعت و ترویج سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور اگر پیدا ہو جائیں تو ان کا بروقت تدارک کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اس واقعہ سے امت کی پارسا اور نیک بیبیوں کو جن پر کیسی کیسی بے جا تہمتیں لگتی رہتی ہیں کتنا بڑا صبر و تسکین کا سہارا ہاتھ آ گیا

اور جب محترم و معظم رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی عفیفہ بیوی پر لوگ اتہام لگانے سے نہ رکے تو پھر اس دنیا میں اور کسی شریف صالح نیکوکار عورت کی عزت و آبرو پر اتہام کیا حقیقت رکھتا ہے۔

۵۔ اس واقعہ میں ایک خیر کا پہلو یہ بھی تھا کہ تمام مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اشرف الانبیاء و افضل المرسلین ہونے کے جو کچھ اللہ تعالیٰ بتاتے اور جب غیب کی باتوں کا علم دیتے وہی اور تب ہی آپ کو علم ہوتا۔ ایک مہینہ تک آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ میں پریشان خاطر رہے۔ کبھی خادمہ سے پوچھتے تھے۔ کبھی ازواج مطہرات سے۔ کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ فرماتے۔ اور آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم سے لغزش ہوگئی ہے تو توبہ کرلو اور نہیں تو امید ہے کہ حق تعالیٰ تمہاری بے گناہی اور پاکدامنی ثابت کردے گا۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو یہ پریشانی۔ اور یہ پوچھ کچھ اور مشورہ اور یہ تلقین توبہ کیوں ہوتی؟ البتہ جب وحی خداوندی نے حقیقت معاملہ کی بتادی تو آپ کو معاملہ کی حقیقت کا یقینی علم حاصل ہوگیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تجربے اور مشاہدے کے ذریعہ سے قیامت تک مسلمانوں کو اس غلو اور مبالغے سے بچانے کا انتظام فرمایا جس میں آج بھی کچھ لوگ مبتلا ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ کیا عجب ہے کہ مہینہ بھر تک وحی نہ بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ بھی ایک مصلحت رہی ہو۔ اول ہی روز اگر وحی آجاتی تو یہ فائدہ عظیمہ حاصل نہ ہوسکتا اور بھی واللہ اعلم کتنے چھوٹے بڑے خیر کے پہلو اس واقعہ میں پوشیدہ تھے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا مثلاً بعض منافقین خوش ہوکر اور خوب مزے لے کر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ بعض اظہار افسوس کے طرز میں بعض چھیڑ کر مجلس میں تذکرہ اٹھادیتے اور آپ خود چپکے سنا کرتے بعض سن کر تردد میں پڑجاتے بعض خاموش تھے۔ اور بہت سے سن کر صاف جھٹلا دیتے۔ صرف اس پچھلے گروہ یعنی صریح رد کرنے والوں کو پسند فرمایا گیا۔ اور سب کو درجہ بدرجہ کم و بیش الزام دیا گیا اور جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا۔ مراد منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی تھا۔ جیسا کہ روایات کثیرہ میں تصریح ہے کہ یہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور ابھارتا اور نہایت چالاکی سے خود دامن بچا کر دوسروں سے اس کی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اس کے لئے آخرت میں سخت عذاب کی سزا ہوہی گی۔ دنیا میں بھی ملعون خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت تک اسی ذلت و خواری سے یاد کیا جائے گا۔

اب آگے ان مومنین کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ جو نادانستہ طور پر منافقین کی اس سازش کا شکار ہوگئے تھے کہ جب تم نے اس ناپاک بات کو سنا تو اپنے مومنین مردوں اور عورتوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور سنتے ہی فوراً زبان سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس لایعنی بات میں تم مشغول ہوگئے تھے اس پر سخت عذاب واقع ہوتا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! جیسا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین کو ذلیل و خوار فرمایا، اسی طرح اب بھی اس قوم اور ملک میں جو منافقین گھسے ہوئے ہیں کہ جن کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ ہے اور جو در پردہ اسلام اور دین کے بدخواہ ہیں۔

یا اللہ! ان کو ذلیل و خوار فرما اور ان کی شرارتوں سے اس ملک کو محفوظ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ وَّ قَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ

جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گمان نیک کیوں نہ کیا اور یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

مُّبِيۡنٌ ۝ لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓـئِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ

یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ سو جس صورت میں یہ گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔

هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ۝ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمۡ

اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل نہ ہوتا دُنیا میں اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے

فِىۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِيۡهِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۝ اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِكُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِكُمۡ مَّا

اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا۔ جبکہ تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی

لَـيۡسَ لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ ۝

تم کو مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے۔ حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| لَوۡلَا کیوں نہ | اِذۡ جب | سَمِعۡتُمُوۡهُ تم نے وہ سُنا | ظَنَّ گمان کیا | الۡمُؤۡمِنُوۡنَ مومن مردوں | وَالۡمُؤۡمِنٰتُ اور مومن عورتوں |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| بِاَنۡفُسِهِمۡ (اپنوں کے) بارہ میں | خَيۡرًا نیک | وَّقَالُوۡا اور انہوں نے کہا | هٰذَا یہ | اِفۡكٌ بہتان | مُّبِيۡنٌ صریح | لَوۡلَا کیوں نہ |

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جَآءُوۡ وہ لائے | عَلَيۡهِ اس پر | بِاَرۡبَعَةِ چار | شُهَدَآءَ گواہ | فَاِذۡ پس جب | لَمۡ يَاۡتُوۡا وہ نہ لائے | بِالشُّهَدَآءِ گواہ | فَاُولٰٓـئِكَ تو وہی لوگ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک | هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ وہی جھوٹے | وَلَوۡلَا اور اگر نہ | فَضۡلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل | عَلَيۡكُمۡ تم پر | وَرَحۡمَتُهٗ اور اسکی رحمت | |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| فِى الدُّنۡيَا دنیا میں | وَالۡاٰخِرَةِ اور آخرت | لَمَسَّكُمۡ ضرور تم پر پڑتا | فِىۡ مَاۤ اس میں جو | اَفَضۡتُمۡ تم پڑے | فِيۡهِ اس میں |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| عَذَابٌ عذاب | عَظِيۡمٌ بڑا | اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ جب تم لاتے تھے اسے | بِاَلۡسِنَتِكُمۡ اپنی زبانوں پر | وَتَقُوۡلُوۡنَ اور تم کہتے تھے | بِاَفۡوَاهِكُمۡ اپنے منہ سے |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مَّا لَـيۡسَ جو نہیں | لَـكُمۡ تمہیں | بِهٖ اس کا | عِلۡمٌ کوئی علم | وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ اور تم اسے گمان کرتے تھے | هَيِّنًا ہلکی بات | وَّهُوَ حالانکہ وہ |

| | |
|---|---|
| عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک | عَظِيۡمٌ بہت بڑی بات |

تفسیر و تشریح:- گذشتہ سے مضمون واقعہ اِفک کے متعلق بیان ہو رہا ہے یعنی یہ آیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا۔ گذشتہ آیت میں اشارۃً یہ ظاہر فرما دیا گیا تھا کہ یہ کام منافقین کی پارٹی کا ہے۔ چونکہ اس بہتان تراشی میں بعض مسلمانوں کی بھی زبان کھلنے لگی تھی کسی نے کچھ کہا۔ کسی نے صرف سنا اور خاموش رہا۔ اس لئے گذشتہ درس میں یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ اس فتنہ میں جس نے جس قدر حصہ تھوڑا یا بہت لیا اسی قدر وہ قابل الزام اور گناہ گار رہوا۔

اب آگے ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو ادب سکھاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شایان شان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ ام المومنین اور اپنے ایک مسلمان بھائی کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور

صرف یہی نہیں کہ حسن ظن رکھتے بلکہ زبان سے بھی ایسے بہتان کی تردید وتکذیب کردینی چاہئے تھی اس لئے جو کچھ واقعہ گزرا اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش بھی نہ تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھلم کھلا سواری پر سوار دن دوپہر کو بھرے لشکر میں پہنچتی ہیں جہاں خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ اگر خدانخواستہ خاکم بدہن کوئی بھی بات ہوتی تو اس طرح کھلے بندوں مجمع عام میں نہ آتے بلکہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر شامل ہوجاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ پہنچے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ بہتان بازوں نے جو افترا پردازی کی ہے وہ محض جھوٹ۔ افترا اور بہتان ہے اور یہ لوگ اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے موافق جھوٹے قرار دیئے گئے ہیں جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرسکیں۔ اور بدوں کافی ثبوت کے زبان سے ایسی بات بکتے پھریں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن مسلمانوں نے اس واقعہ میں زبان کو بری حرکت دی اگر خدائے تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں توبہ قبول کرلیتا ہے اور آخرت میں ایمان کی وجہ سے معاف فرمادیتا ہے تو جس بہتان میں لوگوں نے اپنی زبانیں چلائیں اس میں انہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ مضمون ان مسلمانوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا اور سچے مسلمان تھے مگر رواروی میں کچھ کہہ گئے تھے۔ آگے انہی مسلمانوں کو خطاب کرکے ارشاد ہے کہ عذاب عظیم کیوں نہ ہوتا جب کہ تم ایسی بے تحقیق اور ظاہر البطلان بات کو ایک دوسرے کی طرف چلتا کررہے تھے اور زبان سے وہ اٹکل پچو باتیں نکال رہے تھے جن کی واقعیت کی تمہیں کچھ بھی خبر نہ تھی پھر طرفہ یہ کہ ایسی سخت بات سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ اور مومنین کی روحانی ماں کو متہم کرنا جو اللہ کے نزدیک بہت بڑا سنگین جرم ہے۔ اس کو محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا اصل جرم سے بھی بڑھ کر جرم تھا۔

ان آیات میں یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اپنے کسی دیندار بھائی مسلمان کے متعلق کوئی بری بات سنے تو یقین نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ کسی دیندار مسلمان پر تہمت سن کر خاموش رہنا بھی جرم ہے۔ فوراً تکذیب کرنی لازم ہے بشرطیکہ تہمت کا جھوٹ ہونا عقل اور قرائن کا لحاظ کرتے ہوئے واضح ہو۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مسلمان پر کوئی الزام قائم کرے اور شرعی شہادت نہ پیش کرسکے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی جھوٹا ہے بغیر سمجھے اور یقین حاصل کئے کوئی بات منہ سے نہ نکالنی چاہئے یعنی ہر بات کو سن کر نقل کردینا ٹھیک نہیں تاوقتیکہ اس کی صحت نہ کرلی جائے۔ خصوصاً فاسق وفاجر یا بدباطن انسانوں کی دی ہوئی خبر وہ بھی جبکہ وہ خبر کسی باعصمت وعفت اور صاحب تقویٰ وخیر کے بارہ میں ہو تو وہ ہرگز قابل توجہ نہیں اور اس کے لئے اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ یہ محض افتراء ہے تاوقتیکہ خبر دینے والا اس پر روشن دلیل اور شرعی حجت نہ قائم کردے۔

بے گناہ پر الزام وتہمت لگانا شریعت اسلامیہ میں بہت بڑا گناہ ہے۔ اور چونکہ اس گناہ کا مرتکب حق العباد میں سے ایک اہم حق ضائع کرتا ہے۔ اس لئے نہ صرف اخلاق کی نگاہ میں بلکہ اجتماعی قانون کی نظر میں بھی بڑا مجرم ہے۔ قرآن عزیز کی نصوص نے بے گناہ پر تہمت لگانے کی سزا کے لئے ۸۰ کوڑے کی سخت سزا اسی لئے تجویز کی ہے تاکہ کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوسکے کہ وہ ایک پاکباز انسان پر بہتان لگائے یا بغیر شہادت کے اس کی تشہیر کرے۔ بعض مرتبہ اشرار اور خبیث النفس لوگوں کی بے بنیاد باتیں اس درجہ آب ورنگ رکھتی ہیں کہ سادہ لوح مسلمان اور نکوکار انسان بھی مغالطے اور دھوکہ میں آجاتے ہیں اس لئے مسلمان کا فرض ہے کہ سنی سنائی بات پر اس وقت تک ہرگز یقین نہ کرے جب تک کہ اسلامی اصول شہادت کے مطابق شنیدہ خبر کی تصدیق نہ ہوجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ سوئے ظن سے بچو اس لئے کہ بعض بدگمانیاں گناہ کا مرتکب بنادیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بیش بہا قرآنی ہدایات ونصائح کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائے۔

ابھی آگے بھی اس سلسلہ میں مسلمانوں کو بعض ہدایات دی جارہی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ

اورتم نے جب اس بات کو سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذاللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔

عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔اور اللہ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے۔

الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو اُن کیلئے

اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک ہے۔اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل وکرم ہے

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے۔تو تم بھی (اس وعید سے) نہ بچتے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَوْلَآ اور کیوں نہ | اِذْ جب | سَمِعْتُمُوْهُ تم نے وہ سنا | قُلْتُمْ تم نے کہا | مَا يَكُوْنُ نہیں ہے | لَنَآ ہمارے لئے | اَنْ نَّتَكَلَّمَ کہ ہم کہیں |
| بِهٰذَا ایسی بات | سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے | هٰذَا یہ | بُهْتَانٌ بہتان | عَظِيْمٌ بڑا | يَعِظُكُمُ تمہیں نصیحت کرتا ہے | اللّٰهُ اللہ | اَنْ کہ |
| تَعُوْدُوْا تم پھر کرو | لِمِثْلِهٖ ایسا کام | اَبَدًا کبھی بھی | اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو | مُّؤْمِنِيْنَ ایمان والے | وَيُبَيِّنُ اور بیان کرتا ہے | اللّٰهُ اللہ |
| لَكُمُ تمہارے لئے | الْاٰيٰتِ آیتیں احکام | وَاللّٰهُ اور اللہ | عَلِيْمٌ بڑا جاننے والا | حَكِيْمٌ حکمت والا | اِنَّ بیشک | الَّذِيْنَ جو لوگ |
| يُحِبُّوْنَ پسند کرتے ہیں | اَنْ کہ | تَشِيْعَ پھیلے | الْفَاحِشَةُ بے حیائی | فِي الَّذِيْنَ میں جو | اٰمَنُوْا ایمان لائے مومن | لَهُمْ ان کیلئے |
| عَذَابٌ عذاب | اَلِيْمٌ دردناک | فِي الدُّنْيَا دنیا میں | وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں | وَاللّٰهُ اور اللہ | يَعْلَمُ جانتا ہے | وَاَنْتُمْ اور تم |
| لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے | وَلَوْلَا اور اگر نہ | فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل | عَلَيْكُمْ تم پر | وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت | وَاَنَّ اور یہ کہ | |
| | اللّٰهَ اللہ | رَءُوْفٌ شفقت کرنیوالا | رَحِيْمٌ نہایت مہربان ہے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ان مسلمانوں کو تنبیہ وناصحانہ ملامت کے ساتھ نیک گمانی کا حکم دیا گیا تھا جنہوں نے اس واقعۂ اِفک کے افترا اور بہتان میں اپنی زبانیں کھولی تھیں اور اس جھوٹ بات کے نقل کرنے میں حصہ لیا تھا۔

اب ان آیات میں انہیں مسلمانوں کو دوسرا حکم دیا جارہا ہے کہ بھلے اور نیک آدمیوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بے تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہئے۔ برے خیالات، گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دور رہنا چاہئے کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہئیں۔ اگر دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہئے۔ مسلمانوں کو تو چاہئے تھا کہ ایسے واہی تباہی کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ

ہم ایسی لغوبات سے اپنی زبان کو نہیں بگاڑتے۔ ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہوسکتی کہ خدا کے پیغمبر کی زوجہ مطہرہ کی نسبت کوئی ایسی لغوبات کہیں۔ پھر ہدایت کی جاتی ہے کہ دیکھو خبردار آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے ہمیشہ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے اہل کی عظمت کو ملحوظ رکھیں اور بدباطن منافقین کے چکموں میں کبھی نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ یعنی اصول کے علاوہ تم کو جزئیات اور فروعات کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ ادب۔ اخلاق۔ عقیدہ اور تہذیب سکھاتا ہے۔ جن باتوں سے خرابیاں پیدا ہونے والی ہیں۔ نفاق۔ رنجش اور اخلاق کی بربادی۔ امن اور انتظام کی تباہی پیدا ہونے والی ہے ان سے وہی خوب واقف ہے۔ اس لئے جو احکام تم کو دیئے اور جن باتوں سے تم کو منع کیا ان کے مصالح کو وہ جانتا ہے اس لئے تمام اوامر و نواہی کی پابندی تم پر لازم ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایمان ہی سے کورا ہو اور جس کی سرشت ہی خراب ہو وہ تو بے ادب، گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہی ہے۔ ایسے لوگ تو ناپاک باتیں پھیلانے کی دھن میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔

یہاں تک تو نزول براۃ سے قبل تذکرہ کرنے والوں کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو بعد نزول ان آیات برأت کے بھی باز نہ آویں اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص بے ایمان ہی ہوگا۔ ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بعد نزول ان آیات کے بھی چاہتے ہیں یعنی اس کی کوشش عملی کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں اس بے حیائی کی بات کا چرچا ہو تو انہیں دنیوی سزا یعنی ۸۰ کوڑوں کی حد شرعی بھی لگے گی اور اُخروی سزا یعنی عذابِ جہنم بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے فتنہ پردازوں کو خوب جانتا ہے گو عام مسلمان نہ جانتے ہوں۔ اور یہ بھی اس کے علم میں ہے کہ کس کا جرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے۔ یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی نظر ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت سے اور شفقت و مہربانی سے مسلمانوں میں سے تائبین کی توبہ کو قبول فرمایا اور بعض کو حدِ شرعی جاری کر کے پاک کیا۔

ان آیات سے یہ چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ کسی مومن کی آبروریزی اور عزت کو برباد کرنے کی کوشش کرنی حرام ہے۔ اور موجب عذاب الیم ہے۔

۲۔ تہمت تراشی کرنا یا سن کر تصدیق کرنا بھی جرم عظیم ہے۔

۳۔ غیر مومن اور غیر مسلم طبقہ ہر حیلہ بہانہ سے مسلمانوں میں فحش پرستی اور بے حیائی کو رواج دینا چاہتا ہے اور اسلامی کلچر و تہذیب کو برباد کرنے کا خواستگار رہتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ہر وقت متنبہ رہنا اور اسلامی قوانین کو مضبوط پکڑنا چاہئے۔ ابھی حق تعالیٰ کی طرف سے اس سلسلہ میں احکام و نصائح کا سلسلہ جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان جملہ قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سے گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات سرزد ہوچکی ہیں اپنی رحمت اور فضل و کرم سے معاف فرمائیں اور آئندہ ہم کو جملہ فحش اور بے حیائی کی باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اکرام مسلم کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔ اور کسی مسلمان کی آبروریزی کے جرم عظیم میں مبتلا ہونے سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ تو

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ

بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی (توبہ کرکے) پاک و صاف نہ ہوتا

مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ

ولیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے اور جو لوگ تم میں بزرگی اور دنیوی وسعت والے ہیں

مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا

وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں

وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور درگزر کریں۔کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے۔بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| يٰۤاَيُّهَا اے | الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے | لَا تَتَّبِعُوْا تم نہ پیروی کرو | خُطُوٰتِ قدم | الشَّيْطٰنِ شیطان | وَمَنْ اور جو | | |
| يَّتَّبِعْ پیروی کرتا ہے | خُطُوٰتِ قدم | الشَّيْطٰنِ شیطان | فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ | يَاْمُرُ حکم دیتا ہے | بِالْفَحْشَآءِ بے حیائی کا | وَالْمُنْكَرِ اور بری بات | |
| وَلَوْلَا اور اگر نہ | فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل | عَلَيْكُمْ تم پر | وَرَحْمَتُهٗ اور اسکی رحمت | مَا زَكٰى نہ پاک ہوتا | مِنْكُمْ تم سے | مِّنْ اَحَدٍ کوئی آدمی | |
| اَبَدًا کبھی بھی | وَّلٰكِنَّ اور لیکن | اللّٰهَ اللہ | يُزَكِّىْ پاک کرتا ہے | مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے | وَاللّٰهُ اور اللہ | سَمِيْعٌ سننے والا | عَلِيْمٌ جاننے والا |
| وَلَا يَاْتَلِ اور قسم نہ کھائیں | اُولُوا الْفَضْلِ فضیلت والے | مِنْكُمْ تم میں سے | وَالسَّعَةِ اور وسعت والے | اَنْ يُّؤْتُوْۤا کہ (نہ) دیں | | | |
| اُولِى الْقُرْبٰى قرابت دار | وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکینوں | وَالْمُهٰجِرِيْنَ اور ہجرت کرنیوالے | فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں | | | | |
| وَلْيَعْفُوْا اور چاہئے کہ وہ معاف کردیں | وَلْيَصْفَحُوْا اور وہ درگذر کریں | اَلَا تُحِبُّوْنَ کیا تم نہیں چاہتے؟ | اَنْ کہ | يَّغْفِرَ اللّٰهُ اللہ بخش دے | | | |
| لَكُمْ تمہیں | وَاللّٰهُ اور اللہ | غَفُوْرٌ بخشنے والا | رَّحِيْمٌ نہایت مہربان | | | | |

تفسیر و تشریح:۔گذشتہ آیات میں ان مسلمانوں کو خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ کی نصائح و احکام سنائے گئے تھے جو کسی نہ کسی درجہ میں منافقین کے اس اٹھائے ہوئے طوفانِ تہمت میں شریک ہو گئے تھے اور ان کو بتلایا گیا تھا کہ اگر اللہ کا فضل و کرم اور لطف و رحم نہ ہوتا تو تم بھی اس وقت قہر الٰہی سے نہ بچتے مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائی اور بعض کو حد شرعی سے پاک کر دیا۔اب آگے ان آیات میں تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہا کریں مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہئے کہ شیاطین الانس والجن کے قدم بقدم چلنے لگے۔ان ملعونوں کا کام تو یہی ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں۔تم جان بوجھ کر کیوں ان کے بھرے میں آتے ہو۔دیکھ لو شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا۔اس لئے مسلمانوں کو ہر قول و فعل اور طریق زندگانی میں شیطان کی پیروی سے اجتناب ضروری ہے۔شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ رہنے دیتا مگر یہ تو خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری فرما کر

بہتیروں کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوارے جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہئے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سنتا اور ان کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی رواروی یا بھولے پن سے شریک ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت مسطح تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انہوں نے جنگ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ ہجرت بھی کی تھی۔ مخلص مسلمان تھے لیکن اپنے بھولے پن کے سبب سے منافقوں کے پروپیگنڈے کے شکار ہو گئے تھے۔ چونکہ مفلس تھے اس لئے قصہ اِفک سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے تھے۔ جب یہ قصہ اِفک ختم ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھالی کہ آئندہ مسطح کی امداد نہ کروں گا بعض دوسرے صحابہ نے بھی قسم کھالی کہ جس نے اس بہتان سے کچھ بھی لگاؤ رکھا ہے ہم اس سے تعلق اور رشتہ داری قائم نہ رکھیں گے۔ اس پر مسلمانوں کو مسکین مہاجر قرابتداروں سے سلوک منقطع نہ کرنے کی ہدایت کی گئی اور عفوو درگزر کا حکم دیا گیا اور حکم ہوا کہ تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ انہیں زیبا یہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج رشتہ داروں اور فی سبیل اللہ وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بلند اخلاق نیک کرداروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو اس کا کفارہ ادا کر دو۔ تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطا کاروں کی خطا سے درگزر کرو۔ ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری تقصیرات سے درگزر کرے گا۔ تم میں سے کون ہے جو اللہ تعالیٰ کا قصوروار نہیں پھر کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اللہ تمہاری گرفت کرے اور قصور معاف نہ کرے۔ تم یہ بات ہرگز پسند نہ کرو گے تو جب تم کو خود اپنے قصور کی گرفت پسند نہیں تو لازمی طور پر آپس میں بھی ایک دوسرے کے قصور سے درگزر کرنی چاہئے۔

احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے تو فوراً بول اٹھے بلیٰ یا ربنا انا نحب۔ بیشک اے پروردگار ہم ضرور چاہتے ہیں یہ کہہ کر مسطح کی جو امداد کرتے تھے جاری فرمادی اور قسم کھائی کہ واللہ مسطح کا خرچ کبھی بند نہ کروں گا بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے امداد دگنی کر دی۔ سبحان اللہ! کیا عجب جذبات تھے اور کیا عجیب احساسات تھے ان حضرات کے روح کے گوشہ گوشہ میں دین کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ کس طرح نفس اور جذبات نفس کو قابو کیا ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے جو شخص تہمت تراشی کے چرچہ میں شرکت کی وجہ سے مبغوض تھا آن کی آن میں اس کو دوست اور محبوب بنالیا جاتا ہے اور تمام گذشتہ قصوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اسی کا نام ہے الحب للہ و البغض فی اللہ۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولا یاتل اولوا الفضل منکم۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی صریح دلیل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ حق تعالیٰ خود ان کو اولوا الفضل یعنی صاحب فضل فرمائے۔

حضرت مسطح کا وظیفہ اگرچہ ان کی غلطی اور خطا کی بنا پر بند کر لینا جائز تھا مگر مقام صدیقیت کا مقتضی یہی تھا کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ اس لئے اس آیت کو نازل کر کے حق تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ فرمائی اور بحق بدریت حضرت مسطح کے حق میں سفارش فرمائی کہ اے ابوبکر! تم اہل فضل میں سے ہو اور مسطح اہل بدر میں سے ہے لہٰذا تم اس کی امداد و اعانت میں کمی نہ کرنا اور مسطح سے جو غلطی ہوگئی ہے اس کو معاف کر دینا چاہئے اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف کرے گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح حق تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل فرمائی کہ نہ صرف حضرت مسطح کی غلطی کو معاف کر دیا بلکہ گذشتہ کے اعتبار سے امداد و اعانت میں دگنا وظیفہ کر دیا۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے کیا اخلاق کریمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں چودہ طریقہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اس ایک آیت سے ثابت کی ہے۔

ان آیات میں باہم کدورت اور کبیدگی دور کرنے کے لئے حلم اور عفو سے کام لینے کی ہدایت فرمائی اور ترغیب کے لئے صراحت فرمائی کہ آپس کے تعلقات کو قائم رکھنا اور خطاواروں کے جرم سے درگزر کرنا مغفرت الٰہیہ کے حصول کا باعث ہے۔ اب آگے اسی سلسلہ میں منافقین کو وعید سنائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ

جولوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں (اور) ایسی باتوں سے (بالکل) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں اُن پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور اُن کو

عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۙ﴿۲۳﴾ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

(آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔ جس روز اُن کے خلاف اُن کی زبانیں گواہی دیں گی اور اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں بھی (گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کرتے تھے۔

یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِیْثٰتُ

اس روز اللہ تعالیٰ ان کو واجبی بدلہ پورا پورا دیگا اور (اُس روز ٹھیک ٹھیک) ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنیوالا (اور) بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے۔ گندی عورتیں

لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ

گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھرے عورتوں کے لائق ہوتے ہیں۔

مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾

یہ اس بات سے پاک ہیں، جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں۔ ان (حضرات) کیلئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔

| اِنَّ بیشک | الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ جولوگ تہمت لگاتے ہیں | الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن | الْغٰفِلٰتِ بھولی بھالی انجان | الْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتیں | لُعِنُوْا لعنت ہے ان پر | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فِی الدُّنْیَا دنیا میں | وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت | وَلَهُمْ اور ان کیلئے | عَذَابٌ عذاب | عَظِیْمٌ بڑا | یَوْمَ دن | تَشْهَدُ گواہی دیں گی | عَلَیْهِمْ ان پر خلاف |
| اَلْسِنَتُهُمْ انکی زبانیں | وَاَیْدِیْهِمْ اور اُن کے ہاتھ | وَاَرْجُلُهُمْ اور انکے پاؤں | بِمَا اکی جو | كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے | یَوْمَئِذٍ اس دن | | |
| یُوَفِّیْهِمُ پورا دے گا انہیں | اللّٰهُ اللہ | دِیْنَهُمُ ان کا بدلہ | الْحَقَّ سچ ٹھیک ٹھیک | وَیَعْلَمُوْنَ اور وہ جان لیں گے | اَنَّ کہ | اللّٰهَ اللہ | هُوَ وہی |
| الْحَقُّ برحق | الْمُبِیْنُ ظاہر کرنیوالا | اَلْخَبِیْثٰتُ ناپاک گندی عورتیں | لِلْخَبِیْثِیْنَ گندے مردوں کیلئے | وَالْخَبِیْثُوْنَ اور گندے مرد | لِلْخَبِیْثٰتِ گندی عورتوں کیلئے | | |
| وَالطَّیِّبٰتُ اور پاک عورتیں | لِلطَّیِّبِیْنَ پاک مردوں کیلئے | وَالطَّیِّبُوْنَ اور پاک مرد | لِلطَّیِّبٰتِ پاک عورتوں کیلئے | اُولٰٓئِكَ یہ لوگ | مُبَرَّءُوْنَ بَرا ہیں | | |
| مِمَّا اس سے جو | یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں | لَهُمْ ان کیلئے | مَّغْفِرَةٌ مغفرت | وَّرِزْقٌ اور روزی | كَرِیْمٌ عزت کی | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں واقعۂ اِفک کے سلسلے میں مسلمانوں کو مختلف احکام وہدایات دی گئی تھیں۔ اخیر میں تلقین فرمائی گئی تھی کہ جس طرح تم چاہتے ہو کہ ہماری تقصیریں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں تمھیں بھی چاہیے کہ دوسروں کی خطا اور قصوروں سے درگزر کیا کرو۔

اب تہمت لگانے والوں پر وعید بیان کی جاتی ہے اور مکرر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی پر دلیل دے کر اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بعد نزول ان آیات کے تہمت لگاتے ہیں تو ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت خدا کے مستحق ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگ جو ایسی مطہرات کو متہم کریں کافر اور منافق ہی ہو سکتے ہیں۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر۔ مکذب

قرآن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔تو یہاں اتہام رکھنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی کہ ان پر دنیا اور آخرت دونوں کے اندر خدا کی مار پڑے گی دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی سخت عذاب جہنم ہوگا اور کوئی اس گمان میں نہ رہے کہ قیامت کے دن وہ مکر سکتا ہے خود ان کی زبان اور ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔مجرم منہ سے بولنا اور ظاہر کرنا نہ چاہے گا مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور ان میں سے ہر ایک عضو اس عمل کو ظاہر کرے گا جو اس کے ذریعہ سے کیا گیا تھا۔یوم قیامت میں اللہ تعالیٰ انہیں پوری سزا دے گا اور وہ یقین کرلیں گے کہ اللہ عزوجل واقعی موجود ہے۔برحق ہے۔اور سارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک حساب جانتا ہے۔اور ہر عمل کی اس کے بالکل مناسب سزا دے گا۔

اب آگے ایک قاعدہ کلیہ بیان کردیا کہ نیک مردوں کو نیک عورتوں سے اور بدکار مردوں کو بدکار عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے۔ اسی طرح نیک عورتوں کو نیک مردوں سے اور بدعورتوں کو بدمردوں سے انس ہوتا ہے اور چونکہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام طیب، طاہر اور مجسم طہارت ہیں۔اس لئے آپ کو تعلق بھی پاک اور طیب عورت ہی سے ہوگا۔حاصل یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاکدامن۔نکوکار ہیں۔طبعاً اور فطرۃً پاکباز ہیں۔تو جن پر یہ تہمت لگائی گئی ہے وہ اس سے بالکل بری ہیں کہ جو یہ منافق بکتے پھرتے ہیں۔ان حضرات کے لئے آخرت میں مغفرت اور عزت کی روزی یعنی جنت ہے۔

یہاں جو عام ضابطہ اور قاعدہ کلیہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر یہ جوڑ رکھا ہے کہ گندی اور بدکار عورتیں بدکار مردوں کی طرف اور گندے اور بدکار مرد گندی بدکار عورتوں کی طرف رغبت کیا کرتے ہیں۔اسی طرح پاک صاف عورتوں کی رغبت پاک صاف مردوں کی طرف ہوتی ہے اور پاک صاف مردوں کی رغبت پاک صاف عورتوں کی طرف ہوتی ہے۔تو اس عادت کلیہ اور ضابطہ سے واضح ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں پاکی وصفائی ظاہری و باطنی میں مثالی شخصیت ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء کے سردار ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازواج مطہرات بھی پاکی و صفائی، ظاہری و اخلاقی برتری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مناسب شان عطا فرمائی ہیں۔اور حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیبیوں کے بارہ میں جو قرآن کریم میں ان کا کافرہ ہونا مذکور ہے تو ان کے متعلق بھی یہ ثابت ہے کہ وہ کافر ہونے کے باوجود فسق وفجور میں مبتلا نہ تھیں۔تو معلوم ہوا کہ کسی نبی کی بیوی کافر ہوجائے اس کا تو امکان ہے مگر بدکار فاحشہ ہوجائے یہ ممکن نہیں۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو عورتوں میں ممتاز ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو ان کے علاوہ کسی دوسری عورت کو نصیب نہیں ہوئیں اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور تحدیث بالنعمۃ ان خصوصیات کو فخر کے ساتھ بیان فرمایا کرتی تھیں۔

۱۔ پہلی خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت جبرئیل امین ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا یہ تمہاری زوجہ ہے۔(رواہ الترمذی)

۲۔ دوسری خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

۳۔ تیسری خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات آپ کی گود میں ہوئی۔

۴۔ چوتھی یہ کہ بیت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوئے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ آپ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوئی تھی

جبکہ آپ حضرت صدیقہ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتے تھے۔ دوسری کسی بی بی کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی۔

۶۔چھٹی یہ کہ آسمان سے آپ کی برأت نازل ہوئی۔

۷۔ساتویں یہ کہ وہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں اور صدیقہ ہیں اور ان میں سے ہیں جن سے دنیا ہی میں مغفرت اور رزق کریم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے۔

الغرض سورۃ کے ابتدائی رکوع میں جو احکام اور شرعی سزاؤں کا بیان ہوا تھا وہ اس لئے تھے کہ اگر معاشرہ میں برائی رونما ہوجائے اور کسی سے اس جرم کا ارتکاب ہوجائے تو اس کا تدارک کیسے کیا جائے۔اس کے بعد دو رکوع حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے متعلق بیان ہوئے۔اور یہاں ان آیات پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت ونزاہت کا بیان ختم ہوا اور یہ بیان اس شان سے ختم فرمایا گیا کہ اب اس کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہا۔قرآن کریم کی آیات سے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عنداللہ قدر ومنزلت ثابت ہوئی وہ روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔اور حق تعالیٰ جل شانہ کی اس شہادت کے بعد بھی اگر کوئی بدباطن خبیث حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے تو بالاتفاق علمائے امت وہ کافر ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والے کا وہی حکم ہے جو حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام پر تہمت لگانے والے کا ہے۔

اب اس کے بعد وہ احکام دیئے جارہے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں سرے سے برائیاں اور بدکاریاں پیدا ہی نہ ہونے پائیں۔ان ہدایات واحکامات کا سلسلہ اگلی آیات سے شروع ہوتا ہے۔جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قرآنی ہدایات اور احکامات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔جن برائیوں سے قرآن پاک نے روکا ہے ان سے ہمیں کامل طور پر رکنے اور جن بھلائیوں کی قرآن پاک نے تلقین فرمائی ہے۔ان بھلائیوں کو حاصل کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔یوم آخرت کی رسوائیوں اور وہاں کے عذابوں سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچادیں اور اپنی مغفرت اور عزت کی روزی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (اُن سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور اُن کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔ یہی

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ

تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر اُن گھروں میں تم کو کوئی نہ معلوم ہو تو (بھی) اُن گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے کہہ دیا جائے

لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

کہ (اسوقت) لَوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے۔ تم کو ایسے مکانات میں چلے جانے کا

اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

گناہ نہ ہوگا جن میں کوئی نہ رہتا ہو اُن میں تمہاری کچھ برت ہو۔ اور تم جو کچھ علانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| يٰٓاَيُّهَا اے | الَّذِيْنَ جو لوگ | اٰمَنُوْا ایمان لائے | لَا تَدْخُلُوْا تم نہ داخل ہو | بُيُوْتًا گھر | غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں کے سوا | حَتّٰى یہانتک کہ | | |
| تَسْتَاْنِسُوْا تم اجازت لے لو | وَتُسَلِّمُوْا اور تم سلام کرلو | عَلٰى پر۔کو | اَهْلِهَا ان کے رہنے والے | ذٰلِكُمْ یہ | خَيْرٌ بہتر ہے | لَكُمْ تمہارے لئے | | |
| لَعَلَّكُمْ تاکہ تم | تَذَكَّرُوْنَ تم نصیحت پکڑو | فَاِنْ پھر اگر | لَمْ تَجِدُوْا تم نہ پاؤ | فِيْهَآ اس میں | اَحَدًا کسی کو | فَلَا تَدْخُلُوْهَا تو تم نہ داخل ہو اس میں | | |
| حَتّٰى یہانتک کہ | يُؤْذَنَ اجازت دی جائے | لَكُمْ تمہیں | وَاِنْ اور اگر | قِيْلَ لَكُمْ تمہیں کہا جائے | ارْجِعُوْا تم لوٹ جاؤ | فَارْجِعُوْا تو تم لوٹ جایا کرو | | |
| هُوَ یہی | اَزْكٰى زیادہ پاکیزہ | لَكُمْ تمہارے لئے | وَاللّٰهُ اور اللہ | بِمَا وہ جو | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو | عَلِيْمٌ جاننے والا | لَيْسَ نہیں | |
| عَلَيْكُمْ تم پر | جُنَاحٌ کوئی گناہ | اَنْ اگر | تَدْخُلُوْا تم داخل ہو | بُيُوْتًا ان گھروں میں | غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ جہاں کسی کی سکونت نہیں | فِيْهَا جن میں | | |
| مَتَاعٌ کوئی چیز | لَكُمْ تمہاری | وَاللّٰهُ اور اللہ | يَعْلَمُ جانتا ہے | مَا تُبْدُوْنَ جو تم ظاہر کرتے ہو | وَمَا اور جو | تَكْتُمُوْنَ تم چھپاتے ہو | | |

تفسیر وتشریح:۔ اس سورۂ نور میں شروع میں حد زنا۔ سزائے تہمت۔ احکام لعان وغیرہ بیان ہوئے تھے۔ اب یہاں سے وہ ہدایات واحکامات بیان فرمائے جاتے ہیں کہ جس سے بے حیائی اور فتنۂ زنا وغیرہ پیدا ہی نہ ہو۔ کسی خرابی اور برائی کے انسداد کی تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب اس کے تمام اسباب وذرائع وسائل کی بیخ کنی کردی جائے۔ مثلاً شراب خوری سے باز رکھنا اسی وقت کامل طور پر ممکن ہے جب شراب کشی کی ممانعت کردی جائے۔ شراب خوروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے روک دیا جائے۔ شراب پینے کی سخت سزا مقرر کردی جائے۔ اسی لئے حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بنانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بنوانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بیچنے والے پر لعنت کی ہے۔ خریدنے والے پر لعنت کی ہے۔ لاد کر لے جانے والے پر لعنت کی ہے جس کے پاس لے جائی جائے اس پر لعنت کی ہے۔ اس کے پلانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت کی ہے۔ گویا جتنے ذرائع ووسائل شراب خوری کے ہو سکتے ہیں سب کو ملعون وممنوع قرار دیا۔ اسی طرح زنا کے تمام مبادی ومقدمات کو بھی مثل زنا قرار دے کر ان

کی ممانعت فرمائی گئی۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے کہ نامحرم عورت کو بری نیت سے دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔ اس سے باتیں کرنا زبان کا زنا ہے۔ اس کی باتوں کو سننا کان کا زنا ہے۔ اس کی طرف قلب کا میلان بد دل کا زنا ہے۔ اس کو ہاتھ لگانا ہاتھ کا زنا ہے۔ اس کی طرف چل کر جانا پاؤں کا زنا ہے۔ اور پھر جو فعل بد میں مبتلا ہو تو وہ اصل زنا ہے۔ تو زنا بھی ایک اخلاقی و معاشرتی تباہی ہے۔ اس سے باز رکھنے کی تکمیل کے لئے پہلے اس کی سزا کو بیان فرمادیا۔ اب یہاں سے زنا اور بے حیائی میں مبتلا کرنے والے اسباب اور موجبات کی روک تھام کے لئے ہدایات وقوانین بیان فرمائے جاتے ہیں۔

اسلام چونکہ حکیمانہ اور مصلحانہ دین ہے۔ تمام اخلاقی معاشرتی اور اجتماعی اصلاحات کے مکمل اور جامع قوانین کی تعلیم اس نے دی ہے۔ پہلے زنا۔ تہمت۔ بدگمانی وغیرہ کی سخت ممانعت فرمائی اب جو چیزیں بدگمانی۔ تہمت اور زنا کے اسباب ہیں ان سے بھی روکا جاتا ہے۔ منجملہ ان اسباب کے کسی کے گھر میں بغیر اذن واطلاع کے چلا جانا بھی ہے۔ اس لئے پہلی ہدایت یہاں یہ دی گئی کہ خاص اپنے رہنے کا جو گھر ہو اس کے علاوہ کسی دوسرے کے رہنے کے گھر میں یونہی بے خبر نہ گھس جائے۔ کیا جانے صاحب خانہ کس حال میں ہو اور اس وقت کسی کا اندر آنا پسند کرتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اندر جانے سے پہلے آواز دے کر اجازت حاصل کرے۔

حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ تک سلام کرے اور اجازت داخل ہونے کی لے اگر تین بار کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ اجازت طلب کرنے میں بے جا اصرار کرنا یا اجازت نہ ملنے کی صورت میں دروازے پر جم کر کھڑے ہو جانا جائز نہیں ہے۔ اگر تین دفعہ کے استیذان کے بعد صاحب خانہ کی طرف سے اجازت نہ ملے یا وہ ملنے سے انکار کردے تو واپس چلے جانا چاہئے۔

آگے ایک دوسری صورت بیان ہوتی ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ گھر میں کوئی موجود نہیں ہے تب بھی دوسرے کے گھر میں بدوں مالک ومختار کی اجازت کے مت جاؤ۔ یعنی کسی کے خالی گھر میں بھی بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر صاحب خانہ نے خود اس بات کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً دی ہو تو اس اجازت کے موافق جانے میں کوئی حرج نہیں مثلاً صاحب خانہ نے آپ سے یہ کہہ دیا ہو کہ اگر میں موجود نہ ہوں تو آپ میرے کمرہ میں آکر بیٹھ جائیں یا صاحب خانہ کسی اور جگہ موجود ہے اور آپ کے آنے کی اطلاع پر وہ کہلا بھیجے کہ آپ بیٹھئے میں ابھی آتا ہوں تو یہ اجازت ہی کی شکل ہے اور اس صورت میں مکان میں داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تیسری ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس ہو جاؤ۔ اور اس پر برا نہ ماننا چاہئے۔ بسا اوقات آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی یا حرج ہوتا ہے یا کوئی ایسی بات کررہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں تو تم کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اس پر بوجھ ڈالو کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے کو ملاقات کرنے پر مجبور کرے۔ اس طرح بار خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے اور دل میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔ آگے تاکید کے لئے فرمایا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں یعنی جیسا کچھ تم کروگے اور جس نیت سے کروگے حق تعالیٰ اس کے مناسب جزا دے گا۔

پھر چوتھی ہدایت دی جاتی ہے کہ جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا۔ نہ کوئی روک ٹوک ہے مثلاً مسجد۔ مدرسہ۔ سرائے۔ مسافر خانہ۔ ہوٹل۔ دکانیں وغیرہ اگر وہاں تمہاری کوئی چیز ہے یا تم کو اس کو چندے برتنے کی ضرورت ہے تو بیشک وہاں

جاسکتے ہو اس کے لئے استیذان کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے تمام چھپے اور کھلے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشروع کئے ہیں جن سے مقصود فتنہ وفساد کے دروازوں کو بند کرنا ہے۔ مؤمن کو چاہئے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر ان پر عمل کرے۔

اگر چہ یہاں ان آیات میں خطاب مردوں کو ہے مگر عورتوں کا حکم بھی یہی ہے مردانہ میں بھی اور زنانہ میں بھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت لینے کا حکم صرف دوسروں کے گھر جانے کی صورت ہی میں نہیں ہے بلکہ خود اپنی ماں بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہے۔ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے سوا ان کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ کیا ہر بار جب میں ان کے پاس جاؤں تو اجازت مانگوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے؟ یعنی اجازت نہ لینے میں یہ احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کسی وقت وہ ایسی حالت میں ہو کہ تم کو دیکھنا پسند نہ ہو اور تم یکا یک پہنچ جاؤ۔ احادیث میں ہے کہ اگر گھر میں صرف بی بی ہے تو بھی پردیس یا سفر سے واپسی پر اچانک گھر میں نہ گھس جائے۔ کچھ پہلے سے اطلاع کردے یا خبر بھجوادے۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں دوسرے کے گھر میں جھانکنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمایا ہے۔

"افسوس کہ شریعتِ اسلام نے جس قدر اس معاملہ کا اہتمام فرمایا کہ قرآن حکیم میں اس کے مفصل احکام نازل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس کی بڑی تاکید فرمائی۔ اتنا ہی مسلمان اس سے غافل ہوگئے۔ لکھے پڑھے نیک لوگ بھی نہ اس کو کوئی گناہ سمجھتے ہیں۔ نہ اس پر عمل کی فکر کرتے ہیں۔ دنیا کی دوسری مہذب قوموں نے اس کو اختیار کر کے اپنے معاشرہ کو درست کرلیا مگر مسلمان ہی اس میں سب سے پیچھے نظر آتے ہیں۔ اسلامی احکام میں سب سے پہلے سستی اسی حکم میں شروع ہوئی۔ بہر حال استیذان قرآن کریم کا وہ واجب التعمیل حکم ہے کہ اس میں ذراسی سستی اور تبدیلی کو بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکار آیتِ قرآن کے شدید الفاظ سے تعبیر فرمارہے ہیں۔ اور اب تو لوگوں نے واقعی ان احکام کو ایسا نظر انداز کردیا ہے کہ گویا ان کے نزدیک یہ قرآن کے احکام ہی نہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ہر انسان کو جو اس کے رہنے کی جگہ عطا فرمائی خواہ مالکانہ ہو یا کرایہ وغیرہ پر بہرحال اس کا گھر اس کا مسکن ہے اور مسکن کی اصل غرض سکون وراحت ہے۔ قرآن عزیز نے جہاں اپنی اس نعمت گرانمایہ کا ذکر فرمایا ہے اس میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا **واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا** یعنی اللہ نے تمہارے گھروں سے تمہارے لئے سکون وراحت کا سامان دیا۔ اور یہ سکون وراحت جبھی باقی رہ سکتا ہے کہ انسان کسی دوسرے شخص کی مداخلت کے بغیر اپنے گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام اور آرام کرسکے۔ اس کی آزادی میں خلل ڈالنا گھر کی اصل مصلحت کو فوت کرنا ہے جو بڑی ایذاء اور تکلیف ہے۔ اسلام نے کسی کو بھی ناحق تکلیف پہنچانا حرام قرار دیا ہے۔ استیذان کے احکام میں ایک بڑی مصلحت لوگوں کی آزادی میں خلل ڈالنے اور انکی ایذا رسانی

سے بچنا ہے جو ہر شریف انسان کا عقلی فریضہ بھی ہے۔ دوسری مصلحت خود اس شخص کی ہے جو کسی کی ملاقات کے لئے اس کے پاس گیا ہے کہ جب وہ اجازت لے کر شائستہ انسان کی طرح ملے گا تو مخاطب بھی اس کی بات قدر و منزلت سے سنے گا۔ اور اگر اس کی کوئی حاجت ہے تو اس کے پورا کرنے کا داعیہ اس کے دل میں پیدا ہوگا۔ بخلاف اس کے کہ وحشیانہ طرز سے کسی شخص پر بغیر اس کی اجازت کے مسلط ہو گیا تو مخاطب اس کو ایک بلائے ناگہانی سمجھ کر دفع الوقتی سے کام لے گا۔ خیر خواہی کا داعیہ اگر ہوا بھی تو مضمحل ہو جائے گا اور اس کو ایذاء مسلم کا گناہ الگ ہوگا۔

تیسری مصلحت فواحش اور بے حیائی کا انسداد ہے کہ بلا اجازت کسی کے مکان میں داخل ہو جانے سے یہ بھی احتمال ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر پڑے اور شیطان دل میں کوئی مرض پیدا کر دے اور اسی مصلحت سے احکام استیذان کو قرآن کریم میں حد زنا، حد قذف وغیرہ احکام کے متصل لایا گیا ہے۔

چوتھی مصلحت یہ ہے کہ انسان بعض اوقات اپنے گھر کی تنہائی میں کوئی ایسا کام کر رہا ہوتا ہے جس پر دوسروں کو مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے گھر میں آ جائے تو وہ جس چیز کو دوسروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا اس پر مطلع ہو جائے گا کسی کے پوشیدہ راز کو زبردستی معلوم کرنے کی فکر بھی گناہ ہے اور دوسروں کے لئے موجب ایذا ہے۔" (معارف القرآن جلد ششم)

اس سلسلہ میں مزید ہدایات و احکام ابھی اگلی آیات میں جاری ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ان جملہ قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی زندگی شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق گزارنے کی توفیق نصیب فرما دیں اور ہر طرح کے فتنہ و فساد ظاہری و باطنی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

یا اللہ جملہ ممنوعات شرعیہ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور ہماری حکومت کو صحیح معنی میں اسلامی حکومت بنا دیجئے جو اس امر میں کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرما دیں اور ان کی کوششوں کو بارآور فرمائیں۔ اور جو منافقین، بد باطن در پردہ اسلام کے بدخواہ ہیں ان کے فتنہ سے اس سرزمین کو پاک فرما دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ اُن کیلئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو

بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔

| قُلْ آپ فرمادیں | لِّلْمُؤْمِنِیْنَ مومن مردوں کو | یَغُضُّوْا وہ نیچی رکھیں | مِنْ سے | اَبْصَارِهِمْ اپنی نگاہیں | وَیَحْفَظُوْا اور وہ حفاظت کریں |
|---|---|---|---|---|---|
| فُرُوْجَهُمْ اپنی شرمگاہیں | ذٰلِكَ یہ | اَزْكٰى زیادہ ستھرا | لَهُمْ ان کیلئے | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | خَبِیْرٌۢ باخبر ہے | بِمَا اس سے جو | یَصْنَعُوْنَ وہ کرتے ہیں |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں برائیوں اور بے حیائیوں کے انسداد کے سلسلہ میں یہ حکم ہوا تھا کہ بغیر اجازت دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا جائے۔ اسی سلسلہ میں مزید احکامات مردوں کو اس آیت میں دیئے جاتے ہیں۔

اول مسلمان مردوں کو ہدایت کی گئی کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں یعنی جس طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے جائز نہیں۔ اس کو شہوت سے نہ دیکھیں۔ بدنظری سے عموماً فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ ناجائز نظر دیباچۂ زنا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے حکم دیا کہ بدنظری سے مرد اپنے کو بچائیں۔ اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اس کی طرف نظر نہ کرے کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچے رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار اور ارادے سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہوسکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ جو بیساختہ دفعتہً نظر پڑتی ہے از راہ شہوت ونفسانیت نہیں ہوتی اس لئے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اس کو معاف رکھا گیا ہے۔ دوبارہ قصداً دیکھنا البتہ گناہ ہوگا۔

دوسری ہدایت مردوں کو یہ دی گئی کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی حرامکاری سے بچیں اور ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں سوائے ان مواقع کے جہاں شریعت نے اجازت دی ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم چھ باتوں کے ضامن ہو جاؤ اور ان کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ جب بات کرو تو ہمیشہ سچ بولو۔

۲۔ جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔

۳۔ جب تم کو کوئی امانت سپرد کی جائے تو اس کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔

۴۔ حرامکاری سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

۵۔ جن چیزوں کی طرف نظر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے ان کی طرف سے آنکھیں بند کرو یعنی ان پر نظر نہ پڑے۔

۶۔ جہاں ہاتھ روکنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں ہاتھ روکو یعنی ناحق کسی کو نہ مارو۔ نہ ستاؤ نہ ہاتھ سے ایذا دو۔ نہ کوئی چیز چھینو وغیرہ وغیرہ۔

اس آیت میں مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے کا حکم ہے۔ مگر اس جگہ کوئی تفصیل نہیں کہ کس عورت کو نہ دیکھا جائے اور کس سے شرمگاہ کو محفوظ رکھا جائے اور چونکہ تمام عورتوں کو نہ دیکھنا اور سب سے الگ رہنے کا حکم تو ہو ہی نہیں سکتا اس لئے علمائے محققین نے قرآن کی دوسری آیات اور احادیث کی ہدایات کے موافق اس کی تشریح کی ہے۔ اور اس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ایک مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا محرم خواتین کے سوا کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھے۔ ایک دفعہ اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔لیکن یہ معاف نہیں کہ آدمی نے جہاں کشش محسوس کی اور وہاں پھر نظر دوڑائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی بدنظری کو آنکھوں کا زنا اور بدکاری سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے۔ ناجائز طور پر دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔اس کی آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے۔ ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لئے چلنا ہاتھ اور پاؤں کا زنا ہے۔ بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہو چکتی ہیں تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔

۲۔ چونکہ غیر محرم پر ناجائز طور پر نظر ڈالنی حرام ہے اس لئے مومن پر لازم ہے کہ ایسے مقامات اور مواقع پر بھی نہ جائے جہاں نظر بد سے حفاظت مشکل ہے۔

۳۔اجنبی عورت کا چہرہ اور ہاتھ بضرورت دیکھنا جائز ہے۔ باقی اعضا پر نظر کرنی حرام ہے اور بغیر ضرورت اجنبی عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی دیکھنا حرام ہے۔حقیقی ضرورت کی صورتیں مثلاً یہ ہو سکتی ہیں کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو۔اس غرض کے لئے عورت کو دیکھ لینے کی اجازت ہے۔ اور نہ صرف اجازت بلکہ حدیث میں اسکی ترغیب دی گئی ہے۔ بضرورت دیکھنے کی دوسری صورتیں یہ بھی ہیں علاج کے لئے طبیب یا ڈاکٹر کا مریضہ کو دیکھنا۔

عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا کسی گواہ عورت کو دیکھنا۔

یا تفتیش جرائم کے سلسلہ میں کسی مشتبہ عورت کو دیکھنا۔

۴۔علمائے سلف نے باجماع لکھا ہے کہ امرد لڑکوں کا حکم بھی عورتوں کی طرح ہے کسی لڑکے کو نظر جما کر بدنیتی سے دیکھنا حرام ہے۔

۵۔اگر اجنبی عورت نہ ہو بلکہ محرم ہو یعنی ایسی عورت جس سے شرعاً نکاح جائز نہیں تو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف وہی اعضا دیکھنے درست ہیں جو کام کاج میں کھل جاتے ہیں مثلاً ہاتھ بازو گردن۔ سر پاؤں وغیرہ۔

۶۔ باہم مردوں کو بھی ایک دوسرے کے ستر پر بغیر ضرورت خاص نظر ڈالنا حرام ہے۔ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ مرد کے لئے ستر ہے۔مگر افسوس ہے کہ جدید فرنگی تہذیب کے ماتحت اب تو اکثر مسلمان اس کو کوئی گناہ اور جرم ہی نہیں سمجھتے۔اور عام دین سے بے بہرہ مسلمانوں کا تو یہ کہنا۔ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ بعض نمازی جو بوڑھے بھی ہو گئے ہیں وہ بھی اکثر مسجد کے سامنے گراؤنڈ میں ہاکی یا فٹ بال کے میچ بڑے شوق سے کھڑے دیکھا کرتے ہیں۔جبکہ کھلاڑیوں کے ستر پر جانگیہ پہننے کی وجہ سے نظر بھی پڑتی ہے جس پر بغیر شرعی ضرورت کے نظر ڈالنا حرام ہے۔مرد کے لئے ستر کو یعنی ناف سے گھٹنوں تک ہر وقت مستور رکھنا واجب ہے۔اس کے علاوہ مرد کے لئے تمام بدن کا کھلا رکھنا جائز ہے۔

یہاں آیت میں مردوں کو غض بصر اور حفاظت فروج یعنی نگاہوں کو نیچی رکھنا اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔اس کے بعد تاکیداً ارشاد ہوتا ہے کہ ان امور میں تمہارے لئے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کی بات ہے اور اس کے خلاف میں آلودگی ہے اور انسان کی نیت کا حال۔ آنکھ کی چوری اور دل کا بھید سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے لہٰذا اس کا خیال کر کے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو ورنہ وہ اپنے علم کے موافق تم کو سزا دے گا۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے مسلمان مردوں کے لئے احکام بیان ہوئے آگے عورتوں کے لئے احکام ہیں جو مردوں کی بہ نسبت زیادہ تفصیل سے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! سینما، تھیٹر، بائیسکوپ، وی سی آر وغیرہ جو فحاشی اور فسق و فجور کے اڈے ہیں اور جہاں پر بدنظری اور بدنگاہی سے بچنا مشکل ہے ان خرافات سے ہمارے اسلامی ملک کو پاک فرما دیجئے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

اور مسلمان عورتوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ

کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ

یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر

اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا اُن مردوں پر جو طفیلی ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا

یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی ناواقف ہوں اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ اُن کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔

يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَقُلْ اور فرما دیں | لِلْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں کو | يَغْضُضْنَ وہ نیچی رکھیں | مِنْ سے | اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہیں | وَيَحْفَظْنَ اور وہ حفاظت کریں |
| فُرُوْجَهُنَّ اپنی شرمگاہیں | وَلَا يُبْدِيْنَ اور وہ ظاہر نہ کریں | زِيْنَتَهُنَّ اپنی زینت | اِلَّا مگر | مَا جو | ظَهَرَ مِنْهَا اس میں سے ظاہر ہوا |
| وَلْيَضْرِبْنَ اور ڈالے رہیں | بِخُمُرِهِنَّ اپنی اوڑھنیاں | عَلٰى پر | جُيُوْبِهِنَّ اپنے سینے (گریبان) | وَلَا يُبْدِيْنَ اور وہ ظاہر نہ کریں | |
| زِيْنَتَهُنَّ اپنی زینت | اِلَّا سوائے | لِبُعُوْلَتِهِنَّ اپنے خاوندوں پر | اَوْ یا | اٰبَآئِهِنَّ اپنے باپ | اَوْ یا | اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اپنے شوہروں کے باپ (خسر) |
| اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ یا اپنے بیٹے | اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے شوہروں کے بیٹے | اَوْ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائی | اَوْ یا | بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اپنے بھائی کے بیٹے (بھتیجے) | |
| اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یا اپنی بہنوں کے بیٹے بھانجے | اَوْ نِسَآئِهِنَّ یا اپنی (مسلمان) عورتیں | اَوْ مَا مَلَكَتْ یا جن کے مالک ہوئے اَيْمَانُهُنَّ انکے دائیں ہاتھ (کنیزیں) | | | |
| اَوِ التّٰبِعِيْنَ یا خدمتگار مرد | غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ نہ غرض رکھنے والے | مِنَ سے | الرِّجَالِ مرد | اَوِ الطِّفْلِ یا لڑکے | الَّذِيْنَ وہ جو کہ |
| لَمْ يَظْهَرُوْا وہ واقف نہیں ہوئے | عَلٰى پر | عَوْرٰتِ النِّسَآءِ عورتوں کے پردے | وَلَا يَضْرِبْنَ اور وہ نہ ماریں | بِاَرْجُلِهِنَّ اپنے پاؤں | |
| لِيُعْلَمَ کہ جان "پہچان" لیا جائے | مَا يُخْفِيْنَ جو چھپائے ہوئے ہیں | مِنْ سے | زِيْنَتِهِنَّ اپنی زینت | وَتُوْبُوْٓا اور تم توبہ کرو | |
| اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف "آگے" | جَمِيْعًا سب | اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ اے ایمان والو | لَعَلَّكُمْ تا کہ تم | تُفْلِحُوْنَ فلاح دوجہان کی کامیابی پاؤ | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں مسلمان مردوں کو بے حیائی اور اخلاقی آلودگی سے بچنے کے لئے حکم ہوا تھا کہ جب نامحرم عورتوں کا

سامنا ہوتو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔آگے اس آیت میں اسی طرح کا حکم مسلمان عورتوں کو ہوتا ہے کہ انہیں بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں اور اپنے چھپے ہوئے اعضا کی حفاظت کرنی چاہئے مزید عورتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان کو اپنی پیدائشی زیبائش یا لباس اور زیور کی آرائش کا اظہار کسی کے سامنے جائز نہیں بجز ان محارم اور رشتہ داروں کے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کا چھپانا دشوار ہے اور وہ مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے عموماً کھلا ہی رکھنا پڑتا ہے تو اس کے کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں۔(بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ ہتھیلیاں اور قدم یہ اعضا چھپانے سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر ان کے چھپانے اور ڈھانکنے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ تو جب یہ اعضاء مستثنیٰ ہوئے تو ان کے متعلقات۔ مثلاً انگوٹھی۔ چھلا۔ مہندی۔ یا کاجل۔ سرمہ وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔ اس کے کھلا رکھنے کی اجازت عورتوں کو بضرورت دی گئی ہے۔ نامحرم مردوں کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ ان اعضاء کو دیکھا کریں۔ مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم پہلے ہی سنا دیا گیا۔ اور پھر کسی عضو کے کھولنے کی اجازت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو دیکھنا بھی جائز ہو اور یہ واضح رہے کہ یہاں اس آیت میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے خواہ عورت اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر۔ باقی حجاب یعنی پردہ کا مسئلہ کہ شریعت نے عورت کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اور کس طرح اس کی تفصیل انشاء اللہ سورۂ احزاب بائیسویں پارہ میں آئے گی۔ (فوائد حضرت علامہ عثمانیؒ)

آگے عورتوں کو سر اور سینہ ڈھکنے کے اہتمام کی ہدایت کی جاتی ہے اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بتلائی جاتی ہے۔

ایامِ جاہلیت میں عورتیں اپنے دوپٹہ یا اوڑھنی سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے پشت پر لٹکا لیتی تھیں اس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن کریم نے حکم دیا کہ اوڑھنی یا دوپٹہ کو سر پر سے لاکر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح کان، گردن اور سینہ پوری طرح ڈھکے رہیں۔ اس کے بعد عام اعضاء کے لئے ہدایت ہے کہ ان کی بناوٹ اور زیبائش کسی پر ظاہر نہ کریں اور کسی کے سامنے نہ کھولیں بجز اپنے شوہر یا باپ یا سسر یا بیٹا یا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا بھتیجہ یا بھانجہ کے یا دوسری نیک چلن مسلمان عورتوں کے جو اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والی ہیں یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو محض کھانے پینے کے واسطے طفیلی کے طور پر رہتے ہیں اور ان کو بوجہ حواس درست نہ ہونے کے عورتوں کی طرف ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے بچوں پر جو ابھی عورتوں کے پردہ کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے۔ ان سب کے سامنے زینت کے مواقع کا ظاہر کرنا جائز ہے۔ آگے مزید ایک حکم ہے کہ پردے کا یہاں تک اہتمام رکھیں کہ چلنے میں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ زیور کی جھنکار سنائی دے اور ڈھکی ہوئی زیب و زینت آواز سے ظاہر ہو جائے یعنی چال ڈھال ایسی نہ ہونی چاہئے کہ زیور وغیرہ کی آواز سے غیروں کو ادھر میلان اور توجہ ہو۔ اور پہلے جو کچھ حرکات ہو چکیں ان سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس میں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

اب غور کیجئے کہ حیا اور عفت کا کس درجہ اہتمام شریعت مطہرہ میں ہے اور فتنہ کے کیسے کیسے دروازوں اور چھپے ہوئے سوراخوں کو ہماری شریعت نے بند کیا ہے۔ ایک طرف تو یہ احتیاطیں اور پابندیاں ہیں اور ان کے مقابل اب موجودہ حالت پر نظر ڈالئے

کہ جہاں مردوعورت کے مشترک ناچ وگانے تک کی آزادیاں ہیں۔ جس کے نتائج بھی پھر بالکل ظاہر ہیں۔ اور پھر ہم شور مچائیں اور ہائے واویلا کریں کہ معاشرہ تباہ ہورہا ہے۔ جرائم بڑھ رہے ہیں۔ عفت وعصمت بچانی مشکل ہورہی ہے اغوااور زنا کی وارداتیں عام ہوتی جاتی ہیں۔ حرامی بچوں کی پیدائش اور ان کوسڑکوں اور کوڑیوں پر پھینکے جانے کے واقعات بھی ہوتے جارہے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی یہودونصاریٰ کے اتباع کی یہی حالت رہی اور دین وقرآن سے یہی انحراف رہا تو پھراور جو کچھ بدحالی اور فسق وفجور کی زیادتی، جرائم کی کثرت اور برائیوں کی پیداوار دن دگنی رات چوگنی اور دین ودنیا کی تباہی ہونی ہے اس کا انتظار کریں اور اگر ملک کواور قوم کواس سے بچنے اور سنبھالنے کی ضرورت ہے تو اتباع قرآن اور اتباع دین کے سوا چارہ اور علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

اس آیت کے آخری جملہ میں یعنی **وتوبوآ الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون٥** اوراے مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کروتا کہ تم فلاح پاؤ۔ اگرچہ حق تعالیٰ کا خطاب تمام روئے زمین کے مسلمانوں سے ہے مگر میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی جملہ کواہل پاکستان کومخاطب کر کے خاص طور پرسنایا جبکہ پاکستانی ایک بدترین ذلت میں گرفتار تھے یعنی مشرقی پاکستان کو جبکہ کفار ہند نے فوجی حملہ کر کے ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء کو فتح کرلیا تھااور قریب ایک لاکھ پاکستانی فوج گرفتار ہوکر کفار کے قید میں تھی اوران کا آدھے سے زیادہ ملک کفار کے چنگل میں چلا گیا تھا۔ اس وقت ایک بزرگ کوخواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر پاکستانیوں کواسی قرآنی جملہ سے مخاطب فرما کرایک خاص تنبیہ وہدایت فرمائی تھی جس کو کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ (مہتمم جامعہ عربیہ اسلامیہ۔ نیوٹاؤن کراچی) نے اپنے ماہنامہ رسالہ بینات۔ کراچی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۷۲ء میں ''بصائر وعبر'' کے تحت شائع فرمایا تھا۔ جس کو میں یہاں نقل کرتا ہوں۔

یہ خواب کسی بزرگ نے لاہور سے لکھ کر حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بھیجا تھااور ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جبکہ ڈھاکہ میں ہندوستانی فوجیں فاتح بن کر داخل ہوئی تھیں اور ایک لاکھ پاکستانیوں کوذلت کے ساتھ قیدی بنالیا تھا۔ اس کے چند یوم بعد یعنی ۹۔۱۰ جنوری ۱۹۷۲ء کی درمیانی شب میں یہ خواب دیکھا گیا تھا۔ حضرت علامہ بنوری رحمتہ اللہ علیہ ''بینات'' مذکورہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''کچھ دن ہوئے لاہور سے ایک صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ ہم اس مکتوب اور اس کے ساتھ منسلک خواب کو بصائر وعبر کی مناسبت سے یہاں پیش کرتے ہیں۔

''.........السلام علیکم ورحمتہ اللہ

۹۔۱۰ جنوری کی درمیانی شب کو میں نے ایک خواب دیکھا جس کی کاپی جناب کوروانہ کررہا ہوں۔ اس خواب میں میں نے کچھ علماء کوجناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں بیٹھے دیکھا ہے جس میں ایک آپ بھی ہیں پہلی صف میں مولانا مفتی محمد حسنؒ۔ مولانا محمد یوسف دہلویؒ۔ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ۔ مولانا عنایت اللہ شاہ بخاریؒ اور جناب (مولانا محمد یوسف بنوریؒ) تشریف فرما ہیں......اب اس خواب کے بعد جو یہاں نقل کیا جارہا ہے طبیعت خاصی پریشان ہے۔ سوچتا ہوں کہ اس پیغام کا حق کیسے ادا ہو۔ امید ہے آپ کوئی تسلی بخش جواب دیں گے۔ والسلام''

## خواب اور پیغام

''جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں مشرق کی

جانب رخ کئے ایک منبر پر تشریف فرما ہیں۔ میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوں اور ایک دبلے پتلے گورے چٹے بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑے ہیں، علماء کا ایک گروہ بھی حاضر خدمت ہے، ایک عالم دین کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پاکستان کے حالات بیان کر رہے ہیں، واقعات سناتے ہوئے جب وہ یہ کہتے ہیں!" پھر یا رسول اللہ! ہندوستان کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئیں۔" تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لیتے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تمام محفل پر گریہ طاری ہو جاتا ہے اور بعض حضرات تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے ہیں۔

کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم علماء کی جماعت کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے ہیں۔" اس حادثۂ عظیم پر ملائکہ بھی غمزدہ ہیں، مگر ان کو تمہارے اعمال کی بدولت تمہاری مدد کے لئے نہیں بھیجا گیا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انوار سرخ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"تمہیں معلوم ہے تمہاری اس مملکت میں میری نبوت کا مذاق اڑایا گیا، میرے صحابہ کو گالیاں دی گئیں اور میری سنت کی تضحیک واہانت کی گئی۔"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے جماعتِ علماء! امت کو میرا پیغام پہنچا دو کہ جب تک حکام عیاشی، ظلم اور تکبر نہیں چھوڑیں گے۔ اغنیاء جب تک بخل، حق تلفی اور بے حیائی ترک نہیں کریں گے۔ علماء جب تک کتمانِ حق۔ حرصِ دنیا اور ریاکاری وخود نمائی سے باز نہیں آئیں گے۔ عورتیں جب تک بدکاری، ناچ رنگ، فحش گانے، شوہروں کی نافرمانی اور عریانی و بے پردگی نہیں چھوڑیں گی اور پوری قوم جب تک جھوٹی گواہی، غیبت، زنا، لواطت، شراب نوشی، سودخوری اور اعمال شرک سے توبہ نہیں کرے گی خوب یاد رکھو اس وقت تک عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم مجھے ان باتوں کے ترک کر دینے کی ضمانت دو، میں تمہیں دنیا وآخرت کی بھلائی کی ضمانت اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں۔ لیکن اگر تم اب بھی ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو خوب یاد رکھو عنقریب ایک سخت ترین عذاب بصورت نفاق آنے والا ہے، جس سے تم کو اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔" (العیاذ باللہ۔ العیاذ باللہ)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

**واتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خآصة واعلموآ ان الله شديد العقاب** (پ۹۔ سورۂ انفال)

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہیں ہو گا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (بیان القرآن)

اس آیت کے سنتے ہی ہم سب پر گریہ طاری ہو گیا، ہم رو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ آیت دہرا رہے تھے۔

**وتوبوآ الى الله جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون** (پ ۱۸۔ سورۂ النور آیت ۳۱)

اور اے مسلمانو! تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہو گئی تو) تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ" (بیان القرآن)

حضرت مولانا بنوریؒ فرماتے ہیں کہ" اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں۔" عذاب بصورت نفاق" کی تعبیر صوبائی عصبیت اور گروہی مفادات کا وہ طوفان ہے جو ملک کے درودیوار سے ٹکرا رہا ہے، جس میں علماء وصلحاء اور عوام و حکام سب بہے جا رہے

ہیں، اور جسے برپا کرنے میں اوپر سے نیچے تمام نفاق پیشہ عناصر اپنی پوری قوتیں صرف کررہے ہیں، پورا ملک ''آتش نفاق'' کے مہیب شعلوں کی لپیٹ میں ہے جس پر توبہ واستغفار، تضرع و ابتہال اور دعوت الی اللہ کے ذریعہ آج تو قابو پایا جاسکتا ہے۔ مگر کچھ دن بعد یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوگی۔ اور پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کیا حالات ہوں گے، کون رہے گا، اور کس کی حکومت ہوگی اور کون محکوموں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں، اور پوری امت کو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔''

یہ خواب کا تذکرہ تو یہاں ضمناً درمیان میں آ گیا جس سے اللہ تعالیٰ ہم کو تنبیہ وہدایت نصیب فرمائیں۔

اصل مضمون کے متعلق یہاں آیت میں عورت کے لئے آٹھ قسم کے مردوں کا اور چار دوسری اقسام کا پردہ سے استثناء کیا گیا ہے۔ مردوں میں سب سے پہلے شوہر ہے جس سے بیوی کے کسی عضو کا پردہ نہیں۔ دوسرے اپنے باپ ہیں جس میں دادا پردادا، نانا پرنانا سب شامل ہیں، تیسرے خسر یعنی شوہر کا باپ ہے، اس میں خسر کے باپ دادا، نانا سب شامل ہیں۔ چوتھے اپنے لڑکے جو اپنی اولاد میں ہیں۔ اس میں پوتے نواسے شامل ہیں۔ پانچویں شوہر کے لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں یعنی سوتیلے بیٹے، پوتے، چھٹے اپنے بھائی۔ اس میں حقیقی بھائی بھی شامل ہیں اور باپ شریک اور ماں شریک بھائی بھی، لیکن ماموں، خالہ یا چچا، تایا اور پھوپھی کے لڑکے جن کو عام عرف میں بھائی کہا جاتا ہے وہ اس میں داخل نہیں وہ غیر محرم ہیں۔ ساتویں بھائیوں کے لڑکے۔ یہاں بھی صرف حقیقی یا ماں شریک یا باپ شریک بھائی کے لڑکے مراد ہیں۔ دوسرے عرفی بھائیوں یعنی ماموں، خالہ، چچا، تایا اور پھوپی زاد بھائیوں کے لڑکے شامل نہیں ہیں۔ آٹھویں بہنوں کے لڑکے، اس میں بھی حقیقی اور ماں شریک یا باپ شریک بہنوں کے لڑکے مراد ہیں۔ ماموں زاد چچا زاد وغیرہ بہنوں کے لڑکے داخل نہیں۔ یہ آٹھ قسم تو مردوں کی ہیں جو احکام حجاب اور پردہ سے مستثنیٰ ہیں مگر یہ واضح رہے کہ ستر عورت سے استثناء نہیں۔ عورت کا جو بدن ستر میں داخل ہے جس کا کھولنا نماز میں بھی جائز نہیں اس کا دیکھنا محارم یعنی باپ، بیٹے، بھائی، وغیرہ کو بھی جائز نہیں۔

چار دوسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں ان میں ایک نسآئِهِن کو فرمایا گیا یعنی اپنی عورتیں جس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں کہ ان کے سامنے بھی وہ تمام اعضاء کھولنا جائز ہے جو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولے جاسکتے ہیں اس لئے جو اعضاء ایک عورت اپنے باپ بیٹوں کے سامنے نہیں کھول سکتی ان کا کھولنا کسی مسلمان عورت کے سامنے بھی جائز نہیں۔ علاج معالجہ کی ضرورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مسلمان عورتوں کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ کافر مشرک عورتوں سے بھی پردہ ہے۔ مگر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں یہاں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ کیونکہ احادیث میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں کافر عورتوں کا ازواج مطہراتؓ کے پاس جانا ثابت ہے اس لئے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض ائمہ نے کافر عورتوں کو مثل غیر محرم مردوں کے قرار دیا ہے بعض نے اس معاملہ میں مسلمان اور کافر دونوں قسم کی عورتوں کا ایک ہی حکم رکھا ہے کہ ان سے پردہ نہیں۔ امام رازیؒ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ لفظ نساء ھن میں تو سبھی عورتیں مسلم اور کافر داخل ہیں اور سلف صالحین سے جو کافر عورتوں سے پردہ کرنے کی روایات منقول ہیں وہ استحباب پر مبنی ہیں۔ تفسیر روح المعانی میں مفتی بغداد حضرت علامہ آلوسیؒ نے اسی قول کو اختیار فرما کر کہا ہے کہ

یہی قول آج کل لوگوں کے مناسب حال ہے کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں کا کافر عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن ہوگیا ہے۔

دوسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او ما ملکت ایمانھن ہے یعنی وہ جو ان عورتوں کے مملوک ہوں اس میں بظاہر شرعی غلام اور لونڈیاں دونوں داخل معلوم ہوتی ہیں لیکن اکثر ائمہ فقہاء کے نزدیک اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے مراد صرف لونڈیاں ہیں۔ غلام مرد اس میں داخل نہیں۔

تیسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال ہے اس سے مراد وہ بدحواس قسم کے لوگ ہیں جن کو عورتوں کی طرف کوئی رغبت اور دلچسپی نہ ہو اور جو محض کھانے پینے کے واسطے طفیلی کے طور پر رہتے ہوں۔ اس کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس وقت اس قسم کے کچھ بدحواس مرد ایسے ہی تھے جو طفیلی بن کر کھانے پینے کے لئے گھروں میں آتے جاتے تھے۔

چوتھی قسم جس سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او الطفل الذین لم یظھروا علی عورٰت النسآء ہے یعنی ایسے نابالغ بچے جو ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات و صفات و حرکات و سکنات سے بالکل بے خبر ہوں اور جو لڑکا ان امور سے دلچسپی لیتا ہو اور قریب البلوغ ہو اس سے پردہ واجب ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ عورت کو سوائے چند مخصوص مواقع کے زینت کا اظہار ممنوع ہے اور موجب فتنہ ہے۔ اسی طرح زینت یعنی زیور وغیرہ کی آواز کے اظہار کی بھی ممانعت فرمائی جو موجب فتنہ ہے اور ظاہر ہے کہ خود عورت کی آواز زیور کی آواز سے زیادہ موجب فتنہ ہے۔ لہٰذا عورت کی آواز زینت کی آواز سے زیادہ حرام ہوگی جیسا کہ سورۂ احزاب میں اس بارہ میں نص صریح ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اجنبی عورت کا تو قرآن سننا بھی حرام ہے اور عورت کی اذان و اقامت بالا جماع ناجائز ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے جس کا پردہ واجب ہے۔ جب عورت کی اذان و اقامت ناجائز ہے تو جلسۂ عام میں عورت کا کھلے منہ آنا اور تقریر کرنا اور مردوں کی پارٹیوں میں کھلے منہ زیب و زینت سے شرکت کرنا اور اپنی تصویر اتروانا اور پھر اس کا اخباروں میں چھپوانا بلاشبہ حرام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو پکا اور سچا اسلام نصیب فرمائیں۔ اور قرآن و سنت کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنی کوتاہیوں اور تقصیرات پر سچی توبہ اور رجوع الی اللہ کی ہدایت نصیب فرمائیں کہ اسی میں ہماری دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی ہے۔

ابھی مزید ہدایات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! جس قوم سے اور امت کے جن افراد سے رحمۃ اللعالمین، نبی کریم، سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ناخوش ہوں تو ان کو دین و دنیا کی صلاح و فلاح کیسے نصیب ہوسکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تنبیہات پر کان نہ دھرنے والے آپ کی ناراضگی اور عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ یا اللہ! ہماری بدحالی اب انتہائی قابل رحم و کرم ہے۔ نبی الرحمۃ کے طفیل میں اب امت مسلمہ پر رحم فرما کر ان کی اصلاح کی صورتیں غیب سے فرمادے۔ ہمارے علماء و صلحاء حکام اور عوام۔ مردوں اور عورتوں سب ہی کو اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت عطا فرمادے اور آپ کے اتباع کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ

اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم اُن کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہو اس کا بھی۔ اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اُن کو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى

اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو جن کو نکاح کا مقدور نہیں اُن کو چاہیے کہ (اپنے نفس کو) ضبط کریں

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (پھر نکاح کر لیں)

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَاَنْكِحُوا اور تم نکاح کرو | الْاَيَامٰى بیوہ عورتیں | مِنْكُمْ اپنے میں سے اپنی | وَالصّٰلِحِيْنَ اور نیک | مِنْ سے | عِبَادِكُمْ اپنے غلام |
| وَاِمَآئِكُمْ اور اپنی کنیزیں | اِنْ يَّكُوْنُوْا اگر وہ ہوں | فُقَرَآءَ تنگدست | يُغْنِهِمُ انہیں غنی کر دیگا | اللّٰهُ اللہ | مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے | وَاللّٰهُ اور اللہ |
| وَاسِعٌ وسعت والا | عَلِيْمٌ علم والا | وَلْيَسْتَعْفِفِ اور چاہیے کہ بچے رہیں | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | لَا يَجِدُوْنَ نہیں پاتے | نِكَاحًا نکاح |
| حَتّٰى یہانتک کہ | يُغْنِيَهُمُ انہیں غنی کر دے | اللّٰهُ اللہ | مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو متعدد احکام حیا۔ عفت اور عصمت کی حفاظت کے لئے دیئے گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں مزید احکام اس آیت میں دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ بے نکاح اور مجرد رہنے میں عفت وعصمت کو بڑا خطرہ ہے اس لئے یہاں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ یا رنڈوے ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا جائے۔

حدیث میں بھی نکاح کی بڑی فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ''کہ اے علی تین کاموں میں دیر نہ کرو۔ نماز فرض کا جب وقت آ جائے۔ جنازہ جب موجود ہو۔ اور رانڈ عورت جب اس کا کفول جائے۔'' ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ ''کہ جو میری فطرت چاہے وہ میری سنت اختیار کرے اور میری سنت نکاح ہے۔'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ ''کہ جس کے پاس نکاح کے لئے مال ہو اور وہ نکاح نہ کرے تو ہم میں سے نہیں ہے۔'' ایک اور صحیح حدیث میں ارشاد ہے۔ ''لوگو ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن میں کثیر النسل ہونے کی قابلیت ہو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری کثرت سے گذشتہ امتوں پر فخر کروں گا''

اب ذرا غور کیجئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ نسل بڑھاؤ تا کہ امت مسلمہ کی کثرت سے گذشتہ امتوں پر فخر کا موقع حاصل ہو اور امتی یہود و نصاریٰ کے مشورہ اور حکم پر یہ کہیں کہ ملک اور قوم میں منصوبہ بندی کا پرچار کرو تا کہ بچے کم پیدا ہوں اور جب بچے کم پیدا ہوں گے تو کھانے والے کم ہوں گے اور اناج کی اس طرح فراوانی ہو گی اور ملک کو ترقی حاصل ہو گی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اے گروہ جوانان! تم میں سے جس میں نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے حرام نظر کی بندش اور شرمگاہ کی حفاظت بخوبی ہو جاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ جب تم سے وہ شخص جس کے دین اور خلق کو تم پسند کرتے ہو نکاح کی درخواست کرے تو نکاح کردو ورنہ زمین پر بڑا فتنہ وفساد ہوگا۔ بہرحال قرآن و حدیث دونوں میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہمارے امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور اکثر علماء کے نزدیک نکاح سنتِ مؤکدہ اور قریب بوجوب ہے لیکن قدرت اور طاقت شرط ہے اور اگر مغلوب الشہوت ہوکر زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتو واجب ہے۔

تو یہاں آیت میں جو بھی بے نکاح ہوں خواہ مرد خواہ عورت اور خواہ ابھی نکاح نہ ہوا ہو یا بیوی کی وفات یا طلاق سے اب تجرد ہوگیا ہو۔ اور حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہوں تو ہدایت ہے کہ تم ان کا نکاح کردیا کرو۔

گذشتہ زمانہ میں غلام اور لونڈیوں کا دستور تھا اس لئے آگے ان کے لئے بھی ہدایت ہے کہ تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو نکاح کے لائق ہوں یعنی حقوق زوجیت کو ادا کرسکے اس کا بھی نکاح کردیا کرو۔ بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کیا کرتے ہیں کہ ان کا نکاح ہوجانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا؟ جیسے منصوبہ بندی والے کہتے ہیں کہ بچے زیادہ ہوگئے اور آبادی بڑھ گئی تو کھانے کو کہاں سے آئے گا؟ انہیں بتلایا جاتا ہے کہ ایسے موہوم خطرات سے نکاح سے مت رکو۔ روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اس کو تو وہ سچ جانے گا اور اس پر یقین کرے گا جس کا سچا ایمان خدا کی ذات اور اس کی کتاب پر ہو۔ کیا معلوم کہ خدا چاہے تو ان بیوی بچوں ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش کردے۔ تو نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر وافلاس لاتا ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ الغرض روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں پھر یہ خیال نکاح سے کیوں مانع ہو۔ اس لئے صاف ارشاد ہوا کہ اگر بے نکاح مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اگر چاہے گا ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے جس کو چاہے غنی کردے اور سب کا حال خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جس کو غنا کا اہل جانے غنی کردے اور جس کو فقر کا اہل جانے فقیر کردے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لاسکیں تو جب تک خدا تعالیٰ مقدور دے، چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں اور عفیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ اسی ضبطِ نفس اور عفیف رہنے کی برکت سے حق تعالیٰ ان کو غنی کردے اور نکاح کے مواقع مہیا فرمادے۔ گویا ایسے مرد اور عورتوں کو کہ جن کے نکاح کی صورت بن ہی نہ پڑے ہدایت فرمائی گئی کہ اپنی پاک دامنی کو ضائع نہ کریں۔ کوشش کے ساتھ عفت کو برقرار رکھیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے موانع کو دور کرکے کام پورا نہ کردے یعنی اگر بالفعل نکاح کی کوئی صورت نمودار نہیں ہوتی تو یہ نہ یقین کرلینا کہ کبھی نکاح ہو ہی نہ سکے گا۔ اس لئے حرام کی نیت نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو موانع دور کردیں گے اور اپنے فضل سے کام پورا کردیں گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس کا بھی نکاح ہوجائے گا اللہ اس کو غنی اور مالدار بنادے گا بلکہ مدعا یہ ہے کہ جب دوسرے حالات موافق میسر ہوں تو محض فقر وافلاس کو مانع نکاح قرار نہ دو۔ اس میں لڑکی والوں کے لئے بھی ہدایت ہے کہ نیک اور شریف آدمی اگر ان کے ہاں پیغام دے تو محض اس کی غربت دیکھ کر انکار نہ کردیں۔ لڑکے والوں کو بھی تلقین ہے کہ کسی بالغ نوجوان کو محض اس لئے نہ بٹھا رکھیں کہ ابھی زیادہ کمائی نہیں کررہا ہے۔ اور نوجوانوں کو بھی نصیحت ہے کہ زیادہ غنا اور مالداری

کے انتظار میں اپنی شادی کو خواہ مخواہ نہ ٹالتے رہیں۔ تھوڑی آمدنی بھی ہو تو اللہ کے بھروسے پر نکاح شادی کر لینا چاہئے۔ مستقبل میں کس کے لئے کیا لکھا ہے اسے کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ برے حالات اچھے حالات میں تبدیل ہو سکتے ہیں اور اچھے حالات بھی برے حالات میں بدل سکتے ہیں۔ یہ سب مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ جسے چاہے غنی کر سکتا ہے۔ خوشحالی سے نواز سکتا ہے۔ اس کے ہاں کوئی تنگی اور کمی تو ہے نہیں۔ مگر اب اس وقت ہماری کم فہمی نے مسائل معاش کو ربوبیت الٰہی کے عام قانون سے عملاً خارج سمجھ رکھا ہے۔ اسی لئے ضبط تولید اور منصوبہ بندی اور اولاد نہ پیدا ہونے اور آبادی نہ بڑھانے کی مہمل سکیمیں بروئے کار لائی جارہی ہیں اور ملک سے فقر وافلاس کو دور کرنے اور غنا حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھی جارہی ہیں۔ قران پاک نے بار بار اس کم فہمی کو دور کیا ہے اور اس گمراہ خیال پر ضرب لگائی ہے اور بار بار اعلان کیا ہے کہ جسمانیات و روحانیات کے سارے دوسرے مسائل کی طرح معاشیات بھی اسی خالق اکبر رب العالمین کی مشیت کے تابع ہے اور رزق اور روزی کی تقسیم اسی رزاق کے دست قدرت میں ہے۔

تو خلاصہ اور حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ اسلام میں عورتوں اور مردوں کے بن بیاہے بیٹھے رہنے کا طریقہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ غیر شادی شدہ لوگوں کے نکاح کئے جائیں، حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں کو جن کا وجود اب دنیا میں قریب قریب مفقود ہے۔ ان کو بھی بن بیاہا نہ رکھا جائے۔ اور فقر وغنا کو، افلاس اور خوشحالی کو نکاح اور عدم نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔ حیا اور عفت اور عصمت کی حفاظت کے لئے جہاں اور احکام وہدایات گذشتہ آیات میں دیئے گئے ہیں وہیں نکاح کی بھی ترغیب، تعلیم اور تلقین فرمائی گئی ہے۔ معاشرہ میں حیا اور عفت پیدا ہونے اور اس کے قائم رکھنے میں باندی اور غلاموں سے متعلق بعض احکام اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور قران پاک کے احکامات پر ایمان ویقین کامل نصیب فرمائیں، قرآن کریم نے جن باتوں کو پسندیدہ قرار دیا ہے وہ ہمیں بھی محبوب ہوں اور جن امور کو ناجائز قرار دیا ہے وہ مبغوض ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعتِ مطہرہ کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور خلاف شرع باتوں کو اپنانے سے کامل گریز نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس ملک سے جو غیر شرع قوانین رائج ہیں ان کے یکسر مٹنے اور قرآن کے احکام نافذ ہونے کی صورت غیب سے ظاہر فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ

اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو (بہتر ہے کہ) اُن کو مکاتب بنا دیا کرو اگر ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ۔ اور اللہ کے

مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا

(دیئے ہوئے) اُس مال میں سے اُن کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے۔ اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں

عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ

محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے۔ اور جو شخص اُن کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُن کے مجبور کئے جانے کے بعد (اُن کیلئے) بخشنے والا مہربان ہے

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گذرے ہیں اُن کی بعض حکایات بھی اور خدا سے ڈرنے والوں کیلئے نصیحت کی باتیں (بھیجی ہیں)

| وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ | يَبْتَغُوْنَ چاہتے ہوں | الْكِتٰبَ مکاتبت | مِمَّا ان میں سے جو | مَلَكَتْ مالک ہوں | اَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ (غلام) | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فَكَاتِبُوْهُمْ تو تم ان سے مکاتبت (آزادی کی تحریر) کرلو | اِنْ عَلِمْتُمْ اگر تم جانو (پاؤ) | فِيْهِمْ ان میں | خَيْرًا بہتری | وَّاٰتُوْهُمْ اور تم ان کو دو | | |
| مِّنْ سے | مَالِ اللّٰهِ اللہ کا مال | الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ جو اس نے تمہیں دیا | وَلَا تُكْرِهُوْا اور تم نہ مجبور کرو | فَتَيٰتِكُمْ اپنی کنیزیں | عَلَي الْبِغَاۗءِ بدکاری پر | |
| اِنْ اَرَدْنَ اگر وہ چاہیں | تَحَصُّنًا پاکدامن رہنا | لِّتَبْتَغُوْا تاکہ تم حاصل کرلو | عَرَضَ سامان | الْحَيٰوةِ زندگی | الدُّنْيَا دنیا | وَمَنْ اور جو |
| يُّكْرِهْهُّنَّ انہیں مجبور کرے گا | فَاِنَّ تو بیشک | اللّٰهَ اللہ | مِنْۢ بَعْدِ بعد | اِكْرَاهِهِنَّ ان کے مجبوری | غَفُوْرٌ بخشنے والا | رَّحِيْمٌ نہایت مہربان |
| وَلَقَدْ اور تحقیق | اَنْزَلْنَآ ہم نے نازل کئے | اِلَيْكُمْ تمہاری طرف | اٰيٰتٍ احکام | مُّبَيِّنٰتٍ واضح | وَّمَثَلًا اور مثالیں | مِّنَ سے |
| | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | خَلَوْا گزرے | مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے | وَمَوْعِظَةً اور نصیحت | لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے | |

تفسیر و تشریح:۔ اس رکوع کے شروع سے برابر ان احکام و ہدایات کا سلسلہ چل رہا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں سرے سے برائی، بے حیائی، بدکاری وغیرہ پیدا ہی نہ ہوں اور معاشرتی و تمدنی طور طریقوں کی پوری طرح اصلاح ہو کر شرم و حیا۔ عفت و پاکدامنی والے اخلاق رونما ہوں۔ یہ احکامات و ہدایات ان آیات پر یہاں ختم ہو رہے ہیں۔ گذشتہ آیات میں نکاح کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ہدایت دی گئی تھی کہ نہ صرف آزاد بلکہ جو لونڈی اور غلام بھی اس لائق ہوں کہ حقوقِ زوجیت ادا کر سکیں تو ان کا بھی نکاح کر دیا کرو تا کہ بدکاری و بے حیائی سے وہ بھی دور رہیں۔

اب آگے اس آیت میں غلام و باندیوں سے مکاتبت کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے اور زمانۂ جاہلیت کی قبیح رسم جو بدکاری کی لونڈیوں میں پائی جاتی تھی اس کی ممانعت فرمائی جاتی ہے۔ پہلے حکم غلام یا باندیوں کے متعلق مکاتبت کا دیا جاتا ہے۔ مکاتبت کے لفظی معنی ہیں لکھا پڑھی کے مگر اصلاحِ شریعت میں یہ لفظ غلام اور آقا کے درمیان ایک معاہدہ کا نام ہے جس میں غلام آقا سے یہ کہے کہ میں کما کر اتنا مال تجھے دے دوں گا تو آزاد ہو جاؤں گا اور مالک اسے منظور کرلے۔ اور یہ مکاتب اگرچہ ابھی غلام رہے گا لیکن کمائی۔ پیشہ یا تجارت وغیرہ کے باب میں خود مختار

ہوجائے گا۔ پھر اگر شرط پوری ہوگئی تو غلام آزاد ہوجائے گا۔ نہ پوری ہوسکنے کی حالت میں غلام یا تو خود ہی مکاتبت کو فسخ کرالے ورنہ قاضی یا حاکم فسخ کرادے گا۔

اسلام میں غلاموں کی آزادی کے لئے جو صورتیں رکھی گئی ہیں یہ مکاتبت ان میں سے ایک اہم صورت ہے۔ یہ معاہدہ ہوجانے کے بعد آقا کو یہ حق نہیں رہتا کہ غلام کی آزادی میں بے جا رکاوٹیں ڈالے۔ مدت مقررہ کے اندر جب بھی غلام اپنے ذمہ کی رقم ادا کردے گا وہ آزاد ہوجائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک غلام نے اپنی مالکہ سے مکاتبت کی اور مدت مقررہ سے پہلے ہی مال کتابت جمع کرکے مالکہ کے پاس لے گیا۔ مالکہ نے کہا کہ میں یکمشت رقم نہ لوں گی بلکہ سال بسال اور ماہ بماہ قسطوں کی شکل میں لوں گی۔ غلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ رقم بیت المال میں داخل کردے اور جا تو آزاد ہے۔ پھر مالکہ کو کہلا بھیجا کہ تیری رقم یہاں جمع ہوچکی ہے۔ اب تو چاہے یکمشت لے لے ورنہ ہم تجھے سال بسال اور ماہ بماہ دیتے رہیں گے۔ سبحان اللہ! یہ تھی اسلامی حکومت۔ اس زمانہ میں غلام اور باندیوں کا وجود دنیا کے اکثر ملکوں میں نہیں۔ قدیم زمانہ میں جب اسلام آیا تو عرب اور بیرون عرب سب جگہ غلام و کنیز بکثرت پائے جاتے تھے۔ اسلام نے غلاموں کی آزادی کی تلقین و ترغیب دی جس کی ایک صورت مکاتبت ہے جس کا ذکر یہاں آیت میں فرمایا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ کسی کا غلام یا باندی مکاتبت کے ذریعہ آزادی چاہے تو مالک و آقا کو یہ معاملہ قبول کرلینا چاہئے جبکہ وہ یہ سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہوگی۔ قید غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور طرح کی بدمعاشیاں کرتا نہ پھرے گا اگر یہ اطمینان ہو تو بے شک اس کو آزادی کا موقع دینا چاہئے۔ تاکہ وہ آزاد ہوکر اپنی فلاح کے میدان میں ترقی کرسکے اور کہیں نکاح کرنا چاہے تو باختیار خود نکاح کرلے اور عفت و پاکدامنی کی زندگی بسر کرے۔ آگے دولت مند مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ ایسے باندی اور غلام کی امداد کرو خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات و خیرات سے تاکہ وہ جلدی آزادی حاصل کرسکیں اور اگر مالک و آقا خود کتابت کا کوئی حصہ معاف کردے تو یہ بھی بڑی امداد ہے۔

عرب میں جاہلیت کے بدترین رسوم میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ وہ اپنی لونڈیوں کو زناکاری کے لئے مجبور کرتے تھے تاکہ وہ رقم حاصل کرکے اپنے مالکوں کو دیں۔ اسلام نے آکر صرف نکاح کے معروف طریقہ کو جائز قرار دیا اور باقی تمام صورتیں زنا میں شمار ہوکر جرم ہوگئیں۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانا طے کرچکے تھے اس کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے بدکاری کراکر روپیہ حاصل کرتا تھا ان میں سے بعض مسلمان ہوگئیں تو اس فعل شنیع سے انکار کیا۔ عبداللہ بن اُبی نے ان پر تشدد کیا۔ انہوں نے جاکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی انہوں نے معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا کہ لونڈی اس ظالم کے قبضہ سے نکال لی جائے۔ یہی زمانہ تھا کہ جب بارگاہِ خداوندی سے یہ آیت نازل ہوئی جس میں لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور کرنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی اس آیت کے منشاء کے مطابق بدکاری کی ان تمام صورتوں کو مذہباً ناجائز اور قانوناً ممنوع قرار دے دیا۔

شروع سورت سے تمام احکامات کو تفصیل وار بیان کردینے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے پاک کلام قران کریم کی یہ

واضح اور روشن آیات تمہارے سامنے بیان فرمادیں۔ خدا سے ڈر کر سیدھی راہ اختیار کرنے والوں کو جس طرح تعلیم دی جاتی ہے وہ تو ہم نے دے دی ہے۔ اب اگر تم اس تعلیم کے خلاف چلوگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان قوموں کا سا انجام دیکھنا چاہتے ہو جن کی عبرتناک مثالیں اس قرآن میں ہم تمہارے سامنے پیش کر چکے ہیں۔

اس سورة میں یہاں تک نفس کو رذائل اور خباثت سے پاک کرنے اور پاک رکھنے کے لئے دس خاص احکام بیان فرمائے گئے۔

۱۔ پہلا حکم حدِ زنا کے متعلق۔

۲۔ دوسرا حکم نکاح زانی وزانیہ کے متعلق۔

۳۔ تیسرا حکم حدِ قذف یعنی کسی پر زنا کی تہمت بغیر ثبوت کے لگانے کی سزا کے متعلق۔

۴۔ چوتھا حکم لعان یعنی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے متعلق۔

۵۔ پانچواں حکم استیذان یعنی کسی کے گھر میں بغیر اطلاع اور بغیر اجازت داخل ہونے کی ممانعت کے متعلق۔

۶۔ چھٹا حکم مردوں اور عورتوں کو اپنی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کے متعلق۔

۷۔ ساتواں حکم غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کو نکاح کے متعلق۔

۸۔ آٹھواں حکم صبر اور ضبطِ نفس کا جن کو فی الحال اسباب نکاح میسر نہ ہو۔

۹۔ نواں حکم غلاموں اور باندیوں کو مکاتب بنانے کے متعلق۔

۱۰۔ دسواں حکم باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی ممانعت کے متعلق۔

ان کے خاتمہ پر حق تعالیٰ بندوں پر اظہار احسان فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہاری ہدایت ونصیحت کے لئے یہ احکام نازل کئے تاکہ تم گندگیوں اور خبائث سے پاک رہو اور تمہارے دل منور اور روشن ہوجائیں اور تم عفیف اور پاک دامن بن جاؤ اور دین ودنیا کی فلاح کے مستحق بن جاؤ۔ غور کیجئے کہ خاتمہ احکام پر اس سے زیادہ مؤثر تنبیہ کے الفاظ اور کیا ہوسکتے ہیں کہ اگر تم ان کے خلاف چلوگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان قوموں کا سا انجام دیکھنا چاہتے ہو جن کے عبرتناک واقعات قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور جن کو احکام الٰہی سے منہ موڑنے اور برے کاموں میں پھنسے رہنے کی کیسی سزائیں ملیں کہ نہ نور ہدایت میسر ہوا، نہ راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔ آگے اسی نور ہدایت کا ذکر ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اس ملک اور قوم اور تمام امت مسلمہ کو اتباع قرآن کی دولت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! جیسا آپ نے اپنے کرم سے ابتداء میں مسلمانوں کو نور ہدایت سے نوازا اب بھی امت مسلمہ کو نور ہدایت سے نواز دے۔

اور امت مسلمہ کو راہِ ہدایت پر چلنا نصیب فرمادے اور ان میں حیاء شرم، پاکدامنی عفت وعصمت کے اخلاق رونما فرمادے۔

یا اللہ! اپنا وہ خوف وخشیت ہم کو عطا فرمادے کہ جو ہم آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آپ کے قرآن پاک کے متبع ہوجائیں اور آپ کے نبی الرحمۃ کے پکے اور سچے امتی ہوجائیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔اس کے نور (ہدایت) کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے۔وہ چراغ ایک قندیل میں ہے

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو۔وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون ہے جو نہ پورب رُخ ہے اور نہ پچھم رُخ ہے

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اُس کا تیل اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اُٹھے گا (اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو) نور علیٰ نور ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنے (اس) نور (ہدایت) تک جسکو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے۔

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

اور اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کیلئے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَللّٰهُ اللہ | نُوْرُ نور | السَّمٰوٰتِ آسمانوں | وَالْاَرْضِ اور زمین | مَثَلُ مثال | نُوْرِهٖ اس کا نور | كَمِشْكٰوةٍ جیسے ایک طاق | فِيْهَا اس میں |
| مِصْبَاحٌ ایک چراغ | اَلْمِصْبَاحُ چراغ | فِيْ زُجَاجَةٍ ایک شیشہ میں | اَلزُّجَاجَةُ وہ شیشہ | كَاَنَّهَا گویا وہ | كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ایک ستارہ چمکدار | | |
| يُّوْقَدُ روشن کیا جاتا ہے | مِنْ سے | شَجَرَةٍ درخت | مُّبٰرَكَةٍ مبارک | زَيْتُوْنَةٍ زیتون | لَّا شَرْقِيَّةٍ نہ مشرق کا | وَّلَا غَرْبِيَّةٍ اور نہ مغرب کا | |
| يَّكَادُ قریب ہے | زَيْتُهَا اس کا تیل | يُضِيْٓءُ روشن ہو جائے | وَلَوْ خواہ | لَمْ تَمْسَسْهُ اسے نہ چھوئے | نَارٌ آگ | نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر روشنی | |
| يَهْدِي اللّٰهُ رہنمائی کرتا ہے اللہ | لِنُوْرِهٖ اپنے نور کی طرف | مَنْ يَّشَآءُ وہ جس کو چاہتا ہے | وَيَضْرِبُ اور بیان کرتا ہے | اللّٰهُ اللہ | الْاَمْثَالَ مثالیں | | |
| | لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے | وَاللّٰهُ اور اللہ | بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو | عَلِيْمٌ جاننے والا | | | |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ پورے رکوع میں معاشرہ کو فحش باتوں سے پاک صاف رکھنے اور بدکاری و بے حیائی کی باتوں سے بچنے کے احکامات وہدایات دے کر گذشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت صاف اور روشن احکام نازل کئے ہیں۔ان میں انسان کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے اور ہدایت ہی ہدایت ہے۔اس کے بعد بھی اگر کوئی ان احکام پر عمل نہ کرے تو اس کا نتیجہ اس کے حق میں برا ہوگا اور اس بات کو پچھلی قوموں کا ذکر فرما کر واضح کر دیا گیا تھا کہ ان کو احکامِ الٰہی سے منہ موڑنے اور برے کاموں میں پھنسے رہنے کی کیسی سزائیں ملیں۔باقی نور ہدایت ہے تو اللہ ہی کے قبضہ میں وہی جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔اسی مضمون کی تائید اس آیت سے ایک مثال دے کر بیان فرمائی جاتی ہے۔

اس آیت میں اور اس میں بھی ایک چھوٹا سا جملہ اللہ نور السمٰوٰت والارض بڑا دقیق ہے اور اس پر علمائے مفسرین نے بڑی طویل فلسفیانہ تقریریں اور عالمانہ تحریریں سپردِ قلم فرمائی ہیں۔نور سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس کی حقیقت وکیفیت کیا ہے؟ اور اس مثال میں مشکوٰۃ یعنی طاق اور چراغ اور قندیل سے کون اور کس طرح مراد ہے؟ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں پوری ایک کتاب مشکوٰۃ الانوار کے نام سے لکھی ہے اس میں امام صاحب نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتہً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقتہً ہے نہ کہ مجازاً جبکہ بعض مفسرین اور علمائے اسلام نے یہ تصریح کی ہے کہ نور کا

اطلاق خدا تعالیٰ پر حقیقتہً نہیں ہوسکتا بلکہ مجازاً ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی ایسی ہی حق تعالیٰ کی صفت نور بھی ہے۔ بعض مفسرین نے تو بہت کچھ لکھ کر اخیر میں کہا کہ یہ پوری آیت ایسی دقیق ہے کہ عقل بشری کما حقہ اس کی تفسیر سمجھنے سے قاصر ہے۔ بہر حال اس آیت کا اردو ترجمہ جو یہاں اختیار کیا گیا ہے وہ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے اور حضرتؒ ہی کی فرمائی ہوئی تفسیر کو یہاں اختیار کیا گیا ہے جو جمہور اہل کلام کے مطابق ہے جن کے نزدیک نور سے مراد یہاں نور ہدایت ہے یعنی اللہ کی ہدایت ظاہر و مظہر ہونے میں صاف شفاف چراغ کی روشنی کی طرح ہے۔ یعنی حقائق کا علم اور راہ راست کی ہدایت کا نور اور روشنی اگر مل سکتی ہے تو اسی پاک ذات سے مل سکتی ہے اور اس کے برعکس اس سے فیض حاصل کئے بغیر جہل، ظلمت، تاریکی اور نتیجتاً ضلالت و گمراہی کے سوا اور کچھ ممکن نہیں۔ چونکہ گذشتہ آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حق تعالیٰ نے اس قرآن میں سب کچھ نصیحتیں اور احکام اور ہدایات کی تلقین فرمادی ہے تاکہ ہدایت کے حاصل کرنے والے اس سے نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ اب آگے اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ مومنین و مہتدین کو نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو حصہ ملتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو گویا مومن متقی کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جس کے اندر ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ کا قندیل رکھا ہوا اور اس قندیل میں معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے اور یہ روشنی ایسے صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک درخت یعنی زیتون سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو نہ شرقی ہو نہ غربی یعنی نہ اس کی شرقی جانب میں کسی درخت یا پہاڑ وغیرہ کی آڑ ہے کہ جو دن کے اول حصہ میں اس پر دھوپ نہ پڑے اور نہ اس کی جانب غربی میں کوئی آڑ ہے کہ دن کے آخری حصہ میں اس پر دھوپ نہ پڑے بلکہ کھلے میدان میں ہے جہاں تمام دن دھوپ رہتی ہے۔ واضح رہے کہ ایسے درخت کا روغن بہت لطیف اور صاف اور روشن ہوتا ہے۔ غرض اس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدوں آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہوجائے گا اور جب اس میں آگ لگ گئی تب تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ قدیم زمانہ میں زیادہ سے زیادہ روشنی روغن زیتون کے چراغوں سے حاصل کی جاتی تھی اس لئے مثال میں اسی کا ذکر فرمایا گیا۔ تو یہاں جو مثال دی گئی اسی طرح مومن کے قلب میں جب اللہ تعالیٰ نور ہدایت ڈالتا ہے تو لحہ بہ لحہ اس کو قبول حق کے لئے انشراح قلب بڑھتا جاتا ہے اور ہر وقت احکام الٰہیہ پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ غرض نور ہدایت الٰہیہ کی یہ مثال ہے۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے اپنے نور ہدایت سے منور فرمائے اور وہی یہ جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہئے اور کون اس نعمت کا مستحق ہے جو شخص نور حق اور نور ہدایت کا طالب ہی نہ ہو اور جو اس فکر اور جستجو ہی میں نہ پڑے تو اسے زبردستی نور حق دکھانے کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے اس نعمت کا مستحق تو وہی ہے جسے اللہ جانتا ہے کہ وہ اس کا طالب اور مخلص طالب ہے۔ اور ہدایت کی جو یہ مثال دی گئی اسی طرح قرآن میں حق تعالیٰ نے بہت سی مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ استعداد حق رکھنے والوں کو بصیرت و ہدایت کی روشنی حاصل ہو۔

یہ تو بیان ہوا نور ہدایت کا اب آگے اہل ہدایت کا حال ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! نور ہدایت کی روشنی اگر مل سکتی ہے تو آپ ہی کی عطا سے مل سکتی ہے۔ اور جس کو آپ یہ روشنی عطا نہ فرمائیں تو جہل ظلمت، تاریکی، ضلالت اور گمراہی کے سوا اسے کیا نصیب ہوسکتا ہے۔ یا اللہ! اپنے نور ہدایت سے ہم میں سے کسی کو تا زیست محروم نہ فرمائیے۔ یا اللہ! قبول حق کی صلاحیت و نعمت سے ہم سب کو مالا مال فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ

وہ ایسے گھروں میں (عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اوران میں اللہ کا نام لیا جائے۔اُن میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ

جن کواللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔وہ ایسے دن (کی داروگیر) سے ڈرتے رہتے ہیں

یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ

جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جاویں گی۔انجام یہ ہوگا کہ اللہ اُن کواُن کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) اُنکو

مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دیگا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار رزق دے دیتا ہے۔

| فِیْ بُیُوْتٍ ان گھروں میں | اَذِنَ حکم دیا | اللّٰهُ اللہ | اَنْ تُرْفَعَ کہ بلند کیا جائے | وَیُذْكَرَ اور لیا جائے | فِیْهَا اُن میں | اسْمُهٗ اسکا نام |
|---|---|---|---|---|---|---|
| یُسَبِّحُ تسبیح کرتے ہیں | لَهٗ اس کی | فِیْهَا ان میں | بِالْغُدُوِّ صبح | وَالْاٰصَالِ اور شام | رِجَالٌ وہ لوگ | لَا تُلْهِیْهِمْ انہیں غافل نہیں کرتی |
| تِجَارَةٌ تجارت | وَلَا بَیْعٌ اور نہ خرید وفروخت | عَنْ سے | ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد | وَاِقَامِ اور قائم رکھنا | الصَّلٰوةِ نماز | وَاِیْتَآءِ اور ادا کرنا |
| الزَّكٰوةِ زکوۃ | یَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں | یَوْمًا اس دن سے | تَتَقَلَّبُ الٹ جائیں گے | فِیْهِ اس میں | الْقُلُوْبُ دل | وَالْاَبْصَارُ اور آنکھیں |
| لِیَجْزِیَهُمُ تا کہ انہیں جزا دے | اللّٰهُ اللہ | اَحْسَنَ بہتر سے بہتر | مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا اعمال | وَیَزِیْدَهُمْ اور وہ انہیں زیادہ ہے | | |
| | مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے | وَاللّٰهُ اور اللہ | یَرْزُقُ رزق دیتا ہے | مَنْ یَّشَآءُ جسے چاہتا ہے | بِغَیْرِ حِسَابٍ بے حساب | |

## (حصہ اول)

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت کی ایک مثال بیان فرمائی گئی تھی جس سے اہل ہدایت کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ وہ اللہ کا احسان مانیں کہ اسی کی توفیق سے ہدایت پائی نیز اس میں اشارہ اس طرف بھی تھا کہ حق تعالیٰ سے نور ہدایت کے ملتجی رہیں۔اب وہ نور ہدایت کہاں اور کس جگہ پایا جاتا ہے اور اہل ہدایت جو اس نور سے حسب استعداد منور ہوتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوتا ہے اور ان کو کیسا انجام نصیب ہوتا ہے یہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس نور ہدایت کے ظہور کے خاص مقامات مسجدیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں بنانے اور تعمیر کرنے کے بعد احترام کے ساتھ قائم رکھا جائے اوران کی پوری طرح خبر گیری کی جائے کہ غلاظت، گندگی اور کثافت سے پاک صاف رہیں۔ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔چنانچہ ان مساجد میں اللہ کے وہ بندے جو رضائے مولا کے طالب ہیں اس کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور اس کی حمد وثنا کرتے ہیں اور ان کے جمع ہونے کا وقت ایک تو صبح کا وقت ہے پھر ظہر سے لے کر دوسرے دن صبح صادق تک کے سب اوقات ہیں۔غدو سے صبح کی نماز مراد ہے اور آصال میں باقی چار نمازیں داخل ہیں۔ اللہ کے بندے ان اوقات میں اپنے کاروبار اور شغل اشغال چھوڑ چھاڑ کر فرض نمازوں کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکامِ الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے اور وہ اس وقت کو یاد کر کے ڈرتے رہتے ہیں جب اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔اس دن لوگوں کے دل بدل جائیں گے اور ان کے سارے شک وشبہ مٹ جائیں گے اور یقین ہو جائے گا کہ اللہ عزوجل کی

ذات عالی برحق ہے اور اس کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔ اس روز دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ یہ اللہ کے بندے جو اس پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اندر دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے اس روز اپنے اچھے کاموں کی جزا دیئے جائیں گے اور علاوہ جزا کے حق تعالیٰ اپنے فضل سے اور بہت کچھ دے گا۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کیا کمی ہے۔ اگر جنتیوں کو بے حد حساب عنایت فرمائے تو اس کے ہاں کیا مشکل ہے۔

یہاں آیت میں رجال کا لفظ آیا ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضر ہونا مردوں کیلئے ہے۔ اسلئے جمعہ اور جماعت مردوں ہی پر واجب ہے نہ کہ عورتوں پر۔ حدیث میں عورتوں کی نماز کے لئے گھروں کا افضل ہونا ثابت ہے اسلئے ان کیلئے وہی بجائے مسجد کے ہیں۔ ان آیات میں ایک حکم تو مسلمان مردوں کے لئے یہ معلوم ہوا اور جس کو اہل ہدایت کا نشان بتلایا گیا کہ وہ پانچوں وقت کی فرض نمازیں اللہ کے گھر یعنی مساجد میں حاضر ہو کر ادا کرتے ہیں۔ اب اسی سے اس کی ضد بھی سمجھ لی جائے یعنی جو بغیر شرعی عذر کے ایسا نہیں کرتے وہ قرآن کی رو سے اہل ہدایت سے نہیں۔

دوسرا حکم ان آیات میں یہ دیا گیا کہ ان اللہ کے گھروں کی یعنی مساجد کا ادب کیا جائے۔ مساجد کے آداب کی کچھ تفصیلات جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ارشاد فرمائی گئی ہیں وہ انشاء اگلے درس میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ان گھروں میں یعنی مساجد میں اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح کی جائے جس سے مراد پنج وقتہ فرائض کی ادائیگی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو فرض نمازیں بغیر کسی شرعی عذر کے مسجدوں میں نہیں ادا کرتے اور گھروں ہی میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ وہ اس قرآن حکیم کے حکم اور منشاء کے صریحاً خلاف کر رہے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرض نمازوں کا مسجد میں جماعت سے ادا کرنے کی نہایت سخت تاکید فرمائی ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کی تو یہ حالت تھی کہ اگر ایک لوہار ہتھوڑا اوپر اٹھائے ہوئے کسی لوہے پر مارنا چاہتا ہے مگر درمیان میں اذان کی آواز کان میں پڑ گئی تو فوراً ہتھوڑے کو ہاتھ سے رکھ کر فوراً خدا کے گھر کی طرف روانہ ہو جاتے اور یہ بھی گوارا نہ ہوتا کہ اٹھائے ہوئے ہتھوڑے سے ضرب کا کام لے لیا جائے۔ ان کا یہ حال تھا کہ اذان کی آواز ان کے بازاروں میں سناٹا ڈال دیتی تھی۔ فوراً خرید و فروخت کو چھوڑ کر اور دکانیں بند کر کے مساجد کی طرف چل دیتے۔ ایسے ہی حضرات کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں کہ جن کو کوئی دنیاوی تجارت اور کوئی خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی یعنی یہ لوگ اگرچہ بظاہر دنیوی تجارت میں مشغول ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ ایسے باہمت اور مردان شجاعت ہیں کہ اصل مقصود ان کا آخرت کی تجارت ہے۔ دنیا کی تجارت ان کو آخرت سے غافل نہیں ہونے دیتی۔ ان کا اصل مقصود دین ہے اور دنیا اس کی تابع ہے۔

تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ عبادت اور تجارت دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں اور دین دنیا کے منافی نہیں۔ لہٰذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دین کا کام کرنے سے دنیا سے جاتا رہتا ہے بالکل غلط خیال ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت و زراعت اور صنعت و حرفت کو فرض قرار دیا جس پر دنیا کا دارومدار ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ کسب حلال فرض ہے۔ تو شریعت نے حلال طریقہ سے ضروریات معاش کی تحصیل کو فرض قرار دیا البتہ اس کے احکام بتلائے ہیں اور عقلاً یہ بالکل درست ہے۔ دنیا کی کونسی حکومت ہے جس میں تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت وغیرہ کے متعلق احکام و قوانین موجود نہ ہوں۔ اسی طرح شریعت میں بھی تجارت و زراعت کے احکام موجود ہیں اور یہ احکام دنیا کی متمدن اور مہذب حکومتوں کے احکام سے ہزار درجہ بڑھ کر آسان ہیں۔ شریعت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ تم دنیا کو بالکل چھوڑ دو بلکہ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ حلال طریقہ سے دنیا کماؤ اور اس کے حقوق ادا کرو اور کسی حالت میں شریعت کے دائرہ سے باہر مت نکلو۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

غرضیکہ مومنین و صالحین کی یہ صفت بیان کی گئی کہ ان کو تجارت اور بیع وغیرہ کا مشغلہ اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتا۔

اب یہاں آیات میں چونکہ مساجد میں ذکر اللہ اور ان کے ادب و احترام کا حکم ہوا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں ضروری احادیث مساجد کے فضائل و آداب و احکام کے متعلق بیان کر دی جائیں جو انشاء اللہ علیحدہ آئندہ درس میں بیان کی جائیں گی۔

## (حصہ دوم)

لفظی ترجمہ:۔ وہ (یعنی اہل ہدایت) ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ان میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جن میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی۔ انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے۔"

تفسیر وتشریح:۔ ان آیات سے متعلق بیان گذشتہ درس میں ہو چکا ہے۔ جس میں اہل ہدایت کا حال بیان فرماتے ہوئے بتلایا گیا تھا کہ وہ ایسے گھروں میں جا کر عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب واحترام کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ یہاں مفسرین نے گھروں سے مراد مسجدیں لی ہیں جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا جا چکا ہے۔ تو چونکہ مساجد کا ادب اور ان میں ذکر اللہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے حکماً فرمائی ہے اس لئے مفسرین نے یہاں ان آیات کے تحت اجمالاً یا تفصیلاً احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد کے فضائل وضروری آداب واحکام بھی بیان فرمائے ہیں جو مختصراً اس درس میں بیان کئے جاتے ہیں۔

مساجد کے فضائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک زمین میں اللہ کے گھر مساجد ہیں اور اللہ نے ذمہ لیا ہے کہ اس شخص کا اکرام کرے گا جو اس کی زیارت کے لئے مساجد میں آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کی عظمت درحقیقت خداوند قدوس کی عظمت ہے اسی طرح ان کی بے ادبی العیاذ باللہ خداوند کبریا کی بے ادبی ہے۔

ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدیں بازار ہیں آخرت کے بازاروں میں سے جو شخص ان میں داخل ہو گیا وہ اللہ کا مہمان ہے۔ اس کی مہمانی مغفرت ہے اور اس کے لئے تحفۂ تکریم وتعظیم ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ دنیا کی تمام جگہوں میں سب سے پیاری جگہ اللہ کے نزدیک اس کی مساجد ہیں اور تمام جگہوں میں بدترین جگہ بازار ہیں۔ (اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ پیدائش عالم کا مقصد بحکم قرآن کریم صرف ذکر اللہ اور اس کی اطاعت ہے۔ اس لئے جو جگہیں اس مقصد کو زیادہ ادا کرتی ہیں وہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہیں اور جن جگہوں میں ذکر اللہ کے بجائے غفلت اور طاعت کے بجائے معصیت ہوتی ہے وہ اللہ کے نزدیک بدترین ہیں۔ مساجد چونکہ ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں اس لئے وہ بہترین جگہیں ہیں اور بازار چونکہ عموماً غفلت، معاصی، جھوٹ، شوروشغب اور جھگڑے قصوں کی جگہ ہے اس لئے اللہ کے نزدیک مبغوض ترین ہیں۔ اس لئے سنت ہے کہ جب بازار میں داخل ہو تو یہ کلمہ پڑھے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھو حی لایموت وھو علی کل شیء قدیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بازار میں داخل ہونے کے وقت یہ کلمہ پڑھے اس کے لئے ایک لاکھ ثواب لکھے جاتے ہیں اور ایک لاکھ گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور ایک لاکھ درجات بلند کئے جاتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ بعض صحابۂ کرام سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ کبھی صرف اس کلمہ کو پڑھنے اور اس کا ثواب عظیم حاصل کرنے کے لئے ہی بازار جایا کرتے تھے۔

عورتوں کے لئے مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونہ ہے۔ حتیٰ کہ خانۂ کعبہ میں بھی عورتوں کے لئے گھر کی نماز حرم شریف کی نماز سے افضل ہے۔ اسی لئے سنت ہے کہ اپنے گھر میں کوئی جگہ خاص نماز کے لئے کر لی جائے اور اس کو پاک صاف رکھا جائے اور اس میں خوشبو لگائی جائے۔ حدیث میں اس جگہ کے لئے مسجد ہی کا لفظ بولا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ان کو صاف رکھا جائے اور ان میں خوشبو لگائی جائے۔ اگر چہ ان جگہوں میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ ہونے کی وجہ سے یہ بالکل مسجد کے حکم میں نہیں لیکن تاہم حدیث میں ان کو بھی مسجد کہا گیا ہے۔ عورتیں اگر اعتکاف کرنا چاہیں تو اسی گھر کی مسجد میں کر سکتی ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ اپنے گھر میں ایک مسجد بنالے جن میں سنتیں اور نوافل پڑھا کرے لیکن اس کے واسطے بالکل مسجد کا حکم نہیں مثلاً عورتیں بحالتِ حیض اس میں داخل ہو سکتی ہیں بخلاف مساجد کے کہ ان میں حائضہ کا داخل ہونا جائز نہیں۔

مساجد کی صفائی سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مسجدوں کو صاف رکھا جائے اور ان میں خوشبوئیں لگائی جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے غبار کو کھجور کی ٹہنی سے صاف کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے اعمال کے ثواب سب میرے سامنے پیش کئے گئے یہاں تک کہ ایک تنکا جس کو کہ کسی شخص نے مسجد سے نکال دیا ہو اس کا ثواب بھی پیش کیا گیا اور میرے سامنے امت کے گناہ بھی سب پیش کئے گئے پس میں نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ ایک آدمی قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت یاد کر کے پھر بھول جائے۔ حدیث میں ہے کہ ایک عورت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب اس کا انتقال ہوا تو چونکہ رات کا وقت تھا صحابۂ کرام نے یہ سمجھ کر کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی تو آپ تشریف لائیں گے اور اندھیرے میں آپ کو تکلیف ہوگی۔ اس میت کو خود ہی نماز پڑھ کر دفن کر دیا اور آپ کو اس وقت اطلاع نہیں کی، جب صبح کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو تو مجھے خبر کر دیا کرو۔ میں نے اس عورت کو جنت میں دیکھا ہے اس لئے کہ وہ مسجد سے کوڑا کباڑا اٹھا دیتی تھی۔ مگر واضح رہے کہ صفائی اور چیز ہے اور زیب و زینت، گلکاری، رنگارنگ کے نقش و نقوش اور بیل بوٹے اور شے ہے۔ مسجد کی صفائی ضروری اور باعث اجر و ثواب ہے لیکن بے حد زینت اور گلکاریاں مکروہ اور مذموم ہے۔

حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم کا کام بگڑتا ہے تو وہ اپنی مسجدوں کو نقش و نگار اور بیل بوٹوں سے آراستہ کرنے لگتے ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنی مساجد کو مزین کرنے لگو جو کہ نماز میں مخل ہو اور اپنے قرآنوں کو ایسا آراستہ کرو جو کہ حضور قلب میں خلل انداز ہو تو سمجھ لو کہ یہ تمہاری ہلاکت کا وقت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مساجد کی سجاوٹ اور زیب و زینت یہود و نصاریٰ کا دستور فرماتے تھے اور اس سے ناراضگی کے لہجہ میں پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ تم مساجد کو مزین کرو گے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔"

مگر افسوس کہ ہم باوجود ان تنبیہات کے ان مکروہات سے نہ بچ سکے۔ دیکھ لیجئے بعض مساجد میں شب برأت اور شب معراج وغیرہ راتوں میں مسجد جو عبادت گاہ ہے اس کو کثرتِ چراغاں اور جھالروں کی روشنی وغیرہ سے تماشہ گاہ بنایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ مسجد میں لوبان، عود وغیرہ کی دھونی دینا۔ اگر کی بتیاں جلانا سنت ہے اور صحابۂ کرام کا ہمیشہ یہ دستور رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی مسجدوں سے ناسمجھ بچوں، پاگلوں کو علیحدہ رکھو اور ان کو اپنی خرید و فروخت اور شور و شغب سے پاک رکھو اور سزا دینے اور تلوار کھینچنے سے پاک رکھو اور ان کے دروازوں پر وضو خانہ بناؤ۔ اور ان کو ہر جمعہ کے دن خوشبو کی دھونی دیا کرو۔ اس ارشاد کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کے روز مسجد میں دھونی دیا کرتے تھے۔ افسوس کہ لوگ مساجد کے اندر طرح طرح کے مکروہ تکلفات کرتے ہیں مگر اس سنت کی طرف توجہ نہیں۔ جہاں

مسجد کو خوشبو وغیرہ کی دھونی دینے کا حکم ہے وہیں بدبودار چیز سے بچانے اور مسجدوں میں نہ لانے کا بھی حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بدبودار درخت یعنی کچی پیاز کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اس لئے کہ فرشتوں کو بھی ان تمام چیزوں سے ایذا پہنچتی ہے جس سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تک اس کی بدبو منہ سے نہ جائے اس وقت تک مسجد میں نہ داخل ہو۔ اور یہی حکم ہر بدبودار چیز کا ہے جیسے حقہ، سگریٹ، بیڑی، کچی مولی، لہسن، پیاز وغیرہ، حقہ سگریٹ پینے والے کثرت سے اس میں غفلت کرتے ہیں۔

جس شخص کو غسل کی حاجت ہو اس کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے اسی طرح حائضہ اور نفاس والی عورت کو بھی مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ اگر مسجد کے دو دروازے ہوں تو ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے گزر جانا اور مسجد کو گزرگاہ یعنی راستہ بنانا ناجائز ہے۔ البتہ اگر کسی عذر سے کبھی اتفاقاً مسجد سے گزر گیا تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اس کی عادت ڈالنا ناجائز ہے۔ اور وہ شخص جو ایسا کرے فقہاء نے اسے فاسق قرار دیا ہے۔

جب مسجد میں داخل ہو تو مستحب ہے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے جس کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم فرمائی ہے لیکن یہ تحیۃ المسجد صرف ظہر، عصر اور عشاء میں مستحب ہے۔ فجر کی نماز فرض سے پہلے سوائے سنت فجر کے اور کوئی نوافل نہ پڑھنا چاہئے۔ اور مغرب کی نماز سے پہلے بھی حنفیہ کے ہاں کوئی نفل پڑھنا مستحب نہیں۔ جو شخص کثرت سے مسجد میں آتا جاتا رہتا ہے تو اس کے لئے ہر روز صرف ایک مرتبہ دو رکعتیں پڑھ لینا تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہے۔

گم شدہ چیز کے لئے مسجد میں اعلان کر کے تلاش کرنا بھی ناجائز ہے البتہ اگر مسجد میں کوئی چیز گم ہوئی ہو تو اس کو وہاں لوگوں سے دریافت کر سکتا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ سنے کہ کوئی آدمی اپنی گمشدہ چیز کو مسجد میں ڈھونڈ رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ یہ کہے کہ خدا اس کی چیز اس کو واپس نہ دے اس لئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ مسجد میں کھانا کھانا اور سونا جائز نہیں سوائے مسافر اور معتکف کے کہ اس کو مسجد میں کھانا اور سونا جائز ہے۔ مسجد میں ذکر جہر کرنا اور ایسی بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنا جس سے کسی کی نماز و تسبیح میں خلل ہو ناجائز ہیں البتہ اگر مسجد میں کوئی آدمی نماز یا تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہو تو پھر بعض علماء نے اجازت دی ہے۔ جو دنیا کی باتیں خارج مسجد جائز اور مباح ہیں مسجد میں وہ بھی ناجائز ہیں اور جو خارج مسجد بھی ناجائز ہوں وہ مسجد میں سخت حرام ہیں۔ لکھا ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہیں جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا لیتی ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے نیک عمل حبط کر دیتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر باتیں کرنے کی غرض سے نہ بیٹھے بلکہ اتفاقی طور سے کوئی دنیا کی ضروری بات آہستہ سے کہہ دے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بھی بچے جیسا کہ صحابۂ کرام اور سلف صالحین کے عمل سے ظاہر ہے۔

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ مسجد میں دنیا کی باتیں نیکیوں کا اس طرح صفایا کر دیتی ہیں جیسے چوپائے گھاس کھا جاتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی مسجد میں دنیا کی باتیں شروع کرتا ہے تو فرشتے پہلے کہتے ہیں اسکت یا ولی اللہ اے اللہ کے ولی چپ رہ پھر اگر وہ چپ نہیں ہوتا اور باتوں میں لگا رہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت یا بغیض اللہ اے اللہ کے دشمن چپ رہ پھر اگر اس پر بھی خاموش نہیں ہوتا اور باتیں کرتا چلا جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت لعنت اللہ علیک تجھ پر خدا کی لعنت چپ رہ۔ تم مسجد میں آئے تھے کہ ثواب لے کر جائیں اور نور ہدایت سے قلب منور کریں اس کی بجائے فرشتوں کی بددعائیں لے کر لوٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مساجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن (جلد ۶ ص ۴۳۸) میں لکھا ہے کہ امام قرطبیؒ نے آداب مساجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اول یہ کہ مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین کہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں۔

دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے یہ بھی جب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو۔ مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء النصف النہار کا وقت نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔

چوتھے یہ کہ وہاں تیر و تلوار نہ نکالے۔

پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے۔

چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے۔

ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے۔

آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔

نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کرے۔

دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے۔

گیارہویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے۔

بارہویں یہ کہ اپنی انگلیاں نہ چٹخائے۔

تیرہویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے۔

چودہویں یہ کہ نجاسات سے پاک صاف رہے اور کسی چھوٹے بچہ یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے۔

پندرہویں یہ کہ وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

امام قرطبیؒ نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لئے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔

خلاصہ یہ کہ تمام دنیا کے شاہی درباروں اور عدالتوں کے خاص خاص آداب مقرر ہوئے ہیں۔ چونکہ مسجد تمام بادشاہوں کے پیدا کرنے والے کا عظیم الشان دربار ہے اس لئے اس کے بھی کچھ آداب ہیں جو اس دربار کے ناظم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سکھلائے اور بتلائے ہیں اور مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ان کو معلوم کرے اور ان کے موافق چلنے کی کوشش کرے اور سب سے بڑا حق ان مساجد کا یہی ہے کہ پانچوں وقت کی نماز کے لئے یہاں حاضری دی جائے اور جماعت سے فرض نماز ادا کی جائے۔

الغرض نور ہدایت کے سلسلہ میں اہل ہدایت کے اجر و ثواب کا بیان ہوا اب ان کے مقابل اہل ضلالت کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! آخرت کی طرف سے ہمارے دلوں پر جو غفلت چھائی ہوئی ہے اس کو دور فرما دیجئے۔ اور ہمیں اپنے ذاکر فرمانبردار بندوں میں شامل کرنا نصیب فرما دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ایسی نمازوں کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما دے جو آپ کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہوں۔ اور ہم اپنی مساجد کو بازار کا نمونہ نہ بنائیں۔ بلکہ بازاروں میں بھی جا کر ہم آپ کی رضا اور قرب حاصل کرنے والے بن جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ

اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اسکو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اسکو کچھ بھی

شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ

نہ پایا اور قضائے الٰہی کو پایا سو اللہ تعالیٰ نے اس (کی عمر) کا حساب اسکو برابر سرابر چکا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ دم بھر میں حساب (فیصل) کر دیتا ہے یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر میں

لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ

اندرونی اندھیرے کہ اسکو ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس کے اوپر دوسری لہر اسکے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں۔

اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

کہ اگر اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسر ہو سکتا۔

| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور جن لوگوں نے کفر کیا | اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل | كَسَرَابٍ سراب کی طرح | بِقِيْعَةٍ چٹیل میدان میں | يَّحْسَبُهُ گمان کرتا ہے | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| الظَّمْاٰنُ پیاسا | مَآءً پانی | حَتّٰٓى یہانتک کہ | اِذَا جَآءَهٗ جب وہ وہاں آتا ہے | لَمْ يَجِدْهُ اس کو نہیں پاتا | شَيْـــًٔا کچھ بھی | وَّوَجَدَ اور اس نے پایا |
| اللّٰهَ اللہ | عِنْدَهٗ اپنے پاس | فَوَفّٰىهُ تو اس (اللہ) نے اسے پورا کردیا | حِسَابَهٗ اس کا حساب | وَاللّٰهُ اور اللہ | سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلد حساب کرنیوالا | |
| اَوْ كَظُلُمٰتٍ یا جیسے اندھیرے | فِيْ بَحْرٍ دریا میں | لُّجِّيٍّ گہرا پانی | يَّغْشٰىهُ اسے ڈھانپ لیتی ہے | مَوْجٌ موج | مِّنْ فَوْقِهٖ اس کے اوپر سے | |
| مَوْجٌ ایکدوسری موج | مِّنْ فَوْقِهٖ اسکے اوپر سے | سَحَابٌ بادل | ظُلُمٰتٌ اندھیرے | بَعْضُهَا اسکے بعض (ایک) | فَوْقَ بَعْضٍ بعض (دوسرے) کے اوپر | |
| اِذَا جب | اَخْرَجَ وہ نکالے | يَدَهٗ اپنا ہاتھ | لَمْ يَكَدْ نزدیک نہیں (توقع نہیں) | يَرٰىهَا تو وہ اسے دیکھے | وَمَنْ اور جسے | لَّمْ يَجْعَلِ نہ بنائے نہ دے |
| | اللّٰهُ اللہ | لَهٗ اس کیلئے | نُوْرًا نور | فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے | مِنْ نُّوْرٍ کوئی نور | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں نور ہدایت اور اہل ہدایت کا بیان ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت کے ظہور کے مقامات مسجدیں ہیں جہاں اہل ہدایت اور اللہ کے عبادت گزار بندے دن اور رات کے اوقات میں حاضر ہو کر اس کا نام لیتے ہیں اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ عزوجل کو نہیں بھولتے۔ اس کے تمام احکام بجالاتے ہیں اور پھر بھی روز جزا سے ڈرتے رہتے ہیں۔ پھر ان اہل ہدایت کا انجام بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے روز ان کے اعمال کی بہت اچھی جزا دیں گے اور اس کے علاوہ اپنے فضل سے اور بہت کچھ عطا فرمائیں گے۔

اب ان اہل ہدایت کے مقابلہ میں ان آیات میں اہل ضلالت کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو نور ہدایت سے دور ہیں اور ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کفار یعنی اہل ضلالت دو قسم کے ہیں اس لئے یہاں دو مثالیں بیان فرمائی گئیں۔ کفار کی ایک قسم تو یہود و نصاریٰ اور منافقین کی ہے کہ یہ گروہ برائے نام خدا اور روز قیامت کے قائل ہیں۔ عذاب ثواب کو مانتے ہیں اور اسی بنا پر بظاہر عبادت مذہبی اور کار خیر بھی کرنے کے مدعی ہیں مگر ان کا ایمان بے حقیقت ہے۔ ان کی توحید خالص نہیں۔ اس لئے ان کے اعمال آخرت میں سودمند نہ ہوں گے۔ پہلی مثال تو یہاں آیت میں اس قسم کے کفار کی دی گئی ہے۔ دوسری قسم کفار کی وہ ہے جو بت پرست اور غیر اللہ کی پرستش

کرنے والے ہیں۔ دوسری مثال میں ایسے کفار کی مثال دے کر ان کے اعمال کی حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ پہلی قسم کے کفار جو اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے۔ حالانکہ اگر بظاہر کوئی کام ان کا اچھا بھی ہو تو کفر کی شامت سے وہ عنداللہ مقبول اور معتبر نہیں ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی بتلائی گئی کہ جیسے دوپہر کے وقت جنگل بیابان میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسا شدت تشنگی سے بے تاب ہو کر جب وہاں پہنچا، تو معلوم ہوا کہ پانی وانی کچھ نہ تھا۔ یہ تو ریت ہی ریت ہے اب ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کے لئے موجود تھا چنانچہ اسی اضطراب وحسرت کے وقت اللہ نے اس کا سب حساب ایک دم میں چکا دیا کیونکہ وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ عمر بھر کی شرارتوں اور غفلتوں کا بھگتان کر دیا۔ تو حاصل اس مثال کا یہ ہوا کہ جیسا یہ پیاسا ریت کو ظاہری چمک سے پانی سمجھا اسی طرح یہ کافر اپنے اعمال کو ظاہری صورت سے مقبول اور آخرت میں نفع بخش اور بار آور سمجھا مگر جیسا کہ وہ ریت پانی نہیں اسی طرح اس کے اعمال نافع نہیں اور جیسا وہاں جا کر اس پیاسے کو حقیقت معلوم ہوئی اسی طرح اس کافر کو آخرت میں پہنچ کر حقیقت معلوم ہوگی اور جس طرح یہ پیاسا اپنی توقع کے غلط ہونے سے ناکام ونامراد ہو کر مر گیا اسی طرح یہ کافر بھی اپنی توقع کے غلط ہونے سے ناکام ونامراد ہوگا اور ہلاکت ابدی یعنی عذاب جہنم میں مبتلا ہوگا۔ ایک قسم کی مثال تو یہ ہوئی۔ آگے دوسری قسم کے کفار کے اعمال کی مثال ہے کہ جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق اور جہل وکفر اور ظلم وعصیان کی اندھیریوں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں کہ جیسے گہرا سمندر کہ جس میں ایک پانی کی گہرائی کا اندھیرا۔ پھر موجوں کے طوفان کا اندھیرا، جو ایک پر ایک چڑھی چلی آتی ہیں۔ پھر اس کے اوپر گھٹا بادل کا اندھیرا، پھر رات کا وقت، غرض اندھیرے پر اندھیرا ہر طرف سے چھایا ہوا ہے کہ اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں کے قریب لا کر دیکھے تو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آئے کہ ہاتھ کہاں ہے۔ غرض اسے روشنی کی کہیں سے ذرا سی جھلک بھی نہیں ملتی۔ اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص کے پاس اپنے اعمال کے باب میں کوئی بھی امید افزا اور دل خوش کن بات نہیں ظلمت ہی ظلمت ہے کہ اول تو سمندر گہرا پھر جب امواج کا تلاطم ہو تو اور اندھیرا بڑھے گا۔ پھر اوپر سے بادل کی گھٹا بھی ہو تو اندھیرے کا کچھ ٹھکانا ہی نہ رہے گا، خصوصاً اس شخص کے لئے جو سمندر کی تہ میں ہو۔ تو جس طرح اس مثال میں ظلمت ہی ظلمت ہے، اسی طرح ان کفار کے اعمال میں سراسر تاریکی ہی تاریکی ہے۔ اور سچ ہے روشنی اور نور کا منبع تو اللہ عزوجل کی ذات ہے جو اس کی طرف سے غافل ہو گیا اس کے پاس روشنی کا کیا کام۔

پس مقصود یہ جتلانا ہے کہ ان کفار کو چاہئے کہ اتباع احکام الٰہیہ کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو نور ہدایت دیتا مگر انہوں نے اعراض کیا تو تاریکیوں میں رہ گئے اور کہیں سے بھی سہارا نہ لگا۔ اور اس میں قصور اور کوتاہی سراسر کفار کی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی توحید اور الوہیت اور اس کے نور کی طرف رہنمائی کرنے والے بے شمار نمونے دنیا میں پھیلے ہیں چنانچہ اس کی قدرت کے کچھ نمونے اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام وایمان کی دولت سے نوازا، حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں نور ہدایت سے منور فرمائیں اور آخرت میں بھی ہم کو نور ہدایت کے ثمرات عطا فرمائیں۔ یا اللہ! آج ہم جو نور ہدایت سے غافل ہیں اور دنیا کے ظلمت میں پھنس گئے ہیں تو ہماری اس غفلت کو دور فرما دیجئے اور آخرت کی طرف سے ہماری آنکھیں کھول دیجئے۔ اور اسلام صادق اور ایمان کامل کے ساتھ اس دنیا سے ہمیں کوچ کرنا نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ

(اے مخاطب) کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور پرند جو پر پھیلائے ہوئے ہیں سب کو اپنی اپنی دُعا

وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾

اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو اُن لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے۔اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا | اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | يُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتا ہے | لَهٗ اسکی | مَنْ جو | فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | وَالْاَرْضِ اور زمین |
| وَالطَّيْرُ اور پرندے | صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے ہوئے | كُلٌّ ہر ایک | قَدْ عَلِمَ جان لی | صَلَاتَهٗ اپنی دعا | وَ اور | تَسْبِيْحَهٗ اپنی تسبیح | وَاللّٰهُ اور اللہ |
| عَلِيْمٌ جانتا ہے | بِمَا وہ جو | يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں | وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے | مُلْكُ بادشاہت | السَّمٰوٰتِ آسمانوں | وَالْاَرْضِ اور زمین |
| وَ اور | اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف | الْمَصِيْرُ لوٹ کر جانا | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں پہلے نور ہدایت اور اہل ہدایت کا ذکر ہوا تھا اور پھر ان کے مقابلہ میں ظلمت اور اہل ضلالت کا ذکر ہوا تھا۔اب جملہ غافل انسانوں کو جس میں نادان کفار بھی شامل ہیں مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا کہ جو ظلمات اور تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کو حق تعالیٰ کا نور ہدایت باوجود غایت ظہور کے نظر نہیں آتا۔حق تعالیٰ کے نور کی طرف رہنمائی کرنے والے بے شمار نشانات زمین و آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں سے صرف چند کو بطور نمونہ ان آیات میں پیش کیا جارہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ عالم کی ہر ہر چیز اور ہر ہر مخلوق اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس وعظمت ظاہر کر رہی ہے اور اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ہر ہر مخلوق اور ہر ہر چیز زبان سے ہی خدا کی پاکی بیان کرتی ہے مگر ہر چیز کی زبان مخصوص ہے اس لئے تسبیح بھی جدا جدا ہے۔عام انسان ان کی زبان نہیں سمجھتے لیکن خاص خاص روشن ضمیر رکھنے والے کبھی ان کی بولی سمجھ بھی لیتے ہیں چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کنکریوں کی تسبیح سنی گئی۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کھانا کھایا جاتا تھا اور ہم اس کی تسبیح سنتے تھے مسجد نبوی میں کھجور کا ایک ستون تھا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سہارا لے کر وعظ و خطبہ فرمایا کرتے تھے۔جب منبر بن کر تیار ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور ستون کو چھوڑ دیا تو وہ رو دیا اور حاضرین نے اس کے رونے کی آواز سنی۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سینہ سے چمٹالیا تو اس کا رونا بند ہوا۔ہم جن کو بے جان اور بے حس سمجھتے ہیں ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عشق و محبت تھا۔ایک موقع پر اونٹ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مالک کی شکایت کرنا کہ کام بہت لیتا ہے اور کھانے کو کم دیتا ہے۔ احادیث میں مشہور ہے۔بہرحال ہر چیز اپنی زبان میں اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر اس کو سننے کے لئے دل کے کان اور دیکھنے کے لئے عقل کی آنکھ اور سمجھنے کے لئے بصیرت کی ضرورت ہے۔ ہر شخص کائنات کی بولی سمجھ نہیں سکتا اسی لئے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔یہاں آیت میں بالخصوص پرندوں کا ذکر علیحدہ فرمایا اس لئے کہ وہ اڑتے ہوئے آسمان اور زمین میں معلق ہوتے ہیں اور ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی ایک نشانی ہے۔تو حق تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے حال کے مناسب جو طریقہ انابت و بندگی اور تسبیح خوانی کا الہام

فرمایا اس کے مطابق وہ اپنا وظیفۂ بندگی ادا کرتی رہتی ہے لیکن افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہلانے والے غرور وغفلت اور ظلمت و جہالت میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد اور اس کی بندگی سے بے بہرہ ہیں۔ مگر ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام افعال و اعمال کا پورا علم ہے اس انکار اور اعراض پر ان کو سزا دے گا۔ وہ بچ کر کہیں جا نہیں سکتے کیونکہ آسمان اور زمین میں اللہ کی حکومت ہے اور آخر میں لوٹ کر ہر ایک کو اسی کے پاس جانا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام کائنات اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور اپنی زبان اور اپنے طریقہ میں اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتی ہے۔ پس افسوس غافل اور جاہل انسان پر جو خدا کی بندگی سے اعراض وانکار کرتا ہے۔

ابھی مزید دلائل توحید اور قدرت کی نشانیاں اگلی آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا تسبیح خواں بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔ اور شب و روز ہم کو اپنی بندگی اور اطاعت کی توفیق عطا فرماویں۔

یا اللہ! غفلت و جہالت سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمایئے۔ اور یا اللہ! آپ ہی کے پاس لوٹ کر جانے کا یقین کامل عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہمارا پہنچنا آپ کے پاس اس طرح ہو کہ آپ ہم سے راضی اور خوش ہوں۔

یا اللہ! ہم کو آخرت کی طرف سے وہ بصیرت عطا فرمادے کہ جو ہم کسی آن آپ کے سامنے حاضر ہونے سے غافل نہ ہوں۔

یا اللہ! ہم آپ کی اطاعت۔ بندگی اور فرمانبرداری میں کوتاہی کر کے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم کیا منہ لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

یا اللہ! جب آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسانیت کا جامہ عطا فرمایا ہے اور پھر کرم پر کرم کہ ہم کو اسلام سے نوازا ہے۔ تو ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل بھی عطا فرمایئے۔ تا کہ جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوں تو سرخروئی نصیب ہو اور آپ کی مغفرت و رحمت کے مورد ہوں۔ اور آپ کے غصہ اور غضب سے بچ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک) بادل کو (دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے (اور) پھر اس بادل (کے مجموعہ) کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بتہ کرتا ہے

خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ

پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ میں سے نکلتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے

مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی لی۔ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے اس (سب مجموعہ) میں

لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

اہل دانش کیلئے استدلال (کا موقع) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (ہی) نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر ان میں سے بعضے تو وہ جانور ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعضے ان میں

مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

قادر ہے۔ ہم نے (حق کے) سمجھانے والے دلائل نازل فرمائے ہیں اور جس کو اللہ چاہتا ہے راہِ راست کی طرف فرماتا ہے۔

| اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا | اَنَّ کہ | اللّٰهَ اللہ | يُزْجِيْ چلاتا ہے | سَحَابًا بادل | ثُمَّ پھر | يُؤَلِّفُ ملاتا ہے وہ | بَيْنَهٗ آپس میں |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ثُمَّ پھر | يَجْعَلُهٗ وہ اسکو کرتا ہے | رُكَامًا تہہ بہ تہہ | فَتَرَى پھر تو دیکھے | الْوَدْقَ بارش | يَخْرُجُ نکلتی ہے | مِنْ خِلٰلِهٖ اس کے درمیان سے | |
| وَيُنَزِّلُ اور وہ اتارتا ہے | مِنَ السَّمَآءِ آسمانوں سے | مِنْ سے | جِبَالٍ پہاڑ | فِيْهَا اس میں | مِنْ سے | بَرَدٍ اولے | فَيُصِيْبُ پھر وہ ڈال دیتا ہے |
| بِهٖ اسے | مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہے | وَيَصْرِفُهٗ اور اسے پھیر دیتا ہے | عَنْ سے | مَنْ يَّشَآءُ جس سے چاہے | يَكَادُ قریب ہے | سَنَا چمک | |
| بَرْقِهٖ اس کی بجلی | يَذْهَبُ لے جائے | بِالْاَبْصَارِ آنکھوں کو | يُقَلِّبُ اللّٰهُ بدلتا ہے اللہ | الَّيْلَ رات | وَالنَّهَارَ اور دن | اِنَّ بیشک | |
| فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَعِبْرَةً عبرت ہے | لِّاُولِي الْاَبْصَارِ آنکھوں والے عقلمند | وَاللّٰهُ اور اللہ | خَلَقَ پیدا کیا | كُلَّ دَآبَّةٍ ہر جاندار | مِنْ مَّآءٍ پانی سے | |
| فَمِنْهُمْ پس ان میں سے | مَّنْ يَّمْشِيْ جو کوئی چلتا ہے | عَلٰى بَطْنِهٖ اپنے پیٹ پر | وَمِنْهُمْ اور ان میں سے | مَّنْ يَّمْشِيْ کوئی چلتا ہے | | | |
| عَلٰى رِجْلَيْنِ دو پاؤں پر | وَمِنْهُمْ اور ان میں سے | مَّنْ يَّمْشِيْ کوئی چلتا ہے | عَلٰى پر | اَرْبَعٍ چار | يَخْلُقُ اللّٰهُ اللہ پیدا کرتا ہے | مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے | |
| اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | عَلٰى پر | كُلِّ شَيْءٍ ہر شے | قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا | لَقَدْ اَنْزَلْنَا تحقیق ہم نے نازل کیں | اٰيٰتٍ آیتیں | مُّبَيِّنٰتٍ واضح | |
| | وَ اور | اللّٰهُ اللہ | يَهْدِيْ ہدایت دیتا ہے | مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے | اِلٰى طرف | صِرَاطٍ راستہ | مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں غافل انسانوں کو مخاطب کر کے بتلایا گیا تھا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کیا تمھیں نہیں سوجھتا کہ عالم

کی ہر چیز اپنی اپنی زبان میں اللہ کی عظمت ظاہر کر رہی ہے اور اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے۔ اللہ عزوجل کی قدرت کی نشانیاں دنیا بھر میں بھری پڑی ہیں، چنانچہ بعض واضح نشانیوں کی طرف توجہ ان آیات میں دلائی جا رہی ہے۔ مینہ برستا ہر ایک دیکھتا ہے۔ کبھی یہ بھی خیال کیا کہ اس کے لئے کیا کیا سامان کئے جاتے ہیں۔ بادلوں کو ہر طرف سے گھیر گھار کر اکٹھا کیا جاتا ہے۔ پھر ان کو باہم ملایا جاتا ہے پھر ان کو تہ بتہ ایک دوسرے پر جمایا جاتا ہے اس کے بعد تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے مینہ برسنا شروع ہوتا ہے۔ یہ اللہ عزوجل ہی کی قدرت کے کارنامے ہیں اسی کے حکم سے بادل سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر باہم مل جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک گہری گھٹا بن جاتی ہے پھر بوندیں پڑنا شروع ہوتی ہیں اس کے بعد موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں اولے برساتا ہے جس سے بہتوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اور بہت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ پھر اس بادل میں بجلی بھی ہوتی ہے جس کی چمک اتنی تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب بجلی کی چمک سے آنکھوں کی بینائی گئی۔ پھر یہ بھی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتا ہے۔ وہ ہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے۔ تو انسان کو چاہئے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر بصیرت اور عبرت حاصل کرے اور اس شہنشاہِ حقیقی کی طرف دل سے رجوع ہو جس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات کی باگ ڈور ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے ہر چلنے والا جاندار خواہ بری ہو یا بحری، سب کی اصل پانی ہے۔ فلسفہ بھی بتاتا ہے کہ تمام کائنات کی اصل ایک سیال مادہ ہے۔ کوئی اس کو گیس کہتا ہے کوئی کچھ۔ قرآن نے اس کو پانی کہا ہے۔ تو مختلف جنس۔ مختلف نوع۔ مختلف حیثیت رکھنے والے جانداروں کی پیدائش یہ بھی اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ ان جانداروں میں کوئی تو پیٹ کے بل چلتا ہے جیسے سانپ مچھلی وغیرہ اور اکثر کیڑے اور پانی کے جانور، کوئی دو پاؤں سے چلتا ہے جیسے انسان اور پرندہ، کوئی چار پاؤں پر چلتا پھرتا ہے جیسے مویشی اور پھر اسکی قدرت اسی پر محدود نہیں وہ جس کو جیسا چاہے بنا دے تو یہ صنعت عجیبہ خدا کے سوا کوئی اور بھی کر سکتا ہے؟ جب کوئی نہیں تو اسی کی قدرت و حکومت اور الوہیت مسلم ہوئی پھر اس کو کیوں نہیں مانا جاتا؟ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرف اپنی قدرت کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دی ہیں تاکہ انسان ان نشانیوں کو دیکھے اور ان سے اللہ کو پہچانے اور اس کے آگے جھکے پھر حق کے سمجھانے کے لئے اور ہدایت عام کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صاف صاف آیتیں بھی اپنے رسول پر نازل کر کے انسانوں کو پہنچا دیں جو حقیقت کو بالکل واضح کر دیتی ہیں، جنہیں سن کر چاہئے تو یہ تھا کہ کوئی آدمی بھی نہ بھٹکتا، لیکن ہدایت اور سیدھی راہ پر چلتا وہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو۔ لاکھوں انسان یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھتے ہیں، لیکن نتیجہ کے اعتبار سے ان کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہے۔ جس انسان کی عقل کو اللہ تعالیٰ ہی اپنے نور ہدایت سے منور کر دیتا ہے اس کی عقل سیدھا راستہ اس کو سمجھا دیتی ہے کہ وہ الوہیت کے حقوق اور احکام الٰہیہ کو بجا لاتا ہے۔ ورنہ بہت سے تو محروم ہی رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اَبر کا اٹھنا اور ان کا اکٹھا ہو کر گہری گھٹا کا بن جانا۔ پھر اس سے مینہ کا برسنا، اولوں کا گرنا، بجلی کا کوندنا اور شبانہ روز کا ادل بدل ہونا یہ سب اللہ کی قدرت کے نمایاں آثار

ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان کو اللہ کی معرفت حاصل کرنی چاہئے اور ایمان و اطاعت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اسی طرح مختلف جنس۔ اور مختلف نوع اور مختلف اقسام کے جانوروں کی پیدائش بھی اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اگر انسان عقل کی روشنی سے کام لے۔ پھر دماغوں کو بیدار کرنے اور جہالت کو دور کرنے اور علمی روشنی پیدا کرنے کے لئے اللہ پاک نے قرآنی آیات نازل فرمائیں جن سے علمی و عملی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔ صحیح غلط میں امتیاز اور خیر و شر میں فرق ہو جاتا ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ جہالت کی وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ کوئی نشانی، کوئی دلیل۔ کوئی تذکیر ان کے دماغوں میں روشنی اور اعمال میں اصلاح پیدا نہیں کرتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہادی برحق اللہ پاک ہی کی ذات ہے وہ جس کو چاہتا ہے علم و عمل کا سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اسباب کی تدبیر بھی دستِ قدرت کی محتاج ہے۔ خالی عقل، یا فطرت یا نزول احکام کسی کو ہدایت یافتہ نہیں بناسکتے۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی نہ ہو۔

اسی بات کی تائید میں ایک گمراہ فرقہ یعنی منافقوں کا آگے تذکرہ فرمایا جاتا ہے کہ جن کو باوجود ہر طرح سے حق کے سمجھانے والے دلائل اور عام احکام ہدایت نازل ہونے کے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی قدرت سے ہماری بھی ہدایت کے سامان عطا فرمائیں اور قرآن پاک کے نور ہدایت سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں اور اپنی قدرت کی نشانیوں کو ہمارے لئے اپنی معرفت کا ذریعہ بنادیں تاکہ احکام الٰہیہ کی طاعت و بجا آوری ہمارے لئے آسان ہو اور غفلت و جہالت کے پردے ہمارے دلوں سے چاک فرمادیں تاکہ کسی آن ہم سے چھوٹی یا بڑی کوئی نافرمانی سرزد نہ ہو۔

یا اللہ! یہ آپ ہی کی قدرت اور مشیت ہے کہ بادلوں سے پانی برستا ہے اور پھر وہ آپ ہی کی مشیت سے کسی کے لئے رحمت ہے اور کسی کے لئے زحمت ہے۔ جس کو آپ چاہیں فائدہ پہنچاتا ہے اور جس کو آپ چاہیں نقصان دیتا ہے۔

یا اللہ! آپ نے اپنی معرفت کے لئے دنیا میں اپنی قدرت کی بے شمار نشانیاں پھیلا رکھی ہیں تاکہ انسان انہیں دیکھے اور آپ کی وحدانیت الوہیت اور ربوبیت کا معترف ہو کر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرے۔

یا اللہ! آپ نے اپنے فضل و کرم سے انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم نازل فرما کر ہر ایک کی ہدایت کا سامان فرمادیا۔ مگر ہم نے اپنی غفلت اور جہالت سے آپ کی اس نعمت عظیم قرآن کریم کی قدر نہ پہچانی۔

یا اللہ! ہادیٔ برحق آپ ہی کی ذات عالی ہے۔ ہم آپ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ آپ ہی سے التجا اور فریاد کرتے ہیں کہ ہمارے لئے ہدایت کے راستہ پر چلنا آسان کردے اور اپنی رضا کا حصول ہمارے لئے سہل فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۗ وَمَآ

اور (یہ منافق) لوگ (زبان سے) دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے، اور یہ لوگ

اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ

(دل میں) اصلاً ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب یہ لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ رسول اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ

مُّعْرِضُونَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿۴۹﴾ اَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوٓا

پہلو تہی کرتا ہے۔ اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو سر تسلیم خم کیے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں۔ آیا اُن کے دلوں میں (کفر جازم کا) مرض ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں

اَمْ يَخَافُونَ اَنْ يَّحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهٗ ۚ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۵۰﴾ ع

یا اُن کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم نہ کرنے لگیں (سو ان میں سے کوئی سبب) نہیں بلکہ (اصلی سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ بر سر ظلم (ہوئے) ہیں

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں | اٰمَنَّا ہم ایمان لائے | بِاللّٰهِ اللہ پر | وَبِالرَّسُولِ اور رسول پر | وَاَطَعْنَا اور ہم نے حکم مانا | ثُمَّ يَتَوَلّٰى پھر پھر گیا | | | | |
| فَرِيقٌ ایک فریق | مِّنْهُمْ ان میں سے | مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد | وَمَآ اُولٰٓئِكَ اور وہ نہیں | بِالْمُؤْمِنِينَ ایمان والے | وَاِذَا اور جب | | | | |
| دُعُوٓا وہ بلائے جاتے ہیں | اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف | وَرَسُولِهٖ اور اس کا رسول | لِيَحْكُمَ تا کہ وہ فیصلہ کر دیں | بَيْنَهُمْ انکے درمیان | اِذَا ناگہاں | | | | |
| فَرِيقٌ ایک فریق | مِّنْهُمْ ان میں سے | مُّعْرِضُونَ منہ پھیر لیتا ہے | وَاِنْ اور اگر | يَّكُنْ ہو | لَّهُمُ ان کیلئے | الْحَقُّ حق | يَاْتُوٓا اِلَيْهِ وہ آتے ہیں اسکی طرف | | |
| مُذْعِنِينَ گردن جھکائے | اَفِي قُلُوبِهِمْ کیا ان کے دلوں میں | مَّرَضٌ کوئی روگ | اَمِ یا | ارْتَابُوٓا وہ شک میں پڑے ہیں | اَمْ یا | | | | |
| يَخَافُونَ وہ ڈرتے ہیں | اَنْ کہ | يَّحِيفَ اللّٰهُ ظلم کرے گا اللہ | عَلَيْهِمْ اُن پر | وَرَسُولُهٗ اور اسکا رسول | بَلْ بلکہ | اُولٰٓئِكَ وہ | هُمُ وہی | الظّٰلِمُونَ ظالم | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے توحق کے سمجھانے والے دلائل عام ہدایت کے لئے نازل فرمائے ہیں مگر ان سے فائدہ انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جن کو فائدہ پہنچانا ہادیٔ برحق کو منظور ہو۔ اب آگے ان آیات میں اس گمراہ طبقہ میں سے ایک خاص گروہ کا بیان ہے جن کو شمع ہدایت کے ہوتے ہوئے راہِ حق نہ ملی۔ یہ طبقہ منافقوں کا تھا جو منہ سے تو اسلام کا دعویٰ اور فرمانبرداری کا اقرار کرتے تھے مگر دل سے اسلام کے منکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔ مسلمانوں کے سامنے آتے تو اسلام دوستی کی باتیں کرتے اور جب تخلیہ میں اپنے ہم نواؤں سے ملتے تو وہی کور باطنی ظہور میں آتی۔ اسی طبقہ میں سے بعض کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔

مفسرین نے ان آیات کے نزول کے متعلق بعض خاص واقعات بھی بیان کئے ہیں لکھا ہے کہ بشر ایک منافق تھا۔ کچھ زمین کے متعلق کسی یہودی سے اس کا جھگڑا ہو گیا یہودی نے کہا کہ تم اپنے پیغمبر کے پاس چلو۔ ان کے فیصلہ کو میں تسلیم کرلوں گا۔ تو منافق بولا وہاں نہیں۔ کعب بن اشرف یہودی کے پاس چلو۔ اس سے فیصلہ کرائیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل و انصاف اور صدق و امانت تو مخالفین کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ یہودی سمجھتا تھا کہ اگر مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اجلاس میں جائے گا اور میرا حق ثابت ہو جائے گا تو آپ اسی کے موافق فیصلہ فرما دیں گے مگر منافق باوجودیکہ دعویٰ ایمان اور اطاعتِ رسول کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے سے کتراتا اور اپنے جھگڑے کے فیصلہ کے واسطے یہ سمجھ کر کہ وہاں تو فیصلہ تمام تر حق و انصاف ہی کے مطابق ہوگا اور کوئی خیانت اور چالاکی چلنے نہ پائے گی ٹال مٹول کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کے لئے مقدمہ لانے سے پہلو بچاتا کہ وہاں تو قلعی کھل جائے گی۔ ہاں جب ان کا حق کسی اور کے ذمہ نکلتا ہوتا اور یہ منافق خود مظلوم ہوتے تو پھر بے تکلف اپنے مقدمہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اس اطمینان پر کہ وہاں تو حق رسی ہی ہوگی۔

الغرض ان آیات میں منافقین کے متعلق ذکر ہے اور جتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین زبان سے تو دعویٰ ایمان اور اطاعت رسول کا کرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو پھر جاتے ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں شروع ہی سے ایمان موجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ زبانی جمع خرچ تھا۔ امتحان اور آزمائش کے وقت اس کی بھی قلعی کھل جاتی تھی۔ اگر ان منافقین کا جھگڑا کسی سے ہو گیا اور یہ سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں۔ اس وقت اگر دوسرا فریق کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل کر اس معاملہ کو طے کرالو تو یہ منافق رضامند نہیں ہوتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً بلا رورعایت حق کے موافق فیصلہ کریں گے جو ان کے مفاد کے خلاف پڑے گا۔ حالانکہ پہلے سے یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ان کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ اب وہ دعویٰ کہاں گیا؟ ہاں اگر کسی معاملہ میں حق ان کی جانب ہو تو اس وقت بہت جلدی سے گردن جھکا کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو جائیں اور فیصلہ کا انحصار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر کر دیں گے۔ کیونکہ سمجھتے ہیں کہ عدالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ تو یہ ایمان اور اسلام کیا ہوا؟ محض نفس و ہوا پرستی ہوئی۔ اس کے متعلق صاف فرمایا گیا وما اولٰٓئک بالمؤمنین۔ اور یہ لوگ ہرگز ایمان والے نہیں۔ کیونکہ ان کے عمل سے ثابت ہوا کہ ان کے دلوں میں شریعت کی صداقت کا یقین نہیں۔ رسول کی رسالت اور قرآن کی حقانیت سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو خواہش نفس کے بندے ہیں جہاں اپنے مطلب کو پورا ہوتے دیکھا تو متوجہ ہو جاتے۔ ورنہ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ منافقین کے اس طرز عمل کی دو ہی وجہ ممکن ہیں یعنی خدا اور رسول کی بابت انہیں کوئی دھوکا لگا ہوا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت یا اللہ کے وعدہ وعید میں کوئی شک و شبہ ہے یا ان کو یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے معاملات کے خلاف انصاف فیصلہ کریں گے؟ اس لئے حضور کی عدالت میں مقدمہ لے جاتے ہوئے کتراتے ہیں۔ سنو یاد رکھو وہاں تو ظلم اور بے انصافی کا امکان ہی نہیں، ہاں خود ان ہی لوگوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے اس لئے اپنے معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں۔ جہاں یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصلہ ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔

مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ یہ معاملہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی کے لئے نہ تھا بلکہ آپ کے بعد بھی جو اسلامی حکومت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اس کی عدالت میں طلبی دراصل اللہ اور رسول کی عدالت میں طلبی ہے اور اس سے منہ موڑنے والا درحقیقت اللہ اور رسول سے منہ موڑنے والا ہے۔ انہی آیات سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ حاکم شریعت جب کسی مقدمہ کے تصفیہ کے لئے بلائے تو حاضری لازمی ہے خود ایک حدیث میں جسے حسن بصریؒ

نے روایت کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے حکام عدالت میں سے کسی حاکم کی طرف بلایا جائے اور وہ حاضر نہ ہو تو وہ ظالم ہے اس کا کوئی حق نہیں ہے یعنی ایسا شخص سزا کا بھی مستحق ہے اور مزید برآں اس کا بھی مستحق ہے کہ اس کے خلاف یک طرفہ فیصلہ دے دیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہ آیات اس حقیقت کو صاف صاف کھول کر بیان کر رہی ہیں کہ شریعتِ الٰہی کے مطابق معاملات کا فیصلہ کرنا اور کرانا عین لازمۂ ایمان ہے۔ جو شخص شریعت کے احکام جو اپنے مطلب کے موافق ہوں ان کو تو لپک کر خوشی خوشی لے لے مگر جو شریعت الٰہیہ میں اس کی اغراض وخواہشات کے خلاف ہو اسے رد کر دے اور اس کے مقابلہ میں دوسرے دنیوی احکام و قوانین کو ترجیح دے اور قبول کرے تو ان آیات کے مطابق وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے سورۂ اعراف کی ایک آیت کے تشریح کے ضمن میں لکھا ہے کہ جیسے قلب سے نبی کی تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور برتاؤ میں مخالفت وعداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جو لوگ شرعی احکام واصول کی توہین کرتے ہیں اور ان کو نا قابلِ التفات سمجھ کر ہنسی اڑاتے ہیں وہ ایمان سے خارج ہو جاتے ہیں گو وہ زبانی کیسا ہی اسلام کا دعویٰ کرتے رہیں۔

یہاں ان آیات میں تو بیان منافقین کے متعلق ہوا جو بظاہر مسلمان بنے ہوتے ہیں مگر درپردہ اسلام اور مسلمانوں کے مخالف ہیں اور جو حقیقی مسلمان ہیں ان کا رویہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اسلام اور ایمان کے زبانی اقرار کے ساتھ دل سے بھی شریعت الٰہیہ کا مطیع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں قرآنی احکام اور شرعی قوانین کے آگے ہماری گردنیں ہمیشہ جھکی رہیں اللہ تعالیٰ شریعتِ مطہرہ کی مخالفت سے علماً و عملاً ہم سب کو محفوظ رکھیں اور ظاہر میں وباطن میں دل وجان سے کامل اتباع شریعت الٰہیہ کا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! منافقین کا گروہ ابتداہی سے اہل اسلام میں گھسا ہوا ہے۔ اور طرح طرح کی فتنہ پردازیاں کرتا رہا ہے۔

یا اللہ! اس ملک میں بھی منافقین کی خصلتوں کے حامل لوگ موجود ہیں اور جو اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔

یا اللہ! ایسے لوگوں کے شر سے اس ملک کو اور اہل اسلام کو بچا لیجئے۔ اگر ان مفسدوں کے لئے ہدایت مقدر ہے تو ان کو اسلام کا سچا پیرو بنا دیجئے ورنہ ان کے وجود سے اہل ملک کو پاک کر دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا

مسلمانوں کا قول تو جبکہ اُن کو اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بُلایا جاتا ہے تا کہ اُن کے درمیان فیصلہ کردیں یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سُن لیا

وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ

اور مان لیا۔اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے ہی لوگ بامراد ہونگے۔

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ

اور وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ واللہ (ہم ایسے فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ اُنکو (یعنی ہم کو) حکم دیں تو وہ ابھی نکل کھڑے ہوں۔(آپ اُن سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

(تمہاری) فرمانبرداری (کی حقیقت) معلوم ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔آپ کہیئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

روگردانی کروگے تو سمجھ رکھو کہ رسولؐ کے ذمہ وہی ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے اُن کی اطاعت کر لی تو راہ پر جالگو گے۔

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

اور رسولؐ کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچادینا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّمَا اسکے سوانہیں | كَانَ ہے | قَوْلَ بات | الْمُؤْمِنِيْنَ مومن | اِذَا جب | دُعُوْٓا وہ بلائے جاتے ہیں | اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف | وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول |
| لِيَحْكُمَ تاکہ وہ فیصلہ کردیں | بَيْنَهُمْ انکے درمیان | اَنْ کہ۔تو | يَّقُوْلُوْا وہ کہتے ہیں | سَمِعْنَا ہم نے سُنا | وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی | | |
| وَاُولٰٓئِكَ اور وہ | هُمُ وہی | الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے | وَمَنْ اور جو | يُّطِعِ اللّٰهَ اطاعت کرے اللہ کی | وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول | وَيَخْشَ اور ڈرے | |
| اللّٰهَ اللہ | وَيَتَّقْهِ اور پرہیزگاری کرے | فَاُولٰٓئِكَ پس وہ | هُمُ وہی | الْفَآئِزُوْنَ کامیاب ہونیوالے | وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسم کھائی بِاللّٰهِ اللہ کی | | |
| جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی زوردار قسمیں | لَئِنْ البتہ اگر | اَمَرْتَهُمْ آپ حکم دیں انہیں | لَيَخْرُجُنَّ تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے | قُلْ فرمادیں | | | |
| لَا تُقْسِمُوْا تم قسمیں نہ کھاؤ | طَاعَةٌ اطاعت | مَّعْرُوْفَةٌ پسندیدہ | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | خَبِيْرٌ خبر رکھتا ہے | بِمَا وہ جو | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو | |
| قُلْ فرمادیں | اَطِيْعُوا اللّٰهَ تم اطاعت کرو اللہ کی | وَاَطِيْعُوا اور اطاعت کرو | الرَّسُوْلَ رسول کی | فَاِنْ تَوَلَّوْا پھر اگر تم پھر گئے | فَاِنَّمَا تو اسکے سوانہیں | | |
| عَلَيْهِ اس پر | مَا جو حُمِّلَ بوجھ ڈالا گیا (ذمے) | وَعَلَيْكُمْ اور تم پر | مَا حُمِّلْتُمْ جو بوجھ ڈالا گیا تم پر (ذمے) | وَاِنْ اور اگر | تُطِيْعُوْهُ تم اطاعت کروگے | | |
| تَهْتَدُوْا تم ہدایت پالوگے | وَمَا اور نہیں | عَلَى پر | الرَّسُوْلِ رسول | اِلَّا مگر۔صرف | الْبَلٰغُ پہنچادینا | الْمُبِيْنُ صاف صاف | |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں منافقین کا حال بیان ہوا تھا کہ یہ لوگ زبان سے تو ایمان اور رسول کی فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں مگر

آزمائش کے موقع پر منہ موڑ جاتے ہیں۔ جب کسی فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ تو حاضر ہونے سے ٹال مٹول کرتے ہیں اور اگر ان کو یہ معلوم ہو جاوے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تو دربار رسالت میں دوڑے چلے آتے ہیں گویا خواہش نفس کے بندے ہیں کہ جہاں اپنا مطلب اور ہوا و ہوس کو پورا ہوتا دیکھا تو اللہ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ورنہ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں ایسے منافقین کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ لوگ بالکل مومن نہیں۔ اور ان کا شمار ایمانداروں میں نہیں ہو سکتا۔

اب ان منافقین کے مقابل میں مخلص مومنین اور سچے اور پکے مسلمانوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے تاکہ نفاق اور ایمان کی کسوٹی نمایاں ہو جائے اور مخلص و منافق کو جانچنے کا ایک ضابطہ معلوم ہو جائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مومن یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں ان کو خدا اور رسول کی طرف بلایا جائے خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان۔ بغیر توقف اور کسی پس و پیش کے فی الفور سمعنا و اطعنا کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جاویں۔ اسی میں ان کی اصل بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے اور ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پائیں گے۔

آگے ایک عام ضابطہ اور قاعدہ کلیہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے بچے تو اس کے لئے دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے نیز ان منافقین کی جن کا ذکر گذشتہ آیت میں ہوا یہ حالت ہے کہ وہ بڑی زور دار تاکیدی قسمیں کھا کر آپ کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ واللہ آپ ہم کو حکم دیں تو ہم سب گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکلنے کے لئے تیار ہیں اور حضور ذرا اشارہ فرمائیں تو سب مال و دولت اللہ کے راستہ میں لگا دیں۔ حق تعالیٰ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منافقین سے کہہ دیجئے کہ ایسی لمبی چوڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب کو معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعویٰ بہت کچھ کیا کرتے ہو اور عمل کا وقت آئے تو چپکے سے کھسک جاتے ہو۔ فرض کرو کہ قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین بھی دلا دو لیکن اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کا فریب اور چالاکی نہیں چل سکتی وہ تو تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ پس باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا۔ کام کرو یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کرو۔ آگے حق تعالیٰ اسی مضمون کی تاکید میں خود ان لوگوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے۔ جس کو آپ نے پوری طرح کما حقہ، ادا کر دیا اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا ہے وہ تصدیق اور قبول حق کا ہے اور اس کے موافق عمل کرنے کا۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل دل سے کرو گے تو دارین کی کامیابی اور صلاح و فلاح پاؤ گے اور دنیا و آخرت میں خوش رہو گے۔ ورنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کچھ نقصان نہیں۔ تمہاری شرارت اور سرکشی کا خمیازہ تم کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا فرض ادا کر کے عنداللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے اب آگے تم سے باز پرس ہوگی کہ قبول کیا یا نہیں اور اطاعت اختیار کی یا نہیں؟

اطاعت کا کام ہے کس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اگر تم نے روگردانی نہ کی اور رسول کی اطاعت کر لی تو راہِ ہدایت پر جا لگو گے۔ بہر حال رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر احکام پہنچا دینا ہے (آگے تم سے باز پرس ہوگی کہ قبول کیا یا نہیں۔''

خلاصہ یہ کہ اخلاص کا ثبوت عمل سے ہوتا ہے محض زبانی اقرار عملی مخالفت کے ساتھ مومن ہونے کے لئے کافی نہیں۔ مومن کے لئے لازم ہے کہ فرائض الٰہیہ کو ادا کرے۔ سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے، گذشتہ گناہوں کے مواخذہ سے ڈرتا رہے اور آئندہ کے لئے نافرمانیوں اور گناہوں سے اجتناب کرے۔ ایسے لوگوں کے لئے اُخروی کامیابی اور بامراد ہونے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور علاوہ آخرت کی کامیابی کے ایسے لوگوں کو دنیوی انعامات بھی ملنے والے ہیں جیسا کہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

تم میں جولوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا اُن سے پہلے (اہل ہدایت)

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ

لوگوں کو حکومت دی تھی۔اور جس دین کو اُن کیلئے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام) اسکو اُن کیلئے قوت دیگا اور اُن کے اس خوف کے بعد اُس کو مبدل بامن کردے گا

بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدہ) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

اور (اے مسلمانو!) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسول کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر (کامل) رحم کیا جاوے۔(اے مخاطب)

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾

کافروں کی نسبت خیال مت کرنا کہ زمین میں (بھاگ کر ہم کو) ہرادیں گے اور (آخرت میں) اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَعَدَ اللّٰهُ اللہ نے وعدہ کیا | الَّذِيْنَ ان لوگوں سے | اٰمَنُوْا جو ایمان لائے | مِنْكُمْ تم میں سے | وَعَمِلُوا اور کام کئے | الصّٰلِحٰتِ نیک |
| لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ وہ ضرور انہیں خلافت دے گا | فِى الْاَرْضِ زمین میں | كَمَا جیسے | اسْتَخْلَفَ اس نے خلافت دی | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | |
| مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے | وَلَيُمَكِّنَنَّ اور ضرور قوت دے گا | لَهُمْ ان کیلئے | دِيْنَهُمُ ان کا دین | الَّذِى جو | ارْتَضٰى اس نے پسند کیا |
| لَهُمْ ان کیلئے | وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ اور البتہ ضرور بدل دیگا ان کیلئے | مِنْۢ بَعْدِ بعد | خَوْفِهِمْ انکا خوف | اَمْنًا امن | يَعْبُدُوْنَنِىْ وہ میری عبادت کرینگے |
| لَا يُشْرِكُوْنَ وہ شریک نہ کریں گے | بِىْ میرا | شَيْــًٔا کوئی شے | وَمَنْ اور جس | كَفَرَ ناشکری | بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد |
| فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ پس وہی لوگ | الْفٰسِقُوْنَ نافرمان | وَاَقِيْمُوا اور تم قائم کرو | الصَّلٰوةَ نماز | وَاٰتُوا اور ادا کرو تم | الزَّكٰوةَ زکوٰۃ |
| وَاَطِيْعُوا اور اطاعت کرو | الرَّسُوْلَ رسول | لَعَلَّكُمْ تاکہ تم پر | تُرْحَمُوْنَ رحم کیا جائے | لَا تَحْسَبَنَّ ہرگز گمان نہ کریں | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر) |
| مُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے ہیں | فِى الْاَرْضِ زمین میں | وَمَاْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانہ | النَّارُ دوزخ | وَلَبِئْسَ اور البتہ برا | الْمَصِيْرُ ٹھکانہ |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں مخلص مومنین کا حال بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو بلا پس و پیش بسر و چشم کہہ کر حاضر ہوجاتے ہیں ایسے ہی مومنین کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ پھر اوپر بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں وہی بامراد اور پورے کامیاب ہوں گے جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانیں گے۔دل میں ہر وقت اللہ کا خوف رکھیں گے اور اس کے احکام کی مخالفت سے بچیں گے۔ پھر یہ بھی کھلی ہوئی نصیحت اور ہدایت فرمادی گئی تھی کہ پیغمبر علیہ السلام کا جو کام تھا یعنی تبلیغ دین وہ پورا فرما چکے اب یہ تمہارا کام ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے پیغام کو سنو اور سمجھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ اگر تم اللہ کے رسول کا کہنا مانو گے اور ان کے احکام کی اتباع و پیروی کرو گے تو دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں

سرخرو اور بامراد ہو گے۔ کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور سارے مقاصد حاصل کرنے کا سیدھا راستہ تمہیں مل جائے گا۔

اب آگے ان آیات میں صاف بتلا دیا گیا کہ پیغمبر علیہ السلام کے فرمانبردار کو کیا کچھ اسی دنیا میں ملنے والا ہے۔ یہاں ضروری ہے کہ آپ اس وقت اور اس حالت کو ذہن میں رکھیں جب کہ ان آیات کا نزول تھا۔ تیرہ سال تک کفار مکہ کے مظالم خاموشی اور استقلال کے ساتھ سہتے سہتے مسلمان اللہ کے حکم سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے۔ مگر یہاں بھی شروع میں کافروں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور مطیع صحابہ کرام جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے اور انصار مدینہ جو ان کے مددگار اور ساتھی ہو گئے تھے۔ ابتداء میں ان سب حضرات کو بڑی مصیبتوں سے سابقہ پڑا۔ کفار مکہ کی دشمنی کے علاوہ خود یہود مدینہ مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ تمام جزیرۂ عرب بلکہ حدود شام کے رہنے والے عیسائی بھی دشمن ہو گئے۔ ان کے علاوہ ایک گروہ منافقوں کا پیدا ہو گیا جو ظاہر میں مسلمانوں سے ملے رہتے تھے مگر باطن میں دشمنوں کے ساتھی تھے۔ اہلِ اسلام کو ہر وقت دشمنوں کی یورش کا خطرہ رہتا تھا۔ شبانہ روز خوف کی حالت تھی۔ مسلمان ہر وقت ہتھیار بند رہتے تھے۔ اسی حالت میں ایک بار ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارے لئے ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا کہ ہتھیار کھول کر امن کے ساتھ رہیں اور اللہ کے سوا ہم کو کسی کا خوف نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی قدر اسی حالت پر صبر کرنا پڑے گا لیکن پھر ایسی حالت ہو جائے گی کہ تم امن کے ساتھ جلسوں میں چادریں اوڑھے بیٹھے رہو گے اور ہتھیار کا نام بھی نہ ہو گا۔ اس وقت میں ان آیات کا نزول ہوا جس میں ایک عظیم الشان پیشین گوئی فرمائی گئی اور صحابۂ کرام کو بشارات سنائی گئیں کہ آج یہ مخالفین سے لرزاں و ترساں ہیں لیکن عنقریب ان کو زمین کی حکومت اور سلطنت دی جائے گی۔ یہ پیغمبر علیہ السلام کے جانشین ہو کر دین حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس دین الٰہی کا سکہ بٹھا دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا۔ وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں گے اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہو گا۔ ان مقبول و معزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہو گی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہو گی صرف ایک خدا کے غلام ہوں گے۔ اسی سے ڈریں گے اسی سے امید رکھیں گے اسی پر بھروسہ کریں گے۔ اسی کی رضا میں ان کا جینا اور مرنا ہو گا۔ کسی دوسری ہستی کا خوف و ہراس ان کے پاس نہ پھٹکے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پروا کریں گے۔ الحمدللہ کہ حق تعالیٰ کا یہ وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھوں پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مکہ، خیبر، بحرین، جزیرۂ عرب اور یمن تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتح ہو گیا تھا۔ پھر جب آپ کی خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھالی تو جزیرۂ نما عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنایا۔ ایک لشکر جرار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا اور وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ شام کے ممالک کی طرف حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں اسلام کے جانبازوں کو روانہ فرمایا جہاں صلیبی نشان گرا کر اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ پھر مصر کی طرف مجاہدین کا ایک لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو تمام ملک شام، پورا علاقہ مصر اور اکثر ملک فارس کا آپ کی خلافت کے زمانہ میں فتح ہوا۔ سلطنتِ کسریٰ کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ گئے۔ قیصر کو فنا کر دیا۔ ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کئے ہوئے بے شمار خزانہ بندگانِ خدا پر خرچ کئے گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے تو مشرق و مغرب تک خدا کا دین پھیل جاتا ہے۔ مجاہدین کی تلواریں خدا کے دین کو دنیا کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ میں پہنچا دیتی ہیں، اُندلس، قبرص یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانہ میں فتح ہوئے، دوسری طرف مدائن، عراق، خراسان سب فتح ہو گئے۔ سلطنت خاقان خاک میں مل گئی۔ عالم میں سب

سے بڑا اقتدار اہل اسلام کا ہوگیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۳۰ سال بہت ہی قوت اور شوکت کے رہے۔ غرض کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ ان آیات میں فرمایا تھا کہ دنیا کی سلطنت وحکومت ان کو عطا فرمائے گا وہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں پورا ہوا۔ پھر حکومت عطا کرنے کا منشا بھی ظاہر فرمادیا کہ دنیوی سلطنت دینے کا اصل منشاء دین کو بلند اور مستحکم کرنا ہے۔ نہ کہ محض دنیا طلبی۔ یہی سبب ہے کہ جب مسلمانوں نے بھی حکومت اور سلطنت کی اصل غرض کو فراموش کردیا اور سلطنت کو صرف ظاہری برتری اور نام ونمود کا ذریعہ بنالیا اور دین کی حمایت اور اشاعت کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ نے ان سے ظاہری شوکت وجلال بھی چھین لیا کیونکہ اس وقت اہل حق کی سلطنت اور اہل باطل کی حکومت میں کوئی فرق نہ رہا اور امتیاز دینی فوت ہوگیا اس لئے آگے صاف فرمادیا گیا کہ اگر اس انعام باری تعالیٰ سے کسی نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور عطائے سلطنت کی اصل غرض کو فوت کردیا اور عدل کو چھوڑ کر ظلم کی طرف میلان کیا اور توحید وعبادت کے جذبہ کو پس پشت ڈال کر دنیوی کامرانی اور عیش پرستی کو مطمع نظر بنالیا اور اس طرح کفرانِ نعمت کیا تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔ حکم الٰہی سے سرتابی کرنے والے ہیں۔ ان سے نہ وعدۂ نصرت ہے نہ غلبہ وتسلط عطا کرنے یا قائم رکھنے کی صراحت ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب خلفائے راشدین کے بعد خلافت اسلامیہ کسریٰ اور ہرقل کے طریق پر چلنے لگی اور دنیاوی نام ونمود اور ظاہری بہبود کے جال میں پھنس گئی اور بیت المال رعایا کا نہ رہا بلکہ سلطنت کا خزانہ ہوگیا اور بادشاہ کا موروثی مال سمجھا جانے لگا اور فسق وفجور پھیل گیا تو مسلمانوں کے اقبال کے ستارہ کو گہن لگنا شروع ہوگیا۔ ترقی کے بجائے تنزل اور سعادت کے بجائے نحوست آگئی اور اصولِ قرآنی کی خلاف ورزی نے حکومت اسلامیہ کی جڑ کو گھن کی طرح کھانا شروع کردیا اور انجام کار یہ روز بد تک دیکھنا نصیب ہوا جو آج ہماری نظروں کے سامنے ہے کہ مسلمانوں کا قبلۂ اول یعنی بیت المقدس بھی کفار کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آیت میں اسی لئے حق تعالیٰ نے آگے ہدایت فرمادی کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ کے فرمانوں پر کاربند رہیں۔ خصوصاً نماز کی پابندی رکھیں، شرعی زکوٰۃ دیں اور ہر قول وعمل میں اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلیں تاکہ اللہ ان پر رحم فرمائے اور اپنی رحمت سے ان کو سرفراز کرے۔

چونکہ ان آیات کے نزول کے وقت عرب کی کفر پرستی اور شرک انگیزی کے علاوہ دنیا کی دوسری ممتاز سلطنتیں بھی کافر تھیں ایران، عراق، شام وروم میں بھی کافروں ہی کی حکومتیں تھیں۔ یہ تو بیرونی حالت تھی۔ خیبر، فدک اور مدینہ کے یہودی بغل گھونسہ بنے ہوئے تھے۔ منافق آستین کا سانپ تھے۔ اس صورت میں اقتضائے بشریت کے موافق مسلمانوں کو اپنے مذہب، جان، مال اور عزت آبرو کا خطرہ ہونا طبعی بات تھی اس لئے بطور تسلی کے فرمایا گیا کہ یہ تمام کفار خدا کو ہرا نہیں سکتے۔ یعنی کفار کی ظاہری طاقت، مال کی فراوانی، لشکر کی کثرت، جاہ وجلال کی سطوت کوئی چیز بھی خدا پر غالب نہیں آسکتی۔ مسلمانوں میں اگرچہ مادی قوت نہیں، ہتھیاروں اور فوجوں کی کثرت نہیں، ملک کی وسعت نہیں مگر خدائی طاقت ان کے ساتھ ہے جو تمام عالم پر غالب ہے۔ وہی کافروں پر مسلمانوں کو غالب کردے گا اور وہی ان کفار کی قوتوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دے گا اس لئے مسلمانوں کو خوف وہراس نہ کرنا چاہئے۔ یہ کافر ادھر ادھر بھاگ کر کہیں بھی اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے اور ان کا اصلی ٹھکانا تو جہنم میں مقرر ہو چکا ہے جو نہایت بری جگہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت وفرمانبرداری پر دین ودنیا کی کامیابی وکامرانی کی بشارت سنائی گئی۔ جس کے اولین مصداق صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ ان کے حق میں یہ بشارت بحمداللہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ اب جو عفت وعصمت اور آدابِ معاشرت کے احکام وہدایات کا سلسلہ ابتدائے سورۃ سے شروع ہوا تھا وہ پھر آگے جاری ہوتا ہے اور بعض خانگی احکام کی تلقین فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

اے ایمان والو تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے اُن کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ

(ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب (سونے لیٹنے کیلئے) دوپہر کو اپنے (بعض) کپڑے اُتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے)

صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ

نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردوں کے ہیں۔ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ اُن پر کچھ الزام ہے (کیونکہ) وہ بکثرت تمہارے پاس آتے رہتے ہیں

عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا

کوئی کسی کے پاس کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے۔اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے اور جس وقت

بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ

تم میں کے وہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو اُن کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیے جیسا کہ اُن سے اگلے (یعنی اُن سے بڑی عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

| يٰۤاَيُّهَا اے | الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے | لِيَسْتَاْذِنْكُمُ چاہیے کہ اجازت لیں تم سے | الَّذِيْنَ وہ جو کہ | مَلَكَتْ مالک ہوئے | | |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- | --- |
| اَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ غلام | وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو | لَمْ يَبْلُغُوا نہیں پہنچے | الْحُلُمَ احتلام۔شعور | مِنْكُمْ تم میں سے | ثَلٰثَ تین | |
| مَرّٰتٍ بار۔وقت | مِنْ قَبْلِ پہلے | صَلٰوةِ الْفَجْرِ نماز فجر | وَحِيْنَ اور جب | تَضَعُوْنَ اتار کر رکھ دیتے ہو | ثِيَابَكُمْ اپنے کپڑے | مِّنَ سے۔کو |
| الظَّهِيْرَةِ دوپہر | وَمِنْ بَعْدِ اور بعد | صَلٰوةِ الْعِشَآءِ نماز عشاء | ثَلٰثُ تین | عَوْرٰتٍ پردہ | لَّكُمْ تمہارے لئے | لَيْسَ عَلَيْكُمْ نہیں تم پر |
| وَلَا عَلَيْهِمْ اور نہ اُن پر | جُنَاحٌ کوئی گناہ | بَعْدَهُنَّ انکے بعد۔علاوہ | طَوّٰفُوْنَ پھیرا کرنیوالے | عَلَيْكُمْ تمہارے پاس | بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک) | |
| عَلٰى پر۔پاس | بَعْضٍ بعض (دوسرے) | كَذٰلِكَ اسی طرح | يُبَيِّنُ اللّٰهُ واضح کرتا ہے اللہ | لَكُمُ تمہارے لئے | الْاٰيٰتِ احکام | وَاللّٰهُ اور اللہ |
| عَلِيْمٌ جاننے والا | حَكِيْمٌ حکمت والا | وَاِذَا اور جب | بَلَغَ پہنچیں | الْاَطْفَالُ لڑکے | مِنْكُمُ تم میں سے | الْحُلُمَ (حد) شعور کو |
| فَلْيَسْتَاْذِنُوْا پس چاہیے کہ وہ اجازت لیں | كَمَا جیسے | اسْتَاْذَنَ اجازت لیتے تھے | الَّذِيْنَ وہ جو | مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے | | |
| كَذٰلِكَ اسی طرح | يُبَيِّنُ اللّٰهُ اللہ واضح کرتا ہے | لَكُمْ تمہارے لئے | اٰيٰتِهٖ اپنے احکام | وَاللّٰهُ اور اللہ | عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ جاننے والا، حکمت والا | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ میں شروع سورۃ سے چوتھے رکوع کے آخر تک متعدد احکام بیان فرمائے گئے تھے یعنی غیر شادی شدہ کے لئے زنا کی سزا۔ پھر زانیہ اور مشرکہ سے نکاح کی ممانعت۔ پھر پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا۔ پھر حکم لعان یعنی اپنی منکوحہ

بیبیوں کو زنا کی تہمت لگانے پر فیصلہ کا طریقہ اور حکم۔ پھر واقعۂ افک یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین نے جو تہمت کا طوفان اٹھایا تھا اس کی برأت کا بیان ہوا تھا۔ پھر اس سلسلہ میں منافقین کو وعید اور مومنین کو نصیحت فرمائی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد دوسرے کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت کا حکم۔ پھر مسلمان مردوں کو غیر محرم عورتوں کو نہ دیکھنے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم فرمایا گیا۔ اسی طرح مسلمان عورتوں کو غیر محرم مردوں کی طرف نہ دیکھنے کا حکم اور اپنی زینت کے حصوں کو غیر محرموں پر ظاہر نہ ہونے دینے کی ہدایت فرمائی گئی۔ پھر بے نکاحوں کو جو حقوق زوجیت ادا کر سکیں۔ ان کے نکاح کر دینے کی ترغیب۔ اسی طرح غلام اور باندیوں کو جن کا وجود اس وقت موجود تھا ان کے آپس میں نکاح کر دینے کی ہدایت دی گئی۔ پھر غلام اور باندیوں کے مکاتبت کا حکم بیان فرمایا گیا۔ پھر ایامِ جاہلیت کے اس دستور کی ممانعت فرمائی گئی کہ جو اپنی باندیوں اور لونڈیوں کو زنا پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اسی سلسلہ میں درمیان میں اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت اور مہتدین اور غیر مہتدین کے احوال کا ذکر فرمایا گیا اور مومنین، مخلصین کی صفات اور کفار کے اعمال کی مثالیں بیان فرمائی گئیں پھر اتباع ہدایت وضلالت پر بعضے وعدے وبشارت دینا اور آخرت کے متعلق مذکور ہوئے۔

اب پھر مزید سلسلہ احکام یہاں سے شروع ہوتے ہیں اور آدابِ خانہ داری اور تہذیب خانگی کے متعلق ایک مفید ترین قاعدے کی تعلیم ان آیات میں دی جاتی ہے۔ انسان کو اپنے رہنے کے لئے ایک علیحدہ گھر اور ٹھکانا چاہئے۔ عموماً اس کے ساتھ اس کی بیوی، بچے، خدمت گزار، جن کے اندر پہلے زمانہ میں لونڈی اور غلام بھی شامل ہوتے تھے۔ سب مل جل کر رہتے ہیں۔ ان آیات میں ایک گھر میں رہنے والوں کو رہنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ ہر وقت تو ایک گھر میں ملے جلے بغیر رہنا عام لوگوں کے لئے دشواری کا باعث ہے مگر تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں خلوت مطلوب ہوتی ہے اور ان اوقات میں آدمی دوسرے کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتا۔ فجر کی نماز سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اور دن میں دوپہر کو جس وقت آدمی زائد کپڑے اتار کر کچھ دیر آرام کرتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں جبکہ انسان بے فکری سے اپنے گھر میں نہ معلوم کس حالت میں ہو۔ گھر کے باندی اور غلام اور ایسے بچے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے اور جن سے عادتاً پردہ نہیں کیا جانا چاہے وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانہ۔ چپ چاپ بے اطلاع ان وقتوں میں گھر میں نہ گھس آئیں۔ ان خاص وقتوں کے علاوہ گھر کے باندی غلام اور چھوٹے بچے انہیں گھر میں آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ گھریلو ضروریات کے لئے ان کا آنا جانا گھر میں ضروری ہے اور بار بار کے آنے جانے میں ہر وقت کی اجازت طلبی میں دشواری ہے۔ مگر یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے۔ جس کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیت مذکورہ میں **الذین ملکت ایمانکم** جو آیا ہے جس کے معنی مملوک غلام اور لونڈی دونوں پر حاوی ہیں۔ ان میں مملوک غلام جو بالغ ہو وہ تو شرعاً اجنبی غیر محرم کے حکم میں ہے۔ اس کی آقا اور مالک عورت کو بھی اس سے پردہ کرنا واجب ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لئے یہاں اس لفظ مملوک سے لونڈیاں یا مملوک غلام جو بالغ نہ ہو وہ مراد ہے جو ہر وقت گھر میں آنے جانے کے عادی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اب اس حکم پر عمل چھوڑ رکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مال داری اور فراخی ہے۔ پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردہ لٹکا لیتے یا کشادہ گھر الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی، غلام بے

خبری میں چلے آتے جو گھر والوں پر شاق گزرتا۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی۔ گھر میں کمرے جدا گانہ بن گئے۔ دروازے باقاعدہ لگ گئے، دروازوں پر پردے پڑ گئے اور محفوظ ہوگئے اور لوگوں نے یوں سمجھ لیا کہ اس طرح حکم خدا کی مصلحت پوری ہوگئی اس لئے اجازت کی پابندی واجب نہ رہی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کردی۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق بعض مخصوص روایات بھی آئی ہیں۔ ایک واقعہ جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے نقل کیا ہے۔ اس طرح گزرا کہ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انصاری لڑکے کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ دوپہر کا وقت تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو رہے تھے۔ لڑکا گھر میں گھس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیدار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کپڑا کچھ بدن سے کھسک گیا تھا۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ کاش ان کے آنے جانے کی بابت بھی کوئی حکم خداوند تعالیٰ نازل فرما دیتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے تو آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنائی۔

شاید اس آیت کے سنانے کے لئے ہی طلب فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔ تو ان آیات میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے حکم دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

''اے ایمان والو! تمہارے پاس آنے کے لئے تمہارے مملوکوں یعنی غلام اور باندیوں کو اور تم میں جو حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے، ایک تو نماز صبح سے پہلے اور دوسرے جب سونے لیٹنے کے لئے دوپہر کو اپنے بعضے کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور تیسرے نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردہ کے وقت ہیں یعنی یہ اوقات چونکہ عادتاً اور غالباً تخلیہ اور استراحت کے ہیں ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں اس لئے اپنے مملوکین اور نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع اور اجازت لئے ہوئے تمہارے پاس نہ آیا کریں اور ان اوقات کے سوا نہ تو بلا اجازت آنے دینے میں اور منع نہ کرنے میں تم پر کوئی الزام ہے اور نہ بلا اجازت چلے آنے میں ان پر کچھ الزام ہے کیونکہ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تم سے اپنے صاف صاف احکام بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والے اور حکمت والے ہیں (پس سب مصالح اور حکمتوں پر اس کی نظر ہے اور احکام میں ان کی رعایت فرماتا ہے)''

اوپر نابالغ اور ایسے لڑکے جو سیانے نہ ہوئے ہوں ان کا حکم تھا کہ وہ مذکورہ تین وقتوں کے علاوہ باقی اوقات میں بلا اجازت لئے گھر میں آجاسکتے ہیں۔

آگے حکم بالغ لڑکے کا ہے کہ جب لڑکا حد بلوغ کو پہنچ جائے تو پھر اس کا حکم مردوں جیسا ہوگیا کہ جس طرح بڑوں پر اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہے ان پر بھی اجازت لینا نہ صرف ان تین اوقات میں بلکہ ہر وقت واجب ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ غیر مردوں اور اجنبیوں کا حکم تو پہلے ہی گذشتہ آیات میں آچکا تھا کہ دوسرے کے گھر میں داخل نہ ہوں تاوقتیکہ اجازت نہ لے لیں۔ اب رہے بچے جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے اور گھر کے باندی غلام، ان کے لئے تین اوقات میں اجازت لے کر اندر آنے کا حکم ہوا باقی اوقات میں اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہر وقت کے آنے جانے والے ہیں اور جب بچے بالغ ہوجائیں تو پھر ان کو بھی اسی طرح اندر آنے کی اجازت لینا چاہئے جیسے بڑے اور بالغ مردوں کو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔ اسی سلسلہ میں مزید احکامات اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح (میں آنے) کی کچھ اُمید نہ رہی ہو اُن کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے اُتار رکھیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں

غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾

اور (ہر چند کہ بڑی بوڑھیوں کو منہ کھولنے کی اجازت ہے لیکن اگر) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو اُن کیلئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سنتا ہے (سب کچھ) جانتا ہے۔

| وَالْقَوَاعِدُ اور خانہ نشین بوڑھی | مِنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے | الّٰتِیْ وہ جو | لَا یَرْجُوْنَ آرزو نہیں رکھتی ہیں | نِکَاحًا نکاح | فَلَیْسَ تو نہیں | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| عَلَیْهِنَّ ان پر | جُنَاحٌ کوئی گناہ | اَنْ یَّضَعْنَ کہ وہ اتار رکھیں | ثِیَابَهُنَّ اپنے کپڑے | غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ نہ ظاہر کرتے ہوئے | بِزِیْنَةٍ زینت کو | | |
| | وَاَنْ اور اگر | یَّسْتَعْفِفْنَ وہ بچیں | خَیْرٌ بہتر | لَّهُنَّ ان کیلئے | وَاللّٰهُ اور اللہ | سَمِیْعٌ سننے والا | عَلِیْمٌ جاننے والا |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ چوتھے رکوع میں یہ وجوبی حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے گزرا تھا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں یعنی جس طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہوا اس طرف نہ دیکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں بجز اپنے شوہروں اور محارم پر جیسے باپ بیٹے بھائی بہن وغیرہ تو یہ حکم عمومی تمام مسلمان عورتوں کے لئے تھا اس میں کوئی لفظ ایسا مذکور نہ تھا جس سے جوان یا بوڑھی ہونے کی تخصیص ہوسکتی۔ یہاں اس آیت میں بعض عورتوں کے لئے پردہ کے حکم میں بطور استثنا تخفیف فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ ایسی بوڑھی اور سن رسیدہ عورتیں جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی کوئی امید نہ رہی ہو اور مردوں کو ان کی طرف کوئی رغبت نہ رہی ہو تو ان کو جائز ہے کہ وہ گھر کے اندر یا باہر جاتے وقت اپنے زائد کپڑے یعنی اوپر کی چادر یا برقعہ وغیرہ اتار دیں بشرطیکہ اس سے بدن کی بناوٹ یا اپنے سنگار اور زیب و زینت کا دکھانا مقصود نہ ہو۔ تو یہ حکم جواز بھی اس وقت ہے جب کہ اظہار زینت بالکل مقصود نہ ہو۔ مگر اس حکم جواز کے ہوتے ہوئے بھی آگے یہ ترغیب دی جاتی ہے۔ وان یستعففن خیر لھن اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لئے بہتر ہے یعنی اگر ایسی بڑی بوڑھی عورتیں بھی پورا ہی پردہ رکھیں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام ان کے حق میں زیادہ اچھا ہوگا۔ آگے **واللہ سمیع علیم**۔ فرما کر یہ تنبیہ کردی کہ ظاہری انتظامات پردہ اور حجاب کے فتنہ کی روک تھام کے لئے ہیں۔ باقی پردہ کے اندر جو باتیں کی جاتی ہیں یا فتنے اٹھائے جاتے ہیں ان سب کو بھی خدا تعالیٰ خوب سنتا اور جانتا ہے۔ اسی کے موافق اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائے گا۔

اس آیت سے پردہ کی اہمیت صاف ظاہر ہے کہ جب بوڑھی عورتوں کو اتنی تاکید ہے تو جوانوں کو تو کہنا ہی کیا۔ یہاں آیت میں بڑی بوڑھی عورتوں کے متعلق جو یہ فرمایا گیا: ان یضعن ثیابھن وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے کپڑے اتارے جائیں اور کون سے نہ اتارے جائیں۔ تو اس کے متعلق تمام مفسرین و محققین کا بالاتفاق قول ہے کہ یہاں اوپر کی چادر دلائی وغیرہ کا اتارنا مراد ہے۔ پھر یہ جواز بھی اس وقت ہے جب اظہار زینت مقصود نہ ہو۔ کیونکہ زینت کا اظہار تو غیر مرد کے سامنے جائز ہی نہیں۔ عورتوں نے جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیور اور کپڑے کا حکم پوچھا تو آپ نے فرمایا: عورتو! اللہ نے تمہارے واسطے زینت حلال کردی ہے بشرطیکہ غیر محرم اس کو تم سے نہ دیکھے۔ تو قرآن وحدیث کا جو منشا عورتوں کے پردہ کے متعلق ہے وہ علاوہ

دوسری آیات کے اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ سن رسیدہ اور بوڑھی عورتوں کو جو پردہ میں تخفیف کا جواز ہے وہ دو شرطوں کے ساتھ ہے ایک تو یہ کہ وہ ایسے سن کو پہنچ گئی ہوں کہ حدِ نکاح سے گزر چکی ہوں۔ یعنی اب بالکل محل رغبت نہ رہیں اور ان کے بے پردگی سے احتمال فتنہ کا باقی نہ رہے اور دوسری شرط یہ فرمائی کہ ان کو قدرتی یا مصنوعی زینت وسنگار کے موقعوں کو غیر مردوں اور نامحرموں کو دکھلانا مقصود نہ ہو۔ پھر ان دو شرطوں کے ساتھ بھی فرمایا گیا کہ حجاب کی جو پابندیاں بوڑھیوں پر واجب نہیں بہتر وہ بھی ان کے حق میں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جوان یا ادھیڑ عمر کی عورتوں کو اپنے جسم کے اخفا میں کتنا اہتمام چاہئے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اب یہ قرآنی احکام وہدایات غریب غربا کے لئے یا کسی مخصوص طبقہ کے لئے ہوں تو ہوں ورنہ رؤساء اور امراء الا ماشاء اللہ حجاب اور ستر کی ان پابندیوں کو ''دقیانوسی خیالات'' کا ٹائٹل دے کر نہ صرف خیرباد کہہ چکے ہیں بلکہ اسلامی اور شرعی پردہ کو بزعم خود اپنی نام نہاد ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور روڑا سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جب قرآنی احکام کے ساتھ ہمارا یہ معاملہ ہو تو اس کا جو انجام دنیا میں دیکھ رہے ہیں وہ تو آنکھوں کے سامنے ہے اور آخرت میں جو معاملہ ہوگا۔ وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

الغرض یہاں پردہ کے متعلق احکام و مسائل بیان ہوئے آگے معاشرت کے بعض احکام بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اے اللہ! آپ نے ہم کو قرآن اور اسلام جیسی نعمتوں سے نوازا مگر ہم نے ان نعمتوں کا حق ادا نہ کیا۔

اے اللہ ہم نے قرآنی احکام کو خیرباد کہہ کر جو ظلم اپنی جانوں پر کیا ہے اس کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور آئندہ کے لئے ہم کو قرآنی ہدایات کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور قرآن پاک کے ہر چھوٹے بڑے حکم پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم اس بھٹکی ہوئی امت مسلمہ کے ہر فرد کو نصیب فرمادے۔ بے پردگی کی اس وقت جو عام وبا پھیل رہی ہے اے اللہ اس کے فتنہ اور وبال سے ہم کو اور ہماری عورتوں کو محفوظ فرمادے اے اللہ! آپ کے یہ قرآنی احکام جو رئیس وغریب اور چھوٹے و بڑے سب کے لئے ہیں، ہمارے حکام اور صاحب اقتدار وحکومت کے دلوں میں بھی اتار دے۔ اور اس ملک میں قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں ظاہر فرمادے۔

اے اللہ! جو بے دینی کے فتنے وبا کی طرح اس ملک اور امت مسلمہ میں پھیل گئے ہیں ان کے مٹنے اور ختم ہو جانے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

نہ تو اندھے آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے اس بات میں

أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ

کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھالو یا اپنے باپ کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے

أَخَوٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ

اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جنکی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں

مَّفَاتِحَهٗٓ أَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوْا جَمِيْعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۭ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا

یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ)۔ پھر (یہ بھی معلوم رکھو کہ) جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو

عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾

(جو کہ) دُعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر ہے برکت والی عمدہ چیز ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لَيْسَ نہیں | عَلَى الْأَعْمٰى نابینا پر | حَرَجٌ کوئی گناہ | وَلَا اور نہ | عَلَى الْأَعْرَجِ لنگڑے پر | حَرَجٌ کوئی گناہ | وَلَا اور نہ | عَلَى الْمَرِيْضِ بیمار پر |
| حَرَجٌ کوئی گناہ | وَلَا اور نہ | عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ خود تم پر | أَنْ تَأْكُلُوْا کہ تم کھاؤ | مِنْ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں سے | أَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ یا اپنے باپوں کے گھروں سے | | |
| أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهٰتِكُمْ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے | أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے | أَوْ بُيُوْتِ أَخَوٰتِكُمْ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے | | | | | |
| أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ یا اپنے تائے چچاؤں کے گھروں سے | أَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے | أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ یا اپنے خالو، ماموؤں کے گھروں سے | | | | | |
| أَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے | أَوْ یا | مَا مَلَكْتُمْ جس گھر کی تمہارے قبضہ میں ہوں | مَفَاتِحَهٗ اسکی کنجیاں | | | | |
| أَوْ صَدِيْقِكُمْ یا اپنے دوست (کے گھر سے) | لَيْسَ نہیں | عَلَيْكُمْ تم پر | جُنَاحٌ کوئی گناہ | أَنْ کہ | تَأْكُلُوْا تم کھاؤ | جَمِيْعًا اکٹھے مل کر | أَوْ یا |
| أَشْتَاتًا جدا جدا | فَإِذَا پھر جب | دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا تم داخل ہو گھروں میں | فَسَلِّمُوْا تو سلام کرو | عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ اپنے لوگوں کو | تَحِيَّةً دعائے خیر | مِنْ سے | |
| عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے ہاں | مُبٰرَكَةً بابرکت | طَيِّبَةً پاکیزہ | كَذٰلِكَ اسی طرح | يُبَيِّنُ اللّٰهُ اللہ واضح کرتا ہے | لَكُمُ تمہارے لئے | الْاٰيٰتِ احکام | لَعَلَّكُمْ تاکہ تم، تَعْقِلُوْنَ سمجھو |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں سن رسیدہ اور بوڑھی عورتوں کے متعلق بعض احکام و مسائل بیان ہوئے تھے۔ اب معاشرت کے بعض احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔

ایام جاہلیت میں عرب میں کھانے پینے کے متعلق مختلف دستور رائج تھے بعض قبیلے کی تہذیب یہ تھی کہ ہر ایک الگ الگ کھانا لے کر بیٹھے اور کھائے وہ مل کر ایک ہی جگہ کھانا برا سمجھتے تھے جیسا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ہاں اب بھی الگ الگ کھانے کا دستور ہے۔ بعض قبیلہ اس کے برعکس تنہا کھانے کو برا جانتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی ساتھ کھانے والا نہ ملتا تو فاقہ کر جاتے تھے۔ اہل مدینہ میں پہلے کھانے پینے کے بارہ میں بہت بے تکلفی تھی کہ میں نے تمہارے گھر کھالیا۔ تم نے میرے گھر کھالیا بلکہ کبھی محتاج غریبوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے اور کسی عزیز

قریب یا دوست کے گھر اس کو بھی کھلا دیتے۔ چونکہ اس بے تکلفی میں افراط زیادہ ہو گیا تھا اس لئے مستحقین پر اکثر نوبت ظلم اور حقوق کے اتلاف کی آنے لگی تھی کہ گھر والے اکثر گھاٹے میں رہ جاتے۔ چنانچہ اسلام میں اس کی روک تھام کے لئے پانچویں پارہ سورۂ نسآ کی آیت یآایھا الذین امنو الا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (یعنی اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق اور ناجائز طور پر مت کھاؤ نازل ہوئی تو قرآن اور اسلامی تعلیمات نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذہنیت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا اس وجہ سے وہ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے معاملہ میں بہت ہی مبالغہ کے ساتھ احتیاط فرمانے لگے اور دوسروں کے ہاں جہاں یقینی طور پر ان کی رضامندی معلوم تھی کھانے پینے سے پرہیز کرنے لگے۔ اس طرح ساتھ میں اندھوں، لنگڑوں، بیماروں اور معذوروں کا لے جانا تو بالکل ہی رک گیا، پھر اندھے، لنگڑے اور بیمار کسی کے ساتھ ناخواندہ مہمان کی صورت میں جا کر اس کے کسی عزیز یا دوست کے گھر کھانا کھانے کو خلاف دیانت سمجھنے لگے۔ تو اس شدت احتیاط کو توڑنے اور اعتدال قائم کرنے۔ نیز قدیم زمانہ کے بعض اہل عرب کے دستور کی اصلاح کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں بعض گھروں کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے جہاں خود کھا لینے یا اپنے ساتھ معذورین کو کھلا دینے میں جب کہ صاحب خانہ کی اجازت و رضا کا یقین ہو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس رسم کو مٹا دیا گیا کہ اگرچہ بھوکے ہوتے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے اور سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن اگر دوسرے کھانے والے موجود ہوں تو لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو گے۔ جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔

یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ گھروں میں جب بھی داخل ہو خواہ وہ اپنا گھر ہو یا غیر کا تو سلام کر کے جاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ جب تم گھروں میں جاؤ تو خدا کا سکھایا ہوا با برکت سلام کہا کرو میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔ حضرت عطا سے پوچھا گیا کہ کیا یہ سلام کرنا واجب ہے۔ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا کوئی قائل ہو لیکن ہاں مجھے یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب بھی گھر میں جاؤ سلام کر کے جاؤ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا ہاں یہ اور بات ہے کہ کبھی بھول جاؤں۔ حتیٰ کہ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ جب ایسے گھر میں جاؤ جو غیر آباد ہو اور جہاں کوئی اندر موجود نہ ہو تو اس وقت بھی سلام کیا جائے مگر اس طرح کہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین تو ایسے سلام کا جواب خدا کے فرشتے دیتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ اے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامل وضو کرو۔ تمہاری عمر بڑھے گی۔ میرا امتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی۔ گھر میں سلام کر کے جایا کرو، گھر کی خیریت بڑھے گی۔ ضحیٰ کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ جو خدا والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا۔ صلوٰۃ الضحیٰ سے مراد اشراق یا چاشت ہے۔ اے انس! چھوٹوں پر رحم کرو۔ بڑوں کی عزت اور توقیر کرو۔ تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آیت کے اخیر میں بتایا گیا:-

''اس طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ

تم سمجھو اور عمل کرو۔"

یعنی یہ احکام مجالست و معاشرت جو تعلیم فرمائے گئے ان کے سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے اس میں بہت فضائل و برکات ہیں یہ میل محبت اور انس بڑھانے والی تعلیم ہے۔ یہ تہذیب و شائستگی کی تلقین ہے۔ یہ قومی نظم کو درست رکھنے کی ہدایت ہے۔ یہ باہمی تعاون و تناصر کا ذریعہ ہے۔ یہ دعائے رحمت ہے۔ طلب برکت ہے۔ اور یہ تعلیم باہمی منافرت اور مخالفت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دینے والی ہے۔ اب یہیں سے اس کی ضد بھی سمجھ لیجئے کہ جب ہم ربانی احکامات اور آسمانی ہدایات اور قرآنی تعلیمات کو چھوڑ دیں گے اور ان سے منہ موڑ لیں گے تو ظاہر ہے کہ بجائے آپس کے اُنس و محبت کے باہمی منافرت و مخالفت آئے گی۔ معاشرہ میں طرح طرح کے مفاسد و فتنہ پیدا ہوں گے۔ بدکرداری اور بدعملی بڑھے گی اور قوم و ملک گھروں اور خاندانوں میں بجائے خیر و برکت و رحمت کے طرح طرح کے مصائب، بلیات و پریشانیاں نازل ہوں گی۔

آج قوم و ملک کی بدحالی کو دور کرنے کا ہر ذریعہ ہمارے صاحب اقتدار حکومت اور دردمندانِ قوم و ملک کی سمجھ میں آتا ہے مگر نہیں آتا تو قرآنی ہدایات نافذ کر کے رحمت و برکت حاصل کرنے کا نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں۔

الغرض شروع سورت سے یہاں تک متعدد احکام اوامر و نواہی بیان کئے گئے اب آگے خاتمۂ سورت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ جس پر دین و دنیا کی تمام سعادتوں کا انحصار ہے اور اطاعت کرنے والے مومنین کی مدح اور اطاعت سے جان چرانے والے منافقین کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قرآن کریم کے ادب و احترام کے ساتھ اس کا اتباع بھی نصیب فرمائیں اور جملہ قرآنی ہدایات و تعلیمات پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اے اللہ! اس امت مسلمہ نے جس چیز سے اس کو ہدایت و عظمت اور برتری حاصل ہوئی تھی یعنی قرآن و سنت اسی سے اب کنارہ کش ہو کر طرح طرح کی گمراہیوں اور نافرمانیوں کا شکار ہوگئی ہے۔

اے اللہ! اس امت کی اصلاح کی پھر غیب سے صورتیں ظاہر فرما دے اور پھر ہم کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد کر لینے کا عزم و جذبہ عطا فرما دے ہم کو قرآن کی تلاوت کے ساتھ اس کے احکام کا پابند بنا دے اور ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کے ساتھ ان کا اتباع اور فرمانبردار امتی بننا نصیب فرما دے۔ اٰمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسولؐ کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کیلئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے

حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ

جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے۔ (اے پیغمبر) جو لوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

تو جب یہ (اہل ایمان لوگ) ایسے مواقع پر اپنے کسی (ضروری) کام کیلئے آپ سے (جانیکی) اجازت طلب کریں تو اُن میں سے جسکے لئے آپ چاہیں اجازت دے دیا کریں اور آپ اُن کیلئے

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے تم لوگ رسولؐ کے بُلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بُلا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے

يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ

جو (دوسرے کی) آڑ میں تم میں سے (مجلس نبویؐ سے) کھسک جاتے ہیں۔ سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ اُن پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آپڑے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ

یا اُن پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل (نہ) ہو جائے۔ یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے سب خدا ہی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو

إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾

اور اس دن کو جس میں سب اُس کے پاس (زندہ کر کے) لائے جائیں گے پھر وہ سب کو جتلا دیگا جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

| إِنَّمَا اس کے سوا نہیں | الْمُؤْمِنُونَ مومن | الَّذِينَ آمَنُوا جو ایمان لائے (یقین کیا) | بِاللَّهِ اللہ پر | وَرَسُولِهِ اور اس کے رسول پر | وَإِذَا اور جب | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| كَانُوا وہ ہوتے ہیں | مَعَهُ اسکے ساتھ | عَلَىٰ پر ۔ ہیں | أَمْرٍ جَامِعٍ جمع ہونے کا کام | لَمْ يَذْهَبُوا وہ نہیں جاتے | حَتَّىٰ جب تک | |
| يَسْتَأْذِنُوهُ وہ اس سے اجازت لیں | إِنَّ بیشک | الَّذِينَ جو لوگ | يَسْتَأْذِنُونَكَ اجازت مانگتے ہیں آپؐ سے | أُولَٰئِكَ یہی لوگ | | |
| الَّذِينَ وہ جو | يُؤْمِنُونَ ایمان لاتے ہیں | بِاللَّهِ اللہ پر | وَرَسُولِهِ اور اس کے رسول پر | فَإِذَا پس جب | اسْتَأْذَنُوكَ وہ تم سے اجازت مانگیں | |
| لِبَعْضِ کسی کیلئے | شَأْنِهِمْ اپنے کام | فَأْذَن تو اجازت دیدیں | لِمَن جس کو | شِئْتَ آپ چاہیں | مِنْهُمْ ان میں سے | وَاسْتَغْفِرْ اور بخشش مانگیں |
| لَهُمُ اللَّهَ ان کیلئے اللہ | إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ | غَفُورٌ بخشنے والا | رَّحِيمٌ نہایت مہربان | لَا تَجْعَلُوا تم نہ بنالو | دُعَاءَ بُلانا | الرَّسُولِ رسول کو |
| بَيْنَكُمْ اپنے درمیان | كَدُعَاءِ جیسے بلانا | بَعْضِكُم اپنے بعض ایک | بَعْضًا بعض (دوسرے) کو | قَدْ يَعْلَمُ تحقیق جانتا ہے | اللَّهُ اللہ | الَّذِينَ جو لوگ |
| يَتَسَلَّلُونَ چپکے سے کھسک جاتے ہیں | مِنكُمْ تم میں سے | لِوَاذًا نظر بچاکر | فَلْيَحْذَرِ پس چاہیے کہ وہ ڈریں | الَّذِينَ جو لوگ | يُخَالِفُونَ خلاف کرتے ہیں | |
| عَنْ أَمْرِهِ اس کے حکم سے | أَن کہ | تُصِيبَهُمْ پہنچے ان پر | فِتْنَةٌ کوئی آفت | أَوْ يُصِيبَهُمْ یا پہنچے ان کو | عَذَابٌ عذاب | أَلِيمٌ دردناک |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ یاد رکھو بیشک اللہ کیلئے | مَا جو | فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | وَالْاَرْضِ اور زمین | قَدْ يَعْلَمُ تحقیق وہ جانتا ہے | مَآ جو۔جس | اَنْتُمْ تم |
| عَلَيْهِ اس پر | وَيَوْمَ اور جس دن | يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے | اِلَيْهِ اس کی طرف | فَيُنَبِّئُهُمْ پھر وہ انہیں بتائے گا | بِمَا اس سے |
| عَمِلُوْا انہوں نے کیا | وَاللّٰهُ اور اللہ | بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو | عَلِيْمٌ جاننے والا | | |

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ نور کا آخری رکوع ہے ان آیات پر یہ سورۃ ختم فرمائی جاتی ہے۔ شروع سورۃ سے بہت سے اوامر ونواہی یعنی بعض کرنیوالے احکام اور بعض نہ کرنیوالے احکام ارشاد فرمائے گئے۔

اب خاتمۂ سورۃ میں ایک حکم خاص اس وقت کے مناسب ارشاد فرمایا جاتا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس پر انحصار ہے جمیع سعادات دنیویہ واُخرویہ، ظاہرہ وباطنہ کا۔ ساتھ ہی اللہ ورسول کے احکام کی مخالفت کی ممانعت مع وعید کے بیان فرمادی گئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کے سبب نزول دو امر ہیں ایک یہ کہ غزوۂ احزاب میں جب مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تو مسلمان نہایت جفاکشی ومحنت سے خندق کھودنے میں مشغول تھے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کام میں شریک تھے۔ اگر خندق کھودنے کے دوران کسی مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آجاتی یا مدینہ جانے کا کوئی کام لگتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے اور کام پورا کرنے کے بعد واپس آجاتے۔ دوسرے یہ کہ منافقین جو مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے اور بظاہر اسلام کے دعویدار تھے اول تو کام سے جی چراتے اور خندق کھودتے کسمساتے تھے اور جب کسی مسلمان کو جاتا ہوا دیکھتے تو اس کی آڑ میں لگے لگے خود بھی بے اطلاع کھسک جاتے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جس میں مومنوں کی مدح فرمائی گئی اور ضمناً منافقوں کی مذمت بھی ہے۔ اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں ایک گروہ ایسا بھی رہا ہے کہ جو محض دنیا کو دکھانے کے لئے زبانوں سے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور مسلمانوں کے گروہ میں ملے جلے رہتے ہیں لیکن واقع میں ان کے دل منکر ہوتے ہیں اور ان کے ضمیر اسلامی عقائد وتعلیم کو دل سے تسلیم نہیں کرتے مگر مصلحت وقتی ان کو ظاہری مسلمان بننے پر مجبور کرتی ہے۔ اور ان کے مسلمان بننے سے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ یا تو ان کے پیش نظر کوئی دنیوی لالچ ہوتا ہے یا مسلمانوں میں اپنا وقار پیدا کرنا غرض ہوتا ہے۔ یا کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے اندرونی احوال کی جستجو مقصود ہوتی ہے۔ یا مسلمانوں کے اندر پھوٹ پیدا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ یا اسی قسم کا کوئی مقصد ہوتا ہے جس کو وہ مسلمان بن کر پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گروہ منافقوں کا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی ایسے لوگ تھے اور اس زمانہ میں بھی ہیں اور ہر دور میں ہوتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں پہلے حقیقی مسلمان کی شناخت اور علامت ظاہر فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ یہاں ایمان کے معنی اور اس کی حقیقت کو مختصراً عرض کردیا جائے تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے کی حقیقت معلوم ہوجائے۔ ''ایمان'' کے اصل معنی کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک کے حدود سے بالا ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم وہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں آپ کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں۔ تو اس طرح شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیب سے ہوتا ہے جن کا ہم احساس اور ادراک نہیں کرسکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے احکام کی آمد بذریعہ وحی، قیامت، حشر ونشر، جنت ودوزخ وغیرہ وغیرہ اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں ان سب کو آپ کی صداقت، دیانت اور امانت کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ایمان ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قسم کی کسی ایک بات کو نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی

اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مقدسہ میں براہ راست آپ کی زبان سے آپ کی ہدایات اور تعلیمات سنیں ان کے لئے تو آپ کی ہر اس بات کی تصدیق شرط ایمان تھی جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سامنے اللہ کی طرف سے بیان کیں اگر وہ آپ کی ایک بات کا بھی انکار کریں گے تو مومن نہ رہیں گے۔ لیکن جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں بظاہر نہ رہے تو ان باتوں کی تصدیق کرنا شرط ایمان ہے، جن کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے یقینی اور قطعی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ دین کی ایسی تعلیمات کو شرعی اصطلاح میں ضروریات دین کہتے ہیں جن سب پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کا بھی کوئی انکار کرے تو مومن نہیں رہے گا اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اسلام سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔ پس آدمی کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ان چیزوں اور حقیقتوں کو جو اللہ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی طرف سے لائے تصدیق کی جائے اور ان کو حق مان کر قبول کیا جائے۔ بخاری شریف کی ایک روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنہ میں لکھا ہے کہ حدیث مذکور میں سوال سب سے افضل عمل کی بابت ہے اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو افضل اعمال فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان محض علم اور جاننے کا نام نہیں بلکہ عمل کا نام ہے۔ وہ انسان کے باطن کے اختیاری انقیاد کا نام ہے اور احکام اسلامیہ کی پابندی اس انقیاد باطن کی دلیل ہوتی ہے پس ایمان کامل یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع بن جائے۔ اسی لئے محدثین کہتے ہیں کہ ایمان قول وعمل کے مجموعہ کا نام ہے۔

الغرض ان آیات کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ کامل مومن وہی لوگ ہیں جن کا ایمان اللہ اور اس کے رسول پر ہو۔ اور اگر کوئی ایسا امر مسلمانوں کے سامنے ہو جس میں سب کا اجتماع ضروری ہو تو وہ جمع ہو جائیں جیسے غزوۂ احزاب میں خندق کا کھودنا اور بغیر اجازت لئے کوئی غیر حاضر نہ ہو۔ اجازت لے کر اپنے کسی دوسرے کام کو جانا ایمان کی علامت ہے لیکن طلب اجازت کے بعد بھی یہ ضروری نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجازت دیدیں بلکہ اجازت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے۔ مناسب سمجھیں تو اجازت عطا کریں نہ مناسب سمجھیں نہ دیں۔ علماء نے یہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو اپنا قائم مقام کر دیا ہو۔ یا شرعی شروط کے ساتھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہو اس کے حکم سے سرتابی کرنی بھی ویسی ہی حرام ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گویا شرعی امیر کا حکم ماننا فرض ہے اور جب تک امیر اجازت نہ دے مجمع کو چھوڑنا کسی ضرورت سے بھی جائز نہیں خواہ وہ ضرورت دینی ہو یا دنیوی۔ دینی ضرورت کی ایک مثال یہ ہے کہ جنگ تبوک کو جاتے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمرہ کرنے کی ضرورت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آپ عمرہ کرنے مکہ کی طرف چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کے وقت فرمایا بھائی ہم کو اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولنا۔ الغرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کر کے آ گئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔ تو ایسی دینی ضرورت بھی اجازت کی محتاج ہے اور اگر کوئی دنیوی ضرورت ہو مثلاً کوئی خانگی کاروبار ہو یا گھر والوں کی مجبوری یا حوائج بشریہ کو پوری کرنے کی احتیاج بہرحال ایسی ضروریات دنیوی کو بھی پورا کرنے کے لئے اور مجمع سے علیحدہ ہونے کے لئے حصولِ اجازت کی ضرورت ہے۔ تاہم اجازت لے کر بھی کسی دنیوی کام کے لئے جانا بظاہر مناسب نہیں۔ کیونکہ اس وقت دنیوی کام کو دینی کام پر ترجیح دینا لازم آتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ اجازت دے کر بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے۔ اس موقع پر ایسے صاحبان کے لئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار یعنی مغفرت کی دعا کرنے کی وجہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ لکھی ہے کہ۔

''یہ اجازت لینا گو کسی قوی عذر کی وجہ سے ہو لیکن تاہم اس میں دنیا کی تقدیم دین پر تو لازم آئی اور اس میں ایک نقص کا شائبہ ہے اس کی تلافی کے لئے استغفار کا امر ہوا۔ پس استغفار جیسے تلافی ذنوب کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح تلافی نقص کے لئے بھی مفید ہے۔ نیز ممکن ہے کہ وہ عذر واقع میں قوی نہ ہو اور اس کے قوی سمجھنے میں اجازت لینے والے سے خطائے اجتہادی ہوئی ہو اور وہ خطا ایسی ہو کہ تامل اور غور وخوض سے رفع ہو سکتی تھی مگر غور وخوض اور تامل نہ کیا۔ یہ ترک تامل باوجود قدرت کے ایک خفیف سا امر مکروہ ہے اور امر مکروہ ممنوع ہوتا ہے اور ممنوعات سے استغفار ظاہر ہے۔ بہر حال چونکہ اجازت لینے والوں کی نیت اچھی تھی اس لئے ایسے حقائق پر مواخذہ نہیں فرمایا کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ (بیان القرآن)''

آگے ارشاد فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جس کام کے لئے بلائیں اور کسی خدمت پر مامور کریں تو امر رسول کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے اور کسی کام کا حکم دیتا ہے کہ دل چاہا تو چلے گئے اور وہ کام کر لیا اور نہ دل چاہا تو نہ گئے نہ وہ کام کیا۔ حکم رسول کی اطاعت واجب ہے۔ پھر نافرمان منافقوں کو دھمکی دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے اگر بچ بھی نکلے تو خدا کے علم سے بچنا تو ممکن نہیں۔ چپکے سے سرک کر نکل جانے والوں کو خدا خوب جانتا ہے۔ امر رسول کی مخالفت کرنے والوں اور حکم نہ ماننے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں دردناک عذاب اس مخالفت کی وبال میں نہ آجائے اور کوئی غیبی تباہی نہ آپڑے۔ یہاں آیت میں فتنہ اور عذاب الیم کے لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ فتنہ سے مراد مفسرین نے دنیوی عذاب جیسے بیماری، قحط، تنگدستی، ناگہانی موت۔ دشمنوں کی دراز دستی، زلزلہ، طوفان بادوباراں، آپس کے تفرقہ، خانہ جنگیاں وغیرہ وغیرہ لئے ہیں اور بعض حضرات مفسرین نے فتنہ کا مطلب ''ظالموں'' کا تسلط لیا ہے یعنی اگر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو ان پر جابر و ظالم حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے اور عذاب الیم سے مراد ہے آخرت کا عذاب تو یہاں یہ وعید اور دھمکی سنائی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ورزی کی پاداش میں دونوں جہان برباد ہوں۔ خاتمہ پر اخیر میں یہ واضح فرمادیا گیا کہ تمام عالم خدا کے قبضہ میں ہے۔ وہ مختار مطلق ہے۔ ہر طرح سے عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے پھر آخرت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہی ہے اور اللہ ہر شے سے خوب واقف ہی ہے۔ قیامت کے دن سب کیا کرایا سامنے آجائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اطاعت وتعظیم وتکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا۔ امر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خلاف ورزی کی ممانعت فرمائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے پر اور حکم نہ ماننے والوں کو ڈرایا گیا اور دھمکی دی گئی کہ کہیں ان پر کوئی غیبی تباہی اور دنیوی عذاب نہ آپڑے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دنیا وآخرت میں برباد ہو جاویں۔ اب بتائیے کہ حق تعالیٰ کی اس سے زیادہ مؤثر تنبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وتعلیمات وہدایات کی مخالفت کرنے والوں کو یا نافرمانی کرنے والوں کو اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج ہماری اکثریت کا یہ عالم ہے اور بے حسی اور بددینی کا زہر اتنا اثر کر چکا ہے کہ نہ حق تعالیٰ کی قرآنی تنبیہات کا ہم اثر لیتے ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فہمائشات کارگر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مردہ دلوں کو نور حق سے پھر زندہ فرمادے اور ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی عزت وعظمت پیدا فرمادے۔ آمین۔

الحمد للہ کہ اس درس پر سورۂ نور کا بیان پورا ہو گیا۔ جس میں نو رکوع تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے بندۂ خاص (محمدؐ) پر نازل فرمائی تا کہ وہ (بندہ) تمام جہان والوں کیلئے ڈرانے والا ہو۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

ایسی ذات جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اُس نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝۲

پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| تَبٰرَكَ بڑی برکت والا | الَّذِيْ وہ جو۔جس | نَزَّلَ الْفُرْقَانَ نازل کیا فرق کرنیوالی کتاب (قرآن) | عَلٰى عَبْدِهٖ اپنے بندہ پر | لِيَكُوْنَ تا کہ وہ ہو | |
| لِلْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کیلئے | نَذِيْرًا ڈرانے والا | الَّذِيْ لَهٗ وہ جس کیلئے | مُلْكُ بادشاہت | السَّمٰوٰتِ آسمانوں | وَالْاَرْضِ اور زمین |
| وَلَمْ يَتَّخِذْ اور اس نے نہیں بنایا | وَلَدًا کوئی بیٹا | وَلَمْ يَكُنْ اور نہیں ہے | لَهٗ اس کا | شَرِيْكٌ کوئی شریک | فِي الْمُلْكِ سلطنت میں |
| | وَخَلَقَ اور اس نے پیدا کیا | كُلَّ شَيْءٍ ہر شے | فَقَدَّرَهٗ پھر اس کا اندازہ ٹھہرایا | تَقْدِيْرًا ایک اندازہ | |

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب اٹھارویں پارہ کی سورۃ الفرقان کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی صرف دو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تفسیر وتشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام، زمانہ نزول، وجہ تسمیہ، موضوع ومباحث، تعداد آیات، رکوعات وکلمات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں یہاں پہلی ہی آیت تبرک الذی نزل الفرقان میں لفظ فرقان آیا ہے جو قرآن مجید کا ایک نام ہے اس لئے اس سورۃ کا نام الفرقان مقرر کیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی کتاب کے ۵۵ نام رکھے ہیں جن میں سے ایک نام فرقان بھی ہے۔ فرقان کے لفظی معنی ہیں ہر وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جا سکے۔ تو چونکہ قرآن کریم فرق کرنے والا ہے حق و باطل میں۔ خیر وشر میں۔ ہدایت وضلالت میں۔ حرام وحلال میں، عدل وظلم میں۔ علم وجہل میں۔ نور وظلمت میں۔ مفید ومضر میں۔ مفسد اور مصلح میں۔ صدق وکذب میں۔ راستی اور کجی میں، صواب وخطا میں، اسی مناسبت سے قرآن پاک کا ایک نام الفرقان بھی ہے جو اس سورۃ کا نام مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے اور قیام مکہ کا متوسط دور اس سورۃ کا زمانہ نزول ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں ۲۵ ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۶ لکھا ہے یعنی ۵ سورتیں اس سورۃ سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۲۴ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۷۷ آیات۔ ۶ رکوعات۔ ۹۰۶ کلمات اور ۳۹۱۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

مثل دیگر مکی سورتوں کے اس سورۃ میں بھی عقائد یعنی اثبات توحید۔ اثبات رسالت۔ حشر ونشر۔ قیامت وآخرت۔ جزا وسزا۔ شرک کی برائی۔ مشرکین کی مذمت کے مضامین ہیں۔ اور مضمون کی مناسبت سے بعض گذشتہ پیغمبروں اور ان کی قوم کے واقعات بیان کئے گئے ہیں اور توجہ دلائی گئی ہے کہ جن قوموں نے اپنے زمانہ میں اپنے رسولوں کو جھٹلایا وہ دنیا میں ناکام اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہوئے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی ذات عالی پر کفار و مشرکین مکہ کے اعتراضات و شبہات میں سے ایک ایک کو نقل کرکے ان کے جواب دیئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی دعوت حق سے اعراض کے برے نتائج بھی صاف صاف بتائے گئے ہیں۔ پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان کی کھلی نشانیاں بتائی گئی ہیں جن سے توحید کی تعلیم دی گئی۔ اخیر میں اہل ایمان کے بلند اخلاق و کردار اور ان کے اعمال و خصال کا ذکر فرمایا تاکہ ان کو دیکھ کر مشرکین اپنے برے اعمال سے تائب ہو جائیں اور اپنے اعمال و خصال کا مومنین کے اعمال و خصال سے مقابلہ و موازنہ کریں تاکہ ہدایت و ضلالت اور سعادت و شقاوت کا فرق ان کی نظروں کے سامنے آجائے۔ یہ ہے اس پوری سورۃ کے مضامین کا خلاصہ جس کی تفصیلات انشاء اللہ اگلے درسوں میں اپنے اپنے مواقع پر آپ کے سامنے آئیں گی۔

سورۃ کی ابتدا تلاوت کردہ عظیم الشان آیات سے ہوتی ہے جن میں پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی کہ ساری خیر و خوبیاں اور تمام عظمت و جلال اور بزرگی و بڑائی اور قوت و قدرت اور کمال و جمال کا منبع و مرکز اس کی ذات پاک ہے۔ یہ سارا مفہوم اور اس سے کہیں زیادہ ایک لفظ تبارک میں موجود ہے۔ حقیقت میں نہ ہمارے پاس ایسے الفاظ ہیں کہ جو اس کی شان کا بیان کر سکیں اور نہ ایسی کوئی چیز ہے کہ جس کو اس کے مشابہ ٹھہرا سکیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسی پاک۔ بلند اور رفعت اور بزرگی والی ذات نے قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب اتاری جس میں انسان کے لئے تمام مفید چیزیں کھول کر رکھ دی ہیں تاکہ وہ انہیں حاصل کرے اور بری چیزیں بھی واضح کر دی ہیں تاکہ وہ ان سے بچے۔ انسان اس عظیم الشان کتاب کے ذریعہ حق و باطل۔ سچ و جھوٹ اور برے اور بھلے میں کھلم کھلا فرق سمجھ سکتا ہے۔ پھر اس قرآن کریم کو انسانوں تک پہنچانے کے لئے اور اسے اچھی طرح سمجھانے کے لئے اپنے خاص برگزیدہ بندے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا تھا تاکہ آپ تمام جہان کے انسانوں کو حق بتلائیں اور اس کے اختیار کرنے والوں کو خوشخبری سنائیں اور باطل کو بھی واضح کر دیں اور اس کے اختیار کرنے والوں کو ڈرائیں۔ یہاں آیت میں **للعلمین نذیرا** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی تمام جہان والوں کے لئے آپ نذیر ہیں تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک قوم یا کسی ایک ملک کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے ہے اور اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کے لئے ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں اور بھی متعدد جگہ آیا ہے مثلاً سورۂ اعراف نویں پارہ میں فرمایا۔

**قل یآ یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا**

"آپ کہہ دیجئے اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

۲۲ ویں پارہ سورۂ سبا میں فرمایا گیا: **وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا** "ہم نے آپ کو سارے ہی انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

آگے یہاں بتلایا جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا حاکم مطلق اور اکیلا مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے نہ اس کے اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس نے تنہا اپنی قدرت سے ہر چیز کو پیدا کیا اور تنہا اس کا انتظام کرتا ہے۔ ہر چیز کے لئے اس کی خصوصیتیں مقرر فرمائیں اور ٹھیک اندازہ سے ہر چیز کا ایک دائرہ معین کر دیا اور ہر ایک کو ایسے قاعدہ اور قانون میں جکڑ دیا جس سے باہر جانے کی کسی کو مجال نہیں۔ اس لئے وہی **وحدہ لاشریک لہ** معبود برحق ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ قدرت خداوندی نے کائنات کی ہر چیز کو ایسا ناپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی یا انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بڑے بڑے سائنسدان حکمت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور آخر کار ان کو یہی کہنا پڑتا ہے۔ **تبارک اللہ احسن الخالقین**۔ غرضیکہ مخلوقات میں سے اس خلاق عظیم نے جس چیز کو بھی پیدا فرمایا اس کی شکل، صورت، اجزاء، آثار و خواص میں خاص خاص حکمتیں رکھی ہیں اور ایک ایک مخلوق اس کی قدرت اور حکمت کا شاہکار ہے۔

امام غزالیؒ نے ایک مستقل کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے۔ غرضیکہ یہ قرآن کریم کی ان عظیم الشان جامع آیات میں سے ہیں جس میں توحید کی پوری تعلیم سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

الغرض سورۃ کی ابتداء توحید کے مضمون سے فرمائی گئی۔ آگے مشرکین کی جہالت و ضلالت کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا

اور ان مشرکین نے خدا کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیئے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور (بلکہ) وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی (دفع) نقصان کا اختیار رکھتے ہیں

وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

اور نہ کسی (حصول) نفع کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے اور کافر (یعنی مشرک) لوگ (قرآن کے بارے میں) یوں کہتے ہیں

اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ۝ وَقَالُوْٓا

کہ یہ تو کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے، جس کو ایک شخص (یعنی پیغمبرؐ) نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اسکی امداد کی ہے۔ سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے۔ اور یہ (کافر) لوگ

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ

یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں جن کو اس شخص (یعنی پیغمبرؐ) نے لکھوا لیا ہے پھر وہی (مضامین) اسکو صبح و شام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔

يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

آپ (اسکے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو تو اس ذات نے اُتارا ہے جس کو سب چھپی باتوں کو خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں خبر ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنالئے | مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے علاوہ | اٰلِهَةً اور معبود | لَا يَخْلُقُوْنَ وہ نہیں پیدا کرتے | شَيْـًٔا کچھ | وَّهُمْ بلکہ وہ | | |
| يُخْلَقُوْنَ پیدا کئے گئے ہیں | وَلَا يَمْلِكُوْنَ اور وہ اختیار نہیں رکھتے | لِاَنْفُسِهِمْ اپنے لئے | ضَرًّا کسی نقصان کا | وَّلَا نَفْعًا اور نہ کسی نفع کا | | | |
| وَلَا يَمْلِكُوْنَ اور نہ وہ اختیار رکھتے ہیں | مَوْتًا کسی موت کا | وَّلَا حَيٰوةً اور نہ کسی زندگی کا | وَّلَا نُشُوْرًا اور نہ پھر اٹھنے کا | وَقَالَ اور کہا | | | |
| الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کافر | اِنْ هٰذَآ نہیں یہ | اِلَّآ مگر۔صرف | اِفْكُ بہتان۔من گھڑت | افْتَرٰىهُ اس نے اسے گھڑ لیا ہے | | | |
| وَاَعَانَهٗ اس کی مدد کی | عَلَيْهِ اس پر | قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ دوسرے لوگ | فَقَدْ جَآءُوْ تحقیق وہ آگئے | ظُلْمًا ظلم | وَّزُوْرًا اور جھوٹ | | |
| وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا | اَسَاطِيْرُ کہانیاں | الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ | اكْتَتَبَهَا اس نے انہیں لکھ لیا ہے | فَهِيَ تُمْلٰى پس وہ پڑھی جاتی ہیں | | | |
| عَلَيْهِ اس پر | بُكْرَةً صبح | وَّاَصِيْلًا اور شام | قُلْ فرمادیں | اَنْزَلَهُ اسکو نازل کیا ہے | الَّذِيْ وہ جو | يَعْلَمُ جانتا ہے | السِّرَّ راز |
| فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | وَالْاَرْضِ اور زمین | اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ ہے | غَفُوْرًا بخشنے والا | رَّحِيْمًا نہایت مہربان | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتداء مضمونِ توحید سے اس طرح ہوئی تھی کہ سارے کمالات اور خوبیوں کا منبع اور مرکز وہ ذات پاک ہے جس نے حق و باطل کی تمیز کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا اور پھر اس کو انسانوں تک پہنچانے اور اچھی طرح سمجھانے کے لئے اپنے ایک برگزیدہ رسول یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا تا کہ انسانوں کو معلوم ہوجائے کہ آسمانوں اور زمین کا حاکم مطلق اور اکیلا مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے جس کے نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی حکومت میں اس کا ساتھی اور شریک اور مددگار ہے۔ تنہا اس قادر مطلق نے یہ سب کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ سب کچھ بنایا ہے اور ہر چیز کو اس کو مناسب سامانِ زندگی اور سازگار قوتیں عطا فرمائی ہیں اور ہر چیز کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اس سے وہی خواص اور افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے وہ

چیز پیدا کی گئی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا جانچ اور ناپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی نہیں چھوڑی۔

اب آگے ان آیات میں پہلے مشرکین کی جہالت اور مذمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ کس قدر ظلم، تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ایسے خالق، مالک۔ قادر اور مختار اور حکیم زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر مشرکین نے دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لئے جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں حالانکہ وہ ایسے مجبور ہیں کہ نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ نہ مارنا جلانا ان کے قبضہ میں ہے۔ نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی اور کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ایسی عاجز اور مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر کم عقلی اور بے حیائی ہے۔

مشرکین کی یہ جہالت وضلالت تو ذاتِ خداوندی کی نسبت تھی اب آگے دوسری جہالت بیان ہوئی جو ذاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ہے کہ یہ مشرکین کہتے ہیں کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ یہ قران اللہ کی کتاب ہے۔ (معاذ اللہ) یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اوروں کی مدد سے یوں ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے اور اس کو خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر ان کے ساتھی لگے اس کی اشاعت کرنے۔ (معاذ اللہ) حق تعالیٰ کی طرف سے مشرکین کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور جھوٹ کیا ہوگا کہ ایسے کلام معجز اور کتاب حکیم کو جس کی عظمت وصداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کذب وافترا کہا جائے۔ کیا اہل کتاب یا غیروں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جا سکتا ہے۔ جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح وبلیغ بلکہ جن وانس ہمیشہ کے لئے عاجز رہ جائیں۔ مشرکین یہ بھی کہتے کہ (معاذ اللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل کتاب سے کچھ پرانے زمانہ کے قصہ کہانیاں سن کر لکھ رکھی ہیں یا کسی سے لکھوا رکھی ہیں۔ وہی شب و روز پڑھی اور رَٹی جاتی ہیں۔ مشرکین کا یہ بھی کھلا ہوا جھوٹ اور بہتان تھا اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ تمام اہل عرب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمی تھے۔ آپ نے کبھی نہ کسی سے لکھنا سیکھا نہ پڑھنا۔ نبوت سے قبل چالیس سال کی زندگی آپ نے انہیں اہل مکہ میں گزاری تھی اور وہ بھی اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی اور آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے۔ ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا کہ جس پر اہل مکہ شیدا تھے اور رشک کرتے تھے۔ آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت صداقت، دیانت، امانت۔ بلند اخلاقی اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آپ کو امین کے پیارے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ پھر جبکہ آپ رسالت سے سرفراز فرمائے گئے اور وحی آسمانی کے امین بنائے گئے تو کفار مکہ صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر آپ کی عیب جوئی کرنے لگے۔ لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں۔ کبھی آپ کو شاعر کہتے، کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی مجنون (نعوذ باللہ) حیران تھے کہ کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودانِ باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہونے دیں اور ظلمت کدۂ دنیا کو نور خدا سے جگمگانے نہ دیں۔ مشرکین کے اس بہتان بندی کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان کو جواب میں کہہ دیجئے کہ اس قران کو تو اس ذات پاک نے اتارا ہے جس کو سب پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں سب خبر ہے اور جس کے احاطۂ علمی سے زمین وآسمان کی کوئی چیز باہر نہیں۔ اس کلام کی معجزانہ فصاحت وبلاغت۔ علوم ومعارف۔ اخبار غیبیہ۔ احکام وقوانین صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محدود علم والے آدمی یا جماعت کا کلام نہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ اپنی شان غفاریت اور شان رحیمی کو بیان فرماتے ہیں کہ مقتضا تو ایسے کفریات کا یہ تھا کہ ان کو فوراً سزا ہو جاوے لیکن چونکہ واقعی اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں اس لئے فوراً سزا نہیں دیتے تاکہ بد بھی اس کی ذات سے مایوس نہ ہوں اور کچھ بھی کیا ہو یا کہا ہو اب بھی اس کی طرف جھک جائیں توبہ کریں اپنے کئے پر پچھتائیں۔ نادم ہوں اور اس کی مغفرت طلب کریں۔ قربان جایئے اس کی شان رحیمی کے کہ ایسے سرکش اور دشمنانِ خدا اور رسول۔ ایسے بہتان باز اور اس قدر ایذائیں دینے والے لوگوں کو بھی حق تعالیٰ اپنی عام رحمت کی دعوت دیتے ہیں اور اپنے کرم کی طرف انہیں بلاتے ہیں۔

ابھی کفار کے مزید اعتراض اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور ان کے جوابات دیئے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

اور یہ (کافر) لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًاۙ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ

کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا۔ یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آ پڑتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھایا کرتا۔ اور ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۞ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۞

مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پاسکتے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا | مَالِ کیسا ہے | هٰذَا الرَّسُوْلِ یہ رسول | يَاْكُلُ وہ کھاتا ہے | الطَّعَامَ کھانا | وَيَمْشِيْ چلتا پھرتا ہے | فِي میں | |
| الْاَسْوَاقِ بازار | لَوْلَا کیوں نہیں | اُنْزِلَ اُتارا گیا | اِلَيْهِ اسکے ساتھ | مَلَكٌ کوئی فرشتہ | فَيَكُوْنَ کہ ہوتا وہ | مَعَهٗ اس کے ساتھ | نَذِيْرًا ڈرانے والا |
| اَوْ يُلْقٰى یا ڈالا (اتارا) جاتا | اِلَيْهِ اس کی طرف | كَنْزٌ کوئی خزانہ | اَوْ تَكُوْنُ یا ہوتا | لَهٗ جَنَّةٌ اس کیلئے کوئی باغ | يَاْكُلُ وہ کھاتا | مِنْهَا اس سے | |
| وَقَالَ اور کہا | الظّٰلِمُوْنَ ظالم | اِنْ تَتَّبِعُوْنَ نہیں تم پیروی کرتے | اِلَّا مگر۔ صرف | رَجُلًا ایک آدمی | مَّسْحُوْرًا جادو کا مارا ہوا | اُنْظُرْ دیکھو | كَيْفَ کیسی |
| ضَرَبُوْا انہوں نے بیان کیں | لَكَ تمہارے لئے | الْاَمْثَالَ مثالیں (باتیں) | فَضَلُّوْا سو وہ بہک گئے | فَلَا لہٰذا نہ | يَسْتَطِيْعُوْنَ پاسکتے ہیں | سَبِيْلًا کوئی راستہ | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے بعض اقوال بیان فرما کر ان کے جواب دیئے گئے تھے اب آگے مزید انہیں کفار مکہ کے بعض دیگر اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نقل فرما کر ان کی تردید فرمائی جاتی ہے۔

بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار سرداران قریش جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر جو کچھ کہنا سننا اور فیصلہ کرنا ہے کرلو تاکہ ہماری جانب سے مصالحت کی تحریک میں کوئی کمی نہ رہ جائے اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے کیا جائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ آپ تشریف لائے تو حاضرین سرداران مکہ نے کہا کہ ہم نے چند باتیں کرنے کے لئے اس وقت بلایا ہے۔ ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ تم نے جو یہ جدید تحریک پیدا کی ہے اس کی غرض اور اس کے پیچھے تمہارا مقصد کیا ہے؟

اگر اس کا مقصد حصول مال ہے تو ہم چندہ کر کے تمہارے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ مکہ میں تم سے زیادہ مالدار کوئی نہ ہوگا۔ اگر تم سرداری کے خواستگار ہو تو ہم باتفاق رائے تم کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر حکومت کے طالب ہو تو یہ بات بھی دشوار نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مجھے ان باتوں میں سے کسی کی خواہش نہیں۔ میں نہ مال و دولت چاہتا ہوں۔ نہ سرداری کا خواستگار ہوں۔ نہ امارت و بادشاہی کا طالب ہوں۔ حق بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب مجھ پر نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں جنت کی بشارت اور دوزخ کا عذاب بتا دوں۔ میں نے تم کو پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب اگر تم نے میرے قول کو مان لیا تو دنیا و آخرت میں تمہارے لئے کامیابی ہے اور اگر نہ مانا تو میں صبر کئے رہوں گا یہاں تک کہ خدا میرا اور

تمہارا فیصلہ فرمادے۔ سردارانِ کفر بولے۔ ہم نے جو امور تمہارے سامنے پیش کئے اگر تم ان میں سے کسی کو قبول نہیں کرتے تو اچھا اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ کوئی فرشتہ آسمان سے اتار دے جو تمہارے ساتھ رہے اور تمہارے قول کی تصدیق کرے اور ہمارے اعتراضات کا جواب دے۔ یا یہ دعا کرو کہ خدا تمہارے لئے سرسبز باغ۔ شاندار کوٹھیاں اور سونے چاندی کے محلات بنادے تاکہ تمہاری حالت ایسی شکستہ نہ رہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے پاس ایک غیبی خزانہ بھی ہونا چاہئے تاکہ دوسرے کم مایہ لوگوں کی طرح تم کو بازار میں طلب معاش وغیرہ کے سلسلہ میں نہ جانا پڑے۔ تمہارے غیبی خزانہ کو دیکھ کر ہم کو یقین ہوگا کہ واقعی تم کو کوئی خاص شرف حاصل ہے اور تم مرتبۂ پیغمبری کے لائق ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس قسم کی کوئی درخواست خدائے تعالیٰ سے نہیں کروں گا۔ میرے بعثت کی یہ غرض ہی نہیں ہے۔ مجھے تو صرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ قرآن پاک کفار کے انہیں اقوال کو ان آیات میں نقل فرماتا ہے اور مختصر طور پر ان کے شبہات کو دور کر کے ان کے اقوال کی تردید بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ رسول کی کیا یہ حیثیت ہوسکتی ہے کہ معمولی انسانوں کی طرح کھانا کھائے اور بازاروں میں سودا سلف اپنی ضروریات کے لئے خریدتا پھرے۔ جب یہ ہماری طرح کھانے پینے کے محتاج اور انتظام معاش ورزق کے لئے بازار میں چلنے پھرنے کے حاجت مند ہیں تو پھر ہم پر فوقیت کیا ہوئی اور ہم میں ان میں فرق کیا رہا۔ گویا ان کور دماغ کفار کے دماغوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ انسان نبی نہیں ہوسکتا۔ وہ نبوت اور بشریت میں منافات سمجھتے تھے اس لئے کہتے کہ اگر واقعی رسول ہوتے تو چاہئے تھا کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور طلب معاش کے بکھیڑوں سے فارغ ہوتے۔ اور کفار یہ بھی کہتے کہ یہ اگر واقعی رسول ہیں تو آسمان کے فرشتے قطار در قطار ان کے آگے پیچھے ہوتے اور اگر فرشتوں کی فوج نہیں تو کم از کم ایک فرشتہ تو ضرور ہی ساتھ ہونا چاہئے تھا جو ڈرانے دھمکانے میں ان کا ساتھ دیتا اور جس کا لوگوں پر رعب پڑتا یہ کیا کہ کس مپرسی کی حالت میں اکیلے دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں، یا پھر اگر فرشتے بھی ساتھ نہ ہوں تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی غیبی خزانہ مل جاتا کہ لوگوں کو بے دریغ مال خرچ کر کے اپنی طرف مائل کرلیا کرتے اور خیر یہ بھی نہ سہی تو معمولی رئیس اور زمیندار کی طرح انگور کھجور وغیرہ کا ایک باغ تو ان کی ملک میں ہوتا جس سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود بےفکری سے کھایا پیا کرتے۔ جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ نے پیغمبری کے لئے ایسے معمولی حیثیت کے انسان کو مامور کیا ہو۔ میاں کی یہ پوزیشن اور اتنا اونچا دعویٰ۔ اس پر بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ان کے عقل کے فتور کا نتیجہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے سحر کردیا ہے کہ عقل جاتی رہی۔ (معاذ اللہ معاذ اللہ)۔

ان اقوال کی تردید میں حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی کیسی عجیب باتیں کہہ رہے ہیں۔ کبھی آپ کو مسحور بناتے ہیں، کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنون، ان کا یہ اضطراب کہ ان کو الزام لگانے میں کسی ایک بات پر قرار نہیں خود بتلاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی آپ پر منطبق نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان خرافات کی وجہ سے یہ بالکل گمراہ ہوگئے اور اس جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ سیدھی راہ کیسے پاسکتے ہیں۔

یہ تو تھا مختصر اور اجمالی جواب آگے تفصیلاً جواب مذکور ہوتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وہ ذات بڑی عالیشان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو اس سے اچھی چیز دیدے یعنی بہت سے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپکو بہت سے محل دے دے۔

وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا

بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور ہم نے ایسے شخص کیلئے جو کہ قیامت کو جھوٹ سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ وہ ان کو دور سے دیکھے گی

رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ

تو وہ لوگ اس کا جوش وخروش سنیں گے۔ اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیے جاویں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ

ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔ آپ کہیے کہ کیا یہ (مصیبت کی) حالت اچھی ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت اچھی ہے

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ

جس کا خدا سے ڈرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ ان کیلئے صلہ ہے اور ان کا ٹھکانا ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔

خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ۝

یہ ایک وعدہ ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| تَبٰرَكَ بڑی برکت والا | الَّذِیْ وہ جو | اِنْ شَآءَ اگر چاہے | جَعَلَ وہ بنادے | لَكَ تمہارے لئے | خَيْرًا بہتر | مِّنْ ذٰلِكَ اس سے | جَنّٰتٍ باغات | |
| تَجْرِیْ بہتی ہیں | مِنْ تَحْتِهَا جن کے نیچے | الْاَنْهٰرُ نہریں | وَيَجْعَلْ اور بنادے | لَّكَ تمہارے لئے | قُصُوْرًا محل | بَلْ بلکہ | كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا | |
| بِالسَّاعَةِ قیامت کو | وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا | لِمَنْ كَذَّبَ اسکے لئے جس نے جھٹلایا | بِالسَّاعَةِ قیامت کو | سَعِيْرًا دوزخ | اِذَا جب | | | |
| رَاَتْهُمْ وہ دیکھے گی انہیں | مِّنْ سے | مَّكَانٍ جگہ | بَعِيْدٍ دور | سَمِعُوْا وہ سنیں گے | لَهَا اسے | تَغَيُّظًا جوش مارتا | وَّزَفِيْرًا اور چنگھاڑتا | وَاِذَا اور جب |
| اُلْقُوْا وہ ڈالے جائینگے | مِنْهَا اس سے۔کی | مَكَانًا کسی جگہ | ضَيِّقًا تنگ | مُّقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے | دَعَوْا وہ پکاریں گے | هُنَالِكَ وہاں | ثُبُوْرًا موت | |
| لَا تَدْعُوا تم نہ پکارو | الْيَوْمَ آج | ثُبُوْرًا موت کو | وَّاحِدًا ایک | وَّادْعُوْا بلکہ پکارو | ثُبُوْرًا موتیں | كَثِيْرًا بہت سی | قُلْ فرمادیں | اَذٰلِكَ کیا یہ |
| خَيْرٌ بہتر | اَمْ یا | جَنَّةُ الْخُلْدِ ہیشگی کے باغ | الَّتِیْ جو۔جس | وُعِدَ وعدہ کیا گیا | الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگار | كَانَتْ وہ ہے | لَهُمْ ان کیلئے | |
| جَزَآءً جزا (بدلہ) | وَّمَصِيْرًا لوٹ کر جانے کی جگہ | لَهُمْ ان کیلئے | فِيْهَا اس میں | مَا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے | خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے | | | |
| كَانَ ہے | عَلٰى رَبِّكَ تمہارے رب کے ذمے | وَعْدًا ایک وعدہ | مَّسْئُوْلًا مانگا ہوا | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین مکہ کے شبہات اور اعتراضات بیان فرمائے گئے تھے جو کہتے تھے کہ رسول کو تو

فرشتہ خصلت ہونا چاہئے کہ جو نہ کھائے پئے اور نہ کسی ضرورت کے لئے بازاروں میں آئے جائے۔ رسول کے ساتھ کوئی آسمانی خزانہ ہونا چاہئے یا کوئی ایسا باغ ہو کہ طرح طرح کے میوے اور پھل وہاں سے کھائے جاسکیں۔ تو ان خرافات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہوئے گذشتہ آیات میں مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ یہ بد بخت آپ کو کیا کہتے ہیں۔ یہ بیہودہ بکتے ہیں۔ گمراہ ہیں اور راہِ راست نہیں پاسکتے۔ آگے اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید مخاطبت ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے خزانہ میں کیا کمی ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ چاہے تو ایک باغ کیا بہت سے باغات عطا فرمادے بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغ و نہریں۔ اور حور و قصور اور عالی شان محلات ملنے والے ہیں وہ سب ابھی آپ کو دنیا میں عطا کردے۔ جن چیزوں کو کفار عجیب و غریب سمجھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے اعتبار سے بہت حقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بھی کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ اپنے رسول کو دولت کے خزانے دے دیتے۔ یا بڑی سے بڑی حکومت و سلطنت کا مالک بنادیتے جیسا کہ پہلے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو ایسی دولت اور بے مثال حکومت عطا فرما کر اپنی اس قدرت کاملہ کا اظہار بھی کیا جاچکا ہے۔ مگر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری کو امیری پر ترجیح دی اور اپنے لئے مسکینی ہی کی حالت کو پسند فرمایا۔ احادیث میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کے لئے پورے بطحائے مکہ اور اس کے پہاڑوں کو سونا بنائے دیتا ہوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا مجھے تو یہ پسند ہے کہ مجھے ایک روز پیٹ بھر کر کھانا ملے اور ایک دن بھوکا رہوں۔ اور جب بھوکا رہوں تو تیری طرف رجوع کروں اور گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیری حمد و ثنا بیان کروں اور تیرا شکر کروں۔ اور ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ پھرا کرتے۔ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری کو امیری پر ترجیح دی اور ان سب سے مقصود امت کی تعلیم و تفہیم تھی کہ دنیاوی ثروت فتنہ ہے اس میں نہ پڑیں بلکہ آخرت کی فکر کریں۔ اور انبیاء علیہم السلام کا عام طور پر فقر و فاقہ میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتوں اور عام انسانوں کی مصالح کی بنا پر تھا۔ اور اس فقر و فاقہ میں بھی وہ مجبور نہیں تھے اگر وہ چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کو بڑا مالدار اور صاحب ثروت اور صاحب جائیداد بنادیتے مگر حق تعالیٰ نے ان حضرات کی طبیعت ہی کو ایسا بنایا کہ وہ مال و دولت سے کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتے تھے۔ غرضیکہ بتلایا جارہا ہے کہ ان کفار و معاندین کے اگر سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی پوری کردی جاتیں تب بھی یہ حق و صداقت کو قبول کرنے والے نہ تھے اور وہ جن باتوں یا چیزوں کا مطالبہ کرتے تھے وہ فی الحقیقت طلب حق کی نیت سے نہیں۔ محض شرارت اور عناد سے یہ بک رہے ہیں۔ اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزا پر یقین نہیں آیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے جھٹلانے سے کچھ نہیں بنتا۔ قیامت آکر رہے گی اور ان مکذبین کے لئے آگ کا جو جیل خانہ تیار کیا گیا ہے اس میں انہیں ضرور رہنا پڑے گا۔ اور اس دوزخ کا یہ حال ہوگا کہ جب محشر میں لائی جائے گی تو جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر جوش میں بھر جائے گی اور اس کی غضبناک آوازوں اور خوفناک پھنکاروں سے بڑے بڑے دلیروں کے پتے پانی ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ایک قسم کی حیات اور ایک قسم کا شعور رکھا ہے۔ قیامت کے دن جب کافروں کو دیکھے گی تو غیظ و غضب سے بھڑک اٹھے گی۔ جیسے شیر دھاڑتا ہے اور غصہ میں مزید غضبناک ہوجاتا ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب میدان حشر میں حساب کتاب کے لئے سب جمع ہو جائیں گے تو جنت اور دوزخ کے حاضر ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس جگہ سے جہاں اس کو خدا نے پیدا کیا ہے لایا جائے گا اس طرح کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ ۷۰ ہزار فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ فرشتے اس کو کھینچتے ہوئے لائیں گے اس حالت میں کہ اس میں سے آگ کے شعلے چنگاریاں بڑے بڑے محلوں کی مقدار میں اونٹوں کی قطار کے مانند پے در پے اٹھتی ہوں گی اور نہایت مہیب آوازوں کے ساتھ تسبیح کرتی ہوں گی۔ اور جن و انس اور بتوں کو اپنے لئے بطور غذا طلب کرتی۔ ہوگی جس کو سن کر لوگ لرز جائیں گے اور مارے ڈر کے زانو کے بل گر پڑیں گے۔ دوزخ کی گرمی اور بدبو اس قدر ہوگی کہ ستر سال کی مسافت تک پہنچتی ہوگی۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی۔ پھر اس کو ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی۔ پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا یہاں تک وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ سیاہ اور تاریک ہے۔ (العیاذ باللہ)۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دوزخ میں ہر مجرم کے لئے خاص جگہ ہوگی جہاں سے ہل نہ سکے گا اور ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوں گے اس وقت مصیبت سے گھبرا کر موت کو پکاریں گے کہ کاش موت آ کر ہماری ان دردناک مصائب کا خاتمہ کر دے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو کیونکہ ایک موت کے پکارنے سے تمہاری مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ جہنم میں تو انواع و اقسام عذاب کا کوئی شمار نہیں جو ایک موت اور ایک ہلاکت سے ختم ہو جائیں۔ لہٰذا تم ہزار ہا بار موت کو پکارتے رہو کتنا ہی پکارو تمہاری سب پکار بے فائدہ اور بے کار ہے۔ آگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان منکرین کو یہ مصیبت سنا کر کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ کیا یہ مصیبت کی حالت اچھی ہے جو کہ مقتضا ہے تمہارے کفر و انکار کا یا وہ ہمیشہ کے رہنے کی جنت اچھی ہے جس کا خدا نے اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے اور جہاں ان کو ہر وہ چیز ملے گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور پھر یہ کہ ان ابدی راحتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ من مانی نعمتیں۔ ابدی لذتیں۔ اور دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں۔ عمدہ کھانے۔ اچھے بچھونے۔ بہترین سواریاں، پر تکلف لباس۔ بڑے بڑے محلات۔ پاکیزہ حوریں۔ پھر کسی نعمت کے خراب ہو جانے کم ہو جانے یا ختم ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیشگی کی دولت انہیں حاصل ہوگی۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہے جو اہل جنت پر ہوگا۔ یہ رب کریم کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمہ کر لیا ہے جو ہو کر رہنے والا ہے اور یقیناً پورا کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار و مشرکین کو ترہیب اور وعید کے بعد ترغیب ایمان بھی دے دی گئی۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر کفار کے شبہات و اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے بل کذبوا بالساعۃ جو فرمایا یعنی یہ کفار منکرین قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ انکار رسالت کا اصل سبب انکار قیامت ہے۔ اور تکذیب نبوت کی حقیقی وجہ تکذیب حشر و حساب کتاب ہے۔ اقرار قیامت کے بعد ضرورت نبوت بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے آگے مشرکوں اور کافروں کو قیامت کے دن کی ملامت و ندامت کا حال ان کو سنایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰؤُلَاءِ

اور جس روز اللہ تعالٰی ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے اُن کو جمع کرے گا پھر فرماوے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا

أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ

یا یہ خود ہی راہ سے گمراہ ہو گئے تھے وہ عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو تجویز کرتے ولیکن آپ نے ان کو

وَلٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا

اور ان کے بڑوں کو آسودگی دی یہانتک کہ وہ آپکی یاد کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے۔ لو تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرا دیا

تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾

سو تم نہ تو خود (عذاب کو) ٹال سکتے ہو اور نہ مدد دیئے جاسکتے ہو۔ اور تم میں جو ظالم ہوگا ہم اُس کو بڑا عذاب چکھائیں گے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ

اور ہم نے آپؐ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے۔ اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾

اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کیلئے آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے۔

| وَيَوْمَ اور جس دن | يَحْشُرُهُمْ وہ انہیں جمع کریگا | وَمَا اور جنہیں | يَعْبُدُونَ وہ پرستش کرتے ہیں | مِنْ سے | دُونِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَيَقُولُ تو وہ کہے گا | ءَأَنْتُمْ کیا تم | أَضْلَلْتُمْ تم نے گمراہ کیا | عِبَادِي میرے بندے | هٰؤُلَاءِ یہ ہیں۔ان | أَمْ هُمْ یا وہ | ضَلُّوا بھٹک گئے | |
| السَّبِيلَ راستہ | قَالُوا وہ کہیں گے | سُبْحَانَكَ تو پاک ہے | مَا كَانَ نہ تھا | يَنْبَغِي سزاوار۔لائق | لَنَا ہمارے لئے | أَنْ کہ | نَتَّخِذَ ہم بنائیں |
| مِنْ دُونِكَ تیرے سوا | مِنْ کوئی | أَوْلِيَاءَ مددگار | وَلٰكِنْ اور لیکن | مَتَّعْتَهُمْ تو نے آسودگی دی انہیں | وَآبَاءَهُمْ اور انکے باپ دادا | | |
| حَتّٰى یہانتک کہ | نَسُوا وہ بھول گئے | الذِّكْرَ یاد | وَكَانُوا اور وہ تھے | قَوْمًا بُورًا ہلاک ہونیوالے لوگ | فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ پس انہوں نے تمہیں جھٹلا دیا | | |
| بِمَا تَقُولُونَ وہ جو تم کہتے تھے تمہاری بات | فَمَا تَسْتَطِيعُونَ پس اب تم نہیں کر سکتے ہو | صَرْفًا پھیرنا | وَلَا نَصْرًا اور نہ مدد کرنا | وَمَنْ اور جو | | | |
| يَظْلِمْ وہ ظلم کرے گا | مِنْكُمْ تم میں سے | نُذِقْهُ ہم چکھائیں گے اسے | عَذَابًا عذاب | كَبِيرًا بڑا | وَمَا اور نہیں | أَرْسَلْنَا بھیجے ہم نے | |
| قَبْلَكَ تم سے پہلے | مِنَ سے | الْمُرْسَلِينَ رسول | إِلَّا مگر | إِنَّهُمْ وہ یقیناً | لَيَأْكُلُونَ البتہ کھاتے تھے | الطَّعَامَ کھانا | وَيَمْشُونَ اور چلتے پھرتے تھے |
| فِي الْأَسْوَاقِ بازاروں میں | وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا۔بنایا | بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض کو (کسی کو) | لِبَعْضٍ بعض (دوسروں کیلئے) | | | | |
| فِتْنَةً آزمائش | أَتَصْبِرُونَ کیا تم صبر کرو گے | وَكَانَ اور ہے | رَبُّكَ تمہارا رب | بَصِيرًا دیکھنے والا | | | |

تفسیر وتشریح:۔ کفار و مشرکین جو کہ قیامت اور حشر ونشر۔ جزا وسزا۔ جنت اور دوزخ کے منکر تھے ان کے متعلق گذشتہ آیات میں

بتلایا گیا تھا کہ آج تو یہ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں لیکن قیامت میں ان کے لئے جہنم تیار رکھی ہے جس میں یہ اپنے انکار اور کفر کی وجہ سے ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر وہاں کے عذاب و مصائب کی وجہ سے موت ہی موت پکاریں گے۔ مگر پھر موت بھی وہاں کہاں۔ وہ تو عذاب دائمی ہوگا۔

الٰہی کفار و مشرکین کے متعلق مزید ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب سب کا حشر نشر ہوگا اور سب کو خداوند قدوس کے سامنے جمع کیا جائے گا تو کفار و مشرکین کی حسرت میں اضافہ کرنے اور ان کے غم واندوہ کو بڑھانے کے لئے خداوند تعالیٰ مشرکوں کے مواجہ میں ان کے معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے سوا اپنی پرستش کے لئے ان جاہلوں کو حکم دیا تھا یا یہ خود تمہاری دعوت کے بغیر تمہاری بندگی و پرستش کر کے گمراہ ہوئے؟ مشرکوں کے معبود جواباً عرض کریں گے۔ پروردگار تو ہر طرح کے شرک سے پاک ہے ہم کو یہ اختیار ہی کہاں تھا کہ ہم اپنے پرستار بناتے اس لئے ہم ان کو اپنا پرستار کیسے بنا سکتے تھے کہ آپ کو چھوڑ کر ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔ ان کی گمراہی کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ عیش و آرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے۔ کسی نصیحت پر کان نہ دھرا۔ پیغمبروں کی ہدایت وارشادات کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیں اور دنیوی تمتع پر مغرور ہو گئے۔ آپ نے اپنی نوازش سے جس قدر ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کے فائدے پہنچائے یہ اسی قدر غفلت اور نسیان میں ترقی کرتے گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انعامات الٰہیہ کو دیکھ کر منعم حقیقی کی بندگی اور شکر گزاری اختیار کرتے الٹے مغرور اور کفر وعصیاں پر تل گئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے وغیرہ کہیں گے جن کو دنیا والوں نے اپنا معبود بنایا تھا۔ حاصل جواب کا یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین کو ہم نے گمراہ نہیں کیا اور نہ ان کو گمراہی کی دعوت دی بلکہ یہ لوگ خود گمراہ ہوئے۔ اس پر حق تعالیٰ مشرکوں سے فرمائیں گے۔ لو! جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا اور جن کو تم اپنا کارساز اور دین دنیا میں اپنا مددگار جانتے اور اپنا حامی کہتے تھے وہ خود تمہارے دعوے کو جھٹلا رہے ہیں اور تمہاری حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں جس سے تمہارا جرم پوری طرح واضح ہو گیا۔ اب عذاب الٰہی کو نہ تم پھیر سکتے ہو نہ بات کو پلٹ سکتے ہو۔ نہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو۔ اب جو سزا ملنے والی ہے اس کا پڑے ہوئے مزہ چکھتے رہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار و مشرکین کا اعتراض یہ گذشتہ آیات میں نقل ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بازاروں میں آمد و رفت اور ضروریات کی تکمیل کو کفار نبوت کے خلاف سمجھتے تھے۔ آپ کا کھانا پینا بھی ان کی نظروں میں شان نبوت کے خلاف تھا۔ پھر افلاس اور فقر کو بھی وہ مانع نبوت جانتے تھے۔ ان اعتراضات کو دفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں دو جواب دیئے۔ ایک الزامی دوسرا برہانی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور انبیاء و مرسلین بھی گزرے ہیں لیکن لوازمِ بشریت سب میں موجود تھے۔ کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ اور کسی کے پاس غیبی خزانہ نہ تھا۔ نہ فرشتہ ساتھ ساتھ ندا کرتا پھرتا تھا۔ تو جب قدرت کا یہی دستور العمل ہے تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نئی بات پیدا ہونے کی تم کیوں خواستگاری کرتے ہو۔ آگے برہانی جواب ہے کہ اگر خدا چاہتا تو کفار کے درخواست کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دولت مند اور خزانہ غیب کا حامل بنا دیتا۔ نیز یہ بھی ممکن تھا کہ فرشتہ ہر وقت تصدیق رسول کے لئے آپ کے

ساتھ رہتا۔ غرض ہر فرمائش کو پورا کرنا ممکن تھا مگر امتحان انسانی جو اصل مقصد تھا وہ فوت ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ بندوں کی آزمائش کرے اور انبیاء کی تصدیق و تکذیب کو معیار امتحان قرار دے۔ یہ دنیا دار امتحان ہے۔ یہاں انسانوں میں سے ہر گروہ اور ہر شخص دوسرے کے لئے سبب آزمائش ہے امیروں کی آزمائش غریبوں سے ہے۔ غریبوں کی آزمائش امیروں سے ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے اسی دنیا دار امتحان میں کسی کو مالدار بنایا کسی کو غریب و مفلس کسی کو حاکم بنایا۔ کسی کو محکوم۔ کسی کو تندرست بنایا۔ کسی کو بیمار۔ کسی کو قوی بنایا کسی کو ضعیف۔ اس اختلاف و تفاوت میں ہر طبقے کا امتحان اور آزمائش ہے۔ غنی کے شکر کا اور غریب کے صبر کا امتحان ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت یہ ہے کہ جب تمہاری نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جو مال و دولت میں تم سے زیادہ ہے یا صحت و قوت اور عزت و جاہ میں تم سے بڑا ہے تو تم فوراً ایسے لوگوں پر نظر کرو جو ان چیزوں میں تم سے کم حیثیت رکھتے ہیں تا کہ تم حسد کے گناہ سے بھی بچ جاؤ اور اپنی موجودہ حالت میں اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کی توفیق ہو۔ اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو صبر و استقلال کی تلقین فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ کافروں کا کفر اور ایذا دہی اور صابروں کا صبر و تحمل سب حق تعالیٰ کی نظر میں ہے۔ ہر ایک کو اس کے کیئے کا پھل ملے گا۔

الغرض یہاں تک منکرین نبوت کے بعض شبہات و اعتراضات کے جواب دیئے گئے اب ان ہی منکرین نبوت کا ایک شبہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں نازل کیئے جو ہمارے سامنے آ کر نبوت و رسالت کی شہادت دیتے کہ یہ شخص دعوائے نبوت میں صادق ہے یا ہم بلاواسطہ اللہ کو دیکھتے اور بلاواسطہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کی نبوت کی بابت پوچھ لیتے اور اللہ تعالیٰ ہم کو خود بتلا دیتے کہ یہ شخص میرا نبی ہے۔ تو اس جاہلانہ اور احمقانہ اور گستاخانہ اور مغرورانہ اعتراض و شبہ کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے اگلی آیات میں دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں 19 ویں پارہ کی ابتداء سے ہوگا۔ الحمد للہ کہ ان آیات پر ۱۸ ویں پارہ کا بیان پورا ہو گیا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ایمان اور اسلام کی برکت سے حشر میں ہم سب کو سرخروئی اور کامرانی نصیب فرمائیں۔ اور میدانِ حشر کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ! ہم کو دنیا میں جو کچھ آپ عطا فرمائیں اس کو اپنے ذکر و فکر کا ذریعہ بنائیں۔ اور اس دنیا دار آزمائش سے ہم کو کامیابی کے ساتھ دار آخرت میں جانا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! میدانِ حشر میں ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے مومنین مخلصین کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرمایئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین کے ساتھ اپنے انعام و اکرام سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ
وَقَالَ الَّذِیْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ

اور جولوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے۔یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ لوگ

اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

اپنے دِلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد سے بہت دُور نکل گئے ہیں۔جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے۔اُس روز مجرموں کیلئے

لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے۔اور ہم ان کے اُن کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا میں) کر چکے تھے متوجہ ہوں گے

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ

سوان کوایسا کردیں گے جیسے پریشان غبار۔اہل جنت اُس روز قیام گاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہوں گے۔اور جس روز آسمان ایک بدلی

السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى

پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے بکثرت اُتارے جاویں گے۔اُس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمٰن کی ہوگی۔اور وہ کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا۔

الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ

اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاویگا۔کہے گا کیا اچھا ہوتا میں رسولؐ کے ساتھ راہ پر لگ لیتا۔

سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ

ہائے میری شامت کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اُس نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے اس سے بہکا دیا

جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا

اور شیطان تو انسان کو امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے۔اور رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اِس قرآن

هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔اور ہم اسی طرح مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں۔اور ہدایت کرنے کو

هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔

| وَقَالَ اور کہا | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | لَا يَرْجُوْنَ وہ امید نہیں رکھتے | لِقَآءَنَا ہم سے ملنا | لَوْلَا کیوں نہ | اُنْزِلَ اتارے گئے | عَلَيْنَا ہم پر | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے | اَوْ نَرٰى یا ہم دیکھ لیتے | رَبَّنَا اپنا رب | لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا تحقیق انہوں نے بڑا کیا | فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں میں | | | |
| وَعَتَوْ اور انہوں نے سرکشی کی | عُتُوًّا كَبِيْرًا بڑی سرکشی | يَوْمَ جس دن | يَرَوْنَ وہ دیکھیں گے | الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے | لَا بُشْرٰى نہیں خوشخبری | | |
| يَوْمَئِذٍ اس دن | لِّلْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کیلئے | وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے | حِجْرًا کوئی آڑ ہو | مَّحْجُوْرًا روکی ہوئی | وَقَدِمْنَآ اور ہم آئے متوجہ ہونگے | | |
| اِلٰى طرف | مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کئے | مِنْ عَمَلٍ کوئی کام | فَجَعَلْنٰهُ تو ہم کردینگے انہیں | هَبَآءً غبار | مَّنْثُوْرًا بکھرا ہوا (پراگندہ) | | |
| اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ بہشت والے | يَوْمَئِذٍ اس دن | خَيْرٌ بہت اچھا | مُّسْتَقَرًّا ٹھکانہ | وَّاَحْسَنُ اور بہترین | مَقِيْلًا آرام گاہ | وَيَوْمَ اور جس دن | |
| تَشَقَّقُ پھٹ جائیگا | السَّمَآءُ آسمان | بِالْغَمَامِ بادل سے | وَنُزِّلَ اور اتارے جائینگے | الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے | تَنْزِيْلًا بکثرت اترنا | اَلْمُلْكُ بادشاہت | |
| يَوْمَئِذِ ۨ اس دن | الْحَقُّ سچی | لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کیلئے | وَكَانَ اور ہے۔ ہوگا | يَوْمًا وہ دن | عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر | عَسِيْرًا سخت | وَيَوْمَ اور جس دن |
| يَعَضُّ کاٹ کھائے گا | الظَّالِمُ ظالم | عَلٰى يَدَيْهِ اپنے ہاتھوں کو | يَقُوْلُ وہ کہے گا | يٰلَيْتَنِيْ اے کاش! میں | اتَّخَذْتُ پکڑ لیتا | مَعَ الرَّسُوْلِ رسول کیساتھ | |
| سَبِيْلًا راستہ | يٰوَيْلَتٰى ہائے میری شامت | لَيْتَنِيْ کاش میں | لَمْ اَتَّخِذْ نہ بناتا | فُلَانًا فلاں کو | خَلِيْلًا دوست | لَقَدْ اَضَلَّنِيْ البتہ اس نے مجھے بہکایا | |
| عَنِ الذِّكْرِ نصیحت سے | بَعْدَ اِذْ اسکے بعد جب | جَآءَنِيْ میرے پاس پہنچ گئی | وَكَانَ اور ہے | الشَّيْطٰنُ شیطان | لِلْاِنْسَانِ انسان کو | | |
| خَذُوْلًا کھلا چھوڑ جانے والا | وَقَالَ اور کہے گا | الرَّسُوْلُ رسول | يٰرَبِّ اے میرے رب | اِنَّ بیشک | قَوْمِي میری قوم | اتَّخَذُوْا ٹھہرالیا انہوں نے | |
| هٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن کو | مَهْجُوْرًا متروک (چھوڑنے کے قابل) | وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | جَعَلْنَا ہم نے بنائے | لِكُلِّ نَبِيٍّ ہر نبی کیلئے | عَدُوًّا دشمن | | |
| مِّنَ سے | الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں گنہگاروں | وَكَفٰى اور کافی ہے | بِرَبِّكَ تمہارا رب | هَادِيًا ہدایت کرنیوالا | وَّنَصِيْرًا اور مددگار | | |

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ گذشتہ درس پر اٹھارویں پارہ کا بیان پورا ہوگیا تھا اب انیسواں پارہ شروع ہورہا ہے۔ گذشتہ سے مضمون کفار ومشرکین کے اعتراضات اور اس کی تردید کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی سلسلہ میں ان آیات میں بعض مزید اعتراضات اور ان کے جوابات ارشاد فرمائے جاتے ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار ومشرکین جن کو یہ امید نہیں کہ ایک روز خداوند قدوس کے روبرو حاضر ہوکر حساب کتاب دینا ہے۔ وہ سزا کے خوف سے بالکل بے فکر ہوکر معاندانہ اور گستاخانہ کلمات زبان سے بکتے ہیں مثلاً یہ کفار کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح ہم پر فرشتے وحی لے کر کیوں نہ اترے یا فرشتہ آکر ہم سے تصدیق کرے کہ یہ خدا کے رسول ہیں۔ یا خدا تعالیٰ سامنے آکر ہم سے ہم کلام ہو اور ہم خدا کو دیکھیں اور خود خدا ان کے دعویٰ رسالت کی تائید و تصدیق کردے۔ کفار کے ان اعتراضات کے جواب میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے گمان میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے جو وحی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہیں اور شرارت اور سرکشی کی حد ہوگئی کہ باوجود ایسی سیہ کاریوں کے دنیا میں ان آنکھوں سے خداوند قدوس کو دیکھنے اور شرف ہم کلامی سے مشرف ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ گھبراؤ نہیں ایک دن آنے والا ہے جب فرشتے تم کو نظر آئیں گے لیکن ان کے دیکھنے سے تم جیسے مجرموں کو کچھ خوشی حاصل نہ ہوگی بلکہ سخت ہولناک مصائب کا سامنا ہوگا حتیٰ کہ جو لوگ اس وقت فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرنے والے ہیں اس وقت پناہ طلب کریں گے اور چاہیں گے کہ ان کے اور فرشتوں کے درمیان کوئی آڑ یا روک قائم

ہو جائے کہ وہ ان تک نہ پہنچ سکیں۔ لیکن خدا کا فیصلہ کب رک سکتا ہے۔ اور دنیا میں ان کفار و مشرکین نے جو بھلے کام اپنے زعم کے موافق کئے ہیں اور جن پر انہیں بڑا بھروسہ ہے ہم قیامت میں قطعاً انہیں ملیامیٹ کر دیں گے اور اس طرح بے حقیقت کر کے اڑا دیں گے جیسے خاک کے حقیر ذرات ہوا میں ادھر ادھر اڑ جایا کرتے ہیں یعنی ان کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ یہ لوگ تو اس روز مصیبت میں گرفتار ہوں گے اور جن اہل ایمان کی دنیا میں ہنسی اڑاتے ہیں وہ جنت کی آرام گاہ میں خوب مزے کے ساتھ ہوں گے اور وہاں کی راحت و عیش و آرام اٹھا رہے ہوں گے۔ آگے قیامت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کے بعد اوپر سے بادل کی طرح ایک چیز اترتی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی اور اس کے ساتھ بے شمار فرشتوں کا ہجوم ہوگا اور آسمانوں کے فرشتے اس روز لگا تار مقام محشر کی طرف نزول فرمائیں گے۔ اس دن لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اصلی بادشاہت کس چیز کا نام ہے۔ یہ اصلی بادشاہت ایسی ہوگی کہ اس میں کسی کا حکم نہ چلے گا۔ اور ظاہراً و باطناً صورۃً و معنیً صرف حضرت رحمٰن یعنی اللہ عزوجل کی بادشاہت ہوگی اور اسی کا حکم چلے گا۔ پھر جب حضرت رحمٰن کی حکومت ہوئی تو جو مستحق رحمت ہیں ان کے لئے رحمت کی کیا کمی۔ بے حساب رحمتوں سے نوازے جائیں گے مگر باوجود ایسی لامحدود رحمت کے کافروں کے لئے وہ دن بڑی مشکل اور مصیبت کا ہوگا اور باوجود اللہ کے رحمٰن ہونے کے منکرین اس کی رحمت سے محروم ہوں گے۔ آگے اللہ اور اس کے رسول پر دنیا میں ایمان نہ لانے والوں کی حسرت و ندامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جو قیامت کے دن ان کو حاصل ہوگی۔ کافر اس دن مارے حسرت و ندامت کے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور افسوس کرے گا کہ میں نے کیوں دنیا میں خدا کے رسول کا بتلایا

ہوا راستہ اختیار نہ کیا۔ اور کیوں میں دنیا میں ان کا ساتھی بنا رہا جو اپنی خواہش پوری کرنے کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے اور کیوں میں شیاطین الانس والجن کے بہکائے میں آ گیا جو آج یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ افسوس ایسوں کو میں نے دوست کیوں سمجھا۔ کاش میرے اور ان کے درمیان دنیا میں کبھی دوستی اور رفاقت نہ ہوئی ہوتی پیغمبر کی نصیحت مجھ کو پہنچ چکی تھی جو ہدایت کے لئے کافی تھی اور امکان تھا کہ میرے دل میں گھر کرے مگر اس کم بخت کی دوستی نے تباہ کیا اور دل کو ادھر متوجہ نہ ہونے دیا۔ بیشک شیطان بڑا دغاباز ہے۔ آدمی کو عین وقت پر دھوکا دیتا اور رسوا کرتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے کافروں کی شکایت کے طور پر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری اس قوم نے اس قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا بالکل نظر انداز کر رکھا تھا اور التفات ہی نہ کرتے تھے۔ انہوں نے قرآن جیسی کتاب کو العیاذ باللہ لغو اور بے ہودہ سمجھ رکھا تھا کبھی اس کو سحر کہتے اور کبھی پرانے قصہ و کہانیاں۔ اس طرح ان اشقیا نے قرآن جیسی کتاب کو بالکل متروک اور مہجور کر چھوڑا تھا۔

یہاں ان آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک تنبیہ لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے۔ تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا۔ اس میں تدبر نہ کرنا۔ اس پر عمل نہ کرنا۔ اس کی تلاوت نہ کرنا۔ اس کی تصحیح قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا۔ اس کے احکام سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ:

''آیت سے ظاہر یہ ہے کہ قرآن کو مہجور اور متروک کر دینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے۔ مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے

ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جس شخص نے قرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کردیا کہ نہ اس کی تلاوت کی پابندی کی نہ اس کے احکام میں غور کیا۔ قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا۔ اب اس کے اور میرے معاملہ کا فیصلہ فرمائیں۔''

تو غور کا مقام ہے کہ حشر کے میدان میں جب شافع محشر دربار خداوندی میں یہ شکایت فرمائیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظرانداز کر رکھا تھا اور قرآن کریم فریاد کرے گا کہ مجھے چھوڑ دیا گیا تھا تو اس وقت کیا تدارک اور کیا تدبیر ہو سکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس الزام اور قرآن کریم کی اس شکایت سے بچنے کی اور کیا صورت ہوگی خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کی گرفت سے بچنے کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قرآن کریم کی طرف سے ہماری آنکھیں اس دنیا میں کھول دے اور اس کے حقوق کو پہچاننے اور ان کے ادا کرنے کی توفیق اور سمجھ عطا فرمادے اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی اور ندامت سے بچالے۔ آمین۔ یہاں ان آیات کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ جس طرح یہ منکرین آپ سے عداوت کرتے ہیں ایسے ہی مجرم ہر نبی سے عداوت کرتے رہے ہیں یعنی یہ سنت قدیمہ ہے کہ کفار انبیاء کے ساتھ عداوت کرتے رہے ہیں۔ سو یہ کوئی نئی بات نہیں کہ جس کا غم کیا جائے۔ قوم کی دشمنی اور سرتابی فقط آپ ہی کے ساتھ نہیں۔ آپ سے پہلے بھی ہر نبی کا کوئی نہ کوئی کافر ضرور دشمن رہا ہے اس لئے قوم کی دشمنی پر صبر کریں جیسا کہ دوسرے انبیاء نے صبر کیا۔ ہدایت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ جس کو چاہے گا ہدایت کردے گا اور جن کو ہدایت نصیب نہ ہوگی ان سب کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرے گا۔

یہاں ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ غلط کار اور بے دین دوستوں کی دوستی قیامت کے روز حسرت و ندامت کا باعث ہوگی۔ ان آیات میں یہ بتلایا ہے کہ جو دو دوست کسی معصیت اور گناہ پر جمع ہوں اور خلاف شرع امور میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہوں ان سب کا یہی حکم ہے کہ قیامت کے روز اس گہرے دوست کی دوستی پر روئیں گے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر انسان (عادۃً) اپنے دوست کے دین اور طریقہ پر چلا کرتا ہے اس لئے دوست بنانے سے پہلے خوب غور کرلیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر دریافت کیا گیا کہ ہمارے مجلسی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا ''وہ شخص جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔'' غور کیجئے! یہ ہے دوستی کا معیار۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں برے ساتھیوں سے ہمیں بچائیں اور صالح و متقی ساتھی اور دوست عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابھی آگے بعض دیگر اعتراض کفار کے نقل کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ قیامت کے روز ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

27

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ

اور کافرلوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر یہ قرآن دفعتہً واحدةً کیوں نہیں نازل کیا گیا۔اِس طرح (تدریجاً) اسلئے ہے تا کہ ہم اس کے ذریعہ سے

فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾ اَلَّذِينَ

آپکے دل کوقوی رکھیں اورہم نے اسکو بہت ٹھیرا (ٹھیرا) کرُاتارا ہے۔اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپکے سامنے پیش کریں مگرہم ٹھیک جواب اوروضاحت میں بڑھاھوا

يُحْشَرُونَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٣٤﴾

آپ کوعنایت کردیتے ہیں۔یہ لوگ ہیں جواپنے موںھوں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جاویں گے یہ لوگ جگہ میں بھی بدتر ہیں اورطریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں۔

| وَقَالَ اور کہا | الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفرکیا کافر | لَوْلَا کیوں نہ | نُزِّلَ نازل کیا گیا | عَلَيْهِ اس پر | الْقُرْاٰنُ قرآن | جُمْلَةً وَّاحِدَةً ایک ہی بار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| كَذٰلِكَ اسی طرح | لِنُثَبِّتَ تا کہ ہم قوی کریں | بِهٖ اس سے | فُؤَادَكَ تمہارا دل | وَرَتَّلْنٰهُ اور ہم نے اسکو پڑھا | تَرْتِيلًا ٹھہر ٹھہر کر | |
| وَلَا يَأْتُونَكَ اور وہ نہیں لاتے تمہارے پاس | بِمَثَلٍ کوئی بات | اِلَّا مگر | جِئْنٰكَ ہم پہنچادیتے ہیں تمہیں | بِالْحَقِّ ٹھیک (جواب) | وَاَحْسَنَ اور بہترین | |
| تَفْسِيرًا وضاحت | اَلَّذِينَ جولوگ | يُحْشَرُونَ جمع کئے جائیں گے | عَلٰى پر۔بل | وُجُوهِهِمْ اپنے منہ | اِلٰى جَهَنَّمَ جہنم کی طرف | اُولٰٓئِكَ وہی لوگ |
| شَرٌّ بدترین | مَّكَانًا مقام | وَّاَضَلُّ اور بہت بھکے ہوئے | سَبِيلًا راستے سے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے یہی سلسلۂ مضمون چل رہا ہے کہ کفار کے اعتراضات نقل فرما کران کا ردفرمادیا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں کفار کا ایک مزید اعتراض ان آیات میں نقل فرما کر اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے۔کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جونبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اگر واقعی میں نبی ہیں تو دوسری کتابوں جیسے توریت۔انجیل وغیرہ کی طرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اُتارا گیا۔ برسوں میں جوتھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا تو کیا اللہ میاں کو کچھ سوچنا پڑتا تھا۔اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوچ سوچ کر بناتے ہیں۔پھر موقع مناسب دیکھ کرتھوڑا تھوڑا سناتے رہتے ہیں اورخدا کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔العیاذ باللہ تعالیٰ۔کفار کے اس اعتراض کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں یہ واقعی متفرق طور پر اترا ہے اور اس کو ہم نے ٹھہرا ٹھہرا کر نازل کیا ہے۔تا کہ ہم اس کے ذریعہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے دل کوقوی رکھیں۔یہ مختصر چند الفاظ میں جواب ہے مگر مفسرین نے اس کی بہت کچھ تشریح فرمائی ہے۔قرآن پاک کا نزول ۲۳ سال میں پورا ہوا ہے جیسی جیسی ضرورت پڑتی گئی۔جو جو واقعات ہوتے رہے۔اسی کے مطابق احکام وغیرہ نازل ہوتے رہے اگر غور کیا جائے تو اس طرح تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں بہت سے فوائد ہیں جودفعتہً نازل کرنے کی صورت میں پوری طرح حاصل نہ ہوتے۔مثلاً اس صورت میں قرآن کا حفظ کرنا زیادہ آسان ہوا۔سمجھنے میں سہولت رہی۔کلام پوری طرح منضبط ہوتا رہا۔اور موقع بموقع جو احکام واوامر ونواہی آتے رہے اہل ایمان ان کی تفاصیل پر مطلع ہوتے رہے۔ہر آیت وسورت کی جداگانہ شان نزول کو دیکھ کر اس کا صحیح مطلب متعین کرنے میں مدد ملی۔ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا بروقت جواب ملتے رہنے

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کرام کے قلوب تسکین پاتے رہے۔ اس سلسلہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بار بار آنا جانا ہوا جو مستقل ایک برکت تھی۔ نیز قرآن کریم کی بہت سی آیتیں مشرکین کے اعتراضات کے جوابات میں نازل ہوئیں اور ظاہر ہے کہ جواب۔ سوال اور اعتراض کے بعد ہوتا ہے اور اعتراض کے بعد شافی جواب کامل جانا خاص بصیرت اور معرفت کا سبب ہوتا ہے۔ نیز بہت سی آیتیں نئے واقعات کے فیصلہ کے متعلق نازل ہوئیں اور ظاہر ہے کہ فیصلہ تو واقعہ کے وقوع کے بعد ہی ہوگا۔ نیز قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا اور آپ کفار سے یہ کہتے کہ اگر تم کو اس کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ ہے تو ایک ہی سورت اس کے مثل بنالاؤ۔ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تو ہر بار قرآن کا اعجاز اور ان کا عجز ظاہر ہوتا اور اس طرح قرآن کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بار بار اظہار ہوتا۔ پھر جب کفار کوئی اعتراض یا ناگوار معاملہ کرتے تب ہی آپ کی تسلی نازل ہوجاتی۔ اس میں زیادہ تقویت قلب کی ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک کتاب آدمی کے پاس ہو اور وقت پر اس میں سے مضمون تلاش کر کے کام میں لاوے۔ پھر تعلیم کا کمال یہ ہے کہ متعلم پر بار نہ ہو اور رفتہ رفتہ اس کی جہالت دور ہوجائے یہی وجہ ہے کہ ماہرین تعلیم بچوں کو ایسی تدریجی تعلیم دیتے ہیں کہ بچوں کی دلچسپی باقی رہے۔ اور شوق میں اضافہ ہوتا رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ علم میں بھی ترقی ہو۔ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قوموں کو آہستہ آہستہ سدھارنے کی کوشش کی اور تدریجی وحی کے ذریعہ ان کے احوال و اعمال کی اصلاح کی۔

بعض خاص حالات میں قوم کی انتہائی سرکشی کے پیش نظر بعض آسمانی کتابیں یکدم بھی نازل ہوگئیں اور چونکہ لوگوں پر یکدم پوری کتاب کو ماننا اور اس پر بتمامہ عمل کرنا شاق گزرا اس لئے انہوں نے کتاب الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ بنی اسرائیل کے توریت سے سرتابی کرنے کی یہی وجہ تھی جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے وہ شدید گمراہی اور تاریکی کا دور تھا۔ روئے زمین پر خدائے تعالیٰ کو حقیقی طور پر واحد و یکتا جاننے والے بالکل نہ تھے۔ اور اگر کوئی تھا بھی تو وہ کہیں گوشۂ گمنامی میں چھپا ہوا تھا۔ مشرق سے مغرب تک لوگ کفر و شرک اور بداعمالیوں میں مبتلا تھے اور بدکاریوں کے اتنے خوگر ہوگئے تھے کہ برائی ان کی نظر میں برائی نہ رہی تھی بلکہ قابل فخر چیز بن گئی تھی۔ یہ خرابی اور برائی کی انتہا ہوتی ہے کہ وہ خوبی کا جامہ پہن لیتی ہے۔ ایام جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عوام و خواص کا یہی حال تھا کہ یہ رفتار ایک دو سال کی نہ تھی بلکہ قرن ہا قرن سے اسی اخلاقی بربادی اور وجدانی تباہی کی حکومت تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت اور ایسے ماحول میں یکدم انقلابات لانا۔ نظریات اور مسلمات کو بیک وقت بدلنا ناممکن نہیں تو دشوار ترین ضرور تھا۔ یہی سبب تھا کہ قرآن یکدم نازل نہ کیا گیا بلکہ رفتہ رفتہ احکام اتارے گئے کلیات اور اصول کو تدریجاً بدلا گیا۔ خرابیوں پر آہستہ آہستہ تنبیہ کی گئی۔ اور خوبیوں کی بھی تعلیم تدریجاً دی گئی مگر کوتاہ اندیش اور کج فہم معترضین اور معاندین کو یہ حقائق اور فوائد کس طرح سمجھ میں آسکتے تھے وہ لگے الٹے اعتراض کرنے کہ قرآن بتمامہ یکدم کیوں نہ اتارا گیا۔

مفسر ابن کثیرؒ نے ان آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ لطیفہ یہ ہے کہ قرآن کو دونوں بزرگیاں ملیں یہ ایک ساتھ پورے کا پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک پہنچا۔ پھر وہاں سے حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ آیت میں آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر کہا جاتا ہے کہ یہ کفار

جب کوئی اعتراض قرآن پر یا کوئی مثال آپ پر چسپاں کرتے ہیں تو ہماری طرف سے اس کا ٹھیک ٹھیک جواب قرآن بتلا دیتا ہے جس میں کسی قسم کا ہیر پھیر نہیں ہوتا بلکہ صاف اور واضح ہوتا ہے مگر جن کی عقل اوندھی ہوگئی ہو وہ سیدھی اور صاف بات کو بھی ٹیڑھی سمجھتے ہیں۔ پھر ایسوں کا انجام بھی آگے بتلا دیا گیا کہ قیامت کے دن ان کافروں کو اوندھے منہ جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ ایک صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یارسول اللہ قیامت کے دن کس طرح کافر کو منہ کے بل ہنکایا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پاک قدرت والے نے اس کو پاؤں کے بل چلایا ہے وہ قادر ہے کہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلا دے۔ غرض یہ کہ آخرت میں ان کا ٹھکانا کفر و انکار کی وجہ سے بدترین ہوگا اور ان کی یہ گمراہی ان کو بدترین مقام یعنی جہنم میں پہنچا دے گی۔

یہاں تک مضمون توحید و رسالت کے انکار پر وعید کا تھا اب اسی توحید و رسالت کی تائید کے لئے آگے بعض گذشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصص اجمالاً بیان فرمائے گئے ہیں تا کہ کفار کو تنبیہ ہو جائے کہ منکرین نبوت کس ذلت اور خواری کے ساتھ ہلاک ہوئے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور قرآن جیسی نعمت ہم کو عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى

اور بتحقیق ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی تھی اور ہم نے اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو معین بنایا تھا۔ پھر ہم نے حکم دیا کہ دونوں اُن لوگوں

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری دلیلوں کو جھٹلایا ہے۔ سو ہم نے اُن کو بالکل ہی غارت کردیا۔ اور قوم نوح کو بھی ہم ہلاک کر چکے ہیں جب اُنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا

اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟

تو ہم نے اُن کو غرق کردیا اور ہم نے اُن کو لوگوں کیلئے ایک نشان بنادیا اور ہم نے ظالموں کیلئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور ہم نے عاد اور ثمود

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا

اور اصحاب الرس اور اُن کے بیچ بیچ میں بہت سی اُمتوں کو ہلاک کردیا۔ اور ہم نے ہر ایک کے واسطے عجیب عجیب مضامین بیان کئے اور ہم نے سب کو بالکل برباد ہی کردیا۔

تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ

اور یہ اُس بستی پر ہوکر گزرے ہیں جس پر بُری طرح پتھر برسائے گئے تھے۔ سو کیا یہ لوگ اس کو دیکھتے نہیں رہتے۔ بلکہ یہ لوگ

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

مَر کر جی اُٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور البتہ ہم نے دی | مُوْسَى موسیٰ | الْكِتٰبَ کتاب | وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا | مَعَهٗٓ اس کے ساتھ | اَخَاهُ اس کا بھائی | هٰرُوْنَ ہارون |
| وَزِيْرًا وزیر معاون | فَقُلْنَا پس ہم نے کہا | اذْهَبَآ تم دونوں جاؤ | اِلَى الْقَوْمِ قوم کی طرف | الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا جنہوں نے جھٹلایا | بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتیں | |
| فَدَمَّرْنٰهُمْ تو ہم نے تباہ کردیا انہیں | تَدْمِيْرًا بری طرح ہلاک | وَ اور | قَوْمَ نُوْحٍ قوم نوح | لَمَّا كَذَّبُوْا جب انہوں نے جھٹلایا | الرُّسُلَ رسول | |
| اَغْرَقْنٰهُمْ ہم نے غرق کردیا انہیں | وَجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے بنایا انہیں | لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے | اٰيَةً ایک نشانی | وَاَعْتَدْنَا اور تیار کیا ہم نے | لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے | |
| عَذَابًا ایک عذاب | اَلِيْمًا دردناک | وَّعَادًا اور عاد | وَّثَمُوْدَا۟ اور ثمود | وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ اور کنویں والے | وَقُرُوْنًا اور جماعتیں | |
| بَيْنَ ذٰلِكَ ان کے درمیان | كَثِيْرًا بہت سی | وَكُلًّا اور ہر ایک کو | ضَرَبْنَا ہم نے بیان کیں | لَهُ اس کیلئے | الْاَمْثَالَ مثالیں | وَكُلًّا اور ہر ایک کو |
| تَبَّرْنَا ہم نے مٹا دیا | تَتْبِيْرًا تباہ کرکے | وَلَقَدْ اَتَوْا اور تحقیق وہ آئے | عَلَى پر | الْقَرْيَةِ بستی | الَّتِيْٓ وہ جس پر | اُمْطِرَتْ برسائی گئی |
| مَطَرَ السَّوْءِ بُری بارش | اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا تو کیا وہ نہ تھے | يَرَوْنَهَا اس کو دیکھتے | بَلْ بلکہ | كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ وہ امید نہیں رکھتے | نُشُوْرًا جی اٹھنا | |

تفسیر و تشریح:۔ قرآن پاک نے اپنی تعلیمات اور ہدایات کو مؤثر بنانے کے لئے کہیں تو ترہیب اور ترغیب کا طریقہ اختیار کیا۔ کہیں تشبیہ اور تمثیل سے ذہن پر اثر ڈالنے کی کوشش کی، کہیں عذاب جہنم کی ہولناکیوں اور ثواب جنت کی راحتوں کا نقشہ سامنے کھینچا تا کہ ثواب کی رغبت اور عذاب کا خوف پیدا ہو کر عقائد و اعمال کی درستی ہو جائے۔ اسی طرح گذشتہ انبیاء کرام کے واقعات و حالات اور ان

کے اقوام کی فرمانبرداری اور نافرمانی بیان کی اور پھر دونوں کے نتائج بھی ظاہر کیے تاکہ قرآن کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو اور نافرمانی کی صورت میں تباہی کی تصویر نظروں کے سامنے آجائے۔ اسی بناء پر توحید و رسالت۔ قیامت و آخرت۔ عذاب و ثواب۔ جہنم اور جنت پر دلائل بیان کر کے نصیحت کا مواد پیش فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بھی چند پیغمبروں کی نافرمان قوموں کا عبرت انگیز نتیجہ بیان کر کے ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا سامان فراہم کیا کہ قوم کی سرکشی کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ گذشتہ انبیاء کی قوموں نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی لیکن انجام کار تکذیب کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ دوسری طرف منکرین کے لئے یہ درس عبرت ہے کہ وہ اپنی سرتابی اور سرکشی چھوڑ دیں ورنہ برباد ہونے کے لئے تیار ہو جاویں۔

سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ آپ کی نبوت اور کتاب اہل کتاب میں بہت مشہور تھی اور بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعونیوں نے کیا کیا۔ ان کو کس قدر معجزات دکھلائے گئے اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کر کے حضرت موسیٰ کا ہاتھ بٹانے کے لئے ساتھ کر دیا گیا تھا۔ پہلا کام ان دونوں حضرات کے یہ سپرد ہوا کہ فرعون اور اس کی قوم کو جا کر سمجھائیں کہ سرکشی چھوڑیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کریں۔ لیکن اس قوم نے ان کی نہ سنی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو نیست و نابود کر دیا۔ جس کا تفصیلاً قرآن پاک میں متعدد جگہ بیان ہو چکا ہے۔ اور ان سے پیشتر قوم نوح کو دیکھ کر انہوں نے نہ صرف نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی بلکہ عموماً رسولوں کے منکر تھے۔ جب وہ کسی طرح نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست طوفان بھیجا اور تمام منکرین و مکذبین کو غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اسی طرح قوم عاد و ثمود کو دیکھو کہ حضرت ہود اور صالح علیہما السلام کے انکار اور مقابلہ سے ان پر کیا ماجرا گزرا۔ پھر اصحاب الرس پر غور کرو۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کس نبی کی امت تھی۔ اکثر یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک بت پرست قوم تھی جن کے بہت سے کنوئیں تھے۔ رس کنوئیں کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے یہ اصحاب الرس کہلاتے تھے۔ یہ ان کنوؤں سے زراعت کرتے اور جانوروں کو پالتے تھے۔ ان کی ہدایت کو حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے مگر انہوں نے بڑی سرکشی کی اور اپنے پیغمبر کو ایذائیں دیں آخر قہر آسمانی سے یہ بھی ہلاک ہوئے۔ اور بھی بہت سے سرکش لوگ جو ان قوموں کے درمیانی زمانہ میں آئے سب کو اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک کیا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قوم لوط کی بستیاں جن کے کھنڈرات پر مکہ والے شام کے سفر میں گزرتے تھے۔ یہ بستیاں بحیرۂ لوط کے کنارے الٹی پڑی ہیں جن کو یہ مکہ والے آتے جاتے دیکھتے ہیں مگر عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور عبرت ہوتی کہاں سے جب ان کے نزدیک یہ احتمال ہی نہیں کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اٹھنا ہے اور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ عبرت تو وہی حاصل کر سکتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو اور انجام کی طرف سے بالکل بےفکر نہ ہو۔ جب یہ وجود قیامت ہی کے قائل نہیں تو پھر دنیا میں اپنے کردار کی پاداش کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں۔

بعض مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ اس میں جہاں کافروں کے لئے درس عبرت موجود ہے کہ پیغمبر خدا کی تکذیب و سرتابی چھوڑ دیں۔ ورنہ انجام کار تباہی و بربادی کے لئے تیار رہیں وہیں دور حاضر کے مدعیان اسلام کو بھی اس خزانۂ موعظت سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب سے منہ موڑنے کا نتیجہ خسران و تباہی کے سوا کچھ نہیں مسلمان کی موجودہ حالت و ذلت ان کی خود

آورد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہادیٔ برحق کی تعلیم سے انحرف کا نتیجہ ہے۔ قوانین اسلام پر نہ چلنے کا خمیازہ ہے۔

آپ نے گذشتہ درسوں میں سنا کہ کفار ومنکرین قرآن پر کیا کیا اعتراض کیا کرتے تھے مگر افسوس ہماری شامتِ اعمال کہ ہم کو ایسے روزِ بد بھی دیکھنے پڑے کہ جو اسلام کا لیبل لگا کر قرآن پر معترض ہوئے کہ یہ چودہ سو سال پرانی کتاب ہوگئی اب اس میں ہمارے مسائل کا حل نہیں۔ اور پاکستان میں گذشتہ دس بارہ سال کے زمانہ (سوشلزم) کو جانے دیجئے۔ ابھی گذشتہ تھوڑے عرصہ ہی کی بات ہے جبکہ ملک میں "اسلامی نظام" کی باتیں ہو رہی ہیں اور الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے اس کی ابتداء کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ ایسے اسلام دشمن منافقین بھی ملک میں موجود ہیں کہ جو علی الاعلان بے باکی کے ساتھ قرآن کریم کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کے خدائی قوانین کو نامکمل اور ناقص اور قابل اصلاح کہتے ہیں۔ ۷ جولائی ۱۹۷۸ء کے ڈان اخبار کو دیکھ لیجئے یا ماہنامہ بینات بابت ماہ نومبر ۱۹۷۸ء جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ، کراچی سے شائع ہوتا ہے اس کا اداریہ بصائر وعبر کے عنوان کے تحت پڑھ لیجئے۔ ایسے معترضین کے لئے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی بات ہے کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں دنیا کے انصاف پسند غیر مسلم مشاہیر، فضلا اور دانشوروں کو بھی قرآن کی حقانیت۔ اس کو الہامی کتاب اور آسمانی نصیحت نامہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا ہے۔ الغرض الحمدللہ ہمارا تو ایمان ہے کہ قرآن تمام دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ خالق کائنات کی آخری آسمانی کتاب ہے جس پر ہمیں تو کسی کی شہادت اور گواہی کی ضرورت نہیں۔ کاش کہ اب بھی امت مسلمہ قرآن اور تعلیم نبوی پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے تو پھر نصرتِ خداوندی ان کی ذلت کو عزت سے۔ ان کی پستی کو بلندی سے۔ ان کی غلامی کو حکومت سے اور ان کے افلاس وبدحالی کو خوشحالی سے بدل دے مگر یہ بات اس کی سمجھ میں آسکتی ہے جس کو اسلام اور ایمان سے حقیقی تعلق ہو۔ باقی جو محض مردم شماری کے مسلمان ہوں اور نفاق کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہوں۔ جو اتباع قرآن وسنت کو "دقیانوسیت" اور "ملاپن" کے تحقیر آمیز القاب سے یاد کرتے ہوں، جن کے نزدیک ہر بے دینی ترقی کا راستہ ہے۔ اور ہر کفریات بکنے والا روشن خیال ہے اور اس پر جو نکیر کرے وہ کٹھ ملا، ضروریات زمانہ سے بے خبر ترقی کا دشمن ہے تو ایسوں کی سمجھ میں یہ بات کہاں آسکتی ہے کہ ایک مسلمان کی دین ودنیا دونوں جہان کی صلاح وفلاح صرف اور صرف قرآن اور سنت ہی کے اتباع میں ہے اور ایک مسلمان کے لئے دونوں جہان کا خسران اور ناکامی اور تباہی و بربادی قرآن وسنت سے منہ موڑنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی حقیقی وقعت وعظمت اور دین کی سمجھ اور قرآن کا فہم عطا فرمائیں۔ آمین۔ غرض کہ خدائی قانون تو اٹل ہیں اس لئے ان آیات کا پیغام جن کی سمجھ میں نہیں آتا اور جو اپنی خواہشاتِ نفس کے سامنے قرآن اور سنت کے اتباع کی طرف جھکنے کے لئے تیار نہیں تو وہ اپنا مقام اور انجام قرآن اور سنت کی روشنی میں سن لیں۔ جو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے، جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: قرآن پاک نے جو واقعات نافرمان امتوں کے بیان کئے ہیں وہ ہمارے لئے بھی باعثِ عبرت ونصیحت ہوں۔
یا اللہ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا اور وفادار امتی اور اپنی آسمانی کتاب قرآن حکیم کا مطیع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! اس ملک کو جو اسلام کے نام سے وجود میں آیا ہے اس کو صحیح معنی میں اسلامی ملک بنادے اور یہاں اسلام کو وہ غلبہ اور شوکت نصیب فرمادے کہ اس سرزمین سے سارے عالم میں ایمان واسلام کی روشنی پھیل جائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ

اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟۔ اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے

اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ

ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم اُن پر قائم نہ رہتے۔اور جلدی ہی ان کو معلوم ہوجائیگا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا۔

سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ

اے نبی آپ نے اُس شخص کی بھی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔سو کیا آپ اُس کی نگرانی کر سکتے ہیں۔یا آپ خیال کرتے ہیں

اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع

کہ اُن میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاِذَا اور جب | رَاَوْكَ دیکھتے ہیں تمہیں وہ | اِنْ نہیں | يَتَّخِذُوْنَكَ وہ نہیں بناتے تمہیں | اِلَّا مگر۔صرف | هُزُوًا تمسخر (ٹھٹھا) | اَهٰذَا کیا یہ |
| الَّذِيْ بَعَثَ وہ جسے بھیجا | اللّٰهُ اللہ | رَسُوْلًا رسول | اِنْ قریب تھا | كَادَ لَيُضِلُّنَا کہ وہ ہمیں بہکا دیتا | عَنْ اٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں سے | |
| لَوْلَآ اگر نہ | اَنْ صَبَرْنَا ہم جمے رہتے | عَلَيْهَا اس پر | وَسَوْفَ اور جلد | يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے | حِيْنَ جس وقت | يَرَوْنَ وہ دیکھیں گے |
| الْعَذَابَ عذاب | مَنْ اَضَلُّ کون بدترین گمراہ | سَبِيْلًا راستہ سے | اَرَءَيْتَ کیا تم نے دیکھا؟ | مَنِ اتَّخَذَ جس نے بنایا | اِلٰهَهٗ اپنا معبود | |
| هَوٰىهُ اپنی خواہش | اَفَاَنْتَ تو کیا تم | تَكُوْنُ ہوجائے گا | عَلَيْهِ اس پر | وَكِيْلًا نگہبان | اَمْ تَحْسَبُ کیا تم سمجھتے ہو؟ | اَنَّ کہ |
| اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر | يَسْمَعُوْنَ سنتے ہیں | اَوْ يَعْقِلُوْنَ یا عقل سے کام لیتے ہیں | اِنْ هُمْ نہیں وہ | اِلَّا مگر | كَالْاَنْعَامِ چوپایوں جیسے | |
| بَلْ هُمْ بلکہ وہ | اَضَلُّ بدترین گمراہ | سَبِيْلًا راہ سے | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون کفار مکہ کے اعتراضات اور ان کے حالات کے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ کفار مکہ قوم لوط کی بستیوں کے کھنڈرات شام وغیرہ کو سفر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر اس سے کوئی عبرت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ پیغمبر کی نافرمانی کرنے والی قوم کا کیا انجام کار ہوا؟ انہی کفار مکہ کے متعلق ابھی مضمون جاری ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ نافرمان قوموں کے حالات سن کر اور ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات دیکھ کر بجائے عبرت حاصل کرنے کے ان کا مشغلہ تو یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں۔ چنانچہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بطور استہزاء اور مذاق کے کہتے کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ کیا تو ان کی یہ ظاہری مالی حیثیت اور کہاں منصب رسالت؟ کیا ساری خدائی میں بس یہی رسول بننے کے لئے رہ گئے تھے؟ ان کی یہ باتیں جو جادو کا سا اثر رکھتی ہیں اس نے رنگ تو ایسا جمایا تھا کہ ہم میں سے بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے ہوتے۔ اور قریب تھا کہ ان کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں اور دیوتاؤں سے برگشتہ کردیتیں۔ وہ تو ہم ایسے پکے تھے کہ برابر اپنے دین پر جمے رہے اور ان کی باتوں کا اثر قبول نہ

کیا۔ ورنہ یہ ہم سب کو کبھی کا گمراہ کر کے چھوڑتے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) دیکھا آپ نے کہ کفار خود کفر وشرک کی گمراہی میں مبتلا ہونے کے باوجود الزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتے تھے کہ اگر بت پرستی چھوڑ دی تو گویا یہ ان کے یعنی کفار کے نزدیک گمراہی تھی۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جملہ میں اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد ہی فوراً ان کو معلوم ہو جاوے گا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون گمراہ تھا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ اس آیت کا نزول ابوجہل کے متعلق ہوا یہ کم بخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کرتا تھا کہ کیا ایسے کم حیثیت اور بے مایہ شخص کو خدا نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ہم نے بڑا دھوکا کھایا تھا کہ ان کی باتیں سنی تھیں۔ قریب تھا کہ ہم اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ دیں اور گمراہ ہو جاویں مگر خیر ہو گئی ہم اپنے دیوتاؤں کی پرستش پر جمے رہے اور ان کے بہکائے سے بچ گئے (العیاذ باللہ) جب ابوجہل اور اس کے ساتھی جنگ بدر میں مارے گئے تو اختتام جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ملعونوں کی لاشوں کو ایک کنوئیں میں جمع کرا کے خطاب فرمایا کہ ہم سے جو کچھ ہمارے پروردگار نے وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے پالیا کیا تم نے بھی وہ عذاب پالیا جس کی وعید تمہارے رب نے دی تھی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین تھے آپ کوشش فرماتے تھے اور دل و جان سے چاہتے تھے کہ بے دین کافروں کو دوزخ سے کھینچیں۔ جو لوگ جان و مال اور عزت و آبرو کے دشمن تھے ان کے ساتھ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفقت فرماتے تھے اور ان کے انکار اور کفر پر ملول ہوتے تھے لیکن وہ کم بخت نفس پرست تھے۔ حق پرست نہ تھے۔ صداقت کی ان کو جستجو ہی نہ تھی پھر کس طرح ہدایت یاب ہو سکتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ جو خواہش پرست اور نفس کے بندے ہیں آپ ایسے ہوا پرستوں کو راہِ راست پر لے آنے کی کیا ذمہ داری کر سکتے ہیں۔ جن کا معبود ہی محض خواہش ہو کہ جدھر خواہش لے گئی ادھر ہی جھک پڑے۔ جو بات خواہش کے موافق ہوئی قبول کر لی۔ جو مخالف ہوئی رد کر دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکوں کا عجیب حال تھا ایک زمانہ تک ایک پتھر کی پوجا کرتے تھے پھر جب اس سے زیادہ خوبصورت پتھر ان کو مل جاتا تو پہلے معبود کو چھوڑ کر دوسرے کی پرستش شروع کر دیتے تھے۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیسی ہی نصیحتیں ان کو سنایئے یہ تو چوپائے جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں انہیں سننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ۔ چوپائے تو بہرحال اپنے پرورش کرنے والے مالک کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں۔ نافع ومضر کی کچھ شناخت بھی رکھتے ہیں۔ کھلا چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پر پہنچ جاتے ہیں لیکن ان منکرین اور کم فہموں کا یہ حال ہے کہ نہ اپنے خالق ورازق کا حق پہچانا۔ نہ اس کے احسانات کو سمجھا۔ نہ بھلے برے کی تمیز کی۔ نہ دوست دشمن میں فرق کیا۔ نہ غذائے روحانی اور چشمۂ ہدایت کی طرف قدم اٹھایا۔ بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے اور جو قوتیں سوچنے اور سمجھنے کی خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں ان کو معطل کئے رکھا بلکہ بے موقع صرف کیا اگر ذرا بھی عقل وفہم سے کام لیتے تو اس کارخانۂ قدرت میں بے شمار نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور دین حق کی صداقت وحقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ کفار کے پیش نظر خواہشات نفس کی پیروی رہتی ہے۔ ہر چند کہ حقانیت قرآن اور صداقت رسول کے عقلی وفطری شواہد موجود ہیں مگر چونکہ کافروں کا جی نہیں چاہتا اس لئے وہ نہیں مانتے۔ مطلق العنان رہنا چاہتے ہیں۔ حلت وحرمت کے قیود کو ان کے نفس برداشت نہیں

کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی نفسانی خواہش اس دین وقرآن کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ پھر سورۂ نازعات ۳۰ ویں پارہ میں بالکل صاف اور صریح الفاظ ارشاد ربانی فرمایا گیا:

**فاما من طغٰی واٰثر الحیٰوۃ الدنیا فان الجحیم هی الماوٰی ○ واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوٰی فان الجنة هی الماوٰی○**

تو جس کسی نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہو گی تو ایسے کا ٹھکانہ بس دوزخ ہی ہوگا۔ اور جو کوئی ڈرا ہوگا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اور نفس کو خواہش سے روکا ہو گا تو ایسے کا ٹھکانہ جنت ہی ہے''۔

الغرض ان آیات میں کفار کے لئے وعید و تنبیہ تو ظاہر ہی ہے مگر اس میں درس عبرت دور حاضر کے مسلمانوں کے لئے بھی ہے کہ جن پر خواہش نفس کا سکہ جما ہوا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ خواہش نفس کی پرستش کے معنی ہیں کہ آدمی ہر دینی اور دنیوی امور میں اپنے نفس کا فرمانبردار ہو جائے جس کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً جاہ پرستی، عزت پرستی، شہرت پرستی، حکومت پرستی، زر پرستی، زن پرستی، اولاد پرستی وغیرہ وغیرہ یعنی احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز یا دوسرے شخص کی اتنی اطاعت کرنی کہ حکم الٰہی کی کوئی پروا نہ ہو یا مخالفت ہو، یہی نفس پرستی ہے۔ آج کا وہ نام نہاد مغرب زدہ طبقہ جو اسلامی لیبل لگا کر احکام شریعت کو صرف اس لئے نہیں مانتا کہ اس کا دل نہیں چاہتا اس کی عیش پرستی میں فرق آتا ہے۔ جو قرآنی احکام کو ٹھکراتا ہے محض اس لئے کہ حکم قرآنی کو مان کر اس کی شیطانی اغراض حاصل نہیں ہوسکتیں اور من چاہی زندگی نہیں بسر کرسکتا وہ مذکورہ بالا قرآنی آیات وحدیث کی روشنی میں اپنا مقام اور اپنا انجام غور کرلے آگے توحید باری تعالیٰ سمجھانے کے لئے کچھ قدرت کی نشانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف نصیب فرمائیں جو ہم کو نفسانی خواہشات کے اتباع سے روک دے۔ اے اللہ! نفس و شیطان کی شرارت سے ہماری کامل حفاظت فرمایئے۔ اور ظاہراً و باطناً ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمایئے۔ اے اللہ! آپ نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان اور قرآن کی جو دولت عطا فرمائی ہے اس کی حقیقی شکر گزاری کی بھی توفیق عطا فرمادے۔ اور دین کے معاملہ میں ہم کو نفس پرستی جو کافرانہ خصلت ہے اس سے کامل طور پر بچایئے۔ یا اللہ! جانور کو بھی اتنی تمیز اور سلیقہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مالک اور محسن اور دانہ پانی دینے والے کو جانتا اور پہچانتا ہے لیکن اس غافل انسان کو نفس اور شیطان نے کیسا دھوکے میں ڈالا ہے کہ یہ اپنے خالق۔ رازق اور منعم و محسن حقیقی کو بھول کر دنیا کی من چاہی لذات اور خواہشات میں پھنسا ہوا ہے اور خالق کائنات کی نافرمانی اور اس کے احکام سے سرکشی برت رہا ہے۔ اور عاقبت اور انجام سے بے فکر بنا ہوا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿۴۵﴾

(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے پروردگار (کی قدرت) پر نظر نہیں کی اُس نے سایہ کو کیونکر پھیلایا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اُس کو ایک حالت پر ٹھہرایا ہوا رکھتا پھر ہم نے آفتاب کو اس پر علامت مقرر کیا۔

ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا

پھر ہم نے اُس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا

وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ وَأَنْزَلْنَا

اور دن کو زندہ ہونے کا وقت بنایا۔ اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں۔ اور ہم آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿۴۸﴾ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿۴۹﴾

پانی برساتے ہیں جو پاک صاف کرنے کی چیز ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چارپایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کر دیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿۵۰﴾

اور ہم اس کو اُن لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ لوگ غور کریں سو اکثر لوگ بغیر ناشکری کئے نہ رہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا | إِلَىٰ طرف | رَبِّكَ اپنا رب | كَيْفَ کیسے | مَدَّ الظِّلَّ دراز کیا سایہ | وَلَوْ شَاءَ اور اگر وہ چاہتا | لَجَعَلَهُ تو اسے بنا دیتا | |
| سَاكِنًا ساکن | ثُمَّ پھر | جَعَلْنَا ہم نے بنایا | الشَّمْسَ سورج | عَلَيْهِ اس پر | دَلِيلًا ایک دلیل | ثُمَّ پھر | قَبَضْنَاهُ ہم نے سمیٹا اس کو |
| إِلَيْنَا اپنی طرف | قَبْضًا کھینچنا | يَسِيرًا آہستہ آہستہ | وَهُوَ اور وہ | الَّذِي جَعَلَ جس نے بنایا | لَكُمُ تمہارے لئے | اللَّيْلَ رات | |
| لِبَاسًا پردہ | وَالنَّوْمَ اور نیند | سُبَاتًا راحت | وَجَعَلَ اور بنایا | النَّهَارَ دن | نُشُورًا اٹھنے کا وقت | وَهُوَ اور وہی | الَّذِي جس نے |
| أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بھیجیں ہوائیں اس نے | بُشْرًا خوشخبری | بَيْنَ يَدَيْ آگے | رَحْمَتِهِ اپنی رحمت | وَأَنْزَلْنَا اور ہم نے اتارا | مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے | | |
| مَاءً طَهُورًا پانی پاک | لِنُحْيِيَ بِهِ تاکہ ہم زندہ کر دیں اس سے | بَلْدَةً مَيْتًا شہر مردہ | وَنُسْقِيَهُ اور ہم پلائیں اسے | مِمَّا اس سے جو | خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا | | |
| أَنْعَامًا چوپائے | وَأَنَاسِيَّ اور آدمی | كَثِيرًا بہت سے | وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ اور تحقیق ہم نے اسے تقسیم کیا | بَيْنَهُمْ ان کے درمیان | | | |
| لِيَذَّكَّرُوا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں | فَأَبَىٰ پس قبول نہ کیا | أَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگ | إِلَّا مگر | كُفُورًا ناشکری | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ انہیں حق کے سوچنے اور سمجھنے سے کوئی واسطہ ہی نہیں ورنہ اگر یہ ذرا بھی عقل و فہم سے کام لیتے تو اس کارخانہ قدرت میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید۔ بڑائی اور بزرگی اور دین کی صداقت وحقانیت کی طرف رہبری کرتی ہیں۔ اب آگے ان آیات میں قدرت کی بعض نشانیوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن سے معرفت خداوندی حاصل ہوسکتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ سب سے پہلے سایہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ صبح سورج نکلنے تک سب جگہ سایہ ہی رہتا ہے۔ اگر حق تعالیٰ سورج کو طلوع نہ ہونے دیں تو یہی سایہ قائم رہتا۔ مگر اس نے اپنی قدرت سے سورج نکالا جس سے دھوپ پھیلنی شروع ہوئی اور سایہ بتدریج

ایک طرف کو سمٹنے لگا۔ پھر زوال کے بعد سے ایک طرف سے دھوپ سمٹنا شروع ہوتی ہے دوسری طرف سایہ لمبا ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ آخر دن میں دھوپ غائب ہو جاتی ہے۔ تو گویا سایہ کے پیچھے دھوپ اور دھوپ کے پیچھے سایہ یہ بھی قدرت کا نظام ہے۔ پھر اس قادر مطلق نے رات کو تمہارے لئے پردہ کی چیز بنایا یعنی رات کو تاریکی چادر کی طرح سب پر محیط اور طاری ہو جاتی ہے جس میں لوگ کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے ہیں۔ نیند کو اسی قادر مطلق نے سبب راحت وسکون بنایا کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ جاتی ہے وہ اس رات کے سونے سے اتر جاتی ہے اور بدن و روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر وہی اپنی قدرت سے دن کا اجالا کرتا ہے تو نیند سے اٹھ کر ادھر ادھر چلنے پھرنے کام کاج کرنے لگ جاتے ہیں اور روزی کی تلاش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پھر وہی قادر مطلق ہے کہ جس کے حکم سے اول برساتی ہوائیں بارش کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر آسمان سے پانی برستا ہے جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پانی پڑتے ہی مردہ خشک زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ جہاں خاک اڑ رہی تھی وہاں سبزہ زار بن جاتا ہے اور کتنے انسان اور جانور بارش کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ پھر یہ بھی اسی کی قدرت ہے کہ بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو یکساں نہیں پہنچتا۔ بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ۔ کہیں جلد کہیں بدیر۔ جس طرح اللہ کی حکمت مقتضی ہو پہنچتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کی تقسیم کسی قادر مختار و حکیم کے ہاتھ میں ہے۔ پس چاہئے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی زبردست حکمتوں اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس کے مطیع اور فرمانبردار بنتے اور اس کی بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے مگر بہت سے لوگ سمجھتے ہی نہیں۔ نعمت الٰہی کا شکر ہی نہیں ادا کرتے بلکہ الٹا کفرانِ نعمت اور ناشکری پر اتر آتے ہیں۔ احادیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ایک مرتبہ کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ حاضر ہے آپ ان سے جو چاہیں دریافت فرمالیں۔ چنانچہ اس فرشتہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تو خدا کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں بستی میں اتنے اتنے قطرے برساؤ، ہم تعمیل ارشاد کرتے ہیں۔ تو بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسی۔ ایامِ جاہلیت میں عرب کے باشندے عقیدہ رکھتے تھے کہ بارش کا سبب چند مخصوص ستاروں کا طلوع وغروب ہے۔ ہندوستان کے ہندوؤں کا بھی کچھ ایسا ہی عقیدہ ہے۔ اسی کے متعلق آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اکثر لوگ بارانِ رحمت کی ناشکری کرتے ہیں یعنی ستاروں کو بارش کا حقیقی سبب جانتے ہیں۔ حدیث میں ایک روایت ہے کہ حدیبیہ میں ایک رات بارش ہوئی صبح کو حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد حاضرین سے فرمایا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے اس رات کیا فرمایا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بخوبی واقف ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ بعض کا مجھ پر ایمان ہے بعض کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی۔ ان کا ایمان ستاروں پر ہوا اور اللہ کا انہوں نے انکار کیا اور جنہوں نے کہا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہم پر بارش ہوئی تو ان کا ایمان مجھ پر ہوا اور ستاروں کا انہوں نے انکار کیا۔

ابھی یہی سلسلۂ مضمون توحید باری تعالیٰ کے متعلق اگلی آیات میں جاری ہے جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے۔ سو آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے اُن کا زور شور سے مقابلہ کیجئے۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا

اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو صورۃً ملایا جن میں ایک تو شریں تسکین بخش ہے اور ایک شور تلخ ہے، اور اُن کے درمیان میں ایک حجاب

وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ

اور ایک مانع رکھ دیا۔ اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اُس کو خاندان والا سسرال والا بنایا، اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار

قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾

بڑی قدرت والا ہے۔ اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ اُن کو کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ اُن کو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں، اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَوْ اور اگر | شِئْنَا ہم چاہتے | لَبَعَثْنَا تو ہم بھیج دیتے | فِي كُلِّ قَرْيَةٍ ہر بستی میں | نَّذِيرًا ایک ڈرانے والا | فَلَا تُطِعِ پس نہ کہا مانیں آپ | | |
| الْكَافِرِينَ کافروں | وَجَاهِدْهُم اور جہاد کریں اُن سے | بِهِ اسکے ساتھ | جِهَادًا كَبِيرًا بڑا جہاد | وَهُوَ اور وہی | الَّذِي جس نے | مَرَجَ ملایا | |
| الْبَحْرَيْنِ دو دریا | هَٰذَا یہ | عَذْبٌ شیریں | فُرَاتٌ خوشگوار | وَهَٰذَا اور یہ | مِلْحٌ أُجَاجٌ تلخ بدمزہ | وَجَعَلَ اور اس نے بنایا | |
| بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان | بَرْزَخًا ایک پردہ | وَحِجْرًا اور آڑ | مَّحْجُورًا مضبوط آڑ | وَهُوَ اور وہی | الَّذِي جس نے | خَلَقَ پیدا کیا | |
| مِنَ الْمَاءِ پانی سے | بَشَرًا بشر | فَجَعَلَهُ پھر بنائے اس کے | نَسَبًا نسب | وَصِهْرًا اور سسرال | وَكَانَ اور ہے | رَبُّكَ تیرا رب | |
| قَدِيرًا قدرت والا | وَيَعْبُدُونَ اور وہ بندگی کرتے ہیں | مِن دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوا | مَا جو | لَا يَنفَعُهُمْ نہ انہیں نفع پہنچائے | | | |
| وَلَا يَضُرُّهُمْ اور نہ ان کا نقصان کرسکے | وَكَانَ اور ہے | الْكَافِرُ کافر | عَلَىٰ پر۔خلاف | رَبِّهِ اپنا رب | ظَهِيرًا پشت پناہی کرنیوالا | . | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی بعض نشانیاں بیان فرمائی تھیں اور بتلایا تھا کہ قدرت کی ان نشانیوں کو دیکھ کر مقتضا تو ان کا یہ تھا کہ منکرین ان کو نعمت الٰہی سمجھ کر اس کا شکر ادا کرتے نہ کہ الٹا کفر اور ناشکری پر جمے رہنا۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے لئے نبی کا آنا بڑے تعجب کی چیز ہے۔ حالانکہ یہ کوئی تعجب کی چیز نہیں۔ اور اللہ چاہے تو نبیوں کی اتنی کثرت کردے کہ ہر بستی میں علیحدہ نبی ہو مگر اس کو اب منظور یہی ہوا کہ آخر میں سارے جہان کے لئے اکیلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تلقین کی جاتی ہے کہ آپ ان کافروں کے احمقانہ طعن و تشنیع اور جاہلانہ نکتہ چینیوں اور اعتراضات پر التفات نہ فرمائیں اپنا کام یعنی تبلیغ دین پوری قوت اور جوش سے انجام دیتے رہیں اور قرآن کے ذریعہ ان منکرین کا مقابلہ زور و شور سے کرتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرنے والا ہے۔ تو گذشتہ سے سلسلہ قدرت کی ایسی واضح نشانیوں کے بیان کا چل رہا تھا کہ جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ اب آگے پھر خدا کی قدرت اور بعض نشانیوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ ہی کی قدرت ہے کہ اس رب نے پانی کو دو طرح کا کردیا۔

میٹھا اور کھاری۔ نہروں چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً میٹھا صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے اور سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے یا کھاری اور میٹھے دونوں دریاؤں کے پانی کہیں نہ کہیں مل جانے کے باوجود بھی کس طرح ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں محققین علمائے کرام نے بہت سی مثالیں بیان کی ہیں کہ کھاری اور میٹھے پانی ملنے کے باوجود بھی ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں۔ بیان القرآن میں حضرت مولانا تھانویؒ نے دو معتبر بنگال کے علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ ارکان سے چاٹگام تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں۔ ایک طرف کا پانی سفید ہے ایک طرف کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم رہتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے۔ کشتیاں سفید پانی میں چلتی ہیں اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ پانی کڑوا ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ مجھ سے باریسال کے بعض طلبہ نے بیان کیا کہ ضلع باریسال میں دو ندیاں ایک ہی دریا سے نکلتی ہیں ایک کا پانی کھاری بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیذ۔ جس زمانہ میں حضرت عثمانیؒ ڈابھیل ہندوستان کے ضلع سورت صوبہ گجرات میں مقیم تھے تو فرماتے ہیں کہ وہاں سے سمندر تقریباً دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے تو ادھر کی ندیوں میں مدو جزر یعنی جوار بھاٹا ہوتا رہتا ہے۔ بکثرت معتبر لوگوں نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں ملتے نہیں اوپر کھاری رہتا ہے نیچے میٹھا۔ جزر یعنی اتار کے وقت کھاری پانی اتر جاتا ہے اور میٹھا جوں کا توں پانی باقی رہ جاتا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آگرہ کے تمام کنویں تلخ ہیں لیکن شہر کے قریب جو دریا جمنا بہہ رہا ہے وہ شیریں ہے جمنا کی شیرینی سے شہر کے اندرونی کنویں اثر پذیر نہیں ہیں بلکہ بہت مقامات پر دو کنویں باوجود قریب ہونے کے شیرینی اور تلخی کا نمایاں فرق رکھتے ہیں

حالانکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ زمین کے اندر مسام ہیں پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے پھر بھی خدا کی قدرت کہ قریب کے دو پانی زمین کے مسامات میں نفوذ کر کے باہم ایک دوسرے کو متاثر نہیں کرتے۔ پھر اس کے علاوہ سمندر میں بھی مختلف مقامات پر میٹھے پانی کے چشمہ پائے جاتے ہیں جن کا پانی سمندر کے نہایت تلخ پانی کے درمیان بھی اپنی مٹھاس پر قائم رہتا ہے۔ کچھ ہی عرصہ کی بات ہے کہ جب امریکن کمپنی نے سعودی عرب میں تیل نکالنے کا کام شروع کیا تو ابتداء خلیج فارس کے ایسے چشموں سے شیریں پانی حاصل کرتے تھے جن میں شیرینی تھی۔ بعد میں ظہران کے پاس کنویں کھودے گئے اور ان سے حاصل کرنے لگے۔ تو غرض کہ یہ اللہ ہی کی قدرت ہے جس میں اہل بصیرت کے لئے دعوت فکر ہے کہ ایک طرف شیریں پانی ہے اور اسی کے برابر دوسری طرف تلخ اور شور پانی ہے دونوں کے درمیان نہ کوئی دیوار ہے نہ پردہ دونوں اگر متصل ہیں تو اس کے باوجود دونوں مخلوط ہونے نہیں پاتے تو مقام بصیرت ہے کہ پانی باوجود سیال اور رقیق ہونے کے اپنے قطرات کو دوسرے پانی کے قطرات سے جدا رکھتا ہے یہ ان دونوں پانیوں کو باہم اثر اندازی سے روکنے والا کون ہے؟ محض قدرت خداوندی۔

پھر آگے ایک دوسری قدرت کی نشانی بیان کی جاتی ہے کہ دیکھ لو کس طرح اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ناچیز قطرۂ آب کو عاقل و کامل آدمی بنا دیا۔ پھر آگے اس سے نسلیں چلائیں اور دامادی اور سسرال کے رشتے قائم کئے۔ ایک ناچیز قطرہ کو کیا سے کیا کر دیا اور کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ لیکن یہ منکرین اپنی اصل کو بھول گئے اور اس رب قدیر کو چھوڑ کر عاجز مخلوق اور خود ساختہ دیوتاؤں کو معبود کہنے لگے۔ یہ اپنے پروردگار خالق و رزاق کا حق تو کیا پہچانتے۔ اس سے تو منہ موڑ کر اور پیٹھ پھیر کر شیطان کی فوج میں جا شامل ہوئے تا کہ مخلوق کو گمراہ کرنے میں شیطان ملعون کا ہاتھ بٹائیں۔

اب کفار کی مخالفت اور ایمان نہ لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حزن و ملال ہوتا تھا اس پر آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ

اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ہاں جو شخص یوں چاہے

اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ

کہ اپنے رب تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کرلے۔اور اس حی لایموت پر توکل رکھیئے اور اُس کی تسبیح و تحمید میں لگے رہیئے،اور وہ

عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾

اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا اور نہیں | اَرْسَلْنٰكَ بھیجا ہم نے آپ کو | اِلَّا مُبَشِّرًا مگر خوشخبری دینے والا | وَنَذِيْرًا اور ڈرانے والا | قُلْ فرما دیں | مَآ اَسْئَلُكُمْ نہیں مانگتا تم سے | | | |
| عَلَيْهِ اس پر | مِنْ کوئی | اَجْرٍ کوئی اجر | اِلَّا مگر | مَنْ شَآءَ جو چاہے | اَنْ يَّتَّخِذَ کہ اختیار کرلے | اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب تک | سَبِيْلًا راستہ | |
| وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کر | عَلَى الْحَيِّ پر ہمیشہ زندہ رہنے والے | الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ جسے موت نہیں | وَسَبِّحْ اور پاکیزگی بیان کر | بِحَمْدِهٖ اسکی تعریف کے ساتھ | | | | |
| | وَكَفٰى بِهٖ اور کافی ہے وہ | بِذُنُوْبِ گناہوں سے | عِبَادِهٖ اپنے بندے | خَبِيْرًا خبر رکھنے والا | | | | |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات سے اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے جن پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت صاف نظر آتی ہے مگر ان کفار ومشرکین نے اللہ تعالیٰ کا حق نہ پہچانا اور بجائے قدرت والے رب کے ایسوں کو اپنا معبود قرار دے لیا جنہیں کسی کو نہ نفع پہنچانے کا مقدور ہے اور نہ نقصان پہنچانے کی طاقت ہے۔تو ان کفار ومشرکین کی مخالفت اور انکار سے اور ایمان نہ لانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام صرف یہ ہے کہ آپ ان منکرین کو کفر پر قائم رہنے پر ابدی ہلاکت سے ڈرائیں اور ایمان لے آنے پر دوامی نجات کی بشارت سنا دیں۔آگے یہ مانیں یا نہ مانیں آپ کا کوئی نقصان نہیں نہ آپ پر کوئی الزام۔کسی کے ہدایت یاب ہونے پر نہ ہونے کی باز پرس آپ سے نہ ہوگی۔آپ نے اپنا کام یعنی پیغام حق ان کو پہنچا دیا۔اب بطور اتمام حجت کے ان منکرین سے یہ کہہ دیجئے کہ میں اس تبلیغ دین۔اور دعوت حق۔اور موعظت و نصیحت پر تم سے کوئی معاوضہ یا اجرت تو نہیں طلب کرتا میں تو بس یہی چاہتا ہوں کہ جس کو توفیق ہو وہ اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے۔میری طلب صرف یہی ہے کہ تم اللہ کے راستہ پر چلو۔یہ فقرہ کیسی شفقت سے بھرا ہوا ہے جس طرح کوئی استاد اپنے شاگرد کو بڑی شفقت ومحبت سے پڑھا کر عالم بنا دے اور یہ کہے کہ عزیز من! میں اپنی کارگزاری کی کوئی اجرت تم سے نہیں چاہتا میری اجرت یہی ہے کہ تم اپنے علم کو یاد رکھو اور اس پر عمل کرو۔منشا یہ ہے کہ پڑھے ہوئے کو یاد رکھنا تمہارے ہی نفع کا سبب ہے اور مجھے تم سے اتنی محبت ہے کہ تمہارے فائدہ کو اپنا فائدہ سمجھتا ہوں اس لئے مجھے اس سے ایسی ہی مسرت ہوگی جو اجرت لینے سے بھی زیادہ ہوگی۔یا اس پیغمبرانہ شفقت کو یوں سمجھے کہ جیسے کوئی بوڑھا ضعیف باپ اولاد کو کہے کہ تم کھاؤ پیو اور

خوش رہو۔ یہی میرا کھانا پینا اور خوش رہنا ہے۔ اور یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی شخص کا اللہ کے راستہ کو اختیار کر لینے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنا فائدہ قرار دیا تو ممکن ہے یہ اس لحاظ سے فرمایا ہو کہ اس کا ثواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو نیک کاموں کی ہدایت کرتا ہے اور وہ اس کے کہنے کے مطابق نیک عمل کرے تو اس کے عمل کا ثواب خود کرنے والے کو بھی پورا پورا ملے گا اور اتنا ہی ثواب ہدایت کرنے والے شخص کو بھی ملے گا۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینی چاہئے کہ اس طرح کے ارشادات جیسے وما ارسلنک الا مبشرا ونذیرا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تو ہم نے بس ایک مبشر و نذیر بنا کر بھیجا ہے قرآن مجید میں جہاں بھی آئے ہیں ان کا اصل روئے سخن کفار و مشرکین کی طرف ہے اور مقصد اس سے دراصل ان کو یہ بتانا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیر خواہ بے غرض مصلح ہیں جو خلق خدا کی بھلائی کے لئے خدا کا پیغام پہنچاتے ہیں اور ان کے انجام کا نیک و بد بتا دیتے ہیں وہ تمہیں زبردستی تو اس پیغام کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔ تم مانو گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے نہ مانو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ وہ پیغام پہنچا کر سبکدوش ہو چکے۔ اب اس کے بعد تمہارا معاملہ تمہارے خالق اور مالک سے ہے۔ اس لئے یہاں کسی کو اس غلط فہمی میں نہ رہنا چاہئے کہ اہل ایمان اور مسلمانوں کے معاملہ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بس خدا کا پیغام پہنچا دینے اور انجام نیک و بد کا مژدہ سنا دینے تک محدود ہے قران پاک نے جگہ جگہ اور بار بار تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف مبشر و نذیر ہی نہیں ہیں بلکہ معلم کتاب و حکمت۔ اور مزکی۔ اور نمونہ عمل بھی ہیں۔ حاکم۔ قاضی اور امیر مطاع بھی ہیں اور آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہر فرمان اہل ایمان کے حق میں قانون کا حکم رکھتا ہے جس کے آگے ان کو دل و جان کی رضامندی سے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان کفار کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کریں آپ تنہا خدا پر بھروسہ کر کے اپنا فرض تبلیغ و دعوت وغیرہ ادا کرتے جائیے دنیا کی فانی چیزوں کا کیا سہارا۔ اصل سہارا تو اسی کا ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا جس کو کبھی موت نہیں پس آپ اللہ پر توکل رکھئے اور اسی کی عبادت و حمد و ثنا کرتے رہئے۔ ان منکروں اور مجرموں سے وہ خود نبٹ لے گا کیونکہ وہ ان کے گناہوں سے پوری طرح واقف اور خبردار ہے۔

ان آیات کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ تبلیغ دین کا معاوضہ طلب کرنے کی ممانعت ہے۔ تبلیغ دین کی اجرت قطعاً ناجائز ہے۔ یہ دین فروشی ہے۔ جو صراحتہً حرام ہے۔ اس سے خصوصاً ان دین فروش واعظوں کو نصیحت پکڑنی چاہئے جو وعظ کی فیس مقرر کرتے ہیں یا بغیر مقرر کئے معاوضہ لینے کے درپے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے واعظین کے فتنوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھیں۔

ابھی سلسلۂ مضمون توحید اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت نصیب فرما اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کے دین کا اتباع کامل نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ

وہ ایسا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے سب چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا، وہ بڑا مہربان ہے

فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَہُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا

سو اُس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہیے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے، کیا ہم اُس کو سجدہ کرنے لگیں

وَزَادَہُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾

گے جس کو تم سجدہ کرنے کیلئے ہم کو کہو گے اور اُس سے اُن کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔

| الَّذِیْ اور جس نے | خَلَقَ پیدا کیا | السَّمٰوٰتِ آسمان | وَالْاَرْضَ اور زمین | وَمَا بَیْنَہُمَا اور جوان دونوں کے درمیان | فِیْ میں | سِتَّۃِ اَیَّامٍ چھ دن |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ثُمَّ اسْتَوٰی پھر قائم ہوا | عَلَی الْعَرْشِ عرش پر | اَلرَّحْمٰنُ جو رحم کرنے والا | فَسْئَلْ تو پوچھو | بِہٖ اسکے متعلق | خَبِیْرًا کسی باخبر | وَاِذَا اور جب |
| قِیْلَ کہا جائے | لَہُمُ ان سے | اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو | لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کو | قَالُوْا وہ کہتے ہیں | وَمَا اور کیا ہے | الرَّحْمٰنُ رحمٰن |
| | اَنَسْجُدُ کیا ہم سجدہ کریں | لِمَا تَاْمُرُنَا جسے تو سجدہ کرنے کو کہے | وَزَادَہُمْ اس نے بڑھادیا اُن کا | نُفُوْرًا بدکنا | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور صنعت کی بعض نشانیوں کا ذکر فرمایا گیا تھا جن میں غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی توحید۔ بڑائی و بزرگی واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے اور جن سے معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر صاف دلالت کرتی ہیں تو حق تعالیٰ کے اوپر ذکر کیے ہوئے بے شمار انعامات و کمالات کا مقتضا تو یہ تھا کہ انسان حق تعالیٰ کی پرستش کریں اور اسی کو اپنا معبود حقیقی سمجھیں مگر برخلاف اس کے گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ یہ کفار و مشرکین خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نفع پہنچاتی ہیں اور نہ نقصان۔ اور چونکہ ان کفار و مشرکین کی مخالفت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آپ کی تسلی فرمائی گئی تھی کہ آپ ان کفار کی مخالفت کی پروا نہ کریں۔ اپنا فرض یعنی تبلیغ دین اور دعوت حق ادا کیے جائیں اور حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اسی کی عبادت و حمد و ثنا کرتے رہیں۔ وہ ان منکروں اور مجرموں سے خود نبٹ لیگا کیونکہ وہ ان کی ایک ایک حرکت اور عمل سے پوری طرح واقف اور خبردار ہے۔

اب آگے ان آیات میں مزید مضمون توحید بیان فرمایا جاتا ہے کہ یہ ساری کائنات یعنی آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہیں یہ اسی ایک خالق اور مالک کے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ یونہی آپ ہی آپ نہیں ہوگیا بلکہ اس ساری کائنات اور اسکی ہر چیز کو بنانے والا اور ان کو ایک نظام کے تحت قائم رکھنے والا ان کو رفتہ رفتہ کمال کو پہنچانے والا ایک اللہ ہی ہے جس کو ہم اس جسمانی آنکھ سے دیکھ تو نہیں سکتے مگر اس کی نشانیوں کو دیکھ کر عقل سے ضرور پہچان سکتے ہیں کہ وہ ہے اور ضرور ہے اور یہ سارے آسمان و زمین اسی کے بنانے سے ایک مدت میں بنے اور اپنی اپنی جگہ قائم ہوئے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ بھی اور ان آیات میں بھی بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے حق تعالیٰ نے سب چھ روز کی مقدار میں پیدا فرمایا۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ چھ دن سے دنیا کی مقدار کے چھ دن مراد ہیں یا عالم غیب کے چھ دن مراد ہیں جہاں کہ ایک دن ایک ہزار برس کا ہے جیسا کہ سورۂ حج سترہویں پارہ میں ارشاد ہوا۔ اس طرح دنیا کے حساب کے چھ دن عالم آخرت کے چھ ہزار سال بنے۔ واللہ اعلم بالصواب مفسرین نے

لکھا ہے کہ یہاں اس امر کو ذکر کرنے سے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیانی کائنات کو چھ دن کے دور میں پیدا کیا اس سے منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کائنات کا پورا انتظام تدریجی ہے۔ عام قانون قدرت یہی ہے کہ ہر کام کی تکمیل آہستہ آہستہ ہوتی ہے یہاں تک کہ عالم کی پیدائش بھی دفعتہً ایک دم سے نہیں ہوئی اگرچہ اس کی قدرت بہت وسیع ہے وہ اگر چاہتا تو آن کی آن میں پورے عالم و مافیہا کو پیدا کر دیتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے بتدریج پیدا فرمایا جیسا کہ آج بھی انسان۔ اور حیوانات اور نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور ہی پر جاری ہے۔

یہاں ایک نکتہ مفسرین نے اور بھی لکھا ہے کہ یہ سورۂ فرقان جس وقت مکہ میں نازل ہوئی اس وقت کفار کا غلبہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے برسر پیکار تھے اور دین حق کو مٹانے اور اہل حق کو ستانے اور ہر طرح کی ایذائیں دینے کو ہر وقت تیار رہتے کفار کے اس طرز عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا جس پر آپ کی تسلی فرمائی جاتی تو یہاں یہ قانونِ قدرت بیان فرما کر کہ ہر کام کی تکمیل تدریجاً اور آہستہ آہستہ ہوتی ہے یہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے کہ اگرچہ خدا کی قدرت میں ہے کہ وہ تمام کافروں کو ایک دم میں مسلمان کر دیتا یا دفعتہً تمام منکرین کو غارت کر دیتا مگر اس کی حکمت نے کفار کو ڈھیل دے رکھی ہے اور دین کی اشاعت اور اسلام کا غلبہ آہستہ آہستہ کرنا چاہتا ہے۔ پس کفار کی ایذا رسانی سے مسلمانوں کو تنگ دل نہ ہونا چاہئے۔ اسلام کا نشوونما تدریجی ہوگا کہ قانون قدرت کے مطابق ہر چیز کی تکمیل آہستہ اور تدریجاً ہوتی ہے۔ دفعتہً کسی کام کا ہو جانا گو ممکن ہے مگر عمومی ضابطۂ قدرت کے خلاف ہے۔

آگے آیت میں بتلایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان و زمین اور تمام کائنات کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح قائم اور جلوہ فرما ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ یہ جملہ ثم استوٰی علی العرش یعنی پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا یا جا ٹھہرا یہ قرآن پاک میں سات جگہ آیا ہے جس کا تفصیلی بیان سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں ہو چکا ہے چونکہ یہ جملہ متشابہات میں سے ہے اور عقیدہ کے لحاظ سے نہایت اہم ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ اس جملہ کی جو تشریح سورۂ اعراف میں بیان کی گئی ہے اس کو پھر دیکھ لیا جائے۔

الغرض توحید باری تعالیٰ کے ضمن میں یہاں مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں اور خدا کے سوا اوروں کو سجدہ کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو مشرکین کہتے ہیں کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے کہ رحمان کون ہے جس کو ہم سے سجدہ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ جہل و عناد اور بے حیائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ محض تمہارے کہہ دینے سے ہم ایسی بات مان لیں؟ بس تم نے ایک نام لے دیا اور ہم سجدہ میں گر پڑیں۔ الغرض جس قدر انہیں رحمٰن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف توجہ دلائی جاتی اسی قدر وہ اور زیادہ بدکتے اور بھاگتے اور کفار میں نفرت اور سرکشی کا اضافہ ہوتا۔

تمام علماء و مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ سجدہ تلاوت مشروع ہے۔ اس آیت کے ہر پڑھنے اور سننے والے کو سجدہ تلاوت کرنا لازم ہے۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ اہل ایمان جب اس آیت کو سنیں تو جواب میں کہیں زادنا اللہ خضوعاً ما زاد للاعداءِ نفوراً اللہ کرے ہمارے خضوع اتنا ہی بڑھے جتنا دشمنوں کا نفور بڑھتا ہے۔

ابھی آگے بھی توحید کا مضمون جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

**دعا کیجئے:** حق تعالیٰ ہمیں ظاہر میں و باطن میں توحید کی حقیقت نصیب فرما دیں اور اپنی معرفت الٰہیہ کے انوار سے ہمارے قلوب اور سینوں کو منور فرما دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِیْ

وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور اُس میں ایک چراغ اور نورانی چاند بنایا۔اور وہ ایسا ہے جس نے

جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ

رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے اُس شخص کیلئے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔اور (حضرت) رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو

یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جُہلا اُن سے بات کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| تَبٰرَكَ بڑی برکت والا ہے | الَّذِیْ جَعَلَ وہ جس نے بنائے | فِی السَّمَآءِ آسمان میں | بُرُوْجًا برج | وَجَعَلَ اور بنایا | فِیْهَا اس میں |
| سِرٰجًا چراغ سورج | وَقَمَرًا اور چاند | مُّنِیْرًا روشن | وَهُوَ اور وہی | الَّذِیْ جَعَلَ جس نے بنایا | الَّیْلَ رات |
| وَالنَّهَارَ اور دن | خِلْفَةً ایکدوسرے کے پیچھے آنیوالا | لِّمَنْ اَرَادَ اس کے لئے جو چاہے | اَنْ یَّذَّكَّرَ کہ وہ نصیحت پکڑے | اَوْ اَرَادَ یا چاہے | شُكُوْرًا شکرگزار بننا |
| وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ اور رحمٰن کے بندے | الَّذِیْنَ وہ جو کہ | یَمْشُوْنَ چلتے ہیں | عَلَى الْاَرْضِ زمین پر | هَوْنًا آہستہ آہستہ | وَاِذَا اور جب |
| خَاطَبَهُمُ ان سے بات کرتے ہیں | الْجٰهِلُوْنَ جاہل | قَالُوْا کہتے ہیں وہ | سَلٰمًا سلام | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں دلائل توحید کے ساتھ ساتھ کفار ومشرکین کا کفران اور ان کا حق سے تنفر مع ان کی مذمت کے مذکور تھا۔ اللہ تعالیٰ کی لامتناہی حکمت وقدرت کی بہت سی نشانیاں مذکور ہوئیں۔ جیسے آسمانوں کا بنانا۔ ان میں ستارے پیدا کرنا۔ پھر ستاروں کو رواں رکھنا۔ ان کے طلوع وغروب اور ٹھہرنے کے مقامات مقرر کرنا۔ رات ودن کو پیدا کرنا اور باہم ان کا تبادلہ کرنا۔ ہواؤں کی روانی۔ دریاؤں کی طغیانی۔ ابر باران کی بارانی۔ شیریں اور تلخ پانی کو جمع کرنا اور ہر ایک کو اس کے راستہ پر چلانا۔ سمندروں سے بخارات کو اٹھانا اور ہوا کا ان کو ضرورت کی جگہ پر لے جانا اور پانی کی شکل دے کر تشنہ زمین پر برسانا پھر اس سے سبزہ پھل پھول غلہ میوے پیدا کرنا اور اس طرح انسانوں اور حیوانوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنا۔ اس ساری کائنات کو ایک خاص نظام کے زیر اثر چلانا اور قانون فطرت کو مسخر رکھنا۔ تو یہ سب اس کی ہمہ گیر رحمت ہے کہ جو کائنات کے ذرہ ذرہ پر چھائی ہوئی ہے اور اس رحمت رحمانی اور احسان ربانی اور انعامات الٰہیہ کا اقتضا تو یہ تھا کہ عقل اور فہم رکھنے والا انسان اس کارگاہ قدرت میں کسی کو اللہ کا شریک نہ قرار دیتا اور اس کے سوا کسی کو کارساز اور قادر مطلق نہ جانتا۔ مخلوق کے سامنے سر نہ جھکاتا۔ ماسوا اللہ کے کسی کو سجدہ نہ کرتا مگر جیسا کہ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا کہ جب ان کفار ومشرکین کو کہا جاتا کہ وہ رحمٰن جو بڑی رحمت والا ہے اس کو سجدہ کرو اور اس کو اپنا معبود حقیقی تسلیم کرو تو ان کفار کو بوجہ جہل وعناد کے حق سے اور زیادہ نفرت ہوتی اور ان کی مخالفت اور بڑھتی۔ اللہ عزوجل کی ہستی کو پہچاننے کے لئے سب سے زیادہ واضح نشانی رات اور دن کا لگاتار ایک دوسرے کی جگہ باقاعدہ آنا جانا ہے۔ انسان سوچتا ہی نہیں ورنہ دن رات کو بار بار ایک ہی طریقہ سے ہوتے

دیکھ کر معمولی عقل والا انسان اتنا تو سمجھ ہی سکتا ہے کہ اس نظام اور طریقہ کا ان کے لئے مقرر کرنے والا کوئی ضرور ہے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ وہ ذات بڑی عالی شان اور بابرکت ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے۔ اندھیری رات میں جب ہم آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں بے شمار چمکتے ہوئے اجسام نظر آتے ہیں ان میں کچھ چھوٹے ہیں کچھ بڑے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ چھوٹے نظر آنے والے اجسام درحقیقت چھوٹے ہوں کیونکہ ان کے ظاہری جسم کا دارومدار تو ان کے فاصلہ پر ہے۔ جتنا فاصلہ زیادہ ہوگا اتنے ہی وہ چھوٹے نظر آئیں گے۔ ان چمکدار اجسام جن کو ہم ستارے کہتے ہیں ان کی تعداد کا اندازہ لگانا بھی بے حد مشکل ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ان کی تعداد اتنی ہے جتنے روئے زمین پر ریت کے ذرے یا دنیا بھر کے سمندروں میں پانی کے قطرے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ چمکدار اجسام تقریباً سب کے سب مثل ہمارے دنیا کے سورج کے ہیں۔ اور کچھ تو ہمارے سورج سے بھی ہزاروں لاکھوں گنا بڑے ہیں۔ ماہرین علم ہیئت نے جوان ستاروں کے ایک دوسرے کے فاصلہ۔ ان کی فضا میں گھومنے کی تیز رفتاری ان کا ایک دوسرے کے راستہ میں نہ آنا وغیرہ وغیرہ کا انکشاف کیا ہے اس کو دیکھ کر کائنات کی وسعت پر حیرت ہوتی ہے۔ اور خدا کی زبردست قدرت کے سوا انسانی عقل عجائبات کائنات کو سمجھ بھی نہیں سکتی۔ قرآن حکیم نے اس جگہ بڑے بڑے ستاروں اور سیاروں اور چاند وسورج کا ذکر کرنے کے بعد یہ بھی بتلایا کہ قرآن کریم ان چیزوں کا ذکر بار بار اس لئے کرتا ہے کہ انسان ان کی تخلیق اور ان کی حرکات اور ان سے پیدا ہونے والے اثرات میں غور وفکر کر کے ان کے پیدا کرنے والے اور ان کو چلانے والے اور ان کو قائم رکھنے والے کو پہچانے اور شکر گزاری کے ساتھ اس کی عبادت بندگی اور فرمانبرداری میں لگا رہے۔ قرآن اور سنت کا اصل اور مقصود حقیقی کائنات عالم میں غور وفکر اور تدبر کی دعوت دینے سے یہی ہے کہ ان آثار عجیبہ کو دیکھ کر انسان اس غیر محسوس قوت کا یقین کرلے کہ جو اس سارے نظام کائنات کو چلا رہی ہے۔ اسی کا نام خدا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس آسمان میں ایک چراغ یعنی آفتاب اور نورانی چاند خدا نے بنایا جن کی وجہ سے ہماری اس دنیا میں دن اور رات کا ظہور ہوتا ہے اور یہ سب اس قدر باقاعدہ نظام کے ماتحت حرکت کرتے ہیں کہ رات اور دن اپنے اپنے وقت پر ایک دوسرے کی جگہ آگے پیچھے آتے رہتے ہیں۔ اس نظام میں انسان کے لئے بے شمار فائدے ہیں انہیں دیکھ کر عقل والے اگر چاہیں تو اللہ عزوجل کو بآسانی پہچان سکتے ہیں اور اس کی شکر گزاری اپنے اوپر واجب قرار دے سکتے ہیں۔ بہرحال نصیحت پذیر قلب اور عبرت اندوز دماغ رکھنے والوں کے لئے چاند وسورج اور شبانہ روز کی تخلیق اور ان کے ردوبدل میں اللہ کی ہمہ گیر قدرت اور عمومی رحمت کو جاننے اور حق تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کا غیر محدود ذخیرہ موجود ہے۔ چنانچہ رات دن کے فوائد اور انعامات اور احسانات کو دیکھ کر اللہ کے مخلص بندے جن کی صفات آگے بیان کی گئی ہیں ایسا ہی کرتے ہیں اور مشرکین کی طرح رحمٰن کا نام سن کر ناک بھویں نہیں چڑھاتے بلکہ ہر قول وفعل سے اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی چال ڈھال سے تواضع متانت۔ خاکساری اور بے تکلفی ٹپکتی ہے۔ متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے اور کم عقل اور بے ادب لوگوں کی جہالت کی بات کا جواب عفو اور نرمی وسلامتی سے دیتے ہیں۔ کوئی ان سے جہالت کی گفتگو کرے تو وہ رفع شر کی

بات کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں اور جاہلوں کے منہ نہیں لگتے۔ نہ ان میں شامل ہوں نہ ان سے لڑیں۔ نہ بدگوئی سے کام لیں یعنی جاہل کو جواب دیتے وقت جاہل نہیں بن جاتے بلکہ جاہلوں کی جہالت سے درگزر کرتے اور حلم وعفو سے کام لیتے ہیں۔

یہاں آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مطیع فرمانبردار اور اطاعت گزار بندوں کو عباد الرحمٰن فرمایا۔ ویسے تو اللہ کے بندے سبھی ہیں۔ کافر ومشرک بھی اسی کے بندے ہیں کیونکہ سبھی کو خدا نے پیدا کیا ہے مگر یہاں مخصوص فرمانبردار بندے مراد ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو اپنے نیکوکاری ہی کے سبب بندگانِ خدا کہلانے کا خصوصی حق ہے پھر یہاں عباد اللہ نہیں فرمایا بلکہ عباد الرحمٰن فرمایا حالانکہ عباد کے ساتھ لفظ اللہ عام طور پر زیادہ مناسب سمجھا جاتا ہے تو مفسرین نے یہاں عباد الرحمٰن فرمانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ تخلیق ۔تربیت اور ابقاء وغیرہ تمام احسانات کی اصل علت رحمت الٰہیہ ہے۔ اگر حق تعالیٰ رحمٰن نہ ہوتے تو کائنات پیدا نہ ہوتی یا پیدا ہوتی تو باقی نہ رہتی یا باقی رہتی تو اس کی تربیت وترقی کے اسباب معدوم ہوتے۔ یہ اللہ کی رحمت ہی ہے جو ہر انسان کی واحد کفیل ہے اور چونکہ گذشتہ آیات میں رحمت الٰہیہ کے اکثر مظاہروں کا ذکر کر دیا گیا تھا۔ اور زمین وآسمان اور ان کے درمیان تمام کائنات کی ایجاد وبقا کی صورتیں بیان کر دی گئی تھیں۔ اور ان لوگوں کا تذکرہ بھی ہو چکا تھا جو خداوند قدوس کی رحمت اور اس کے احسانات و انعامات کے منکر تھے یعنی کفار ومشرکین اس لئے اب ان کے مقابلہ میں اس جگہ ان لوگوں کے اوصاف کا تذکرہ بھی ضروری ہوا جو اللہ کی رحمت اور اس کے احسانات وانعامات کو تہہ دل سے مانتے اور اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس پر ایمان کے ساتھ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی اختیار کرتے ہیں اور اس کے احکام ومرضی کی پابندی لازم سمجھتے ہیں۔ ایسے صاحب ایمان بندوں کی دو صفات یہاں ان آیات میں بیان ہوئیں۔ یعنی زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب کوئی جاہل ان سے الجھے تو وہ جواب میں رفع شر کی بات کہہ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی مزید صفات اگلی آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے احسان مند اور شکر گزار بندوں میں شامل فرماویں۔ اور ہم کو وہ دل ودماغ عطا فرماویں جس سے کائنات کی ہر شے ہمارے لئے معرفت الٰہیہ اور قرب خداوندی کا ذریعہ بنے۔ یا اللہ اپنی لامحدود قدرت پر ہمیں یقین کامل عطا فرما۔

یا اللہ! آپ اپنے خاص بندوں کو جو صفت تواضع اور عاجزی عطا فرماتے ہیں ہم کو بھی اس نعمت سے محروم نہ فرمایئے اور ہمیں جہالت کے مقابلہ میں رفع شر کی بات کہنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں۔اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کے

عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ إِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ

عذاب کو دور رکھیئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔بیشک وہ جہنم بُرا ٹھکانا اور بُرا مقام ہے۔اور وہ جب

إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اُن کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

| وَالَّذِيْنَ اور جو | يَبِيْتُوْنَ رات کاٹتے ہیں | لِرَبِّهِمْ اپنے رب کیلئے | سُجَّدًا سجدے کرتے | وَقِيَامًا اور قیام کرتے | وَالَّذِيْنَ اور وہ جو |
|---|---|---|---|---|---|
| يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں | رَبَّنَا اے ہمارے رب | اصْرِفْ پھیر دے | عَنَّا ہم سے | عَذَابَ جَهَنَّمَ جہنم کا عذاب | إِنَّ بیشک |
| عَذَابَهَا اس کا عذاب | كَانَ غَرَامًا لازم ہوجانے والا ہے | إِنَّهَا بیشک وہ | سَآءَتْ بُری | مُسْتَقَرًّا ٹھہرنے کی جگہ | وَمُقَامًا اور بُرا مقام |
| وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو | إِذَآ أَنْفَقُوْا جب وہ خرچ کرتے ہیں | لَمْ يُسْرِفُوْا نہ فضول خرچی کرتے ہیں | وَلَمْ يَقْتُرُوْا اور نہ تنگی کرتے ہیں | | |
| وَكَانَ اور ہے | بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان | قَوَامًا اعتدال | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے مقابلہ میں مومنین کی مدح اور ان کی بعض صفات بیان فرمائی گئی تھیں۔ ان کی ایک صفت یہ بیان فرمائی گئی تھی کہ ان کے مزاج میں تواضع ہوتا ہے اور تمام امور میں اس تواضع کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی لئے چلنے میں بھی وہ عاجزی وانکساری کے ساتھ چلتے ہیں متکبروں کی طرح اکڑ کر نہیں چلتے۔ دوسری صفت ان کی یہ بتائی گئی تھی کہ وہ کم عقل اور بے ادب لوگوں کی جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دیتے بلکہ جاہلوں کی جہالت سے درگزر کرتے ہیں اور حلم وعفو سے کام لیتے ہیں۔ اب آگے انہیں مومنین کی مزید صفات بیان کی گئی ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مومنین کا اپنے رب اور معبود حقیقی کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب رات کو غافل بندے نیند اور آرام کے مزے میں پڑے رہتے ہیں یہ خدا کے آگے کھڑے اور سجدہ میں گزارتے ہیں۔

مراد یہ ہے کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کے نیک بندوں کا خاص وصف ہے۔ پھر یہ نہیں کہ تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھ کر خدا کے عذاب وقہر سے بے فکر ہوگئے۔ نہیں۔ بلکہ باوجود اس عبادت گزاری کے وہ اللہ سے عذاب جہنم کو آخرت میں دور رکھنے کی دعا کرتے رہتے ہیں اور باوجود اپنی نیکیوں کے اس خوف سے کانپتے رہتے ہیں کہ کہیں ہمارے عمل کی کوتاہیاں ہم کو مبتلائے عذاب نہ کردیں۔ گویا ان کی نظر میں عبادت سے استحقاق مغفرت نہیں پیدا ہوتا بلکہ اللہ کی رحمت سے عفو کی امید ان بندوں کو ہوتی ہے۔ آگے ایک دوسری صفت ان عبادالرحمٰن کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ دیکھ بھال کر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس طرح کہ نہ اسراف یعنی فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل یعنی کنجوسی کرتے ہیں۔ عرب میں اس

وقت یہ دونوں قسم کے نمونہ کثرت سے پائے جاتے تھے ایک طرف وہ لوگ تھے کہ جو اپنے ذاتی عیش و آرام پر دل کھول کر خوب مال خرچ کرتے تھے یا اپنے قبیلہ میں اپنی فیاضی اور دولت مندی کا شہرہ قائم رکھنے کے لئے مال و دولت صرف کرتے یا دوسری طرف وہ بخیل تھے کہ جن کی کنجوسی مشہور تھی۔ اعتدال اور میانہ روی کی روش بہت کم لوگوں میں پائی جاتی تھی۔ اس وقت یہ نمایاں صفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی تھی۔ تو یہاں اسراف اور بخل دونوں کی مذمت فرمائی گئی اور اعتدال اور میانہ روی کے چال چلنے کی تعریف فرمائی گئی۔ یہاں اسراف اور بخل کی حقیقت کو بھی مختصراً سمجھ لینا چاہئے۔ اسراف کے معنی ہیں انسان کا اپنے فعل میں حد سے گزر جانا خواہ مال کے صرف میں ہو یا دوسرے امور و حقوق میں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ کہیں تو مال کے بے جا صرف کرنے کے معنی میں کہیں دوسرے امور میں حد سے متجاوز ہونے کے معنی میں۔ یہاں چونکہ اسراف کا ذکر مال کے خرچ کرنے کے متعلق آیا ہے اس لئے اسلامی نقطہ نظر سے اسراف مال کے متعلق تین چیزوں کا نام ہے۔ ایک ناجائز کاموں میں مال و دولت صرف کرنا خواہ وہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو تو گویا اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنے کا نام اسراف ہے۔ دوسرے بظاہر نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا مگر اللہ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ ریا اور نمائش اور نام و نمود و شہرت کے لئے خرچ کرنا۔ اگر اللہ کی راہ اور رضا میں اپنے نفس کا خیال چھوڑتے ہوئے کل مال بھی خرچ کردے تو یہ اسراف نہیں۔ بعض مخلص صحابہ کا طرز عمل اس کا شاہد ہے۔ تیسرے ضروریات لازمہ یا حاجات میں خرچ کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرنا اس لحاظ سے کہ آدمی اپنی استطاعت سے زیادہ خرچ کرے جس کا انجام اخیر میں بے صبری۔ حرص اور بدنیتی ہو۔

اسراف کے مقابل بخل اور کنجوسی کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے ایک یہ کہ آدمی اپنی جائز ضروریات خواہ وہ اپنی ذات سے متعلق ہوں یا اپنے متعلقین اور دیگر صاحب حقوق سے متعلق ہوں ان پر اپنی مقدرت اور حقوق کے موافق خرچ نہ کرے دوسرے یہ کہ عام نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اس کے ہاتھ سے پیسہ نہ نکلے۔ ان دونوں یعنی اسراف اور بخل کے درمیان اعتدال کی راہ۔ اسلامی اور قرآنی راہ ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی معیشت میں توسط اختیار کرنا آدمی کے فقیہ یعنی سمجھدار اور دانا ہونے کی علامتوں میں سے ہے۔ غرض یہ کہ عبادالرحمٰن کی ایک صفت یہ بتائی گئی کہ وہ موقع کے موافق مال خرچ کرتے ہیں گویا نہ مال کی محبت اور نہ اس کی اضاعت۔

ابھی عبادالرحمٰن کی مزید صفات اگلی آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جن کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرماویں کہ راتوں کو ہم بھی اپنے رب کے آگے سجدہ و قیام میں لگے رہیں اللہ تعالیٰ نماز تہجد کی دولت اور راتوں میں اللہ کے آگے رونے کی نعمت ہم کو بھی عطا فرمائیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو عذاب جہنم سے ہر طرح مامون و محفوظ فرمادے۔ اے اللہ! آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو مال عطا فرمایا ہے اس کو اپنی مرضیات میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور اسراف اور بخل سے ہم کو بچالے اور ان بدخصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرمادے۔ اور اعتدال کی راہ پر چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اے اللہ! آپ نے اپنے بندوں کی جو یہ صفات قرآن پاک میں فرمائی ہیں تو یہ جملہ نیک صفات ہم کو بھی عطا فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق پر

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ

اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اُس کو سابقہ پڑے گا۔ کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اُس میں

فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ

ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہوکر رہے گا۔ مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا،

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کررہا ہے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَالَّذِيْنَ اور وہ جو | لَا يَدْعُوْنَ نہیں پکارتے | مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ | اِلٰهًا کوئی معبود | اٰخَرَ دوسرا | وَلَا يَقْتُلُوْنَ اور وہ قتل نہیں کرتے | |
| النَّفْسَ جان | الَّتِيْ حَرَّمَ جسے حرام کیا | اللّٰهُ اللہ | اِلَّا بِالْحَقِّ مگر جہاں حق ہو | وَلَا يَزْنُوْنَ اور وہ زنا نہیں کرتے | وَمَنْ اور جو | يَّفْعَلْ کرے گا |
| ذٰلِكَ یہ | يَلْقَ اَثَامًا وہ دو چار ہوگا بڑی سزا | يُضٰعَفْ دو چند کردیا جائیگا | لَهُ اس کیلئے | الْعَذَابُ عذاب | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت | |
| وَيَخْلُدْ اور وہ ہمیشہ رہے گا | فِيْهٖ اس میں | مُهَانًا خوار ہوکر | اِلَّا سوائے | مَنْ تَابَ جس نے توبہ کی | وَاٰمَنَ اور وہ ایمان لایا | |
| وَعَمِلَ اور عمل کئے اس نے | عَمَلًا صَالِحًا نیک عمل | فَاُولٰٓئِكَ پس یہ لوگ | يُبَدِّلُ اللّٰهُ اللہ بدل دے گا | سَيِّاٰتِهِمْ ان کی برائیاں | | |
| حَسَنٰتٍ بھلائیوں سے | وَكَانَ اور ہے | اللّٰهُ اللہ | غَفُوْرًا بخشنے والا | رَحِيْمًا نہایت مہربان | وَمَنْ تَابَ اور جس نے توبہ کی | |
| وَعَمِلَ اور عمل کئے | صَالِحًا نیک | فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ | يَتُوْبُ رجوع کرتا ہے | اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف | مَتَابًا رجوع کرنے کا مقام | |

تفسیر وتشریح:۔ کفار ومشرکین کے مقابلہ میں مومنین مخلصین کی صفات اوران کی مدح کا بیان گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے جو صحیح معنی میں عبادالرحمٰن کہلانے کے مستحق ہیں ان کی کئی صفات اور خصوصیات گذشتہ میں بیان ہوئیں مثلاً اپنے اعمال میں تواضع ان کا طرز خاص ہے۔ دوسروں کے ساتھ جہالت کی بات کے مقابلہ میں رفع شر کی بات کہہ کر علیحدہ ہوجانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت و بندگی کا تعلق رکھنا اور اس کے باوجود خوف خداوندی سے جہنم کے عذاب سے خوف کھا کر اس سے بچنے کی دعا کرنا۔ انفاق مال میں اعتدال اور میانہ روی کی راہ اختیار کرنا۔ اسراف اور بخل کے افراط وتفریط سے بچنا۔

آگے ان آیات میں مزید بعض صفات انہی عبادالرحمٰن کی بیان فرمائی گئی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ ہر حال میں شرک سے بچتے ہیں۔ خدا کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے۔ شرک جو کفر کی بدترین قسم ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات۔ اس کی صفات اس کی عبادت اور اس کی حدود عظمت میں کسی اور کو شریک بنالینا۔ شرک وہ جرم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے طے فرمادیا ہے اور قطعی فیصلہ فرمادیا ہے کہ ہرکوتاہی۔ لغزش اور جرم قابل معافی ہوسکتا ہے مگر کفر وشرک کا جرم اگر اس سے سچی توبہ نہ کی جائے تو ہرگز

قابل معافی نہیں ہوگا اور اس کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی جیسا کہ قرآن پاک میں صاف فرمادیا گیا ان الله لایغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشآء۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا۔ شرک کی تفصیلی بحث انشاء اللہ تعالیٰ ۲۱ ویں پارہ سورۂ لقمان کی آیت ان الشرک لظلم عظیم کے تحت آپ کے سامنے آئے گی۔

الغرض ان آیات میں عباد الرحمٰن کی ایک صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ ہر حال میں ہر طرح کے شرک سے بچتے ہیں۔ اگلی صفت فرمائی گئی کہ وہ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے یعنی جن مواقع میں قتل کی اجازت ہے جیسے قصاص لینا یعنی خون کے بدلہ خون کرنا یا جہاد میں دشمن کو قتل کرنا یا زانی شادی شدہ کو سنگسار کرنا۔ وہاں تو وہ ہاتھ نہیں روکتے باقی دیگر مواقع میں جہاں خدا نے حکم نہیں دیا اور جان کا مارنا حرام کیا ہے وہاں اپنا ہاتھ روکتے ہیں اور نہ وہ زنا کرتے ہیں یعنی ان تین بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں جن میں اس وقت اہل عرب کثرت سے مبتلا تھے ایک شرک باللہ۔ دوسرے قتل ناحق تیسرے زنا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شریک کسی کو قرار دینا حالانکہ تجھے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ فرمایا اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوجائے گی پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ فرمایا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسی کی تصدیق میں یہ آیات نازل ہوئیں تو اگرچہ گناہ کبیرہ اور بھی بہت سے ہیں لیکن ایام جاہلیت میں عرب سوسائٹی پر سب سے زیادہ تسلط انہی تین گناہوں کا تھا اس لئے مومنین مخلصین جو صحیح معنی میں عباد الرحمٰن کہلانے کے مستحق ہیں ان کی اس خصوصیت کو نمایاں کیا گیا کہ یہ اہل ایمان اور اہل اسلام ہی ہیں جو ان برائیوں اور گناہوں سے یعنی شرک باللہ۔ قتل ناحق اور زنا سے بچ گئے ہیں۔ ان آیات میں آگے بطور تنبیہ کے فرمایا گیا کہ جو شخص ایسے کام کرے گا وہ قیامت میں عذاب میں گرفتار ہوگا اور دم بدم اس کا عذاب بڑھتا ہی رہے گا اور اس عذاب میں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوکر رہے گا۔ بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم نے تو اور معبودوں کی پرستش بھی کی ہے۔ اور ناحق قتل بھی کیا اور حرام کاری بھی کی ہے پس ہمارے لئے مغفرت اور معافی کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ **الامن تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل الله سیاتهم حسنت وکان الله غفورا رحیما. ومن تاب وعمل صالحا فانه یتوب الی الله متابا.** یعنی ان کفار ومشرکین میں سے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آوے اور بجائے ان برے کاموں کے اچھے کام کرے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو خدا نیکیوں سے بدل دے گا اور ان کو معاف کرکے ان کی بجائے نیکیاں لکھ دے گا اور اب وہ بجائے مشرک کے مومن ہوں گے اور بجائے زانی کے عفیف اور بدکار کے نکوکار ہوں گے اور یہ برائیوں کا مٹادینا اور ان کی جگہ نیکیاں عنایت فرمانا اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ غفور ہے اور رحیم ہے۔ بڑا بخشنے والا ہے اور بہت رحم والا ہے۔ اور جو کوئی توبہ اور عمل صالح کرتا ہے وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے پس جبکہ وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور خدا غفور الرحیم ہے تو وہ

انہیں کیوں نہ معاف کر دے گا۔

یہاں بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جن کی زندگی اگرچہ کفروشرک اور طرح طرح کی معصیت وگناہوں سے آلودہ رہی ہو اور اب وہ اپنی اصلاح اور درستی پر آمادہ ہوں۔ توبہ کی اس نعمت ہی نے عرب کے ایام جاہلیت کے بگڑے ہوئے معاشرہ کے لاکھوں افراد کو سہارا دے کر سنبھال لیا اس کا اندازہ ان بہت سے واقعات سے ہوتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاۃ مبارک میں پیش آئے اور جو احادیث میں مروی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ سنیئے جسے علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں روایت کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک عورت رات کے وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں آپ سے ایک سوال کرنے آئی ہوں۔ اس کا جواب مجھ کو دیں۔ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا اور اس سے حمل قائم ہو گیا۔ بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے مار ڈالا۔ اب میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرے گناہ معاف ہونے کی بھی کوئی صورت ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اب نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں اور نہ خدا کے ہاں تیری قبولیت ہو سکتی ہے۔ وہ بڑی حسرت کے ساتھ آہیں بھرتی اور روتی پیٹتی واپس ہو گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر میں نے رات کا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوہریرہ تم نے صحیح جواب نہیں دیا۔ کیا تم نے قرآن کی ان آیتوں کو نہیں پڑھا۔ پھر سورۂ فرقان کی یہی تلاوت کردہ آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر مجھے بڑا رنج ہوا اور اس عورت کو میں نے تلاش کرنا شروع کیا۔ رات کو عشا ہی کے وقت وہ ملی۔ میں نے اسے بشارت دی اور بتایا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سجدہ میں گر گئی اور کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے چھٹکارہ کی صورت پیدا فرما دی اور میرے لئے معافی کا دروازہ کھولا اور میری توبہ کی قبولیت رکھی پھر اس نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ احادیث میں ایک بوڑھے کا آیا ہے کہ ایک بہت بوڑھا ضعیف آدمی جس کی بھویں آنکھوں پر آ گئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ کوئی گناہ کوئی بدکاری میں نے باقی نہیں چھوڑی۔ میرے گناہ اس قدر ہیں کہ اگر تمام انسانوں میں تقسیم ہو جائیں تو سب کو لے ڈوبیں۔ کیا میرے معافی کی بھی کوئی صورت ہے۔ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کلمہ پڑھ لیا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں۔ گناہ۔ وبدکاریاں سب کچھ معاف فرما دے گا بلکہ جب تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری برائیاں نیکیوں سے بدل دے گا۔ اس نے پھر پوچھا حضور میرے چھوٹے بڑے گناہ سب صاف ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرے سب کے سب جرم وقصور صاف ہو جائیں گے پھر تو وہ شخص خوشی خوشی واپس جانے لگا اور تکبیر اور تہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا۔

یہاں ان آیات میں نہ صرف کفارومشرکین کے لئے توبہ کی بشارت ہے بلکہ ایک گناہ گار مومن جس سے کوئی صدور معصیت ہو جائے اس کے لئے بھی توبہ کی فضیلت موجود ہے۔ اسی کی تائید میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی وہ گویا بے گناہ ہو گیا۔ اور حق تعالیٰ کو بندہ کی توبہ سے

جتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے کرو کہ مثلاً اگر کوئی شخص کسی بے آب وگیاہ اور دہشت ناک لق ودق میدان میں پہنچ جائے اور اس کی سواری مع اس کھانے کے سامان کے جو اس پر رکھا ہوا تھا گم ہوجائے اور وہ اپنی سواری کو ڈھونڈ تا ڈھونڈ تا تھک جائے اور آخر اس وجہ سے کہ سواری کے بغیر نہ جنگل بیابان سے باہر نکل سکتا ہے اور نہ کھانے کے بغیر فاقہ کی موت سے جان بچا سکتا ہے۔ زندگی سے مایوس ہوجائے کہ نہ پیدل چلنے کی طاقت ہے۔ نہ وہاں آب ودانہ میسر آنے کی امید ہے اس لئے مایوس ہوکر کسی درخت کے نیچے آ لیٹے اور اپنے ہاتھ پر سر رکھ کر اس خیال میں سو جائے کہ اب موت آیا چاہتی ہے اور پھر دفعتہً اس کی آنکھ کھل جائے اور وہ دیکھے کہ اس کی کھوئی ہوئی سواری اس کے پاس کھڑی ہے اور کھانے پینے کا سامان جو اس پر لدا ہوا تھا وہ بجنسہٖ موجود ہے تو اس کو ایسی حالت میں زندگی سے ناامید ہونے کے بعد سرمایۂ حیات ہاتھ لگنے کی وجہ سے جتنی خوشی حاصل ہوگی اس سے زیادہ حق تعالیٰ کو اس وقت خوشی ہوتی ہے جب کہ بندہ اس کی جانب رجوع کرتا اور اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے مگر یہاں یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے معنی اور اس کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا جائے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ توبہ کے معنی رجوع کرنے اور بعد سے قریب کی جانب لوٹ آنے کے ہیں مگر اس کے لئے ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔ ابتدا تو یہ ہے کہ قلب پر نورِ معرفت کی شعاعیں پھیل جائیں اور دل کو اس مضمون کی پوری آگاہی حاصل ہوجائے کہ گناہ جس کا دوسرا نام اللہ کی نافرمانی ہے زہرِ قاتل اور تباہ کر دینے والی شے ہے اور پھر خوف وندامت پیدا ہوکر گناہ کی تلافی کرنے کی سچی اور خالص رغبت اتنی پیدا ہوجائے کہ جس گناہ میں مبتلا تھا اس کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے اور پرہیز کرنے کا مصمم قصد کرلے اور اس کے ساتھ ہی جہاں تک ہوسکے گذشتہ تقصیر وکوتاہی کا تدارک کرے جب ماضی اور مستقبل اور حال تینوں زمانوں کے متعلق توبہ کا یہ ثمرہ پیدا ہوجائے گا تو گویا توبہ کا وہ کمال حاصل ہوگیا جس کا نام توبہ کی انتہا ہے۔ تو یہ حقیقت ہے توبہ اور استغفار کی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توبہ کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ ابھی عباد الرحمٰن کی کچھ مزید صفات اگلی آیات میں جاری ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے جو صفات اپنے نیک بندوں کی یہاں بیان فرمائی ہیں ان صفات اور خصلتوں کا کوئی حصہ ہم گنہگاروں کو بھی نصیب فرمادے اور ہمارا حشر ونشر اپنے مومنین ومخلصین بندوں کے ساتھ فرمادے۔ اے اللہ اس وقت امت مسلمہ کی ناؤ عصیان ومعاصی کے طوفان میں گھری ہوئی ہے اے اللہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس امت مسلمہ کو تباہی سے بچالے اور اس امت کی بھنور میں پھنسی ہوئی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو ہلاکت سے بچالے اے اللہ اس بھٹکی ہوئی امت کو پھر آپ کی طرف رجوع ہوجانے کی توفیق نصیب ہوجائے۔ اے اللہ آپ ہی کو ہر درد دکھ میں اپنا ملجا اور ماویٰ سمجھنے کی فہم ہم کو عطا ہوجائے۔

اے اللہ ہمیں اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے جو صدق دل سے تیرے الٰہ العالمین اور رب العالمین ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور آپ کے اتباع میں اپنی نجات منحصر سمجھتے ہیں۔ جو تیرے قرآن پاک کے وفادار ہیں اور جو تیرے محبوب دین کی حفاظت میں دن رات لگے رہتے ہیں اور اسی پر زندہ اور اسی پر مرنا چاہتے ہیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ

اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت اُن کو اللہ کے احکام

رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا

کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ اور وہ ایسے ہیں کہ دُعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں

وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا ﴿۷۴﴾ أُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا

اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنادے۔ ایسے لوگوں کو بالاخانے ملیں گے بوجہ اُن کے

صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾

ثابت قدم رہنے کے اور اُن کو اس میں بقا کی دعا اور سلام ملے گا۔ اُس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پروانہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے، سوتم تو (احکام الٰہیہ) کو جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے وبال (جان) ہوگا۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو | لَا يَشْهَدُوْنَ گواہی نہیں دیتے | الزُّوْرَ جھوٹ | وَإِذَا اور جب | مَرُّوْا وہ گزریں | بِاللَّغْوِ بیہودہ سے |
| مَرُّوْا گزرتے ہیں | كِرَامًا بزرگانہ | وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو | إِذَا ذُكِّرُوْا جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے | بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ انکے رب کے احکام سے | |
| لَمْ يَخِرُّوْا نہیں گر پڑتے | عَلَيْهَا ان پر | صُمًّا بہروں کی طرح | وَّعُمْيَانًا اور اندھوں کی طرح | وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو | يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں وہ |
| رَبَّنَا هَبْ لَنَا اے ہمارے رب عطا فرما ہمیں | مِنْ أَزْوَاجِنَا ہماری بیویاں | وَذُرِّيّٰتِنَا اور ہماری اولاد | قُرَّةَ أَعْيُنٍ ٹھنڈک آنکھوں کی | | |
| وَاجْعَلْنَا اور بنادے ہمیں | لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کا | إِمَامًا امام (پیشوا) | أُولٰٓئِكَ یہ لوگ | يُجْزَوْنَ انعام دیے جائینگے | الْغُرْفَةَ بالاخانے |
| بِمَا صَبَرُوْا انکے صبر کی بدولت | وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا اور پیشوائی کیے جائینگے اس میں | تَحِيَّةً دعائے خیر | وَّسَلٰمًا اور سلام | خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے | |
| فِيْهَا اس میں | حَسُنَتْ اچھی ہے | مُسْتَقَرًّا آرام گاہ | وَّمُقَامًا اور مسکن | قُلْ فرمادیں | مَا يَعْبَؤُا پرواہ نہیں رکھتا |
| بِكُمْ تمہاری | رَبِّيْ میرا رب | لَوْ اگر | لَا دُعَآؤُكُمْ نہ پکارو تم | فَقَدْ كَذَّبْتُمْ تو جھٹلایا تم نے | فَسَوْفَ پس عنقریب |
| يَكُوْنُ ہوگی | لِزَامًا لازمی | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ فرقان کی خاتمہ کی آیات ہیں جن میں عبادالرحمٰن یعنی اللہ کے نیک بندوں کی کچھ مزید صفات بیان فرما کر ان کی جزا بتلائی گئی اور ان کے مقابلہ میں کفار ومشرکین کا انجام بتلا کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ گذشتہ آیات میں پکے اور سچے اہل اسلام وایمان جو حقیقی معنی میں عبادالرحمٰن۔ یعنی حضرت رحمٰن جل شانہٗ کے بندے کہلانے کے مستحق ہیں ان کی آٹھ صفات بیان فرمائی گئی تھیں یعنی

(۱) وہ زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ یعنی ان کے مزاج میں تواضع وانکساری ہے اور تمام امور میں اسی کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ (۲) وہ ناسمجھ اور جاہلوں سے الجھتے نہیں۔ ان کی جہالت کے مقابلہ میں حلم وعفو اور نرمی سے کام لیتے ہیں تاکہ شر نہ بڑھے۔ (۳) وہ اپنے معبود حقیقی کے ساتھ اطاعت و بندگی کا تعلق رکھتے ہیں اور راتوں میں اپنے رب کے آگے سجدہ وقیام یعنی نماز میں لگے رہتے ہیں (۴) وہ اللہ کے خوف سے ڈر کر دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا اور جہنم سے ہمیں دور رکھنا کیونکہ اس سے بُری اور بدتر کوئی جگہ نہیں۔ (۵) وہ مال کو خرچ کرتے

وقت نہ اس کو بے جا اڑاتے ہیں نہ بخل و کنجوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ موقع اور ضرورت کی مناسبت سے خرچ کرتے ہیں۔(۶) وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے یعنی شرک سے ہر طرح سے پاک صاف رہتے ہیں۔(۷) وہ کسی جان کو ناحق ظلم سے قتل نہیں کرتے یعنی سوائے ان مواقع کے جہاں اسلامی شریعت نے قتل کا فیصلہ اور حکم دیا ہے کسی کی جان نہیں مارتے۔(۸) وہ زنا اور بدکاری سے دور رہتے ہیں اور ناجائز جنسی تعلقات سے بچتے ہیں۔

اب آگے ان آیات میں مزید چار صفات ان نیک بندوں اور مخلص مومنین کی بیان فرمائی ہیں۔ یعنی نویں صفت یہ بتلائی جاتی ہے کہ وہ جھوٹ اور بیہودہ باتوں کے پاس نہیں پھٹکتے۔ نہ جھوٹ بولیں۔ نہ جھوٹی گواہی دیں۔ نہ دغا فریب جعلسازی میں کوئی حصہ لیں۔ نہ ناجائز مجمعوں میں حاضری دیں۔ اس میں ہمارے زمانہ کی مختلف گانے بجانے ناچ رنگ اور رقص و سرود کی محفلیں تھیٹر بائیسکوپ۔ سینما وغیرہ وغیرہ سب داخل ہیں۔ آیت میں لایشھدون الزورن فرمایا گیا ہے۔ زور کے کئی معنی اہل تفسیر سے منقول ہیں۔ بعض مفسرین نے زور کے معنی جھوٹ اور حق سے انحراف کے لئے ہیں۔ بعض نے بیہودگی اور راگ و رنگ کے ناجائز مجمع مراد لئے ہیں۔ بعض نے مشرکوں کے تہوار اور ان کے میلے ٹھیلے مراد لئے ہیں۔ بعض نے شراب خواری کے جلسہ اور ہر بری مجلس مراد لی ہے۔ امام رازیؒ نے یہ سب معانی بیان کر کے لکھا ہے کہ درست یہ سب ہو سکتے ہیں البتہ زور کا استعمال کذب کے معنی میں اکثر ہوتا ہے۔ اس طرح حاصل اس جملہ لایشھلون الزور کا یہ ہوا کہ اللہ کے خاص بندے اور پکے و سچے اہل ایمان نہ جھوٹ بولتے ہیں۔ نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں نہ گناہوں کے جلسے میں۔ نہ کافروں کے تہواروں اور میلوں میں اور نہ فسق و فجور کی محفلوں میں اور نہ راگ و رنگ کی مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ آگے دسویں صفت فرمائی گئی کہ اگر اتفاق سے نادانستہ بلا ارادہ کسی بیہودہ جلسہ یا محفل رقص و سرود یا میلہ ٹھیلہ کی مجلس کی طرف گزر ہو جاتا ہے تو یہ دیکھنے اور لطف اندوز ہونے کے لئے ٹھہر نہیں جاتے بلکہ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ انہیں چھوڑ کر چشم پوشی کر کے شریفانہ طور پر وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ گیارہویں صفت ان اللہ کے نیک بندوں کی یہ فرمائی گئی کہ جب انہیں ان کے پروردگار کی آیتیں یعنی قرآن پاک پڑھ کر سنایا جائے تو قرآن کے حقائق و معارف اور احکام الٰہیہ کی طرف سے اندھے اور بہرے نہیں ہو جاتے بلکہ عقل و فہم کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور تعمیل احکام میں لگ جاتے ہیں۔ قرآن کی آیتیں سن کر ان کے دل دہل جاتے ہیں اور ان کے ایمان اور توکل بڑھ جاتے ہیں۔ بخلاف کفار کے کہ وہ کلام الٰہی کا کوئی اثر نہیں لیتے۔ نہ اپنی بداعمالیوں سے باز رہتے ہیں نہ اپنا کفر چھوڑتے ہیں اور نہ اپنی سرکشی۔ طغیانی اور جہالت و ضلالت سے باز آتے ہیں۔ تو کافر خدا کی آیتوں کی طرف سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں اور مومنوں کی حالت ان کے برعکس ہوتی ہے کہ نہ یہ حق سے بہرے اور اندھے ہیں۔ سنتے ہیں سمجھتے ہیں۔ نفع حاصل کرتے ہیں اپنی اصلاح کرتے ہیں اور اپنے ایمان کو بڑھاتے ہیں۔ اور احکام الٰہیہ کے تعمیل کی کوشش کرتے ہیں اور پھر پابندی رکھتے ہیں۔ اس گیارہویں صفت کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ یہاں آیت میں جس طرح اس امر کی سخت مذمت ہے کہ آیات الٰہیہ کی طرف توجہ ہی نہ دیں۔ اندھے بہروں کا سا معاملہ کریں۔ اسی طرح اس کی بھی مذمت ہے کہ توجہ تو دیں اور عمل بھی کریں مگر بے سمجھے بے بصیرتی کے ساتھ اپنی رائے سے جس طرح چاہیں عمل کرنے لگیں۔ ابن کثیرؒ نے ابن عونؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت شعبیؒ سے پوچھا کہ اگر میں کسی مجلس میں پہنچوں جہاں لوگ سجدہ میں پڑے ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ کیسا سجدہ ہے تو کیا میں بھی ان کے ساتھ سجدہ میں شریک ہو جاؤں۔ حضرت شعبیؒ نے فرمایا نہیں۔ مومن کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ بے سمجھے کسی کام میں لگ جائے بلکہ اس پر لازم ہے کہ بصیرت کے ساتھ عمل کرے۔ جب تم نے وہ آیت سجدہ نہیں سنی جس کی بنا پر یہ لوگ سجدہ کر رہے ہیں اور تمہیں ان کے سجدہ کی حقیقت بھی معلوم نہیں تو اس طرح ان کے سجدہ میں شریک ہونا جائز نہیں۔ اس زمانہ میں یہ بات تو قابل شکر ہے کہ نوجوان اور نو تعلیم یافتہ طبقہ میں قرآن پڑھنے اور سمجھنے کی طرف کچھ توجہ پیدا ہوئی ہے اور اس کے تحت وہ بطور خود قرآن کا ترجمہ یا کسی کی تفسیر دیکھ کر قرآن کو خود سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں مگر یہ کوشش بالکل بے اصول ہے اس لئے قرآن کو صحیح سمجھنے کی بجائے بہت سے مغالطوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اصول کی بات یہ ہے کہ دنیا

کا کوئی معمولی سے معمولی فن بھی نری کتاب کے مطالعہ سے کسی کو معتدبہ نہیں حاصل ہو سکتا جب تک اس کو کسی استاد سے نہ پڑھے۔ معلوم نہیں قرآن ہی کو کیوں ایسا سمجھ لیا گیا ہے کہ جس کا جی چاہے خود ترجمہ دیکھ کر جو چاہے اس کی مراد متعین کر لے۔ یہ بے اصول مطالعہ جس میں کسی ماہر استاد کی رہنمائی شامل نہ ہو یہ بھی آیات الٰہیہ پر اندھے بہرے ہو کر گرنے کے مفہوم میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم کی توفیق بخشیں۔ (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۵۰۹)

بارہویں صفت ان اللہ کے نیک بندوں کی یہ بتلائی گئی کہ وہ اللہ عزوجل سے یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بیویوں اور بچوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا کہ ان کے اطوار اور عادات کو دیکھ کر ہماری طبیعت کو چین اور دل کو راحت و سرور نصیب ہو اور ہمیں لوگوں کا رہبر بنا دے کہ ہم انہیں نیکی کی تعلیم دیں اور لوگ بھلائی اور نیکی اور تقویٰ و طہارت میں ہماری اقتدا کریں یعنی ہم نہ صرف بذات خود مہتدی ہوں بلکہ دوسروں کے لئے ہادی بھی ہوں۔ یہاں یہ بات خاص طور سے ذہن میں رہنی چاہئے کہ جس وقت یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی ہیں وہ وہ وقت تھا کہ مکہ کے مسلمانوں میں سے غالباً کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کے قریبی عزیز و رشتہ دار کفر و شرک میں مبتلا نہ ہوں۔ کوئی مرد ایمان لے آیا تھا تو اس کی بیوی کافرہ تھی۔ کوئی عورت ایمان لے آئی تھی تو اس کا شوہر ابھی کافر تھا۔ کوئی باپ ایمان لے آیا تھا تو اس کے جوان بچے کفر پر قائم تھے۔ کوئی جوان ایمان لے آیا تھا تو اس کے ماں باپ بھائی، بہن کفر میں مبتلا تھے اس لئے ہر مسلمان کے دل سے دعا نکلتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے بیوی، بچوں اور عزیز و اقارب کو بھی ایمان اور عمل صالح کی توفیق دے کہ وہ بھی اللہ کے فرمانبردار عبادت گزار موحد اور غیر مشرک ہوں تا کہ ان کو دیکھ کر دنیا میں بھی دل ٹھنڈا رہے اور آخرت میں بھی یہ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہوں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی سچی خوشی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال دوست احباب عزیز و اقارب کو خدا کا فرمانبردار دیکھے۔ وہ ظالم نہ ہوں۔ بدکار نہ ہوں بلکہ سچے مسلمان ہوں۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ان آیات کی تشریح کے تحت حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک صحابی ہیں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ایک صاحب فرمانے لگے کہ ان آنکھوں کو مبارکباد ہو جنہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ کاش کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور آپ کی طرح فیض صحبت حاصل کرتے۔ اس پر حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے تو وہ صاحب کہتے ہیں کہ مجھے تعجب معلوم ہوا کہ اس بات میں تو کوئی برائی نہیں پھر یہ خفا کیوں ہو رہے ہیں۔ اتنے میں حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس چیز کی آرزو کرتے ہیں جو قدرت نے انہیں نہیں دی۔ خدا ہی کو علم ہے کہ یہ اس وقت ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ واللہ وہ لوگ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے جنہوں نے نہ آپ کی تصدیق کی اور نہ تابعداری کی اور اوندھے منہ جہنم میں گئے تم اللہ کا یہ احسان نہیں مانتے کہ خدا نے تمہیں اسلام میں اور مسلمان گھروں میں پیدا کیا اور پیدا ہوتے ہی تمہارے کانوں میں خدا کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پڑی اور ان بلاؤں سے تم بچا لئے گئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جس وقت دنیا کی ظلمت و جہالت اپنی انتہا پر تھی۔ اس وقت اکثر دنیا والوں کے نزدیک کفر و شرک اور بت پرستی سے بہتر کوئی مذہب نہ تھا۔ آپ فرقان لے کر آئے حق و باطل میں تمیز کی۔ باپ بیٹے جدا ہو گئے۔ مسلمان اپنے باپ دادوں۔ بیٹوں پوتوں دوست احباب کو کفر پر دیکھتے جن سے انہیں کوئی محبت و پیار نہیں ہوتا تھا بلکہ کڑھتے تھے کہ یہ جہنمی ہیں اسی لئے ان کی دعائیں ہوتی تھیں کہ ہمیں ہماری اولادوں اور بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما کیونکہ کفار کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتی تھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی محدث و مفسر قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ تمام قرآن میں حق جل شانہٗ کی یہ سنت جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ جابجا اہل ہدایت اور اہل ضلالت کو میزان عدل پر رکھ کر تولتے ہیں اور ان کے اوصاف بیان فرماتے ہیں۔ ایک فریق کو عذاب کا وعدہ دیتے ہیں اور ایک فریق کو نعمائے جنت کی بشارت سناتے ہیں اور دونوں فریق کے ان اوصاف کو ذکر فرماتے ہیں جن کے ساتھ وہ معروف و مشہور ہوں۔ پس اسی قاعدہ کے موافق اس سورۂ فرقان میں بھی اللہ تعالیٰ نے کفار کے شبہات اور اعتراضات اور ان کے جاہلانہ خصائل و عادات کا ذکر کر کے ان کی پاداش کا ذکر کیا بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد مقربین

اور مومنین مخلصین کی صفات مشہورہ کا ذکر کیا جب یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی تو اس وقت جو اہل ایمان حاضر تھے وہ مہاجرین اولین تھے۔ لہٰذا یہ آیات مہاجرین کی فضیلت کے لئے کافی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (ازالۃ الخفا ماخوذ از معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

الغرض مومنین مخلصین کی یہ بارہ صفات بیان فرما کر آگے حق تعالیٰ ان کی جزا بیان فرماتے ہیں کہ آخرت میں ان کو جنت ملے گی جو بلند تر جگہ ہے کیونکہ انہوں نے تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کر کے اللہ کے حکم پر عمل کیا اور اس کی اطاعت میں ثابت قدم رہے۔ جنت میں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوگی۔ فرشتے ان کا دعا و سلام کے ساتھ استقبال کریں گے اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے اور سلام و دعا کریں گے۔ یہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ نہ وہاں سے نکلیں گے نہ نکالے جائیں گے۔ نہ نعمتیں کم ہوں گی نہ راحتیں فنا ہوں گی۔ یہاں تک عباد الرحمٰن کے خصوصی اوصاف اور ان کے ثمرات اور انجام کا بیان تھا گذشتہ سلسلہ بیان میں کافروں اور سرکشوں کو عذاب کی وعید بھی تھی اور ترہیب کے ساتھ توبہ کی ترغیب بھی دی گئی تھی۔

آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ تمام سرکش۔ منکر اور احسان فراموش انسانوں سے کہہ دیں کہ تمہارے نفع ونقصان کی باتیں سمجھا دی گئیں اگر تم کو اپنی بہبودی۔ نجات اور اخروی فلاح وسعادت کی طلب نہیں اور اگر تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول سے سرتابی کرتے ہو اور اللہ کے اتارے ہوئے قانون اور فرمان سے منہ موڑتے ہو تو اللہ کو بھی تمہاری کچھ پروا نہیں۔ اس کی کوئی غرض تم سے وابستہ نہیں۔ اگر پیام حق مانتے اور راہ ہدایت پر چلتے تو تمہارا ہی فائدہ تھا۔ اب تم نہیں مانتے تو نہ مانو۔ یہ تمہاری تکذیب عنقریب تمہارے گلے کا ہار بنے گی۔ اس کی سزا سے کسی طرح چھٹکارا نہ ہوگا اور انجام کار تمہارا ٹھکانا نہایت المناک ہوگا اور اس کی سخت ترین دوامی سزا تم کو برداشت کرنی پڑے گی۔

یہاں اب ہمارے لئے بھی یہ بات قابل غور ہے کہ ایک پکے اور سچے مسلمان کی جو صفات قرآن کریم نے یہاں بیان فرمائی ہیں ان سے ذرا ہم آج کے مسلمان کا مقابلہ کریں اور مومنین کاملین کی ہر صفت کے مقابلہ میں اپنی اور قوم اور ملک کی حالت کا اندازہ لگائیں تو ہمیں اپنے اسلام و ایمان کے دعوے کی حقیقت کا خود پتہ چل جائے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم تو اب اسلام کو بدنام کرنے والے بن بیٹھے ہیں۔ اور باوجود ایسی تنبیہات کے کہ جو قدرت کی طرف سے گاہے بگاہے پیش آتی ہیں اگر ہم نے ہوش نہ سنبھالا اور اللہ کی رسی کو مضبوط نہ پکڑا اور کھلے ہوئے محرمات و ممنوعات مثل سود۔ شراب۔ زنا۔ جوا۔ قمار۔ سٹہ۔ گانے بجانے۔ ظلم۔ خیانت۔ رشوت۔ فحاشی۔ عیاشی وغیرہ سے باز نہ آئے اور ان سے منہ نہ موڑا اور فرائض الٰہیہ نماز۔ روزہ وغیرہ سے ایسی ہی روگردانی رہی اور اللہ کی کتاب اور قوانین قرآن سے یہی بے وفائی جاری رہی اور اللہ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کی یہی پامالی ہوتی رہی۔ تو پھر اللہ کے قانون بھی اٹل ہیں اپنے بداعمالیوں کی پاداش میں ماضی میں جو پیش آچکا ہے اس سے زیادہ سخت اور عبرتناک ہوگا جو کچھ آگے پیش آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سمجھ اور فہم اور برے بھلے میں تمیز کرنے اور ان کے انجام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرماویں۔ (نوٹ: واضح ہو کہ یہ درس اب سے تقریباً دس بارہ سال (یعنی ۱۹۷۲ء میں تحریر کیا گیا تھا) پہلے کا لکھا ہوا ہے جبکہ پاکستان میں بے دینی اپنے کمال عروج پر تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اب (یعنی ۱۹۸۴ء میں) کچھ بہتری کے آثار نظر آنے شروع ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ اس ملک اور قوم کی بدحالی کو اب اپنے کرم سے نیک حالی سے پلٹ دیں۔ آمین)

الحمدللہ کہ اس درس پر سورۂ فرقان کا بیان ختم ہوا۔ اور ساتھ ہی قرآن پاک کی چوتھی منزل بھی ختم ہوئی۔ اس کے بعد اگلی سورۃ الشعراء کا بیان انشاء اللہ شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ سَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ اَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲

طٰسٓمّٓ یہ کتاب واضح (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔

| طٰسٓمّٓ طٰسٓمّٓ | تِلْكَ یہ | اٰيٰتُ آیتیں | الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ روشن کتاب |
| --- | --- | --- | --- |

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب پانچویں منزل کی ابتدا سے ۱۹ ویں پارہ کی سورۂ شعرآء کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس درس میں سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کی تشریح کی گئی ہے۔ تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ موضوع ومباحث تعداد آیات۔ رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں شاعری کا بڑا زور شور تھا۔ اور عرب قوم پر ایام جاہلیت میں شاعری کا بھوت سوار تھا۔ ہر خاندان اور قبیلہ کو اپنی شاعری پر فخر تھا سالانہ میلوں میں مشاعرہ کی محفلیں گرم ہوتی تھیں۔ مگر اس وقت کی عربی شاعری میں سوائے ذاتی فخر۔ قومی جہالت۔ عشق بازی۔ شراب خواری۔ اور فسق وفجور کے تذکرہ کے اور کیا رکھا تھا۔ جب کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قران پاک کی آیات سنتے تو اس کی فصاحت وبلاغت اور مضامین عالیہ سے حیران اور عاجز ہوکر طرح طرح کی الزام تراشی پر اتر آتے۔ کبھی کہتے یہ (نعوذ باللہ) کاہن ہیں۔ کبھی کہتے کہ ساحر ہیں۔ کبھی کہتے کہ شاعر ہیں۔ اس سورۃ کے اخیر میں حق تعالیٰ نے شعراء کی حقیقت بھی بیان فرمادی کہ وہ واہی تباہی باتیں اشعار میں جمع کیا کرتے ہیں اور ہر وادئ سخن میں حیران وپریشان پھرا کرتے ہیں تو کہاں شاعری اور کہاں قرآن کی آیات جن میں سراسر راستی۔ ہدایت۔ مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ ہیں۔

لفظ شعراء جمع ہے شاعر کی اور شاعر آپ جانتے ہیں کہ اشعار کہنے والے کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام شعراء ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ اور مکی دور کے درمیانی زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے سورۂ طٰہٰ کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اور سورۂ طٰہٰ کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے نازل ہوچکی تھی۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۲۶ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۶ لکھا ہے یعنی ۵۵ سورتیں مکہ معظمہ میں اس سورۃ سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۳۴ سورتیں مکہ ہی میں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اور پھر ۲۴ سورتیں مکہ سے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۲۲۷ آیات، ۱۱ رکوعات۔ ۱۳۴۷ کلمات اور ۵۶۸۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کے زمانہ نزول میں مکی زندگی بہت سخت تھی۔ ہر وقت ہر طرف سے کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین پر ہجوم تھا۔ بے پناہ طعن وتشنیع تھی۔ منکرین اسلام انکار اور مخالفت پر جمے ہوئے تھے اسلام کی روح پرور باتیں اور قرآن کی نجات آفریں ہدایات کافروں کو عجیب معلوم ہوتی تھیں اور اپنے باپ دادا کے مسلک اور دین کو چھوڑ دینا ان پر بہت ہی شاق تھا۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے بے تکے مطالبات اور خواہشیں کرتے تھے۔

مثلاً پہاڑوں کو مکہ کے چاروں طرف سے ہٹا دینا۔ ریگستان میں پانی کی نہریں جاری کر دینا۔ پہاڑ سونے کے بن جانا کسی فرشتہ کا ساتھ ساتھ رہنا۔ غرض اس قسم کی بیہودی درخواستیں کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ اللعالمین ان گمراہوں کی ہدایت کے لئے نہایت بے چین رہتے تھے۔ ان لوگوں کو معقول دلائل کے ساتھ ان کے عقائد کی غلطی اور توحید و آخرت کی صداقت سمجھانے کی ہر طرح کوشش فرماتے مگر وہ عناد و ہٹ دھرمی کی نئی نئی صورتیں اختیار کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دردمندی بہت بڑھی ہوئی تھی اس لئے کفار کی سرکشی اور کج بحثی سے آپ طبعاً متاثر ہوتے تھے اور دل ہی دل میں ان کفار کے ایمان کے لئے آپ غم کھاتے تھے۔ ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی جس کی ابتدا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کفار کے ایمان نہ لانے سے اپنی جان کیوں گھلا رہے ہیں۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے اللہ کی کوئی نشانی نہیں دیکھی بلکہ عناد اور ہٹ دھرمی ہے۔ اس تمہید کے بعد مسلسل یہ مضمون چلا گیا ہے کہ طالب حق کے لئے تو خدا کی زمین پر ہر طرف نشانیاں ہی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہیں دیکھ کر وہ حق کو پہچان سکتا ہے لیکن ہٹ دھرم لوگ تو کسی چیز کو بھی دیکھ کر ایمان نہیں لا سکتے نہ زمین و آسمان کی نشانیاں دیکھ کر اور نہ انبیاء کے معجزات دیکھ کر۔ اسی مناسبت سے گذشتہ زمانہ کے سات پیغمبروں کا تذکرہ کر کے ان کی قوموں کی مختصر حالت بیان فرمائی گئی کہ جنہوں نے اسی ہٹ دھرمی سے کام لیا تھا جس سے اب کفار مکہ کام لے رہے تھے۔ انبیاء سابقین کی امتوں کے احوال سنا کر جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینی منظور تھی وہیں اور بھی چند ضروری باتیں ذہن نشین کرائی گئیں ہیں مثلاً بتلایا گیا کہ ہر زمانہ میں کفار کی ذہنیت ایک سی رہی ہے۔ ان کی حجتیں اور اعتراضات یکساں رہے ہیں۔ ان کے حیلے اور بہانے ایک ہی قسم کے رہے ہیں اور آخر کار ان کا انجام بھی ایک سا رہا۔ اس کے برعکس ہر زمانہ میں انبیاء کی بنیادی تعلیم ایک سی رہی۔ ان کی سیرت اور اخلاق کا رنگ ایک تھا اور ان سب کے ساتھ اللہ کی رحمت کا معاملہ بھی ایک تھا۔ ایک بات جو بار بار دہرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ زبردست قادر و توانا بھی ہے اور غفور الرحیم بھی ہے۔

گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کے واقعات میں اللہ عزوجل کے قہر و غضب کی مثالیں بھی موجود ہیں اور رحمت کی بھی۔ جس سے لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ وہ کن باتوں سے اپنے آپ کو رحمت الٰہی کا مستحق اور کن باتوں سے خدا کے قہر و غضب کو بلاتے ہیں۔ سورۃ کے اخیر میں قرآن کی حقانیت کا ذکر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو بواسطہ جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوئی۔ پھر اس قرآن کی حقانیت پر ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ علماء اہل کتاب اس کتاب کی حقیقت کو خوب اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ اس آخری کتاب کا ذکر انبیائے سابقین کے صحیفوں اور کتابوں میں موجود ہے۔ پھر قرآن کریم کے عربی زبان میں نازل ہونے کی وجہ بیان فرمائی اور بتلایا کہ یہ قرآن وحی ربانی ہے نہ کہ القاء شیطانی۔ شیاطین کی پہنچ ملاء اعلیٰ تک کہاں۔ لہٰذا یہ قرآن نہ شعر ہے۔ نہ سحر ہے۔ نہ کہانت ہے بلکہ کلام الٰہی ہے جو ہدایت خلق کے لئے نازل ہوا ہے اور شعر اور سحر و کہانت کو اصلاح خلق سے کیا تعلق؟ اخیر میں منکرین و مخالفین کو وعید سنائی گئی کہ وہ مخالف و منکر قرآن ہو کر جو ظلم کر رہے ہیں اس کا انجام عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کیسی مصیبت کی جگہ ان کو لوٹ کر جانا پڑا۔ اسی وعید و تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ یہ ہے مختصراً اس پوری سورۃ کا خلاصہ۔ جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

اب اس تلاوت کردہ ابتدائی آیت کی تشریح سنئے۔اس سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات میں سے طٰسٓمٓ سے ہوتی ہے۔حروف مقطعات کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور بتلایا جاچکا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ان کا حقیقی اور صحیح مطلب حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا پھر حق تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات و کنایات سے مفہوم اخذ کر کے مفسرین کرام اور علمائے عظام نے ان کے معنی اپنی سمجھ کے موافق بیان کئے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ ان کا حقیقی مطلب صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔طٰسٓمٓ کے بعد ارشاد فرمایا تلک ایٰت الکتاب المبین یہ آیات جو آپ پر نازل ہوئی ہیں کتاب واضح یعنی قرآن مجید کی آیتیں ہیں۔یہ آیت بطور تمہید کے ارشاد فرمائی گئی اور اس مضمون کے ساتھ پوری مناسبت رکھتی ہے جو آگے اس سورۃ میں بیان ہوا ہے۔کفار مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات مانگتے تھے اور نشانیاں طلب کرتے تھے تاکہ اس نشانی کو دیکھ کر انہیں اطمینان ہو کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ یہ قرآنی پیغام خدا کی طرف سے لائے ہیں اسی کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر حقیقت میں کسی کو ایمان لانے کے لئے نشانی کی طلب ہے تو کتاب مبین کی یہ آیات موجود ہیں۔یہ آیات اس کتاب کی آیات ہیں جس کا اعجاز کھلا ہوا ہے جس کے احکام واضح ہیں اور جو حق کو باطل سے الگ کرنے والی ہے۔یہ کتاب اپنا مدعا صاف صاف کھول کر بیان کرتی ہے جسے پڑھ کر یا سن کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس چیز کی طرف بلاتی ہے اور کس چیز سے روکتی ہے۔کسے حق کہتی ہے اور کسے باطل قرار دیتی ہے۔ماننا یا نہ ماننا یہ الگ بات ہے مگر کوئی شخص یہ بہانہ اور عذر نہیں کر سکتا کہ اس کتاب کی تعلیم اس کی سمجھ ہی میں نہیں آئی اور وہ اس سے یہ معلوم ہی نہ کر سکا کہ وہ اس کو کیا چیز چھوڑنے اور کیا اختیار کرنے کو کہتی ہے اس کی زبان۔اس کا بیان۔اس کے مضامین اس کے پیش کردہ حقائق سب کے سب صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ یہ خداوند عالم ہی کی کتاب ہے اور اس کی ہر آیت نشانی اور معجزہ ہے۔کوئی عقل وفہم سے کام لے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا یقین کرنے کے لئے کسی اور نشانی کی حاجت نہیں۔کتاب مبین کی یہی آیات اسے مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں۔اب جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ورنج ہوتا تھا اس پر آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جہاں ہمیں اس کتاب مبین پر ایمان رکھنے کی نعمت عطا فرمائی وہیں اپنی عنایت سے ہمیں اس کے مطالبات اور حقوق کے ادائیگی کی بھی توفیق نصیب فرمائیں۔جو پیغام واحکام یہ کتاب لے کر آئی ہے ہم اس کے موافق اپنی زندگی گزارنے والے ہوں۔اور اس کے احکام وقوانین پر خود بھی عمل کرنے والے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کی دعوت اور ترغیب دینے والے ہوں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ

شاید آپ اُن کے ایمان نہ لانے پر اپنی جان دے دیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں پھر اُن کی گردنیں

اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

اس نشانی سے پست ہو جائیں۔ اور اُن کے پاس کوئی تازہ فہمائش (حضرت) رحمٰن کی طرف سے ایسی نہیں آتی جس سے یہ بے رُخی نہ کرتے ہوں

مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ

سو انہوں نے (دینِ حق کو) جھوٹا بتلا دیا سو اب عنقریب اُن کو اس بات کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی، جس کے ساتھ استہزا کیا کرتے تھے۔ کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا

كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

کہ ہم نے اس میں کس قدر عمدہ عمدہ قسم کی بُوٹیاں اگائی ہیں۔ اس میں (توحید کی) ایک بڑی نشانی ہے، اور اُن میں کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

اور بلاشبہ آپ کا رب غالب ہے رحیم ہے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| لَعَلَّكَ شاید تم | بَاخِعٌ ہلاک کرلو گے | نَّفْسَكَ اپنے تیئں | اَلَّا يَكُوْنُوْا کہ وہ نہیں | مُؤْمِنِيْنَ ایمان لاتے | اِنْ نَّشَاْ اگر ہم چاہیں | |
| نُنَزِّلْ ہم اتار دیں | عَلَيْهِمْ ان پر | مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے | اٰيَةً کوئی نشانی | فَظَلَّتْ تو ہو جائیں | اَعْنَاقُهُمْ ان کی گردنیں | |
| لَهَا اس کے آگے | خٰضِعِيْنَ پست | وَ اور | مَا يَاْتِيْهِمْ نہیں آتی انکے پاس | مِّنْ ذِكْرٍ کوئی نصیحت | مِّنَ طرف سے | الرَّحْمٰنِ رحمٰن |
| مُحْدَثٍ نئی | اِلَّا مگر | كَانُوْا ہو جاتے ہیں وہ | عَنْهُ اس سے | مُعْرِضِيْنَ روگردان | فَقَدْ كَذَّبُوْا پس بیشک انہوں نے جھٹلایا | |
| فَسَيَاْتِيْهِمْ تو جلد آئیں گی انکے پاس | اَنْۢبٰٓؤُا خبریں | مَا كَانُوْا جو وہ تھے | بِهٖ اس کا | يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے | اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا؟ | |
| اِلَى الْاَرْضِ زمین کی طرف | كَمْ کس قدر | اَنْۢبَتْنَا اُگائیں ہم نے | فِيْهَا اس میں | مِنْ كُلِّ ہر قسم | زَوْجٍ جوڑا جوڑا | كَرِيْمٍ عمدہ |
| اِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ نشانی | وَمَا كَانَ اور نہیں ہیں | اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر | مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے | وَاِنَّ اور بیشک |
| رَبَّكَ تمہارا رب | لَهُوَ البتہ وہ | الْعَزِيْزُ غالب | الرَّحِيْمُ نہایت مہربان | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیت کے تشریح کے سلسلہ میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کی مکی زندگی کا بھی عجیب دور تھا۔ سخت ترین آزمائش کا زمانہ تھا۔ قوم کی قوم دشمن ۔ بے پناہ طعن و تشنیع۔ طرح طرح کی اذیتوں اور مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر طرح طرح سے لغو شبہات اور بیہودہ اعتراضات کیا کرتے۔ ہر شخص اپنی خواہش کے موافق عجیب و غریب معجزات اور نشانیوں کا طالب ہوتا کوئی کہتا کہ اس ریگستانی اور خشک جگہ میں نہریں جاری کر دو کوئی کہتا کہ یہ پہاڑ سونے کا بنا دو تو مانوں۔ علیٰ ہذا القیاس اسی قسم کی بیہودہ درخواستیں کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشفق قوم تھے۔ آپ کے قلب مبارک میں ان کے لئے دردمندی پوری طرح بھری ہوئی تھی۔ کفار کی سرکشی اور کج بحثی اور ان کے ایمان نہ لانے سے آپ

کو نہایت فکر وغم اور رنج ہوتا تھا اس لئے آگے ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے ایمان نہ لانے پر آپ کو اپنا جی ہلکان نہ کرنا چاہئے۔ نصیب دشمناں ایسا نہ ہو کہ آپ کی جان پر آ بنے۔

آیت میں باخع نفسک کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ باخع کے معنی ہیں غم میں گھونٹ ڈالنے والا۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی اس حالت کا ذکر اور بھی کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ کہف پندرہویں پارہ پہلے رکوع میں فرمایا فلعلک باخع نفسک علیٰ اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفاً سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے۔ سورۂ فاطر ۲۲ ویں پارہ میں ارشاد ہوا فلا تذھب نفسک علیھم حسرت تو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ اس دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی گمراہی وضلالت۔ انکی ہٹ دھرمی۔ ضد وعناد اور ان کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کے مقابلہ میں ان کی مزاحمت اور کفر پر اصرار دیکھ کر برسوں اپنے شب وروز کس دل گداز۔ اور غم خواری کی کیفیت میں گزارے ہیں اور صرف ایمان والوں ہی کے لئے نہیں بلکہ شدید منکروں اور کٹر کافروں کے لئے بھی کتنا غم اور یاس آپ نے اٹھایا اللھم رب صل وسلم علی رسول اللہ فداہ ابی وامی

آگے آپ کو مزید سمجھایا جاتا ہے کہ اس قدر غم اور تاسف کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں کہ جو تمام کفار کو ایمان و اطاعت کی روش اختیار کرنے کے لئے مجبور کر دے۔ اگر حق تعالیٰ ایمان پر مجبور کرنا چاہتے تو کوئی بڑی نشانی نازل کر دیتے جس کے آگے گردن جھکائے بغیر ان کفار کو چارہ نہ ہوتا اور مجبور اور مضطر بن کر ایمان لے آتے مگر اس طرح کا جبری ایمان اللہ تعالیٰ کو مطلوب نہیں ہے۔ یہ دنیا تو ابتلا اور آزمائش کا گھر ہے۔ ہر شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جس کا جی چاہے

عقل وفہم سے کام لے کر دلائل نبوت وبراہین فطرت دیکھ کر باختیار خود ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔ یہاں تو بندوں کی تسلیم وسرکشی کو آزمایا جاتا ہے۔ اس لئے حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ ان کا اختیار بالکل سلب کر لیا جائے اور انکار وانحراف کی قدرت باقی نہ رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادے اور اختیار کی آزادی دی ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے انسان کے اندر خیر وشر کے دونوں رجحانات رکھ دیئے ہیں۔ فسق و فجور اور نیکی وتقویٰ کی دونوں راہیں اس کے آگے کھول دی ہیں اور انسان کو انتخاب راہ کے لئے مناسب حال صلاحیتیں دے کر اس دنیا کے دار امتحان میں بھیجا ہے کہ کون کفر وفسق کا راستہ اختیار کرتا ہے اور کون ایمان و اطاعت کا۔ اگر جبری ایمان اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہوتا تو نشانیاں نازل کر کے ایمان واطاعت پر مجبور کرنے ہی کی کیا حاجت تھی اللہ تعالیٰ انسان کو ایسی فطرت اور ساخت پر پیدا فرما سکتا تھا جس میں کفر وانکار اور نافرمانی اور بدکاری کا کوئی امکان ہی نہ ہوتا بلکہ فرشتوں کی طرح انسان بھی پیدائشی فرمانبردار ہوتا۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے متعدد مواقع پر ظاہر فرمایا ہے مگر اس صورت میں یہ دنیا امتحان۔ آزمائش اور ابتلا کی جگہ نہ رہتی۔ تو خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے نازل فرمائیں اور تلقین فرمائی کہ بدبخت منکرین کے غم میں اپنے آپ کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں۔ دلسوزی اور شفقت کی بھی آخر ایک حد ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ آپ کی تو شفقت کی یہ حالت ہے کہ آپ ان کے غم میں گھلے جاتے ہیں اور ان کی گمراہی اور عناد کی یہ کیفیت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور شفقت سے ان کی بھلائی کے لئے کوئی پند ونصیحت بھیجتا ہے تو یہ وحشت کھا کر اور متنفر ہو کر منہ پھیر کر بھاگتے ہیں جیسے کہ کوئی بری چیز سامنے آ گئی۔ اور صرف یہی نہیں کہ معمولی اعراض ہو بلکہ تکذیب اور استہزا بھی ہے۔ لہٰذا عنقریب ہی یعنی یا تو دنیا ہی میں یا مرنے کے بعد ہی انہیں پتہ چل جائے گا اور ان باتوں کی حقیقت کھل جائے گی جس کا

مذاق اڑاتے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دراصل ان منکرین کو جستجوئے حق ہی نہیں ورنہ توحید کی صداقت۔ اور صناع مطلق کے کمالات ویکتائی کی معرفت جو اللہ کے رسول وپیغمبر پیش کرتے ہیں وہ اسی ایک زمین جو ان منکرین کے پاؤں کے نیچے اور آنکھوں کے ہر وقت سامنے ہے اسی کی پیداوار اور اسی کے احوال میں غور کرنے سے حاصل ہو سکتی تھی۔ کیا یہ دیکھتے نہیں کہ اسی کرکری اور حقیر مٹی سے کیسے کیسے عجیب وغریب رنگ برنگ کے پھول و پھل۔ قسم قسم کے غلے اور میوے طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اور بے شمار انواع واقسام کی چیزیں کس کثرت سے ایک نظام قدرت کے تحت اگ رہی ہیں۔ پھر ان کے خواص اور صفات میں مخلوقات کی بے شمار اور ان گنت ضرورتیں اور فائدہ رکھے گئے ہیں کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ کسی لامحدود قدرت وحکمت رکھنے والے صانع نے یہ سب پیدا کی ہیں کیا یہ سب کچھ کسی حکیم کی حکمت۔ کسی علیم کے علم۔ کسی قادر کی قدرت اور کسی خالق کے تخلیق کے بغیر یونہی بس آپ سے آپ ہو رہا ہے؟ ایک ذی عقل انسان اگر وہ کسی ہٹ دھرمی۔ اور تعصب میں مبتلا نہیں ہے تو وہ اس منظر کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے گا کہ یہ آفتاب وماہتاب۔ ہوا اور پانی کے درمیان ہم آہنگی اور ان کے وسائل سے زمین سے پیدا ہونے والی نباتات یقیناً یہ ایک قادر مطلق حکیم اور خالق کے ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ زمین سے طرح طرح کی نباتات اور جڑی بوٹیوں کا پیدا ہونا بھی ایک بڑی عقلی نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کمال قدرت کی اور اسی ایک عظیم الشان نشانی سے اللہ کی توحید پر ایمان لانا واجب ہو جاتا ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور اس قادر مطلق کے کلام اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس قادر مطلق کی قدرت تو ایسی زبردست ہے کہ نہ ماننے پر کسی کو سزا دینا چاہے تو پل بھر میں مٹا کر رکھ دے مگر اس کے باوجود یہ سراسر اس کا کرم ورحم ہے کہ سزا دینے میں تاخیر کرتا ہے اور برسوں اور صدیوں کی ڈھیل دیتا ہے اور سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دیئے جاتا ہے کہ ممکن ہے اب بھی مان لیں۔ یہاں آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے متعلق عزیز الرحیم فرمایا۔ تو صفت عزیز کا تقاضا یہ ہے کہ سب اس کے بس میں ہیں۔ وہ سب پر غالب ہے۔ ان مجرموں کو معاً ہلاک کر ڈالتا لیکن ساتھ ہی وہ رحیم بھی ہے نافرمانوں کے عذاب اور پکڑ میں جلدی نہیں کرتا اور تاخیر اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آجائیں۔ تو اس صفت رحیمی کی قدر کرنی چاہئے تھی نہ کہ الٹا منکرین کفر پر اصرار کرتے ہیں۔

اب آگے عبرت کے لئے مکذبین کے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ مجرمین کو خدا نے کہاں تک ڈھیل دی۔ جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کیسے تباہ وبرباد ہوئے۔ اس میں پہلا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے کفر وشرک سے بچا کر ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اور اشرف الانبیاء والمرسلین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ! ہمیں اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار وتابعدار امتی بنا کر زندہ رکھئے۔ کفار ومشرکین نے تو اپنے اقوال واعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیاۃ مبارکہ میں رنج والم پہنچایا۔ یا اللہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر آپ کو قبر مبارک میں بے چین کرنے والے نہ ہوں۔ یا اللہ! اس دنیا کی امتحان گاہ میں جب ہم امتحان وآزمائش کے لئے آگئے ہیں تو اپنے فضل وکرم سے ہم کو اس امتحان گاہ سے کامیابی اور کامرانی کے ساتھ گزرنا نصیب فرما۔ اور زندگی کا لمحہ لمحہ اپنی مرضیات میں خرچ کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَ اِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ

اور جب آپ کے رب نے موسیٰؑ کو پکارا کہ تم ان ظالم لوگوں کے یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ۔ کیا یہ لوگ (ہمارے غضب سے) نہیں ڈرتے۔ انہوں نے عرض کیا

رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی

کہ اے میرے پروردگار مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلانے لگیں۔ اور میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی اس لئے ہارونؑ کے پاس بھی

هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾

وحی بھیج دیجئے۔ اور میرے ذمہ اُن لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ ارشاد ہوا کیا مجال ہے سو تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں سنتے ہیں۔

فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾

سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں۔ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اِذْ اور جب | نَادٰی پکارا فرمایا | رَبُّکَ تمہارا رب | مُوْسٰی موسیٰؑ | اَنِ ائْتِ کہ تو جا | الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ظالم لوگ | قَوْمَ فِرْعَوْنَ قوم فرعون |
| اَلَا یَتَّقُوْنَ کیا وہ مجھ سے نہیں ڈرتے | قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | اِنِّیْۤ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں | اَنْ کہ | یُّکَذِّبُوْنِ وہ مجھے جھٹلائیں گے | |
| وَ یَضِیْقُ اور تنگ ہوتا ہے | صَدْرِیْ میرا سینہ (دل) | وَ لَا یَنْطَلِقُ اور نہیں چلتی | لِسَانِیْ میری زبان | فَاَرْسِلْ پس پیغام بھیج | اِلٰی طرف | |
| هٰرُوْنَ ہارون | وَ لَهُمْ اور اُن کا | عَلَیَّ مجھ پر | ذَنْۢبٌ ایک الزام | فَاَخَافُ پس میں ڈرتا ہوں | اَنْ یَّقْتُلُوْنِ کہ وہ مجھے قتل (نہ) کردیں | قَالَ فرمایا |
| كَلَّا ہرگز نہیں | فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ پس تم دونوں جاؤ ہماری نشانیوں کے ساتھ | اِنَّا بیشک ہم | مَعَكُمْ تمہارے ساتھ | مُّسْتَمِعُوْنَ سننے والے | | |
| فَاْتِیَا پس تم دونوں جاؤ | فِرْعَوْنَ فرعون | فَقُوْلَاۤ تو اسے کہو | اِنَّا رَسُوْلُ بیشک ہم رسول | رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کا رب | | |
| اَنْ کہ | اَرْسِلْ تو بھیج دے | مَعَنَا ہمارے ساتھ | بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل | | | |

تفسیر وتشریح:۔ اب یہاں سے سات انبیاء علیہم السلام اور ان کی اقوام کے تذکرہ کا بیان شروع کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ جل شانہٗ نے دنیائے انسانی کی ہدایت کے لئے جو مختلف معجزانہ اسلوب بیان اختیار فرمائے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ گذشتہ اقوام اور ان کے ہادیوں کے قصص اور واقعات کے ذریعہ ان کے نیک و بد اعمال اور ان اعمال کے ثمرات ونتائج کو یاد دلا کر عبرت وبصیرت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ اسی لئے قران کریم میں ان کی تکرار پائی جاتی ہے تاکہ سامعین کے دل میں وہ گھر کرسکیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب ایک بات کو مناسب حال سے بار بار دہرایا جائے۔ قرآن مجید کے قصص اور واقعات کا سلسلہ بیشتر گذشتہ اقوام اور ان کی جانب بھیجے ہوئے پیغمبروں سے وابستہ ہے جن میں بتلایا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ان ہی میں سے پیغمبر اور رسول بھیجتا ہے۔ وہ ان کو حق کی راہ بتاتے اور ہر قسم کی گمراہی سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ جن اقوام نے اپنے رسولوں کی ہدایات کو تسلیم کیا انہوں نے دنیا اور آخرت کی فلاح پائی اور جن امتوں نے ان کی تلقین کا انکار کیا۔ ان کا مذاق اڑایا ان کو جھٹلایا اور بغض وعناد اور انکار پر اڑے رہے تو پھر عذاب الٰہی نے آ کر ان کو تباہ وہلاک کردیا اور

ان کے واقعات کو آنے والی اقوام کے لئے عبرت کا سامان بنادیا۔
پھر قرآن عزیز کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف سورتوں میں کے مضامین کے مناسب بیان کرنے کے باوجود واقعہ کی اصل حقیقت میں ادنیٰ سا فرق بھی نہیں آنے دیتا۔ کہیں واقعہ کی تفصیل ہے کہیں اجمال۔ کسی مقام پر اس کا ایک پہلو نظر انداز کردیا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اسی کو نمایاں فرمایا گیا ہے۔
یہاں اس سورۃ میں ابتدائی آیات کی مناسبت سے سات انبیاء کرام یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے تذکرہ فرمائے گئے ہیں۔ اور ہر نبی اور ان کی قوم کے تذکرہ کو انہی آیات پر ختم کیا گیا ہے جو اوپر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی اور کفار مکہ کی تنبیہ و وعید کے سلسلہ میں ارشاد فرمائی گئیں۔ یعنی **ان فی ذٰلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھو العزیز الرحیم** یعنی بے شک اس میں بھی بڑی عبرت و نشانی ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بے شک آپ کا رب زبردست غالب بھی ہے اور ساتھ ہی مہربان بھی ہے کہ کفار کو عذاب دینے پر قادر بھی ہے مگر رحمت سے مہلت بھی دے رکھی ہے۔ یہ گذشتہ آیات کی تشریح کے سلسلہ میں کہا جاچکا ہے کہ اس سورۃ کا زمانۂ نزول وہ وقت تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین پر کافروں کا ہر طرف سے ہجوم تھا اور اپنے اور بیگانے سب دشمن اور خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے۔ آپ کے جانثار ساتھیوں پر تمام شدائد و آلام اور مصائب و سختیاں جو ہوسکتی تھیں توڑی جارہی تھیں۔ ایسے حالات میں ان گذشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کے تذکرہ فرما کر ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو صبر و پامردی اور استقامت کی اس طرح تلقین کی گئی کہ اہل حق کو ہمیشہ باطل اور طاغوتی گروہ کے مقابلہ میں جانی و مالی قربانیاں پیش کرنی پڑی ہیں اور ہمیشہ سے کفار اہل ایمان کے مخالف اور جانی دشمن رہے ہیں مگر بالآخر طاغوتی قوتوں کو شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرنے والوں کو کفار کے مقابلہ میں فتح و نصرت نصیب ہوئی ہے۔ دوسری طرف کفار مکہ کو گذشتہ قوموں کا انجام بتلا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول کی مخالفت اور تکذیب پر جمے رہے تو تمہیں بھی اسی انجام اور ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے گا جو ان تمام نافرمان اور تکذیب رسول کرنے والی قوموں کو نصیب ہوئی۔ سب سے پہلے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے جو پیشتر سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ وغیرہ میں بالتفصیل بیان ہوچکا ہے۔
ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم مصر میں قوم فرعون کے پاس ہمارے پیغمبر اور رسول بن کر جاؤ اور قوم فرعون جو ظلم و زیادتی میں بہت بڑھی ہوئی ہے اسے عذاب خداوندی سے ڈراؤ اور ان کو سچے دین کی تلقین کرو اور قوم بنی اسرائیل جو ان کی غلامی میں پھنسی ہوئی ہے اس کو ان کی غلامی سے نجات دلاؤ۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے روانہ ہوکر سفر میں تھے۔ جب آپ کو مصر جانے اور فرعون جیسے سرکش اور مغرور بادشاہ اور اس کی قوم کو ہدایت کرنے اور پیغام خداوندی پہنچانے کا حکم ملا تو کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے رب میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں لیکن اس خدمت کی تکمیل کے لئے اپنا ایک مددگار اور ساتھی چاہتا ہوں چونکہ میری زبان اچھی طرح نہیں چلتی اس لئے درخواست ہے کہ میرے بھائی ہارون کو بھی نبوت عطا فرمادی جائے جو مجھ سے زیادہ فصیح بیان ہیں

اس لئے ان کو بھی میرا شریک کار بنا دیا جائے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ درخواست قبول فرمائی۔ یہاں آیت میں ولا ینطلق لسانی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یعنی میری زبان اچھی طرح نہیں چلتی اس کے متعلق بعض مفسرین نے ایک حکایت نقل کی ہے۔ مشہور ہے کہ فرعون کی بی بی نے حضرت موسیٰ کو ابتدائی شیر خوارگی کی حالت میں دریائے نیل سے نکلوا کر اپنا بیٹا بنایا تھا۔ فرعون کے کوئی اولاد نہ تھی۔ زمانہ طفولیت میں ایک روز حضرت موسیٰ فرعون کی آغوش میں بیٹھے ہوئے تھے اور فرعون کی داڑھی جواہرات اور موتیوں سے مرصع تھی۔ بچوں کی عادت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے داڑھی پر ہاتھ چلایا اور چمکتے ہوئے موتیوں کے ساتھ فرعون کی داڑھی کے چند بال بھی اکھڑ آئے۔ یہاں درمیان میں واقعہ سے علیحدہ ضمناً یہ بات بتلا دینا قابل ذکر ہے کہ پہلے زمانہ کے کفار کو بھی داڑھی پسند تھی۔ جب کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کو بھی الا ماشاء اللہ اس سے بیر وعداوت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الغرض فرعون کو اس پر سخت غصہ آیا اور غضبناک ہو کر بچہ کے قتل کا حکم دے دیا۔ فرعون کی بی بی نے شوہر کا یہ رنگ دیکھا تو عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ یہ نادان بچہ ہے اس کو آپ کی عظمت کا کیا احساس ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے آگ کا انگارا اور یاقوت دونوں برابر ہیں۔ فرعون نے کہا کہ میں ابھی اس کا امتحان کرتا ہوں اگر اس نے انگارے کو دیکھ کر ہاتھ کھینچا تو ضرور قتل کرادوں گا۔ خدائے تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام سے کام لینا تھا اس لئے ان کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ کر لیا تھا جب فرعون نے ایک تشت میں یاقوت سرخ اور انگارے بھروا کر حضرت موسیٰ کے سامنے رکھے گئے تو آپ نے جلدی سے ایک انگارے کو اٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس سے آپ کی زبان میں رکاوٹ ہونے لگی۔ فرعون کو بچہ کی نادانی اور ناسمجھی کا یقین آ گیا اور معاملہ آیا گیا ہوگا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کی زبان میں قدرتی لکنت تھی۔ بہرحال اچھی طرح زبان نہ چلنے کے عذر سے آپ نے حضرت ہارون اپنے بھائی کو بھی نبوت عطا ہونے کی درخواست کی جو قبول بارگاہ الٰہی ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں ایک درخواست اور پیش کی اور عرض کیا کہ جب میں اس سے قبل مصر میں تھا تو میرے ہاتھ سے نادانستہ طور پر ایک فرعونی قتل ہو گیا تھا تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ مصر میں جاتے ہی وہ تبلیغ رسالت سے قبل ہی مجھ کو اس قتل کے جرم میں کہیں قتل نہ کر ڈالیں اور اس طرح میں تبلیغ دین نہ کر سکوں گا تو اس کی بھی کچھ تدبیر فرما دیجئے۔ حق تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ان کی کیا مجال ہے جو ایسا کر سکیں۔ ہماری نصرت و امداد تمہارے ساتھ ہے۔ تم دونوں بھائی ہمارے احکام لے کر اور ہمارے دیئے ہوئے معجزات اور نشانات کے ساتھ فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم رب العالمین کے پیغمبر ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے تیرے پاس آئے ہیں اور دعوت دین کے ساتھ یہ بھی حکم لائے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو اپنے بیگار اور ظلم سے رہائی دے کر ان کے اصلی وطن ملک شام کی طرف ہمارے ساتھ جانے دے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں فرعون کے دربار میں پہنچے اور فرعون کو پیغام الٰہی پہنچایا۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان گیا کیونکہ بچپن اور جوانی کا کچھ حصہ اسی کے پاس گزرا تھا۔ تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان کر کیا جواب دیا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: قرآن کریم نے جو نافرمان قوموں کے قصہ سنائے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ

فرعون کہنے لگا کہ کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم اپنی عمر میں برسوں ہم میں رہا سہا کیے۔اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی

الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ

اور تم بڑے ناسپاس ہو۔موسیٰ نے جواب دیا کہ اُس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔پھر جب مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہوگیا

مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ

پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کردیا۔اور وہ یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے

تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾

کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا۔فرعون نے کہا کہ ربّ العالمین کی ماہیت (اور حقیقت) کیا ہے۔

| قَالَ فرعون نے کہا | اَلَمْ نُرَبِّكَ کیا ہم نے تجھے نہیں پالا | فِيْنَا اپنے درمیان | وَلِيْدًا بچپن میں | وَلَبِثْتَ اور تو رہا | فِيْنَا ہمارے درمیان | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مِنْ عُمُرِكَ اپنی عمر | سِنِيْنَ کئی برس | وَفَعَلْتَ اور تو نے کیا | فَعْلَتَكَ اپنا وہ کام | الَّتِيْ فَعَلْتَ جو تو نے کیا | وَاَنْتَ اور تو | مِنَ سے | |
| الْكٰفِرِيْنَ ناشکرے | قَالَ موسیٰ نے کہا | فَعَلْتُهَا میں نے وہ کیا تھا | اِذًا جب | وَاَنَا اور میں | مِنَ سے | الضَّآلِّيْنَ راہ سے بے خبر | |
| فَفَرَرْتُ تو میں بھاگ گیا | مِنْكُمْ تم سے | لَمَّا خِفْتُكُمْ جب میں ڈرا تم سے | فَوَهَبَ لِيْ پس عطا کیا مجھے | رَبِّيْ میرا رب | حُكْمًا حکم | | |
| وَ اور | جَعَلَنِيْ اور مجھے بنایا | مِنَ سے | الْمُرْسَلِيْنَ رسول | وَتِلْكَ اور یہ | نِعْمَةٌ کوئی نعمت | تَمُنُّهَا عَلَيَّ تو اس کا احسان رکھتا ہے مجھ پر | |
| اَنْ عَبَّدْتَّ کہ تو نے غلام بنایا | بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل | قَالَ فِرْعَوْنُ فرعون نے کہا | وَمَا اور کیا ہے | رَبُّ رب | الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان | | |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام فرعون بادشاہ مصر کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے تیرے پاس آئے ہیں اور توحید کی دعوت کے ساتھ یہ حکم بھی لائے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو اپنی غلامی۔بیگار اور ظلم سے رہائی دے کر ان کے اصلی وطن ملک شام کی طرف ہمارے ساتھ جانے دے۔فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا کیونکہ بچپن اور کچھ جوانی کا حصہ اسی کے پاس گزرا تھا۔تو موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سن کر فرعون نے جو آپ کو جواب دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ فرعون کہنے لگا

کہ کیا تم وہی نہیں ہو جس کو ہم نے اپنے گھر میں بڑے ناز و نعم سے پالا پوسا اور پرورش کر کے جوان کیا اب تمہارا یہ دماغ ہو گیا کہ ہم ہی سے مطالبات کرتے اور اپنی بزرگی منواتے ہو۔اتنے برسوں تک کبھی یہ دعوے نہیں کئے اور یہاں سے نکل کر رسول بن گئے۔اور جو کرتوت تم کر کے بھاگے تھے اسے ہم بھولے نہیں یعنی تم نے ایک قبطی کو جان سے مار دیا تھا تو تم بڑے احسان فراموش اور ناسپاس ہو کہ میرا ہی کھایا۔میرا ہی آدمی قتل کیا اور پھر مجھ ہی کو اپنا تابع بنانے آئے ہو۔چاہیے تو یہ کہ تم مجھ سے ہر طرح دبو اور الٹا تم مجھے دبانے آئے ہو۔موسیٰ علیہ السلام نے اس کی ان باتوں کے جواب میں فرمایا کہ قبطی کا خون میں نے دانستہ نہیں کیا تھا غلطی سے ایسا

ہوگیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ایک مکا مارنے سے جو تادیب کے لئے تھا اس کا دم نکل جائے گا۔ میں نے عمداً اسے قتل نہیں کیا تھا اس کی خطا پر اس کو تنبیہاً ایک مکا رسید کیا تھا جس سے وہ اتفاقاً مر گیا۔ اور بیشک میں خوف کھا کر یہاں سے مفرور ہو گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت و حکمت عطا فرمائے۔ اس نے اپنے فضل سے مجھے سرفراز کیا اور رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا۔ یہ بجائے خود میری صداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا ہو۔ پھر اس طرح بے خوف و خطر تمہارے سامنے آ کر ڈٹ جائے خلاصہ یہ کہ میں اب پیغمبری کی حیثیت سے آیا ہوں جس میں دبنے کی کوئی وجہ نہیں اور پیغمبر اس واقعہ قتل خطاءً کے منافی نہیں تو یہ جواب ہے اعتراض قتل کا اور رہا احسان جتلانا بچپن میں میری پرورش کا تو یہ تجھے زیب نہیں دیتا۔ کیا ایک اسرائیلی بچہ کی تربیت سے اس کا جواز ہوسکتا ہے کہ تو نے اس کی ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ اور پھر میری تربیت بھی خود تیرے ہی مظالم کے سلسلہ میں وقوع پذیر ہوئی۔ نہ تو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا نہ خوف کی وجہ سے میری والدہ صندوق میں رکھ کر مجھے دریائے نیل میں چھوڑتیں۔ نہ تیرے محلسرا تک میری رسائی ہوتی۔ میں تیری پرورش میں رہا تو اس پرورش کی اصل وجہ تو تیرا ظلم ہی ہے ورنہ تیرے پاس پہنچتا ہی کیوں اور میری پرورش میرے والدین ہی کیوں نہ کرتے۔ ایسی پرورش کا مجھ کو کیا احسان جتلایا جاتا ہے بلکہ اس سے تو اپنی ناشائستہ حرکات کو خیال کر کے شرمانا چاہئے۔ اور صاف بات یہ ہے کہ جس رب العالمین نے تجھ جیسے دشمن کے گھر میں میری پرورش کرائی اسی نے آج تیری خیر خواہی کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرعون اس بات میں لاجواب ہوا تو سخن کا پہلو بدل کر اس نے کہا کہ رب العالمین کے کیا معنیٰ؟ اس کی ماہیت اور حقیقت کیا ہے؟ میری موجودگی میں کسی اور رب کا نام لینا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ یہ اس شقی ازلی نے اس وجہ سے کہا کہ فرعون کا دعویٰ اپنی قوم کے روبرو یہ تھا کہ میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا اور تمہارا رب اعلیٰ یعنی بڑا پروردگار میں ہوں چنانچہ اس کی قوم کے لوگ بعض تو انتہائی جہل سے اور بعض خوف یا طمع سے اسی کی پرستش کرتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جو جواب اس کے اس سوال کا دیا وہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس کے فضل و کرم سے ہم کو خاتم الانبیاء و اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اور اس طرح تمام انبیاء والمرسلین پر ہم کو ایمان رکھنے والا بنایا۔

اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کی نعمت و ہدایت پر ہم کو استقامت بخشیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و تابعداری پر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا

موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے اُس کا اگر تم کو یقین کرنا ہو۔ فرعون نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا کہ تم لوگ سنتے ہو۔

تَسْتَمِعُوْنَ ۝ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ

موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے تمہارا اور تمہارے پہلے بڑوں کا۔ فرعون کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے

اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ قَالَ

مجنون ہے۔ موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے اُس کا بھی اگر تم کو عقل ہو۔ فرعون کہنے لگا

لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۝

کہ اگر تم میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیج دوں گا۔ موسیٰ نے فرمایا کیا اگر میں کوئی صریح دلیل پیش کر دوں تب بھی۔

قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝

فرعون نے کہا کہ اچھا تو وہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ سو موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ دفعتہً ایک نمایاں اژدہا بن گیا۔

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَاۗءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

اور اپنا ہاتھ (گریبان میں دیکر) باہر نکالا تو وہ دفعتاً سب دیکھنے والوں کے رُو برو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | رَبُّ السَّمٰوٰتِ رب ہے آسمانوں کا | وَالْاَرْضِ اور زمین | وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان کے درمیان | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تم ہو | |
| مُّوْقِنِيْنَ یقین کرنے والے | قَالَ اس نے کہا | لِمَنْ انہیں جو | حَوْلَهٗٓ اس کے اردگرد | اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم سنتے نہیں | قَالَ (موسیٰ) نے کہا | |
| رَبُّكُمْ تمہارا رب | وَرَبُّ اور رب | اٰبَاۗىِٕكُمُ تمہارے باپ دادا | الْاَوَّلِيْنَ پہلے | قَالَ فرعون بولا | اِنَّ بیشک | رَسُوْلَكُمُ تمہارا رسول |
| الَّذِيْٓ وہ جو | اُرْسِلَ بھیجا گیا | اِلَيْكُمْ تمہاری طرف | لَمَجْنُوْنٌ البتہ دیوانہ | قَالَ (موسیٰ) نے کہا | رَبُّ رب | الْمَشْرِقِ مشرق |
| وَالْمَغْرِبِ اور مغرب | وَمَا اور جو | بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ تم سمجھتے ہو | قَالَ وہ بولا | لَىِٕنِ البتہ اگر |
| اتَّخَذْتَ تو نے بنایا | اِلٰهًا کوئی معبود | غَيْرِيْ میرے سوا | لَاَجْعَلَنَّكَ تو میں ضرور کردوں گا تجھے | مِنَ سے | الْمَسْجُوْنِيْنَ قیدی | قَالَ موسیٰ نے کہا |
| اَوَلَوْ جِئْتُكَ خواہ میں لاؤں تیرے پاس | بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ایک شے (معجزہ) واضح | قَالَ وہ بولا | فَاْتِ بِهٖٓ تو لے آ اسے | اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے | مِنَ سے | |
| الصّٰدِقِيْنَ سچے | فَاَلْقٰى پس موسیٰ نے ڈالا | عَصَاهُ اپنا عصا | فَاِذَا هِيَ تو اچانک وہ | ثُعْبَانٌ اژدہا | مُّبِيْنٌ کھلا (نمایاں) | |
| وَّنَزَعَ اور اس نے کھینچا (نکالا) | يَدَهٗ اپنا ہاتھ | فَاِذَا هِيَ تو ناگاہ وہ | بَيْضَاۗءُ چمکتا ہوا | لِلنّٰظِرِيْنَ دیکھنے والوں کیلئے | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو رسالت سے سرفراز فرما کر حق تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے تیرے پاس آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد میں

فرعون کے پاس پہنچتے ہی اس کا اظہار فرمایا۔ پہلے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ذاتی احسانات جتا کر مرعوب کرنا چاہا اور آپ کو بچپن میں پالنے اور ایک قبطی کو جان سے مار کر مصر سے چلے جانے کو یاد دلایا جس کے نہایت معقول اور صاف اور صحیح جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دے دیئے جو گذشتہ آیات میں بیان ہو چکے ہیں۔ ان جوابات کو سن کر فرعون زچ ہوا تو اس نے گفتگو کا پہلو بدلا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے جو جاتے ہی فرمایا کہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا پیغمبر بن کر تیرے پاس آیا ہوں تو اس نے یہ سوال کیا تھا کہ رب العالمین کیا چیز ہے؟ فرعون بزعم خود رب اعلیٰ بنا ہوا تھا اور دہری خیال کا آدمی تھا۔ اس کی قوم اس کی پرستش کرتی تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سوال سے اس کا مقصد یہ تھا کہ میرے سوا کوئی رب ہے ہی نہیں۔ تم جو کہہ رہے ہو وہ محض غلط ہے۔ چونکہ حقیقت الٰہیہ کا بیان تو درکنار تصور بھی ناممکن ہے۔ اس لئے معرفت الٰہیہ کا بیان جب ہوگا ہمیشہ صفات باری تعالیٰ سے ہوگا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے بھی وما رب العلمین کے جواب میں صفات باری تعالیٰ ہی سے جواب دیا۔ آپ نے اس سوال کا جو جواب دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ رب العالمین وہ ہے کہ جو آسمانوں زمین اور ان کے درمیان جو مخلوقات ہیں سب کا پروردگار ہے یعنی آپ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ وہ سب کا خالق ہے۔ سب کا مالک ہے۔ سب پر قادر ہے۔ اور سب کا رازق ہے اس لئے سب کا معبود ہے۔ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں آسمان اور اس کی مخلوق۔ زمین اور اس کی کائنات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور وہی سب کا رب ہے اور اس کے سمجھنے اور جاننے کے لئے کوئی خاص لمبے چوڑے دلائل و براہین کی بھی ضرورت نہیں۔ فطرت انسانی اس چیز کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے اس لئے اگر تمہارے اندر یقین کا جذبہ ہے اور تمہارے دل یقین کی دولت سے خالی نہیں ہوئے تو رب العالمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کے ماننے کے لئے کافی ہیں۔ یہ سن کر فرعون نے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لئے حاضرین مجلس اور اپنے درباریوں کی طرف رخ کرتے ہوئے اور لوگوں کو اپنے سکھائے اور بتائے ہوئے عقیدہ پر جمانے کے لئے اور موسیٰ علیہ السلام کی بات کو خفیف کرنے کے لئے کہنے لگا۔ سنتے ہو۔ موسیٰ کیسی دوراز کار باتیں کرتے ہیں کیا تم میں کوئی تصدیق کرے گا کہ میرے سوا کوئی اور رب ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس نے میری بات کو ہنسی میں اڑا دیا تو مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں جس رب العالمین کا ذکر کر رہا ہوں وہ وہ ہے جس نے خود تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا یعنی وہ تم سب کا اور تمہارے اگلوں کا مالک و پروردگار ہے اور جب تمہارا بیج بھی نہ تھا اس وقت زمین و آسمان اور تمام کائنات کی ربوبیت وہ فرما رہا تھا یعنی اگر آج تم فرعون کو خدا مانتے ہو تو ذرا اسے تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہان والوں کا خدا کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے آسمان اور زمین کا وجود تھا تو ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی رب العالمین ہے اور اسی کا بھیجا ہوا میں ہوں فرعون سے ان دلائل کا تو جواب نہ بن سکا اور اپنے لوگوں سے کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو بزعم خود تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے۔ (معاذ اللہ) مجنون اور دیوانہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ہماری اور ہمارے باپ دادوں کی خبر لیتا ہے اور ہماری شوکت و حشمت کو دیکھ کر ذرا بھی نہیں جھجکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دیکھا کہ یہ بالکل کور بصیرت اور احمق ہے تو مزید اس کے سامنے ایک بات پیش کی جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے آخر

میں کہی تھی۔ آپ نے کہا کہ رب العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب کا مالک ہے جو تمام کائنات کو ایک محکم اور مضبوط نظام کے ماتحت قائم رکھنے والا ہے۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہو تو بتاؤ کہ اس عظیم الشان نظام کا قائم رکھنے والا سوائے خدا کے کون ہوسکتا ہے؟ کیا کسی کو قدرت ہے کہ وہ اس کے قائم کیے ہوئے نظام کو ایک لمحہ کے لئے توڑ دے یا بدل ڈالے۔ یہ آخری بات سن کر فرعون جھلا اٹھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرانے اور دھمکانے پر اتر آیا اور اس نے اپنا مطلب صاف کہہ دیا کہ یہاں مصر میں کوئی اور خدا نہیں اگر میرے سوا کسی اور معبود کی حکومت مانی تو یاد رکھو جیل خانہ تیار ہے۔ اس میں ڈال کر تمہاری جان لے لوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر فرمایا کہ فیصلہ میں ابھی جلدی نہ کر۔ یہ تو تیری باتوں کا زبانی جواب تھا۔ اب ذرا وہ کھلے ہوئے نشان بھی دیکھ جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری صداقت دونوں کا اظہار ہو۔ اگر ایسے نشان دکھلاؤں تو کیا پھر بھی تیرا فیصلہ یہی رہے گا۔ فرعون اس کے سوا کیا کہہ سکتا تھا کہ اچھا اگر سچے ہو تو پیش کرو۔ آپ نے یہ سنتے ہی اپنی لاٹھی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اسے زمین پر ڈال دی۔ بس اس کا زمین پر پڑنا تھا کہ وہ ایک اژدہے کی شکل بن گئی اور اژدہا بھی بہت ہیبت ناک ڈراؤنی اور خوفناک شکل والا یہ سماں دیکھتے ہی بھگدڑ پڑ گئی درباری الگ بھاگے۔ فرعون بھی اپنے تخت شاہی کے نیچے گھس گیا۔ سارا رعب شاہی اور جلال دربار سب یکدم کافور ہوگیا اور مجبور ہوکر موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اس بلا کو دور کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدہے پر ہاتھ ڈالا تو فوراً اپنی اصلی حالت میں لاٹھی بن گیا۔ دوسری نشانی آپ نے یہ دکھلائی کہ اپنا ہاتھ گریبان میں دے کر باہر نکالا تو وہ نہایت چمکدار بن کر نکلا اور اس کو بھی سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزات دیکھ کر فرعون بہت سٹ پٹایا اور پھر اس نے اپنے درباریوں سے جو اس وقت اس کے پاس جمع تھے کیا کہا سنا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اہل اسلام اور اہل ایمان بنایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا تابعدار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہمیں بھی حق کی تائید اور باطل سے مقابل ہونے کی قوت اور جرأت عطا فرما اور حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرما۔ آج بھی دشمنان دین نے جو سر اٹھا رکھا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قوتوں کو پاش پاش فرمائیں اور دین حق کو غلبہ اور سربلندی عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

فرعون نے اہل دربار سے جو اُس کے پاس بیٹھے تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور سے)

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ

تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کردے، سوتم کیا مشورہ دیتے ہو۔درباریوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں چپڑاسیوں کو بھیج دیجئے کہ وہ سب

بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ

ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کردیں۔غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کئے گئے۔اور لوگوں کو یہ اشتہار دیا گیا کہ کیا تم لوگ

مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا

جمع ہوگے۔تاکہ اگر جادوگر غالب آجاویں تو ہم اُن ہی کی راہ پر رہیں۔پھر جب وہ جادوگر آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آگئے

لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ

تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا۔فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم اس صورت میں مقرب لوگوں میں داخل ہوجاؤگے۔

الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

موسیٰ نے اُن سے فرمایا کو تم کو جو کچھ ڈالنا ہو ڈالو۔سو اُنہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں

وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا

اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بے شک ہم ہی غالب آویں گے۔پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا سو ڈالنے کے ساتھ ہی (اژدہا بن کر) اُن کے تمام تربنے بنائے

يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾

دھندے کو نگلنا شروع کردیا۔سو جادوگر سب سجدہ میں گر پڑے۔کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے۔

| قَالَ فرعون نے کہا | لِلْمَلَاِ سرداروں سے | حَوْلَهٗ اپنے گرد | اِنَّ هٰذَا بیشک یہ | لَسٰحِرٌ جادوگر | عَلِيْمٌ دانا ماہر | يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَنْ کہ | يُخْرِجَكُمْ تمہیں نکال دے | مِنْ سے | اَرْضِكُمْ تمہاری سرزمین | بِسِحْرِهٖ اپنے جادو سے | فَمَاذَا تو کیا | تَاْمُرُوْنَ تم حکم (مشورہ) دیتے ہو | | |
| قَالُوْا وہ بولے | اَرْجِهْ مہلت دے اسے | وَاَخَاهُ اور اس کے بھائی کو | وَابْعَثْ اور بھیج | فِى میں | الْمَدَآئِنِ شہروں | حٰشِرِيْنَ اکٹھا کرنے والے (نقیب) | | |
| يَاْتُوْكَ لے آئیں تیرے پاس | بِكُلِّ سَحَّارٍ تمام بڑے جادوگر | عَلِيْمٍ ماہر | فَجُمِعَ پس جمع کیے گئے | السَّحَرَةُ جادوگر | لِمِيْقَاتِ مقررہ وقت پر | | | |
| يَوْمٍ ایک دن | مَعْلُوْمٍ جانے پہچانے (معین) | وَقِيْلَ اور کہا گیا | لِلنَّاسِ لوگوں سے | هَلْ کیا | اَنْتُمْ تم | مُجْتَمِعُوْنَ جمع ہونیوالے ہو (جمع ہوگے) | | |
| لَعَلَّنَا تاکہ ہم | نَتَّبِعُ پیروی کریں | السَّحَرَةَ جادوگر | اِنْ اگر | كَانُوْا هُمُ ہوں وہ | الْغٰلِبِيْنَ غالب | فَلَمَّا پس جب | جَآءَ آئے | السَّحَرَةُ جادوگر |

| قَالُوْا انہوں نے کہا | لِفِرْعَوْنَ فرعون سے | اَئِنَّ لَنَا کیا یقیناً ہمارے لئے | لَاَجْرًا کچھ انعام | اِنْ اگر | كُنَّا ہم ہوئے | نَحْنُ ہم | الْغٰلِبِيْنَ غالب | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | نَعَمْ ہاں | وَاِنَّكُمْ اور بیشک تم | اِذًا اس وقت | لَمِنَ البتہ ـ سے | الْمُقَرَّبِيْنَ مقربین | قَالَ کہا | لَهُمْ ان سے | مُّوْسٰى موسیٰ |
| اَلْقُوْا تم ڈالو | مَا جو | اَنْتُمْ تم | مُّلْقُوْنَ ڈالنے والے | فَاَلْقَوْا پس انہوں نے ڈالیں | حِبَالَهُمْ اپنی رسیاں | وَعِصِيَّهُمْ اور اپنی لاٹھیاں | | |
| وَقَالُوْا اور بولے وہ | بِعِزَّةِ اقبال کی قسم | فِرْعَوْنَ فرعون | اِنَّا لَنَحْنُ بیشک البتہ ہم | الْغٰلِبُوْنَ غالب آنے والے | فَاَلْقٰى پس ڈالا | مُوْسٰى موسیٰ | | |
| عَصَاهُ اپنا عصا | فَاِذَا هِيَ تو ناگاہ وہ | تَلْقَفُ نگلنے لگا | مَا جو | يَاْفِكُوْنَ انہوں نے ڈھکوسلا بنایا | فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ پس ڈالدیے گئے (گر پڑے) جادوگر | | | |
| سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے ہوئے | قَالُوْا وہ بولے | اٰمَنَّا ہم ایمان لائے | بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کے رب پر | رَبِّ رب | مُوْسٰى موسیٰ | وَهٰرُوْنَ اور ہارون | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی لاٹھی اور ید بیضا یعنی ہاتھ کی چمک کے معجزے دیکھے تو حواس باختہ ہوگیا۔اور اس کی خدائی کی قلعی تو جب ہی کھل گئی جب موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن کر سامنے آئی اور فرعون مارے ڈر کے تخت چھوڑ کر بھاگا۔مگر جب غرور اور طاقت کا نشہ کسی کے سر میں سما جاتا ہے تو آسانی سے نہیں نکلتا۔ پھر تو اکثر جبھی جاتا ہے جب سرے سے سر ہی جاتا رہے۔ یہ بدنصیب پیغمبر کے ایسے بین معجزات دیکھ کر ایمان تو نہ لایا اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اپنے درباریوں سے کہنے لگا کہ یہ تو بڑا زبردست جادوگر نکلا۔ پھر انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اور بات بنائی کہ یہ ایسے ہی شعبدے اور جادو دکھا دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلے گا۔اور جب کچھ اس کے ساتھی ہوجائیں گے تو یہ علم بغاوت بلند کرے گا۔ پھر تمہیں مغلوب کرکے اس ملک پر اپنا قبضہ جمالے گا تو اس کے استیصال کی کوشش ابھی سے کرنا چاہئے اب بتلاؤ کہ تمہاری کیا رائے اور مشورہ ہے اور مجھے کیا کرنا چاہئے؟ یا تو فرعون کے خدائی کے دعوے تھے یا وہ اتنی جلد ایسا حواس باختہ ہوگیا کہ مجبور ہوکر درباریوں سے مدافعت کی تدبیر دریافت کرنے لگا۔ اب قدرت خداوندی دیکھئے کہ فرعونیوں کے منہ سے اللہ نے وہ بات کہلوائی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام تبلیغ کا موقع ملے اور عوام الناس پر حق بالکل واضح ہوجائے۔ درباریوں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ موسیٰ اور ان کے بھائی سے ابھی تو کچھ کہنا ٹھیک نہیں ان سے قرارداد مہلت کرلیجئے اور اپنی تمام سلطنت و حکومت سے بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو بلالیجئے اور جادوگروں سے ان کا مقابلہ کرائیے۔ اب اس تجویز میں فرعون کے دعوے خدائی کی شکست تھی کہ رب اعلیٰ ہوکر جادوگروں کی پناہ پکڑنی کیسی عجیب حرکت تھی مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ غلبہ حاصل کرنے اور سرخرو ہونے کی اسے اور کوئی صورت ہی نظر نہ آئی۔ مجبور ہوکر خدائی کے درجہ سے نیچے اتر کر جادوگروں کو چاروں طرف سے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اپنی قلمرو میں ہر ہر شہر میں سپاہی بھیجے گئے اور دارالسلطنت میں ہر چہار طرف سے بڑے بڑے نامی گرامی جادوگر جمع کئے گئے جو اپنے فن سحر میں کامل اور ماہر استاد تھے۔ پبلک میں بھی عمومی اعلان کرادیا کہ سب کو مقابلہ کے میدان میں یوم مقررہ پر جمع ہوجانا چاہئے کہ یہ بڑے معرکہ کا مقابلہ ہے۔ سب جمع ہوکر اپنے جادوگروں کا دل بڑھاؤ مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی ان کی ہمت بڑھے گی۔ امید قوی ہے کہ ہمارے جادوگر غالب آئیں گے اس وقت ہم موسیٰ کی شکست اور مغلوبیت دکھانے کے لئے اپنے ساحرین کی ہی راہ پر چلیں گے۔ مطلب یہ کہ ہمارا حق ہونا حجت سے ثابت ہوجائے گا۔

مصر اس زمانہ میں سحر و جادو کا مرکز تھا اور مصریوں نے فن سحر کو اوج کمال تک پہنچا دیا تھا۔ الغرض مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ مقررہ جگہ اور وقت پر جمع ہوا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ فرعون اپنے تمام شاہانہ کروفر کے ساتھ میدان مقابلہ میں تخت نشین ہے اور درباری وارکان سلطنت حسب مراتب جمع ہیں اور لاکھوں انسان حق و باطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کو موجود ہیں۔ ایک جانب جادوگروں کا گروہ اپنے ساز و سامان سحر سے لیس کھڑا ہے اور دوسری جانب خدا کے رسول۔ حق کے داعی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام متوکل علی اللہ کھڑے ہیں۔ فرعون اس وقت بہت مسرور ہے اس یقین پر کہ ساحرین مصر ان دونوں بھائیوں کو جلد ہی شکست دے دیں گے۔ تو جیسا کہ بازیگروں کا اب بھی دستور ہے کہ کرتب دکھانے سے پہلے بلانے والے سے اپنا صلہ و اجرت ٹھہرا لیتے ہیں۔ یہاں تو بلانے والا بادشاہ تھا اور کام بھی معمولی نہ تھا۔ اس لئے مقابلہ سے پہلے جادوگروں نے اپنا معاوضہ بشرط غلبہ طے کرنا چاہا اور فرعون سے اپنے انعام واکرام کی درخواست پیش کی اور کہا کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمارا انعام ضرور بالضرور بڑا بھاری ہونا چاہئے۔ فرعون نے تو سمجھ ہی رکھا تھا کہ ساحروں کے جیتنے ہی پر موسیٰ (علیہ السلام) سے پیچھا چھٹنے کا دارومدار ہے اس لئے فوراً بولا کہ مال و دولت انعام واکرام تو رہا الگ میں تم کو خاص اپنے مقرب مصاحبوں میں جگہ دوں گا اور تم میرے دربار میں خاص جگہ پاؤ گے۔ گویا مال اور عزت دونوں کا لالچ دیا۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ جادوگروں نے فرعون سے اجرت و معاوضہ کی جو درخواست کی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جادو کی حقیقت کچھ بھی ہو۔ اس سے کیفیات و احوال میں کچھ بھی تغیر ہو جاتا ہو۔ خوف و دہشت کے اس سے کیسے ہی مظاہرات نمودار ہو جاتے ہوں۔ اشیاء اپنی جگہوں سے زائل ہو جاتی ہوں اور لوگوں کی نظر میں کچھ سے کچھ نظر آتی ہوں۔ بہر حال کچھ بھی ہو مگر اشیاء کی جنس میں حقیقت میں انقلاب پیدا کر دینا جادوگر کے بس کی بات نہیں۔ کنکریوں کو سونے اور چاندی کی حقیقی جنس میں تبدیل کر دینا دائرہ جادو سے خارج ہے ورنہ جادوگر معاوضہ کی درخواست نہ کرتے اور سونے چاندی کے ڈھیر ان کے پاس موجود ہوتے۔ الغرض جب جادوگروں نے معاوضہ اور انعام واکرام کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیا تو مقابلہ کی تیاری شروع کی۔ سورۂ طٰہٰ سولہویں پارہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قصہ تفصیلاً بیان ہو چکا ہے اور وہاں بتلایا گیا کہ قبل اس کے کہ مقابلہ شروع ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تبلیغ ادا فرماتے ہوئے مجمع کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہاری حالت پر سخت افسوس ہے تم کیا کر رہے ہو؟ تم ہم کو جادوگر سمجھ کر خدا پر الزام نہ لگاؤ۔ مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ تم کو اس جھوٹ اور بہتان طرازی کی سزا میں عذاب دے کر تم کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکے کیونکہ جس کسی نے بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہا۔ لوگوں نے یہ سنا تو آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ فرعونی درباریوں نے یہ حال دیکھا تو جادوگروں کو جو جمع تھے مخاطب کر کے کہنے لگے یہ دونوں بھائی بلاشبہ جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں کہ جادو کے زور سے تم کو تمہارے وطن سے نکال دیں اور تم پر غلبہ کر لیں لہٰذا تم اپنا کام شروع کر دو اور صف باندھ کر موسیٰ کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ آج جو غالب آ جائے گا وہی کامیاب ثابت ہوگا۔ الغرض جادوگروں نے آگے بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب اس گفت و شنید کے قصہ کو چھوڑ دو اور یہ بتاؤ کہ ابتدا تمہاری جانب سے ہوگی یا ہماری جانب سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان پر اس تنبیہ کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا تو فرمایا کہ

ابتداتم ہی کرواور اپنے کمال فن کی حسرت پوری طرح نکال لو اور جو کچھ تم وار کرنا چاہتے ہو کرو چنانچہ ساحروں نے اپنا کام شروع کیا اور اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں جو سانپوں کی شکل نظر آنے لگیں۔حق کی طاقت سے چونکہ وہ ساحرین اس وقت تک نا آشنا تھے۔اپنا حامی اور پشت پناہ فرعون ہی کو جانتے تھے اس لئے حملہ کرتے وقت بولے کہ فرعون کے اقبال کی قسم ہم ہی ضرور غالب آویں گے ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی۔وہ قوت قہاری جو لاٹھی کا ظاہری جامہ پہنے ہوئے تھی فوراً ظہور پذیر ہوئی اور وہ لاٹھی ایک زبردست اژدہا بن گیا اور جادوگروں کے تمام شعبدوں کو نگلنا شروع کردیا تھوڑی سی دیر میں سارا میدان صاف ہوگیا اور اس طرح ساحرین اپنے سحر میں ناکام رہے۔اب جادوگروں نے جو کہ اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے جب عصائے موسیٰ کا یہ کرشمہ دیکھا تو حقیقت حال سمجھ گئے اور وہ اس کو چھپا نہ سکے اور انہوں نے برسر مجلس یہ اقرار کرلیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل جادو سے بالاتر ہے اور اس کو سحر سے دور کا بھی واسطہ نہیں چنانچہ وہ اتنے متاثر ہوئے کہ وہیں سب سجدہ میں گر پڑے اور اعلان کردیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی ''رب العالمین'' ہے۔اس کی ہمہ گیر طاقت کو ہم نے مان لیا۔اور اس کی الوہیت اور ربوبیت پر ہم ایمان لے آئے درحقیقت رب العالمین وہی ہے جس نے ان دونوں کو بھیجا ہے۔

اب فرعون نے جب یہ دیکھا تو اس کے غصہ اور غضب کا پارہ چڑھ گیا۔شکست۔رسوائی روسیاہی۔حکومت کا زوال ملک کی بغاوت اور موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی سب کی بھیانک تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر تو اس کا بس کچھ چلا نہیں۔جادوگروں پر اس نے اپنے جس غیظ وغضب کا اظہار کیا اور ان کو مخاطب ہوکر جو کہا سنا اور ان ساحرین نے جواب صاحب ایمان ہو چکے تھے جو فرعون کو جواب دیا وہ اگلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رکھیں اور ہم کو وہ ایمانی جرأت وقوت عطا فرمائیں کہ جو ہم باطل سے کبھی خوف نہ کھائیں اور باطل کی طاغوتی قوت سے ہم کبھی مرعوب نہ ہوں۔یااللہ! آپ کی نصرت وامداد ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔اور تائید غیبی سے حق کو فتح مندی اور غلبہ اور شوکت نصیب ہو۔اور کفروشرک کو ذلت ورسوائی کے ساتھ مٹنا اور نیست ونابود ہونا نصیب ہو۔یااللہ! اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں باطل حق سے برسرپیکار ہے باطل کو یااللہ اپنی قوت قہاری وجباری سے مٹنا نصیب ہو اور حق کو آپ کی تائید ونصرت سے غلبہ نصیب ہو۔یااللہ! باطل نے جو مادی قوت وطاقت حق کو مٹانے کے لئے جمع کررکھی ہے یااللہ باطل کی طاقت کو پاش پاش فرمادے۔ان کے مکروفریب کو انہیں پر پلٹ دے۔یااللہ! حق کی کامیابی کا دارومدار آپ ہی کی تائید اور نصرت پر موقوف ہے آپ ہی کی نصرت وامداد سے دنیا میں ہمیشہ حق کی سربلندی اور غلبہ نصیب ہوا ہے۔

یااللہ! اس وقت جہاں جہاں حق بے سہارا ہے۔اپنی قدرت ورحمت سے اس کو سہارا عطا فرمادے۔اور باطل کو بے بس اور بے کس بنادے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ

فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بدون اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں۔ضرور یہ تم سب کا اُستاد ہے۔جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے،

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ ۚ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّآ

میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سُولی پر چڑھادوں گا۔انہوں نے جواب دیا کہ کچھ حرج نہیں ہم اپنے

اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ ۚ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ ع

مالک کے پاس جا پہنچیں گے۔ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کردے اس وجہ سے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ (فرعون) نے کہا | اٰمَنْتُمْ لَهٗ تم ایمان لائے اس پر | قَبْلَ پہلے | اَنْ کہ میں | اٰذَنَ اجازت دوں | لَكُمْ تمہیں | اِنَّهٗ بیشک وہ |
| لَكَبِيْرُكُمْ البتہ بڑا ہے تمہارا | الَّذِيْ جس نے | عَلَّمَكُمْ سکھایا تمہیں | السِّحْرَ جادو | فَلَسَوْفَ پس جلد | تَعْلَمُوْنَ تم جان لو گے | |
| لَاُقَطِّعَنَّ البتہ میں ضرور کاٹ ڈالوں گا | اَيْدِيَكُمْ تمہارے ہاتھ | وَاَرْجُلَكُمْ اور تمہارے پاؤں | مِّنْ سے ۔ کے | خِلَافٍ ایک دوسرے کے خلاف کا | | |
| وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اور ضرور تمہیں سُولی دوں گا | اَجْمَعِيْنَ سب کو | قَالُوْا وہ بولے | لَا ضَيْرَ کچھ نقصان (حرج) نہیں | اِنَّا بیشک ہم اِلٰى رَبِّنَا اپنے رب کی طرف | | |
| مُنْقَلِبُوْنَ لوٹ کر جانیوالے ہیں | اِنَّا نَطْمَعُ بیشک ہم امید رکھتے ہیں | اَنْ کہ | يَّغْفِرَ بخش دے | لَنَا ہمیں | رَبُّنَا ہمارا رب | خَطٰيٰنَا ہماری خطائیں |
| اَنْ كُنَّا کہ ہم ہیں | اَوَّلَ پہلے | الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی بجائے جادوگروں سے آپ کا مقابلہ کرایا۔ پھر اس مقابلہ کا جو انجام ہوا وہ بھی بیان ہوچکا وہی ساحر جو چند منٹ پہلے فرعون کی زبردست طاقت سے مرعوب۔ اس کے حامی اور طرفدار اور اس کے حکم کی تعمیل کو حرز جان بنائے ہوئے تھے اور جو اپنے کرشموں کی کامیابی پر انعام واکرام کا معاملہ طے کر رہے تھے وہی چند منٹ کے بعد عصائے موسوی کا معجزہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ انسانی کرشمہ سازی نہیں بلکہ کسی بہت ہی بلند قدرت کی کارفرمائی ہے اور اس سے ایسے متاثر ہوئے کہ وہیں فرعون کی موجودگی ہی میں علی الاعلان سب کے سامنے اپنے ایمان کا اعلان کردیا اور تسلیم کرلیا کہ ہم کو رب العالمین کی قوت قہاری کا یقین ہے اور اس کی ہمہ گیر طاقت کو ہم نے مان لیا۔ اس کی الوہیت اور ربوبیت پر ہم ایمان لے آئے۔ درحقیقت رب العالمین وہی ہے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے اور جس نے ان دونوں کو بھیجا ہے۔

دیکھا آپ نے جب سچا ایمان کسی کو نصیب ہوجاتا ہے خواہ وہ ایک لمحہ ہی کا کیوں نہ ہو وہ ایسی بے پناہ روحانی قوت پیدا کردیتا ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی باطل طاقت بھی اس کو مرعوب نہیں کرسکتی۔ وہی جادوگر جو فرعون سے تھوڑی دیر پہلے انعامات و اکرامات کی التجائیں کر رہے تھے ایمان لانے کے بعد ایسے نڈر اور بے خوف ہوگئے کہ کوئی دہشت بھی ان کے ایمان کو متزلزل نہ کرسکی جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ الغرض فرعون نے جب یہ دیکھا کہ میرا اتمام دام فریب تار تار ہوگیا اور موسیٰ (علیہ السلام) کو شکست دینے کی جو آخری پناہ تھی وہ بھی منہدم ہوگئی اب کہیں ایسا نہ ہو کہ مصری عوام بھی ہاتھ سے جائیں اور موسیٰ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں تو اس نے مکروفریب کا ایک

دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے فرعون ان ساحرین سے جواب ایمان لے آئے تھے کہنے لگا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تم سب کا استاد ہے اور تم سب نے آپس میں سازش کر رکھی تھی کہ تم یوں کرنا ہم یوں کریں گے۔ تب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ اچھا میں تم کو ایسی عبرتناک سزا دوں گا تاکہ آئندہ کسی کو ایسی غداری کی جرأت نہ ہو۔ پہلے تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا دوں گا اور پھر سب کو سولی پر چڑھوا دوں گا۔ وہ ساحرین جو صاحب ایمان ہو چکے تھے اور دولت ایمان کے نشہ سے سرشار ہو گئے تھے انہوں نے فرعون کی ان دھمکیوں اور جابرانہ عذاب و عقاب کو ایک کھیل سے زیادہ نہ سمجھتے ہوئے نہایت بے باکانہ انداز میں جو جواب دیا اس کا کچھ حصہ تو ان آیات میں نقل فرمایا گیا ہے اور کچھ حصہ سورۂ طٰہٰ اور سورۂ اعراف وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے۔

یہاں ان آیات میں جو حصہ ان کے جواب کا نقل فرمایا گیا ہے اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم تیری سزا سے نہیں ڈرتے۔ جسمانی مصائب کا ہم کو کوئی ڈر نہیں اس زندگی کے ختم ہو جانے کی ہمیں کچھ پروا نہیں۔ ہم پر حق پوری طرح واضح ہو گیا ہمارا رب وہی ہے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ہمیں ہر صورت میں اسی کے پاس جانا ہے اور ایک نہ ایک دن اسی کے پاس پلٹنا بہرحال ضرور ہے۔ اب اگر تو قتل کر دے گا تو اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگا کہ وہ دن جو کبھی آنا تھا آج آجائے گا ہم کو وہاں جانا ہے اور انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہم تیرے ہاتھ سے مرے تو اور زیادہ سرخرو ہوں گے۔ ہم تو اپنے رب سے اب یہی امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری گذشتہ غلط کاریوں کو معاف کرے اور جو تو نے ہم سے یہ مقابلہ کرایا اس کا وبال خصوصاً ہم سے ٹال دے کیونکہ ہم اس کے رسولوں کی تبلیغ کے بعد اس مجمع میں بلکہ ملک بھر میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ سورۂ اعراف میں ان کا یہ قول بھی نقل ہوا ہے کہ جس رب کی نشانیوں کو مان لینے سے ہم تیری نگاہ میں مجرم ٹھہرے ہیں اسی رب سے ہماری دعا ہے کہ وہ تیری زیادتیوں اور سختیوں پر ہم کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور مرتے دم تک ایمان پر مستقیم رکھے۔

غرض حق و باطل کی اس کشمکش میں فرعون اور اس کے درباریوں کو سخت ذلت اٹھانی پڑی اور وہ برسر عام ذلیل و رسوا ہوئے مگر پھر بھی حق کو تسلیم نہ کیا اور باطل پر جمے رہے۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کو تبلیغ فرماتے رہے۔ اب اس کے بعد سلسلہ کلام کی مناسبت سے آگے کے واقعات یہاں اس سورۃ میں چھوڑ دیئے گئے ہیں اور جب کچھ عرصہ بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے معہ بنی اسرائیل کے راتوں رات ہجرت کر جانے کا حکم ملا وہاں سے پھر حالات اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی ایسا سچا اور پکا ایمان نصیب فرما دیں کہ ہم کسی حال میں راہ مستقیم سے نہ ڈگمگائیں اور کسی آن میں اللہ و رسول کی تابعداری سے نہ ہٹیں۔ اور کسی معاملہ میں شریعت مطہرہ کے خلاف نہ کریں۔ جو احکام الٰہیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و ہدایات ہمیں پہنچیں ہم ان پر لبیک کہہ کر دل و جان سے ان پر عمل پیرا ہو جانے والے ہوں۔ اسی پر تازندگی قائم رہیں اور اسی پر ہمارا خاتمہ ہو۔ یا اللہ آج جو اہل حق، اہل باطل کے ظلم و ستم سے دبے ہوئے ہیں۔ ان کو ایمان قوی عطا فرما دے۔ اہل باطل سے مقابلہ کی قوت و طاقت اہل حق کو عطا فرما دے۔ یا اللہ موت کا خوف اور ڈر ہمارے دلوں سے قوی ایمان اور اپنی ذات سے صحیح تعلق عطا فرما کر نکال دے اور باطل کے مقابلہ کے لئے ہماری تائید اور نصرت فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝۵۲ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب کیا جاوے گا۔فرعون نے شہروں میں چپڑاسی دوڑا دیئے۔

حٰشِرِيْنَ ۝۵۳ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝۵۴ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝۵۵ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ

کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے۔اور انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے۔اور ہم سب ایک مسلح جماعت ہیں۔

حٰذِرُوْنَ ۝۵۶ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۵۷ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝۵۸ كَذٰلِكَ

غرض ہم نے اُن کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا۔(ہم نے اُن کے ساتھ تو) یوں کیا

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۵۹

اور دوسری طرف بنی اسرائیل کو ہم نے یہی نعمتیں عطا کر دیں۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی کی | اِلٰى طرف | مُوْسٰٓى موسیٰ | اَنْ اَسْرِ کہ تو راتوں رات لے نکل | بِعِبَادِيْٓ میرے بندوں کو | اِنَّكُمْ بیشک تم |
| مُّتَّبَعُوْنَ پیچھا کئے جاؤ گے | فَاَرْسَلَ پس بھیجا | فِرْعَوْنُ فرعون نے | فِي الْمَدَآئِنِ شہروں میں | حٰشِرِيْنَ اکٹھا کرنے والے (نقیب) | اِنَّ بیشک |
| هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ ہیں | لَشِرْذِمَةٌ ایک جماعت | قَلِيْلُوْنَ تھوڑی سی | وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ | لَنَا ہمیں | لَغَآئِظُوْنَ غصہ میں لانے والے ہیں |
| وَاِنَّا اور بیشک ہم | لَجَمِيْعٌ ایک جماعت | حٰذِرُوْنَ مسلح محتاط | فَاَخْرَجْنٰهُمْ پس ہم نے انہیں نکالا | مِّنْ سے | جَنّٰتٍ باغات / وَّعُيُوْنٍ اور چشمے |
| وَّكُنُوْزٍ اور خزانے | وَّمَقَامٍ اور ٹھکانے | كَرِيْمٍ عمدہ | كَذٰلِكَ اسی طرح | وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا ان کا | بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ فرعون۔ اس کے درباریوں اور اس کی قوم کے عوام الناس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات بھی دیکھے اور جادوگروں سے مقابلہ کرا کر ذلت و رسوائی بھی اٹھائی مگر پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر نہ مانا بلکہ حق سے اور زیادہ عناد و بغض بڑھ گیا۔مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام برابر فرعونیوں کو تبلیغ فرماتے رہے اور بنی اسرائیل کو آزاد و رہا کرنے کا مطالبہ بھی فرماتے رہے۔ بالآخر درباریوں اورارکان سلطنت نے فرعون سے احتجاج کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کیوں نہیں کرا دیا جاتا۔کیا اس کو اور اس کی قوم کو موقع دیا جا رہا ہے کہ وہ مصر میں فساد پھیلائیں؟ اور تجھ کو ٹھکراتے رہیں؟ تو جیسا کہ سورۂ اعراف نویں پارہ میں بیان ہوا فرعون نے درباریوں سے کہا کہ میں مصر میں اسرائیلیوں کی طاقت بڑھنے ہی نہ دوں گا اور مقابلہ کے قابل ہی نہ رکھوں گا۔ابھی یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ ان کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا کرو اور صرف لڑکیوں کو خدمت گزاری کے لئے زندہ چھوڑ دیا کرو۔ گویا یہ فرعون کا دوسرا اعلان تھا جو بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل سے متعلق کیا گیا اس سے پہلے مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی تو ایک خواب اور اس کی تعبیر کی بنا پر اسرائیلی لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے جانے کا حکم دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک عرصہ تک رشد و ہدایت کا فرعون اور اس کے سرداروں پر مطلق اثر نہ ہوا اور معدودے چند کے سوائے عام مصریوں نے بھی دعوت حق کو قبول نہ کیا تو اب یکے

بعد دیگرے فرعونیوں پر عذاب الٰہی آنے لگے۔ یہ دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ جب عذاب الٰہی کسی ایک شکل میں ظاہر ہوتا تو فرعون اور قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرنے لگتی کہ اچھا ہم ایمان لے آئیں گے تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ یہ عذاب جاتا رہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وہ عذاب دور ہو جاتا تو پھر سرکشی اور نافرمانی پر اتر آتے۔ پھر عذاب جب دوسری شکل میں آتا تو کہتے کہ اچھا ہم بنی اسرائیل کو آزاد کر کے تمہارے ساتھ روانہ کردیں گے دعا کرو کہ یہ عذاب دفع ہو جائے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو پھر مہلت دی جاتی اور عذاب دفع ہو جاتا تو پھر اسی طرح مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف قسم کے نشانات ظاہر ہوئے کبھی طوفان آئے۔ کبھی قحط سالی ہوئی۔ کبھی ٹڈیوں کے دل آئے۔ کبھی چیچڑیوں کے پیدا ہو جانے کا عذاب آیا۔ کبھی مینڈکوں کا تمام مصر میں پھیل جانے کی مصیبت آئی۔ کبھی پانی کا خون ہو جانا ظاہر ہوا۔ مگر فرعون اور قوم فرعون نے اس بار بار کی مہلت مل جانے کو بھی ایک مذاق بنالیا ان تمام واقعات کا ذکر سورۂ اعراف اور قرآن پاک کی دوسری سورتوں میں جگہ بجگہ آیا ہے مگر یہاں اس سورۃ میں کئی سال کے ان تمام واقعات کو جو ساحرین کے مقابلہ کے بعد ظہور پذیر ہوئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ بالآخر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مع بنی اسرائیل کے راتوں رات مصر سے چپ چاپ نکل جانے کا حکم خداوندی ملا تو اس سے آگے واقعات کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں سلسلۂ کلام کی مناسبت سے چونکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ جس فرعون نے صریح نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود یہ ہٹ دھرمی دکھائی تھی اس کا انجام آخر کار کیا ہوا اور جس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی طاقت تھی وہ کس طرح کامیابی سے ہمکنار ہوئے اس لئے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کشمکش کے ابتدائی واقعات ذکر کرنے کے بعد اب قصہ مختصر کر کے آخری منظر دکھایا جا رہا ہے۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے باہر نکال لے جاؤ۔ فرعون مع فوج کے تمہارے پیچھے آئے گا مگر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ حسب الحکم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خفیہ مشورہ کیا اور تمام بنی اسرائیل کے قبائل کے سرداروں کو حکم الٰہی سے آگاہ کیا۔ سب تیار ہو گئے اور ایک رات اس کام کے لئے مقرر ہو گئی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے رات کو چل دیئے۔ ادھر رات گزرنے پر فرعونیوں کی جو آنکھ کھلی تو چوکیدار غلام نوکر چاکر کوئی نہیں سخت پیچ و تاب کھانے لگے اور مارے غصہ کے سرخ ہو گئے۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ بنی اسرائیل رات ہی رات میں سب فرار ہو گئے تو فرعون نے تعاقب اور پیچھا کرنے کے لئے تدبیر کی اور جابجا آس پاس کے شہروں میں چپڑاسی دوڑا دیئے اور کہلا بھیجا کہ یہ بنی اسرائیل ہماری نسبت تھوڑی سی جماعت ہے اور ان کی اس حرکت نے کہ جو یہ خفیہ چالاکی سے نکل گئے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے ہم ہتھیار بند ہیں میں ارادہ کر چکا ہوں۔ کہ اب انہیں اپنی اس سرکشی کا مزہ چکھادوں اور ان سب کو ایک ساتھ گھیر گھار کر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ڈال دوں غرض کہ فرعون نے ضروری سامان اور فوج کو جمع کیا اور تمام لاؤ لشکر لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چلا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب لوٹنا نصیب نہ ہوگا اور معہ اپنی قوم اور لاؤ لشکر کے بیک وقت ہلاک ہونا ہے۔ آگے باری تعالیٰ کا ارشاد بطور جملہ معترضہ کے ہے کہ یہ فرعونی اپنی طاقت اور کثرت کے گھمنڈ پر بنی اسرائیل کے تعاقب میں

نکل کھڑے ہوئے اس بہانے ہم نے انہیں ان کے باغات سے چشموں اور نہروں سے خزانوں اور بارونق مکانوں سے خارج کیا اور وہ اپنے محلات، باغات، تخت و تاج اور جاہ و مال سب چھوڑ کر بنی اسرائیل کے پکڑنے کو نکلے۔ اور بالآخر جیسا کہ اگلی آیات مین بتلایا گیا یہ سب سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے گویا اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو اپنی سرزمین سلطنت سے نکال کر باہر کیا۔ اور بنی اسرائیل کو جو آج تک پست اور نادار تھے ان کو ملک شام اور فلسطین میں اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی عمدہ باغات۔ چشمے اور خزانے عطا کئے۔ یہاں آیت میں واورثنھا بنی اسرائیل اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنادیا اس کے مطلب بعض مفسرین یہ بھی بیان کئے ہیں کہ ایک مدت بعد جب سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ملک مصر بنی اسرائیل کی سلطنت میں شامل ہوا تو یہ سب چیزیں یعنی مصر کے باغات چشمے اور خزانہ اور عمدہ مکانات یہ سب بنی اسرائیل کے ہاتھ لگے۔

یہ توبیچ میں جملہ معترضہ تھا۔ اب آگے فرعون کے تعاقب کرنے اور بنی اسرائیل کے پاس پہنچ جانے اور بنی اسرائیل کو فرعون کی گرفت سے بچالینے اور فرعون اور اس کے تمام لاؤلشکر کو سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوجانے کے واقعات کو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں نافرمان قوموں سے عبرت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی سے کامل طور پر بچاویں۔
اس دنیوی زندگی میں کفار و مشرکین کو جو عیش و آرام ملے ہوئے ہیں وہ ان کے لئے وبال جان ثابت ہوں اور ہمیں جو اللہ پاک نے زندگی کا سامان دیا ہے وہ ہمارے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات حاصل کرنے کا ذریعہ بنے۔
اے اللہ جیسے آپ کی خفیہ تدبیر نے فرعونیوں کو ہلاک کیا اے اللہ اپنی اسی قدرت اور تدبیر سے آج بھی مخالفین اسلام حقیقی اور اعدائے دین کو تہ وبالا فرمادے۔ ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسادے۔ اور ان کی شرارتیں اور تدبیریں سب ملیامیٹ فرمادے۔ اور ان کی چالیں ان ہی کی ہلاکت کا سبب بنادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ

غرض سورج نکلنے کے وقت اُن کو پیچھے سے جالیا۔ پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ہمراہی کہنے لگے کہ بس ہم تو اُن کے ہاتھ آ گئے۔

كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ

موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے وہ مجھ کو ابھی راستہ بتلا دیگا پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو سمندر پر مارو

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا

چنانچہ (اُنہوں نے اس پر عصا مارا جس سے) وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ۔ اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچادیا۔

مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ

اور ہم نے موسیٰ کو اور اُن کے ساتھ والوں کو سب کو بچالیا۔ پھر دوسروں کو غرق کردیا۔ اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے،

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾

اور ان (کفار) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور آپ کا رب بڑا زبردست ہے بڑا مہربان ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَاَتْبَعُوْهُمْ پس انہوں نے پیچھا کیا ان کا | مُّشْرِقِيْنَ سورج نکلتے | فَلَمَّا پس جب | تَرَآءَ دیکھا ایک دوسرے کو | الْجَمْعٰنِ دونوں جماعتیں | | | |
| قَالَ. کہا (کہنے لگے) | اَصْحٰبُ مُوْسٰى موسیٰ کے ساتھی | اِنَّا یقیناً ہم | لَمُدْرَكُوْنَ پکڑ لئے گئے | قَالَ كَلَّا اس نے کہا ہرگز نہیں | اِنَّ بیشک | | |
| مَعِىَ میرے ساتھ | رَبِّىْ میرا رب | سَيَهْدِيْنِ وہ جلد مجھے راہ دکھائے گا | فَاَوْحَيْنَآ پس ہم نے وحی بھیجی | اِلٰى طرف | مُوْسٰى موسیٰ | | |
| اَنِ کہ | اضْرِبْ تو مار | بِعَصَاكَ اپنا عصا | الْبَحْرَ دریا | فَانْفَلَقَ تو وہ پھٹ گیا | فَكَانَ پس ہوگیا | كُلُّ فِرْقٍ ہر حصہ | كَالطَّوْدِ پہاڑ کی طرح |
| الْعَظِيْمِ بڑے | وَاَزْلَفْنَا پھر ہم نے قریب کردیا | ثَمَّ اس جگہ | الْاٰخَرِيْنَ دوسروں کو | وَاَنْجَيْنَا اور ہم نے بچالیا | مُوْسٰى موسیٰ | | |
| وَمَنْ اور جو | مَعَهٗ اس کے ساتھ | اَجْمَعِيْنَ سب | ثُمَّ پھر | اَغْرَقْنَا ہم نے غرق کردیا | الْاٰخَرِيْنَ دوسروں کو | اِنَّ بیشک | |
| فِىْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ نشانی | وَمَا اور نہ | كَانَ تھے | اَكْثَرُهُمْ ان سے اکثر | مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے | وَاِنَّ اور بیشک | |
| رَبَّكَ تمہارا رب | لَهُوَ البتہ وہ | الْعَزِيْزُ غالب | الرَّحِيْمُ نہایت مہربان | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں میں تبلیغ کرتے کرتے ایک عرصہ گزر گیا اور اس زمانہ میں خدا کی نشانیاں اور دلیلیں ان پر واضح کردیں لیکن ان کا سر نیچا نہ ہوا۔ نہ ان کا تکبر ٹوٹا اور نہ ان کی بددماغی میں کوئی فرق آیا تو سوائے اس کے کوئی بات باقی نہ رہی کہ ان پر ہلاکت کا عذاب آئے اور وہ غارت ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی ملا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جائیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتعمیل حکم خداوندی میں مصر سے بمعہ تمام بنی اسرائیل مرد وزن کے ایک رات ہجرت فرمائی۔ مصر سے فلسطین وشام جانے کے دو راستے تھے۔ ایک خشکی کا راستہ اور وہ قریب کا راستہ تھا۔ اور دوسرا پانی کا راستہ یعنی بحر قلزم کو عبور کر کے جزیرہ نما سینا یا وادیٔ تیہ کے راہ سے اور یہ دور کا راستہ تھا۔ مگر خداتعالیٰ کی حکمت کا تقاضہ یہی ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خشکی کی

نزدیک کی راہ چھوڑ کر دور کی راہ اختیار کریں اور بحر قلزم کو پار کر کے جائیں۔ ادھر فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر اور رعایا کو لے کر بڑے طمطراق اور کروفر سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کرنے کے ارادہ سے ان کے تعاقب کو نکلا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ طلوع آفتاب کا وقت تھا کہ فرعونی بنی اسرائیل کے قریب جا پہنچے۔ اس وقت تک بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارہ تک پہنچ چکے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام قافلہ کے آگے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پیچھے۔ اب فرعونی لشکر بنی اسرائیل کو نظر آ رہا تھا اور بنی اسرائیل کو فرعونی دیکھ رہے تھے۔ بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارہ پہنچ کر متحیر ہو کر کھڑے ہو گئے اور جب دیکھا کہ فرعون کا لشکر قریب آ پہنچا ہے تو اس وقت مضطرب ہو کر کہنے لگے کہ بتلایئے اب ہم کیا کریں۔ آگے سمندر کا پانی ہے اور پیچھے فرعون کا ٹڈی دل لشکر۔ ظاہر ہے کہ نبی اور غیر نبی کا ایمان یکساں نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیا کہ گھبراؤ نہیں۔ تمہیں کوئی ایذا نہیں پہنچ سکتی۔ خدا کا وعدہ سچا ہے وہ تم کو نجات دے گا اور تم ہی کامیاب ہو گے۔ میں اپنی رائے سے لے کر تمہیں نہیں نکلا بلکہ احکم الحاکمین کے حکم سے تمہیں لے کر چلا ہوں۔ وہ وعدہ خلاف نہیں۔ پھر آپ درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ اسی وقت وحی الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنی لاٹھی کو پانی پر ماریں اور پھر قدرت کا کرشمہ دیکھیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد میں پانی پر لاٹھی ماری۔ بس اسی وقت پانی پھٹ گیا اور بیچ میں صاف راستے نظر آنے لگے اور آس پاس پانی بطور پہاڑ کے کھڑا ہو گیا۔ سمندر میں ۱۲ راستہ نکل آئے اور بنی اسرائیل کے قبائل بھی ۱۲ ہی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے تمام بنی اسرائیل اس میں اتر گئے اور خشک زمین کی طرح اس سے پار ہو گئے۔ جب بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو پار کر کے دوسری جانب خشکی پر قدم رکھا تو فرعون مع اپنے لشکر کے سمندر کے کنارہ پہنچا اور فرعون نے یہ دیکھ کر کہ سمندر میں راستے بنے ہوئے ہیں اپنی قوم اور لشکر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "دیکھا یہ میری کرشمہ سازی ہے کہ بنی اسرائیل کو تم جا پکڑو لہٰذا بڑھے چلو" فرعون اور اس کا تمام لشکر بنی اسرائیل کے پیچھے انہیں راستوں پر ہو لئے فرعون اور اس کا تمام لشکر جوا بھی درمیان ہی میں تھا کہ پانی بحکم خداوندی اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اور اس کا تمام لشکر بحر قلزم کے درمیان ہی میں غرق ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی نجات اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کی غرقابی و ہلاکت بیان فرما کر اس قصہ کو انہی آیات پر ختم فرمایا جاتا ہے۔ جن پر پہلا رکوع ختم فرمایا گیا تھا یعنی **ان فی ذلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مؤمنین. وان ربک لھو العزیز الرحیم**۔ اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور اس قابل ہے کہ کفار اس سے استدلال کریں کہ اللہ کے احکام کی نافرمانی اور اس کے رسول کی مخالفت موجب عذاب خداوندی ہے مگر باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور آپ کا رب بڑا زبردست ہے اگر چاہتا تو ان کی تکذیب اور نافرمانی پر فوراً ہلاک کر دیتا لیکن بڑا مہربان بھی ہے اس لئے اپنی رحمت عامہ سے ابھی مہلت دے رکھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جیسا اس سورۃ کے ابتدائی درس میں عرض کیا گیا تھا کہ اس سورۃ کا زمانۂ نزول وہ وقت تھا جبکہ مسلمانوں پر کفار مکہ کا ہجوم تھا اور اہل اسلام کو ہر طرح کے شدائد و آلام اور مصائب و سختیاں کفار کی برداشت کرنا پڑ رہی تھیں ایسی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور آپ کی قوم کے حالات بیان فرما کر ایک طرف تو اہل ایمان کو صبر و پامردی اور استقامت کی تلقین فرمائی گئی اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ ظلم۔ اور باطل اور ناحق کی طاقتیں خواہ بظاہر کیسی ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہوں آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے حق کا یوں بول بالا ہوتا ہے اور باطل کس طرح سرنگوں ہو کر رہتا ہے۔ دوسری طرف کفار مکہ کیلئے اس میں سبق ہے کہ کس طرح ہٹ دھرم لوگ کھلے کھلے معجزات و نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان لانے سے انکار ہی کئے جاتے ہیں اور پھر اس ہٹ دھرمی کا انجام کیسا دردناک ہوتا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم نے سالہا سال تک جو قدرت کی نشانیاں دیکھیں وہ ان کو نظر انداز ہی کرتے رہے۔ بالآخر خدا کے عذاب سے ہلاک ہو کر فنا ہو گئے۔

اب آگے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا

اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ

انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں ہم ان ہی (کی عبادت) پر جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو پکارا کرتے ہو۔ یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں

يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾

یا یہ تم کو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا تم نے اُن کو دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو۔

اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ

تم بھی اور تمہارے پُرانے بڑے بھی۔ میرے یہ سب دشمن ہیں بجز ایک رب العالمین کے۔ جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو

يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ

رہنمائی کرتا ہے۔ اور جو کہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوجاتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔ اور جو مجھ کو

يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾

موت دے گا پھر مجھ کو زندہ کرے گا۔ اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری خطاؤں کو قیامت کے روز معاف کردے گا۔

| وَاتْلُ اور آپ پڑھیں | عَلَيْهِمْ ان پر۔ انہیں | نَبَاَ خبر۔ واقعہ | اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم | اِذْ جب | قَالَ اس نے کہا | لِاَبِيْهِ اپنے باپ کو | وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مَا کیا۔ کس | تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو | قَالُوْا انہوں نے کہا | نَعْبُدُ ہم پرستش کرتے ہیں | اَصْنَامًا بتوں کی | فَنَظَلُّ لَهَا پس ہم بیٹھے رہتے ہیں انکے پاس | | |
| عٰكِفِيْنَ جمے ہوئے | قَالَ اس نے کہا | هَلْ کیا | يَسْمَعُوْنَكُمْ وہ سنتے ہیں تمہاری | اِذْ جب | تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو | | |
| اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ یا وہ نفع پہنچاتے ہیں تمہیں | اَوْ يَضُرُّوْنَ یا وہ نقصان پہنچاتے ہیں | قَالُوْا وہ بولے | بَلْ بلکہ | وَجَدْنَا ہم نے پایا | اٰبَاءَنَا اپنے باپ دادا | | |
| كَذٰلِكَ اسی طرح | يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے | قَالَ ابراہیمؑ نے کہا | اَفَرَءَيْتُمْ کیا پس تم نے دیکھا | مَا کس | كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو | | |
| اَنْتُمْ تم | وَاٰبَاۗؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا | الْاَقْدَمُوْنَ پہلے | فَاِنَّهُمْ تو بیشک وہ | عَدُوٌّ لِّيْ میرے دشمن | اِلَّا مگر | رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کا رب | |
| الَّذِيْ وہ جس نے | خَلَقَنِيْ مجھے پیدا کیا | فَهُوَ پس وہ | يَهْدِيْنِ مجھے راہ دکھاتا ہے | وَالَّذِيْ اور وہ جو | هُوَ وہ | يُطْعِمُنِيْ مجھے کھلاتا ہے | |
| وَيَسْقِيْنِ اور مجھے پلاتا ہے | وَاِذَا اور جب | مَرِضْتُ میں بیمار ہوتا ہوں | فَهُوَ تو وہ | يَشْفِيْنِ مجھے شفا دیتا ہے | وَالَّذِيْ اور وہ جو | | |
| يُمِيْتُنِيْ مجھے موت دے گا | ثُمَّ پھر | يُحْيِيْنِ مجھے زندہ کرے گا | وَالَّذِيْ اور وہ جس سے | اَطْمَعُ میں امید رکھتا ہوں | اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ کہ مجھے بخش دے گا | | |
| خَطِيْٓئَتِيْ میری خطائیں | يَوْمَ الدِّيْنِ بدلہ کے دن | | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا قصہ بیان فرمایا گیا تھا اب دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیاۃ طیبہ کے اس دور کا قصہ بیان ہوا ہے جبکہ نبوت سے

سرفراز ہونے کے بعد شرک وتوحید کے مسئلہ پر آپ کی اپنے خاندان اور اپنی قوم سے کشمکش شروع ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات و حالات قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان فرمائے گئے ہیں۔ قرآن کریم جو بار بار آپ کا ذکر سامنے لاتا ہے اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ عرب کے لوگ عموماً اور قریش مکہ خصوصاً اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو سمجھتے اور یہ دعویٰ رکھتے تھے کہ ملت ابراہیمی ہی ان کا مذہب ہے۔ مشرکین عرب کے علاوہ یہود ونصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین کے پیشوا ہیں۔ اس پر قرآن مجید جگہ جگہ ان لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جو دین لے کر آئے تھے وہ یہی خالص دین اسلام تھا جسے نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور جس دین سے تم برسر پیکار ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے بلکہ ان کی ساری لڑائی شرک ہی کے خلاف تھی اور اسی شرک کی مذمت کی بدولت انہیں اپنے باپ۔ خاندان۔ قوم وطن سب کو چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی۔ اس طرح یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات سنا کر ایک طرف تو مکہ کے کافروں اور مشرکوں کو تنبیہ فرمائی گئی کہ توحید کی تعلیم۔ نبوت کا دعویٰ۔ آخرت کا یقین۔ حشر ونشر۔ عذاب وثواب۔ جزاوسزا کا اقرار بت پرستی سے نفرت اور ایک واحد ذوالجلال والاکرام کی بندگی وعبادت کوئی نئی بات نہیں۔ تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کا یہی طریقہ تھا ان کی بھی یہی تعلیم تھی وہ بھی غیر اللہ کی پرستش سے روگرداں تھے۔ انہوں نے بھی نفع نقصان اور موت وحیاۃ کا مالک ایک خدا ہی کو سمجھا تھا پھر تم کیوں انکی تعلیم سے گردن کشی کرتے ہو اور کیوں ان کے طریقہ پر چلنے والوں کی رہنمائی کا انکار کرتے ہو۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے متبعین کو تسلی دینی مقصود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی کفار کی مخالفت یہاں تک کہ اپنے باپ کی بھی مخالفت برداشت کرنا پڑی۔ تمام شدائد کو استقامت سے برداشت کیا اور اعدائے دین سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے۔ اسی طرح اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار مکہ کی مخالفت سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ حق کی مخالفت ہمیشہ سے کافروں کا شیوہ رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں تھی۔ موجودہ جغرافیہ میں اسی جگہ کا نام ملک عراق ہے۔ وہ لوگ صابی مذہب رکھتے تھے جو ستاروں اور دیگر نورانی اور آسمانی چیزوں کی پرستش کیا کرتے تھے پھر اپنے معبودوں کے نام سے طرح طرح کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ ان کی قوم بتوں کو پوجتی ہے مگر کافروں کو لاجواب اور شرمندہ کرنے اور شرک کی مذمت ظاہر کرنے اور بتوں کی طرف سے ان کی توجہ وعقیدت کو پھیرنے کے لئے آپ نے اپنے والد۔ چچا۔ خاندان اور قوم کے لوگوں سے پوچھا اور استفسار کیا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تم لوگ یہ کیا پوجا پاٹ کرتے ہو؟ تو قوم والے جو بت پرستی میں بہت پختہ تھے کہنے لگے کہ تم ہمارے معبودوں کو جانتے نہیں جو ایسی تحقیر سے سوال کر رہے ہو۔ ہم ان مورتوں کو پوجتے ہیں اور اس قدر وقعت اور عقیدت ہمارے دل میں ہے کہ دن بھر آسن جما کر انہیں کو لگے بیٹھے رہتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم ان کی پرستش اور خدمت کس غرض سے کرتے ہو؟ کیا یہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟ یا تمہارا نفع نقصان ان سے وابستہ ہے کہ پوجنے پر کچھ نفع یا نہ پوجنے کی صورت میں کچھ نقصان پہنچا سکیں؟ کیا یہ تمہاری کارسازی اور حاجت روائی کر سکتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں تو بلاوجہ ان کے آگے ماتھا ٹیکنا اور خدمت گزاری کرنا حماقت ہے جب یہ مورتیں خود بے جان اور مجبور ہیں کہ جو اپنے

اوپر سے مکھی تک نہ اڑا سکیں وہ دوسرے کو کیا نفع ونقصان پہنچا سکیں گی۔ پھر ایسی عاجز۔ بے جان اور بے عقل چیز کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے؟ اس کے جواب میں خاندان اور قوم کے لوگوں نے کہا کہ ان منطقی بحثوں اور کٹ حجتیوں کو ہم نہیں جانتے۔ نہ ہماری عقیدت اور پرستش کا مدار ان باتوں پر ہے۔ بس سو دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم ان کے پیرو ہیں کیا ہم ان سب کو احمق سمجھ لیں۔ ہمارے بڑے اس فعل کو اچھا جانتے تھے۔ ہماری پیروی کے لئے اتنا کافی ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کبھی تم نے آنکھیں کھول کر ان چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی اور پرستش تم اور تمہارے باپ دادا بجالاتے رہے؟ کیا کسی دین کی صداقت کے لئے بس یہ دلیل کافی ہے کہ وہ باپ دادا کے وقتوں سے چلا آرہا ہے؟ جس کے اختیار اور قبضہ میں ذرہ برابر نفع ونقصان نہ ہو اس کی بندگی وعبادت کیسی؟ تو سنو میں بے خوف وخطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے۔ میں انکی گت بنا کر رہوں گا۔ اگر ان میں کوئی طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا دیکھیں۔ میرے تو یہ سب کے سب دشمن ہیں میں ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا میں تو اس ایک کے سامنے سر جھکاتا ہوں اور اسی کی بندگی اور عبادت کرتا ہوں جو رب العالمین ہے یعنی سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام رب العالمین کی صفات انہیں سمجھاتے ہیں کہ وہ ایسی بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے فلاح دارین کی راہ دکھاتا اور اعلیٰ درجہ کے فوائد ومنافع کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کھلاتا۔ پلاتا۔ مارنا جلانا اور بیماری سے اچھا کرنا سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو میری شفا پر بجز اس خدا کے اور کوئی قادر نہیں دوا میں تاثیر پیدا کرنا اسی کے بس کی چیز ہے۔ پھر جب میرا وقت آجائے گا اور اس دنیا میں میری عمر ختم ہو جائے گی تو مجھے موت دے گا اور حشر کے روز پھر مجھے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ جس دن وہ اپنے بندوں کے اعمال کا جائزہ لے کر ان کی بابت اپنے فیصلہ صادر فرمائے گا تو اپنی رحمت سے میری خطاؤں کو معاف کر دے گا اور میری لغزشوں سے درگزر فرمائے گا۔ میں تو ان اوصاف والے رب کا عابد ہوں اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ تمام تر صفات اس لئے سنائیں کہ قوم کو خدائے تعالیٰ کی عبادت کی رغبت ہو اور شرک سے نکل کر توحید کو اختیار کریں۔ مگر بدبخت قوم بت پرستی پر جمی رہی اور آپ کی دعوت حق کو قبول نہ کیا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے آبائی وطن سے ہجرت کرنی پڑی۔ اور اس وقت آپ نے حق تعالیٰ سے کیا دعا مانگی یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے شرک وکفر سے ہم کو بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ! ہمیں اس نعمت عظمیٰ کے قدر اور اس کی صحیح شکر گزاری کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں بھی توحید کامل نصیب فرما تا کہ ہم آپ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندے بن کر زندہ رہیں آپ ہی کو اپنا حقیقی کارساز سمجھنے اور حاجت روا ہونے کا ہم کو یقین نصیب فرما۔ اور اس دنیا کی زندگی میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور قیامت میں اپنی مغفرت کاملہ ہم سب کو نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾

اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت عطا فرما اور مجھ کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ۔اور مجھ کو جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر۔

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِیْ

اور میرے باپ کی مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اُس روز مجھ کو رسوانہ کرنا۔جس دن میں کہ نہ مال کام

یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ

آوے گا اور نہ اولاد۔مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دِل لے کر آوے گا۔اور خداترسوں کیلئے جنت نزدیک کردی جاوے گی۔

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ

اور گمراہوں کیلئے دوزخ سامنے ظاہر کی جاوے گی۔اور اُن سے کہا جاوے گا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم خدا کے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔

دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾

کیا وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں پھر وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر۔سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جاویں گے۔

| رَبِّ اے میرے رب | هَبْ لِیْ مجھے عطا کر | حُكْمًا حکم۔حکمت | وَّ اَلْحِقْنِیْ اور مجھے ملا دے | بِالصّٰلِحِیْنَ نیک بندوں کیساتھ | وَاجْعَلْ اور کر | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لِّیْ لِسَانَ میرے لئے۔میرا ذکر | صِدْقٍ اچھا۔خیر | فِی الْاٰخِرِیْنَ بعد میں آنیوالوں میں | وَاجْعَلْنِیْ اور تو مجھے بنا دے | مِنْ وَّرَثَةِ وارثوں میں سے | | | | |
| جَنَّةِ بہشت | النَّعِیْمِ نعمتوں والی | وَاغْفِرْ اور بخش دے | لِاَبِیْ میرے باپ کو | اِنَّهٗ بیشک وہ | كَانَ وہ ہے | مِنَ سے | الضَّآلِّیْنَ گمراہ | وَ اور |
| لَا تُخْزِنِیْ مجھے رسوانہ کرنا | یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ جس دن سب اٹھائے جائیں گے | یَوْمَ جس دن | لَا یَنْفَعُ نہ کام آئے گا | مَالٌ مال | وَّلَا اور نہ | بَنُوْنَ بیٹے | | |
| اِلَّا مگر | مَنْ جو | اَتَى اللّٰهَ اللہ کے پاس آیا | بِقَلْبٍ دل | سَلِیْمٍ پاک | وَاُزْلِفَتِ اور نزدیک کردی جائیگی | الْجَنَّةُ جنت | لِلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کیلئے | |
| وَبُرِّزَتِ اور ظاہر کردی جائیگی | الْجَحِیْمُ دوزخ | لِلْغٰوِیْنَ گمراہوں کیلئے | وَقِیْلَ اور کہا جائے گا | لَهُمْ انہیں | اَیْنَمَا کہاں ہیں وہ جو | | | |
| كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے تھے | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | هَلْ کیا | یَنْصُرُوْنَكُمْ وہ تمہاری مدد کرسکتے ہیں | اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ یا بدلہ لے سکتے ہیں | | | | |
| فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا پس اوندھے منہ ڈالے جائینگے اس میں | هُمْ وہ | وَ اور | الْغَاوٗنَ گمراہ | وَجُنُوْدُ اور لشکر | اِبْلِیْسَ ابلیس | اَجْمَعُوْنَ سب کے سب | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خاص انداز سے اپنی بت پرست قوم اور گھرانے کو خدائے واحد کی ہستی کی جانب توجہ دلائی اور بت پرستی کی مذمت فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے صاف فرمادیا کہ میں تو تمہارے ان بتوں کو اپنا دشمن جانتا ہوں اور میں بے خوف وخطر ہو کر ان سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اگر یہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو اپنی حسرت نکال لیں۔ البتہ میں صرف اسی ایک ہستی کو اپنا معبود سمجھتا ہو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور جس نے مجھ کو پیدا کیا اور راہ راست دکھائی اور جو مجھ کو کھلاتا پلاتا یعنی رزق دیتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو جو مجھ کو شفا بخشتا ہے اور "جو" کی تکرار کی گئی ہے میری زیست اور موت دونوں کا مالک ہے اور جس سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میری مغفرت فرمائے گا۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو یہی تلقین فرماتے رہے کہ خدائے واحد کے علاوہ کسی کی پرستش جائز نہیں۔ یہ نصیحت اور تبلیغ تو صرف مکالمہ کی حد تک تھی اس کے بعد آپ نے جیسا کہ متعدد جگہ قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے خود ان کے بت توڑ ڈالے گویا اس طرح قوم کو عملاً سمجھایا کہ

دیکھو ان بتوں میں ضرر پہنچانے کی کوئی طاقت نہیں اگر یہ نقصان پہنچا سکتے تو مجھے پہنچاتے۔ اس پر قوم کو بڑا طیش آیا۔ بادشاہ وقت سے جا کر شکایت کی جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کیا۔ آپ نے وہاں بھی توحید الٰہی کا اعلان کیا اور ایسے پرزور دلائل بیان کئے کہ نمرود بادشاہ وقت بھی عاجز ہو گیا مگر وہ تشدد پر اتر آیا اور ہزاروں من لکڑیاں جمع کر کے ان کو آگ لگوائی اور دہکتی ہوئی آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈلوا دیا۔ خداوند قدوس کو اس میں بھی اپنی قدرت کے کرشمہ کا اظہار مقصود تھا وہ دہکتی ہوئی آگ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے گلزار بن گئی اور اعدائے دین اپنے ارادوں میں ناکام اور ذلیل و رسوا ہوئے۔

جب بدبخت قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رشد و ہدایت کو کسی طرح قبول نہ کیا تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ کسی دوسری جگہ جا کر پیغام الٰہی سنائیں اور دعوت پہنچائیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے آبائی وطن سے ہجرت کا ارادہ کیا اور باپ کو پھر نصیحت فرمائی مگر باپ پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ برعکس جیسا کہ سورۂ مریم میں ارشاد ہے باپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر کے چھوڑوں گا اور پتھروں سے مار ڈالوں گا۔ اپنی خیریت چاہتا ہے تو جان سلامت لے کر مجھ سے الگ ہو جا۔

جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اخلاق کریمانہ کے ساتھ یہ جواب دیا کہ اے باپ اگر میری بات و نصیحت کا یہی جواب ہے تو آج سے میرا تجھ کو سلام ہے۔ میں اب الگ ہوا جاتا ہوں مگر غائبانہ تیرے لئے درگاہ الٰہی میں بخشش طلب کرتا رہوں گا تاکہ ہدایت نصیب ہو اور تو خدا کے عذاب سے نجات پائے۔ یہ کہہ کر اپنی بی بی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو ہمراہ لے کر کہ ان کے علاوہ اور کوئی ایک بھی ایمان نہ لایا تھا آپ راہ حق میں نکل کھڑے ہوئے اور گھر بار اور عزیزان وطن سب کو چھوڑ کر اور سب سے منہ موڑ کر چل دیئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وطن کو چھوڑتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خدائے ذوالجلال سے دعا کی وہ ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی کہ اے میرے پروردگار مجھے مزید علم و حکمت اور درجات قرب و قبول مرحمت فرما اور اعلیٰ درجہ کے نیکوں کے زمرہ میں جو انبیاء علیہم السلام ہیں شامل رکھ اور مجھے ایسے اعمال مرضیہ اور آثار حسنہ کی توفیق دے کہ پیچھے آنے والی نسلیں ہمیشہ میرا ذکر خیر کریں اور میرے راستہ پر چلنے کی طرف راغب ہوں یعنی میرے مرنے کے بعد دنیا میں میرا سچائی اور ذکر خیر کے ساتھ تذکرہ باقی رہے اور توحید کا طریقہ جو مجھے نصیب ہوا ہے میرے بعد میں بھی رہے چنانچہ یہی ہوا کہ حق تعالیٰ نے دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قبول عام عطا فرمایا۔ تمام اہل کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں اور امت محمدیہ تو ہر نماز میں "کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم" اور "کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم" نماز میں پڑھتی ہے۔ پھر آگے دعا کرتے ہیں کہ میرا ذکر خیر جہاں دنیا میں باقی رہے وہیں آخرت میں بھی جنتی بنایا جاؤں اور خدایا میرے گمراہ باپ کو ہدایت فرما دے اور اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانہ کی خطائیں معاف کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے حق میں دعائے خیر کا وعدہ کیا تھا اس۔ اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اس وقت تک باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کئے جب تک باپ کے کفر کی حالت پر مرنے کا یقین نہیں ہوا۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ باپ کا خاتمہ کفر پر ہوا تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگنی چھوڑ دی تھی۔ اب یہی حکم شریعت محمدیہ میں بھی ہے۔ سورۂ توبہ کے مدینہ منورہ میں نازل ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے کافر ماں باپ کی مغفرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں ممانعت کا حکم نازل فرمایا۔ جس پر اہل اسلام نے ان اعزا و اقارب کے لئے جو کفر پر مرے تھے مغفرت کی دعا کرنا چھوڑ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی دعا کی کہ اے پروردگار قیامت کی ذلت اور رسوائی سے مجھے محفوظ رکھنا جس دن نجات کے لئے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم یعنی کفر و شرک سے پاک دل لے کر خدا کے حضور حاضر ہو۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی مگر چونکہ یہاں قیامت کا ذکر آپ کی دعا کے اخیر میں آ گیا اس لئے آگے حق تعالیٰ بطور جملہ معترضہ کے قیامت کا کچھ حال بیان فرماتے ہیں کہ اس روز جنت مع اپنی انتہائی آرائش و زیبائش کے متقیوں کو قریب نظر آئے گی جسے دیکھ کر داخل ہونے سے پہلے ہی وہ مسرور اور محظوظ ہوں گے۔ اسی طرح جہنم کو مجرموں کے پاس لے آئیں گے تاکہ داخل ہونے سے پہلے ہی خوف کھا کر لرزنے لگیں۔ اس وقت کفار و مشرکین سے کہا جائے گا کہ اب وہ فرضی معبود کہاں گئے کہ نہ تمہاری مدد کر کے اس عذاب سے چھڑا سکتے ہیں۔ نہ بدلہ لے سکتے ہیں بلکہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔ یہ کفار و مشرکین اور ابلیس کا سارا لشکر سب کو دوزخ میں اوندھے منہ دھکیل دیا جائے گا۔

اب چونکہ یہاں جہنمیوں کا تذکرہ آ گیا تو کفار دوزخ میں آپس میں کیا گفتگو کریں گے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ

وہ کفار دوزخ میں گفتگو کرتے ہوئے کہیں گے۔کہ بخدا بے شک ہم صریح گمراہی میں تھے۔جبکہ تم کو رب العالمین کے برابر کرتے تھے۔

الْعٰلَمِیْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿١٠١﴾

اور ہم کو تو بس ان بڑے مجرموں نے گمراہ کیا۔سو نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے اور نہ کوئی مخلص دوست ہے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو (دنیا میں) پھر واپس جانا ملتا کہ ہم ایمان والے ہوجاتے۔بیشک اس واقعہ میں ایک بڑی عبرت ہے،اور ان میں اکثر لوگ

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿١٠٤﴾

ایمان نہیں لاتے۔بیشک آپ کا رب بڑا زبردست رحمت والا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالُوْا وہ کہیں گے | وَهُمْ اور وہ | فِيْهَا اس (جہنم) میں | يَخْتَصِمُوْنَ جھگڑتے ہوں گے | تَاللّٰهِ قسم اللہ کی | اِنْ كُنَّا بیشک ہم تھے | لَفِیْ البتہ۔میں | |
| ضَلٰلٍ گمراہی | مُّبِیْنٍ کھلی | اِذْ جب | نُسَوِّیْكُمْ ہم برابر ٹھہراتے تھے تمہیں | بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سارے جہانوں کے رب کے ساتھ | | | |
| وَمَآ اَضَلَّنَآ اور نہیں گمراہ کیا ہمیں | اِلَّا مگر (صرف) | الْمُجْرِمُوْنَ مجرم | فَمَا لَنَا پس نہیں ہمارے لئے | مِنْ کوئی | شَافِعِیْنَ سفارش کرنیوالا | وَلَا اور نہ | |
| صَدِیْقٍ کوئی دوست | حَمِیْمٍ غم خوار | فَلَوْ پس کاش | اَنَّ لَنَا کہ ہمارے لئے | كَرَّةً لوٹنا | فَنَكُوْنَ تو ہم ہوتے | مِنَ سے | الْمُؤْمِنِیْنَ مومن |
| اِنَّ بیشک | فِیْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ ایک نشانی | وَمَا كَانَ اور نہیں ہیں | اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر | مُّؤْمِنِیْنَ ایمان لانیوالے | وَاِنَّ اور بیشک | |
| | رَبَّكَ تمہارا رب | لَهُوَ البتہ وہ | الْعَزِیْزُ غالب | الرَّحِیْمُ نہایت مہربان | | | |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی گئی تھی جو اس درخواست پر ختم ہوئی تھی کہ اے میرے رب مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچایئے گا۔اللہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک پیغمبر جلیل اور اپنے رب کے خلیل ہیں اس پر بھی التجا یہ کر رہے ہیں کہ اے پروردگار قیامت کی رسوائی سے مجھے محفوظ رکھنا۔پھر اللہ کی شان بے نیازی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب دعائیں قبول ہوئیں مگر باپ کے حق میں نہ قبول ہوئی تو چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اخیر میں قیامت کا ذکر آ گیا تھا۔اس کی مناسبت سے جنت وجہنم کا ذکر فرمایا اور بتلایا گیا کہ جنت متقیوں یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے نزدیک اور سامنے کردی جائے گی۔سبحان اللہ! مومنین متقین کے اعزاز واکرام کا کیا کہنا۔بجائے اس کے کہ ان کا کوچ جنت کی طرف کرایا جائے الٹی جنت ہی خود ان کی طرف بڑھ آئے گی۔ایسے ہی کفار ومشرکین کے سامنے دوزخ ظاہر کی جائے گی اور بالآخر اسی جہنم میں اوندھے منہ مع ابلیس اور اس کے لشکر کے سب ڈال دیئے جائیں گے تو یہ اہل دوزخ یعنی کفار ومشرکین اور دیوی و دیوتاؤں کے پجاری باہم لڑتے جھگڑتے رہیں گے اور ایک دوسرے کو الزام دیں گے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ معبودان باطل کی پرستش کرنے والے مع اپنے معبودوں کے اور بت پرست مع اپنے بتوں کے اور ابلیس مع اپنے چیلے

جاپڑوں کے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے تو آپس میں جھگڑیں گے اور بالآخر اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت غلطی ہوئی کہ جو ہم نے ان بتوں کو اور دوسری چیزوں کو خدائی کے حقوق واختیارات دے کر رب العالمین کے برابر کردیا۔ کیا کہیں یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں اور مجرموں نے کرائی۔ اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ کوئی دیوی دیوتا مدد کو آتا ہے۔ نہ شیطان ہم کو پوچھتا ہے۔ وہ خود ہی سب دوزخ کے کندے بن رہے ہیں اور اپنی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ہماری مدد اور سفارش تو کیا کرتے افسوس کوئی اتنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کردے یا کم از کم اس اڑے وقت میں کوئی دوست دلسوزی اور ہمدردی ہی کا اظہار کرے۔ اے کاش کہ ہم کو ایک مرتبہ پھر دنیا کی طرف لوٹا دیا جاتا تو ہم پکے ایماندار بن کر دکھاتے مگر سورۂ انعام ساتویں پارہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا **ولوردوالعاد والما نهوا عنه وانهم لكذبون** اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھی دنیا میں بھیج دیئے جاویں تب بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ غرضکہ کفار جہنم میں کبھی تو قسمیں کھا کھا کر اپنی گمراہی پر افسوس کریں گے اور کبھی ان شیاطین یا بڑے مجرموں کو برا کہیں گے جنہوں نے کہ بہکایا اور کبھی چھوٹے گناہ گاروں کو انبیاء و ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے نجات پاتے دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ ہمارا بھی کوئی ایسا مخلص دوست پیدا ہوجائے کہ جو ہماری شفاعت وسفارش کرے۔ کفار ومشرکین کی اس بے سود تمنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کو انہیں آیات پر ختم فرمایا جاتا ہے جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کو ختم فرمایا تھا یعنی **ان فی ذلک لاٰیة وماکان اکثرهم مؤمنین وان ربک لهوا العزیز الرحیم** یعنی اس واقعہ میں بھی کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اور جو دلیلیں انہیں دیں اور ان پر توحید کی وضاحت کی طالبان حق کے لئے ایک عبرت ونشانی ہے کہ جن میں غور کرکے توحید کا اعتقاد کریں اور خدا کی یکتائی پر ایمان لائیں لیکن پھر بھی ان مشرکین مکہ میں اکثر لوگ ایمان سے رکے ہوئے ہیں۔ بیشک آپ کا رب بڑا زبردست ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے پر عذاب دے سکتا تھا مگر ساتھ ہی بڑی رحمت والا بھی ہے کہ مہلت دے رکھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قوم سے نکل جانے کے بعد اس پر جو عذاب آیا اس کا ذکر اگرچہ قرآن پاک میں نہیں کیا گیا ہے لیکن سورۂ توبہ میں اور سورۂ حج میں یہ تصریح موجود ہے کہ اس قوم کا شمار معذب قوموں ہی میں کیا گیا ہے۔ الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ نافرمان قوم بھی دنیا سے مٹی اور ایسی مٹی کہ اس کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ تو مشرکین عرب بالخصوص کفار مکہ جو دعویٰ تو ملت ابراہیمی کی پیروی کا رکھتے تھے اور ساتھ ہی شرک میں بھی مبتلا تھے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ سے متنبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو شرک کے دشمن اور دعوت توحید کے علمبردار تھے اور جو دین وہ لے کر آئے وہ یہی خالص اسلام تھا جسے اب نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور جس سے تم برسرپیکار ہو۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بعد تیسرا قصہ آگے نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں کہ قیامت میں ہم کو ذلت ورسوائی سے بچ کر متقین کے گروہ میں شامل ہونا نصیب ہو اور ان کے ساتھ جنت کی دائمی نعمتیں ملنا نصیب ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ اُن سے اُن کی برادری کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں۔ میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔

اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ

سو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اور میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَمَا

سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ

عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰي رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

ان کے کام سے مجھ کو کیا بحث۔ ان سے حساب کتاب لینا بس خدا کا کام ہے کیا خوب ہو کہ تم اس کو سمجھو۔ اور میں ایمانداروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾

میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| كَذَّبَتْ جھٹلایا | قَوْمُ نُوْحٍ نوح کی قوم | بِالْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو | اِذْ قَالَ جب کہا | لَهُمْ ان سے | اَخُوْهُمْ انکے بھائی | نُوْحٌ نوح | اَلَا کیا نہیں | |
| تَتَّقُوْنَ تم ڈرتے | اِنِّيْ بیشک میں | لَكُمْ تمہارے لئے | رَسُوْلٌ رسول | اَمِيْنٌ امانت دار | فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو اللہ سے تم | وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو | | |
| وَ اور | مَآ اَسْئَلُكُمْ میں نہیں مانگتا تم سے | عَلَيْهِ اس پر | مِنْ کوئی | اَجْرٍ اجر | اِنْ نہیں | اَجْرِيَ میرا اجر | اِلَّا مگر (صرف) | عَلٰى پر |
| رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین | فَاتَّقُوْا پس ڈرو تم | اللّٰهَ اللہ سے | وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو | قَالُوْا وہ بولے | اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لے آئیں | | | |
| لَكَ تجھ پر | وَاتَّبَعَكَ جبکہ تیری پیروی کی | الْاَرْذَلُوْنَ رذیلوں نے | قَالَ (نوح) نے کہا | وَمَا عِلْمِيْ اور مجھے کیا علم | بِمَا اسکی جو | | | |
| كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے | اِنْ نہیں | حِسَابُهُمْ ان کا حساب | اِلَّا مگر صرف | عَلٰى رَبِّيْ میرے رب پر | لَوْ اگر | تَشْعُرُوْنَ تم سمجھو | | |
| وَمَا اور نہیں | اَنَا میں | *بِطَارِدِ ہانکنے والا (دور کرنے والا) | الْمُؤْمِنِيْنَ مومن | اِنْ اَنَا نہیں میں | اِلَّا مگر صرف | نَذِيْرٌ ڈرانے والا | مُّبِيْنٌ صاف طور پر | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات بیان ہوئے اس کے بعد اب حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے واقعہ کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کا اجمالی اور تفصیلی ذکر ۲۸ سورتوں میں آیا ہے۔ یہاں اپنے مقصد کے پیش نظر واقعہ کی اسی قدر جزئیات کو بیان فرمایا گیا جو مقصد کے لئے ضروری ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا یہاں واقعہ بیان کر کے جہاں ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو تسلی دینی مقصود ہے اور یہ بتلانا ہے کہ انبیاء کی تکذیب کرنا۔ اور ان کو دکھ پہنچانا۔ اور اہل حق کو ایذائیں دینا نئی بات نہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ صدہا برس تک مخالفت پر کمر بستہ رہی بالآخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر

اورغرق ہوکرتباہ ہوئی۔ دوسری طرف کفار مکہ اور مشرکین عرب کی پیغمبر کی نافرمانی کرنے پر ہلاکت و بربادہونے کی وعید سنائی جاتی ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبی تو ہوئے مگر حضرت نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا اور جدید شریعت عطا کی گئی۔حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر نا آشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ غیر اللہ کی پرستش اور بت پرستی ان کا شعار ہو گیا تھا۔سنت اللہ کے مطابق ان کے رشد وہدایت کے لئے ان ہی میں سے ایک ہادی اور خدا کے سچے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔آپ نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف پکارا اور سچے دین الٰہی کی دعوت دی لیکن قوم نے نہ مانا اور نفرت وحقارت کے ساتھ انکار پر جمے رہے غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اور ایک پیغمبر کا انکار کرنا گویا تمام پیغمبروں سے انکار کرنا تھا اس لئے کہ رسول کی تکذیب درحقیقت اس دعوت اور پیغام کی تکذیب ہے جسے لے کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اس لئے جو شخص یا گروہ کسی ایک رسول کا بھی انکار کردے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام رسولوں کا منکر ہے۔ چنانچہ ان آیات میں قوم نوح علیہ السلام کے قصہ کی ابتدا اسی جملہ سے ہوتی ہے کہ قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جو ان کے قومی اور وطنی بھائی تھے انہیں نصیحت کی کہ تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو تو عذاب خدا کا تمہیں ڈر نہیں۔تم اس شرک سے کیوں نہیں پرہیز کرتے اور اس کے نتیجہ بد سے کیوں نہیں ڈرتے۔توحید کی تعلیم کے بعد اپنی رسالت کی تلقین کی اور فرمایا کہ میں تمہاری طرف خدا کا رسول بن کر آیا ہوں اور رسول بھی امانت دار کہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ ہو بہو پیغام الٰہی سنا رہا ہوں اور امانت کے ساتھ ادائے رسالت کر رہا ہوں پس تمہیں خدا سے ڈر کر میری تمام باتوں کو بلا چوں وچرا مان لینا چاہئے۔ میں عقائد اور اعمال کی اصلاح کے متعلق جو حکم دوں اس کی تعمیل کرو اور جس سے منع کروں اس سے باز رہو اور میں نہایت صفائی سے یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ میں اس تبلیغ رسالت پر کسی معاوضہ واجرت کا طالب نہیں ہوں۔ میں مال وزر حکومت وامارت کا خواہش مند نہیں۔ میری نصیحت کسی غرض پر مبنی نہیں۔ اس خدمت کا اجر تو میرا پروردگار مجھے عنایت فرمائے گا پس تم کو میرے متعلق کسی دنیاوی غرض کا شبہ نہ ہونا چاہئے اس لئے تمہیں خدا سے ڈرنا چاہئے اور میرا کہنا ماننا چاہئے۔قوم اس کا جواب دیتی ہے کہ اے نوح! ہم تمہارے کہنے پر کیسے چل سکتے ہیں۔تمہاری بات ماننے والے تو چند رذیل لوگ ہیں اگر تمہارا قول حقانیت رکھتا تو ہمارے سردار اور شرفا تمہارے پیرو ہوتے ان بیوقوفوں کے مان لینے سے تو ہم تمہاری تصدیق نہیں کر سکتے۔قوم کے سردار اور شرفا کا یہ حال تھا کہ اول تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف توجہ ہی نہ دیتے اور اگر کبھی توجہ کرتے بھی تو پہلے یہ اصرار کرتے کہ ان پست اور غریب افراد کو جو تمہارے تابع اور پیرو بن گئے ہیں۔ پہلے ان کو اپنے پاس سے نکال دو تب ہم تمہارے پاس بیٹھ کر تمہاری بات سنیں گے کیونکہ ہم کو ان لوگوں سے گھن آتی ہے۔ہم اور یہ ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتے۔ٹھیک یہی معاملہ اس سورۂ شعراء کے نزول کے زمانہ میں نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان چل رہا تھا اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے قوم کے سرداروں کی یہ گفتگو یہاں سنائی جارہی ہے کفار مکہ

3

میں سے بڑے بڑے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے غلاموں اور کام پیشہ لوگوں کے ساتھ ہم کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ غریب غربا اگر آپ کے پاس سے ہٹادیئے جائیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی بات سن سکتے ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تلقین فرمائی گئی تھی کہ حق سے منہ موڑنے والے متکبروں کی خاطر ایمان قبول کرنے والے غربا کو ہٹایا نہیں جاسکتا۔ ٹھیک اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا تھا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ میں ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں جس کے تم خواہشمند ہو۔ رہا ان کی امیری غریبی قوم اور پیشہ تو مجھ پر یہ لازم نہیں کہ کوئی حق قبول کرنے آئے تو میں یہ معلوم کروں کہ پہلے یہ لوگ کیا کرتے تھے ان کے افعال شریفانہ تھے یا رذیلانہ۔ حساب کرنے والا تو اللہ ہی ہے وہی واقف ہے کہ یہ کیا کرتے تھے اب تو یہ مؤمن ہیں اور مومنوں کو میں اپنے پاس سے نہیں نکال سکتا۔ کاش تم میں اتنا شعور ہوتا کہ ایسی نمایاں اور واضح بات کو سمجھ لیتے کہ ایمان کے بعد گذشتہ اعمال کا محاسبہ باقی نہیں رہتا اور ایمان میں شرافت و رذالت اور غریبی اور امیری کو کوئی دخل نہیں مومن ہوجانے کے بعد سب برابر ہیں۔ ذلت اور عزت کا معیار صرف ایمان ہے نسبی اور مالی برتری کوئی چیز نہیں۔ الغرض یہ لوگ پہلے کچھ بھی ہوں اب بظاہر مومن اور قابل عزت ہیں۔ اور میں مومنین کو دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ تمہیں اختیار ہے مانو یا نہ مانو۔ اگر نہ مانو گے تو میرا کچھ حرج نہیں کیونکہ میں صرف پیغام پہنچانے اور ڈرانے والا ہوں کسی کو جبراً منوانا میرے ذمہ نہیں میرا فرض تم کو آگاہ کرنا تھا سو میں کرچکا۔ تمہاری لغو فرمائشیں پورا کرنا میرے ذمہ نہیں۔

اس پر قوم کے سرکش اور نافرمانوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو کیا جواب دیا اور پھر اس سرکشی کا کیا انجام ہوا یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

قرآن پاک نے جو نافرمان قوموں کے قصہ بیان کیئے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ ہم کو عبرت و بصیرت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے کامل طور پر بچائیں۔ جو احکام الٰہیہ اور پیغام ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو پہنچے ہیں ان پر دل و جان سے ہم کو اتباع اور فرمانبرداری کی توفیق نصیب ہو آج جو امت میں امیری غریبی کے جھگڑے آپس میں پیدا ہورہے ہیں اللہ تعالیٰ ان فتنوں کو دور فرمائیں اور سب کو ایمان واسلام سے سچی محبت نصیب فرمائیں تاکہ ایمان کی برکت سے غریب امیر کو اور امیر غریب کو بھائی بھائی سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں میں تازیست شامل رکھیں۔ اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر تم اے نوح باز نہ آؤ گے تو ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔ نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھ کو جھٹلا رہی ہے۔

بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

سو آپ میرے اور اُن کے درمیان میں ایک فیصلہ کر دیجئے اور مجھ کو اور جو ایماندار میرے ساتھ ہیں اُن کو نجات دیجئے۔ تو ہم نے اُن کو اور جو اُن کے ساتھ

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

بھری ہوئی کشتی میں تھے اُن کو نجات دی۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ اس میں (بھی) بڑی عبرت ہے۔ اور ان میں اکثر لوگ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾

ایمان نہیں لاتے۔ بیشک آپ کا رب زبردست مہربان ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالُوْا بولے وہ | لَئِنْ اگر | لَّمْ تَنْتَهِ تم باز نہ آئے | يٰنُوْحُ اے نوح | لَتَكُوْنَنَّ تو ضرور ہو گے | مِنَ سے | الْمَرْجُوْمِيْنَ سنگسار کئے جانے والے | |
| قَالَ (نوح نے) کہا | رَبِّ اے میرے رب | اِنَّ بیشک | قَوْمِيْ میری قوم | كَذَّبُوْنِ مجھے جھٹلایا | فَافْتَحْ پس فیصلہ کر دے | بَيْنِيْ میرے درمیان | |
| وَبَيْنَهُمْ اور انکے درمیان | فَتْحًا ایک کھلا فیصلہ | وَّنَجِّنِيْ اور نجات دے مجھے | وَمَنْ اور جو | مَّعِيَ میرے ساتھی | مِنَ سے | الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والے | |
| فَاَنْجَيْنٰهُ تو ہم نے نجات دی اسے | وَمَنْ اور جو | مَّعَهٗ اس کیساتھ | فِي الْفُلْكِ کشتی میں | الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی | ثُمَّ پھر | اَغْرَقْنَا غرق کر دیا ہم نے | |
| بَعْدُ اس کے بعد | الْبٰقِيْنَ باقیوں کو | اِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ نشانی | وَمَا اور نہ | كَانَ تھے | اَكْثَرُهُمْ اُن کے اکثر |
| مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے | وَاِنَّ اور بیشک | رَبَّكَ تمہارا رب | لَهُوَ البتہ وہ | الْعَزِيْزُ غالب | الرَّحِيْمُ نہایت مہربان | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا وہ نقل فرمایا گیا تھا جس کے اخیر میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں ان غریب اور کم حیثیت لوگوں کو جو مجھ پر ایمان لے آئے ہیں اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کر سکتا جیسا کہ قوم کے سردار خواہشمند تھے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ میرا فرض تم کو آگاہ کرنا تھا۔ اور پیغام حق پہنچانا تھا سو میں کر چکا اور تم کو نافرمانی کی صورت میں عذاب الٰہی سے ڈرا چکا اب تمہیں اختیار ہے مانو یا نہ مانو۔ مغرور قوم اس کے جواب میں جاہلانہ دھمکیوں پر اتر آئی اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے قوم حضرت نوح علیہ السلام سے کہنے لگی کہ اے نوح اگر تم اس کہنے سننے سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور پتھر مار مار کر تمہیں جان سے ختم کر دیں گے۔ ان دھمکیوں کا اثر اللہ کے پیغمبر پر تو کیا ہونا تھا۔ آپ نے انتہائی کوشش کی کہ بدبخت قوم سمجھ جائے اور رحمت الٰہی کے آغوش میں آجائے مگر قوم نے نہ ماننا تھا نہ مانا اور جس قدر آپ تبلیغ حق میں جدوجہد فرماتے اسی قدر قوم کی جانب سے بغض و عناد بڑھتا اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال ہوتا۔ آخر میں جیسا کہ سورۂ ہود بارہویں پارہ میں بتلایا گیا قوم کے لوگ زچ ہو کر کہنے لگے کہ اے نوح! اب ہم سے یہ لسانی جنگ و جدال ختم کر و یہ جھگڑا قصہ بہت کچھ ہو چکا تم جو ہم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہو تو اگر تم سچے ہو تو اسے لا کر دکھاؤ۔ اس کا جواب بھی وہیں سورۂ ہود میں بیان کی گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ سن کر ان کو جواب دیا کہ عذاب الٰہی میرے قبضہ میں نہیں ہے وہ تو اس کے قبضہ میں ہے جس

نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے وہ چاہے تو یہ بھی ہو جائے گا۔ بہر حال جب قوم کی ہدایت سے حضرت نوح علیہ السلام بالکل مایوس ہو گئے اور آپ نے قرآنی تصریح کے مطابق ساڑھے نو سو سال کی پیہم دعوت و تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہ دیکھا اور سوائے گنتی کے چند نفر کے اور کوئی ایمان نہ لایا تو آپ سخت ملول اور پریشان خاطر ہوئے اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرمائی کہ اے پروردگار میری قوم نے میری بات نہ مانی۔ مجھے سچا نہ جانا۔ اور برابر مجھ کو جھٹلاتی رہی اب آپ میرے اور ان کے درمیان عملی فیصلہ فرما دیجئے اور مجھے ان مؤمنوں سمیت جو مجھ پر ایمان لائے ہیں اس قوم سے نجات اور چھٹکارا بخشئے۔ ۹۵۰ سال کی تبلیغ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے صرف ۴۰ نفر کی تعداد بتلائی ہے۔ لیکن عام اہل تفسیر نے تقریباً ۸۰ کی تعداد لکھی ہے واللہ اعلم۔

الغرض حضرت نوح علیہ السلام کی دعا حق تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت نوح علیہ السلام کی تسلی فرمائی کہ آپ ان کی حرکات پر غم نہ کریں اب ان سرکشوں کی سزا کا وقت قریب آ لگا ہے۔ بس جو آپ کی قوم سے ایمان لے آئے وہ لے آئے۔ اب ان میں سے مزید کوئی لانے والا نہیں اب یہ سب غرق ہو کر ہلاک ہونے والے ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت فرمائی گئی کہ وہ ایک کشتی تیار کریں تا کہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے اس میں مومنین بیٹھ کر اس عذاب سے محفوظ رہیں جو خدا کے نافرمانوں پر نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل میں کشتی بنانی شروع کی تو قوم کے کفار نے ہنسی اڑانا اور مذاق بنانا شروع کر دیا کہ اب نبوت کرتے کرتے نجاری بھی کرنے لگے۔ پانی کا کہیں نام و نشان نہیں ایسی صورت میں کشتی کا بنانا اور پانی سے بچاؤ کی حفاظت کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور کیسا احمقانہ خیال ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی ان کے انجام کار سے غفلت اور خدا کی نافرمانی پر جرأت دیکھ کر ان کو ان ہی کے طرز پر جواب دیتے کہ آج تم ہم پر ہنس رہے ہو کل ہم تم پر ہنسیں گے جب تم دنیا میں غرق اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہو رہے ہو گے۔ الغرض ادھر کشتی بن کر تیار ہو گئی ادھر خدا کے وعدۂ عذاب کا وقت قریب آ لگا۔ وحی الٰہی کے حکم کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام بمعہ اس جماعت کے جو آپ پر ایمان لا چکی تھی کشتی میں سوار ہو گئے اور جانوروں میں سے بھی ایک ایک جوڑا ساتھ رکھ لیا گیا۔ جب وحی الٰہی کی تکمیل ہو گئی تو اب آسمان کو حکم ہوا کہ پانی برسنا شروع ہوا اور زمین کے چشموں کو حکم ہوا کہ وہ پوری طرح ابل پڑیں۔ خدا کے حکم سے جب یہ سب کچھ ہوتا رہا تو کشتی بھی اس کی حفاظت میں پانی پر ایک مدت تک محفوظ تیرتی رہی اور تمام منکرین و معاندین غرق آب ہو کر ہلاک ہو گئے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی شامل تھا جس کو طوفان کا یقین نہ تھا اور وہ قوم کے کافروں میں شامل رہا۔ غرض جب حکم الٰہی سے عذاب ختم ہوا اور پانی آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہوا تو ساکنان کشتی نے دوسری بار امن و سلامتی کے ساتھ خدا کی سرزمین پر قدم رکھا اسی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کا لقب ابوالبشر ثانی یا آدم ثانی یعنی انسانوں کے دوسرے باپ مشہور ہوا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کو بھی انہی آیات پر ختم کیا گیا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ کو ختم کیا گیا تھا یعنی **ان فی ذٰلک لاٰیة وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم** یعنی اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت اور نشانی ہے لیکن باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر ایمان نہیں لاتے بیشک آپ کا رب زبردست غالب ہے کہ وہ چاہے تو دم کے دم میں کافروں کو ہلاک کر کے ختم کر دے مگر ساتھ ہی رحیم اور مہربان بھی ہے کہ جو ان کو مہلت دیئے ہوئے ہے۔

اب آگے چوتھا قصہ حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی قوم عاد کا ذکر فرمایا گیا جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔جبکہ اُن سے اُن کے بھائی ہود (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں ہو۔میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔اور میں تم سے اِس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا،بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاِذَا

کیا تم ہر اُونچے مقام پر ایک یادگار بناتے ہو جس کو محض فضول بناتے ہو۔اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔اور جب

بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِیْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

کسی پر داروگیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر بن کر داروگیر کرتے ہو۔سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔اور اُس (اللہ) سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے ہو۔

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾

(یعنی) مواشی اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی۔مجھ کو تمہارے حق میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَا اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا

وہ لوگ بولے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو اور خواہ ناصح نہ بنو۔یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک عادت ہے۔اور ہم کو

نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

ہرگز عذاب نہ ہوگا غرض ان لوگوں نے ہود (علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو ہلاک کردیا،بیشک اس (واقعہ) میں بھی بڑی عبرت ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾

اور بے شک آپ کا رب زبردست اور مہربان ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| كَذَّبَتْ جھٹلایا | عَادٌ عاد | الْمُرْسَلِيْنَ رسول | اِذْ قَالَ جب کہا | لَهُمْ ان سے | اَخُوْهُمْ ان کے بھائی | هُوْدٌ ہود | اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں |
| اِنِّیْ بیشک میں | لَكُمْ تمہارے لئے | رَسُوْلٌ رسول | اَمِيْنٌ امانت دار | فَاتَّقُوا اللّٰهَ سوتم ڈرو اللہ سے | وَ اور | اَطِيْعُوْنِ میری اطاعت کرو | وَ اور |
| مَا اَسْئَلُكُمْ میں نہیں مانگتا تم سے | عَلَيْهِ اس پر | مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر | اِنْ نہیں | اَجْرِیَ میرا اجر | اِلَّا مگر۔صرف | عَلٰی پر | رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین |
| اَتَبْنُوْنَ کیا تم تعمیر کرتے ہو | بِكُلِّ رِيْعٍ ہر بلندی پر | اٰيَةً ایک نشانی | تَعْبَثُوْنَ کھیلنے کو(بلا ضرورت) | وَتَتَّخِذُوْنَ اور تم بناتے ہو | | | |
| مَصَانِعَ مضبوط۔شاندار محل | لَعَلَّكُمْ شاید تم | تَخْلُدُوْنَ تم ہمیشہ رہوگے | وَاِذَا اور جب | بَطَشْتُمْ تم گرفت کرتے ہو | بَطَشْتُمْ گرفت کرتے ہو تم | | |
| جَبَّارِيْنَ جابر بن کر | فَاتَّقُوْا پس ڈرو | اللّٰهَ اللہ | وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو | وَاتَّقُوْا اور ڈرو | الَّذِیْ وہ جس نے | اَمَدَّكُمْ مدد کی تمہاری | |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| بِمَا تَعْلَمُوْنَ اس سے جو تم جانتے ہو | اَمَدَّكُمْ تمہاری مدد کی | بِاَنْعَامٍ مویشیوں سے | وَّبَنِيْنَ اور بیٹوں | وَجَنّٰتٍ اور باغات | وَعُيُوْنٍ اور چشمے |
| اِنِّیْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں | عَلَيْكُمْ تم پر | عَذَابَ عذاب | يَوْمٍ عَظِيْمٍ ایک بڑا دن | قَالُوْا وہ بولے | سَوَآءٌ برابر | عَلَيْنَآ ہم پر |
| اَوَعَظْتَ خواہ تم نصیحت کرو | اَمْ لَمْ تَكُنْ یا نہ ہو تم | مِّنَ سے | الْوٰعِظِيْنَ نصیحت کرنے والے | اِنْ هٰذَآ نہیں ہے | اِلَّا مگر | خُلُقُ عادت |
| الْاَوَّلِيْنَ اگلے لوگ | وَمَا اور نہیں | نَحْنُ ہم | بِمُعَذَّبِيْنَ عذاب دیئے جانیوالوں سے | فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا اسے | فَاَهْلَكْنٰهُمْ تو ہم نے ہلاک کردیا انہیں |
| اِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ نشانی | وَمَا كَانَ اور نہیں تھے | اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر | مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے | وَاِنَّ اور بیشک |
| رَبَّكَ تمہارا رب | لَهُوَ البتہ وہ | الْعَزِيْزُ غالب | الرَّحِيْمُ نہایت مہربان | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہم السلام اور ان کی اقوام کے ذکر فرمائے گئے تھے۔ اب چوتھا قصہ قوم عاد کا جو حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی بیان فرمایا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں قوم عاد کا تذکرہ ۹ سورتوں میں فرمایا گیا ہے۔ یہ قوم عاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے تقریباً تین ہزار سال پہلے عرب کے سب سے بہترین حصہ حضرموت یمن، عدن، عمان اور خلیج فارس کے ساحل سے حدود عراق تک آباد تھی۔ اور جسمانی قوت اور ڈیل ڈول کے اعتبار سے یہ قوم مشہور تھی۔ یہ لوگ بڑے تنومند۔ قدآور۔ شہ زور اور طاقت ور تھے۔ یہ نہایت فارغ البال قوم تھی۔ ان کے یہاں اموال و اولاد کی کثرت تھی۔ ملک بھی سرسبز و شاداب تھا جس کی بنا پر یہ لوگ مطمئن اور آسودہ حال تھے۔ ان لوگوں کو بلند مقامات پر عالیشان اور دیرپا عمارتیں تعمیر کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اونچے اونچے مضبوط مینارے اور رہنے کے بڑی پرتکلف اور شاندار عمارتیں بناتے۔ لیکن یہ شاندار اور زبردست قومی گم کردہ راہ تھی۔ یہ قوم شرک و بت پرستی کے جرم عظیم کی مرتکب تھی۔ خدائے واحد ذوالجلال کو بھلا کر اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مان کر ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف وخطر کرنے لگے تھے۔ روزی دینے۔ مینہ برسانے اولاد دینے۔ تندرستی عطا کرنے اور مختلف حاجات کے لئے الگ الگ بت بنا رکھے تھے جن کی عام طور پر پرستش ہوتی تھی۔ پھر یہ نہایت ظالم قوم بھی تھی۔ معاشرہ کے کمزور اور ضعیف افراد کو ظلم وستم اور جبر وتعدی کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ قرآن مجید نے پچھلی مشرک اور معذب قوموں کا جہاں جہاں بیان کیا ہے ان کے شرک و جہالت کے ساتھ کہ وہ سب میں مشترک ہے۔ ان کے مخصوص قوم جرائم کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ کوئی قوم تجارتی بددیانتی۔ خیانت۔ غبن میں خاص طور پر آلودہ گزری ہے۔ کوئی ظلم و شقاوت و سنگدلی میں۔ کوئی بدچلنی اور شہوت پرستی میں وغیرہ وغیرہ چنانچہ قوم عاد نام ونمود وفخر ونمائش کے ساتھ ساتھ ظلم وجبر اور شقاوت وسنگدلی میں بھی ممتاز تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں حضرت ہود علیہ السلام کو پیدا فرمایا اس لحاظ سے آپ اس قوم عاد کے قومی اور وطنی بھائی تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں حضرت نوح علیہ السلام اور چودھویں پشت میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملنا بیان کیا گیا ہے اور توراۃ کے بیان کے مطابق آپ کی عمر ۴۶۴ سال کی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو اپنی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ نے قوم کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت و بندگی کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم و جور کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت ہود علیہ السلام مسلسل دین الٰہی کی

تبلیغ میں لگے رہے۔ آپ اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے۔ غرور اور سرکشی کے نتائج بتا کر قوم نوح کے واقعات یاد دلاتے۔ پھر پیغام حق کے ساتھ ساتھ بار بار یہ بھی دہراتے کہ میں تم سے کسی اجر و عوض کا خواہاں نہیں۔ کسی عزت و جاہ اور ریاست کا طالب نہیں۔ مگر قوم عاد میں ایماندار تو چند ہی تھے باقی تمام سرکش اور مغرور و متکبر انسانوں کا گروہ تھا۔ ان پر حضرت ہود علیہ السلام کی نصائح کا مطلق اثر نہ ہوا بلکہ ہود علیہ السلام کی تکذیب و تذلیل کے اور زیادہ درپے ہو گئے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ یعنی حضرت ہود علیہ السلام جو ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے ان کی تکذیب کی اور اللہ کے ایک پیغمبر کی تکذیب گویا تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے کیونکہ سب ایک ہی پیغام ایک ہی اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم یہ شرک اور بے محابا معاصی کا ارتکاب کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے۔ دیکھو میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا امانت دار پیغمبر ہوں۔ تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ تمہاری صلاح و فلاح کا طالب مخلص ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کے بارہ میں خائن نہیں بلکہ امین ہوں۔ وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہا جاتا ہے اور جو کچھ کہتا ہوں قوم کی سعادت اور بھلائی اور دائمی نجات کے لئے کہتا ہوں اس لئے تمہیں چاہئے کہ خدا سے ڈر کر میری اطاعت کرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم کو یہ بھی بتلا دوں کہ میں تم سے اس پیغام رسانی پر کسی قسم کا بھی معاوضہ نہیں مانگتا۔ نہ از قسم جاہ نہ از قسم مال پس تم کو مجھ پر کسی ذاتی غرض کا شبہ بھی نہ ہونا چاہئے۔ میرا معاوضہ تو اس رب العالمین کے ذمہ ہے جس کا میں کام کر رہا ہوں۔ پھر تم جو یہ فخر و نمائش اور نام و نمود کے لئے اونچے اونچے ٹیلوں پر بلند و بالا علامتیں جیسے اونچے اونچے مینار۔ یادگاریں۔ سیر گاہیں۔ اپنی قوت اور مال کے اظہار کے لئے بناتے ہو اس فعل عبث سے کیا فائدہ کہ اس میں بے کار دولت کا کھونا۔ وقت کا برباد کرنا اور مفت میں مشقت اٹھانا ہے۔ ایسی یادگاروں میں بجز نام و نمود کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ پھر تم یہ عالیشان پرتکلف عمارتیں بناتے ہو اور ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے ہو گویا کہ دنیا ہی میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے جس کے لئے یہ انتظام کیا جاتا ہے۔

معتبر روایات سے بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں جب دمشق پہنچے اور دیکھا کہ مسلمانوں نے محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانہ پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اول نماز پڑھائی پھر بلند آواز سے فرمایا کہ اے اہل دمشق تمہیں شرم نہیں آتی۔ تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے۔ تم نے وہ دور دراز کی امیدیں اور آرزوئیں شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے تم سے اگلے لوگوں نے بھی مال جمع کر کے اور خوب جوڑ جوڑ کے رکھا تھا بڑے بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے۔ بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے ان کی پونجی برباد ہو گئی۔ ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں۔ عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں۔ ایسا کوئی بیوقوف ہے کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے۔ یہ حضرت ابو درداء کا واقعہ تو ضمناً درمیان میں آ گیا تھا مگر آج

اپنی قوم کی حالت بھی دیکھ لیجئے!

الغرض قوم عاد کے دلوں میں چونکہ حب دنیا تھی۔ جاہ پسندی تھی۔ مال کی ہوس تھی اس لئے جائز و ناجائز کی تفریق انہوں نے مٹادی تھی۔ کوئی قانون عدل اور ضابطۂ انصاف نہ تھا۔ صرف قوت و شوکت معیار برتری تھا جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی مثال پورے طور پر صادق تھی غریبوں کے مال و ناموس پر دست درازی زبردستوں کا شیوہ تھا۔ کمزوروں سے بیگار لینے کا عام دستور تھا ضعیفوں کا ستانا قابل فخر تھا۔ اپنے مخالفوں کی سخت ترین گرفت ان کا قومی شعار تھا اس لئے حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو ان بیہودہ اور ظالمانہ حرکات سے بھی روکا اور فرمایا کہ تم نے جو ظلم و ستم سے زیردستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ سو اللہ سے ڈرو اور ظلم و تکبر سے باز آجاؤ اور میری نصیحتوں کو مانو۔ پھر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو اللہ کے انعامات اور احسانات کی یاد دلائی اور فرمایا کہ اللہ نے تم کو ہر طرح کی وسعت و فراخی دے رکھی ہے۔ اولاد کی کثرت۔ مویشیوں اور جانوروں کی وسعت۔ طرح طرح کے باغات۔ چشمے سب کچھ تم کو دے رکھا ہے۔ لہٰذا اس خدا سے ڈرو کہ کہیں غیبی گرفت نہ ہو جائے اور سخت عذاب میں نہ پکڑ لئے جاؤ۔ اتنا تو سوچو کہ آخر یہ سب سامان تم کو کس نے دیئے ہیں۔ کیا اس منعم حقیقی کا تمہارے ذمہ کوئی حق نہیں؟ اگر تمہاری یہی شرارت اور سرکشی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں پہلی قوموں کی طرح گرفتار عذاب نہ ہو جاؤ۔ غرض کہ حضرت ہود علیہ السلام نے نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ مگر ان تمام پند و نصائح اور تبلیغ و دعوت کے جواب میں قوم اللہ کے پیغمبر کو یہ جواب دیتی ہے کہ تمہارا یہ نصیحت کرنا نہ کرنا ہمارے لئے دونوں برابر ہیں۔ یہ تمہارا وعظ داستانِ پارینہ ہے گذشتہ لوگوں کا بھی یہی دستور تھا وہ بھی مدعی نبوت ہو کر لوگوں کو یونہی کہتے سنتے رہے۔ ہم مدت سے یونہی سنتے چلے آئے ہیں لیکن عذاب جس سے ڈرایا جاتا ہے نہ پہلے آیا اور نہ اب آئے گا۔ الغرض جب قوم عاد کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی اور انہوں نے نہ صرف آئندہ عذاب کا انکار کیا بلکہ گذشتہ صحیح واقعات عذاب کی بھی تکذیب کی اور اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض و عناد اور انتہائی شرارت و بغاوت برتی تو پھر پاداش عمل اور قانون جزا کا وقت آپہنچا اور غیرت حق حرکت میں آئی اور عذاب الٰہی نے سب سے پہلے خشک سالی کی شکل اختیار کی۔ عاد گھبرائے اور پریشان ہوئے اور عاجز و درماندہ نظر آنے لگے تو حضرت ہود علیہ السلام کو جوش ہمدردی نے پھر اکسایا اور ان کو سمجھایا کہ اب بھی راہ حق اختیار کر لو۔ میری نصائح پر ایمان لے آؤ کہ یہی نجات کی راہ ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی ورنہ پچھتاؤ گے لیکن بدبخت اور بدنصیب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا اور حضرت ہود علیہ السلام سے بغض و عناد اور دوبالا ہو گیا۔ تب ہولناک عذاب نے ان کو آگھیرا۔ عذاب بادل کی شکل میں نظر آیا تو یہ سمجھ کر بہت خوش ہوئے کہ اب خوب بارش ہوگی مگر ان کو بتایا گیا کہ یہ تمہاری زیست کا سامان نہیں بلکہ موت و ہلاکت کا سامان ہے اس اَبر سے اللہ نے ان پر آندھی کا ایک طوفان بھیجا۔ اس ہلاکت خیز آندھی کا طوفان ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن رہا جس نے ان کو اور ان کی آبادی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ چھتیں اڑ گئیں۔ مکان گر گئے۔ درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑے۔ ہوا نے سرکش قوم کو اڑا اڑا کر پہاڑوں کے پتھروں پر دے پٹکا جس کی وجہ سے گردنیں ٹوٹ کر سر تن سے جدا ہو گئے۔ غرض کہ پوری بدکار قوم ہلاک ہو کر افسانہ بن گئی۔ اور آنے والی قوموں کی عبرت کے لئے

صرف ان بستیوں کے نشانات وکھنڈرات باقی رہ گئے۔حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مخلص پیروان خدا کی رحمت سے عذاب الٰہی سے محفوظ و مامون رہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کے اس واقعہ کو بھی انہیں آیات پر ختم فرمایا گیا جن پر حضرت موسیٰ۔ حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہم السلام کے واقعات کو ختم فرمایا گیا تھا یعنی ان فی ذٰلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم یعنی اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے کہ احکام الٰہیہ کی مخالفت کا کیا انجام ہوا اور باوجود اس کے ان کفار مکہ سے اکثر ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب زبردست ہے کہ عذاب پر قادر بھی ہے مگر مہربان ہے کہ رحمت سے مہلت بھی دے رکھی ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ میں جہاں کفار کے لئے وعید ہے کہ پیام حق سے سرتابی کرنے کا نتیجہ ہلاکت ہے۔وہیں مسلمانوں کو بھی لازم ہے کہ اللہ کی نعمتوں کی قدر کریں۔اور اللہ کی نعمتوں کی قدردانی اور شکرگزاری یہی ہے کہ کسی نعمت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف استعمال نہ کیا جائے ورنہ یہی نعمتیں بجائے رحمت کے زحمت بن جاتی ہیں۔

ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (مفتی اعظم پاکستان) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیات اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون. وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون٥ (کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار کے طور پر عمارت بناتے ہو جس کو محض فضول بلاضرورت بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے) ان آیات سے ثابت ہوا کہ بغیر ضرورت کے مکان بنانا اور تعمیرات کرنا شرعاً برا ہے۔اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے جو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ عمارت جو ضرورت سے زائد بنائی گئی ہو اس میں کوئی بہتری اور بھلائی نہیں۔اور اس کی تصدیق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے کہ ہر تعمیر صاحب تعمیر کے لئے مصیبت ہے مگر وہ عمارت جو ضروری ہو وہ وبال نہیں ہے روح المعانی میں فرمایا کہ بغیر غرض صحیح کے بلند عمارت بنانا شریعت محمدیہ میں بھی مذموم اور برا ہے۔(معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۳۸' اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور گمراہ بے دین اور معذب قوموں کی خصلتوں اور عادتوں کی نقل کرنے سے بچائیں۔آمین۔

اب آگے پانچواں قصہ قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نافرمان اور معذب قوموں کی خصلتوں اور عادتوں کے اختیار کرنے سے امت مسلمہ کو بچائیں اور ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یااللہ! ہماری اصلاح کے لئے اپنا خوف وخشیت ہم کو عطا فرمادے تاکہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگ جائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۴۲﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

قوم ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔جبکہ اُن سے اُن کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔

أَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى

سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ أَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ

کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جاوے گا جو یہاں ہیں یعنی باغوں میں اور چشموں میں۔اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں

طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا

جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہیں۔اور کیا تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے ہوئے مکان بناتے ہو سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔اور حدود سے

تُطِيْعُوْا أَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو۔ جو سر زمین میں فساد کیا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| كَذَّبَتْ جھٹلایا | ثَمُوْدُ ثمود | الْمُرْسَلِيْنَ رسول | إِذْ جب | قَالَ کہا | لَهُمْ ان سے | أَخُوْهُمْ ان کے بھائی | صٰلِحٌ صالح | أَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں |
| إِنِّيْ بیشک میں | لَكُمْ تمہارے لئے | رَسُوْلٌ رسول | أَمِيْنٌ امانت دار | فَاتَّقُوْا سو تم ڈرو | اللّٰهَ اللہ | وَأَطِيْعُوْنِ اور تم میری اطاعت کرو | | |
| وَمَا أَسْـَٔلُكُمْ اور میں نہیں مانگتا تم سے | عَلَيْهِ اس پر | مِنْ أَجْرٍ کوئی اجر | إِنْ نہیں | أَجْرِيَ میرا اجر | إِلَّا مگر | عَلٰى پر | رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین | |
| أَتُتْرَكُوْنَ کیا چھوڑ دیے جاؤ گے تم؟ | فِيْ میں | مَا هٰهُنَا جو یہاں ہے | اٰمِنِيْنَ بے فکر | فِيْ جَنّٰتٍ باغات میں | وَعُيُوْنٍ اور چشمے | وَزُرُوْعٍ اور کھیتیاں | | |
| وَنَخْلٍ اور کھجوریں | طَلْعُهَا ان کے خوشے | هَضِيْمٌ نرم و نازک | وَتَنْحِتُوْنَ اور تم تراشتے ہو | مِنَ الْجِبَالِ پہاڑوں سے | بُيُوْتًا گھر | | | |
| فٰرِهِيْنَ خوش ہو کر | فَاتَّقُوْا سو ڈرو تم | اللّٰهَ اللہ | وَأَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو | وَلَا تُطِيْعُوْا اور نہ کہا مانو | أَمْرَ حکم | الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھ جانے والے | | |
| | الَّذِيْنَ جو لوگ | يُفْسِدُوْنَ فساد کرتے ہیں | فِيْ میں | الْأَرْضِ زمین | وَ اور | لَا يُصْلِحُوْنَ اصلاح نہیں کرتے | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں قوم عاد اور اس کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا گیا تھا۔اب پانچواں قصہ قوم ثمود اور اس کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے درمیان سو برس کا فاصلہ ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی عمر ۲۸۰ سال کی ہوئی اور اسی قوم ثمود میں آپ پیدا ہوئے۔قوم ثمود کا مقام سکونت حجاز اور شام کے درمیان تھا۔قوم عاد کی طرح ثمود بھی نہایت قوی الجثہ طاقتور اور طویل العمر لوگ تھے۔ فن تعمیر اور فن سنگ تراشی میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔حجاز اور شام کے درمیان جہاں یہ قوم کسی زمانہ میں آباد تھی پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر نہایت شاندار۔ پر تکلف اور پائیدار عمارتیں بناتے تھے جن کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔ یہ قوم

نہایت آسودہ حال تھی۔ معاشی اعتبار سے مال و دولت کی فراوانی تھی اوران کی زندگی بڑے عیش وعشرت میں گزرتی تھی مگرقوم عاد کی طرح یہ قوم ثمود بھی مشرک اور بت پرست تھی۔ وہ خدائے واحد ذوالجلال کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کے پرستار تھے اس لئے ان کی اصلاح اوراظہار حق کے لئے ان ہی کے قبیلہ میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں۔ ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں۔جن سے صبح وشام وہ محظوظ ہوتے رہتے تھے اوران پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خدا کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اوردلائل و براہین کے ساتھ ان کی گمراہی کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ پرستش اور عبادت کے لائق صرف ایک ذات احد کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے چونکہ یہ قوم مشرک ہونے کے ساتھ ساتھ مادہ پرست بھی تھی اس لئے آخرت اور حیات بعدالممات کی منکر بھی تھی جیسا کہ سورۂ مومنون۔ اٹھارویں پارہ میں بتلایا گیا ان کا کہنا یہ تھا کہ بس زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں جب ہم مرجائیں گے اور مٹی میں مل کر مٹی ہوجائیں گے تو پھر زمین سے دوبارہ نکلنے کا کیا سوال۔ آج بھی دہریت اور مادیت کے ماننے والوں کا یہی دعویٰ ہے کہ ’’مادہ کے سوا عالم میں اور کوئی چیز موجود نہیں۔ مادے کی سکت وقوت سے مختلف اجسام وجود میں آئے اورانہی مادی اجزا کی ترتیب وترکیب کا نام زندگی ہے اور انہی کے انتشار اور بے ترتیبی کا نام موت ہے اور یہ زندگی اور موت اسی مادہ اوراسی عالم کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس مادی کائنات کے علاوہ نہ اور کوئی عالم ہے اور نہ کوئی اور زندگی۔‘‘ تو یہی خیالات اورعقائد نام اور اصطلاحیں بدل بدل کر ہر زمانہ کے منکرین اور مکذبین سے ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

الغرض حضرت صالح علیہ السلام جوخوداس قوم ثمود کے ایک فرد تھے اوراس بنا پران کی قوم کے لوگ ان کے قومی بھائی تھے۔ اس گمراہ اور سرکش قوم کی اصلاح اور تزکیۂ نفس کے لئے آپ مامور ہوئے تھے۔اپنی پیغمبرانہ دعوت ونصیحت ومواعظہ حسنہ میں توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آخرت حشرونشر۔ حیات بعدالممات۔ جزاوسزا کی تبلیغ کا سلسلہ نہایت حکیمانہ انداز میں جاری رکھااورقوم پر یہ حقیقت واضح کی کہ یہی ہماری مادی زندگی اس بات کی شہادت اپنے اندر رکھتی ہے کہ اس محسوسات اور مادیات کے دائرہ سے اوپر بھی کسی عظیم تر حقیقت وقدرت کا ہونا ضروری ہے۔خود ہمارے مادی جسموں میں یہ غیر مادی زندگی اورروح کیا ہے اوراس کی پکار کیا ہے۔یہی کہ کسی بالاترہستی نے ہمیں پیدا کیااورزندگی کی نعمتوں سے سرفراز فرمایااور یہ سب کچھ بے مقصداور بے معنی نہیں کہ نہ اس کی کوئی باز پرس ہواور نہ اس پر جزاوسزا ملے۔ یہ دنیااور یہ زندگی توایک امتحان گاہ ہے جس کے ہرکام کا بدلہ اور ہرعمل کی مکافات ہے خدا کی یہ بے شمار نعمتیں جو تمہیں میسر ہیں۔ ہوا پانی۔ آگ روشنی۔ یہ ہرے بھرے کھیت۔اور یہ سرسبزاورخوشنما باغات اور یہ پہاڑوں کے سینوں کو چیرکرابلتے ہوئے چشمہ اور یہ حیات بخش دریا۔ اور یہ تمہارے علوم وفنون اور صنعتیں کیا تمہیں یہ سب چیزیں یونہی مل گئی ہیں۔ ان کا خالق اورموجد حقیقی کوئی نہیں؟ اوراس میں تمہارا کوئی امتحان نہیں لیا جائے گا۔کوئی باز پرس نہیں ہوگی؟ آخرتم اس خدا کے خوف سے کیوں نہیں ڈرتے جس نے مجھ کوتمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔مگرحضرت صالح علیہ السلام کی اس نصیحت کا قوم پر مطلق کوئی اثر نہ ہوااوران کی مخالفت بڑھتی رہی اور بغض وعناد ترقی پاتا رہااورایک مختصراور کمزور جماعت کے علاوہ جن کی تعداد

بعض مفسرین نے تقریباً ۱۲۰ لکھی ہے کوئی حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر ماننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم ثمود نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کا ایک پیغمبر کو جھٹلانا گویا تمام خدا کے پیغمبروں کو جھٹلانا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے اپنی قوم کو وہی پیغام دیا جو اللہ کے سارے پیغمبر دیا کرتے ہیں آپ نے قوم سے فرمایا کہ اللہ کے بندو تمہیں اللہ کے غضب سے ڈر نہیں لگتا جو تم اس کی مرضی کے خلاف کاموں میں پھنسے ہوئے ہو۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کا امانت دار پیغمبر ہوں جو میں کہوں وہ مانو اور میری اطاعت کرو میں تم سے کوئی مال و دولت وغیرہ کچھ نہیں چاہتا۔ مجھے تو میرے کام کا صلہ وہی رب العالمین دے گا جس نے مجھے یہ کام سپرد کیا ہے۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے ہیں اور اس کے عذابوں سے متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ جو تمہیں یہ کشادہ روزیاں دے رہا ہے۔ جس نے تمہارے لئے باغات اور چشمے اور کھیتیاں اور پھل پھلا کر مہیا فرمادیئے ہیں۔ امن چین سے جو تمہاری زندگی کے دن پورے کررہا ہے تم اس کی نافرمانیاں کر کے انہی نعمتوں اور اسی امن و امان میں نہیں چھوڑے جاسکتے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ ہمیشہ اسی عیش و آرام اور باغ و بہار کے مزے لوٹتے رہو گے۔ پھر خدا نے تمہیں اس وقت جن مضبوط اور پرتکلف بلند اور عمدہ گھروں میں رکھ چھوڑا ہے خدا کی توحید اور میری رسالت کے انکار کے بعد کیا ان سے کبھی نہ نکلو گے؟ یا یہ مضبوط اور سنگین عمارتیں تم کو خدا کے عذاب سے بچالیں گی؟ اس سودائے خام کو دل سے نکال ڈالو اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر میرا کہنا مانو۔ اپنے خالق۔ رازق منعم اور محسن کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری اور اس کی توحید کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاؤ جس کا نفع تمہیں دنیا و آخرت میں ملے گا۔ میں تمہارے ہی بھلے کی بات کہتا ہوں۔ تم اپنے مغرور سرداروں کی پیروی مت کرو یہ تو حدودِ خداوندی سے تجاوز کر کے توحید کی اتباع کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اور زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ نافرمانی گناہ فسق و فجور پر خود لگے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی طرف بلا رہے ہیں۔ حق کی موافقت اور اتباع کر کے اصلاح کی کوشش نہیں کرتے تم میری بات مانو اللہ نے تمہاری اصلاح کے لئے مجھے پیغمبر مقرر کیا ہے۔ یہاں قرآن پاک نے قوم ثمود کے سارے انفرادی واجتماعی امراض کے لئے ایک جامع لفظ فساد فی الارض کا استعمال کردیا ہے کیونکہ احکام الٰہیہ کو نہ ماننے اور قانون خداوندی کو قبول نہ کرنے کا نتیجہ دنیا میں ہمیشہ خرابیوں اور طرح طرح کے فتنہ فسادات ہی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ شراب نوشی۔ زنا کاری۔ سود خواری۔ رشوت و خیانت۔ قتل و غارت۔ رشک و حسد یہ ساری جسمانی اور اخلاقی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور بڑھتی ہی ہیں اور معاشری ابتری ہر قسم کی پیدا ہوتی ہے۔ اور ان فسادات کے پھیلانے کی ذمہ داری قوم کے ان بگڑے ہوئے امرا اور رؤسا۔ مقتدا اور حکام پر ہے جو عوام کی قیادت کرتے ہیں اس لئے حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے عوام کو ہدایت کی کہ تم ان بے لگام اور مفسد سرداروں کی اطاعت چھوڑ کر میری اطاعت کرو۔ ان بڑے مفسد شیطانوں کے پیچھے چل کر تباہ نہ ہو۔ ان کے ہاتھوں سے کوئی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ یہ تو زمین میں اصلاح کے نام پر فساد پھیلاتے ہیں۔

اب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کے اس سارے خطاب کا جواب کیا دیا اور ان کا انجام کیا ہوا۔ یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ

اُن لوگوں نے کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔ تم بس ہماری طرح کے ایک آدمی ہو سو کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

صالحؑ نے فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے پانی پینے کیلئے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری۔ اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ

کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے۔ سو انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا پھر پشیمان ہوئے۔ پھر عذاب نے اُن کو آلیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

بیشک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے، اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بیشک آپ کا رب بڑا زبردست بہت مہربان ہے۔

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالُوْا انہوں نے کہا | اِنَّمَا اس کے سوا نہیں | اَنْتَ تم | مِنَ سے | الْمُسَحَّرِيْنَ سحر زدہ لوگ | مَآ اَنْتَ تم نہیں | اِلَّا بَشَرٌ مگر صرف ایک بشر | مِثْلُنَا ہم جیسا | | |
| فَاْتِ پس لاؤ | بِاٰيَةٍ کوئی نشانی | اِنْ اگر | كُنْتَ تو | مِنَ سے | الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ | قَالَ اس نے فرمایا | هٰذِهٖ یہ | نَاقَةٌ اونٹنی | لَهَا اس کیلئے |
| شِرْبٌ پانی پینے کی باری | وَلَكُمْ اور تمہارے لئے | شِرْبُ ایک باری پانی پینے کی | يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ معین دن | وَلَا تَمَسُّوْهَا اور اسے ہاتھ نہ لگانا | بِسُوْٓءٍ برائی سے | | | | |
| فَيَاْخُذَكُمْ سو (ورنہ) تمہیں آ پکڑے گا | عَذَابُ عذاب | يَوْمٍ عَظِيْمٍ ایک بڑا دن | فَعَقَرُوْهَا پھر انہوں نے کونچیں کاٹ دیں اس کی | فَاَصْبَحُوْا پس رہ گئے | | | | | |
| نٰدِمِيْنَ پشیمان | فَاَخَذَهُمُ پھر انہیں آ پکڑا | الْعَذَابُ عذاب | اِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ نشانی | وَمَا اور نہیں | كَانَ ہیں | | |
| | اَكْثَرُهُمْ انکے اکثر | مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے | وَاِنَّ اور بیشک | رَبَّكَ تمہارا رب | لَهُوَ البتہ وہ | الْعَزِيْزُ غالب | الرَّحِيْمُ نہایت مہربان | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں قوم ثمود میں حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ کس طرح آپ نے قوم کو اللہ کی یاد دلا کر اور عذاب الٰہی سے ڈرا کر توحید کی طرف متوجہ فرمایا اور شرک سے باز رہنے کی تلقین فرمائی اور بحیثیت خدا کے پیغمبر ہونے کے اپنی اطاعت کا حکم فرمایا۔ مگر جس قوم کے لوگ نفس کے پرستار ہوں اور ہوا و ہوس اور فسق و فجور میں گرفتار ہوں۔ قوت اور ثروت کے نشہ میں سرشار ہوں۔ ان کے دلوں میں داعی حق کی خیر خواہی اور پند و نصیحت کہاں اترتی ہے۔ قوم ثمود جو توحید کی بھی منکر تھی۔ آخرت کو بھی نہ مانتی تھی۔ جزا سزا اور حساب کتاب کی بھی قائل نہ تھی۔ عدل و انصاف بھی ان کی نظر میں کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ اپنی طاقت و ثروت اور حکومت پر جن کو ناز تھا وہ بھلا کہاں پیغمبر کی دعوت اور نصیحت پر کان رکھنے والی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام کی ساری پیغام رسانی اور تبلیغ حق کے جواب میں قوم نے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت صالح علیہ السلام کو سحر زدہ یعنی دیوانہ و مجنون جس کی عقل ماری گئی ہو بتلایا۔ قدیم تصورات کے مطابق پاگل پن یا تو کسی جن کے اثر سے لاحق ہوتا تھا یا جادو کے اثر سے اس لئے وہ جسے پاگل کہنا چاہتے تھے اس کو یا تو وہ مجنون کہتے یا مسحور۔ تو قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو بے عقل قرار دیا اور کہا کہ تمہاری تو عقل جاتی رہی ہے۔ ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جو ایسی

باتیں کرتے ہو۔ بظاہر تو تم ہماری طرح انسان اور بشر ہو اور ہم میں اور تم میں کوئی فرق نظر نہیں آتا کہ ہم تمہیں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر مان لیں۔ جیسے ہم آدمی ہیں ایسے ہی تم بھی آدمی ہو اور اگر واقعی تم سچے ہو اور تمہارا دعویٰ نبوت صحیح ہے تو پھر اپنے صدق کی کوئی نمایاں نشانی اور عظیم الشان ثبوت پیش کرو۔ دیکھا آپ نے کور دماغ اور اندھی بصیرت والوں کی نظر میں انسان صرف گوشت پوست کے مجموعہ کا نام ہے علمی اور عملی فضائل اور کمالات ان کے نزدیک باعث فوقیت نہیں ہوتے۔ تو قوم ثمود نے بھی حضرت صالح علیہ السلام سے یہی کہا کہ جب تک تم کوئی نمایاں محسوس عظیم الشان ثبوت اپنی نبوت کا پیش نہ کرو گے ہم نہیں مانیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بطور اتمام حجت کے پھر نصیحت کی کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ جن امتوں نے پیغمبر کی ہدایات کا انکار کیا اور ان کو جھٹلایا اور خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول کی تصدیق کے لئے کبھی بطور خود اور کبھی قوم کے مطالبہ پر کوئی ایسی نشانی نازل فرمائی جو نبی اور رسول کی تصدیق کا باعث بنے۔ لیکن اگر قوم نے اس نشانی یا معجزہ کے بعد بھی تکذیب کو نہ چھوڑا اور انکار پر اڑے رہے تو پھر عذاب الٰہی نے آ کر ان کو ہلاک اور تباہ کر دیا۔ اس لئے حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو پھر نصیحت کی مگر بغیر کسی نمایاں معجزے اور نشانی کے ظہور کے سب نے ماننے سے انکار کر دیا۔ بالآخر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو اور کس قسم کا نشان چاہتے ہو؟ اس پر قوم نے مطالبہ کیا کہ سامنے والی پہاڑی چٹان میں سے ایک ایسی اونٹنی ظاہر ہو کہ جو گابھن ہو اور ظاہر ہو کر فوراً بچہ دے۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر میں اپنے رب سے دعا کروں اور وہ یہی نشانی میرے ہاتھوں تمہیں دکھا دے تو پھر تو تمہیں میری نبوت کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ سب نے وعدہ کیا اور قول

و قرار کیا کہ ہم سب ایمان لے آئیں گے اور آپ کی نبوت مان لیں گے۔ آپ بہت جلد یہ معجزہ دکھایئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اسی وقت نماز شروع کی اور پھر اللہ عزوجل سے دعا کی تو اسی وقت ان سب کے سامنے وہ چٹان پھٹی اور حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ تو اس کو دیکھ کر کچھ لوگ حسب اقرار ایمان لے آئے لیکن اکثر لوگ پھر بھی منکر ہی رہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے تمام قوم کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی ہے جو ضابطہ مقرر کے خلاف پتھر کی چٹان سے پیدا ہوئی ہے کوئی اس کو اذیت نہ پہنچائے اگر اس کو آزار پہنچا تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں اور خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر ہو ایک دن اس اونٹنی کا ہوگا اور ایک دن ساری قوم کے چوپایوں کا۔ الغرض یہ دستور جاری رہا کہ پانی کی باری ایک دن اس اونٹنی کی رہتی اور تمام قوم اس کے دودھ سے فائدہ اٹھاتی جو جس قدر چاہتا دودھ کر لے جاتا۔ دودھ کم نہ ہوتا۔ اور دوسرے روز قوم کی باری ہوتی اور وہ اونٹنی اور اس کا بچہ بغیر روک ٹوک چراگاہوں میں چرتے اور آسودہ رہتے مگر آہستہ آہستہ یہ بات بھی قوم کو کھٹکنے لگی اور آپس میں صلاح مشورہ ہونے لگے کہ اس اونٹنی کا خاتمہ کر دیا جائے تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے کیونکہ یہ قید ہمارے چوپایوں اور خود ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ بہرحال قوم ثمود زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکی اور ایک سازش کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ رنجیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے بدبخت قوم آخر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو تین روز کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا جو تم کو ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر جائے گا۔ لکھا ہے قوم ثمود پر عذاب آنے کی علامات اگلی صبح ہی سے شروع

ہوگئیں یعنی پہلے روز ان کے چہرہ زرد پڑ گئے۔ اور دوسرے روز سب کے چہرہ سرخ تھے اور تیسرے روز ان سب کے چہرہ سیاہ تھے۔ بہر حال ان تین دن کے بعد وقت موعود آ پہنچا اور رات کے وقت ایک ہیبت ناک آواز نے ہر اس شخص کو جو منکر تھا اسی حالت میں ہلاک کردیا جس حالت میں وہ تھا قران کریم نے اس ہلاکت آفریں آواز کو کسی مقام پر صاعقہ یعنی کڑک دار بجلی اور کسی جگہ رجفہ یعنی زلزلہ ڈال دینے والی شے اور بعض جگہ طاغیہ یعنی دہشت ناک اور بعض جگہ صیحہ یعنی سخت چیخ فرمایا تو مفسرین نے ان سب کیفیتوں کو اس طرح جمع فرمایا ہے کہ زمین میں جنبش ہوئی اور زور کا زلزلہ آیا اور اوپر سے ایک سخت ہولناک چیخ سنائی دی جس سے جگر پھٹ گئے اور سب بے دین فنا کے گھاٹ اتر گئے اور وہ عذاب ان کو اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے سرکشوں کی سرکشی اور مغروروں کے غرور کا انجام ظاہر کرنے کے لئے آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا سامان پیش کر گیا۔ ایک طرف ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا اور دوسری جانب حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے پیرو اہل ایمان کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور جیسا کہ سورہ ہود میں بتلایا گیا ان کو اللہ نے اپنی رحمت سے اس عذاب سے بچالیا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کے اس واقعہ کو بھی انہیں آیات پر ختم کیا گیا جن پر دوسرے انبیاء کے گذشتہ میں بیان کئے ہوئے واقعات کو ختم کیا یعنی **ان فی ذلک لآیۃ وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم**o یعنی بے شک اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ حقیقت میں آپ کا رب بڑا زبردست اور بہت مہربان ہے کہ باوجود قدرت کے مہلت دیتا ہے۔

مفسرین نے اس قصہ کے تحت لکھا ہے کہ سنت اللہ یہ رہی ہے کہ اگر حق تعالیٰ اپنے پیغمبر کو کسی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجے اور قوم اس کی ہدایت پر کان نہ دھرے تو ضروری نہیں کہ وہ قوم ہلاک ہی کردی جائے لیکن جو قوم اپنے نبی سے اس وعدہ پر نشان طلب کرے کہ اگر ان کا مطلوبہ نشان ظاہر ہوگیا تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اور پھر وہ ایمان نہ لائے تو اس قوم کی ہلاکت یقینی ہوجاتی ہے اور خدائے تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرماتے تا آنکہ وہ تائب ہوجائے اور خدا کے دین کو قبول کرلے یا پھر عذاب الٰہی سے صفحہ ہستی سے مٹ کر دوسروں کے لئے درس عبرت بن جائے۔ مگر اس سنت اللہ سے پیغمبر آخرالزمان سیدالانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام رسالت مستثنیٰ ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی نے تصریح فرمائی ہے کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ میری امت میں عذاب عام نہ مسلط فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ محدثین نے لکھا ہے کہ لفظ امت میں امت دعوت ہو یا امت اجابت دونوں شامل ہیں۔ یعنی یہ دعا آپ کی صرف اہل اسلام اور کلمہ گویوں ہی کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلمین جن کو کلمہ کی دعوت دی جارہی ہے وہ بھی امت دعوت ہونے کی وجہ سے اس دعا میں شامل ہیں۔ اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس تصریح کی تصدیق بھی فرمادی اور سورۂ انفال نویں پارہ میں ارشاد فرمایا **وماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان کافروں پر عام عذاب مسلط نہ کرے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سرکار دوعالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ جو آج یہ امت مسلمہ باوجود ہر طرح کے معاصی اور نافرمانیوں کے عذاب عام سے بچی ہوئی ہے۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مقام حجر پر ہوا جہاں کبھی یہ قوم ثمود آباد تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قوم ثمود کے کنویں سے پانی بھرا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کرنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو پانی گرادینے اور ہانڈیاں اوندھی کردینے اور آٹا بیکار کردینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب ہوا۔ یہاں نہ قیام کرو اور نہ یہاں کی اشیاء سے فائدہ اٹھاؤ۔ آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم ان حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے۔ عجز وزاری کرتے ہوئے داخل ہوا کرو ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے نشانیاں طلب نہ کیا کرو۔ دیکھو صالح علیہ السلام کی قوم نے نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ پہاڑ کی کھو سے نکلتی اور اپنی باری میں کھاپی کر وہیں واپس چلی جاتی اور جو اس کی باری کا دن تھا اس میں قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی مگر ثمود نے آخر کار سرکشی کی اور ناقہ کی کونچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان پر چیخ کا عذاب مسلط کر دیا اور وہ اس عذاب سے گھروں کے اندر ہی مردہ ہو کر رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی عذاب سے محفوظ و مامون فرمائیں۔

اب اس کے آگے چھٹا قصہ لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے محفوظ فرمائیں۔ اور گذشتہ آیات میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے معاف فرماویں۔

اے اللہ اس امت مسلمہ میں اس وقت جو دین سے غفلت طاری ہے اس جرم عظیم کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور ہم کو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پکا اور سچا اور وفادار امتی بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہم کو اسلام سے سچی و پکی محبت نصیب فرما اور ہم کو اپنے اس دین کے لئے اپنی جانیں اور مال قربان کرنے کی ہمت وعزم عطا فرما۔ اور اپنے دین کی خدمت کسی نہ کسی درجہ میں ہم سب کے لئے مقدر فرما۔ یا اللہ! یہ قرآنی واقعات ہمارے لئے بھی باعث عبرت و نصیحت بنادے۔ ہمارے دلوں پر جو دین سے غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں ان کو چاک کر دے۔ یا اللہ! ہم کو تو آپ نے اپنی رحمت سے اشرف الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا مگر افسوس صد افسوس کہ ہم نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہ پہچانی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ سے جان چرانے لگے۔ فسق و فجور ہوا و ہوس کے شکار ہو گئے۔ نفس و شیطان کے جال میں پھنس گئے۔ یا اللہ! اب ہم آپ کے رحم و کرم کے طالب ہیں۔ نبی الرحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ہماری بدحالی کو نیک حالی سے مبدل فرمادے۔ ہم کو اپنا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار بنالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

قوم لوطؑ نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ اُن سے اُن کے بھائی لوطؑ (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں

أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾

سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اِس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ

کیا تم دنیا جہاں والوں میں سے تم مردوں کے پاس جاتے ہو۔ اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے بیبیاں پیدا کی ہیں اُن کو نظر انداز کئے رہتے ہو

عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾

بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوطؑ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔

رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ

لوطؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو اور میرے متعلقین کو ان کے اِس کام (کے وبال) سے نجات دے۔ سو ہم نے اُن کو اور اُن کے متعلقین کو سب کو نجات دی۔ بجز ایک بڑھیا کے

دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے اُن پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا، سو کیا برا مینہ تھا جو اُن لوگوں پر برسا جن کو ڈرایا گیا تھا۔ بیشک اس (واقعہ) میں (بھی) عبرت ہے،

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾

اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک آپکا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا | قَوْمُ لُوطٍ قوم لوطؑ | الْمُرْسَلِينَ رسولوں کو | إِذْ جب | قَالَ کہا | لَهُمْ ان سے | أَخُوهُمْ انکے بھائی | لُوطٌ لوطؑ | أَلَا تَتَّقُونَ کیا تم ڈرتے نہیں

إِنِّي بیشک میں | لَكُمْ تمہارے لئے | رَسُولٌ رسول | أَمِينٌ امانت دار | فَاتَّقُوا پس تم ڈرو | اللَّهَ اللہ | وَأَطِيعُونِ اور تم میری اطاعت کرو

وَمَا أَسْأَلُكُمْ اور میں نہیں مانگتا تم سے | عَلَيْهِ اس پر | مِنْ أَجْرٍ کوئی اجر | إِنْ نہیں | أَجْرِيَ میرا اجر | إِلَّا مگر۔ صرف | عَلَىٰ پر | رَبِّ الْعَالَمِينَ رب العالمین

أَتَأْتُونَ کیا تم آتے ہو | الذُّكْرَانَ مردوں کے پاس | مِنَ سے | الْعَالَمِينَ تمام جہانوں | وَتَذَرُونَ اور تم چھوڑتے ہو | مَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کیا

لَكُمْ تمہارے لئے | رَبُّكُمْ تمہارا رب | مِنْ سے | أَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں | بَلْ بلکہ | أَنْتُمْ تم | قَوْمٌ لوگ | عَادُونَ حد سے بڑھنے والے

قَالُوا بولے وہ | لَئِنْ اگر | لَمْ تَنْتَهِ تم باز نہ آئے | يَا لُوطُ اے لوطؑ | لَتَكُونَنَّ البتہ ضرور تم ہو گے | مِنَ سے | الْمُخْرَجِينَ مخرج (نکالے جانے والے

قَالَ اس نے کہا | إِنِّي بیشک میں | لِعَمَلِكُمْ تمہارے فعل سے | مِنَ سے | الْقَالِينَ نفرت کرنے والے | رَبِّ اے میرے رب | نَجِّنِي مجھے نجات دے

وَأَهْلِي اور میرے گھر والے | مِمَّا اس سے جو | يَعْمَلُونَ وہ کرتے ہیں | فَنَجَّيْنَاهُ تو ہم نے نجات دی اسے | وَأَهْلَهُ اور اس کے گھر والے | أَجْمَعِينَ سب

إِلَّا سوائے | عَجُوزًا ایک بڑھیا | فِي الْغَابِرِينَ پیچھے رہ جانے والوں میں | ثُمَّ دَمَّرْنَا پھر ہم نے ہلاک کر دیا | الْآخَرِينَ دوسرے | وَ اور

| اِنَّ بیشک | الْمُنْذَرِیْنَ ڈرائے گئے | مَطَرُ بارش | فَسَآءَ پس بری | مَطَرًا ایک بارش | عَلَیْهِمْ ان پر | اَمْطَرْنَا ہم نے بارش برسائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّ بیشک | وَ اور | مُؤْمِنِیْنَ ایمان لانے والے | اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر | كَانَ تھے | مَا نہ | وَ اور |
| | | اَلرَّحِیْمُ نہایت مہربان | الْعَزِیْزُ غالب | لَهُوَ البتہ وہ | رَبَّكَ تمہارارب | |

اس سطر کے آغاز میں: فِیْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰیَةً البتہ ایک نشانی

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام اوران کی قوم کا ذکر ہوا تھا اب آ گے ان آیات میں چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اوران کی قوم کا بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور آپ کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ گزرا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آبائی وطن سے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی تو لوط علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر کا سفر اختیار کیا تو اس وقت بھی لوط علیہ السلام آپ کے ہم سفر رہے۔ مصر سے واپسی پر آپ منصب رسالت پر فائز ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو سدوم اور عامورہ کی بستیوں کی طرف دین حنیف کی تبلیغ کے لئے بھیج دیا۔ یہ بستیاں اردن کی اس جانب واقع تھیں جہاں آج بحیرہ مردار یا بحر لوط واقع ہے جس کو انگریزی میں Dead Sea کہتے ہیں اور یہ تمام حصہ جواب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اوراس پر شہر آباد تھے جب قوم لوط پر عذاب آیا اوراس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً چارسو میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا۔ اسی لئے اس کا نام بحر لوط یا بحر میت ہے۔ لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی جوان میں موجود نہ ہو۔ دنیا کی سرکش ۔ مغرور۔ بداخلاق اور بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب وفواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث اور غیر فطری عمل کی موجد تھی

یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مردلڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس فعل قبیح اور غیر فطری عمل کا اس وقت تک کہیں رواج نہ تھا یہی خبیث اور بدبخت قوم تھی جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی۔ اسی لئے اس عمل کا نام ''لواطت'' مشہور ہے اوراس سے بھی زیادہ شرارت۔ خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر ومباہات کے ساتھ اس کے مرتکب رہتے یہ غیر فطری اوراخلاق سوز حرکت اس قوم میں شخصی اور انفرادی حدود سے بڑھ کر قومی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ اس کے علاوہ مسافروں کی رہزنی اور ڈاکہ زنی بھی ان میں رائج تھی جیسا کہ سورۂ عنکبوت ۲۰ ویں پارہ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اسی بدکرداراور بدبخت قوم کی ہدایت اور اصلاح کے لئے حضرت لوط علیہ السلام مامور فرمائے گئے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اس گمراہ قوم کی اصلاح کی انتہائی کوشش کی اور ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثت پر ملامت کی۔ شرافت وطہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور حسن خطابت اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہوسکتے تھے ان کو سمجھایا اور نصیحت کی اور گذشتہ اقوام کے بداعمالیوں کے نتائج وثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ پڑا اور آپ کی تکذیب کی اور مذاق اڑایا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم لوط نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی یعنی اگر چہ ان کی طرف صرف حضرت لوط علیہ السلام اللہ کے پیغمبر مبعوث ہوئے تھے مگر انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور ایک پیغمبر کی تکذیب گویا اللہ کے تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے

کیونکہ پیغام ہدایت اور تبلیغ حق سب پیغمبروں کا ایک ہی ہے۔
آگے بتلایا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا اور ان پر یہ بات واضح کی کہ میں تم تک خدا کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہارے اعمال بد کے عواقب اور نتائج سے تمہیں ڈراتا ہوں تا کہ تم خدا کا خوف کرو اور ہدایت اختیار کرو۔ اس وعظ و نصیحت سے میرا مقصد دنیاوی نام و نمود حاصل کرنا یا مال و دولت جمع کرنا نہیں ہے اس لئے کہ نہ تم سے مجھے کوئی لالچ ہے اور نہ تم سے میں کسی چیز کا طالب ہوں۔ میرا بدلہ تو صرف اس رب العالمین کے ذمہ ہے جس کی پیغام رسانی کا کام میرے سپرد ہوا ہے۔ اگر تم میں کچھ بھی عقل ہو تو سمجھ لو کہ ایسا شخص جس کی کوئی غرض نہ ہو اور جس کو تم سے کوئی طمع اور ہوس نہ ہو جھوٹ نہیں بولے گا اور نہایت امانت و دیانت سے خدا کا پیغام تم کو پہنچائے گا اس کے بعد آپ نے بار بار ان کی مخصوص گمراہی یعنی شہوت پرستی اور غیر فطری افعال کی طرف ان کو توجہ دلائی اور اس سے ان کو باز رکھنے کی کوشش کی اور سمجھایا کہ تم مردوں سے نفسانی تعلقات قائم کرتے ہو اور وہ جائز عورتیں جو فطرۃً جنسی تعلقات کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور مردوں کے جوڑے ہیں تم ان کو ترک کرتے ہو۔ یہ شہوت رانی کی انتہائی حد ہے اور دائرہ فطرت سے باہر قدم رکھنا ہے اور احکام الٰہیہ سے انتہائی سرکشی ہے۔ مگر انسان کی عقل پر جب مادی قوتوں کا عام تسلط ہو جاتا ہے اور روحانی طاقت نفسانی طاقتوں سے مغلوب ہو جاتی ہے تو علاوہ علم و ادراک سے غافل ہونے اور حقائق کائنات سے توجہ کو ہٹا لینے کے اس کی مادی قوتیں بھی صحیح کام نہیں کرتیں۔ اچھے برے مفید اور مضر اور صحیح و غلط کا فرق اس کو معلوم نہیں ہوتا۔ نفس کا گھوڑا بے لگام ہو جاتا ہے تو کھائی اور خندق کی تمیز نہیں رہتی۔ قوم لوط کی بصیرت بھی اندھی تھی اور عقل پر نفس و شہوت کا غلبہ تھا مشفق اور ناصح پیغمبر کی نصیحت کو مانا تو درکنار کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم اس وعظ و نصیحت سے باز نہ آئے اور یونہی روکتے ٹوکتے رہے تو ہم اپنی بستی سے تم کو باہر نکال دیں گے۔ یہاں تمہیں رہنا نصیب نہ ہوگا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے جلاوطن کرنے کی کیا دھمکی دیتے ہو۔ میں اس دھمکی سے کہنے سننے اور وعظ و نصیحت سے نہ رکوں گا۔ میں تم سب کے سامنے تمہاری ان حرکتوں سے اپنی بیزاری اور نفرت اور برأت کا اعلان کرتا ہوں اور جب میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں تو کہنا سننا کیسے چھوڑ دوں گا۔ لوط علیہ السلام نے ہر چند خدا کے عذاب اور اس کے غضب سے ڈرایا مگر بدنصیب قوم اس پر بھی نہ سنبھلی اور عذاب الٰہی کا بھی یقین نہیں کیا اور جیسا کہ سورۂ عنکبوت ۲۰ویں پارہ میں بتلایا گیا کہ قوم کے منکروں نے کہا بھی تو یہ کہا کہ اگر تم واقعی سچے نبی ہو اور واقعی سچ کہتے ہو کہ ہمارے یہ کام خراب اور مستوجب عذاب ہیں تو دیر کیا ہے وہ عذاب لے آؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس قوم پر عذاب آ کر رہے گا کیونکہ نہ صرف اس فعل شنیع کی مرتکب اور بانی ہے بلکہ اس کے جاری رکھنے پر اس قدر اصرار ہے کہ نصیحت کرنے والے پیغمبر کو اپنی بستی سے نکالنے پر تیار ہے اور جب ان کی فطرت اور طبائع اس قدر مسخ ہو چکی ہیں کہ خوف خدا کا کوئی شائبہ بھی دلوں میں باقی نہیں۔ عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور پیغمبر کے مقابلہ میں آمادہ ہیں تو قوم کی ہلاکت کے یہ آثار دیکھ کر آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے اور میرے اہل کو ان کی بدکرداری کے وبال و عذاب سے بچا لے۔ آیت میں اہل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اہل سے مراد صرف گھر والے ہی نہیں بلکہ وہ تمام مومن مراد ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے وہ سب آپ کے متبعین تھے اور آپ کے اہل کہلانے کے مستحق تھے اور جو باوجود قریبی تعلق اور

رشتۂ قرابت کے آپ کے فرمان پذیر نہ تھے۔ وہ آپ کے اہل کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ نسبتی تعلق محض اعتباری ہے۔ اصل تعلق دین کا ہے۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے اپنی قوم کا ساتھ دیا اور انہیں کے ساتھ تباہ ہوئی۔ قرآن پاک کی دوسری آیات میں جہاں حضرت لوط علیہ السلام کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ملائکہ عذاب دینے کے لئے سدوم پہنچے تو حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں مہمان ہوئے۔ یہ اپنی شکل صورت میں حسین وخوبصورت اور عمر میں نوجوان لڑکوں کی حیثیت میں تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کو دیکھا تو گھبرا گئے اور خوف ہوا کہ بدبخت قوم میرے ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی کیونکہ ابھی تک آپ کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہ خدا کے پاک فرشتہ ہیں ابھی حضرت لوط علیہ السلام اسی فکر ہی میں تھے کہ قوم کو خبر لگ گئی اور لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم ان کو ہمارے حوالہ کردو۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ کیا تم میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے تم کیوں اس لعنت میں گرفتار ہو اور خواہشات نفس کے پورا کرنے کے لئے فطری طریق عمل کو اور حلال طریقہ سے عورتوں کو رفیقۂ حیات بنانے کی جگہ اس ملعون بے حیائی کے درپے ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام کی اس پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ ہم ملائکہ عذاب ہیں اور خدا کے قانون جزائے اعمال کا فیصلہ ان کے حق میں اٹل ہے وہ اب ان کے سر سے ٹلنے والا نہیں آپ اور آپ کے اہل اس عذاب سے محفوظ رہیں گے مگر آپ کی بیوی ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور آپ کا ساتھ نہ دے گی۔ ان کے عذاب کا وقت صبح کا ہے آپ ابتدائے شب میں اپنے اہل سمیت اس بستی سے رخصت ہو جایئے اور آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ حضرت لوط علیہ السلام ملائکہ کی ہدایات کے موافق اس بستی سے مع رفقا کے رخصت ہو گئے لیکن آپ کی بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کردیا اور وہ سدوم ہی میں رہ گئی۔ آخر عذاب الٰہی کا وقت آ پہنچا تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کردیا۔ پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹادیا اور وہی ہوا جو گذشتہ قوموں کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہو چکا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے تذکرہ کو بھی انہی آیات پر ختم کیا گیا جن پر دوسرے انبیاء کے تذکرہ کو ختم کیا گیا تھا یعنی **ان فی ذلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم** بیشک اس واقعہ میں بھی عبرت ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا اور بڑی رحمت والا ہے کہ عذاب دے سکتا تھا مگر ابھی مہلت دے رکھی ہے۔

اب آگے ساتواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم اصحاب ایکہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر طرح کے ظاہری وباطنی عذاب سے محفوظ و مامون فرمائیں۔ اور نافرمان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَيۡبٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ

اصحاب الایکہ نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ اُن سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔

اَمِيۡنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا، بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوۡفُوا الۡـكَيۡلَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ﴿۱۸۲﴾

تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان مت کیا کرو۔ اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔

وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ

اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سر زمین میں فساد مت مچایا کرو۔ اور اُس سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات

وَالۡجِـبِلَّةَ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِيۡنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَاِنۡ نَّظُنُّكَ

کو پیدا کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔ اور تم تو محض ہماری طرح ایک آدمی ہو اور ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے

لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسۡقِطۡ عَلَيۡنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ

خیال کرتے ہیں۔ سو اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو شعیب (علیہ السلام) بولے

رَبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ

کہ تمہارے اعمال کو میرا رب (ہی) خوب جانتا ہے۔ سو وہ لوگ اُن کو جھٹلایا کئے پھر اُن کو سائبان کے واقعہ نے آپکڑا، بیشک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔

عَظِيۡمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۹۱﴾

اس (واقعہ) میں (بھی) عبرت ہے، اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بیشک آپ کا رب بڑی قوت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| كَذَّبَ جھٹلایا | اَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ ایکہ (بَن) والے | الۡمُرۡسَلِيۡنَ رسول | اِذۡ قَالَ جب کہا | لَهُمۡ انہیں | شُعَيۡبٌ شعیب | اَلَا تَتَّقُوۡنَ کیا تم ڈرتے نہیں؟ | |
| اِنِّىۡ بیشک میں | لَـكُمۡ تمہارے لئے | رَسُوۡلٌ رسول | اَمِيۡنٌ امانت دار | فَاتَّقُوۡا سو ڈرو تم | اللّٰهَ اللہ | وَاَطِيۡعُوۡنِ اور میری اطاعت کرو | |
| وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ اور میں نہیں مانگتا تم سے | عَلَيۡهِ اس پر | مِنۡ اَجۡرٍ کوئی اجر | اِنۡ نہیں | اَجۡرِىَ میرا اجر | اِلَّا مگر صرف | عَلٰى پر | رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ رب العالمین |
| اَوۡفُوۡا تم پورا کرو | الۡـكَيۡلَ ماپ | وَلَا تَكُوۡنُوۡا اور نہ ہو تم | مِنَ سے | الۡمُخۡسِرِيۡنَ نقصان دینے والے | وَزِنُوۡا اور وزن کرو | بِالۡقِسۡطَاسِ ترازو سے | |
| الۡمُسۡتَقِيۡمِ ٹھیک سیدھی | وَلَا تَبۡخَسُوۡا اور نہ گھٹاؤ | النَّاسَ لوگ | اَشۡيَآءَهُمۡ اُن کی چیزیں | وَلَا تَعۡثَوۡا اور نہ پھرو | فِى الۡاَرۡضِ زمین میں | | |
| مُفۡسِدِيۡنَ فساد مچاتے ہوئے | وَاتَّقُوۡا اور ڈرو | الَّذِىۡ وہ جس نے | خَلَقَكُمۡ پیدا کیا تمہیں | وَالۡجِبِلَّةَ اور مخلوق | الۡاَوَّلِيۡنَ پہلی | قَالُوۡا وہ بولے (کہنے لگے) | |

| إِنَّمَآ اسکے سوانہیں | أَنْتَ تو | مِنَ سے | الْمُسَحَّرِيْنَ سحرزدہ | وَمَآ أَنْتَ اور نہیں تو | إِلَّا مگر۔صرف | بَشَرٌ ایک بشر | مِّثْلُنَا ہم جیسا | |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- | --- | --- | --- |
| وَإِنْ نَّظُنُّكَ اور البتہ ہم گمان کرتے ہیں تجھے | لَمِنَ البتہ۔سے | الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے | فَأَسْقِطْ سوتو گرا | عَلَيْنَا ہم پر | كِسَفًا ایک ٹکڑا | مِّنَ سے۔کام | | |
| السَّمَآءِ آسمان | إِنْ كُنْتَ اگرتو ہے | مِنَ سے | الصّٰدِقِيْنَ سچے | قَالَ فرمایا | رَبِّيْٓ میرارب | أَعْلَمُ خوب جانتا ہے | بِمَا جوکچھ | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو |
| فَكَذَّبُوْهُ توانہوں نے جھٹلایا اسے | فَأَخَذَهُمْ پس پکڑا انہیں | عَذَابُ عذاب | يَوْمِ الظُّلَّةِ سائبان والا دن | إِنَّهٗ بیشک وہ | كَانَ تھا | عَذَابَ عذاب | | |
| يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑا (سخت) دن | إِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ نشانی | وَ اور | مَا كَانَ نہ تھے | أَكْثَرُهُمْ انکے اکثر | مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے | |
| | وَإِنَّ اور بیشک | رَبَّكَ تیرارب | لَهُوَ البتہ وہ | الْعَزِيْزُ غالب | الرَّحِيْمُ نہایت مہربان | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ فرمایا گیا تھا اب آگے ان آیات میں ساتواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم اصحاب ایکہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا تذکرہ قرآن پاک میں سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور وہاں بتلایا گیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت قبیلہ مدین میں ہوئی تھی۔ یہاں سورۂ شعراء میں آپ کی قوم کا نام اصحاب الایکہ بتلایا گیا۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ کا نام ہے۔ چونکہ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا اس لئے باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافی حیثیت سے اصحاب ایکہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اصحاب ایکہ کے معنی ہیں جھنڈ والے۔ ''ایکہ'' ان سرسبز شاداب جھاڑیوں کو کہتے ہیں جو ہرے بھرے درختوں کی کثرت کی وجہ سے جنگلوں اور بنوں میں اگی رہتی ہیں۔ قبیلہ مدین جہاں آباد تھا یعنی بحر قلزم کے مشرقی کنارہ اور عرب کے شمال مغرب میں شام کے متصل اس جگہ کو آب وہوا کی لطافت۔ نہروں اور چشموں کی کثرت نے اس قدر شاداب اور پرفضا بنادیا تھا اور یہاں میووں پھلوں اور خوشبودار پھولوں کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ اگر ایک شخص آبادی سے باہر کھڑے ہوکر نظارہ کرتا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ مقام ایک نہایت شاداب اور گھنے درختوں کا ایک بن ہے اسی وجہ سے قرآن کریم نے اس کو ''ایکہ'' کہہ کر تعارف کرایا۔ بہرحال حضرت شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم میں مبعوث ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ خدا کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب صرف افراد میں ہی نہیں پایا جاتا بلکہ ساری قوم اپنی بداعمالیوں میں اس قدر سرمست وسرشار ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہورہا ہے معصیت اور گناہ ہے بلکہ اپنے ان اعمال کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ ان کی بہت سی بداخلاقیوں اور نافرمانیوں سے قطع نظر جن قبیح امور نے خصوصیت کے ساتھ اس قوم میں رواج پالیا تھا وہ مشرکانہ رسوم اور خرید وفروخت میں دھوکہ دہی۔ تمام معاملات میں کھوٹ اور ڈاکہ زنی تھے۔ دنیا کی قوموں کے عام رواج کے مطابق دراصل ان کے زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی۔ دولت وثروت کی فراوانی۔ اور خوشحالی نے ان کو اس قدر مغرور بنادیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کے لئے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہیں گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ خدائے تعالیٰ کی عطاوبخشش ہے شکرگزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ غرض ان کی فارغ البالی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیاں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کردیئے

تھے آخر سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ حق دکھانے دعوت اسلام اور پیغام حق سنانے فسق و فجور سے بچانے اور امین و متقی اور با اخلاق بنانے کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو منصب نبوت سے نواز کران کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیرین کلامی۔ حسن خطابت۔ طرز بیان اور طاقت لسان میں بہت نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ اسی لئے مفسرین آپ کو خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کی بداعمالیوں کو دیکھ کر سخت دکھ محسوس کیا اور رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے قوم کو انہی اصول کی طرف بلایا جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت وارشاد کا خلاصہ ہے۔ خدا کی توحید اور شرک سے بیزاری تو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک تعلیم تھی۔ اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام بھی وہی پیغام پہلے دیتے ہیں جو اور انبیاء کرام نے دیئے یعنی ایک اللہ سے ڈرو اور مجھے اس کا رسول مانو۔ مجھے اپنا پیغام حق جوں کا توں پہنچانے کے لئے اللہ نے اپنا پیغمبر مقرر کیا ہے اور میں اس حیثیت سے تمہیں اپنی پیروی کا حکم دیتا ہوں اور میں تمہیں اپنی پیروی اور اتباع کے لئے اس لئے نہیں کہتا کہ مجھے تم سے کوئی لالچ ہے اور میں اپنے لئے تم سے مال و جاہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میرے کام کا صلہ و بدلہ تو مجھے رب العالمین ہی دے گا۔ تم سے میں کچھ نہیں چاہتا۔ یہ بات سارے انبیاء پہلے جتلا دیتے ہیں تا کہ قوم انہیں صاحب غرض قرار دے کران سے بدک نہ جائے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ناپ تول درست کرنے اور لین دین کو صحیح کرنے کی ہدایت فرمائی اور قوم سے فرمایا کہ جب کسی کو کوئی چیز ناپ کر دو تو پیمانہ بھر کر دو اسکے حق سے کم نہ کرو۔ اسی طرح دوسرے سے جب لو تو زیادہ لینے کی کوشش اور تدبیر نہ کرو۔ یہ کیا کہ لینے کے وقت پورا بلکہ زیادہ لو اور دینے کے وقت کم دو۔ دین و لین دونوں صاف اور پورے رکھو۔ ترازو اچھی رکھو جس میں تول صحیح آئے۔ بٹے بھی پورے رکھو اور تول میں عدل کرو۔ ڈنڈی نہ مارو۔ پھر کسی کی راہ نہ مارو۔ چوری چکاری لوٹ مار، غارت گری۔ رہزنی سے بچو۔ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خوف زدہ کر کے مال نہ لوٹو۔ اس خدا سے ڈرو اور اس کے عذاب کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا اور تمہارا اور تمہارے بڑوں کا رب ہے۔ مگر جب انسان گمراہی کی دلدل میں دھنس جاتا ہے اور باطل کی سیاہی دل کو گھیر لیتی ہے اور مادی قوت و ثروت۔ مال دولت۔ صحت و تندرستی اور عیش و عشرت کی بنا پر دنیا کی خرافات کی کشش اسکے ہوش وحواس پر چھا جاتی ہے تو پھر اسکی سرکشی بھی دوبالا و سہ بالا ہو جاتی ہے اور پھر وہ شیطان کا چیلا بنے بغیر نہیں رہتا۔ الا ماشآء اللہ مگر جسے اللہ ہدایت کرے اور ایمان کی دولت بخشے۔ اکثر قومیں اسی بنا پر تباہ ہوئیں چنانچہ اصحاب ایکہ نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کو آپکی پند و نصیحت۔ وعظ و تبلیغ کے جواب میں وہی جواب دیا جو پہلے بے دین اور منکرین اپنے پیغمبروں کو دیتے چلے آئے تھے کہ تم جادو زدہ ہو۔ تمہاری عقل ٹھکانے نہیں رہی تم نبی کس طرح ہو سکتے ہو۔ تم ہم جیسے انسان ہو۔ ہم پر تم کو کیا فوقیت ہے؟ ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو۔ ہم تمہارا پیغمبری کا دعویٰ تسلیم نہیں کرتے اور اگر واقعی تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو کوئی بات دکھاؤ جو اوروں سے نہیں ہو سکتی۔ مثلاً آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی توڑ کر ہم پر گرا دو۔ اکثر منکرین نے اپنے پیغمبروں سے ایسے ہی مطالبات کئے اس خیال سے کہ نہ یہ ایسا کر سکے گا نہ ہم اسے مانیں گے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا رب تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔ تمہارا کوئی قول و عمل اللہ کے احاطہ علمی سے خارج نہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ بداعتقادیاں۔ یہ

بدچلنیاں اور یہ گستاخیاں خدا کو معلوم نہیں وہ ضرور جانتا ہے اور مناسب وقت پر سزا بھی دیگا۔

اصحاب ایکہ کے اس مطالبہ اور حضرت شعیب علیہ السلام کے اس جواب میں کفار مکہ کے لئے بھی ایک تنبیہ تھی۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مطالبے کرتے تھے۔ سورۂ بنی اسرائیل ۱۵ویں پارہ میں کفار مکہ کے مطالبات نقل فرمائے گئے ہیں جہاں انہوں نے کہا **اوتسقط السمآء کما زعمت علینا کسفًا** یا تم ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرادو جیسا کہ تم دعویٰ رکھتے ہو۔ اس لئے کفار مکہ کو سنایا جارہا ہے کہ ایسا ہی مطالبہ اصحاب ایکہ نے اپنے پیغمبر سے کیا تھا اس کا جو جواب انہیں ملا وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی تمہاری طلب کا جواب ہے۔ آگے حق تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ قوم حضرت شعیب علیہ السلام کو برابر جھٹلاتی رہی آخر اس کا نتیجہ وہی ہوا جو حق و باطل کا آخری مرحلہ ہے جس کے بعد خدائے تعالیٰ کا وہ قانون جس کو قانون "پاداش عمل" کہا جاتا ہے ایسی سرکش اور نافرمان اور متکبر قوموں کے لئے دنیا ہی میں نافذ ہوجاتا ہے اور ان کو ہلاک و تباہ کرکے آنے والی نسلوں اور قوموں کے لئے سامان عبرت و نصیحت مہیا کردیتا ہے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں عذاب الٰہی نے آگھیرا۔ اس قوم پر تین قسم کا عذاب آیا تھا اور قرآن پاک میں تین مقامات پر تینوں کا بیان ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ ایک غیبی سخت آواز سے ان کے جگر پھٹ گئے اور یہاں سورۂ شعراء میں فرمایا کہ انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے آپکڑا۔ اس **عذاب یوم الظلة** کی تشریح مفسرین نے یوں لکھی ہے کہ سات دن تک ان کے علاقہ میں وہ سخت گرمی پڑی کہ الامان الحفیظ۔ کسی جگہ کسی سایہ میں کہیں ٹھنڈک یا راحت میسر نہ تھی۔ تڑپ اٹھے۔ بے قرار ہوگئے۔

سات دن کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف چلا آرہا ہے۔ وہ آکر ان کے سروں پر چھا گیا یہ سب گرمی اور حرارت سے زچ ہوگئے تھے اس کے سایہ میں راحت و ٹھنڈک پاکر سارے کے سارے اس کے نیچے پہنچ گئے جب سب جمع ہوگئے تو ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسنے لگی۔ ساتھ ہی ہولناک زلزلہ آیا اور زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگی اور اس زور کی آواز آئی کہ جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور سارے کے سارے بہ یک آن تباہ و برباد ہوگئے۔ اس دن کے سائبان والے عذاب نے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ جہاں قوم کے منکرین کا یہ حال ہوا وہیں جیسا کہ سورۂ ہود میں بتلایا گیا حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کے ساتھی جو آپ پر ایمان لے آئے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بچالیا۔ آخر میں اس قصہ کو انہیں آیات پر ختم کیا گیا جن پر گذشتہ چھ انبیاء کے واقعات کو ختم کیا گیا تھا یعنی **ان فی ذٰلک لاٰیة وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم** یعنی اس واقعہ میں بھی عبرت ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا اور بڑی رحمت والا ہے کہ عذاب نازل کرسکتا ہے مگر مہلت دے رکھی ہے۔

یہاں تک اس سورۃ میں سات انبیاء کرام اور ان کی اقوام کے قصہ بیان فرما کر اس سلسلہ کو ختم فرمایا گیا ان قصص قرآن کا مقصد شروع سورۃ میں بھی عرض کیا گیا تھا اور خود سورۂ ہود میں قرآن کریم نے جو مقاصد ان قصص کے بیان کئے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے **وکلا نقص علیک من انباء الرسل مانثبت به فؤادک وجاء ک فی ھٰذہ الحق وموعظة وذکرٰی للمؤمنین** (اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ

سب قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں کے اندر آپ کے پاس حق پہنچا ہے اور ان میں نصیحت اور یاددہانی اہل ایمان کے لئے ہے) گویا اس آیت میں قصص قرآن کی چار حکمتیں بیان کی گئیں۔

(۱) پہلی مصلحت کا تعلق خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے تھا۔ آپ کا جذبہ تبلیغ دین چونکہ درجہ کمال پر پہنچا ہوا تھا اس لئے قوم کے اعراض اور سرکشی کو دیکھ کر آپ مضطرب اور بے چین ہوتے اس لئے آپ کی تسلی کے لئے گذشتہ انبیاء کرام کے واقعات سنائے تاکہ یہ امر واضح ہوجائے کہ معاندین اور مخالفین کا یہ بغض وعناد صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء سلف کے ساتھ منکرین کا یہی معاملہ رہا۔ پھر بھی فتح ہمیشہ حق کی ہوئی۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ آپ کے قلب مبارک کو سکون حاصل ہو۔

(۲) دوسری مصلحت یہ ہے کہ ان قصص میں دین الٰہی کا نچوڑ ہے۔ شریعتیں گاہ بگاہ وقت کی ضرورت اور مشیت الٰہی کے مطابق بدلتی رہی ہیں مگر دین حق ہمیشہ سے ایک ہی ہے اور ہر نبی ہر زمانہ میں اسی کی تعلیم دیتا ہوا آیا ہے۔

(۳) تیسرے ان قصص میں مومنین کے لئے نصیحت ہے۔ چونکہ یہ سرگذشتیں ایسے واقعات سے پُر ہیں جو برائی۔ گمراہی۔ نافرمانی اور سرکشی سے روکتے ہیں اور ایمان وتقویٰ ونیکی کی ترغیب دلاتے ہیں۔

(۴) چوتھے یہ قصص لوگوں کے لئے سامان عبرت رکھتے ہیں چونکہ پچھلی اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج وانجام کو دیکھ کر خود اپنی بداعمالیوں پر نظر جائے گی اور ان کے انجام سے خوف پیدا ہوگا جو عبرت کا کام کرے گا۔ اور معلوم ہوگا کہ خدا کا قانون مکافات ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے جس نے دین حق کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ کامیاب اور بامراد رہا اور جو اس سے بھٹکا اور اعراض حق معصیت اور طغیان کو اختیار کیا اس کا نتیجہ ہمیشہ بربادی اور تباہی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اب یہ سات انبیاء کرام کے تاریخی واقعات بیان فرما کر سلسلہ کلام اسی مضمون کی طرف پھرتا ہے جس سے سورۃ کا آغاز فرمایا گیا تھا یعنی قرآن کریم اور کتاب مبین کی حقانیت جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی کامل پابندی ظاہر میں اور باطن میں نصیب فرمائیں۔ اور مومنین مخلصین کی سی کامیابی دین ودنیا میں عطا فرمائیں۔ اور نافرمانوں اور سرکشوں کی بداطواری اور بداخلاقی اور اس کے انجام بد سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔

یااللہ! دنیا آپ کی اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کو مانے یا نہ مانے۔ ہم جو قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ کے تمام انبیاء ورسل پر ایمان لائے ہیں ہم کو اپنی ہدایت سے محروم نہ فرما۔ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمادے۔ ہمیں اپنی ذات عالی اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح تعلق نصیب فرمادے۔ جن مقاصد کے لئے یہ قرآنی قصص قرآن کریم میں سنائے گئے ہیں ہمیں ان سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تاکہ آپ (بھی) منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ

اور اس (قرآن) کا ذکر پہلی اُمتوں کی (آسمانی) کتابوں میں ہے۔کیا ان لوگوں کیلئے یہ بات دلیل نہیں ہے

عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾

کہ اس کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ | لَتَنْزِيْلُ البتہ اتارا ہوا | رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کا رب | نَزَلَ بِهٖ اس کے ساتھ (لے کر) اترا | الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ جبریل امین | |
| عَلٰى پر | قَلْبِكَ تمہارا دل | لِتَكُوْنَ تاکہ تم ہو | مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ڈرسنانے والوں میں سے | بِلِسَانٍ زبان میں | عَرَبِيٍّ عربی | مُّبِيْنٍ روشن (واضح) |
| وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ | لَفِيْ میں | زُبُرِ صحیفے | الْاَوَّلِيْنَ پہلے (پیغمبر) | اَوَ کیا | لَمْ يَكُنْ نہیں ہے | لَهُمْ ان کیلئے | اٰيَةً ایک نشانی |
| | اَنْ يَّعْلَمَهٗ کہ جانتے ہیں اس کو | عُلَمٰٓؤُا علماء | بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل | | |

تفسیر وتشریح:۔اس سورۃ کی ابتدا قرآن کریم کے ذکر سے فرمائی گئی تھی کہ یہ قرآن ایک واضح اور کھلی کتاب ہے جو اللہ عزوجل نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کی ہے اور اس کی تکذیب پر دھمکی دی تھی۔اور وعید سنائی گئی تھی۔درمیان میں منکرین اور مکذبین حق کے کئی واقعات بیان ہوئے جن میں بتلایا گیا کہ منکرین کو حق سے انکار کا کیا خمیازہ بھگتنا پڑا۔پھر سلسلۂ کلام اسی مضمون سابق یعنی قرآن کریم کی حقانیت پر فرمایا جارہا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم اور کتاب مبین وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے رب العالمین نے نازل فرمایا ہے یعنی یہ کسی انسان یا مخلوق کی من گھڑت چیز نہیں ہے یا اسے جیسا کہ مخالفین اور معاندین الزام لگاتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تصنیف نہیں کرلیا ہے بلکہ یہ پروردگار عالم رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں یہ جو فرمایا کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے تو لفظ رب العالمین دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فرمایا۔اول یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہماری جسمانی پرورش کرتے ہیں۔رزق اور روزی دیتے ہیں اسی طرح روحانی تربیت بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور روحانی تربیت کا ذریعہ وحی اور پیغمبر پر کتاب نازل کرنا ہے دوسرے یہ کہ منکرین جو اس نعمت آسمانی کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں اور پھر اب تک گرفت اور عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو اس کا یہی سبب ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جس کا شیوہ رحمت عام ہے ورنہ دیکھئے کہ کیا ہوتا اور اسی لئے جو گذشتہ واقعات اور قصص سنائے گئے ان میں سے ہر ایک کو وان ربک لھو العزیز الرحیم پر ختم فرمایا گیا جس سے قرآن کے مخالفوں کو یہ جتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں دم بھر میں ہلاک کرسکتے ہیں لیکن رحیم بھی ہیں اور رب ہیں تمہاری پرورش کرنے والے ہیں۔تم پر ترس کھانے والے ہیں اس لئے مہلت دے رکھی ہے۔تو اوپر یہ جو فرمایا تھا کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس پر یہ شبہ باقی رہتا تھا کہ رب العالمین نے کس طرح سے نازل کیا ہے؟ کیا یہ لکھی لکھائی کتاب آسمان سے گر پڑی یا فرشتہ لے کر آیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب سے آواز آتی ہے یا براہ راست خدا تعالیٰ آپ سے باتیں کرتا ہے۔کیا صورت ہے؟ اس کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ روح الامین کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتاری گئی صاف اور شگفتہ اور واضح عربی زبان میں۔یعنی پیام الٰہی کا القا اللہ کے فرشتہ نے رسول خدا کے دل پر کیا۔یہاں روح الامین سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں سورۂ بقرہ میں صراحت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کلام الٰہی کا القا کرتے ہیں۔یہاں نام لینے کی بجائے ان کے لئے روح الامین یعنی امانت دار روح کا لقب استعمال فرمایا گیا۔اور روح اور امین

ان دو لفظوں کے یہاں لانے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ رب العالمین کی طرف سے اس تنزیل کو لے کر کوئی مادی طاقت نہیں آئی ہے جس کے اندر تغیر و تبدل کا امکان ہو بلکہ وہ ایک خالص روح ہے اور پوری طرح امین ہے خدا کا پیغام جیسا اس کے سپرد کیا جاتا ہے ویسا ہی بلا کمی بیشی سے پہنچا دیتی ہے اپنی طرف سے کچھ بڑھانا یا گھٹانا اس کے لئے ممکن نہیں۔ حاصل یہ کہ یہ قرآن کریم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک جبرئیل امین جیسے زبردست محافظ نے پہنچایا ہے جن کے لائے ہوئے پیام پر کسی غلطی یا تحریف کا امکان نہیں۔ اب ایک سوال یہ ہوسکتا ہے کہ جبریل علیہ السلام کی معرفت کلام کا نزول کیا غرض و مقصد رکھتا ہے۔ اس کا جواب لتکون من المنذرین میں دیا گیا یعنی جس طرح اور پیغمبروں نے اپنی امت کو احکام الٰہیہ پہنچائے آپ بھی پہنچائیں اور گمراہ انسانوں کو پیام ہدایت دے کر خلاف ورزی کرنے والوں کو ہلاکت اور عذاب سے ڈرائیں۔ اب ایک یہ وہم ہوسکتا تھا کہ جبرئیل امین کا القا تو روحانی ہوگا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں معانی کا الہام ہوا ہو اور ان معانی کو الفاظ کا جامہ پہنا کر خود آپ نے پیش کر دیا ہو۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا بلسان عربی مبین یعنی وہ امانت دار روح اس کلام کو صاف صاف عربی زبان میں لائے ہیں یعنی جبرئیل علیہ السلام کا القا صرف القاء معانی نہیں بلکہ معانی الفاظ سمیت خدائے تعالیٰ کی طرف سے عربی زبان میں نازل کئے جاتے ہیں۔ پھر آگے صداقت قرآن کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اس قرآن کا ذکر پہلی امتوں کی آسمانی کتابوں میں بھی ہے کہ ایک ایسی شان کا پیغمبر ہوگا اور اس پر ایسا کلام نازل ہوگا۔ انبیاء سابقین برابر نبی آخرالزمان کی پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ توریت وانجیل وغیرہ میں باوجود بہت سی تحریف اور تبدیل کے اب تک بھی ایک ذخیرہ اس قسم کی پیشین گوئیوں کا پایا جاتا ہے جسے علماء اور مفسرین نے جمع بھی فرمایا ہے۔ جس وقت یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ظاہر ہے کہ اس وقت مدینہ میں اسلام نہ پھیلا تھا جہاں علمائے یہود موجود تھے اور اہل مکہ اور مشرکین عرب دین الٰہی کا حامل اور علم کا خازن بنی اسرائیل یعنی یہود کے علماء کو جانتے تھے تو کفار مکہ کو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت معلوم کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اسرائیلی علماء نبی آخرالزمان کے احوال یعنی خصوصی صفات اور حلیہ وغیرہ اپنی کتابوں کی بناپر بخوبی جانتے ہیں تو اہل مکہ جو کتابی علم سے ناآشنا سہی مگر بنی اسرائیل کے اہل علم تو گردوپیش کے علاقوں میں موجود ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے اور یہ وہی پیغمبر ہیں جن کی خبر پہلے سے آسمانی صحیفوں میں دی گئی تھی چنانچہ بعض انصاف پسند اسی علم کی بناپر مسلمان ہوگئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل ہی بحیرا راہب نے شناخت کر لیا تھا اور آپ کے چچا ابوطالب سے کہہ دیا تھا کہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کی بشارت مسیح علیہ السلام نے دی۔ تمام علمائے بنی اسرائیل نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے کے تو پہلے ہی سے منتظر تھے اور تمام صفات واحوال وبشارات کو اپنی مذہبی کتابوں میں پڑھتے تھے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو دنیوی اغراض کی خاطر منکر ہوگئے اور بقدر امکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات واحوال کو اپنی کتابوں سے نکال ڈالا۔ یہود کی مذہبی کتابوں میں نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کے خلفائے راشدین تک کے حالات موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بیت المقدس کے محاصرہ کے وقت جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود تشریف لے گئے اور بیت المقدس کے سب سے بڑے راہب نے آپ کو شناخت کیا تو اپنی کتابوں کی صراحت کے موافق شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔

الغرض کفار مکہ ومشرکین عرب کو قرآن کے حقانیت کی ایک دلیل یہ دی گئی کہ پہلے نبیوں پر جو کتابیں آئیں ان میں اس آخری کتاب اور نبی آخرالزمان کا ذکر موجود ہے جو علمائے یہود خوب جانتے ہیں تو کیا یہ اس بات کی نشانی نہیں کہ یہ کتاب اور یہ نبی برحق ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حقانیت قرآن کے سلسلہ میں یہاں یہ بتلایا گیا کہ قرآن کس کا بھیجا ہوا ہے کس کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور کس پر بھیجا ہے اور کس لئے بھیجا ہے اور کس زبان میں بھیجا ہے نیز یہ کہ حقانیت قرآن اور صاحب قرآن پہلی آسمانی کتابوں تک میں موجود ہے۔ تو ان حقائق کے باوجود جو بعض کفار مکہ ایمان نہیں لاتے تو اس کا کیا وجہ ہے؟ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ

اور اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی پر نازل کردیتے۔ پھر وہ اُن کے سامنے اس کو پڑھ بھی دیتا یہ لوگ تب بھی اس کو نہ مانتے۔ ہم نے اسی طرح اس ایمان نہ لانے کو

فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا

ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے۔ یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ سخت عذاب کو نہ دیکھ لیں گے۔ جو اچانک ان کے سامنے آکھڑا ہوگا

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ

اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر کہیں گے کہ کیا ہم کو مہلت مل سکتی ہے۔ کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کی تعجیل چاہتے ہیں۔ اے مخاطب ذرا بتلاؤ تو اگر ہم ان کو

سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ

چندسال تک عیش میں رہنے دیں۔ پھر جس (عذاب) کا اُن سے وعدہ ہے وہ اُن کے سر پر آپڑے۔ تو اُن کا وہ عیش کس کام آسکتا ہے۔ اور جتنی بستیاں (منکرین کی) ہم نے

قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾

(عذاب سے) غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے آئے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَوْ اور اگر | نَزَّلْنٰهُ ہم نازل کرتے اسے | عَلٰى بَعْضِ کسی پر | الْاَعْجَمِيْنَ عجمی (غیر عربی) | فَقَرَاَهٗ پھر وہ پڑھتا اسے | عَلَيْهِمْ انکے سامنے | مَّا نہ |
| كَانُوْا وہ ہوتے | بِهٖ اس پر | مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے | كَذٰلِكَ اسی طرح | سَلَكْنٰهُ یہ چلایا ہے (انکار داخل کردیا ہے) | فِيْ قُلُوْبِ دلوں میں | |
| الْمُجْرِمِيْنَ مجرم | لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے | بِهٖ اس پر | حَتّٰى یہاں تک کہ | يَرَوُا وہ دیکھ لیں گے | الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ دردناک عذاب | |
| فَيَاْتِيَهُمْ تو وہ آجائے گا ان پر | بَغْتَةً اچانک | وَهُمْ اور انہیں | لَا يَشْعُرُوْنَ خبر (بھی) نہ ہوگی | فَيَقُوْلُوْا پھر وہ کہیں گے | هَلْ کیا | نَحْنُ ہم۔ ہمیں |
| مُنْظَرُوْنَ مہلت دی جائے گی | اَفَبِعَذَابِنَا کیا پس ہمارے عذاب کو | يَسْتَعْجِلُوْنَ وہ جلدی چاہتے ہیں | اَفَرَءَيْتَ کیا تم نے دیکھا؟ | اِنْ اگر | | |
| مَّتَّعْنٰهُمْ ہم انہیں فائدہ پہنچائیں | سِنِيْنَ کئی برس۔ برسوں | ثُمَّ پھر | جَآءَهُمْ پہنچے ان پر | مَّا جو | كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ انہیں وعید کی جاتی تھی | |
| مَآ اَغْنٰى کیا کام آئے گا؟ | عَنْهُمْ ان کے | مَّا جو (جس سے) | كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے تھے | وَ اور | مَآ اَهْلَكْنَا نہیں ہلاک کیا ہم نے | |
| مِنْ قَرْيَةٍ کسی بستی کو | اِلَّا مگر | لَهَا اس کیلئے | مُنْذِرُوْنَ ڈرانے والے | ذِكْرٰى نصیحت کیلئے | وَمَا كُنَّا اور نہ تھے ہم | ظٰلِمِيْنَ ظلم کرنیوالے |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حقانیت قرآن کا مضمون ذکر فرمایا گیا تھا اسی سلسلہ میں کفار مکہ اور مشرکین عرب ازراہ عناد قرآن کریم پر جوطرح طرح کے شبہات واعتراضات کرتے تھے ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

بعض کفار کا یہ خیال تھا کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں۔ آپ کی زبان عربی ہے اور قرآن بھی عربی میں ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود ہی بنالیا ہے اگر یہ کسی عجمی یعنی غیر عربی زبان کے انسان پر اترتا جو ایک حرف عربی کا بولنے پر قادر نہ ہوتا اور پھر وہ عربی قرآن پیش کرتا تو یہ ایک کھلا ہوا معجزہ ہوتا اور ہم اس وقت مان لیتے۔ اور ہم کو اس شبہ کی گنجائش نہ ہوتی۔ حق تعالیٰ منکرین کے

اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ان منکرین کی ہٹ دھرمی کا حال تو یہ ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی عجمی یعنی غیر عربی زبان رکھنے والے پر اس قرآن کا نزول ہوتا تب بھی یہ معاندین اس کی تصدیق نہ کرتے۔ اس وقت یہ شبہ کرتے کہ اس شخص کی زبان تو عربی ہے نہیں کسی دوسرے نے اس کو سکھا دیا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے دلوں میں تو انکار گھس گیا ہے اور یہ تو عناد میں اندھے ہو رہے ہیں اور جو جرائم اور گناہوں کا خوگر ہو جاتا ہے اور اپنے قویٰ کو شرارت اور سرکشی میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت کے موافق ڈھیل چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے دل میں انکار وتکذیب کے اثر کو جاگزیں کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ انکار کفار مکہ کے دلوں میں گھس گیا ہے یہ کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔ ہاں جب عذاب الٰہی ایک دم سر پر پہنچ جائے گا۔ مرنے کے وقت یا برزخ میں یا آخرت میں اس وقت کہیں گے کہ کیا ہمیں تھوڑی سی مہلت دی جاسکتی ہے کہ توبہ کر کے اپنا چال چلن درست کر لیں اور ایمان لا کر نیکیاں کر لیں اور پیغمبر کا اتباع کر کے دکھلائیں اور حق کی پیروی کریں۔ مگر پھر وہ وقت نہ مہلت کا ہے۔ نہ قبول ایمان کا اور نہ نیکیاں کمانے کا اس وقت کی ان کی تمنائیں کہ اگر ذرا سی بھی مہلت پائیں تو نیک صاحب ایمان بن جائیں بالکل بے سود ہوں گی۔ اور یہ کچھ انہی منکرین پر موقوف نہیں۔ ہر ظالم۔ فاجر۔ فاسق۔ کافر بدکار۔ عذاب کو دیکھتے ہی سیدھا ہو جاتا ہے اور توبہ تلا کرتا ہے مگر سب لاحاصل۔ فرعون ہی کو دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تک سمجھاتے رہے تو سمجھ میں نہ آئی۔ جب عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر پانی میں ڈوبنے لگا تو اس وقت کہنے لگا کہ اب میں ایمان لاتا ہوں لیکن جواب ملا کہ یہ ایمان بے سود ہے۔ پھر گذشتہ اقوام کی طرح کفار مکہ کی ایک بدبختی اور بیان ہو رہی ہے جب منکرین قرآن میں مضامین وعید وعذاب کے سنتے تو براہ استہزا وانکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب کا تقاضہ کرتے کہ اگر سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ ہماری وعیدوں کو سن کر یہ لوگ ہمارے عذاب کی عجلت کرتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ عذاب کے آنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ ہم ہمیشہ ایسے ہی عیش وعشرت کی زندگی گزارتے رہیں گے۔ اس پر فرمایا جارہا ہے کہ اگر بالفرض ان کا بھروسہ صحیح ہی ہو اور انہیں دنیا میں عیش وعشرت کے لئے برسہابرس کی مہلت بھی مل جائے لیکن پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر آپڑے تو ان کا یہ چند سال کا عیش وآرام جو براہ مہلت ہے وہ ان کے کس کام آسکتا ہے۔ اور ان کو مہلت دینا تھوڑی یا بہت یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر مبنی ہے اور یہ کچھ ان ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ گذشتہ اقوام اور پہلی امتوں کو بھی مہلتیں ملی ہیں۔ چنانچہ جتنی بستیاں منکرین کی پہلے عذاب سے غارت ہوئیں ان کا تختہ یونہی ایک دم نہیں الٹ دیا گیا۔ عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دی گئی اور تنبیہ کرنے والے پیغمبر بھیجے گئے کہ لوگ غفلت میں نہ رہیں۔ جب کسی طرح نہ مانے تو ہلاک کئے گئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی ظلم نہ تھا۔ ظلم تو اس وقت ہوتا کہ جب ہلاک کرنے سے پہلے انہیں سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش نہ کی گئی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم کرنے والے نہیں۔ وہ تو پہلے اپنا رسول بھیج کر نیک وبد سمجھا دیتے ہیں اور ہر ایک کے انجام سے آگاہ کر دیتے ہیں۔

ابھی منکرین کے بعض دیگر شبہات واعتراضات اور ان کے جوابات کا سلسلہ جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر ایمان واسلام اور قرآن جیسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ یا اللہ! ہم آپ کے کرم ورحم کے طالب ہیں۔ اپنی خطاؤں کے مقر ہیں۔ ہمیں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمادے۔ ہماری خطاؤں سے درگذر فرمادے اور ہمیں مرتے دم تک ہدایت پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرمادے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنۢبَغِي لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمۡ عَنِ ٱلسَّمۡعِ لَمَعۡزُولُونَ ﴿٢١٢﴾

اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں آئے۔ اور یہ اُن کی حالت کے مناسب ہی نہیں اور وہ اس پر قادر بھی نہیں۔ کیونکہ وہ شیاطین (وحی آسمانی) سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | مَا تَنَزَّلَتۡ نہیں اترے | بِهِ اسے لے کر | الشَّيَٰطِينُ شیطان | وَمَا يَنۢبَغِي اور سزاوار نہیں | لَهُمۡ ان کو | وَمَا يَسۡتَطِيعُونَ اور نہ وہ کر سکتے ہیں | |
| | إِنَّهُمۡ بیشک وہ | عَنِ سے | السَّمۡعِ سننا | لَمَعۡزُولُونَ دُور کر دیئے گئے ہیں | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حقانیت و صداقت قرآن کے سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے اس کو نازل کیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر عربی زبان میں اس کا القاء کرتے ہیں۔ کفار مکہ اور مشرکین عرب اگرچہ قرآن پاک کے معجزانہ بیان۔ فصاحت و بلاغت اور اس کی دلآویزی اور دلربائی سے متاثر ہوتے مگر اسکی صداقت و حقانیت پر جہل اور عناد کی وجہ سے طرح طرح کے الزامات لگاتے اور شبہات نکالتے۔ اسلام سے پہلے کفار مکہ اور مشرکین عرب نور نبوت اور قوت قدسیہ سے تو واقف ہی نہ تھے اس لئے ایام جاہلیت میں عرب غیبی طاقت اور فوق البشریت قوت کا مالک صرف تین گروہوں کو خیال کرتے یا تو ساحر ان کی نظر میں غیر معمولی تصرفات کرتے تھے اور جادو کی طاقت ان کو تسخیر کن نظر آتی تھی۔ یا کاہنوں کا تعلق ان کو عالم بالا سے معلوم تھا اور کاہن کے پاس ایک غیبی مخلوق کا آنا اور واقعات عالم کی قبل از وقت اطلاع دینا ان کے نزدیک مسلم تھا یا شاعروں کے پاس جنات و شیاطین کے آنے اور الہام اور القا کرنے کے وہ قائل تھے۔ یہی تین طبقہ ایام جاہلیت میں بشریت سے بالاتر طاقت کے حامل سمجھے جاتے تھے اسی لئے کفار جب قرآن پاک کو سنتے تو اس کے معجزانہ زبان۔ اس کی فصاحت و بلاغت۔ الفاظ کی بندش۔ کلام کی روانی۔ پھر معانی کی دلفریبی اور دلربائی سے ایسے متاثر اور ششدر اور حیران ہوتے کہ کبھی اس کو سحر اور معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کبھی اس کو شعر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور کبھی اس کو کہانت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہنے لگتے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے چند واقعات مختصراً عرض کئے جاتے ہیں کہ کفار مکہ کس طرح قرآن کی زبان و بیان سے متاثر ہو جاتے تھے اسی لئے وہ اپنی خیریت اسی میں سمجھتے تھے کہ قرآن پاک کو سنا ہی نہ جائے۔ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب سرداران قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر قسم کی ترغیب اور طمع دینے کے لئے عتبہ کو بھیجا اور عتبہ نے امارت و سرداری۔ مال و دولت۔ حسن و جمال غرض ہر قسم کی کشش پیدا کرنے والی چیز کی پیشکش کی تو اس کے پیغام کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ عتبہ نے بے خود ہو کر اپنے ہاتھ سے دہن مبارک بند کر دیا اور بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اپنے خدا کا واسطہ یہ کلام نہ پڑھو میرا دل کھنچتا ہے۔ پھر بارگاہ نبوت سے واپس جا کر اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گیا۔ سرداران قریش کے غیرت دلانے سے باہر نکلا تو کہنے لگا کہ میں نے ایسا کلام سنا ہے جو کبھی نہیں سنا تھا جس نے مجھے بے خود کر دیا۔ میں اب پیام رسانی نہیں کر سکتا۔ دوسرا واقعہ سنئے۔ شروع شروع جب مکہ میں مسلمانوں پر کفار کی طرف سے قہر و غضب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اس وقت بحکم الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے صحابہ کی ایک جماعت حبش کی طرف ہجرت کر گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ آپ بھی کسی طرف چلے جائیں۔ ابوالدغنہ جو مکہ کا ایک رئیس تھا اس نے کہا کہ میں ہرگز آپ جیسے شریف انسان کو جانے نہ دوں گا آپ میرے ساتھ چلئے اور میرے ساتھ رہئے۔ چنانچہ کچھ دنوں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ہاں رہے۔ آپ غاروں میں قرآن شریف پڑھتے تو کفار ان کے بچے ان کی عورتیں آپ کے اردگرد اس کثرت

سے جمع ہوجاتے کہ میلا لگ جاتا۔ وہ قرآن کی زبان اور اس کے بیان سے ایسے متاثر ہوتے کہ آخر ان کے سرداروں کو ابوالدغنہ سے شکایت کرنی پڑی کہ اگر تم نے ابوبکر کو پناہ دی تو ان کو زور سے قرآن پڑھنے کو منع کردو۔ مبادا ہمارے بچے ہماری عورتیں اور ہمارے مرد اس کلام سے متاثر ہوکر مسلمان نہ ہوجائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو فرمایا کہ مجھ کو ابوالدغنہ کی بجائے صرف اللہ رب العزت کی پناہ درکار ہے۔ تیسرا واقعہ سنئے کہ صرف عوام ہی نہیں بڑے بڑے شعرائے عرب نے بھی جب قرآن کریم کی زبان سنی۔ تو اپنی زبان بھول گئے۔ شعرائے عرب خصوصاً شعرائے قریش کا دستور تھا کہ ہر صبح وہ خانہ کعبہ کے گرد بیٹھتے اور اپنا تازہ کلام سناتے اور داد تحسین حاصل کرتے ایک روز ایک صحابی نے چپکے سے خانہ کعبہ کی دیوار پر قرآن شریف کی سب سے چھوٹی سورۃ سورۃ کوثر لکھ دی کہ دیکھیں کلام عرب کے ماہرین شعرا اور قریش کے فصحا و بلغا اس کے متعلق کیا رائے ظاہر کرتے ہیں۔ جب صبح ہوئی اور شعراء جمع ہوئے اور ان کی نظر سورۃ کوثر کی طرف گئی تو شعراء نے اس دن اپنا کلام سنانا پسند نہیں کیا اور دیر تک وہ اس مختصر سی سورۃ کی فصاحت و بلاغت اور اس کی دلآویزی اور دلربائی پر غور کرتے رہے پھر ان میں کا سب سے بڑا شاعر آگے بڑھا اور سورۃ کے نیچے یہ الفاظ لکھ دیئے ماھذا قول البشر۔ یہ تو کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ خیر یہ واقعات تاثیر قرآنی کے بیچ میں ضمناً آ گئے تھے۔

روایات میں ہے کہ بعض مشرکین کا خیال تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی جن آ کر یہ قرآن سکھلا جاتا ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ وحی آنے میں کچھ دیر ہوئی تو ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا (نعوذ باللہ تعالیٰ) تو جہاں کفار کے اور اعتراضات اور شبہات قرآن پر تھے وہاں ایک یہ بھی تھا کہ جنات یا شیاطین میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے اور وہ سکھا جاتا ہے اور اس کے قول کو یہ کلام الٰہی کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان آیات میں اس خیال کی تردید فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کلام جو رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس کو شیاطین یا جنات جو کاہنوں کے پاس آیا کرتے تھے لے کر نہیں آئے اور اسکے تین دلائل یا وجوہ بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ فطرۃً شیاطین کے لئے یہ فعل سزاوار نہیں ہے کیونکہ خبیث جنات اور شیاطین کو ناپاک مضامین سے دلی رغبت ہے ناپاک باتیں ان کی خوراک ہیں ان کی طبائع کا خاصہ تو گمراہی۔ فساد اور ظلمت پھیلانا ہے اور یہ کتاب اول سے آخر تک رشد و صلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے تو اس کتاب کے علوم اور شیاطین کی طبائع میں کوئی مناسبت نہیں۔ شیاطین کو تو وہی روح پر تاریکی اور دل پر زنگ پیدا کرنے والی باتیں معلوم ہیں جو انسان کو برباد کرنے والی ہیں۔ روح کو سدھارنے والے مضامین دل کو پاک کرنے والے مطالب اور اخلاق کو صاف و پاکیزہ کرنے والے امور سے تو ان کو نفرت و عداوت ہے۔

دوسری وجہ یہ فرمائی گئی کہ تعلیم قرآنی کی ان میں قدرت بھی نہیں۔ وہ اس لائق کہاں ہیں کہ اس متبرک بار امانت کو اٹھا سکیں۔ پھر کسی مقدس پاکباز قلب تک ان شیاطین کی رسائی ہی ممکن نہیں پھر وہ القاء کس طرح کر سکتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں کی فطرت ناقص ہے ان کے قلوب تک ان کی رسائی ممکن ہے۔

تیسری وجہ یہ فرمائی گئی کہ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ پاکباز ہستیوں کے قلوب تک شیاطین کی رسائی ممکن ہے لیکن ملاء اعلیٰ اور عالم ملکوت تک ان کی رسائی ناممکن ہے۔ جہاں سے قرآن کا نزول ہوا ہے وہاں تک ان کی پہنچ اور دسترس نہیں ہوسکتی کیونکہ شیاطین کو وہاں تک خدا نے پہنچنے سے روک دیا ہے اور نزول قرآن کے زمانہ میں اس کی حفاظت کے لئے ایسے غیبی پہرے بٹھائے گئے کہ شیاطین پاس بھی نہیں پھٹک سکتے۔ نہ ایک حرف اچک سکتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے جنات آسمان یعنی عالم ملکوت تک چڑھ جایا کرتے تھے اور وہاں سے کوئی بات سن آتے تھے۔ اس ایک میں سو جھوٹ ملا کر ساحروں اور کاہنوں سے کہہ دیا کرتے تھے لیکن بعثت نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ سے شیاطین کو وہاں جانے سے روک دیا

گیا۔ شیاطین کے غیبی خبریں سننے کی کوشش کرنے اور ناکام رہنے کے متعلق سورۂ حجر ۱۴ویں پارہ میں فرمایا گیا ہے وحفظنها من كل شيطن الرجيم. الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبين اور ہم نے اسے یعنی آسمان کو ہر شیطان مردود سے محفوظ کر دیا۔ ہاں مگر کوئی بات چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے۔ اس پر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تشریحاً لکھا ہے۔ ''آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا۔ بلکہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے تو ان کا گزر بھی وہاں نہیں ہو سکتا۔ اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کر کے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہو کر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں۔ اس پر بھی فرشتوں کے پہرہ بٹھا دیئے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتش بازی کی جائے۔ نصوص قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق آسمانوں پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے آخر میں سماء دنیا پر اور بخاری شریف کی ایک روایت کے موافق بادل میں فرشتے اس کا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعۂ وائرلیس ٹیلیفون جارہا ہوا سے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں ناگہاں اوپر سے بم کا گولہ یعنی شہاب ثاقب پھٹتا ہے اور ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اس دوا دوش اور ہنگامہ دارو گیر میں جو ایک آدھ بات شیاطین کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سینکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے ہیں۔ جب وہ ایک آدھ سماوی بات سچی نکلتی ہے تو ان کے معتقدین اسے ان کی سچائی میں پیش کرتے ہیں اور جو سینکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں ان سے اغماض و تغافل برتا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث نے یہ واقعات بیان کر کے متنبہ کر دیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے۔ شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب وافترا اور کوئی چیز نہیں نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر معتدبہ دسترس حاصل کر لے باقی جو ایک آدھ جملہ فرشتوں سے ادھر ادھر کا سن بھاگتا ہے تو حق تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اس کی قطعاً بندش کر دی جائے وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا مگر یہ بات اس کی حکمت کے موافق نہ تھی۔ آخر شیاطین الجن والانس کو جن کی بابت اسے معلوم ہے کہ کبھی اغوا اور اضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب ووسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو سب کو ماننی پڑے گی اسی طرح کی حکمت یہاں بھی سمجھ لو۔'' اس تقریر کے بعد حضرت مولانا عثمانیؒ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمالیہ کی بلند تر چوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے ان کا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کر لو اور یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شہاب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لئے ہوتا ہے۔ ممکن ہے ان کے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اب جب کفار کے اس بے سروپا باطل اور بے ہودہ شبہ کا ازالہ کامل طور پر ان آیات میں فرما دیا تو اب اصل مدعا یعنی توحید کی اشاعت اور شرک کی مذمت اگلی آیات میں تلقین ہوتی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

سو تم خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی تم کو سزا ہونے لگے۔ اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے۔ اور اُن لوگوں کے ساتھ فروتنی سے پیش آیئے

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ

جو ایمان والوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں۔ اور اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں۔

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي

اور آپ خدائے قادر رحیم پر توکل رکھئے۔ جو آپ کو جس وقت کہ آپ (نماز کیلئے) کھڑے ہوتے ہیں۔ اور نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے۔

السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| فَلَا تَدْعُ پس نہ پکارو | مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ | اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود | فَتَكُوْنَ کہ ہو جاؤ | مِنَ سے | الْمُعَذَّبِيْنَ مبتلائے عذاب |
| وَاَنْذِرْ اور تم ڈراؤ | عَشِيْرَتَكَ اپنے رشتہ دار | الْاَقْرَبِيْنَ قریب ترین | وَ اور | اخْفِضْ جھکاؤ | جَنَاحَكَ اپنا بازو · لِمَنِ اس کیلئے جس نے |
| اتَّبَعَكَ تمہاری پیروی کی | مِنَ سے | الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں | فَاِنْ پھر اگر | عَصَوْكَ وہ تمہاری نافرمانی کریں | فَقُلْ تو کہہ دیں · اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ بیشک میں بیزار ہوں |
| مِمَّا اس سے جو | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو | وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کرو · عَلَى پر | الْعَزِيْزِ غالب | الرَّحِيْمِ نہایت مہربان | الَّذِيْ وہ جو · يَرٰىكَ تمہیں دیکھتا ہے |
| حِيْنَ جب | تَقُوْمُ تم کھڑے ہوتے ہو | وَتَقَلُّبَكَ اور تمہارا پھرنا | فِي میں | السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے (نمازی) | اِنَّهٗ بیشک وہ · هُوَ وہی |
| | | | | السَّمِيْعُ سننے والا | الْعَلِيْمُ جاننے والا |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے ایک باطل اور بے سروپا بیہودہ شبہ کا جواب دیا گیا تھا کہ اس قرآن کو شیاطین یا جنات لے کر نہیں آئے کیونکہ نہ ان کو طبعاً و فطرۃً اس کلام سے مناسبت ہے۔ نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں اور نہ ان کی پہنچ عالم ملکوت تک ہے۔ جب کفار کے اس شبہ کا ازالہ فرما دیا گیا تو اب اصل مدعا یعنی توحید کی اشاعت و تبلیغ کی تلقین فرمائی جاتی ہے۔ ہر پیغمبر کی بعثت کا اصلی منشا اشاعت توحید ہے خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تو تمام دنیا ہی کفر و شرک کی تاریکی میں پھنسی ہوئی تھی۔ عرب ایران۔ ترکستان۔ روم۔ ہند۔ چین۔ مشرق و مغرب سب ہی نے خدا کو چھوڑ رکھا تھا اور اپنی خواہش کے مطابق جدا جدا معبود بنا رکھے تھے۔ یہاں تک کہ اہل کتاب بھی جو ہر توحید کو کھو بیٹھے تھے۔ یہود عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے نصاریٰ تثلیث کے قائل تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے غرض کہ اس طرح کے عقائد کفریہ و شرکیہ پھیلے ہوئے تھے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تو اصل مقصد ہی یہ تھا کہ ساری دنیا میں توحید کی اشاعت کی جائے اور شرک سے بچا جائے۔ چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے توحید کے وجوب کی ایک ایک خاص طریقہ سے تاکید کی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ آپ خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کریئے۔ کبھی آپ کو سزا ہونے لگے۔ یعنی اگر آپ بھی شرک کریں تو عذاب الٰہی میں ماخوذ ہوں گے۔ یہاں اس خطاب

سے یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک کا کوئی خطرہ تھا اور اس بنا پر آپ کو اس سے روکا گیا بلکہ یہ خطاب کمال تخویف اور انتہائی اہمیت کے اظہار کے لئے ہے اور دراصل اس سے مقصود کفار اور مشرکین کو متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرنا ایسا جرم ہے اور ایسی تباہ کن حرکت ہے کہ اس پر عذاب لازمی ہے اور یہ شرک ایسی آفت ہے کہ اگر بفرض محال کوئی بڑی سے بڑی مقدس ہستی اور مخلوق میں سب سے عزیز اور محبوب جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تو وہ بھی خدانخواستہ اگر شرک میں مبتلا ہو جائے تو اس کی سزا سے نہیں بچ سکتی تو پھر اور کسی کا تو کیا کہنا۔ تو یہاں اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر سنانا اوروں کو مقصود ہے کہ جب یہ کتاب بلاشک وشبہ خدا کی نازل کی ہوئی ہے اور شیطان کا اس میں ذرہ بھر بھی دخل نہیں تو چاہئے کہ اس کی تعلیم پر چلو جس میں اصل اصول توحید ہے۔ شرک وکفر کی شیطانی راہ اختیار مت کرو ورنہ عذاب الٰہی سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں۔ جب اوپر کے خطاب سے یہ جتلا دیا گیا کہ شرک ایسا جرم ہے جس میں نبی کی ذات تک کے لئے کوئی رعایت نہیں تو اسی طرح نبی کے خاندان اور قریب ترین رشتہ داروں کے لئے بھی اس معاملہ میں کسی رعایت کی گنجائش نہیں اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنے قریب ترین عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی صاف صاف متنبہ کر دیجئے کہ اگر وہ اپنا عقیدہ وعمل درست نہ رکھیں گے تو یہ بات ان کے کام نہیں آسکے گی کہ وہ نبی کے رشتہ دار ہیں۔ یعنی نجات کے لئے محض رشتہ داری ہرگز کافی نہیں۔ چنانچہ معتبر روایات میں آتا ہے کہ اس آیت وانذر عشیرتک الاقربین اور آپ اپنے کنبہ اور نزدیک کے رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے اس کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو خطاب فرمایا اور ایک ایک سے ارشاد فرمایا کہ اے بنی عبدالمطلب۔ اے عباس۔ اے صفیہ۔ (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں) اور اے فاطمہ (یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں) تم لوگ آگ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرلو۔ میں خدا کی پکڑ سے تم کو نہیں بچا سکتا پھر بخاری اور مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت مذکورہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سویرے صفا پہاڑی پر چڑھ کر پکارا یاصباحاہ (جس کے لفظی معنی ہیں ہائے صبح کا خطرہ) عرب میں قاعدہ تھا کہ جب صبح سویرے کسی اچانک حملہ کا خطرہ ہوتا تو جس شخص کو بھی اس کا پتہ چل جاتا وہ اسی طرح پکارنا شروع کر دیتا اور لوگ اس کی آواز سنتے ہی ہر طرف سے دوڑ پڑتے۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے تمام قبائل کا نام لے کر یہ آواز دی تو سب لوگ گھروں سے نکل آئے اور جو خود نہ آسکا اس نے اپنی طرف سے خبر لانے کو بھیج دیا جب سب لوگ جمع ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دوسری طرف وادی میں ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر چھاپہ مارنے کے لئے جمع ہو رہا ہے کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری بات سچ مانو گے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ بے شک کیونکہ ہم نے بارہا تمہاری صداقت کا تجربہ کرلیا ہے۔ ہمارے تجربہ میں تم کبھی جھوٹ بولنے والے نہیں رہے ہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اچھا تو میں خدا کا سخت عذاب آنے سے پہلے تم کو خبردار کرتا ہوں۔ اپنی جانوں کو اس کی پکڑ سے بچانے کی فکر کرو۔ میں خدا کے مقابلہ میں تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔ ابولہب جو آپ کا چچا تھا وہ بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اس لئے تو نے ہم کو یہاں جمع کیا تھا۔ عرب کا محاورہ تھا کہ بددعا کے لئے کہتے تبت یدا یعنی تیرے ہاتھ ٹوٹیں تو خراب ہو جائے۔ اسی لئے قرآن پاک میں سورۂ لہب میں ابولہب کو بھی وہی جواب ملا

جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا یعنی تبت ید آ ابی لھب و تب دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ابولہب کے اور وہ برباد ہوگیا۔ الغرض آپ نے شرک پر عذاب الٰہی سے سب کو ڈرایا تو اس قومی تبلیغ کا نتیجہ دو ہی شکلوں میں نمودار ہوسکتا تھا یا تو لوگ مانیں گے اور آپ کی ہدایت کو قبول کر کے آپ کی پیروی کریں گے اور یا نہ مانیں گے اور بدستور سرتابی اور سرکشی کرتے رہیں گے۔ اس لئے آگے اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کے متعلق حکم دے دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمادیا کہ جو مومن آپ کا ساتھ دیں ان کے لئے اپنے اخلاق اور تواضع کے پر بچھا دیجئے یعنی جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو اپنے پروں میں لے لیتا ہے آپ بھی اپنے سایۂ رحمت میں اہل ایمان کو لے لیں اور جو لوگ آپ کا حکم نہ مانیں اور آپ کی نافرمانی کریں ان کے اعمال سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیجئے۔ گویا اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے رشتۂ قرابت سے بڑھ کر رشتۂ ایمانی کو قرار دیا کہ جو مومن ہے خواہ وہ کوئی ہو۔ کہیں کا رہنے والا ہو۔ کوئی زبان بولنے والا ہو۔ کسی رنگ کا ہو وہ آپ کی شفقت و عنایت و تعلق کا مستحق ہے اور جو کافر ہے اس سے آپ بالکل بے زار اور بے تعلق ہیں خواہ وہ قرابت کے لحاظ سے کتنا ہی نزدیک کا رشتہ دار ہو۔ یعنی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی پوری تعلیم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام حق اور تبلیغ دین کی وجہ سے مخالفت بھی ہونا لازمی تھی چنانچہ آپ کے پیام کی مخالفت میں تمام سردار اور روسائے مکہ ایک ہو گئے اور پھر قبیلہ قریش کے سرداروں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور حضور کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔ اس وقت ان مخالفوں کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ کوئی مادی طاقت تھی نہ زیادہ مال تھا۔ نہ ساتھیوں کی کثرت تھی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے حق تعالیٰ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مخالفین کی طرف سے ایذا اور ضرر کا خطرہ دل میں نہ لایئے آپ اس خدا پر بھروسہ رکھئے جو تمام کائنات پر غالب بھی ہے اور آپ پر رحیم بھی ہے اور اس کی قدرت و تصرف سے کوئی چیز خارج نہیں اور اس کی رحمت آپ کے شامل حال ہے۔ لیکن کسی کو محفوظ رکھنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ حفاظت کرنے والا طاقتور ہو اور حمایت کرنے کے لئے تیار ہو بلکہ یہ بھی لازمی ہے کہ اس کے تمام احوال کی اطلاع ہر وقت ہوتا کہ ضرورت کے وقت بچاؤ کر سکے اگر اس کو خبر ہی نہ ہو تو کتنا ہی کرم فرما اور حامی ہو اور کتنا ہی طاقتور ہو اپنے کی حمایت کرنے اور بچانے کا موقع ہی نہ ملے گا اس لئے آگے حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے نبی خدائے غالب و رحیم تمہاری ہر نقل و حرکت سے واقف ہے اور تمہارے کل احوال زندگی اس کی نظر کے سامنے ہیں وہ دانا اور بینا اور شنوا بھی ہے اس لئے وہ ہر طرح سے تمہاری حفاظت کرے گا۔ آپ اسی کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر کفار کے مزید شبہات کی تردید فرما کر ایمان اور عمل صالح کی ترغیب دی گئی اور منکرین کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

**دعا کیجئے:** حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید کاملہ نصیب فرماویں اور شرک کے ہر شائبہ سے ہم کو بچائیں یا اللہ مومنین مخلصین میں ہم کو شامل فرما اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کامل نصیب فرما۔ یا اللہ! دشمنان دین سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما اور ہم کو اپنی ذات پاک پر بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی قدرت و رحمت سے ہماری ہر حال میں حفاظت۔ نگرانی و حمایت فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ

کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اُترا کرتے ہیں۔(سنو) ایسے شخصوں پر اُترا کرتے ہیں جو دروغ گفتار بڑے بدکردار ہوں۔اور جو (شیاطین کی سننے کیلئے) کان لگا دیتے ہیں

وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۲۲۴﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿۲۲۵﴾ وَأَنَّهُمْ

اور وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں۔اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے)

يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۲۲۶﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ

ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں۔اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا

بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿۲۲۷﴾

اور انہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے بدلہ لیا (یہ مستثنیٰ ہیں)۔اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ اُن کو لوٹ کر جانا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| هَلْ کیا | أُنَبِّئُكُمْ میں تمہیں بتاؤں | عَلَىٰ مَنْ کس پر | تَنَزَّلُ اترتے ہیں | الشَّيَاطِينُ شیطان | تَنَزَّلُ وہ اترتے ہیں | عَلَىٰ پر | كُلِّ ہر |
| أَفَّاكٍ بہتان لگانے والا | أَثِيمٍ گنہگار | يُلْقُونَ ڈالدیتے ہیں | السَّمْعَ سُنی سنائی بات | وَأَكْثَرُهُمْ اور ان میں اکثر | كَاذِبُونَ جھوٹے | وَ اور | |
| الشُّعَرَاءُ شاعر | يَتَّبِعُهُمْ اُن کی پیروی کرتے ہیں | الْغَاوُونَ گمراہ لوگ | أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا | أَنَّهُمْ کہ وہ | فِي كُلِّ وَادٍ ہر وادی میں | | |
| يَهِيمُونَ سرگرداں پھرتے ہیں | وَأَنَّهُمْ اور یہ کہ وہ | يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں | مَا جو | لَا يَفْعَلُونَ وہ کرتے نہیں | إِلَّا مگر | الَّذِينَ جو لوگ | |
| آمَنُوا ایمان لائے | وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے | الصَّالِحَاتِ اچھے | وَذَكَرُوا اللَّهَ اور اللہ کو یاد کیا | كَثِيرًا بکثرت | وَانْتَصَرُوا اور انہوں نے بدلہ لیا | | |
| مِنْ بَعْدِ اس کے بعد | مَا ظُلِمُوا کہ ان پر ظلم ہوا | وَسَيَعْلَمُ اور عنقریب جان لیں گے | الَّذِينَ وہ لوگ جنہوں نے | ظَلَمُوا ظلم کیا | أَيَّ کس | | |
| مُنْقَلَبٍ لوٹنے کی جگہ (گروٹ) | يَنْقَلِبُونَ وہ اُلٹتے ہیں (انہیں لوٹ کر جانا ہے) | | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔یہ سورۂ شعراء کی آخری آیات ہیں۔گذشتہ آیات کی تشریح میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں کا عقیدہ تھا کہ جن لوگوں کے دلوں میں جنات یا شیاطین القاء کرتے ہیں ان میں سے ایک گروہ کاہنوں کا ہے اور دوسرا شاعروں کا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر منکرین کہانت کا شبہ کرتے تھے اور کلام الٰہی کو ثمرۂ شاعری کا الزام لگاتے تھے ان الزامات کی تردید میں گذشتہ آیات میں بتلایا جا چکا ہے کہ یہ کلام رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اور اس کو جنات یا شیاطین جو کاہنوں کے پاس آیا کرتے تھے لیکر نہیں آئے کیونکہ شیاطین کو نہ اس پاک کلام سے مناسبت ہے اور نہ وہ اس پر قادر ہیں۔کفار کے اسی شبہ کہانت یا شاعری کے مزید تردید میں اب اس وقت کے کاہنوں اور شاعروں کی امتیازی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں اور جتلایا جاتا ہے کہ شیطانی القاء کو نبوت سے کیا نسبت۔کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق امانت۔اتقاء و پاکبازی اور خداترسی کو جو بچپن سے لے کر دعوئے نبوت تک آپ کی ساری قوم کو تسلیم تھی حتیٰ کہ صادق الامین آپ کا لقب ہی پڑ گیا تھا اور کہاں ان کاہنوں کی دروغ گفتاری اور بدکرداری۔چنانچہ ان آیات میں پہلے کاہنوں کی حالت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ شیاطین تو اپنے جیسے انسانی شیطانوں کے پاس آتے ہیں جو اول درجہ کے جھوٹ بولنے والے۔بدکردار اور گناہ گار ہوں ایسے کاہنوں۔بدکرداروں اور جھوٹے لوگوں کے پاس جنات و شیاطین پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بھی جھوٹے اور بداعمال و بدکردار ہیں کوئی ایک آدھ بات غیبی خبر کی اچٹتی ہوئی سنی

سنائی چوری چھپے سے لے اڑتے ہیں جس میں ۱۰۰ جھوٹی باتیں اپنی طرف سے ملا کر کاہنوں کے کان میں جا کر ڈال دیتے ہیں اور پھر وہ کاہن بھی باتیں اس میں اپنی طرف سے ملا کر لوگوں میں پھیلا دیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ بعض صحابہ نے کاہنوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس پر عرض کیا کہ حضور کبھی کبھی تو ان کی کوئی بات سچی بھی نکل آتی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ وہی بات ہوتی ہے جو جنات آسمان سے اڑا لاتے ہیں اور ان کے کان میں کہہ جاتے ہیں پھر اس کے ساتھ ۱۰۰ جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے ہیں۔ تو الحاصل کاہنوں کے بابت بتلایا گیا کہ شیاطین اور خبیث جنات کا نزول تو ایسے ہی لوگوں پر ہوتا ہے جو بہت زیادہ جھوٹے اور بدکردار ہوتے ہیں اس لئے ان کاہنوں سے ان کو طبعی مناسبت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاکباز۔ صادق اور صدیق ہیں پھر آپ سے شیاطین کو مناسبت کہاں ہو سکتی ہے اور آپ کے قلب تک خبیثوں کی رسائی کہاں ممکن ہے۔ پھر کہانت کا شبہ اور احتمال آپ کی ذات مبارک میں کہاں ہو سکتا ہے۔ آگے دوسرے شبہ شاعریت کا جواب دیا جاتا ہے کہ آپ شاعر بھی نہیں ہیں جیسا کہ یہ کفار خیال کرتے ہیں۔ عرب جاہلیت کی تہذیب اور تمدن میں شعرا کا ایک خاص اور بڑا امتیاز مرتبہ تھا۔ عیب کو ہنر اور ہنر کو عیب بنانا ان کا معمولی کرتب تھا اور پھر ایام جاہلیت کی عرب شاعری جس قسم کے مضامین سے لبریز تھی وہ یا تو شہوانیت اور عشق بازی کے مضامین تھے۔ یا شراب نوشی کے یا قبائلی منافرت اور جنگ وجدل کے یا نسلی فخر وغرور کے۔ نیکی اور بھلائی کی باتیں ان میں بہت ہی کم پائی جاتی تھیں۔ پھر جھوٹ۔ مبالغہ۔ بہتان۔ ہجو۔ بے جا تعریف۔ طنز وطعن۔ اور مشرکانہ خرافات تو اس شاعری کی رگ رگ میں پیوست تھی اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس شاعری کے متعلق یہ تھا کہ تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر سے اپنا پیٹ بھر لے۔ حدیث میں بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب سفر میں چلے جارہے تھے۔ مقام عرج میں ایک

شاعر اپنے اشعار پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کو روک دو۔ اگر تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ اور لہو سے بھر جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھرا ہو۔ تو کفار مکہ جو قرآن کو شاعری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) شاعر ہونے کا الزام و بہتان لگاتے تھے اس کی تردید میں شاعر اور شاعری کی حقیقت کو بیان فرمایا جاتا ہے اور شاعروں کی تین صفات ان آیات میں بتلائی جاتی ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ شاعروں کی پیروی وہی لوگ کرتے ہیں جو بدراہ ہیں یعنی شاعروں کی ذریت تو انہی لوگوں پر شامل ہوتی ہے جو خود بھٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ دوسری صفت بتائی کہ یہ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں یعنی خیالی مضامین کی تلاش میں ٹکریں مارتے اور ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ واقعیت اور حقیقت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ ان کی باتیں تو تمام تر تخیل پرستی کی ہوتی ہیں۔ کہیں آہوں سے آسمان کا گنبد گراتے ہیں۔ کہیں آنسوؤں سے بحر قلزم بہاتے ہیں۔ کہیں شب ہجر کے طول کو قیامت سے بڑھاتے ہیں۔ جو مضمون پکڑ لیا اسی کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں کسی کی تعریف کی تو آسمان پر چڑھا دیا۔ کسی کی مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیئے۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ۔ مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں نکل گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا۔ تیسری صفت آیت میں یہ بیان کی گئی کہ یہ زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں یعنی شاعر کو عمل کی زندگی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا وہ مضامین شجاعت ومردانگی کے باندھے گا لیکن خود بھاگنے والوں میں سب سے آگے ہوگا شعر پڑھو تو معلوم ہو کہ رستم سے زیادہ بہادر اور جا کر ملو تو پرلے درجہ کے ڈرپوک۔ تاریخ کی کتابوں میں بنوامیہ کے دور کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ مشہور عرب شاعر فرزدق نے جب خلیفہ وقت سلیمان بن عبدالملک کے سامنے اپنا وہ شعر پڑھا جس میں اپنی حرامکاری کا ذکر تھا تو خلیفہ نے فوراً کہا کہ اس اقبال جرم کے بعد تم پر حد شرعی واجب آ گئی اب تو یہ شاعر بڑا سٹ پٹایا مگر تھا ذہین وچالاک فوراً یہی آیت قرآنی **وانهم يقولون مالا يفعلون** یعنی یہ شاعر زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں، اپنی صفائی میں پڑھ کر

جان بچائی گویا اس نے یہ ظاہر کردیا کہ ہم شاعر لوگ ہیں ہمارے کلام سے ہمارے عمل کا کیا واسطہ۔

الغرض تیسری صفت یہاں آیت میں شعراء کی یہ بتلائی گئی کہ یہ زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔تو شاعروں کی یہ خصوصیات بتلا کر یہ جتلایا گیا کہ پیغمبر خدا کو اس جماعت سے کیا تعلق اور لگاؤ کہ جو کفار معاذ اللہ آپ کو شاعر اور کلام الٰہی کو شعروشاعری کہتے ہیں اب یہاں چونکہ شعراء کی مذمت ارشاد ہوئی ہے جس کے عموم میں سب ہی نظم کہنے والے اور اشعار پڑھنے والے صورۃً داخل ہوگئے اس لئے آگے ان شعراء کا استثناء فرمایا گیا کہ جن کی شاعری حقائق اور صداقتوں کی جامع ہے اور جو تائید دین۔اور اشاعت علم اور نصرت وحمایت حق میں کی جائے اور جس سے کام دین کے غلبہ کا لیا جائے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو اوپر شعراء کی مذمت بیان ہوئی اس سے ان شعراء کو مستثنٰی کیا گیا ہے جو چار خصوصیات کے حامل ہوں۔

اول یہ کہ وہ مومن ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتابوں کو سچے دل سے مانتے ہوں اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔

دوسرے یہ کہ وہ اعمال صالحات کرنے والے ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے موافق اپنی زندگی گزارنے والے ہوں۔فاسق،فاجر۔بدکردار اور اللہ رسول کے نافرمان نہ ہوں۔

تیسرے یہ کہ وہ بکثرت یادالٰہی کرتے ہوں یعنی اپنے عام حالات اور اوقات میں بھی اور اپنے کلام میں بھی تائید دین حق اور اشاعت اسلام میں ان کے اشعار ہوں کہ یہ سب ذکر اللہ ہے۔

چوتھی صفت یہ ہو کہ اعدائے دین کی طرف سے ان پر اولاً ظلم ہو چکا ہو اور اس کا بدلہ لینے کے لئے وہ اپنی زبان اور قلم سے کام لیں یعنی کفار یا بے دینوں نے اول ان کو ایذا پہنچائی خواہ قولاً مثلاً ان کی ہجو کی یا دین کی توہین کی یا فعلاً کہ ان کے جان یا مال کو ضرر پہنچایا تو اب مظلوم ہونے کے بعد وہ انتقام اپنے اشعار یا کلام سے لینے والے ہوں۔روایات میں آتا ہے کہ کفار اور مشرکین کے شاعر۔اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف الزامات کا جو طوفان اٹھاتے اور نفرت وعداوت کا جو زہر پھیلاتے تھے اس کا جواب دینے کے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعراء اسلام کی ہمت افزائی فرمائی ہے۔حضرت کعب بن مالک کے پوچھنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا مومن جہاد کرتا ہے تلوار سے اور اپنی زبان سے۔قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جس چیز سے ان کو مارتے ہو وہ گویا تیروں کی مار ہے۔یعنی تم جو اشعار میں مشرکوں کی مذمت کرتے ہو تو یہ تیروں کی طرح ان پر اثر کرتے ہیں۔تو خلاصہ یہ کہ ایسی روایات بھی بکثرت منقول ہیں جن سے شاعری اور شاعروں کی مذمت ثابت ہوتی ہے اور ایسی روایات بھی موجود ہیں جو شاعری کے استحسان پر دلالت کرتی ہیں۔خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشعار سنے۔بعض شاعروں کی تعریف بھی کی اور شعر کہنے کا حکم بھی دیا اس لئے شاعری کی مدح وذم ممانعت۔اور جواز دونوں منقول ہیں۔اس لئے محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ اچھے اشعار جیسے حمد ونعت حمایت اسلام۔اصلاح مسلمین اور اسی قسم کے دوسرے مضامین کے شعر مستحسن ہیں اور اخلاق اور حسن اعمال کو برباد کرنیوالے۔فسق وفجور کی تعلیم دینے والے اور فساد وتباہی برپا کرنیوالے اشعار ممنوع ہیں۔اب جبکہ قرآن اور رسالت کے متعلق جو شبہات کفار کے تھے ان کے جوابات پورے ہوگئے اور اس پر بھی جو منکر نبوت رہے اور ہٹ دھرمی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شاعری اور کہانت وغیرہ کی تہمتیں لگاتے رہے ان کو وعید سنائی جاتی ہے کہ ان ظالموں کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہوجائیگا کہ کیسی بری اور مصیبت کی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے مراد اس سے جہنم ہے۔

الحمدللہ کہ سورۂ شعراء کا بیان یہاں ختم ہوگیا جس میں ۱۱ رکوع تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ① هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ② الَّذِيْنَ

طٰسٓ۔ یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور ایک واضح کتاب کی۔ یہ (آیتیں) ایمان والوں کیلئے ہدایت اور مژدہ سنانے والی ہیں۔ جو ایسے ہیں

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ③

کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر (پورا) یقین رکھتے ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| طٰسٓ طٰسٓ | تِلْكَ یہ | اٰيٰتُ آیتیں | الْقُرْاٰنِ قرآن | وَكِتَابٍ اور کتاب | مُّبِيْنٍ روشن، واضح | هُدًى ہدایت | وَ بُشْرٰى اور خوشخبری |
| لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے | الَّذِيْنَ جو لوگ | يُقِيْمُوْنَ قائم رکھتے ہیں | الصَّلٰوةَ نماز | وَيُؤْتُوْنَ اور ادا کرتے ہیں | الزَّكٰوةَ زکوٰۃ | وَهُمْ اور وہ | |
| بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر | هُمْ وہ | يُوْقِنُوْنَ یقین رکھتے ہیں | | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ کہ اب انیسویں پارہ کی سورۂ نمل کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی صرف تین ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کے سلسلہ میں وادالنمل یعنی چیونٹیوں کے میدان کا ذکر آیا ہے نمل معنی ہیں چیونٹیوں کے۔ اس لئے بطور نشانی اس سورۃ کا نام نمل مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکی دور کے درمیانی زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ کلام پاک کی ۲۷ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶۸ لکھا ہے یعنی ۶۷ سورتیں اس سورۃ سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۴۶ سورتیں اس سورۃ کے بعد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۹۳ آیات، ۷ رکوعات۔ ۱۱۶۷ کلمات ۴۸۷۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی عقائد کی اصلاح یعنی توحید کی تعلیم۔ نبوت کا اثبات آخرت کا یقین اور چند انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ ہیں۔ اس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ سارے جہاں کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے۔ اس نے انسانوں کو پیدا کر کے ان کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً نبی بھیجے اور رسالت کا سلسلہ قائم کیا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ختم فرمایا گیا اور جن پر قرآن مجید نازل کیا گیا جس میں انسان کو بتایا گیا کہ اسے اس زندگی میں کیا کرنا چاہئے انسان کو اس دنیا میں ایک مقررہ وقت تک رہنا ہے اس کے بعد اس کی یہاں کی زندگی ختم ہو جائے گی ہر فرد و بشر جو اس دنیا میں آیا ہے ایک نہ ایک دن وہ مر جائے گا اور آخرکار یہ ظاہری عالم بھی سارا فنا ہو جائے گا۔ پھر کچھ مدت کے بعد جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے سارے انسان شروع دنیا سے آخر تک دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور عالم آخرت شروع ہو جائے گا جہاں ہر شخص کے اعمال کی جو اس نے اس دنیا میں کئے تھے جانچ پڑتال کی جائے گی اور جیسے جس کے اعمال ہوں گے ویسی ہی اس کو جزا و سزا دی جائے گی۔ یہ تمام باتیں بالکل اسی طرح ہوں گی جس طرح قرآن مجید میں کھول کھول کر واضح کر دیا گیا ہے۔ نتیجہ کے لحاظ سے قرآن کے منکروں کو دائمی

عذاب۔ مصیبت اور بے چینی نصیب ہوگی اور اس کے ماننے والوں کو ابدی راحت۔ خوشی اور آرام چین وسکون ملے گا۔ خدا کے پیغمبروں کی ہدایات کو نہ ماننے والوں کی عبرت کے لئے بعض پہلی امتیں اور ان کے پیغمبروں کے قصہ بیان کئے گئے۔ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور پھر بنی اسرائیل کے دو جلیل القدر صاحب سلطنت انبیاء حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کہ جن کی سلطنت جن وانس کے علاوہ جانوروں تک پر تھی ان کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق دو واقعات کا بیان اس سورۃ میں فرمایا گیا ایک تو وہ جو چیونٹیوں کے ساتھ گزرا اور اسی پر اس سورۃ کا نام سورۃ النمل رکھا گیا اور دوسرا واقعہ ملکہ سبا کا جس کی بابت ہدہد نے آ کر خبر دی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو زیر فرمان کیا اس کے بعد دو اور قوموں کا بیان ہے۔ اخیر میں قدرت کی بعض نشانیاں واضح کر کے واقعات عالم سے عبرت حاصل کرنے پر زور دیا گیا اور دنیا کے خاتمہ کی ایک علامت بتائی گئی۔ پھر قیامت کے حالات واضح کئے گئے اور سورۃ کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ ان باتوں کو جاننے کے بعد انسان کے لئے کوئی چارہ کار نہیں سوائے اس کے کہ قرآن کے احکام پر چلے۔ یہ ہے خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی حروف مقطعات طٰسٓ سے فرمائی گئی ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق سورۂ بقرہ کے ابتدائی درس میں تفصیلی بیان ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ خلفائے راشدین۔ جمہور صحابہؓ وتابعین اور اکثر علمائے امت کے نزدیک یہ حروف رموز واسرار الٰہیہ ہیں۔ ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں۔ ان کے حقیقی معنی کی طرف کسی اور کی رسائی نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بطور ایک راز کے دیا گیا ہو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حروف کی تفسیر و تشریح میں صراحتہً کچھ منقول نہیں۔ ان پر اسی طرح ایمان لانا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس طرح آئے ہیں ان کی تلاوت کرنا چاہئے اور ان کے معنی کی تفتیش میں نہ پڑنا چاہئے۔

آگے سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ آیات جن کی تلاوت اس سورۃ میں کی جارہی ہے کسی کاہن کی بکواس نہیں۔ کسی ساحر کی شعبدہ بازی نہیں کسی شاعر کی تک بندی نہیں بلکہ قرآن اور اس عظیم الشان کتاب کی آیات ہیں جو حق و باطل میں فرق کرنے والی۔ اور انسانی نجات وسعادت کا راستہ واضح طور پر بتانے والی ہے۔ جس کی کوئی بات بعید از عقل نہیں۔ سب باتیں اس کی صاف اور ظاہر ہیں جن کو ہر ایک صاحب عقل سلیم تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد نہیں کرسکتا۔ اس کی ہدایت ہر انسان کے لئے عام ہے مگر اس کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے والے چونکہ اہل ایمان ہی ہیں اس لئے یہ اہل ایمان ہی کے لئے باعث ہدایت اور سبب بشارت ہے۔ اس کے ہر لفظ سے مومن کو راہ حق نظر آتی ہے اور دوامی سعادت و نجات کی خوشخبری حاصل ہوتی ہے مگر یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ فقط قلبی تصدیق اور عقیدہ کی صحت سے کمال ایمانی حاصل ہو جاتا ہے۔ نہیں خالی زبان سے اپنے کو مومن کہنا کافی نہیں جب تک کہ اس میں خصوصیت کے ساتھ یہ تین اوصاف نہ پائیں جائیں۔

ایک **الذین یقیمون الصلوٰۃ** وہ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی اہتمام سے ساری شرائط وقواعد کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جو نماز ادا نہ کرے وہ پورا کامل مومن ہی نہیں۔ حیف ہے ان لوگوں پر جو دین اسلام کی حمایت کے نعرے تو بلند کرتے ہیں مگر نماز سے بے فکر ہیں۔

دوسرا وصف **ویؤتون الزکوٰۃ** فرمایا یعنی جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ شرع میں جب کہ مال ایک معینہ نصاب سے زائد ہو تو اس میں سے چالیسواں حصہ اللہ کے نام پر غربا۔ مساکین اور مستحقین کو دینا اور اس مقررہ لازمی اور فرض زکوٰۃ کے

علاوہ ہر ایک قسم کے خیرات وصدقات بھی زکوٰۃ میں شامل ہیں تو یہاں اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے ذکر کرنے سے اس طرف صاف اشارہ ہے کہ نماز اور زکوٰۃ اسلام کے وہ عظیم الشان ارکان ہیں جن کے بغیر ایمان کی عمارت کا اپنی جگہ پر قائم رہنا دشوار ہے۔اسی لئے ان آیات میں ذہن نشین کرایا جارہا ہے کہ قرآن کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایمان کے ساتھ عملاً اطاعت اور اتباع کا رویہ اختیار کرنا بھی ضروری ولازمی ہے جس کی اولین علامت اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ ہے۔اگر یہی علامت غائب ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ آدمی اطاعت اور حکم کی پیروی کے لئے تیار نہیں۔

تیسری بات وھم بالاٰخرۃ ھم یوقنون فرمائی یعنی روز آخرت پر ان کو کامل یقین ہو اور یہ اعتقاد رکھیں کہ خداوند تعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔ ایک دن حشر ہونا ہے اور تمام اعمال کی باز پرس ہونی ہے اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔اگر آخرت پر ایمان یقین نہ ہو تو انسان کسی کار خیر کی طرف توجہ بھی نہ کرے گا اور اگر کوئی نیک کام کرے گا بھی تو اس کی غرض کسی دنیوی وجاہت عزت۔عیش وآرام کے حصول کی ہوگی۔جب کسی کو انجام کی فکر اور مستقبل کا خیال ہی نہ ہوگا۔تو وہ اسی دنیائے فانی کی فکر میں ڈوبا رہے گا اور اس کی تمام کوششوں کا مرکز یہی چند روزہ زندگی ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کی رہنمائی سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اس کی بشارتوں کے مستحق صرف وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو ان حقیقتوں کو تسلیم کریں جنہیں یہ کتاب پیش کرتی ہے اور پھر مان لینے کے بعد اپنی عملی زندگی میں اطاعت واتباع کا رویہ اختیار کریں اور اس میں قرآن کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا انہیں کے لئے ممکن ہے کہ جو آخرت کے قائل ہوں۔

قرآن کریم جن حقیقتوں کو ماننے اور ان پر ایمان لانے اور پورا پورا یقین رکھنے کی پرزور دعوت دیتا ہے ان میں خداوند قدوس کی ذات اور اس کی صفات یعنی توحید باری تعالیٰ ہے۔جس کے بعد آخرت ہی کا مسئلہ ہے۔تمام انبیائے کرام اور اللہ تعالیٰ کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان لانے اور پورا یقین کرنے کی دعوت دی ہے اور چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور قیامت تک کے لئے دنیا کی رہنمائی کے لئے نازل کی گئی ہے اس لئے اس میں تو آخرت کے مسئلہ پر اتنا زور دیا گیا ہے اور اتنی تفصیل سے اس کو بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ آخرۃ ہی کے بیان سے متعلق ہے۔اور عقیدۂ آخرت ہی یعنی حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب اور جزا وسزا انسان کی حالت دنیا میں درست رکھ سکتا ہے اور انسان کی زندگی میں انقلاب لاسکتا ہے اور اس کو صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے۔

یہ تو مومنین کاملین کا حال تھا آگے منکرین قرآن اور ان کا آخرت کا حال اور ان کا انجام ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اس کتاب کو ہمارے لئے بھی باعث ہدایت وخوشخبری بنائیں اور ایمان والوں کی صفات ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔اور آخرت پر پورا یقین عطا فرمائیں تاکہ ہم کو اس دنیا کی زندگی میں آخرت کا فکر ہو اور ہمارا کوئی لمحہ آخرت کی تیاری سے غفلت میں نہ گزرے۔یا اللہ! ہم کو پوری طرح اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کی توفیق عطا فرما اور اس کے ساتھ اپنے جملہ احکام کی بھی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما۔یا اللہ! مومنین کاملین کی جو صفات یہاں بیان فرمائی گئیں یعنی نماز کی پابندی زکوٰۃ کی ادائیگی اور آخرت پر پورا یقین۔آج امت مسلمہ کے اکثر افراد انہیں صفات سے غافل ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ﴿٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے اُن کے اعمال (بد) اُن کی نظر میں مرغوب کر رکھے ہیں سو وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے

سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٥﴾ وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ

سخت عذاب (ہونیوالا) ہے اور وہ لوگ آخرت میں (بھی) سخت خسارہ میں ہیں۔ اور آپ کو بالیقین ایک بڑی حکمت والے علم والے کی جانب سے قرآن دیا جا رہا ہے۔

حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿٦﴾ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُمْ

(آپ اُس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جبکہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں ابھی وہاں سے (یا تو راستہ کی) کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے پاس

بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾

آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم سینک لو۔

إِنَّ بیشک | الَّذِينَ جو لوگ | لَا يُؤْمِنُونَ ایمان نہیں لاتے | بِالْآخِرَةِ آخرت پر | زَيَّنَّا لَهُمْ آراستہ کر دکھائے ہم نے ان کیلئے | أَعْمَالَهُمْ ان کے عمل

فَهُمْ پس وہ | يَعْمَهُونَ بھٹکتے پھرتے ہیں | أُولَٰئِكَ یہی لوگ | الَّذِينَ وہ لوگ جو | لَهُمْ ان کیلئے | سُوءُ بُرا | الْعَذَابِ عذاب | وَهُمْ اور وہ

فِي الْآخِرَةِ آخرت میں | هُمْ وہ | الْأَخْسَرُونَ سب سے بڑھ کر خسارہ اٹھانے والے | وَإِنَّكَ اور بیشک تم | لَتُلَقَّى دیا جاتا ہے | الْقُرْآنَ قرآن

مِنْ لَدُنْ نزدیک (جانب) سے | حَكِيمٍ حکمت والا | عَلِيمٍ علم والا | إِذْ جب | قَالَ کہا | مُوسَىٰ موسیٰ | لِأَهْلِهِ اپنے گھر والوں سے | إِنِّي بیشک میں

آنَسْتُ میں نے دیکھی ہے | نَارًا ایک آگ | سَآتِيكُمْ میں ابھی لاتا ہوں | مِنْهَا اس کی | بِخَبَرٍ کوئی خبر | أَوْ آتِيكُمْ یا لاتا ہوں تمہارے پاس

بِشِهَابٍ شعلہ | قَبَسٍ انگارہ | لَعَلَّكُمْ تاکہ تم | تَصْطَلُونَ تم سینکو

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ آیتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جاتی ہیں ایک واضح اور روشن کتاب یعنی قرآن کریم کی آیتیں ہیں جو انسانی سعادت و نجات کا راستہ واضح طور پر بتانے والی ہیں۔ اور اگرچہ اس کی ہدایت ہر انسان کے لئے عام ہے لیکن چونکہ اس کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے والے اہل ایمان ہی ہیں اس لئے یہ اہل ایمان ہی کے لئے باعث ہدایت اور سبب بشارت ہے۔ پھر اہل ایمان کی تین صفات بیان کی گئیں یعنی وقت اور شرائط کی پابندی کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور عالم آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

اب آگے مومنین کے مقابلہ میں کفار و منکرین کی حالت اور ان کا انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے اور ان کی نظروں میں جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے تو وہ اسی کی زیب و زینت اور عیش و آرام میں ڈوبے رہتے ہیں اور ان کی ساری کوشش اور فکر کا مرکز بس یہی چند روزہ زندگی ہے کہ کس طرح دنیا میں مال و دولت حاصل ہو۔ عزت اور جاہ بڑھے۔ اچھا کھائیں پئیں اور موج اڑائیں۔ عالیشان مکانوں میں عیش و عشرت سے رہیں۔ تو جو کتاب یا پیغمبر ادھر سے ہٹا کر عاقبت اور آخرت کی طرف توجہ دلائے تو اس کی بات پر کان کیوں دھرنے لگے۔ یہ تو دنیا کے عشق میں غرق ہو کر ہادیوں پر آوازیں کستے ہیں۔ آسمانی کتاب کو مورد طعن بناتے ہیں۔ پیغمبر کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور یہی وہ کام ہیں کہ جن کو اپنے نزدیک بہت اچھا سمجھ کر برابر گمراہی میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے منکرین و مکذبین کو اللہ تعالیٰ بھی ڈھیل دے کر چھوڑ دیتے ہیں کہ ان

کی برائیاں انہیں اچھی لگنے لگتی ہیں اور اس طرح وہ اپنی سرکشی و گمراہی میں بڑھتے رہتے ہیں۔ انجام ان کا یہ ہوگا کہ آخرت میں انہیں سخت ترین سزائیں ہوں گی اور قیامت کے دن اہل محشر میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب ان بدبختوں نے قرآن مبین کی قدر نہ پہچانی اور اس کی ہدایات و بشارات سے فائدہ نہ اٹھایا تو آخرت کی یہی بدانجامی نصیب ہوئی تھی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اس علیم و حلیم کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب یعنی قرآن کریم آپ کو مرحمت کی گئی جس سے ہر وقت تازہ بتازہ فوائد پہنچ رہے ہیں جس میں مومنین کے لئے بشارتیں ہیں اور مکذبین کو عبرتناک واقعات سنائے گئے ہیں تاکہ سچوں کا دل مضبوط اور قوی ہو اور جھوٹ و باطل کی حمایت کرنے والے اپنی بدانجامی پر مطلع ہو جائیں چنانچہ اپنی اغراض کے لئے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونیوں کا قصہ سنایا جاتا ہے۔ یہ اس وقت کا قصہ ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں دس سال گزارنے کے بعد مصر کی طرف واپس جا رہے تھے۔ راستہ میں وادی سینا یا وادی طویٰ کے قریب پہنچ کر جب کہ سخت سردی کی اندھیری رات تھی راستہ بھول گئے تو آپ کی بی بی صاحبہ جو آپ کے ہمراہ تھیں ان کو ایک جگہ بٹھا کر آپ نے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ میں نے ایک جگہ آگ دیکھی ہے میں وہاں جاتا ہوں۔ اگر وہاں کوئی موجود ہوا تو راستہ کی خبر لاتا ہوں ورنہ سینکنے تاپنے کے لئے آگ لے آؤں گا۔

اب جب موسیٰ علیہ السلام آگ لینے جاتے ہیں تو وہاں کیا صورت حال پیش آتی ہے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ان آیات میں مومن اور غیر مومن کی حالت میں عقیدہ آخرت کا خاص فرق ہونا بتلایا گیا ہے اور یہ ایک بالکل فطرتی اور نفسیاتی بات ہے کہ جب آدمی اپنی زندگی اور اس کی سعی اور عمل کے نتائج کو صرف اسی دنیا تک محدود سمجھے گا اور جب وہ موت کے بعد کسی ایسی زندگی کا قائل نہ ہوگا جس میں حیاۃ دنیا کے اعمال کی حقیقی قدر و قیمت کے موافق ٹھیک ٹھیک جزا و سزا دی جانے والی ہو۔ اور جب انسان کسی ایسی عدالت کا قائل نہ ہوگا جہاں انسان کے پورے کارخانہ حیات کی جانچ پڑتال کے بعد اس کے اچھے یا برے ہونے کا قطعی فیصلہ کیا جانے والا ہو تو لازماً اس کے اندر ایسا نقطۂ نظر پایا جائے گا کہ اسے حق و باطل اور نیکی و بدی اور شرک و توحید۔ اور اخلاق و بداخلاقی اور ثواب و عذاب کی یہ ساری بحثیں سراسر بے معنی نظر آئیں گی۔ بس جو کچھ اسے اس دنیا میں لذت و آرام۔ عیش و راحت۔ مادی ترقی اور خوشحالی اور قوت و اقتدار سے ہمکنار کرے وہی اس کے نزدیک بڑی خوبی کی بات ہوگی۔ اس کو حقیقت اور صداقت سے کوئی غرض ہی نہ ہوگی۔ اس کا اصل مطلوب صرف حیاۃ دنیا کی زینتیں اور کامرانیاں ہوں گی جن کے حصول کے فکر میں وہ ساری زندگی سرگرداں رہے گا اور ان لوگوں کو بے وقوف اور احمق سمجھے گا جو اس کی طرح دنیا طلبی میں منہمک نہیں ہیں۔ برخلاف اس کے جب کسی کا یہ عقیدہ اور پختہ یقین ہوگا کہ مرنے کے بعد اور بھی کئی منزلوں سے گزرنا ہے جس میں پہلی منزل موت سے لے کر قیامت تک کی ہے جس کو عالم برزخ کہتے ہیں اور دوسری منزل قیامت اور حشر نشر کی ہے اور تیسری و آخری منزل جنت یا جہنم ہے اور ہر ہر منزل میں ہمیں دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا و سزا ملنی ہے اس لئے ہم دنیا میں مطلق العنان اور تمام قیود و بندشوں سے آزاد ہو کر من مانی زندگی گزارنے کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں بلکہ ہر عمل کا محاسبہ اور بازپرس ہونے والی ہے اور اس پوری زندگی کے حساب اور جانچ پڑتال میں جو کامیاب نکلیں گے وہ جنت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے اور جو اس جانچ پڑتال میں ناکامیاب ہوں گے وہ دوزخ کے سزاوار ٹھہرائے جائیں گے اور بالآخر آخری فیصلہ میں اپنے عقائد و اعمال کے مطابق جنت یا جہنم ہی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ تو جن کو آخرت اور حساب کی فکر ہر بات میں لاحق رہے گی ان کو یقیناً دنیا کی اس عارضی زندگی سے دل بستگی کم ہوگی۔ ان کی زندگی کا نصب العین اخروی فلاح ہوگا اور اس طرح لازمی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے ہر پہلو سے متلاشی رہیں گے۔ اسی لئے قرآن کریم میں آخرت کے مسئلہ پر اتنا زور دیا گیا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس پر اتنی روشنی ڈالی گئی ہے کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کا بہت زیادہ حصہ آخرت ہی کے متعلق ہے اللہ تعالیٰ آخرت کی اہمیت ہمارے دلوں میں بھی بٹھا دیں۔ بقیہ قصہ موسیٰ علیہ السلام کا اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸﴾

سوجب اُس (آگ) کے پاس پہنچے تو اُن کو (منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں اُن پر بھی برکت ہو اور جو اس کے پاس ہے اس پر بھی (برکت ہو) اور اللہ رب العالمین پاک ہے۔

یٰمُوْسٰٓی اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں اللہ ہوں زبردست حکمت والا۔ اور (اے موسیٰ) تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو سو جب انہوں نے اُس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا

وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ

جیسے سانپ ہو تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی تو نہ دیکھا (ارشاد ہوا کہ) اے موسیٰ ڈرو نہیں، ہمارے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرا کرتے۔ ہاں مگر جس سے کوئی قصور ہو جاوے

ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ

پھر بُرائی (ہو جانے کے) بعد بجائے اس کے نیک کام کرلے (یعنی توبہ کرلے) تو میں مغفرت والا رحمت والا ہوں۔ اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ

مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ

وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا، یہ تو معجزوں سے ہیں (جن کے ساتھ تم کو) فرعون اور اس کی قوم کی طرف (بھیجا جاتا ہے کیونکہ) وہ بڑے حد سے نکل جانے والے لوگ ہیں۔ غرض ان لوگوں کے پاس

اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ

جب ہمارے (دیئے ہوئے) معجزے پہنچے (جو نہایت واضح تھے) تو وہ لوگ (ان سب کو دیکھ کر بھی) بولے یہ صریح جادو ہے۔ اور ظلم اور تکبر کی راہ سے ان (معجزات) کے (بالکل) منکر ہو گئے

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴﴾

حالانکہ اُن کے دلوں نے اُنکا یقین کرلیا تھا سو دیکھئے کیسا انجام ہوا ان مفسدوں کا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَلَمَّا پس جب | جَآءَهَا اس (آگ) کے پاس آیا | نُوْدِیَ ندا دی گئی | اَنْۢ بُوْرِكَ کہ برکت دیا گیا | مَنْ جو | فِی النَّارِ آگ میں | وَمَنْ اور جو | |
| حَوْلَهَا اس کے آس پاس | وَسُبْحٰنَ اور پاک | اللّٰهِ اللہ | رَبِّ پروردگار | الْعٰلَمِیْنَ سارے جہانوں | یٰمُوْسٰٓی اے موسیٰ | اِنَّهٗ حقیقت یہ | |
| اَنَا اللّٰهُ میں اللہ | الْعَزِیْزُ غالب | الْحَكِیْمُ حکمت والا | وَ اور | اَلْقِ تو ڈال | عَصَاكَ اپنا عصا | فَلَمَّا پس جب اس نے | رَاٰهَا اسے دیکھا |
| تَهْتَزُّ لہراتا ہوا | كَاَنَّهَا گویا کہ وہ | جَآنٌّ سانپ | وَلّٰی وہ لوٹ گیا | مُدْبِرًا پیٹھ پھیر کر | وَلَمْ یُعَقِّبْ اور مڑ کر نہ دیکھا | یٰمُوْسٰی اے موسیٰ | لَا تَخَفْ تو خوف نہ کھا |
| اِنِّیْ بیشک میں | لَا یَخَافُ خوف نہیں کھاتے | لَدَیَّ میرے پاس | الْمُرْسَلُوْنَ رسول | اِلَّا مگر | مَنْ جو۔جس | ظَلَمَ ظلم کیا | ثُمَّ بَدَّلَ پھر اس نے بدل ڈالا |
| حُسْنًا بھلائی | بَعْدَ بعد | سُوْٓءٍ برائی | فَاِنِّیْ تو بیشک میں | غَفُوْرٌ بخشنے والا | رَحِیْمٌ نہایت مہربان | وَاَدْخِلْ اور داخل کر (ڈال) | یَدَكَ اپنا ہاتھ |
| فِیْ جَیْبِكَ اپنے گریبان میں | تَخْرُجْ وہ نکلے گا | بَیْضَآءَ سفید۔روشن | مِنْ سے۔کے | غَیْرِ سُوْٓءٍ کسی عیب کے بغیر | فِیْ میں | تِسْعِ اٰیٰتٍ نو نشانیاں | |
| اِلٰی طرف | فِرْعَوْنَ فرعون | وَقَوْمِهٖ اور اس کی قوم | اِنَّهُمْ بیشک وہ | كَانُوْا ہیں | قَوْمًا قوم | فٰسِقِیْنَ نافرمان | فَلَمَّا پھر جب |
| جَآءَتْهُمْ آئیں ان کے پاس | اٰیٰتُنَا ہماری نشانیاں | مُبْصِرَةً آنکھیں کھولنے والی | قَالُوْا وہ بولے | هٰذَا یہ | سِحْرٌ مُّبِیْنٌ جادو کھلا | | |

| وَجَحَدُوْا اور انہوں نے انکار کیا | بِهَا اس کا | وَاسْتَيْقَنَتْهَا حالانکہ اس کا یقین تھا | اَنْفُسُهُمْ انکے دل | ظُلْمًا ظلم سے | وَّعُلُوًّا اور تکبر سے |
|---|---|---|---|---|---|
| | فَانْظُرْ تو دیکھو | كَيْفَ کیسا | كَانَ ہوا | عَاقِبَةُ انجام | الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنیوالے |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ مدین سے آتے ہوئے جب کوہ طور کے قریب رات کو سردی کے وقت پہنچے جب کہ راستہ بھی بھول گئے تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے طور کی طرف ایک آگ دیکھی ہے میں وہاں جا کر یا تو راستہ کی کوئی خبر لاتا ہوں یا پھر آگ وہاں سے لے کر آتا ہوں تا کہ تم گرمی حاصل کر سکو۔اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو اس منظر کو دیکھ کر حیران ہو گئے کہ ایک سرسبز درخت ہے اس پر آگ جل رہی ہے۔ شعلے تیز ہو رہے ہیں اور درخت کی سرسبزی اور بڑھ رہی ہے اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ دنیا کی آگ نہیں بلکہ غیبی اور نورانی آگ ہے۔جس کے اندر نور الٰہی ظاہر ہو رہا تھا یا اس کی تجلی چمک رہی تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام قریب ہوئے تو یکا یک غیب سے آواز آئی مبارک ہے وہ جو اس آگ کے اندر ہے اور جو آگ کے آس پاس ہے یعنی زمین کا یہ ٹکڑا مبارک ہے۔اس آگ میں جو تجلی یا نور ہے وہ بھی مبارک ہے اور اس کے اندر یا اس کے آس پاس جو ہستیاں ہیں مثلاً فرشتے یا خود موسیٰ علیہ السلام وہ سب مبارک ہیں۔ یہ غالباً موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لئے بطور اعزاز و اکرام کے فرمایا۔ساتھ ہی یہ فرما دیا گیا کہ اللہ جو رب العالمین ہے وہ آگ میں نظر آنے سے پاک ہے۔یعنی اللہ کی ذات مکان۔ جہت۔جسم۔صورت۔رنگ وغیرہ سب سے پاک ہے۔آگ میں اس کی تجلی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اس کی ذات پاک آگ میں حلول کر آئی۔وہ تو ہر مماثلت۔مشابہت اور حلول اور تجسم سے پاک ہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس وقت تم سے کلام کرنے والا میں ہوں اللہ زبردست حکمت والا اور اے موسیٰ تم اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی اور اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا تو وہ ڈالتے ہی ایک جیتا جاگتا چلتا پھرتا زبردست اژدہا بن گیا جسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بمقتضائے بشریت خوفزدہ سے ہو گئے اور پیٹھ پھیر کر وہاں سے بھاگنا شروع کیا۔اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اے موسیٰ ڈرو نہیں کیونکہ ہم نے تم کو پیغمبری عطا کی ہے اور خلعت پیغمبری کے عطا ہونے کے وقت پیغمبر ایسی چیزوں سے جو کہ خود ان کی پیغمبری کی دلیل یعنی معجزات ہوں ڈرا نہیں کرتے ہماری بارگاہ قرب میں پہنچ کر سانپ یا کسی مخلوق سے ڈرنے کا کیا مطلب۔ہاں خدا کے حضور میں پہنچ کر خوف اور اندیشہ صرف اس کو ہونا چاہئے جو کوئی ظلم و زیادتی اور خطا و تقصیر کر کے آیا ہو۔اس کے متعلق بھی ہمارے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ برائی کے بعد اگر دل سے توبہ کر کے اپنی روش درست کر لی اور نیکیاں کر کے برائی کا اثر مٹا دیا تو حق تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے معاف کر دیتے ہیں کیونکہ وہ غفور الرحیم ہیں۔ اس لاٹھی کے سانپ بن جانے کے معجزہ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک اور معجزہ دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ آپ جب بھی اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالیں گے تو وہ بلا کسی مرض یا عیب کے روشن۔ چمکدار ہو کر نکلے گا اور یہ دونوں معجزے ان نو معجزوں میں سے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً تمہاری تائید کرتے رہیں گے۔اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ یہ نو معجزات حسب ذیل تھے۔

(۱) عصاء موسوی کا اژدہا بن جانا۔

(۲) گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالنے سے روشن ہو کر نکلنا۔

(۳) دریائے نیل میں طوفان کا آنا۔

(۴) ٹڈی دَل کا بکثرت آنا۔

(۵) فرعونیوں کے لئے جوئیں یا چیچڑیوں کی کثرت ہونا۔

(۶) مینڈکوں کی ایسی پیداوار کہ ہر چیز اور برتن میں غیب سے مینڈک ہی مینڈک نظر آتے تھے۔

(۷) فرعونیوں کے لئے تمام پانی کا خون ہو جانا اور ان کا ایک ایک قطرہ پانی کو ترسنا۔

(۸) زبردست قحط سالی سے ملکی پیداوار کا تباہ ہو جانا۔

(۹) بحر قلزم کا بنی اسرائیل کے عبور کے لئے خشک ہو جانا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب بھی وقتاً فوقتاً فرعونیوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ نشانیاں دکھلائی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے۔ حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور جو نشان دکھلا رہے ہیں یقیناً خدائی نشان ہیں مگر ہٹ دھرمی۔ عناد تکبر اور غرور سے جان بوجھ کر حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کرتے رہے۔

قرآن پاک کی دوسری آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے اعلان کے مطابق کوئی بلائے عام فرعونیوں پر نازل ہوتی تو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتا کہ تم اپنے خدا سے دعا کر کے اس بلا کو ٹلوادو پھر جو کچھ تم کہتے ہو وہ ہم مان لیں گے مگر جب وہ بلا ٹل جاتی تو فرعون اور اس کی قوم اپنی اسی ہٹ دھرمی پر تل جاتی۔ آخر پھر کیا ہوا؟ کچھ ہی دنوں بعد پتہ لگ گیا کہ ایسے ہٹ دھرم مفسدوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ سب کو بحر قلزم کی موجوں نے کھالیا۔ کسی کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔

یہاں اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اتنا ہی بیان فرمایا گیا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں کفار مکہ کے لئے دو باتیں جتلائی گئی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ خدا جس کو نوازنا چاہتا ہے اپنی نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایسے غریب الوطن اور مفلس ہستی کو اللہ نے نبوت سے سرفراز فرمایا جن کو رہنمائی کے لئے کوئی ساتھی بھی میسر نہ تھا پس جس طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام کو خلعت رسالت پہنایا۔ اسی طرح اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول خاص بنا دیا لہٰذا کافروں کا یہ گمان غلط ہے کہ اگر نبی ہی بنانا تھا تو ایسے شکستہ حال کو نبی کیوں بنایا کہ جس کو بازاروں میں خود ضروریات کے لئے جانا پڑتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ جتلایا جاتا ہے کہ پیغمبر برحق کی مخالفت سے پرجلال اور پرشکوہ بادشاہوں کی بادشاہی بھی برباد ہو جاتی ہے۔ فرعون جیسے جابر شہنشاہ کی حکومت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور انجام کار مخالفت کے باعث اس کو خود تباہ ہونا پڑا اسی طرح کفار کی مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور اگر ان کا کفر پر اور مخالفت پر بھی اصرار رہا تو یہ لوگ خود ہی برباد ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے بعد آگے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے انوار ہدایت سے ہمارے قلوب کو منور فرمادیں اور ہم کو دین حنیف پر استقامت بخشیں۔ اور ہر طرح کی گمراہی و کجی فتنہ و فساد سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنا تابعدار بندہ بنا کر اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار امتی ہو کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ

اور ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے

عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

| وَ اور | لَقَدْ اٰتَيْنَا تحقیق دیا ہم نے | دَاوٗدَ داؤدؑ | وَ اور | سُلَيْمٰنَ سلیمانؑ | عِلْمًا (بڑا) علم | وَقَالَا اور انہوں نے کہا | الْحَمْدُ تمام تعریفیں |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لِلّٰهِ اللہ کیلئے | الَّذِيْ وہ جس نے | فَضَّلَنَا فضیلت دی ہمیں | عَلٰى پر | كَثِيْرٍ اکثر | مِّنْ سے | عِبَادِهِ اپنے بندے | الْمُؤْمِنِيْنَ مومن |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریب ۵۰۰ برس بعد کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے قریب ساڑھے پندرہ سو سال قبل کا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں آپ اور آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام بہت مشہور ومعروف انبیاء میں سے ہیں اور ان دونوں حضرات کو نبوت کے ساتھ سلطنت بھی عطا ہوئی تھی۔ اور قرآن کریم میں متعدد جگہ ان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس سورۃ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر فرما کر کفار مکہ کے سرداران کو جتلایا جاتا ہے کہ دیکھو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان جن کو خدا نے دولت۔ حکومت اور شوکت وحشمت سے اس بڑے پیمانہ پر نوازا تھا کہ مکہ کے سردار تو اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے لیکن باوجود اس حکومت وسلطنت کے ان کا حال تو یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے حضور جواب دہ سمجھتے تھے اور انہیں احساس تھا کہ جو کچھ بھی انہیں حاصل ہے سب خدا کی دین اور عطا سے حاصل ہے اس لئے وہ اپنے منعم حقیقی کے ہمیشہ شکر گزار اور اطاعت گزار رہتے اور تکبر اور بڑائی اور سرکشی ونافرمانی کا کوئی ادنیٰ شائبہ ان میں نہ پایا جاتا تھا۔ یہ مکہ کے سردار اپنے اس معمولی سرداری ہی پر اس طرح بھولے ہوئے ہیں کہ نہ حق کو دیکھتے ہیں۔ نہ خدا کو پہچانتے ہیں نہ منعم حقیقی کی شکر گزاری کو جانتے ہیں بلکہ الٹا کفر وسرکشی اور نافرمانی حق میں پیش پیش ہیں۔ اس کے علاوہ گذشتہ میں فرعون کے قصہ کا ذکر ہوا تھا اس کو بھی حکومت۔ سلطنت اور دولت حشمت اور طاقت حاصل تھی۔ مگر جہل وعناد۔ ضد۔ اور ہٹ دھرمی نے فرعون کو کس کردار کا انسان بنا دیا تھا اور اپنی سیرت کا اس نے کیا نمونہ پیش کیا اور حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو بھی بادشاہی۔ حکومت وسلطنت اور حشمت وطاقت دی تھی۔ تو ان حضرات نے حق پرستی کے باعث کس سیرت اور اعلیٰ کردار کا نمونہ پیش کیا۔ اس طرح گویا حق وباطل کے موازنہ اور مقابلہ سے حق کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

یہاں اس سورۃ میں حضرت داؤد اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر اس طرح شروع فرمایا جاتا ہے کہ ان باپ بیٹے میں سے ہر ایک کو ان کی شان کے لائق حق تعالیٰ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا۔ قرآن وحدیث میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے متعدد خصائص مذکور ہوئے ہیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ نے سب ہی پیغمبروں کو خصوصی شرف وامتیاز بخشا ہے اور اپنے نبیوں اور رسولوں کو بے شمار انعام واکرام سے نوازا

ہے۔ تاہم شرف وخصوصیت کے درجات کے اعتبار سے ان کے درمیان بھی فرق مراتب رکھا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں خود قرآن پاک کا ارشاد ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔ (ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے) چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بھی قرآن کریم نے چند خصائص و امتیازات کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بے انتہا خوش آواز تھے یہی وجہ ہے کہ ''لحن داؤدی'' اب تک ضرب المثل ہے جب صبح وشام آپ اپنے مخصوص لحن میں زبور کتاب الٰہی پڑھتے اور خدا کی تسبیح وتہلیل میں مشغول ہوتے تو نہ صرف انسان بلکہ چرند پرند بھی وجد میں آ کر آپ کے گرد جمع ہو کر تسبیح وتقدیس میں شامل ہو جاتے اور صرف یہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خدا کی حمد میں گونج اٹھتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس بادشاہت اور سلطنت کے باوجود مملکت کے مالیہ سے ایک حبہ بھی نہیں لیتے اور اپنا اور اہل وعیال کی معاش اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حاصل کرتے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس وصف کو ایک حدیث صحیح میں سراہا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے روزی کماتے تھے۔'' اور اس کی صورت اللہ تعالیٰ نے یہ پیدا کر دی تھی کہ لوہا آپ کے ہاتھ میں نرم کر دیا گیا تھا اور بغیر تپائے ہوئے آپ جیسا چاہتے موم کی طرح اس کو توڑ موڑ سکتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جن کو خدائے تعالیٰ نے یہ فضیلت بخشی کہ انہوں نے تعلیم وحی کے ذریعۂ ایسی زرہیں ایجاد کیں جو باریک اور نازک زنجیروں کے حلقوں سے بنائی جاتی تھیں اور ہلکی اور نرم ہونے کی وجہ سے میدان جنگ کا سپاہی اس کو پہن کر بآسانی نقل وحرکت کر سکتا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی معیشت کا بھی سامان فرما دیا اور ایک قومی اہم جنگی ضرورت بھی پوری ہو گئی۔ قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جن خصائص کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ کی جانب سے ایک شرف یہ عطا ہوا تھا کہ آپ کو پرندوں اور جانوروں کی بولیوں کو سمجھنے کا علم دیا گیا تھا۔ جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کی گفتگو سمجھتا ہے اسی طرح آپ پرندوں کی گفتگو سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ کے تابع کر دی تھی جو آپ کے تخت کو لے کر اڑا کرتی تھی اور سرعت رفتار کا یہ عالم تھا کہ جو منزل اس زمانہ میں ایک مہینہ میں طے ہوا کرتی وہ آدھے دن میں طے ہو جاتی تھی۔ پھر جنات بھی آپ کے تابع فرمان کر دیئے گئے تھے اور آپ کو ان پر ہر طرح کی قدرت حاصل تھی آپ جس طرح چاہتے ان سے کام لیتے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر نہایت زبردست اور پُر شوکت تھا اس میں جن وانسان اور پرندے سب شامل تھے اور یہ سب بحکم الٰہی آپ کے حکم کے تابع اور مطیع تھے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ درگاہ الٰہی میں دعاء کی جیسا کہ سورۂ ص ۲۳ ویں پارہ میں ذکر ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول فرمایا اور ایک ایسی عجیب وغریب حکومت عطا فرمائی کہ نہ ان سے پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ان کے بعد کسی کو میسر آئے گی۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ گذشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے۔ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تا کہ تم سب اس کو دن میں دیکھ سکو مگر اس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعاء یاد آ گئی کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔ یہ یاد آتے ہی میں نے

اس کو ذلیل کر کے چھوڑ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ خدائے تعالیٰ نے مجھ میں کل انبیاء ورسل کے خصائص وامتیازات جمع کر دیئے ہیں اور اس لئے تسخیر قوم جن پر بھی مجھ کو قدرت حاصل ہے لیکن جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اختصاص کو اپنا طغرہ امتیاز قرار دیا تو میں نے اس سلسلہ کا مظاہرہ مناسب نہیں سمجھا۔

ایک خصوصیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی قرآن پاک نے اور بیان کی جیسا کہ سورۂ سبا ۲۲ ''ویں پارہ میں **واسلنا له عين القطر** اور ہم نے ان کے لئے تانبہ کا چشمہ بہا دیا۔ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا گیا تھا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبہ کو پگھلا کر قابل استفادہ بنا دیا گیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایسے عظیم الشان احسانات کئے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کے صرف وخرچ اور داد و دہش اور روک کر رکھنے میں تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت وحکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے امانت الٰہی سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔

آج اس زمانہ میں اور آج کل کے حکمرانوں کی حالت دیکھ کر یہ بات کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود ایسی پُر شوکت بادشاہی کے ایک پیسہ بھی حکومت و سلطنت کے مالیہ میں سے اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے اوپر خرچ نہیں فرماتے تھے ہماری سمجھ میں آنا مشکل ہے مگر زیادہ عرصہ نہیں گزرا اسی ہندوستان و پاکستان پر انگریزوں سے پہلے مغلیہ بادشاہوں میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ گزرے ہیں جن کے متعلق حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک ملفوظ میں فرمایا ہے۔

''عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ صاحب باطن اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ اور آپ اپنا خرچ ٹوپیوں کی دست کاری اور قرآن کریم کی کتابت سے مہیا فرماتے تھے مگر آخیر وقت میں حضرت عالمگیر نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن دستکاری کے روپوں سے مہیا کرنا۔ گو قرآن کریم کی اجرت بھی کچھ ہے اور علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے مگر بظاہر الفاظ یہ اشترا بایات اللہ ہے (یعنی قرآن کریم میں ارساد ہے **ولا تشتروا بايات الله ثمناً قليلا** یعنی اللہ کی آیتوں کو ثمن قلیل کے عوض مت فروخت کرو اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے کفن میں جا کر ملوں جس میں شبہ ہے۔ اللہ اکبر۔ ایک دوسرے ملفوظ میں جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی ہی نے فرمایا کہ دیکھئے پہلے سلاطین کی یہ حالت تھی جواب مشائخ کی بھی نہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے شاہان دہلی میں سے حضرت خواجہ سلطان شمس الدین التمش رحمتہ اللہ علیہ کا بیان فرمایا کہ ساری عمران کی نظر نامحرم پر نہ پڑی تھی اور یہ مرید تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے۔ حضرت قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس کی ساری عمر نامحرم پر نظر نہ پڑی ہو۔ بڑے بڑے لوگ موجود تھے اور سب حیران تھے کہ ایسا شخص کہاں تلاش کریں۔ آخر کار جب سب لوگ مایوس ہو گئے تو مجبوراً بادشاہ وقت خواجہ التمشؒ کو ظاہر کرنا پڑا اور انہوں نے کہا کہ صاحبو! اگر حضرت شیخ ایسا ارشاد نہ فرما چکے ہوتے تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا مگر جب حضرت شیخ ہی نے پردہ فاش کر دیا تو اب کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھ کو نصیب کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے شیخ کے جنازہ کی نماز پڑھائی (القول الجلیل الکلام الحسن) یہ تذکرہ سلاطین کا درمیان میں ضمناً آ گیا۔

تو باوجود ان تمام کمالات کے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے متعلق اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو

علم وکمال داؤد وسلیمان علیہما السلام کو دیا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے اور کسی نعمت الٰہی پر شکر ادا کرنا اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اور ان پر وہ اللہ کی حمد کرے تو اس کی حمد ان نعمتوں سے بہت افضل ہے۔ دیکھو خود کتاب اللہ میں یہ نکتہ موجود ہے پھر آپ نے یہی اس تلاوت کردہ آیت لکھ کر لکھا کہ ان دونوں پیغمبروں کو جو نعمت دی گئی تھی اس سے افضل اور نعمت کیا ہوگی۔

الغرض جیسا کہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے ان دونوں حضرات نے ادائے شکر کے لئے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔ دیکھئے یہاں اس شکر گزاری میں بہت سے کا لفظ استعمال فرمایا اس لئے کہ بعض بندگان خدا کو ان پر بھی فضیلت دی گئی ہے۔ باقی تمام مخلوق پر فضیلت کلی تو سارے جہان میں ایک ہی بندے کو حاصل ہوئی جن کا نام نامی اور اسم گرامی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الحاصل اس آیت میں یہی ارشاد ہوتا ہے۔

''اور ہم نے داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو شریعت اور ملک داری کا علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے ادائے شکر کے لئے کہا کہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔''

چونکہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام پیغمبر برحق تھے اور جماعت انبیاء میں داخل ہونے کے بعد بعض انبیاء سے بالا اور بعض سے نیچے تھے اس لئے شکر یہ کے وقت ہر دو حضرات نے اپنی فی الجملہ فضیلت کا اظہار کیا۔ یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کا تو اتنا ہی ذکر فرمایا گیا اب آگے مسلسل حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر آپ نے محض اپنے کرم سے ہم کو عطا فرمایا ہے تو ہم کو اپنی رحمت سے پکے اور سچے اسلامی صاحب اقتدار اور صاحب حکومت بھی نصیب فرما۔

اللہ پاک نے ہمیں جو اسلام وایمان اور علم وعمل کی دولت اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس پر ہمیں شکر گزاری کی بھی توفیق عطا فرمادیں۔

یا اللہ! جو صفات اسلامیہ اور ایمانیہ ہمارے سلف صالحین حکمرانوں کو آپ نے عطا فرمائی تھیں وہ اپنی قدرت ورحمت سے اس اسلامی ملک پاکستان کے حکمرانوں کو بھی عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ

اور داؤد (علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن) کے قائم مقام سلیمانؑ ہوئے اور اُنہوں نے کہا کہ اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم کی گئی ہے اور ہم کو (سامان سلطنت کے متعلق) ہر قسم کی

شَیْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ

(ضروری) چیزیں دی گئی ہیں واقعی یہ (اللہ تعالیٰ کا) صاف فضل ہے۔ اور سلیمانؑ کیلئے (جو) اُن کا لشکر جمع کیا گیا ان میں جن بھی تھے اور انسان بھی اور پرندے بھی

فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ

اور (اس کثرت سے تھے کہ) ان کو (چلنے کے وقت) روکا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے ایک میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے (دوسری چیونٹیوں سے) کہا

لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ

کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو، کہیں تم کو سلیمانؑ اور اُن کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں۔ سو سلیمانؑ اُس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہنے لگے

رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور (اس پر بھی مداومت دیجئے

تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

کہ) میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَوَرِثَ اور وارث ہوا | سُلَیْمٰنُ سلیمانؑ | دَاوٗدَ داؤدؑ | وَقَالَ اور اس نے کہا | یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو | عُلِّمْنَا مجھے سکھائی گئی | مَنْطِقَ بولی | الطَّیْرِ پرندے | |
| وَاُوْتِیْنَا اور ہمیں دی گئی | مِنْ سے | كُلِّ شَیْءٍ ہر شے | اِنَّ بیشک | هٰذَا یہ | لَهُوَ البتہ وہی | الْفَضْلُ فضل | الْمُبِیْنُ کھلا | وَحُشِرَ اور جمع کیا گیا |
| لِسُلَیْمٰنَ سلیمانؑ کیلئے | جُنُوْدُهٗ اس کا لشکر | مِنَ سے | الْجِنِّ جن | وَالْاِنْسِ اور انسان | وَالطَّیْرِ اور پرندے | فَهُمْ پس وہ | یُوْزَعُوْنَ روکے جاتے تھے | |
| حَتّٰۤی یہاں تک کہ | اِذَاۤ جب | اَتَوْا وہ آئے | عَلٰی پر | وَادِ النَّمْلِ چیونٹیوں کا میدان | قَالَتْ کہا | نَمْلَةٌ ایک چیونٹی | یٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ اے چیونٹیو | ادْخُلُوْا تم داخل ہو |
| مَسٰكِنَكُمْ اپنے گھروں (بلوں) میں | لَا یَحْطِمَنَّكُمْ نہ روند ڈالے تمہیں | سُلَیْمٰنُ سلیمانؑ | وَجُنُوْدُهٗ اور اس کا لشکر | وَهُمْ اور وہ | | | | |
| لَا یَشْعُرُوْنَ نہ جانتے ہوں (انہیں شعور نہ ہو) | فَتَبَسَّمَ تو وہ مسکرایا | ضَاحِكًا ہنستے ہوئے | مِّنْ سے | قَوْلِهَا اس کی بات | وَقَالَ اور کہا | رَبِّ اے میرے رب | | |
| اَوْزِعْنِیْۤ مجھے توفیق دے | اَنْ اَشْكُرَ کہ میں شکر ادا کروں | نِعْمَتَكَ تیری نعمت | الَّتِیْۤ وہ جو | اَنْعَمْتَ تو نے انعام فرمائی | عَلَیَّ مجھ پر | وَعَلٰی اور پر | | |
| وَالِدَیَّ میرے ماں باپ | وَاَنْ اور یہ کہ | اَعْمَلَ صَالِحًا میں نیک کام کروں | تَرْضٰىهُ تو وہ پسند کرے | وَاَدْخِلْنِیْ اور مجھے داخل فرمائے | | | | |
| بِرَحْمَتِكَ اپنی رحمت سے | فِیْ میں | عِبَادِكَ اپنے بندے | الصّٰلِحِیْنَ نیک | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی صفت شکر گزاری کو بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم وکمال ان کو عطا فرمائے اس پر وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کیا کرتے تھے اور اس کی حمد وثنا بیان کرتے رہتے تھے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ان کے اصل جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے جن کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت دونوں جمع کر دیں اور وہ ملک عطا فرمایا جو ان سے قبل یا بعد میں کسی کو نہ ملا۔ جنات۔ ہوا۔ چرند پرند کو آپ کے لئے مسخر فرمادیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار میں فرمایا کہ یہ پورا ملک اور یہ زبردست طاقت کہ انسان۔ جن۔ ہوا۔ چرند پرند سب میرے تابع فرمان ہیں اور پرندوں اور جانوروں کی زبان جاننے کا علم بھی ہم کو حاصل ہے۔ یہ سب خاص خدا کا فضل و کرم ہے اور ایک عظیم الشان سلطنت اور نبوت کے لئے جو چیزیں اور سامان درکار تھے وہ سب قدرت نے مہیا کر دی یہ خدا کا کھلا ہوا احسان ہے۔ آگے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی خصوصیت بتلائی جاتی ہے کہ ان کے لئے جو لشکر جمع کیا گیا تھا اس میں انسان ۔جن اور پرند سب شامل تھے اور سب اپنی اپنی جگہ قرینے سے موجود رہتے۔ جس کی جو جگہ مقرر تھی وہیں رہتا۔ لکھا ہے کہ آپ کے لشکر میں آپ سے قریب انسان ہوتے اور پھر ان کے بعد جنات اور پرند آپ کے سروں پر رہتے تھے گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر ایک میدان پر ہوا جہاں چیونٹیوں نے اپنے بل بنا رکھے تھے اور اپنی بستی بسا رکھی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کان میں آواز آئی کہ ایک چیونٹی دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی ہے کہ اے چیونٹیو۔ سلیمان علیہ السلام کا لاؤ لشکر آ رہا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں نہ دیکھیں اور بے خبری میں پاؤں کے نیچے مسل ڈالیں اس لئے جلدی کرو اور اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ورنہ آج تمہاری خیر نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی جو یہ بات سنی تو آپ کو اس کی ہوشیاری سے تعجب ہوا اور ہنسی آگئی کہ کیا تو اس جانور کا جثہ اور اس پر یہ ہوشیاری۔ ساتھ ہی یہ دیکھ کر کہ میں اس کی بولی سمجھ گیا جو کہ معجزہ ہونے کی وجہ سے ایک نعمت عظیمہ ہے جس سے حق تعالیٰ کی اور نعمتیں بھی یاد آ گئیں اور اسی وقت حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ اے میرے رب میں حیران ہوں کہ تیرے انعامات عظیمہ کا شکر کس طرح ادا کروں پس آپ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے پورا شاکر بنا دیجئے زبان سے اور عمل سے بھی اور اپنی ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا الہام فرما دیجئے کہ جو آپ نے مجھ پر فرمائی ہیں۔ نیز جو نعمتیں آپ نے میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں کہ وہ مومن ہوئے اور مجھے ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق بخشئے کہ جن سے آپ خوش اور راضی ہو جائیں اور مجھ کو اپنی رحمت خاصہ سے اپنے اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں یعنی انبیاء میں داخل رکھئے اور جب میری موت آ جائے تو آخرت میں مجھے انبیاء و مرسلین میں محشور فرمائیے کہ میں ان کے ساتھ جنت میں داخل ہوں۔

غور کیجئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا کیا تعلیم دے رہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام دنیوی نعمتیں حاصل تھیں۔ عزت۔ حکومت۔ سلطنت۔ علم و حکمت کی غیر معمولی وسعت اور پھر نبوت سب ہی کچھ میسر تھا مگر چونکہ عارف باللہ کی نظر میں عمل صالح سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور حقیقی راحت آخرت کی نجات ہے اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے باوجود اس قدر عظمت و شکوہ کے پھر بھی عمل صالح اور آخرت کی کامیابی کی دعا کی۔

مروی ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام مع حشم و خدم کے کہیں جا رہے تھے۔ ایک کاشتکار کھیت میں ہل جوت رہا تھا وہ بطور تمنا کے حسرت سے کہنے لگا کہ آل داؤد کو تو بڑی سلطنت عطا ہوئی ہے۔ اس کی خبر جنات۔ یا ہوا یا پرندوں کے ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہو گئی آپ تنہا پیدل اس کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کے بعد فرمایا کہ مناسب نہیں جس کی تم کو قدرت نہ ہو اس کی تمنا کرو۔ پھر فرمایا کہ اگر ایک بار تسبیح سبحان اللہ کہنا بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جائے تو آل داؤد کی سلطنت سے بڑھ کر ہے۔ اللہ اکبر۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

پھر باوجود نبوت اور سلطنت اور قرب الٰہی کے طبیعت میں

تواضع آپ کے اس قدر تھا کہ ایک روایت لکھی ہے کہ ایک مرتبہ بارش نہ ہونے کے سبب حضرت سلیمان علیہ السلام نماز استسقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی الٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے رب کریم سے دعا کر رہی ہے کہ خدا ہم بھی تیری مخلوق ہیں۔ پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے یہ دعا چیونٹی کی سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ لوٹ چلو کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے جاؤ گے۔ اللہ اکبر۔

خلاصہ یہ آپ کی یہ دعا تعلیم دے رہی ہے کہ پروردگار کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ اور شکر ادا کرنے کی توفیق بھی رب کریم ہی سے مانگنی ضروری ہے پھر شکریہ ادا کرنے کے یہی معنی نہیں کہ احسان اور انعام کا فقط زبان سے اقرار کر لیا جائے بلکہ نیک اعمال اور طاعت الٰہی سے احسان مندی کا مظاہرہ کرنا چاہئے لیکن پھر بھی یہ یقین رکھنا لازم ہے کہ آخرت کی کامیابی اعمال پر موقوف نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے وابستہ ہے۔ آخرت میں کسی کا جنت میں داخل ہونا محض اس کے عمل صالح کے بل بوتے پر نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اللہ کے فضل و رحمت پر موقوف ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بھی محض اس کا عمل جنت میں نہیں پہنچا دے گا۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ میں بھی محض اپنے عمل کے بل بوتے پر جنت میں نہ جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے نہ ڈھانک لے۔

اور کیا کوئی اپنے اعمال اور طاعت پر بھروسہ اور ناز کرے گا جبکہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی۔ قطب ربانی۔ غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ جیسے اولیاء اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو خانہ کعبہ کے سامنے کنکریوں پر چہرہ رکھ کر حق تعالیٰ سے عرض کیا

من نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو برگنا ہم کش

یعنی اے اللہ میں یہ نہیں کہتا کہ میری اطاعت قبول فرما لیجئے اس لئے کہ میرے پاس آپ کی اطاعت ہے ہی کہاں بس یہ التجا اور درخواست کرتا ہوں کہ میرے گناہوں پر عفو کا قلم پھیر دیجئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا **وان اعمل صالحًا ترضٰهُ** یعنی اے اللہ مجھے ایسے عمل صالح کی توفیق دیجئے جس سے کہ آپ خوش ہوں یعنی وہ عمل مقبول ہو۔ تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عمل صالح کے لئے قبولیت لازم نہیں ہے بلکہ قبولیت کچھ شرائط پر موقوف ہوتی ہے اور فرمایا کہ صالح اور مقبول ہونے میں نہ عقلاً کوئی لزوم ہے نہ شرعاً اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کہ اپنے اعمال صالحہ کے مقبول ہونے کی بھی دعا کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت دعا فرمائی **ربنا تقبل منا**۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو عمل نیک ہے صرف اس کو کر کے بے فکر ہونا نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرے کہ اس کو قبول فرما دے۔

ابھی اگلی آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو دین اور دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو ان اعمال صالحہ کے کرنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ جس سے یا مولائے کریم آپ راضی اور خوش ہو جائیں۔ یا اللہ! آپ کا رحم و کرم دنیا میں بھی ہمارے شامل حال رہے اور مرنے کے بعد بھی آپ ہی کے فضل و کرم سے ہمارا بیڑہ پار ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا

اور (ایک بار) سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا، کیا کہیں غائب ہوگیا ہے۔ میں اُس کو سخت سزا دوں گا

شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا

یا اُس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی صاف حجت میرے سامنے پیش کرے۔ سو تھوڑی ہی دیر میں وہ آ گیا اور کہنے لگا کہ ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں

لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ

جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیق خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اُن لوگوں پر بادشاہی کررہی ہے

كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور اُسکو ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اُس کے پاس ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اُس کو اور اُس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا (کی عبادت) کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ

اور شیطان نے اُن کے (اِن) اعمال (کفریہ) کو اُن کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور اُن کو راہِ (حق) سے روک رکھا ہے سو وہ راہِ (حق) پر نہیں چلتے۔ کہ اُس خدا کو سجدہ نہیں کرتے

الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا

جو (ایسا قادر ہے کہ) آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا ہے اور تم لوگ جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے۔ (پس) اللہ ہی ایسا ہے

هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ اذْهَبْ بِكِتَابِي

کہ اُس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ سلیمانؑ نے (یہ سُن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔

هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾

میرا یہ خط لے جا اور اس کو اُن کے پاس ڈال دینا پھر ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَتَفَقَّدَ اور اس نے خبر لی (جائزہ لیا) | الطَّيْرَ پرندے | فَقَالَ تو اس نے کہا | مَا لِيَ کیا ہے | لَا أَرَى میں نہیں دیکھتا | الْهُدْهُدَ ہدہد کو | أَمْ كَانَ کیا وہ ہے | |
| مِنَ سے | الْغَائِبِينَ غائب ہونیوالے | لَأُعَذِّبَنَّهُ البتہ میں ضرور اسے سزا دوں گا | عَذَابًا سزا | شَدِيدًا سخت | أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ یا اسے ذبح کر ڈالوں گا | | |
| أَوْ لَيَأْتِيَنِّي یا اسے ضرور لانی چاہئے | بِسُلْطَانٍ سند (کوئی وجہ) | مُبِينٍ واضح (معقول) | فَمَكَثَ سو اس نے دیر کی | غَيْرَ بَعِيدٍ تھوڑی سی | فَقَالَ پھر کہا | | |
| أَحَطْتُ میں نے معلوم کیا ہے | بِمَا وہ جو | لَمْ تُحِطْ بِهِ تم کو معلوم نہیں وہ | وَجِئْتُكَ اور میں تمہارے پاس لایا ہوں | مِنْ سے | سَبَإٍ سبا | بِنَبَإٍ ایک خبر | |
| يَقِينٍ یقینی | إِنِّي بیشک میں نے | وَجَدْتُ پایا (دیکھا) | امْرَأَةً ایک عورت | تَمْلِكُهُمْ وہ ان پر بادشاہت کرتی ہے | وَأُوتِيَتْ اور دی گئی ہے | | |
| مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہر شے | وَلَهَا اور اس کیلئے | عَرْشٌ ایک تخت | عَظِيمٌ بڑا | وَجَدْتُهَا میں نے پایا ہے اسے | وَقَوْمَهَا اور اس کی قوم | يَسْجُدُونَ وہ سجدہ کرتے ہیں | |

<table>
<tr><td>لِلشَّمْسِ سورج کو</td><td>مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا</td><td>وَزَيَّنَ اور آراستہ کردکھائے ہیں</td><td>لَهُمُ انہیں</td><td>الشَّيْطٰنُ شیطان</td><td>اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل</td><td>فَصَدَّهُمْ پس روک دیا انہیں</td></tr>
<tr><td>عَنِ السَّبِيْلِ راستہ سے</td><td>فَهُمْ سو وہ</td><td>لَا يَهْتَدُوْنَ راہ نہیں پاتے</td><td>اَلَّا کہ نہیں</td><td>يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ وہ سجدہ کرتے اللہ کو</td><td>الَّذِيْ وہ جو</td><td>يُخْرِجُ نکالتا ہے</td></tr>
<tr><td>الْخَبْءَ چھپی ہوئی</td><td>فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں</td><td>وَالْاَرْضِ اورزمین</td><td>وَيَعْلَمُ اور جانتا ہے</td><td>مَا تُخْفُوْنَ جو تم چھپاتے ہو</td><td>وَمَا اور جو</td><td>تُعْلِنُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو</td></tr>
<tr><td>اَللّٰهُ اللہ</td><td>لَا نہیں</td><td>اِلٰهَ کوئی معبود</td><td>اِلَّا هُوَ اس کے سوا</td><td>رَبُّ رب (مالک)</td><td>الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ عرشِ عظیم</td><td>قَالَ اس (سلیمانؑ) نے کہا</td><td>سَنَنْظُرُ ابھی ہم دیکھ لیں گے</td></tr>
<tr><td>اَصَدَقْتَ کیا تو نے سچ کہا</td><td>اَمْ یا</td><td>كُنْتَ تو ہے</td><td>مِنَ سے</td><td>الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے</td><td>اِذْهَبْ تو لے جا</td><td>بِكِتٰبِيْ میرا خط</td><td>هٰذَا یہ</td></tr>
<tr><td>فَاَلْقِهْ پس اسے ڈالدے</td><td>اِلَيْهِمْ انکی طرف</td><td>ثُمَّ تَوَلَّ پھر لوٹ آ</td><td>عَنْهُمْ ان سے</td><td>فَانْظُرْ پھر دیکھ</td><td>مَاذَا کیا</td><td>يَرْجِعُوْنَ وہ جواب دیتے ہیں</td></tr>
</table>

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ وادِالنمل یعنی چیونٹیوں کے ایک میدان کا بیان ہوا تھا اب ایک دوسرا واقعہ ہد ہد کا ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کسی ضرورت سے اڑنے والی فوج کا جائزہ لیا تو ہُد ہُد پرندہ اُن میں نظر نہ پڑا۔ یہ پرندہ ملک فلسطین میں بکثرت پایا جاتا ہے اور اڑان کی بڑی زبردست قوت رکھتا ہے۔ بعض مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے متعلق یہ خدمت سپرد کی تھی کہ بوقت ضرورت لشکر کے لئے پانی تلاش کرے۔ مشہور ہے کہ جس جگہ پانی زمین کے نیچے نزدیک ہو تو ہدہد کو محسوس ہو جاتا ہے۔ ہدہد جہاں پانی بتاتا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو بھیج کر کنواں یا باؤلی وغیرہ کھدواتے اور اس طرح پانی مل جاتا۔ پرندوں سے حضرت سلیمان علیہ السلام مختلف کام لیتے۔ مثلاً ہوائی سفر میں ان کا اوپر پر پھیلا کر سروں پر سایہ کرتے ہوئے جانا۔ یا ضرورت کے وقت پانی وغیرہ کا کھوج لگانا یا نامہ بری کرنا وغیرہ وغیرہ تو ممکن ہے کہ ہدہد کی اس وقت کوئی خاص ضرورت پیش آئی ہو چنانچہ پرندوں کی فوج میں جب ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کو نظر نہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ آیا پرندوں کے جھنڈ میں مجھ کو نظر نہیں آیا یا حقیقت میں غیر حاضر ہے۔ لشکر میں تلاش کرایا گیا جب نہ ملا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسکو اس غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا میں اس کو ذبح کر ڈالوں گا ورنہ وہ کوئی معقول عذر غیر حاضری کا پیش کرے تو اس وقت چھوڑ دوں گا۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ہدہد حاضر خدمت ہوا اور آتے ہی کہا کہ میری غیر حاضری کار سرکاری ہی کے باعث تھی میں ایک ایسی پختہ خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ ملک سبا میں ایک عورت حکمران ہے اور وہ لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم کا سامان سلطنت اور اقتدار و جاہ حاصل ہے لیکن وہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر سب کے سب غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور وہ شیطان کے بہکاوے میں ایسے پھنسے ہیں کہ باوجود راہ حق سے منہ موڑنے کے اپنے اعمال کو حق اور مستحسن سمجھتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ ایک اللہ کو سجدہ کرتے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا خالق اور تمام اشیاء کا مالک اور سب سے واقف یہاں تک کہ دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے اور جس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ وہ عرش عظیم کا مالک ہے مگر وہ لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ آفتاب کو پوجتے ہیں۔ یہ قوم سبا جس کی خبر ہدہد نے بیان کی یہ عرب میں یمن کی طرف آباد تھی ہدہد نے یہ خبر حضرت سلیمان علیہ السلام سے بیان کر کے گویا آپ کو ایک مشرک اور آفتاب پرست قوم پر جہاد کی ترغیب دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانور بھی اپنے خالق کی صحیح معرفت رکھتے ہیں یا یہ بھی ممکن ہے کہ اسی ہدہد کو بطور اعجاز اور خرق عادت کے اس طرح کی تفصیلی معرفت عطا کی گئی ہو۔ الغرض ہدہد سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے غیر حاضری کی معقول وجہ سنی تو سزا دینے کا ارادہ آپ نے ملتوی

کر دیا اور فرمایا کہ ہم تیرے جھوٹ یا سچ کی آزمائش کئے لیتے ہیں اور آپ نے ایک خط لکھ کر ہدہد کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اس کو ملکۂ سباء کے پاس پہنچا دے اور پھر وہاں سے ہٹ کر ایک طرف ہو کر سننا کہ اس خط کے بارہ میں وہ کیا باتیں کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے لئے جس کا نام مفسرین نے بلقیس لکھا ہے وہ خط ہدہد کو دیا اور وہ خط لے کر روانہ ہوا اور بلقیس جہاں اکیلے سوتی تھی وہ خط لے جا کر اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ اب بلقیس نے جو یہ خط پڑھا تو پھر کیا ماجرا ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔ یہاں ان آیات کے تحت ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ اس چودھویں صدی میں جہاں اور طرح طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں نے جنم لیا انہی میں سے ایک فتنہ علم غیب کے بارہ میں اٹھایا گیا۔ ایک جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ نہ صرف انبیاء بلکہ اولیاء بھی عالم الغیب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک لاکھ سے زائد پیغمبر و رسل دنیا میں بھیجے جنہیں اپنے وحی سے سرفراز فرمایا اور انہیں باقی تمام انسانوں سے علم و دانش میں عقل و فہم میں حکمت و فراست میں اور دیگر تمام کمالات میں اعلیٰ درجہ عطا فرمایا۔ اللہ کی ساری کائنات میں خدا کے پیغمبروں سے نہ کوئی فضیلت اور بزرگی میں بڑھ کر ہے اور نہ ہی علم و حکمت میں برتر۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دین کا سارا اور کامل علم اور اس کے علاوہ حسب ضرورت بعض تکوینی امور کا علم بھی عطا فرمایا مگر پھر بھی انبیاء علیہم السلام کا علم محیط کلی نہیں۔ کلی اور تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصۂ خداوندی ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی صدہا آیات اس پر شاہد ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب داں نہیں تھے۔ یہ آیات بھی یہی بتلاتی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اگرچہ انبیاء بنی اسرائیل میں بڑے پایہ کے پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن وانس اور طیور و وحوش پر حکومت عطا فرمائی اور پرندوں کی بولیاں سمجھنے کا علم بھی عطا فرمایا مگر اس کے باوجود جمیع ما کان وما یکون کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی عطا نہ فرمایا۔ جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے کہ جب کسی موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی اور ہدہد کو غیر حاضر پایا تو اس کے متعلق دوسرے حاضرین سے پوچھا کہ کیا ہدہد صرف مجھے ہی نظر نہیں آرہا یا واقعی وہ ہے ہی غیر حاضر اور جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ غیر حاضر ہے تو اعلان فرمایا کہ اسے بلا اجازت غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا پھر وہ کوئی معقول عذر پیش کرے گا تو سزا سے چھوڑ دوں گا چنانچہ ہدہد جب تھوڑی دیر میں واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں۔ میں آپ کے پاس قوم سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہدہد کہاں چلا گیا ہے اور وہاں سے ایک ایسی خبر لے کر آئے گا جو اس ساری قوم کے ایمان لانے کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ اگر معلوم ہوتا تو آپ ہدہد پر غضبناک نہ ہوتے بلکہ خوش ہوتے۔ پھر اسی پر بس نہیں جب ہدہد نے ملکۂ سبا کے بارہ میں کچھ معلومات بہم پہنچائیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی باتوں کا یقین نہ آیا اور اس ہدہد کے بیان کا صدق و کذب معلوم کرنے کے لئے ملکۂ سبا کو ایک خط لکھا اور اسی ہدہد کے ذریعہ بھجوایا۔ تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا ورنہ ہدہد کا صدق و کذب آپ کو خود بخود معلوم ہو جاتا اور تحقیقات کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح عقائد قرآن و حدیث کے بتلائے ہوئے اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں اور افراط و تفریط کی گمراہی سے بچائیں۔

چونکہ اس وقت کی تلاوت میں آیت سجدہ آئی ہے جس کے پڑھنے اور سننے سے سجدۂ تلاوت لازم ہو جاتا ہے اس لئے قارئین و سامعین سب ایک سجدۂ تلاوت ادا کر لیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾

بلقیس نے (پڑھ کر اپنے سرداروں سے کہا کہ) اے اہل دربار میرے پاس ایک خط نہایت باوقعت ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ (مضمون ہے (اول) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً

(اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ۔ بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار تم مجھ کو میرے معاملہ میں رائے دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی

اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا

جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور اختیار تم کو ہے سو تم ہی دیکھ لو جو کچھ حکم دینا ہو۔

تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

بلقیس کہنے لگی کہ والیانِ ملک جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اُس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں اُن کو ذلیل کیا کرتے ہیں

وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے کیا (جواب) لے کر آتے ہیں۔

| قَالَتْ وہ کہنے لگی | يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے سردارو! | اِنِّيْٓ اُلْقِيَ بیشک میری طرف ڈالا گیا | اِلَيَّ میری طرف | كِتٰبٌ خط | كَرِيْمٌ باوقعت | اِنَّهٗ بیشک وہ | مِنْ سے |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| سُلَيْمٰنَ سلیمان | وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ | بِسْمِ اللّٰهِ نام سے اللہ کے | الرَّحْمٰنِ جو رحم کرنے والا | الرَّحِيْمِ نہایت مہربان | اَلَّا تَعْلُوْا یہ کہ تم سرکشی نہ کرو | عَلَيَّ مجھ پر | |
| وَاْتُوْنِيْ اور میرے پاس آؤ | مُسْلِمِيْنَ فرمانبردار ہوکر | قَالَتْ وہ بولی | يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے سردارو! | اَفْتُوْنِيْ مجھے رائے دو | فِيْٓ اَمْرِيْ میرے معاملے میں | | |
| مَا كُنْتُ میں نہیں ہوں | قَاطِعَةً فیصلہ کرنے والی | اَمْرًا کسی معاملہ میں | حَتّٰى جب تک | تَشْهَدُوْنِ تم موجود ہو | قَالُوْا وہ بولے | نَحْنُ ہم | |
| اُولُوْا قُوَّةٍ قوت والے | وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ اور بڑے لڑنے والے | وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ اور فیصلہ تیری طرف (تیرے اختیار میں) | فَانْظُرِيْ تو دیکھ لے | مَاذَا کیا | | | |
| تَاْمُرِيْنَ تجھے حکم کرنا ہے | قَالَتْ وہ بولی | اِنَّ بیشک | الْمُلُوْكَ بادشاہ | اِذَا دَخَلُوْا جب داخل ہوتے ہیں | قَرْيَةً کسی بستی | اَفْسَدُوْهَا اسے تباہ کردیتے ہیں | |
| وَجَعَلُوْٓا اور کردیا کرتے ہیں | اَعِزَّةَ معززین | اَهْلِهَآ وہاں کے | اَذِلَّةً ذلیل | وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں | وَاِنِّيْ اور بیشک میں | |
| مُرْسِلَةٌ بھیجنے والی | اِلَيْهِمْ اُن کی طرف | بِهَدِيَّةٍ ایک تحفہ | فَنٰظِرَةٌ پھر دیکھتی ہوں | بِمَ کیا (جواب) لیکر | يَرْجِعُ لوٹتے ہیں | الْمُرْسَلُوْنَ قاصد | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد پرندہ سے غیر حاضری کی معقول وجہ سنی تو اس کو سزا دینے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اس کی لائی ہوئی خبر کا جھوٹ سچ دیکھنے کے لئے آپ نے ایک خط بلقیس ملکۂ سبا کے نام لکھ کر اسی ہدہد کو دیا کہ اس خط کو لے جا کر ملکہ سبا کے پاس ڈالنا اور پھر سننا کہ وہاں اس خط کے متعلق کیا باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ہدہد خط لے کر روانہ ہوا اور ملکہ کے محل میں ایک روشن دان سے داخل ہو کر وہ خط بلقیس کے سامنے ڈال دیا۔ چونکہ وہ خط سربمہر تھا اس لئے اس کی شان اور وقعت کا اندازہ تو اول مہر ہی سے ہو گیا اور پھر جو اس نے خط کا مضمون پڑھا تو وہ سمجھ گئی کہ یہ کسی پرجلال طاقتور باشوکت بادشاہ کا خط ہے اس لئے اس نے اپنے درباریوں کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا

جاتا ہے کہ بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے مشیروں اور درباریوں کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ میرے پاس یہ خط عجیب طریقہ سے پہنچا ہے جو ایک بہت بڑے معزز بادشاہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے۔ غالباً حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام اور ان کی بے مثال حکومت وشوکت کا شہرہ پہلے سے سن چکی ہوگی پھر اس نے خط کا مضمون سنایا جس میں لکھا تھا کہ یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اللہ ورحمٰن۔ ورحیم کا نام لے کر شروع کرتا ہوں تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور مطیع فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔ سبحان اللہ ایسا مختصر۔ جامع اور پر عظمت خط شاید کسی نے لکھا ہو۔ مطلب خط کا یہ تھا کہ میرے مقابلہ میں زور آزمائی سے کچھ نہ ہوگا۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور حکم بردار ہو کر سیدھی طرح میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ تمہاری شیخی اور تکبر میرے آگے کچھ نہ چلے گی۔ تو یہ خط سنا کر بلقیس نے درباریوں سے کہا کہ اب مشورہ دو کیا جواب دیا جائے اور کیا کارروائی کی جائے۔ میں سلیمان کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں۔ اس پر ارکان حکومت نے جواب دیا کہ ہم بڑے طاقتور ہیں جنگجو ہیں کسی سے ڈرتے نہیں۔ ہمارے پاس زور طاقت اور سامان حرب کی بھی کمی نہیں۔ تیرا حکم ہو تو ہم سلیمان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آگے تو مختار ہے سوچ سمجھ کر حکم دے جو حکم ہم کو ملے گا ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ گویا درباریوں کی صلاح جنگ اور لڑائی کرنے کی تھی مگر ملکہ جو ایک عقلمند عورت تھی اسے خط کی عظمت وشوکت اور دوسرے قرائن و آثار سے یقین ہو گیا کہ سلیمان کے مقابلہ میں کامیابی ناممکن ہے۔ اس لئے اس نے اپنے درباریوں کو بتلایا کہ ایسی شان وشکوہ رکھنے والے بادشاہ سے لڑنا کھیل نہیں اگر وہ غالب آ گئے جیسا کہ قوی امکان ہے تو ملوک وسلاطین کی عام عادت کے موافق تمہارے شہروں کو تہ وبالا کر کے رکھ دیں گے اور وہ انقلاب ایسا ہوگا کہ جس میں بڑی عزت والے سرداروں کو ذلیل وخوار ہونا پڑے گا لہٰذا میرے نزدیک بہتر ہے کہ ہم جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں اور نہ فی الفور چلا جانا مصلحت ہے اس لئے اول میں سلیمان کے پاس کچھ تحائف وہدایا بھیجتی ہوں اور اس اثنا میں انتظار کرتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں۔ اس طرح ہمیں ان کی طاقت۔ طبعی رجحانات۔ نوعیت حکومت وغیرہ کا پتہ لگ سکے گا کہ واقعی وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ اگر کچھ تحفہ تحائف دے کر ہم آنے والی مصیبت کو ٹال سکیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ ورنہ جو کچھ رویہ معلوم ہوگا اس کے مناسب کارروائی کریں گے۔

چنانچہ ہدایا وتحائف کا سامان درست ہوا اور قاصد اس کو لے کر روانہ ہوئے۔ لکھا ہے کہ بلقیس نے بہت ہی گرانقدر تحفے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجے۔ سونا۔ موتی۔ جواہر۔ نادر سامان اور کنیز وغلام وغیرہ۔ اب جب وہ قاصد بمع تمام تحفے وہدایا کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو کیا جواب دے کر واپس کیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ حق کو غلبہ عطا فرمائیں اور باطل کو مغلوب فرمائیں اللہ تعالیٰ دنیا کے مقابلہ میں ہمیشہ دین کو ترجیح دینے کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں اور ہم دین کو ہر معاملہ میں مقدم اور ہر حال میں پیش نظر رکھیں اور اپنی دنیا کو دین کے ماتحت اور دین کے لئے معین ومددگار بنا کر رکھیں۔ یا اللہ! دنیا کا لالچ اور ساز وسامان ہمارے قدموں کو راہِ مستقیم سے نہ ڈگمگانے دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ

سو جب وہ فرستادہ سلیمانؑ کے پاس پہنچا (اور تحفے پیش کئے تو سلیمانؑ نے) فرمایا کیا تم لوگ مال سے میری امداد کرتے ہو سو اللہ نے جو مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے

تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ

ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اتراتے ہوگے۔ تم اُن لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ سو ہم اُن پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ اُن لوگوں سے اُن کا ذرا مقابلہ نہ ہوسکے گا اور ہم اُن کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے

صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ

اور وہ ماتحت ہو جاویں گے۔ (سلیمانؑ کو اُس کا چلنا معلوم ہوا تو) انہوں نے فرمایا کہ اے اہل دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو اس بلقیس کا تخت قبل اسکے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے۔

مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ

ایک قوی ہیکل جن نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اُٹھیں، اور میں اُس (کے لانے) پر طاقت رکھتا ہوں

عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا

(اور گو وہ بڑا قیمتی مرصع جواہرات سے ہے مگر) امانتدار (بھی) ہوں۔ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے کہا کہ میں اُس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر کھڑا کر سکتا ہوں

مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ

پس جب سلیمان علیہ السلام نے اُس کو اپنے روبرو رکھا دیکھا سو کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں

فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اور جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے میرا رب غنی ہے اور کریم ہے۔

| فَلَمَّا پس جب | جَآءَ آیا | سُلَيْمٰنَ سلیمانؑ | قَالَ اس نے کہا | اَتُمِدُّوْنَنِ کیا تم میری مدد کرتے ہو | بِمَالٍ مال سے | فَمَا پس جو | اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ مجھے دیا اللہ نے | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| خَيْرٌ بہتر | مِّمَّا اس سے جو | اٰتٰىكُمْ اس نے تمہیں دیا | بَلْ بلکہ | اَنْتُمْ تم | بِهَدِيَّتِكُمْ اپنے تحفہ سے | تَفْرَحُوْنَ خوش ہوتے ہیں | اِرْجِعْ تو لوٹ جا | | |
| اِلَيْهِمْ ان کی طرف | فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ ہم ضرور لائیں گے ان پر | بِجُنُوْدٍ ایسا لشکر | لَا قِبَلَ نہ طاقت ہوگی | لَهُمْ ان کو | بِهَا اس کی | وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ ہم ضرور نکالدیں گے انہیں | | | |
| مِّنْهَا وہاں سے | اَذِلَّةً ذلیل کر کے | وَهُمْ اور وہ | صٰغِرُوْنَ خوار ہوں گے | قَالَ اس (سلیمان) نے کہا | يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے سردارو! | اَيُّكُمْ تم میں سے کون | | | |
| يَاْتِيْنِيْ میرے پاس لائے گا | بِعَرْشِهَا اس کا تخت | قَبْلَ اس سے قبل | اَنْ کہ | يَاْتُوْنِيْ وہ آئیں میرے پاس | مُسْلِمِيْنَ فرمانبردار ہو کر | قَالَ کہا | | | |
| عِفْرِيْتٌ ایک قوی ہیکل | مِّنَ الْجِنِّ جنات سے | اَنَا اٰتِيْكَ میں آپکے پاس لے آؤں گا | بِهٖ اس کو | قَبْلَ اس سے قبل | اَنْ تَقُوْمَ کہ آپ کھڑے ہوں | | | | |
| مِنْ مَّقَامِكَ اپنی جگہ سے | وَ اور | اِنِّيْ بیشک میں | عَلَيْهِ اس پر | لَقَوِيٌّ البتہ قوت والا | اَمِيْنٌ امانت دار | قَالَ اس نے جو | الَّذِيْ کہا | عِنْدَهٗ اس کے پاس | عِلْمٌ علم |
| مِّنَ سے۔ کا | الْكِتٰبِ کتاب | اَنَا میں | اٰتِيْكَ بِهٖ میں اسکو تمہارے پاس لے آؤں گا | قَبْلَ قبل | اَنْ يَّرْتَدَّ کہ پھر آئے | اِلَيْكَ تمہاری طرف | | | |

| مِنْ سے | هٰذَا یہ | قَالَ اس نے کہا | عِنْدَهٗ اپنے پاس | مُسْتَقِرًّا رکھا ہوا | فَلَمَّا رَاٰهُ پس جب سلیمان اسے دیکھا | طَرْفُكَ تمہاری نگاہ (پلک جھپکے) |
|---|---|---|---|---|---|---|
| شَكَرَ شکر کیا | وَمَنْ اور جس | اَمْ اَكْفُرُ یا ناشکری کرتا ہوں | ءَاَشْكُرُ آیا میں شکر کرتا ہوں | لِيَبْلُوَنِيْٓ تاکہ مجھے آزمائے | فَضْلِ رَبِّيْ میرے رب کا فضل | |
| كَرِيْمٌ کرم کرنیوالا | غَنِيٌّ بے نیاز | رَبِّيْ میرا رب | فَاِنَّ تو بیشک | كَفَرَ ناشکری کی | وَمَنْ اور جس | لِنَفْسِهٖ اپنی ذات کیلئے | يَشْكُرُ شکر کرتا ہے | فَاِنَّمَا تو پس وہ |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ بلقیس ملکۂ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط ملنے پر یہ طے کیا کہ پہلے کچھ ہدایا اور تحفے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجے جاویں اور دیکھا جائے کہ وہ قبول کرتے ہیں یا نہیں اور قاصد سلیمان علیہ السلام کے جاہ وجلال کے متعلق کیا خبر لا کر دیتا ہے چنانچہ بلقیس کا قاصد تمام تحفے و ہدایا لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچا اور وہاں پیش کئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصد کو جو جواب عنایت فرمایا وہ ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس قاصد نے پہنچ کر ہدایا پیش کئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ تحفے تمہیں ہی مبارک رہیں۔ کیا تم نے مجھے محض ایک دنیوی بادشاہ سمجھا جو مال ومتاع کا لالچ دیتے ہو تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جو روحانی اور ساتھ ہی مادی دولت مجھے عطا فرمائی ہے وہ تمہارے ملک و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ مجھے ان سامانوں کی ضرورت نہیں۔ تم واپس جاؤ اور جا کر کہہ دو کہ وہ حاضر ہو ورنہ ہم ایسا طاقتور کثیر لشکر بھیجیں گے کہ جس کا مقابلہ ان سے نہ ہو سکے گا ملک بھی ہاتھ سے جائے گا اور ذلت بھی اٹھانی پڑے گی۔ چنانچہ قاصد نے واپس جا کر پیغام جنگ پہنچا دیا۔ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی بادشاہ نہیں۔ ان کی قوت اور طاقت کے مقابلہ میں جدال اور قتال سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ نہ کوئی حیلہ اور زور ان کے روبرو چل سکتا ہے آخر اظہار اطاعت کی غرض سے بڑے ساز وسامان کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہوگئی۔ جب ملک شام کے قریب پہنچی اور قاصد کے ذریعہ سے اطلاع بھیجی کہ میں اراکین دولت سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا کوئی ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اس کے پہنچنے سے پیشتر میرے سامنے حاضر کر دے۔ اس میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو کئی طرح بلقیس پر اپنی خداداد عظمت وقوت کا اظہار مقصود تھا تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ نرے بادشاہ نہیں کوئی اور فوق العادت باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ الغرض اپنی شان نبوت اور خدا کی قدرت دکھانے کی غرض سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دربار سے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو اس بلقیس کا تخت شاہی قبل اس کے کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر آوے لا کر حاضر کر دے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بلقیس ملکۂ سبا کے تمام اموال ودولت میں تخت شاہی کا انتخاب شاید اس لئے کیا گیا کہ وہ ملکۂ سبا کی سب سے زیادہ محفوظ شے تھی جس کو سات محلات شاہی کے درمیان میں ایک محفوظ محل کے اندر مقفل کر کے رکھا تھا کہ جہاں ملکہ کے اپنے آدمیوں کا گزر بھی نہیں تھا۔ اس تخت شاہی کا محل سے بغیر دروازہ یا قفل توڑے منتقل ہو جانا اور اتنی مسافت بعیدہ پر پہنچ جانا حق تعالیٰ شانہ کی ہی قدرت کاملہ سے ہو سکتا تھا۔ اور اس کافرہ ملکہ کو حق تعالیٰ جل شانہ کی قدرت عظیمہ پر یقین دلانے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہو سکتا تھا اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں اس حاضر ہونے والی ملکہ کے تخت شاہی کا جس کو وہ بحفاظت اپنی سلطنت میں اپنے خاص محل کے اندر محفوظ کر کے

آ رہی تھی انتخاب فرمایا اور اس کے تخت شاہی کو حاضر دربار کرنے کے لئے فرمایا اہل دربار میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے دربار سے اٹھیں اور گو وہ بہت وزنی ہے مگر میں اس کے لانے پر طاقت رکھتا ہوں اور گو بڑا قیمتی ہیرے جواہرات سے مرصع ہے مگر میں امانت دار بھی ہوں اس میں کوئی خیانت نہ کروں گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا کہ میں اس تخت شاہی کو تمہارے سامنے تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے لاکر کھڑا کرسکتا ہوں۔ اب اس کی تفسیر میں کہ یہ کہنے والے کون تھے مفسرین کا اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ کہنے والے جبرئیل تھے یا اور کوئی فرشتہ تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر حضرت آصف تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ امام رازیؒ نے اسی تیسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے بھی اسی تیسرے قول کے مطابق تفسیر فرمائی ہے کہ یہاں صاحب علم سے مراد خود حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ اس مقام کی تفسیر حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے یوں فرمائی ہے کہ اس علم والے نے (مراد حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں) اس جن سے کہا کہ بس تجھ میں تو اتنی ہی قوت ہے کہ تو اس تخت کو میرے اجلاس سے اٹھنے سے پہلے لانے کو کہتا ہے اور میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لاکر کھڑا کرسکتا ہوں کیونکہ میں قوت معجزہ سے لاؤں گا چنانچہ آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی یا کسی اسم الٰہی کے ذریعہ سے وہ تخت فوراً سامنے آ موجود ہوا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اس کو اپنے روبرو رکھا ہوا دیکھا تو خوش ہو کر شکر کے طور پر فرمانے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے کہ میرے ہاتھ سے یہ معجزہ ظاہر کیا تاکہ حق تعالیٰ میری آزمائش کریں کہ میں شکر کرتا ہوں یا خدانخواستہ ناشکری کرتا ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص شکر کرتا ہے دنیا اور آخرت میں مزید انعامات مبذول ہوتے ہیں۔ ناشکری کرے گا تو خدائے ذوالجلال کا کیا نقصان۔ وہ ہمارے شکریوں سے قطعاً بے نیاز اور بذات خود کامل الصفات اور منبع الکمالات ہے۔ ہمارے کفران نعمت سے اس کی کسی صفت کمالیہ میں کمی نہیں آجاتی۔ میرا رب غنی ہے اور کریم ہے کہ ناشکروں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔

یہی مضمون ایک صحیح حدیث قدسی میں بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن وانس یک دل ہو کر اعلیٰ درجہ کے متقی بن جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہوجائے گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے جن وانس یک دل ہو کر اعلیٰ درجہ کے کافر بدکار ہوجائیں تو میری سلطنت میں کچھ نقصان نہ ہوجائے گا۔ اے بندو یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں شمار کرتا ہوں اور جن کا پورا بدلہ دوں گا پس جو کوئی بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد وثنا کرے اور جو کوئی بھلائی کے سوا کچھ اور پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

یہاں ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی تفصیل وتحقیق لکھی ہے کہ کسی کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

''حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں یا بہتر نہیں۔ اور تحقیق اس مسئلے میں یہ ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنے میں اگر اپنی یا مسلمانوں کی کسی مصلحت میں خلل آتا ہو یا ان کے حق میں رائے کی کمزوری پیدا ہوتی ہو تو ان کا ہدیہ قبول کرنا درست نہیں (روح المعانی) ہاں اگر کوئی دینی مصلحت اس ہدیہ کے قبول کرنے کی داعی ہو

مثلاً اس کے ذریعہ کافر کے مانوس ہوکر اسلام سے قریب آنے پھر مسلمان ہونے کی امید ہو یا اس کے کسی شروفساد کو اس کے ذریعہ رفع کیا جاسکتا ہوتو قبول کرنے کی گنجائش ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس معاملہ میں یہی رہی ہے کہ بعض کفار کا ہدیہ قبول فرمالیا۔ بعض کا رد کردیا۔عمدۃ القاری شرح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ براء کا بھائی عامر بن مالک مدینہ طیبہ میں کسی ضرورت سے پہنچا جبکہ وہ مشرک کافر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو گھوڑے اور دو جوڑے کپڑے کا ہدیہ پیش کیا۔آپ نے اس کا ہدیہ یہ فرما کر واپس کردیا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔اور عیاض بن حمار مجاشعی نے آپ کی خدمت میں ایک ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس سے سوال کیا کہ تم مسلمان ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔آپ نے اس کا ہدیہ بھی یہ کہہ کر رد فرمادیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عطایا لینے سے منع فرمایا ہے۔ان کے بالمقابل یہ روایات بھی موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مشرکین کے ہدایا قبول فرمائے۔ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے بحالت شرک آپ کو ایک چمڑا ہدیہ میں بھیجا۔ آپ نے قبول فرمالیا۔اور ایک نصرانی نے ایک ریشمی حریر کا بہت چمکتا ہوا کپڑا ہدیہ میں پیش کیا۔آپ نے قبول فرمالیا۔شمس الائمہ اس کو (عمدۃ القاری شرح بخاری میں) نقل کرکے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کا ہدیہ رد کردینے میں اس کے اسلام کی طرف مائل ہونے کی امید نہ تھی وہاں رد کردیا اور بعض کا ہدیہ قبول کرنے میں اس کے مسلمان ہوجانے کی امید تھی تو قبول کرلیا۔" (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۵۱۸-۵۸۳)

الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے تخت شاہی کو اپنے دربار میں منگالیا تاکہ حاضر ہونے والی کافر ملکہ کو شان نبوت اور خدا کی قدرت دکھانا چاہتے تھے اور اس کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ تیری بادشاہی اللہ کی قدرت اور نبوت کی طاقت کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔اب جبکہ اس کا تخت شاہی آپہنچا اور ابھی بلقیس راستہ ہی میں تھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی عقل وفہم آزمانے کے لئے حکم دیا کہ اس کے تخت کی صورت بدل دو مثلاً جواہرات کے مواقع بدل دو یا دوسرے رنگ کے لگادو پھر دیکھیں کہ وہ اس کو پہچانتی ہے یا نہیں اور اس سوال کے جواب میں کہ کیا تمہارا تخت شاہی ایسا ہی ہے وہ کیا جواب دیتی ہے۔یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو دین و دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکرگزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے شکرگزار بندوں میں شامل فرمائیں اور کفران نعمت کے وبال سے بچائیں۔

یا اللہ! دنیا کی ہر نعمت کو ہمارے لئے آخرت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ بنادیجئے اور ہر حال میں اپنی طاعت وعبادت اور حمد وثنا کی توفیق عطا فرمایئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ

سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس کیلئے اس کے تخت کی صورت بدل دو، ہم دیکھیں کہ اس کو اس کا پتہ لگتا ہے یا اُس کا اُن ہی میں شمار ہے، جن کو (ایسی باتوں کا پتہ نہیں لگتا۔ سو جب بلقیس آئی

قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا

تو اس سے کہا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے، وہ کہنے لگی کہ ہاں ہے تو ویسا ہی اور (یہ بھی کہا کہ) ہم لوگوں کو تو اس موقع سے پہلے ہی تحقیق ہو چکی ہے اور ہم مطیع ہو چکے ہیں۔

مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ

اور اس کو (ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت نے روک رکھا تھا، وہ کافر قوم میں کی تھی۔ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو، تو جب اس کا صحن دیکھا تو اُس کو پانی سمجھا

حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ڛ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ

اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں، (اُس وقت) سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے، (اُس وقت) بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار

نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

میں نے (اب تک) اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمانؑ کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اسنے کہا | نَكِّرُوْا وضع بدل دو | لَهَا اس کیلئے | عَرْشَهَا اس کا تخت | نَنْظُرْ ہم دیکھیں | اَتَهْتَدِيْٓ آیا وہ راہ پاتی (سمجھ جاتی ہے) | اَمْ تَكُوْنُ یا ہوتی ہے | | |
| مِنَ سے | الَّذِيْنَ جو لوگ | لَا يَهْتَدُوْنَ راہ نہیں پاتے (نہیں سمجھتے) | فَلَمَّا پس جب | جَآءَتْ وہ آئی | قِيْلَ کہا گیا | اَهٰكَذَا کیا ایسا ہی ہے | | |
| عَرْشُكِ تیرا تخت | قَالَتْ وہ بولی | كَاَنَّهٗ گویا کہ یہ | هُوَ وہی | وَاُوْتِيْنَا اور ہمیں دیا گیا | الْعِلْمَ علم | مِنْ قَبْلِهَا اس سے قبل | وَكُنَّا اور ہم ہیں | |
| مُسْلِمِيْنَ مسلمان فرمانبردار | وَصَدَّهَا اور اس نے اس کو روکا | مَا جو | كَانَتْ تَّعْبُدُ وہ پرستش کرتی تھی | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے | | | | |
| اِنَّهَا بیشک وہ | كَانَتْ تھی | مِنْ قَوْمٍ قوم سے | كٰفِرِيْنَ کافروں | قِيْلَ کہا گیا | لَهَا اس سے | ادْخُلِي تو داخل ہو | الصَّرْحَ محل | فَلَمَّا پس جب |
| رَاَتْهُ اس نے اسکو دیکھا | حَسِبَتْهُ اسے سمجھا | لُجَّةً گہرا پانی | وَكَشَفَتْ اور کھول دیں | عَنْ سے | سَاقَيْهَا اپنی پنڈلیاں | قَالَ اس نے کہا | اِنَّهٗ بیشک وہ | |
| صَرْحٌ محل | مُّمَرَّدٌ جڑا ہوا | مِّنْ سے | قَوَارِيْرَ شیشے | قَالَتْ وہ بولی | رَبِّ اے میرے رب | اِنِّىْ ظَلَمْتُ بیشک میں نے ظلم کیا | نَفْسِيْ اپنی جان | |
| وَاَسْلَمْتُ اور میں ایمان لائی | مَعَ ساتھ | سُلَيْمٰنَ سلیمان | لِلّٰهِ اللہ کیلئے | رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب ملکۂ سبا کے قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحائف پیش کئے تو آپ نے وہ سارے تحائف رد کر دیئے اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کوئی مال دولت کی طمع تو تھی نہیں آپ کا تو اصل مقصد یہ تھا کہ اہل سبا اللہ پر ایمان لے آئیں اور آفتاب پرستی کے کفر و شرک سے باز رہیں۔ چنانچہ قاصد جب واپس ہوئے اور انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو شوکت و عظمت دیکھی تھی اس کو ملکۂ سبا سے بیان کیا تو اس نے طے کر لیا کہ تعمیل ارشاد کے سوا اسے چارہ نہیں چنانچہ وہ حاضر خدمت ہونے کے لئے اپنے ملک سے روانہ ہوگئی۔ ادھر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی شان نبوت اور قدرت الٰہی دکھانے کی غرض سے بلقیس ملکہ سبا کا تخت شاہی اپنے دربار میں منگوالیا اور بلقیس کی عقل آزمانے کے لئے کہ صحت عقائد ایمان واسلام اور حق وباطل سمجھنے کی اس میں کہاں تک استعداد ہے اس میں کچھ تبدیلیوں کا حکم دیا چنانچہ آپ کے حکم سے بلقیس کے تخت شاہی کے رنگ روپ وغیرہ میں کچھ تبدیلی کردی گئی۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچی تو بحکم حضرت سلیمان علیہ السلام وہ شاہی تخت بلقیس کے سامنے لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارا تخت شاہی ایسا ہی ہے؟ یہ سوال خواہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود کیا ہو یا کسی سے کہلوایا ہو۔ اب بلقیس اس تخت کو غور سے دیکھنے لگی اور بڑی عقلمندی کا جواب دیا اور کہنے لگی کہ ہاں ہے تو ویسا ہی۔ گویا اس نے اپنے جواب میں نہ تو بالکل صاف کہا کہ ہاں وہی ہے اور نہ بالکل نفی کی بلکہ جو حقیقت تھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کردی یعنی تخت کی ساخت اور مجموعی حیثیت تو یہ بتارہی ہے کہ یہ میرا ہی تخت ہے مگر قدرے رنگ روپ اور ہیئت کی تبدیلی اس یقین میں تردد پیدا کررہی ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ یقیناً میرا ہی تخت ہے۔ تو بلقیس اس کو پہچان گئی اور اس کے بدل دینے کو بھی سمجھ گئی اس لئے جواب بھی سوال کے مطابق دیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہنے لگی کہ مجھ کو تو آپ کی بے نظیر اور عدیم المثال قوت وطاقت کا پہلے ہی علم ہو چکا ہے جب سے کہ قاصد سے آپ کے کمالات معلوم ہوئے تھے اسی لئے میں مطیع اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوئی ہوں اور اب تخت کا یہ محیر العقول معاملہ تو آپ کی لاثانی طاقت کا مظاہرہ ہے اس لئے ہم پھر ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں اظہار وفاداری اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ چونکہ ملکہ سبا یعنی بلقیس کا یہ اظہار اعتقاد دلیل کمال عقل کی ہے اس لئے آگے آیت میں اللہ تعالیٰ اس کے عاقل ہونے کا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ فی الواقع وہ تھی سمجھ دار مگر کچھ عرصہ تک جو ایمان نہ لائی تھی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کو غیر اللہ کی عبادت نے جس کی اس کو عادت تھی روک رکھا تھا اور وہ عادت اس لئے پڑ گئی تھی کہ وہ کافر قوم میں سے تھی پس جو سب کو دیکھا وہی آپ کرنے لگی مگر تھی چونکہ عاقل جب تنبیہ کی گئی تو متنبہ ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ چاہا کہ علاوہ اعجاز اور شان نبوت دکھلانے کے اس کو ظاہری شان سلطنت بھی دکھلا دی جائے تا کہ وہ اپنے کو دنیا کے اعتبار سے بھی عظیم نہ سمجھے اس لئے آپ نے ایک شیش محل بنوا کر اس کے صحن میں حوض بنوایا اور اس میں پانی اور مچھلیاں بھر کر اس کو شیشہ سے پاٹ دیا اور شیشہ ایسا شفاف تھا کہ دیکھنے میں نظر نہ آتا تھا اور وہ حوض ایسے موقع پر تھا کہ اس محل میں جانے والے کو لامحالہ اس پر سے عبور کرنا پڑے چنانچہ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو اور ممکن ہے کہ وہی محل اس کے قیام کے لئے تجویز کیا ہو تو اس میں جانا اور ٹھہرنا ضروری ہوا۔ اب جب چلیں تو راہ میں حوض آیا اور چونکہ شیشہ کا فرش تھا اس لئے دیکھنے والوں کی نگاہ یقین کر لیتی تھی کہ صحن میں صاف شفاف پانی بہہ رہا ہے۔ اب بلقیس جو حوض کے کنارہ پر پہنچی تو محل میں جانے کا اور کوئی راستہ نہ تھا اس لئے مجبوراً پانی میں داخل ہونے کے لئے اس نے پائنچے یا دامن سمیٹ کر اوپر اٹھائے جس سے پنڈلیاں کھل گئیں۔ اس وقت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو سب کا سب مع صحن شیشوں سے بنایا گیا ہے اور یہ حوض بھی شیشہ سے بنا ہوا ہے دامن اٹھانے کی ضرورت نہیں اس وقت بلقیس کو معلوم ہوگیا کہ یہاں دنیوی ساز وسامان بھی ایسے ہیں کہ جو آج تک میں نے آنکھ سے نہیں دیکھے تو اب ان کے دل میں ہر طرح سے سلیمان علیہ السلام کی عظمت پیدا ہوئی اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس وقت تک یہ جو کچھ ہوتا رہا ہے یہ صرف ایک زبردست بادشاہ کی قاہرانہ طاقتوں کا مظاہرہ نہیں بلکہ مجھ پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ سلیمان کو یہ بے نظیر طاقت اور یہ معجزانہ قدرت کسی ایسی ہستی کی عطا کردہ ہے جو شمس وقمر بلکہ کل کائنات کا تنہا مالک ہے اور اس لئے سلیمان مجھ

سے اپنی تابعداری اور فرمانبرداری کے طالب نہیں بلکہ اسی ایک واحد یکتا ذات کی اطاعت کی طرف دعوت دینا ان کا مقصد ہے۔
بس ملکہ کے دماغ میں یہ خیال آنا تھا کہ اس نے فوراً حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک شرمسار اور نادم انسان کی طرح درگاہ الٰہی میں یہ اقرار کیا کہ پروردگار آج تک ماسوا اللہ کی پرستش کرنے کفر وشرک میں ملوث رہنے اور آفتاب و ماہتاب کو اپنا معبود سمجھنے میں میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا مگر اب میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہوکر ایک خدا ہی پر ایمان لاتی ہوں جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔ اب ملکہ سبا شرک سے تائب ہوکر خالص مومنہ بن گئیں۔ اوراس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام واتونی مسلمین کی حقیقی مراد تک پہنچ کر ایمان اور اسلام کو قبول کرلیا۔
یہاں اس سورۃ میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کا واقعہ اسی پر ختم ہوگیا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر مشرف بایمان ہوگئی۔ اس کے بعد کیا حالات پیش آئے قرآن کریم نے اس سے سکوت کیا ہے مگر ابن عسا کرنے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آگئی اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھ کر یمن واپس بھیج دیا۔ ہر مہینہ حضرت سلیمان علیہ السلام وہاں تشریف لے جاتے اور تین روز قیام فرماتے تھے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کیلئے یمن میں تین عمدہ محلات ایسے تیار کرادیئے تھے جس کی مثال ونظیر نہ تھی۔ (معارف القرآن جلد ششم ص ۵۸۸)
اب یوں تو قرآن پاک کے ایک ایک لفظ۔ ایک ایک جملہ اور ایک ایک آیت میں نہ معلوم کتنے راز اور حکمتیں پوشیدہ ہیں مگر بظاہر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قصہ سے کئی اہم مقصد جتلانے مقصود معلوم ہوتے ہیں۔
اول یہ کہ کفار مکہ جو اپنی سرداری پر پھول رہے تھے ان کو یہ جتلایا گیا کہ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام جن کو خدا نے کیسی حکومت۔ سلطنت۔ دولت وحشمت عطا کر رکھی تھی جس کا کہ تم خواب بھی نہیں دیکھ سکتے وہ کیسے ہروقت اپنے منعم حقیقی کے آگے جھکے رہتے تھے اور کس طرح اپنے رب کی شکرگزاری کرتے تھے کہ غرور اور تکبر کا نام ونشان بھی ان میں نہ تھا۔
دوسرے یہ کہ ملکہ سبا جو تاریخ عرب کی ایک مشہور دولت مند قوم پر حکمران تھی اور اس کے پاس تمام وہ اسباب جمع تھے جو کسی انسان کو غرور نفس میں مبتلا کر سکتے ہیں پھر وہ ایک مشرک قوم سے تعلق رکھتی تھی اور تقلید آبائی کی بنا پر اور قوم میں اپنی سرداری برقرار رکھنے کی خاطر اس کے لئے دین شرک کو چھوڑ کر دین توحید اختیار کرنا کتنا مشکل تھا مگر جب اس پر حق واضح ہوگیا تو وہ قبول حق سے باز نہ رہ سکی۔ اور اس نے آبائی دین کو چھوڑ کر ایمان واسلام اختیار کرلیا۔ تو کفار مکہ کو اس نمونہ سے عبرت اور سبق حاصل کرنا چاہئے اور اپنے کفر وشرک کے بے جا اصرار کو ترک کردینا چاہئے۔
تیسرے اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اشارۃً تسلی ہے کہ مثل لشکر سلیمانی کے ہم آپ کے لشکر کو بھی ان کفار پر اگر یہ ایمان نہ لائے مسلط کردیں گے چنانچہ بعد میں جہاد شروع ہوگیا۔
اب آگے تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی حق ظاہر ہوجانے پر حق کے اتباع اور باطل سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اسلام اور ایمان کی جو دولت ہم کو عطا فرمائی ہے اس پر استقامت اور حقیقی شکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمۡ فَرِيۡقٰنِ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ

اور ہم نے ثمود کے پاس اُن کے (برادری کے) بھائی صالحؑ کو بھیجا یہ (پیغام دیکر) کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو اچانک اُن میں دو فریق ہو گئے جو باہم جھگڑنے لگے۔ صالحؑ نے فرمایا

يٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ ۚ لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

کہ اے بھائیو تم نیک کام (یعنی توبہ و ایمان) سے پہلے عذاب کو کیوں جلدی مانگتے ہو تم لوگ اللہ کے سامنے (کفر سے) معافی کیوں نہیں چاہتے جس سے توقع ہو کہ تم پر رحم کیا جاوے۔

قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿۴۷﴾

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں، صالحؑ نے فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلا ہو گے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ اور | لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا تحقیق ہم نے بھیجا | اِلٰی طرف | ثَمُوۡدَ ثمود | اَخَاهُمۡ ان کے بھائی | صٰلِحًا صالحؑ | اَنِ کہ | اعۡبُدُوا اللّٰهَ اللہ کی عبادت کرو |
| فَاِذَا پس ناگہاں | هُمۡ وہ | فَرِيۡقٰنِ دو فریق ہو گئے | يَخۡتَصِمُوۡنَ باہم جھگڑنے لگے وہ | قَالَ اس نے کہا | يٰقَوۡمِ اے میری قوم | لِمَ کیوں | |
| تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ تم جلدی کرتے ہو | بِالسَّيِّئَةِ برائی کیلئے | قَبۡلَ پہلے | الۡحَسَنَةِ بھلائی | لَوۡ کیوں | لَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ تم بخشش نہیں مانگتے | | |
| اللّٰهَ اللہ | لَعَلَّكُمۡ تاکہ تم | تُرۡحَمُوۡنَ تم پر رحم کیا جائے | قَالُوا وہ بولے | اطَّيَّرۡنَا برا شگون | بِكَ تجھ سے | وَبِمَنۡ اور وہ جو | مَعَكَ تیرے ساتھ (ساتھی) |
| قَالَ اس نے کہا | طٰٓئِرُكُمۡ تمہاری بدشگونی | عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس | بَلۡ بلکہ | اَنۡتُمۡ تم | قَوۡمٌ ایک قوم | تُفۡتَنُوۡنَ آزمائے جاتے ہو | |

تفسیر و تشریح:۔ اس سورۃ میں پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان فرمایا گیا تھا اس کے بعد دوسرا قصہ داؤد علیہ السلام کا اجمالاً اور سلیمان علیہ السلام کا قدرے تفصیلاً بیان فرمایا گیا۔ اب تیسرا قصہ قوم ثمود اور اس کے پیغمبر صالح علیہ السلام کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تذکرہ اس سے پہلے سورۂ اعراف۔ سورۂ ہود اور سورۂ شعراء میں بھی ہو چکا ہے۔ قرآن کریم کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف سورتوں کے مضامین کے مناسب نئے انداز میں بیان کرنے کے باوجود واقعہ کی اصل حقیقت میں ادنیٰ سا فرق بھی نہیں آنے دیتا۔ کہیں ایک ہی واقعہ کی تفصیل ہے تو کہیں اجمال۔ کسی مقام پر اس کا ایک پہلو نظر انداز کر دیا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اسی کو نمایاں حیثیت دی گئی۔ تاریخی واقعات میں سے جب قرآن پاک کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اپنے مقصد ''وعظ و تذکیر'' کے پیش نظر واقعہ کی اسی قدر جزئیات کو نقل کرتا ہے جو مقصد کے لئے ضروری ہیں۔

یہاں اس سورۃ میں ان آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کو جو قوم ثمود کے وطنی اور قومی بھائی تھے قوم ثمود کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا۔ شرک سے منع کیا اور اللہ کی بندگی و اطاعت کی نصیحت فرمائی اس تبلیغ و دعوت کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ لوگ مومن بن گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر برحق تسلیم کر لیا اور آپ کی ہدایات کے موافق عمل پیرا ہو گئے اور کچھ لوگ بدستور مشرک بنے رہے۔ اللہ کے پیغمبر کی تکذیب پر جمے رہے تو گویا حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت سے قوم دو گرہوں میں بٹ گئی ایک گروہ ایمان لانے والوں کا اور دوسرا گروہ انکار کرنے والوں کا۔ اور اس تفرقہ کے ساتھ ہی ان کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ٹھیک یہی صورت حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

کے ساتھ مکہ میں پیدا ہوگئی تھی۔ قوم دو حصوں میں بٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں گروہوں میں کشمکش شروع ہوگئی۔ اس لئے یہ قصہ ان حالات پر چسپاں ہورہا تھا جن حالات میں کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے منکروں کو ہر چند عذاب الٰہی سے ڈرایا دھمکایا اور فرمایا کہ اگر میرا کہنا نہ مانو گے تو تباہ ہوجاؤ گے مگر کافروں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی بلکہ گستاخی میں مزید اضافہ ہوگیا اور بے باکی کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ تم ہم کو عذاب اور ہلاکت سے کیا ڈراتے ہو۔ لاؤ وہ عذاب کہاں ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس پر فرمایا کہ کم بختو! ایمان اور توبہ اور بھلائی و اطاعت کی راہ تو اختیار نہیں کرتے جو دنیا اور آخرت میں کام آئے۔ الٹے برائی طلب کرنے میں جلدی مچارہے ہو۔ جب وہ وقت آپڑے گا تو سارا دم خم ختم ہوجائے گا۔ ابھی موقع ہے کہ گناہوں سے توبہ کرکے محفوظ ہوجاؤ۔ کیوں توبہ و استغفار نہیں کرتے جو حق تعالیٰ عذاب کی جگہ اپنی رحمتیں تم پر نازل فرمائے۔ تو اس کے جواب میں منکرین نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا تمہارے آتے ہی ہماری قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ گھر گھر لڑائی جھگڑے شروع ہوگئے اور ہم پر قحط وغیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں یہ سب تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ (معاذ اللہ) جب سے تم نے ہمارے دیوتاؤں کی مذمت شروع کی ہے آئے دن ہم پر کوئی نہ کوئی مصیبت نازل ہوتی رہتی ہے کیونکہ ہمارے معبود ہم سے ناراض ہوگئے ہیں۔ سرکش اور معصیت شعار قوم کو جب ہلاکت سے پہلے کسی قدر تنبیہاً جھنجھوڑا جاتا ہے اور دنیوی مصائب میں مبتلا کرکے توبہ کا موقع دیا جاتا ہے تو وہ اپنی مصیبت کا باعث اہل حق کو قرار دیتی ہے۔ فرعون کی قوم نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی کہا تھا جیسا کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ بتلایا گیا کہ اگر ان کو یعنی فرعونیوں کو بھلائی حاصل ہوتی تو کہتے ہم اس کے حق دار ہی ہیں ہم کو یہ پہنچنا ہی چاہئے تھا۔ اور اگر کبھی خرابی اور مصیبت آپڑی تو اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست کہتے۔ مکہ کے کافروں کا بھی یہی حال تھا۔ قریب قریب ایسے ہی باتیں اور ایسے ہی الزامات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر لگاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سرداران قریش کا جو وفد ابو طالب کے پاس گیا تھا اس نے یہی کہا تھا کہ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالہ کردو جس نے تمہارے دین اور تمہارے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے اور تمہاری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ساری قوم کو جاہل اور بے وقوف قرار دیا ہے۔

الغرض حضرت صالح علیہ السلام نے ان منکروں کو جواب دیا کہ یہ سختیاں یا برائیاں میری وجہ سے نہیں۔ تمہاری بدقسمتی سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرارتوں اور بداعمالیوں کے سبب سے مقدر کی ہیں اور یہ تمہارے کفر کی شامت سے تم پر یہ سختی پڑی ہے کہ دیکھیں سمجھتے ہو یا نہیں۔

ثمود بجائے اس کے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی نصائح کا کچھ اچھا اثر لیتے الٹا آپ کی جان کے دشمن ہوگئے اور اب یہ سازش کرنے لگے کہ کس طرح حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے گھر والوں کو قتل کرکے اس قصہ کو ختم کیا جاوے جیسا کفار مکہ نے بھی ہجرت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی۔ مگر اہل باطل اہل حق کو مغلوب اور ختم کرنے کی کیسی ہی خفیہ تدبیریں کریں مگر تدبیر الٰہی کے آگے اہل باطل کی تدبیریں کہاں چل سکتی ہیں۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش جو کفار نے کی تو اس کا کیا نتیجہ اور انجام ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ان نافرمان اور اپنے پیغمبروں سے سرکشی کرنے والی قوموں سے عبرت و نصیحت عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ

اور اس بستی میں نو شخص تھے جو سرزمین میں فساد کیا کرتے تھے اور (ذرا) اصلاح نہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپس میں سب (اس پر) اللہ کی قسم کھاؤ

لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا

کہ ہم شب کے وقت صالح اور اُن کے متعلقین کو جا ماریں گے پھر اُن کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اُن کے متعلقین اور خود اُن کے مارے جانے میں موجود (بھی) نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔

وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ

اور (یہ مشورہ کر کے) انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی اور اُن کو خبر بھی نہ ہوئی۔ سو دیکھئے اُن کی شرارت کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے اُن کو اور (پھر) اُن کی قوم کو سب کو (آسمانی عذاب سے) غارت کر دیا۔

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

سو یہ ان کے گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں اُن کے کفر کے سبب سے بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے دانش مندوں کیلئے۔ اور ہم نے ایمان اور تقویٰ والوں کو نجات دی۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَكَانَ اور تھے | فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں | تِسْعَةُ نو | رَهْطٍ شخص | يُفْسِدُوْنَ وہ فساد کرتے تھے | فِي الْاَرْضِ زمین (ملک) میں | وَ اور | |
| لَا يُصْلِحُوْنَ اصلاح نہیں کرتے تھے | قَالُوْا وہ کہنے لگے | تَقَاسَمُوْا تم باہم قسم کھاؤ | بِاللّٰهِ اللہ کی | لَنُبَيِّتَنَّهٗ البتہ ہم ضرور شب خون ماریں گے اس پر | | | |
| وَاَهْلَهٗ اور اس کے گھر والے | ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ پھر ضرور ہم کہدیں گے | لِوَلِيِّهٖ اسکے وارثوں سے | مَا شَهِدْنَا ہم موجود نہ تھے | مَهْلِكَ ہلاکت کے وقت | | | |
| اَهْلِهٖ اسکے گھر والے | وَاِنَّا اور بیشک ہم | لَصٰدِقُوْنَ البتہ سچے ہیں | وَمَكَرُوْا اور انہوں نے مکر کیا | مَكْرًا ایک تدبیر | وَمَكَرْنَا اور ہم نے خفیہ تدبیر کی | | |
| مَكْرًا ایک تدبیر | وَهُمْ اور وہ | لَا يَشْعُرُوْنَ نہ جانتے تھے | فَانْظُرْ پس دیکھو | كَيْفَ کیسا | كَانَ ہوا | عَاقِبَةُ انجام | مَكْرِهِمْ ان کا مکر |
| اَنَّا کہ ہم | دَمَّرْنٰهُمْ ہم نے تباہ کر دیا انہیں | وَقَوْمَهُمْ اور ان کی قوم | اَجْمَعِيْنَ سب کو | فَتِلْكَ اب یہ | بُيُوْتُهُمْ ان کے گھر | خَاوِيَةً گرے پڑے | بِمَا ظَلَمُوْا ان کے ظلم کے سبب |
| اِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ نشانی | لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں | وَاَنْجَيْنَا اور ہم نے نجات دی | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | | |
| اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے | وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور وہ پرہیزگاری کرتے تھے | | | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ ثمود بجائے اس کے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی پند و نصائح کا کچھ اچھا اثر لیتے الٹا آپ کی جان کے دشمن بن گئے اور سازش کرنے لگے کہ کس طرح آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں ثمود کی ۹ جماعتیں تھیں اور ہر جماعت کا ایک سردار تھا۔ تو ان ۹ سرداروں نے جن کا کام ملک میں فساد پھیلانے اور خرابی ڈالنے کے سوا کچھ نہ تھا باہم صلاح و مشورہ کیا کہ صالح کی طرف سے روزانہ ہماری جانیں ضیق میں ہیں اس لئے ایک دن فیصلہ ہی کر لو۔ چنانچہ آپس میں معاہدہ اور حلف ہوئے کہ سب مل کر رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر ٹوٹ پڑو اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔ پھر جب کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہو تو کہہ دینا کہ ہمیں خبر نہیں اس کے گھر کی تباہی ہماری آنکھوں نے دیکھی ہی نہیں۔ مطلب یہ کہ ہم خود ایسی حرکت کیا کرتے اس وقت ہم موجود بھی نہ تھے۔ اس طرح کی متفقہ سازش اور دروغ گوئی سے ہم میں سے ایک بھی ملزم نہ ٹھہر سکے گا جس سے ان کے حمایتی خون کا حق وصول کر سکیں۔

بعینہٖ اسی نوعیت کی سازش کفار مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سوچتے رہتے تھے اور بالآخر یہی سازش انہوں نے

ہجرت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاذ اللہ قتل کرنے کے لئے کی یعنی سب قبیلوں کے لوگ مل کر آپ پر حملہ کریں تا کہ بنی ہاشم کسی ایک قبیلہ کو ملزم نہ ٹھہرا سکیں اور سب قبیلوں سے بیک وقت لڑنا ان کے لئے ممکن نہ ہو۔ الغرض ثمود کے ان نو سرداروں نے اول اتفاق کر کے اونٹنی کو ہلاک کیا جس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تین روز اپنے گھروں میں اور مزے اڑا لو چوتھے روز ایسا عذاب آئے گا کہ تم سب کو ہلاک کر کے نیست و نابود کردے گا۔ اس پر ان سرداروں نے آپس میں ٹھہرایا کہ صالح تین دن بعد ہماری ہلاکت کا اعلان کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کا کام تین دن سے پہلے ہی تمام کردو۔ چنانچہ آپس میں طے کیا کہ رات کے وقت حملہ کر کے حضرت صالح علیہ السلام کو مع اہل وعیال قتل کردیا جائے۔ یہ نو سردار اس ناپاک مقصد کے لئے تیار ہوئے باقی کفار ان کے تابع یا معین تھے۔ جس پہاڑ سے اونٹنی بطور معجزہ پیدا ہوئی اسی پہاڑی پر حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد تھی جہاں آپ عبادت کرتے اور نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ جب صالح نماز کو آئے اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کردو اور پھر وہاں سے لوٹ کر اس کے گھر والوں کو ختم کردو اس مشورہ اور ارادہ سے جب وہ پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آرہی ہے اس سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے۔ چٹان آ کر غار کے منہ پر اس طرح رک گئی کہ غار کا منہ بالکل بند ہو گیا اور سب کے سب ہلاک ہو گئے کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان سرداروں نے ایک خاص خفیہ تدبیر کی تھی مگر اس کے مقابلہ میں اللہ نے بھی ایک خاص خفیہ تدبیر کی کہ ان کو پتہ بھی نہ چلا اور پھر دیکھ لو ان کی شرارتوں کا کیا انجام ہوا۔ خود بھی تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ تباہ کیا چنانچہ تین دن بعد ہولناک زلزلہ اور کڑک سے ساری آبادی تباہ ہو گئی اور ان کا ایسا ستیاناس ہوا کہ کوئی نام لیوا باقی نہ رہا۔ مکہ والے تبوک کے راستہ سے شام کا سفر کرتے تو وادی القریٰ سے گزرنا ہوتا جہاں ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اس وقت تک موجود تھے۔ آیت میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ جو وادی القریٰ میں گزرتے ہوئے کھنڈرات دیکھتے ہو یہ انہیں مکانات کے کھنڈرات ہیں جن میں قوم ثمود کے لوگ رہتے تھے۔ ان کی بستیاں اب کیسی اُجڑی پڑی ہیں اور یہ ان کے کفر وظلم کی سزا انہیں ملی۔ خدا ظالم نہیں کہ خوامخواہ کسی قسم یا بستی کو برباد کر ڈالے درحقیقت یہ تباہی کا باعث قوم کی بدکرداریاں اور بے جا کرتوت ہوتے ہیں اس قوم ثمود کی تباہی میں سوچنے اور سمجھنے والوں کے لئے عبرت ہے کہ اپنے پیغمبر کا کہنا نہ ماننا اور الٹا اس کا دشمن بن جانا اور کفر وظلم پر جمے رہنا اور اللہ سے بغاوت وسرکشی برتنا دنیا ہی میں کیا تباہی لاتا ہے۔ آخرت میں تو جو بھگتنا ہوگا وہ الگ رہا۔ پھر اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ خدا کی قدرت دیکھو کہ جہاں قوم ثمود کے ایک ایک کافر کو ہلاک کیا گیا وہیں اللہ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے ان ساتھیوں کو جو آپ پر ایمان لے آئے تھے اور کفر وشرک اور ظلم وستم سے بچ کر چلتے تھے ان سب کو بچا لیا۔

حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود کا قصہ یہاں ختم فرمادیا گیا اس واقعہ میں جہاں کفار مکہ اور مشرکین عرب کے لئے عبرت کا سامان تھا وہیں اہل ایمان کو بھی سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام سوا تباہی کے کچھ نہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ اہل باطل اہل حق کو مغلوب وختم کرنے کی کیسی ہی خفیہ تدبیریں کریں مگر اللہ کی غیبی تدبیر اہل حق کی حفاظت اور اہل باطل کی بربادی میں لگی رہتی ہے۔ جس کو کہ کور بصیرت اور عقل کے اندھے نہیں دیکھتے۔

اب آگے چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿۵۴﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلرِّجَالَ شَهْوَةً

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا تھا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ سمجھدار ہو کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو

مِّن دُونِ ٱلنِّسَآءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَخْرِجُوٓا۟

عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم (محض) جہالت کررہے ہو۔ سو (اس تقریر کا) اُن کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوطؑ کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو

ءَالَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿۵۶﴾ فَأَنجَيْنَٰهُ وَأَهْلَهُۥٓ إِلَّا ٱمْرَأَتَهُۥ قَدَّرْنَٰهَا

یہ لوگ بڑے پاک وصاف بنتے ہیں۔ سو ہم نے لوطؑ کو اور ان کے متعلقین کو بچا لیا بجز اُن کی بیوی کے اُس کو ہم نے اُن ہی لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا

مِنَ ٱلْغَٰبِرِينَ ﴿۵۷﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَآءَ مَطَرُ ٱلْمُنذَرِينَ ﴿۵۸﴾ قُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَٰمٌ عَلَىٰ

جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے اُن پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو ان لوگوں کا کیا بُرا مینہ تھا جو ڈرائے گئے تھے۔ آپ کہئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے سزاوار ہیں

عِبَادِهِ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَىٰٓ ۗ ءَآللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۵۹﴾

اور اُس کے اُن بندوں پر سلام (نازل) ہو جن کو اُس نے منتخب فرمایا ہے، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلُوطًا اور لوطؑ | إِذْ قَالَ جب اس نے کہا | لِقَوْمِهِۦٓ اپنی قوم سے | أَتَأْتُونَ کیا تم آگئے (اتر آئے) ہو | ٱلْفَٰحِشَةَ بے حیائی | وَأَنتُمْ اور تم | |
| تُبْصِرُونَ دیکھتے ہو | أَئِنَّكُمْ کیا تم | لَتَأْتُونَ آئے ہو | ٱلرِّجَالَ مردوں کے پاس | شَهْوَةً شہوت رانی کیلئے | مِّن عورتوں کے سوا | دُونِ ٱلنِّسَآءِ عورتوں کو چھوڑ کر |
| بَلْ بلکہ | أَنتُمْ تم | قَوْمٌ لوگ | تَجْهَلُونَ جہالت کرتے ہو | فَمَا پس نہ | كَانَ تھا | جَوَابَ جواب |
| قَوْمِهِۦٓ اس کی قوم | إِلَّآ أَن مگر۔صرف یہ کہ | | | | | |
| قَالُوٓا۟ انہوں نے کہا | أَخْرِجُوٓا۟ نکال دو | ءَالَ لُوطٍ لوطؑ کے ساتھی | مِّن سے | قَرْيَتِكُمْ اپنا شہر | إِنَّهُمْ بیشک وہ | أُنَاسٌ لوگ |
| يَتَطَهَّرُونَ پاکیزگی پسند کرتے ہیں | | | | | | |
| فَأَنجَيْنَٰهُ سو ہم نے اسے بچا لیا | وَأَهْلَهُۥٓ اور اسکے گھر والے | إِلَّا سوائے | ٱمْرَأَتَهُۥ اس کی بیوی | قَدَّرْنَٰهَا ہم نے اسے ٹھہرا دیا تھا | مِنَ سے | |
| ٱلْغَٰبِرِينَ پیچھے رہ جانے والے | وَأَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائی | عَلَيْهِم ان پر | مَّطَرًا ایک بارش | فَسَآءَ سو کیا ہی بُرا | مَطَرُ بارش | ٱلْمُنذَرِينَ ڈرائے گئے |
| قُلِ فرمادیں | ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ تمام تعریفیں اللہ کیلئے | وَسَلَٰمٌ اور سلام | عَلَىٰ عِبَادِهِ اس کے بندوں پر | ٱلَّذِينَ وہ جنہیں | ٱصْطَفَىٰٓ چن لیا | ءَآللَّهُ کیا اللہ |
| خَيْرٌ بہتر | أَمَّا یا جو | يُشْرِكُونَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں؟ | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود کا ذکر فرما کر منکرین ومکذبین کے لئے عبرت حاصل کرنے کا سامان مہیا فرمایا گیا تھا اب ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

انسان میں جب عقل کی روشنی افسردہ ہوجاتی ہے۔ نور فطرت جب بجھ جاتا ہے۔ دل پر جب سیاہی چھا جاتی ہے۔ روح پر جب زنگ چڑھ جاتا ہے۔ اور جب اچھائی برائی میں امتیاز پیدا کرنے والی قوت مردہ ہوجاتی ہے۔ تو اس وقت خواہشات کا عام تسلط ہوجاتا ہے اور نفس طاغوتی کا ڈیرا قائم ہوجاتا ہے۔ آدمی کی آنکھوں پر عیش پرستی کے پردہ پڑ جاتے ہیں۔ عیش وعشرت کے نشہ سے دماغ سرشار ہوجاتا ہے۔ جائز و ناجائز اور حق و باطل کا فرق معدوم ہوجاتا ہے۔ پھر اس انتہائی

عیاشی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ محل اور بے محل کا امتیاز بھی جاتا رہتا ہے۔ آدمی آدمی نہیں رہتا بلکہ آدمی نما جانور بن جاتا ہے۔ ایسے وقت میں حصول لذت کے ہر طریقہ کو اور عیش پرستی کے ہر ذریعہ کو وہ اپنے لئے حلال بنالیتا ہے اور خواہش نفس کو پورا کرنے کے ہر راستہ میں نہایت بیباکی سے نکل پڑتا ہے۔ اس وقت اگر کوئی ناصح ۔ بیدار مغز۔ روشن دماغ رہنما اس کو شفقت کے ساتھ اس کی خواہشات سے روکنا اور مطلق العنانی سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس ہوس زدہ انسان کے غصہ کا پارہ چڑھ جاتا ہے۔ مشفق و ناصح کی بات کو سننے کی بجائے اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ جو خدا پرست انسان اس اندھے کو غار میں گرنے سے روکتا ہے تو یہ اپنی جہالت کی لاٹھی اس کے مارنے کے درپے ہوتا ہے۔ بالآخر مشفق ناصح کی مخالفت اور اہل حق کی عداوت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ایسے سرکش انسان تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں گر کر فنا ہو جاتے ہیں اور اللہ کے قوت قہاری اور جباری کی ایک حرکت ان کے نام و نشان کو مٹا دیتی ہے۔ قوم لوط کی بھی یہی حالت تھی عیش پرستی کا بھوت ان کے سر پر سوار تھا۔ ہوا و ہوس سے دماغ سرشار تھا۔ شہوت کا پردہ آنکھوں پر پڑ گیا تھا اور زنا کاری کی بھی حدود سے بڑھا کر لواطت کو مرکز شہوت بنالیا تھا۔ ایک نہیں دو نہیں پوری قوم کی قوم اس خلاف فطرت حرکت میں مشغول ہو گئی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے جو ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ان کو نصیحت کی۔ قانون فطرت کو سمجھایا۔ عذاب خداوندی سے ڈرایا مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ الٹے لوط علیہ السلام کے دشمن بن گئے اور پیغمبر برحق کو ان کے خاندان سمیت جلاوطن کرنے کے درپے ہو گئے انجام بالآخر جو اس ظالم اور اندھی قوم کا ہوا اس کا اظہار بحیرۂ مردار سے اب بھی ہو رہا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ لوط علیہ السلام کو ایک نابکار اور بدکردار قوم کے سمجھانے کے لئے بھیجا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی بدکرداری کی برائی کھول کر سمجھائی کہ تم دیدہ و دانستہ جان بوجھ کر ایسی بدکرداری اور بدافعالی میں کیوں پھنسے ہوئے ہو کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی پر دوڑتے ہو اور پھر اس بے حیائی سے ذرا نہیں شرماتے کیا تم سمجھتے نہیں کہ اس بے حیائی کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ کیوں تم جان بوجھ کر دیوانہ بن رہے ہو اور جاہلوں کے سے کام کرتے ہو۔ کیوں تم نے اپنی قوت عقلیہ کو مردہ بنالیا ہے کہ بہائم کی طرح شہوت رانی کے درپے ہو اور محل بے محل کا فرق بھی نہیں کرتے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی ان معقول باتوں اور ایسی درست نصیحتوں کا جواب تو وہ کیا دیتے بس جاہلانہ دھمکیوں پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ لوط اور اس کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو ورنہ یہ اسی طرح ناک میں دم کرتا رہے گا۔ یہ اپنے کو بڑا پاک صاف بنانا چاہتے ہیں تو پھر ہم ناپاکوں میں ان کا کیا کام۔ دیکھا آپ نے یہ جواب تھا ان انسان صورت اور درندہ سیرت لوگوں کا خدا کے پیغمبر کی دعوت و نصیحت کا۔ غرض کہ جب ان بدکیش کافروں نے حضرت لوط علیہ السلام کی اہانت و ایذا اور تکذیب اور تمسخر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو پھر قانون قدرت اور مکافات عمل کا وقت آ پہنچا اور وہی ہوا جو اس سے پہلے نافرمان قوموں کا انجام ہو چکا تھا۔ وہ تمام جنہوں نے لوط علیہ السلام کی نصیحت ماننے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی بدافعالی کو بدستور جاری رکھنے کا فیصلہ کر چکے تھے ان کی ساری بستی الٹ دی گئی اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ ساری آبادی زمین کے اندر دھنس گئی اور وہاں ایک غلیظ پانی کی جھیل بن گئی جو اب بھی بحیرۂ مردار (Dead Sea) کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ نے بچا کر دوسری جگہ بھیج دیا مگر لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے قوم کے ساتھ تباہ ہوئی۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے یہ قصے بیان فرما کر اور اللہ کے

پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کا نتیجہ ظاہر فرما کر اب خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے کہ آپ اللہ کی حمد وثنا کریں اور شکر بجالائیں کہ جس نے اپنے پاکباز بندوں کوتو بچالیا اور سرکشوں اور نافرمانوں کو ہلاک و برباد کیا۔ اور ان تمام برگزیدہ اور مقبول بندوں پر جن کا ذکر پہلے ہوا سلام بھیجیں کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں مخالفوں اور اعدائے دین کے کیسے کیسے جور و جفا اور ظلم وستم اٹھائے۔ اس کے بعد مسلسل اب توحید کا مضمون شروع ہوتا ہے کہ ان جملہ واقعات میں غور کر کے منکرین ومشرکین خود فیصلہ کریں کہ کیا ایک وہ خدا بہتر ہے جو کہ نفع ونقصان پر پوری قدرت رکھتا ہے یا وہ چیزیں جن کو یہ خدا کا شریک بناتے ہیں جو کہ اپنے پرستاروں کی کچھ بھی حمایت نہیں کر سکتے۔ اس کا جواب ہر سمجھ دار یہی دے گا کہ خدا بہتر ہے تو پھر خدا کی پرستش کیوں نہ کی جائے اور شرکاء کی کیوں پرستش کی جائے۔

اب آگے اسی مضمون توحید کی تفصیل ہے جس سے کہ بیسواں پارہ امن خلق شروع ہوتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آخری آیت کو تلاوت فرماتے یعنی قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ء اللہ خیر اما یشرکون تو فوراً اس کے جواب میں آپ فرماتے بل اللہ خیر وابقی واجل واکرم۔ (نہیں بلکہ اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا بزرگ و برتر ہے) اللہ عزوجل اور بزرگ برتر کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ آج اس کے کلام پاک کے ۱۹ویں پارہ کا بیان پورا ہوگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بقیہ کے تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اب آئندہ انشاءاللہ ۲۰ویں پارہ کی ابتدا سے بیان شروع ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نفس کی شرارت اور شیطان کی خباثت سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ نافرمان قوموں کی خصلت و عادات سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائیں اور اپنے متقی اور دین دار نیک صالح بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔

اے اللہ آپ نے ہم کو جو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر ہم آپ کا بے انتہا شکر واحسان اور حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور اس پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر جن کے واسطہ اور ذریعہ سے ہم کو یہ دولت ایمان واسلام ملی لاکھ لاکھ صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ اے اللہ اے ذوالجلال والاکرام آپ ہی سب سے بزرگ برتر اور بہتر ہیں اور آپ ہی ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اے اللہ! ہماری حمد وثنا کو قبول فرما اور ہم کو اپنے حمد خواں بندوں میں شامل ہونا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ
اَمَّنْ خَلَقَ

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ

(یہ بُت بہتر ہیں) یا وہ ذات (بہتر ہے) جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور اُس نے آسمانوں سے تمہارے لئے پانی برسایا پھر اس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے رونق دار باغ

بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ

اُگائے تم سے تو ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درختوں کو اُگا سکو کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ (دوسروں کو) خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

(یہ بُت بہتر ہیں) یا وہ ذات جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرارگاہ بنایا اور اُس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس (زمین) کے ٹھیرانے کیلئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان

حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

ایک حد بنائی، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، بلکہ اُن میں زیادہ تو سمجھتے بھی نہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَمَّنْ بھلا کون؟ | خَلَقَ پیدا کیا | السَّمٰوٰتِ آسمانوں | وَالْاَرْضَ اور زمین | وَاَنْزَلَ اور اُتارا | لَكُمْ تمہارے لئے | مِنَ سے | السَّمَآءِ آسمان |
| مَآءً پانی | فَاَنْۢبَتْنَا پس اگائے ہم نے | بِهٖ اس سے | حَدَآئِقَ باغ | ذَاتَ بَهْجَةٍ بارونق | مَا كَانَ نہ تھا | لَكُمْ تمہارے لئے | اَنْ تُنْۢبِتُوْا کہ تم اگاؤ |
| شَجَرَهَا ان کے درخت | ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود | مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ | بَلْ بلکہ | هُمْ یہ | قَوْمٌ لوگ | يَّعْدِلُوْنَ کج روی کرتے ہیں | |
| اَمَّنْ بھلا کون۔کس | جَعَلَ بنایا | الْاَرْضَ زمین | قَرَارًا قرار گاہ | وَّجَعَلَ اور (جاری) کیا | خِلٰلَهَآ اس کے درمیان | اَنْهٰرًا ندی نالے | |
| وَجَعَلَ اور (پیدا) کئے | لَهَا اس کیلئے | رَوَاسِيَ پہاڑ | وَجَعَلَ اور بنایا | بَيْنَ درمیان | الْبَحْرَيْنِ دو دریا | حَاجِزًا آڑ (حدِ فاصل) | ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود |
| مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ | بَلْ بلکہ | اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر | لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بصورت سوال کہا گیا تھا کہ اللہ بہتر ہے یا وہ ہستیاں جن کو خدا کا شریک سمجھا جاتا ہے؟ یعنی اللہ جو قادر و توانا ہے اور نفع و نقصان کا مالک ہے اس کو استحقاق الوہیت اور معبودیت حاصل ہے۔ یا بے کس اور بے بس فرضی معبودوں کو جو نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے۔ جواب اس کا ظاہر ہے اور مسلم ہے کہ اللہ ہی بہتر ہے پس مستحق عبادت بھی وہی ہوگا۔ یہ تو تھا اجمالی بیان توحید کا اب آگے اسی کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ اپنی ربوبیت تامہ۔ خلاقیت عامہ اور رحمت کاملہ کو بیان کر کے وحدت الوہیت کا اثبات فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی قدرت کی نشانیاں بیان کر کے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا

اور بھی ایسا کر سکتا ہے؟ اللہ عزوجل نے آسمان بنائے۔ کتنے بڑے آسمان کہ جن کے احوال و اسرار خواص و اغراض بلندی و وسعت اور عجائب و غرائب کو مفصل جاننے سے کل عالم کی عقل عاجز ہے۔ اللہ نے زمین بنائی۔ کیسی زمین کہ جس کے اندر کس قدر عجائب اور حیرت انگیز خزائن موجود ہیں۔ کیسی قوتیں اور مخفی فوائد چھپے ہوئے ہیں کہ جس قدر جاننے کی کوشش کی جاتی ہے اتنا ہی اسرار قدرت کے انکشافات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے پھر بادلوں سے مینہ برسا کر طرح طرح کے میوہ دار خوشنما باغ اور سرسبز شاداب چمن پیدا کئے تو اس طرح درختوں اور سبزہ کا اگانا اللہ کے قدرت کے سوا اور کس کے بس کا ہے۔ انسان غور کر کے دیکھے

کہ ایک درخت کے اگنے اور پھلنے پھولنے میں کیا کسی چیز پر بھی اسے قدرت حاصل ہے؟ کیا زمین میں بیج کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھنا انسان کا کام ہے؟ پھر مٹی میں اگانے کی قوت رکھنا کیا انسان کے بس کی بات ہے؟ کیا وقت مناسب پر بارش لانا اس انسان کا کام ہے؟ پھر بارش کے قطروں میں یہ اثر رکھ دینا کہ وہ نباتات اگائیں کیا انسان کے دخل و تصرف کی چیز ہے؟۔ درختوں۔ پودوں اور سبزیوں کو سورج کی گرمی ایک خاص درجہ میں پہنچانا کیا انسان کے اختیار کی چیز ہے؟ غرض کہ ایک درخت کے اگنے۔ پھلنے پھولنے میں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا کام نہیں تو جب اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو خلق و تدبیر کر سکے یا کسی چیز کا مستقل اختیار رکھے تو اس کی الوہیت اور معبودیت میں وہ کس طرح شریک ہو جائے گی۔ عبادت اور بندگی و پرستش تو اسی کی ہونی چاہئے جو انتہائی درجہ میں کامل اور بااختیار ہو۔ کسی ناقص یا عاجز مخلوق کو معبودیت میں خالق کے برابر کر دینا انتہائی ظلم وہٹ دھرمی ہے۔ آگے قدرت کی دوسری نشانی اور توحید کی مزید دلیل دی جاتی ہے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ زمین کو جانداروں کے ٹھہرنے کے قابل کس نے بنایا؟ یہ زمین جس پر کہ انسان اور حیوان آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اس میں گرمی سردی خشکی تری کو اس تناسب سے کہ جاندار زندہ رہ سکیں کس نے رکھا؟ جگہ جگہ پانی پہنچانے کے لئے ندی نالہ کس نے بہائے؟ پھر مٹی کی زمین کو مضبوط کرنے کے لئے اس پر پہاڑ کس نے قائم کئے؟ پھر کھاری اور میٹھے دریا مل کر بہنے پر بھی ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے اور دونوں کے پانی اپنا اپنا مزہ برقرار رکھتے ہیں یا کھاری سمندر میں میٹھا دریا گرتا ہے تو دریا کا پانی دور تک اپنا میٹھا پن قائم رکھتا ہے جبکہ سمندر کے اردگرد کا پانی کھاری ہوتا ہے تو بتاؤ تو سہی کہ اور کوئی ایسے عجائبات پیدا کر سکتا ہے؟ کوئی اور ہستی ہے کہ جس سے یہ کام بن پڑیں اور وہ اس بنا پر معبود بننے کے لائق ہو؟۔ جب نہیں تو یہ مشرکین محض جہالت اور ناسمجھی سے شرک اور مخلوق پرستی کے گڑھے میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ ان کی سمجھ کا قصور نہیں تو اور کیا ہے؟

ابھی اسی طرز بیان سے آگے مزید دلائل توحید ذکر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توحید حقیقی اور اپنے ذات پاک کی معرفت کاملہ نصیب فرمائیں۔ اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ آسمان اور زمین اور کائنات کی تمام چیزیں ہمارے لئے معرفت الٰہیہ کا ذریعہ بنیں اور ہم سارے کمالات اور سارے انعامات و احسانات کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر دل و جان سے احکام الٰہیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ

(یہ بُت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اُس کو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے

مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اَمَّنْ بھلا کون | یُجِیْبُ قبول کرتا ہے | الْمُضْطَرَّ بیقرار | اِذَا جب | دَعَاهُ وہ اسے پکارتا ہے | وَیَكْشِفُ اور دُور کرتا ہے | السُّوْٓءَ بُرائی |
| وَیَجْعَلُكُمْ اور تمہیں بناتا ہے | خُلَفَآءَ نائب | الْاَرْضِ زمین | ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود | مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ | قَلِیْلًا تھوڑے | مَا جو |
| | | تَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑتے ہیں | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے توحید کا مضمون بیان ہو رہا ہے کہ جب آسمان۔ زمین اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا۔ پانی برسانے والا اور نباتات اگانے والا۔ وہ ایک واحد اور یکتا خدا ہی ہے تو دوسرا کوئی کیسے اس کی وحدانیت اور الوہیت اور معبودیت میں شریک ہو سکتا ہے اس سلسلہ میں توحید کے مزید دلائل اس آیت میں بیان فرمائے جاتے ہیں۔ مشرکین عرب اگرچہ اللہ کی ذات کو مانتے تھے لیکن پرستش بتوں کی بھی کرتے تھے۔ انہوں نے دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کر کے یہ غلط اور باطل گمان پیدا کر لیا تھا کہ جس طرح دنیوی بادشاہوں کے وزیر اور خزانچی وغیرہ معین و مددگار ہوتے ہیں اور سلطنت کا سب کام وہی چلاتے ہیں اسی طرح ہمارے دیوی دیوتا ہیں۔ کوئی بارش کا دیوتا ہے۔ کوئی رزق کا دیوتا ہے۔ کوئی ہوا کا دیوتا ہے۔ کوئی بیماری دور کرنے کا دیوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ مشرکین عرب بھی جب کسی سخت مصیبت میں پھنستے جیسے کشتی کے طوفان وغیرہ میں پھنس جاتا تو اس وقت مضطر اور بے قرار ہو کر مدد کے لئے اللہ ہی کو پکارتے اور دوسرے معبودوں کو بھول جاتے۔ یہاں آیت میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت مصیبت اور پریشانی کے وقت تو تم بھی مضطر ہو کر اسی کو پکارتے ہو اور معبودوں کو بھول جاتے ہو۔ پھر فطرت اور ضمیر کی اس شہادت کو امن اور اطمینان کے وقت کیوں یاد نہیں رکھتے؟ جب تم کو کوئی چارہ کار نہیں رہتا تب اللہ ہی کو پکارتے ہو اور وہی بے بس اور بے کس کی پکار کو سنتا ہے اور چاہتا ہے تو مصیبت دور کر دیتا ہے۔ تو جب سختی اور مصیبت کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے تو پھر عبادت اور بندگی میں کسی اور کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟۔

اس آیت **امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء** (کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے) اس کی تفسیر کے سلسلہ میں مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے ایک عجیب واقعہ حافظ ابن عساکرؒ کی کتاب کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لکھا ہے کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زیدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر تھی۔ ایک مرتبہ مجھ سے ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا۔ میں نے اسے سوار کرایا اور لے چلا ایک جگہ جہاں دو راستے تھے پہنچے تو اس نے کہا کہ اس راہ چلو میں نے کہا کہ میں اس راہ سے واقف نہیں ہوں۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں اور یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے میں اس کے کہنے

اور اصرار سے اسی راہ پر چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق و دق بیابان میں ہم آ گئے ہیں۔ جہاں آگے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ نہایت خطرناک جنگل اور بن ہے اور ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ میں یہ دیکھ کر سہم گیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا کہ ذرا لگام تھام لو۔ مجھے یہاں اترنا ہے میں نے لگام تھام لی وہ اترا اور اپنا تہمد اونچا کر کے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں وہاں سے سرپٹ بھاگا۔ لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا۔ میں اسے قسمیں دینے لگا مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ میں نے کہا کہ اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے اس نے کہا کہ یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تو تجھے زندہ چھوڑنا چاہتا ہی نہیں۔ میں نے اسے خدا کا خوف دلایا۔ آخرت کے عذاب کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس سے یہ منت التجا کی کہ آپ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دیجئے۔ اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے۔ میں نے نماز شروع کی لیکن خدا کی قسم میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا یونہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا اسی وقت یہ آیت اتفاق سے میری زبان پر آ گئی **امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء** یعنی خدا ہی ہے جو بے قرار کی بیقراری کے وقت کی دعا کو سنتا ہے اور سختی اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ بس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھوڑے سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور بغیر کچھ کہے سنے اس ڈاکو کے پیٹ میں اس نے اپنا نیزہ اتار دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا اور وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا۔ سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں نے اس کے پیروں کو پکڑ لیا اور بڑی الحاح وزاری سے کہنے لگا خدا کے لئے یہ تو بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں اور بے بسوں اور بے کسوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح وسالم واپس لوٹا۔ آیت میں آگے ارشاد ہوتا ہے کہ وہی تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے۔ ایک کے پیچھے ایک آ رہا ہے اور مسلسل سلسلہ چلا جا رہا ہے اور اس طرح ایک کے بعد دوسرے کو زمین میں تصرف کے اختیارات عطا کرتا ہے پس یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ ایک شخص کے بعد دوسرا۔ ایک قوم کے بعد دوسری قوم ورنہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ساتھ پیدا کر دیتا لیکن اب اس نے یہ کر رکھا ہے کہ ایک مرے ایک پیدا ہو تو یہ موجودہ طرز بھی خدا کی حکمت پر دلیل ہے۔ سب کی پیدائش کا۔ موت کا۔ آنے کا۔ جانے کا وقت مقرر ہے۔ ایک ایک اس کے علم میں ہے تو حق تعالیٰ اپنی اس قدرت کو بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ ہے کوئی جو ان کاموں کو کر سکتا ہو اور جب نہیں کر سکتا تو وہ عبادت کے لائق بھی نہیں ہو سکتا۔ بات یہ ہے کہ مشرکین عقل سے پوری طرح کام نہیں لیتے ورنہ غور کریں تو صحیح نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ لیکن وہ غور وفکر ہی نہیں کرتے۔

باقی مضطر کی دعا جو اخلاص کی بنا پر ہوتی ہے یعنی دنیا کے سب سہاروں سے مایوس اور تمام علائق سے منقطع ہو کر صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز اور فریاد رس سمجھ کر اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے دعا کرنا تو ایسے مضطر کی دعا حق تعالیٰ رد نہیں فرماتے خواہ وہ کسی بندہ کی طرف سے ہو۔ وہ مومن ہو یا کافر۔ متقی و پرہیزگار ہو یا فاسق فاجر۔ بندہ کے اضطرار اور اخلاص کی وجہ سے رحمت حق متوجہ ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت ربانی

سے اس کا ظہور دیر میں ہو۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ میں مظلوم کی دعا کو کبھی رد نہیں کروں گا اگرچہ وہ کسی کافر کے منہ سے ہو (قرطبی بحوالہ معارف القرآن جلد ششم) ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ایک مظلوم کی دعاء دوسرے مسافر کی دعا۔ تیسرے باپ جو اپنی اولاد کے لئے بددعا کرے۔ امام قرطبیؒ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ ان تینوں دعاؤں میں بھی وہی صورت ہے جو دعاء مضطر میں ہوتی ہے کہ جب کوئی مظلوم دنیا کے سہاروں اور مددگاروں سے مایوس ہو کر دفع ظلم کے لئے اللہ کو پکارتا ہے وہ بھی مضطر ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح مسافر حالت سفر میں اپنے عزیز و اقربا اور ہمدردوں اور غمگساروں سے الگ بے سہارا ہوتا ہے۔ اسی طرح باپ اولاد کے لئے اپنی فطرت اور پدری شفقت کی بنا پر کبھی بددعا نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اس کا دل بالکل ٹوٹ جائے اور اپنے آپ کو مصیبت سے بچانے کے لئے اللہ کو پکارے (معارف القرآن جلد ۶) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اخلاص کے ساتھ ہر معاملہ میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ کے حسب مرضی فریاد قبول ہی کر لیتے ہیں اور ہمیشہ مصیبت کو بندہ کی حسب منشا دور ہی فرما لیتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کبھی بھی فریاد سنی جاتی اور دعا قبول ہوتی ہے تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کسی اور کی طرف سے نہیں ہوتی۔

ابھی اگلی آیات میں بھی یہی مضمون توحید جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر حال میں ہم کو اپنی ہی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ حق تعالیٰ ہی کی فریادرسی اور دادرسی پر ہمارا اعتماد ہو اور ہر مصیبت میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی ہم اسی سے فریاد کرنے والے ہوں۔ اور وہی ہماری فریاد کو سن کر ہماری فریادرسی کرنے والا ہو۔

حق تعالیٰ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور ہمارے دلوں میں یہ یقین کامل عطا فرمائیں کہ ہماری ہر چھوٹی بڑی مصیبت کو دور کرنے والی صرف اللہ پاک کی ذات عالی ہے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ

(یہ بُت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو تم کو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ سجھاتی ہے اور جو کہ ہواؤں کو بارش سے پہلے بھیجتی ہے جو خوش کردیتی ہیں

رَحْمَتِهِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٣﴾ أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ

کیا اللہ کیساتھ کوئی اور معبود ہے (ہرگز نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے برتر ہے۔ (یہ بُت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو مخلوقات کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو

وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ

دوبارہ زندہ کرے گا اور جو کہ آسمان (سے پانی برسا کر) اور زمین سے (نباتات نکال) تم کو رزق دیتا ہے، کیا اللہ کیساتھ کوئی اور معبود ہے، آپ کہئے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٦٤﴾

اگر تم سچے ہو۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| أَمَّنْ بھلا کون | يَهْدِيكُمْ تمہیں راہ دکھاتا ہے | فِي ظُلُمَاتِ اندھیروں میں | الْبَرِّ خشکی | وَالْبَحْرِ اور سمندر | وَ اور | مَنْ کون | يُرْسِلُ چلاتا ہے |
| الرِّيَاحَ ہوائیں | بُشْرًا خوشخبری دینے والی | بَيْنَ يَدَيْ پہلے | رَحْمَتِهِ اس کی رحمت | أَإِلَٰهٌ کیا کوئی معبود | مَعَ اللَّهِ اللہ کے ساتھ | تَعَالَى اللَّهُ برتر ہے اللہ | |
| عَمَّا اس سے جو | يُشْرِكُونَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں | أَمَّنْ بھلا کون | يَبْدَأُ پہلی بار پیدا کرتا ہے | الْخَلْقَ مخلوق | ثُمَّ يُعِيدُهُ پھر وہ اسے دوبارہ (زندہ) کریگا | | |
| وَمَنْ اور کون | يَرْزُقُكُمْ تمہیں رزق دیتا ہے | مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے | وَالْأَرْضِ اور زمین | أَإِلَٰهٌ کیا کوئی معبود | مَعَ اللَّهِ اللہ کے ساتھ | | |
| قُلْ فرمادیں | هَاتُوا لے آؤ تم | بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل | إِنْ اگر | كُنْتُمْ تم ہو | صَادِقِينَ سچے | | |

تفسیر وتشریح:۔ توحید کے اثبات کے سلسلہ میں گذشتہ سے مضمون اس طرح بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عجائبات قدرت مشرکین کو یاد دلاتے جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ اللہ کے سوا یہ کس کے کام ہیں؟ اس طرح اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور وحدہ لاشریک لہ ہونے پر گذشتہ آیات میں چند دلائل بیان فرمائے گئے مثلاً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا پھر اوپر سے پانی برسا کر سبزہ۔ درخت اور پودوں کا اگانا۔ زمین کو جانداروں کے رہنے کے لائق بنانا۔ اس میں دریا ندی نالے بہانا اور پہاڑوں کا اس پر قائم کرنا۔ پھر انسان کی بے بسی اور بے کسی کے وقت اس کی فریاد کو سننا اور فریاد رسی کرنا۔ اسی طرح گذشتہ میں حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی چند نشانیاں بیان ہوئیں۔ جو توحید باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں۔ اب آگے اسی سلسلہ میں ان آیات میں مزید قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائی جاتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اوپر ستارے بنا کر انہیں چمکایا اور ان کے لئے جگہ اور مقام مقرر کئے اسی نظام کی بدولت تم خشکی اور سمندر میں راستہ ڈھونڈ لیتے ہو۔ رات کی تاریکی میں جبکہ آدمی جنگل بیابان میں ہو یا دریا یا سمندر میں کشتی یا جہاز میں ہو تو مشرق مغرب شمال جنوب کا تعین ستاروں کے ذریعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ تدبیروں میں سے ایک ہے کہ اس نے بحری اور بری سفروں میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے وہ ذرائع پیدا کردیئے جن سے وہ اپنی سمت سفر اور منزل مقصود کی طرف اپنی راہ متعین کرتا ہے۔ دن کے وقت زمین کی مختلف علامتیں اور آفتاب کے طلوع غروب کی سمتیں اس کی مدد کرتی ہیں اور رات کی اندھیری میں ستارے اس

کی رہنمائی کرتے ہیں پھر ایک اور انتظام انسانوں کے لئے زمین پر قدرت نے یہ کیا کہ ضرورت کے وقت باران رحمت کا بندوبست کردیا۔ بارش برسنے سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جو بارش کی آمد کی بشارت دیتی ہیں اور لوگ ان ہواؤں کے چلنے سے خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش آئے گی۔ خشکی و گرمی دفع ہوگی۔ کیا یہ انتظام سوائے ایک واحد ذوالجلال کے کوئی اور کرسکتا ہے۔ یقیناً خدا کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی اور نہیں تو پھر اس کے سوا کسی اور کو معبود ماننے کے کیا معنی۔ اللہ ہر اس چیز سے جسے تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو بلند و برتر ہے۔ کہاں وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اور کہاں عاجز و ناقص مخلوق جسے اس کی خدائی کا شریک بتلایا جارہا ہے۔ اب آگے ایک دلیل اللہ کی وحدانیت اور قدرت کی اور دی جارہی ہے اور مشرکوں سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ یہ مخلوق کس نے پیدا کی؟ یہ حقیقت ہے کہ اس سوال کا کوئی معقول جواب آج تک کسی مشرک یا دہریئے سے بن نہ آیا۔ کسی نے کہا کہ یہ کائنات آپ ہی آپ بن گئی۔ کسی نے کہا بے جان مادے کا ٹھیک تناسب کے ساتھ اتفاقاً جمع ہوجانا زندگی کا آپ ہی آپ وجود میں آجانے کا سبب بنا۔ قرآن کریم نے انسان کو بتایا کہ اللہ عزوجل نے اپنی قدرت کاملہ سے مادہ کو ظاہر کیا اور پھر اس سے تمام مخلوقات بنائی۔ ایک سیدھے سادے بدوی عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ جب مینگنیاں دیکھ کر اونٹ کو ماننا پڑتا ہے تو زمین و آسمان کو دیکھ کر اس کا بھی خواہ مخواہ کوئی بنانے والا ماننا پڑے گا۔ پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جس نے پہلے بنایا مرنے کے بعد بھی دوبارہ وہی بنائے گا۔ پھر یہی نہیں کہ مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے صرف پیدا کیا بلکہ آسمان اور زمین سے اس کی پرورش اور قیام کا سامان بھی مہیا کیا۔ چنانچہ جیسے وہ خالق ہے ایسے ہی وہ رب اور رازق بھی ہے۔ پھر رزق دینے کا معاملہ بھی اتنا سادہ نہیں جتنا سرسری طور پر کوئی شخص خیال کرتا ہے۔ اس زمین پر لاکھوں قسمیں حیوانات کی اور لاکھوں ہی نباتات کی پائی جاتی ہیں۔ پھر ہر قسم میں لاکھوں کروڑوں اور اربوں کی تعداد موجود ہیں اور ہر ایک کی غذائی ضروریات الگ الگ ہیں۔ خالق نے اپنی شان رزاقی سے ہر ایک کی غذا کا سامان اس طرح فراہم فرمایا ہے کہ کوئی نوع اس دنیا میں غذا پانے سے محروم نہیں۔ پھر اس رزق کے انتظام میں زمین و آسمان کی اتنی مختلف قوتیں مل جل کر کام کرتی ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔ گرمی روشنی، ہوا پانی اور زمین کے مختلف قسم کے مادوں کے درمیان اگر ٹھیک تناسب کے ساتھ تعاون نہ ہو تو غذا کا ایک ذرہ بھی وجود میں نہیں آسکتا۔ تو کون احمق یہ گمان کرسکتا ہے کہ یہ حکیمانہ انتظام ایک زبردست حکیم علیم اور خبیر کے ارادے اور مشیت اور حکم کے بغیر یونہی اتفاقاً ہوسکتا ہے اور یا خدا کے انتظام میں کسی اور کا بھی کوئی دخل ہوسکتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ایسے صاف نشانات اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی قباحت کو تسلیم نہیں کرتے تو جو کوئی دلیل تم اپنے دعوے باطل کے ثبوت میں رکھتے ہو پیش کرو۔ ابھی تمہارا جھوٹ سچ کھل جائے گا۔ مگر وہاں دلیل و برہان کہاں وہاں تو بس محض اندھی تقلید ہے اور حق سے عناد۔

اب یہاں تک تو توحید کے متعلق مضمون تھا اور اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ واحد یعنی اکیلے خدا اور اکیلے مستحق عبادت ہونے پر استدلال کیا گیا تھا۔ اب آگے قیامت و آخرت کے متعلق ذکر فرمایا جاتا ہے جس کی کفار تکذیب کرتے تھے اور اسکی ایک وجہ یہ قرار دیتے تھے کہ قیامت کا وقت پوچھنے پر بھی نہیں بتلایا جاتا۔ اگلی آیات میں اس کے متعلق ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾

آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، اور ان کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم نیست ہوگیا بلکہ یہ لوگ اس سے شک میں ہیں بلکہ یہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔

| قُلْ فرمادیں | لَا يَعْلَمُ نہیں جانتا | مَنْ جو | فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | وَالْاَرْضِ اور زمین | الْغَيْبَ غیب | اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ کے |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں جانتے | اَيَّانَ کب | يُبْعَثُوْنَ وہ اٹھائے جائیں گے | بَلِ ادّٰرَكَ بلکہ تھک کر رہ گیا | عِلْمُهُمْ ان کا علم | | |
| فِي الْاٰخِرَةِ آخرت (کے بارے) میں | بَلْ هُمْ بلکہ وہ | فِيْ شَكٍّ شک میں | مِّنْهَا اس سے | بَلْ هُمْ بلکہ وہ | مِّنْهَا اس سے | عَمُوْنَ اندھے |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں شروع پارہ سے حق تعالیٰ کی قدرت تامہ۔ رحمت عامہ اور ربوبیت کاملہ کا بیان ہوا تھا کہ جب وہ ان صفات وکمالات میں واحد ویکتا ہے تو الوہیت اور معبودیت میں بھی واحد ویکتا ہونا چاہئے۔ اب ان آیات میں حق تعالیٰ کی الوہیت پر ایک دوسری حیثیت سے استدلال کیا جارہا ہے یعنی معبود ہونے کی مستحق وہی ذات ہوسکتی ہے جو قدرت کاملہ کے ساتھ علم کامل اور محیط بھی رکھتا ہے اور یہ وہ صفت ہے جو زمین وآسمان میں کسی مخلوق کو حاصل نہیں اسی ایک ذات واحد کے ساتھ مخصوص ہے پس اس اعتبار سے بھی معبود بننے کے لائق اسی کی ذات ہوئی۔ اس طرح اس آیت میں گویا مضمون سابق کی تکمیل فرمائی گئی۔ لیکن بعض مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ جس قیامت کے دن سے تم ہمیں ڈراتے ہو اور اس میں سخت عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو تو ہمیں یہ تو بتاؤ کہ وہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال کا کہ قیامت کب آئے گی یہ جواب دیں کہ یہ تو غیب کی بات ہے اور غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس کے سوا زمین وآسمان میں یعنی فرشتے جن انسان وغیرہ کوئی بھی غیب دان نہیں اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اور کب دوبارہ سب زندہ کرکے کھڑے کئے جائیں گے۔ لیکن قیامت کا وقت نہ بتلانے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ قیامت آوے ہی گی نہیں جیسا کہ یہ مشرکین اور کفار خیال کرتے ہیں۔ آگے عام مشرکین وکفار کے بارہ میں تین باتیں ارشاد ہوئیں۔ اول یہ کہ وہ سرے سے یہی نہیں جانتے کہ آخرت کبھی ہوگی بھی یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی بے خبری اس بنا پر نہیں ہے کہ انہیں اس کی اطلاع ہی نہیں دی گئی بلکہ اس بنا پر ہے کہ جو خبر انہیں دی گئی ہے اس پر انہوں نے یقین نہیں کیا بلکہ اس کی صحت میں شک کرنے لگے۔ تیسرے یہ کہ انہوں نے کبھی غور وخوض کرکے ان دلائل کو سوچنے اور جانچنے کی زحمت نہیں اٹھائی جو آخرت کے وقوع کے بارہ میں پیش کئے گئے بلکہ اس کی طرف سے اندھے بن کر رہنے ہی کو ترجیح دی۔

یہاں اس آیت میں یہ جملہ **قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔ یہ آیت منجملہ اور بہت سی آیات قرآنیہ کے اس پر نص صریح ہے کہ کلی علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اور اس میں کوئی فرشتہ یا نبی یا ولی یا جن اس کا شریک نہیں اسی بنا پر یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں

36

میں سے جس پر چاہے اور جس قدر چاہے اپنی معلومات کا کوئی گوشہ کھول دے اور کسی جزئیہ کا علم جسے چاہے عطا فرمادے اور کسی غیب یا بعض غیوب کو اس پر روشن کردے لیکن علم غیب بحیثیت مجموعی اور کلی کسی اور کو نصیب نہیں۔ اس لئے عالم الغیب ہونے کی صفت صرف اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہے۔

ایسی متعدد قرآنی تصریحات کے علاوہ احادیث بھی اس کی تائید و تشریح میں موجود ہیں۔ صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نقل کیا گیا ہے آپ فرماتی ہیں ''جس نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کل کیا ہونے والا ہے اس نے اللہ پر سخت جھوٹ کا الزام لگایا کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے **قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کو بھی نہیں ہے بخاری اور مسلم کی مشہور روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انسانی شکل میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قیامت کب آئے گی جس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سے پوچھا جارہا ہے وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ اس بارے میں کوئی علم نہیں رکھتا پھر فرمایا یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور پھر آپ نے سورۂ لقمان کی آخری آیت تلاوت فرمائی **ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت۔ ان اللہ علیم خبیر** یعنی اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش نازل کرنے والا ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا پرورش پارہا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا۔ اور کسی شخص کو خبر نہیں کہ کس سرزمین میں اس کو موت آئے گی۔ بلاشبہ اللہ ہی علیم و خبیر ہے۔

غیب جس کے لفظی معنی مخفی۔ پوشیدہ اور مستور کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو معلوم نہ ہو اور جس تک ذرائع معلومات کی رسائی نہ ہو۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو فرداً فرداً بعض انسانوں کے علم میں ہیں اور بعض کے علم میں نہیں۔ اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو بحیثیت مجموعی پوری نوع انسانی کے علم میں نہ کبھی تھیں۔ نہ آج ہیں۔ نہ آئندہ کبھی آئیں گی۔ ایسا ہی معاملہ جنات۔ فرشتوں اور دوسری مخلوقات کا ہے کہ بعض چیزیں ان میں سے کسی سے مخفی اور کسی کو بھی معلوم نہیں۔ لیکن تمام اقسام کے غیب صرف ایک ذات پر روشن ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے۔

الغرض قرآن اور حدیث کی صاف اور واضح تصریحات کے بعد اس امر میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھا جائے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی دوسرا بھی جمیع ماکان ما یکون کا علم رکھتا ہے اسلامی اور قرآنی عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ قیامت کا وقت علم غیب میں سے ہے جس کی اطلاع اور علم صرف حق تعالیٰ کو ہے۔ اب کفار جو اس سے یہ استدلال کرتے کہ قیامت و آخرت کوئی چیز ہی نہیں تو اس کا جواب آگے دیا گیا کہ انبیاء و مرسلین کا کہنا حق ہے اور ان کی تکذیب اور ان کی باتوں کو نہ ماننا موجب تباہی ہے جیسا کہ گذشتہ منکرین کے ساتھ ہو چکا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: یا اللہ! آخرت و قیامت کی طرف سے یہ غفلت کے پردہ جو اب دلوں پر پڑ گئے ہیں آپ ہی ان کو دور فرمادیں۔ اور ہمیں عقل سلیم اور فکر صحیح نصیب فرمادیں تاکہ ہم آخرت کی طرف سے بیدار ہو جائیں اور شب و روز وہاں کی تیاری میں لگ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ

اور یہ کافریوں کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ جب (مر کر) خاک ہوگئے اور (اسی طرح) ہمارے بڑے بھی تو کیا (پھر) ہم (زندہ کرکے قبروں سے) نکالے جاویں گے اس کا تو ہم سے

وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

اور ہمارے بڑوں سے پہلے سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔آپ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

کہ مجرمین کا انجام کیا ہوا۔اور آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہوں۔اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب وقہر کا) کب پورا ہوگا

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ

اگر تم سچے ہو۔آپ کہہ دیجئے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی تم جلدی مچارہے ہو اُس میں سے کچھ تمہارے پاس ہی آلگا ہو۔

بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور (اب تک جو دیر ہورہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کا رب لوگوں پر (اپنا) بڑا فضل رکھتا ہے، ولیکن ہر اکثر آدمی

لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

شکر نہیں کرتے۔اور آپ کے رب کو سب خبر ہے جو کچھ اُن کے دلوں میں مخفی ہے اور جس کو وہ علانیہ کرتے ہیں۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

اور آسمان اور زمین میں ایسی کوئی مخفی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَقَالَ اور کہا | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا | ءَاِذَا کیا جب | كُنَّا ہم ہوجائیں گے | تُرٰبًا مٹی | وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے باپ دادا | اَئِنَّا کیا ہم | | | |
| لَمُخْرَجُوْنَ نکالے جائیں گے البتہ | لَقَدْ وُعِدْنَا تحقیق وعدہ کیا گیا ہم سے | هٰذَا یہ۔یہی | نَحْنُ ہم | وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے باپ دادا | | | | | |
| مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | اِنْ نہیں | هٰذَا یہ | اِلَّا مگر۔صرف | اَسَاطِيْرُ کہانیاں | الْاَوَّلِيْنَ اگلے | قُلْ فرمادیں | سِيْرُوْا چلو پھرو تم | | |
| فِي الْاَرْضِ زمین میں | فَانْظُرُوْا پھر دیکھو | كَيْفَ کیسا | كَانَ ہوا | عَاقِبَةُ انجام | الْمُجْرِمِيْنَ مجرم | وَ اور | لَا تَحْزَنْ تم غم نہ کھاؤ | عَلَيْهِمْ ان پر | |
| وَلَا تَكُنْ اور آپ نہ ہوں | فِيْ ضَيْقٍ تنگی میں | مِمَّا اس سے جو | يَمْكُرُوْنَ وہ مکر کرتے ہیں | وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں | مَتٰى کب | هٰذَا یہ | | | |
| الْوَعْدُ وعدہ | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تم ہو | صٰدِقِيْنَ سچے | قُلْ فرمادیں | عَسٰى شاید | اَنْ کہ | يَّكُوْنَ ہوگیا ہو | رَدِفَ قریب | لَكُمْ تمہارے لئے |
| بَعْضُ کچھ | الَّذِيْ وہ جو۔وہ جس | تَسْتَعْجِلُوْنَ تم جلدی کرتے ہو | وَاِنَّ اور بیشک | رَبَّكَ تمہارا رب | لَذُوْ فَضْلٍ البتہ فضل والا | | | | |
| عَلَى النَّاسِ لوگوں پر | وَلٰكِنَّ اور لیکن | اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر | لَا يَشْكُرُوْنَ شکر نہیں کرتے | وَاِنَّ اور بیشک | رَبَّكَ تمہارا رب | | | | |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| لَيَعْلَمُ خوب جانتا ہے | مَا تُكِنُّ جو چھپی ہوئی ہے | صُدُوْرُهُمْ ان کے دل | وَمَا اور جو | يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں |

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا اور نہیں | مِنْ کچھ | غَآئِبَةٍ غائب | فِي السَّمَآءِ آسمانوں میں | وَالْاَرْضِ اور زمین | اِلَّا مگر | فِيْ میں | كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کتاب روشن | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ مخلوق میں سے کسی کو قیامت کے وقوع اور تعین کا علم نہیں کہ کب آئے گی۔ اس کی خبر فقط اللہ عزوجل کو ہے۔ تو کفار اور مشرکین قیامت کا وقت نہ بتلانے سے یہ استدلال کرتے کہ قیامت وآخرت کوئی چیز ہی نہیں چنانچہ ان آیات میں پہلے کفار کا قول نقل کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار بطور تعجب اور انکار کے کہتے ہیں کہ ہم کیسے مان لیں کہ جب مرنے کے بعد خاک میں مل گئے اور مٹی ہوگئے تو ہم اور ہمارے باپ دادا جن کو مٹی میں ملے ہوئے مدت گزری۔ پھر مٹی سے نکل کر دوبارہ زندہ کیسے ہوجائیں گے یہ نری باتیں ہی ہیں اور پرانی داستان ہے۔ ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا بھی اسی طرح سنتے چلے گئے۔ ہزار ہا برس گزر گئے ہم نے تو کسی انسان کو مٹی سے دوبارہ پیدا ہوتے نہ سنا نہ دیکھا۔ بس جو پہلے کہہ گئے تھے ان ہی کی نقل آج یہ پیغمبر بھی اتار رہے ہیں۔

کفار کے اس باطل قول کے جواب میں حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ آپ ان کفار سے جواب میں یہ کہہ دیجئے کہ دنیا میں چل پھر کر مجرموں کے انجام بد کو دیکھو یعنی دنیا میں اللہ اور اس کے پیغمبروں کا کہنا نہ ماننے والوں کا وہی انجام بد ہوا اور ویسے ہی تباہ ہوئے جیسا کہ پیغمبروں نے انہیں ڈرایا تھا اس سے صاف ثابت ہوا کہ انبیاء ومرسلین کا کہنا حق تھا اور ان کی تکذیب وانکار موجب تباہی ہوا۔ اسی پر قیاس کرلو کہ مرکر دوبارہ زندہ ہونے اور عذاب آخرت کی جو خبر انبیاء دیتے چلے آئے ہیں یقیناً سچ ہیں اور پوری ہوکر رہیں گی۔ یہ کارخانہ دنیا یوں ہی بے سرا تو نہیں کہ اس پر کوئی حاکم نہ ہو اور وہ اپنی رعایا کو یونہی مہمل چھوڑ دے اگر تمہاری یہی تکذیب رہی تو مکذبین کا جو انجام دنیا میں ہوا تمہارا بھی وہی ہوسکتا ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ اگر یہ کفار اس پر بھی نہ مانیں اور اپنی حماقت اور جہل وعناد پر اصرار کرکے عذاب الٰہی کے مستحق بننا ہی چاہتے ہیں تو آپ نے تو سمجھانے کا حق ادا کردیا اب ان کو اس تکذیب کے انجام پر مطلع کرکے الگ ہوجایئے۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ بہت زیادہ غم اور تاسف نہ کریں اور نہ ان کے مکروفریب اور حق کے خلاف تدبیریں کرنے سے تنگدل ہوں۔ یہ جو کچھ چالیں چل رہے ہیں ان پر آپ کو کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی پشت پر خدا کی حمایت اور طاقت ہے۔ یہ آپ کی بات نہ مانیں گے تو اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ضدی مجرموں سے خود نبٹ لے گا اور جس طرح پہلے مجرموں کو سزائیں دی گئی ہیں ان کو بھی دے گا۔ چنانچہ ۱۳ برس تک قرآن پاک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سمجھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے وقت تک ان میں سے صرف ایک سو کے اندر ہی اندر ایمان لائے باقی اہل مکہ آپ کی ایذا رسانی ہی کی تدبیروں میں لگے رہتے تھے۔ موسم حج میں باہر کے لوگوں کو آپ تبلیغ فرماتے تو یہ اہل مکہ ان کو بہکاتے۔ غرض کہ ہجرت تک کفار مکہ کا یہی حال رہا اور اہل اسلام کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اور کسر انہوں نے اٹھا نہ رکھی۔ عین ہجرت کے وقت بھی کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کا مشورہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ آپ کو قید کرنا چاہئے۔ بعضوں نے کہا کہ جان سے ہلاک کرنا چاہئے بعضوں نے کہا کہ مکہ سے نکال دینا چاہئے۔ چنانچہ ابوجہل کے اس منصوبہ پر سب کا اتفاق ٹھہرا کہ مکہ میں جتنے قبیلہ اور جتھے ہیں ان سب میں کا ایک ایک آدمی تلوار لے کر مستعد ہو اور یکدم سب مل کر آپ پر حملہ کردیں اور یہ تجویز اس لئے ٹھہرائی تھی کہ پھر سارے مکہ کے قبیلوں سے آپ کے ساتھیوں کو بدلہ لینے کا قابو بھی نہ رہے۔ کفار کے اس مشورہ

اور سازش کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیا اور عزت وحرمت سے اپنے رسول کو مدینہ پہنچادیا اور اللہ کی قدرت اور تدبیر کے آگے کفار کا کوئی داؤ وفریب آپ پر نہ چل سکا لیکن ان لوگوں کی ایذ ارسانی اور راہ راست پر نہ آنے کا حال دیکھ کر جب تک آپ مکہ میں رہے آپ کو ہمیشہ ایک طرح کا غم اور رنج رہتا اور وہ بھی اس درجہ کا رنج وغم کہ حق تعالیٰ کی طرف سے متعدد بار مکی سورتوں میں آپ کی تسلی فرمائی گئی چنانچہ ان آیات میں بھی آپ کی تسلی فرمائی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار کے ایمان نہ لانے پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کرر ہے ہیں اس سے تنگدل نہ ہوجایئے۔

الغرض کفار مکہ کا ایک قول تو یہ تھا کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے تو پھر ہم کس طرح دوبارہ زندہ ہو کر مٹی سے نکالے جاویں گے۔ اس طرح موت کے بعد کی زندگی اور آخرت کا وہ انکار کرتے تھے جب کہ تمام پیغمبر یہی بتلاتے اور کہتے رہے کہ قیامت آنی ضرور ہے جب کہ حشر نشر ہوگا اور جزا سزا ملے گی۔ آگے کفار کا ایک دوسرا قول نقل کر کے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بھی کہتے کہ یہ وعدۂ عذاب آخرت جس کی تم دھمکیاں دیا کرتے ہو آخر کب پورا ہوگا؟ چونکہ کفار کو روز قیامت اور جزاوسزا کا تو یقین تھا نہیں اس لئے وہ بطور طنز یا بصورت استہزاء بے باکانہ کہتے کہ یہ وعدۂ عذاب آخرت جس سے ڈرایا جاتا ہے کب پورا ہوگا۔ تم کہتے ہو کہ یہ عذاب قیامت میں ہوگا۔ تو ہزاروں برس ہو گئے قیامت تو اب تک آئی نہیں پھر کب آئے گی۔ گویا وہ فوری طور پر نزول عذاب کے خواستگار تھے۔ کفار کے اس قول کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان کفار سے جواب میں یوں کہہ دیجئے کہ گھبراؤ نہیں وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور کچھ بعید نہیں کہ وعدہ کا کچھ حصہ قریب ہی آلگا ہو چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد جنگ بدر میں سزا کی ایک قسط پہنچ گئی۔ رہی قیامت کبریٰ سو اس کے بھی بعض آثار وعلامات ظاہر ہو گئے۔ پھر حق تعالیٰ اگر اپنے فضل سے عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو چاہئے تو یہ تھا کہ اس مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اس مہربانی کے شکر گزار ہو کر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے لیکن یہ کفار اس کے خلاف ناشکری کرتے اور اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں۔ تاخیر عذاب چونکہ بمصلحت ہے اس لئے اس تاخیر سے یوں نہ سمجھیں کہ ان کے افعال کی کبھی سزا ہی نہ ہوگی۔ ان کے ظاہری اور پوشیدہ اعمال۔ دلوں کے بھید۔ نیتیں۔ ارادے اور زمین آسمان کے چھپے سے چھپے راز سب اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر اور اس کے دفتر میں درج ہیں۔ ہر بات اسی کے موافق اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوگی۔ جلدی مچانے یا دیر لگانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جو چیز علم الٰہی میں طے شدہ جلد یا بدیر اپنے وقت پر آوے گی اور ہر ایک کو اس کے عمل۔ نیت اور عزم کے موافق پھل مل کر رہے گا۔

اب چونکہ قیامت وآخرت اور جزاوسزا کی خبر قرآن پاک نے دی ہے اس لئے آگے قرآن پاک کا مخبر صادق ہونا ظاہر ہونا فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت وآخرت۔ حشر ونشر۔ جزاوسزا کا ایسا یقین کامل نصیب فرمائیں کہ ہم اس دنیا میں ہمہ وقت آخرت کی تیاری میں مشغول رہیں۔ یا اللہ آپ نے جیسے کفار مکہ کے زور کو توڑا ایسے ہی کفار عالم کی قوت کو توڑ دے اور ایمان کی جیسے ابتدا میں مدد اور تائید فرمائی یا اللہ اب بھی اپنی قدرت سے اہل ایمان کی مدد فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان باتوں (کی حقیقت) کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ

اور بالیقین وہ ایمانداروں کے لئے (خاص) ہدایت اور (خاص) رحمت ہے۔ بالیقین آپ کا رب اُن کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ (قیامت کے دن) کرے گا اور وہ

الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۸﴾ ۚ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى

زبردست اور علم والا ہے۔ سو آپ اللہ پر توکل رکھئے، یقیناً آپ صریح حق پر ہیں۔ آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے

وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۖ

اور نہ بہروں کو اپنی آواز سُنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ اور نہ آپ اندھوں کو اُن کی گمراہی سے (بچا کر) راستہ دکھلانے والے ہیں،

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا

آپ تو صرف اُنہی کو سنا سکتے ہیں، جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں پھر وہ مانتے (بھی) ہیں۔ اور جب وعدہ (قیامت کا) اُن پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم اُن کیلئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے

لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ۧ

کہ وہ اُن سے باتیں کرے گا کہ (کافر) لوگ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) آیتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّ بیشک | هٰذَا یہ | الْقُرْاٰنَ قرآن | یَقُصُّ بیان کرتا ہے | عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل پر | اَكْثَرَ اکثر | الَّذِیْ وہ جو | هُمْ وہ |
| فِیْهِ اس میں | یَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے ہیں | وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ | لَهُدًى البتہ ہدایت | وَّرَحْمَةٌ اور رحمت | لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں کیلئے | | |
| اِنَّ بیشک | رَبَّكَ تمہارا رب | یَقْضِیْ فیصلہ کرتا ہے | بَیْنَهُمْ ان کے درمیان | بِحُكْمِهٖ اپنے حکم سے | وَهُوَ اور وہ | الْعَزِیْزُ غالب | الْعَلِیْمُ علم والا |
| فَتَوَكَّلْ پس بھروسہ کرو | عَلَى اللّٰهِ اللہ پر | اِنَّكَ بیشک تم | عَلَى پر | الْحَقِّ الْمُبِیْنِ واضح حق | اِنَّكَ بیشک تم | لَا تُسْمِعُ تم نہیں سنا سکتے | الْمَوْتٰى مُردوں کو |
| وَلَا تُسْمِعُ اور تم نہیں سنا سکتے | الصُّمَّ بہروں کو | الدُّعَآءَ پکار | اِذَا وَلَّوْا جب وہ مڑ جائیں | مُدْبِرِیْنَ پیٹھ پھیر کر | وَ اور | مَآ اَنْتَ تم نہیں | |
| بِهٰدِی ہدایت دینے والے | الْعُمْیِ اندھوں کو | عَنْ سے | ضَلٰلَتِهِمْ ان کی گمراہی | اِنْ نہیں | تُسْمِعُ تم سناتے | اِلَّا مگر۔صرف | |
| مَنْ جو | یُّؤْمِنُ ایمان لاتا ہے | بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں پر | فَهُمْ پس وہ | مُّسْلِمُوْنَ فرمانبردار | وَاِذَا اور جب | وَقَعَ الْقَوْلُ واقع (پورا) ہوجائیگا وعدہ | |
| عَلَیْهِمْ ان پر | اَخْرَجْنَا ہم نکالیں گے | لَهُمْ ان کیلئے | دَآبَّةً ایک جانور | مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے | تُكَلِّمُهُمْ وہ ان سے باتیں کریگا | | |
| اَنَّ النَّاسَ کیونکہ لوگ | كَانُوْا تھے | بِاٰیٰتِنَا ہماری آیات پر | لَا یُوْقِنُوْنَ یقین نہ کرتے | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ ظہور اسلام کے وقت عرب میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جس کے پاس کوئی مذہبی اور علمی ذخیرہ نہ تھا۔ نہ ان کو کسی آسمانی یا الہامی کتاب کے حامل ہونے کا دعویٰ تھا۔ یہ گروہ عموماً بت پرست مشرکین کا تھا جن کے پاس نہ کوئی مذہبی کتاب

تھی نہ آسمانی اور الہامی ذخیرہ تھا۔ بس اسلاف کا رسم و رواج ہی ان کا دستور زندگی تھا۔ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اسی گروہ میں سے ہوئی۔ دوسرا گروہ علم کا مدعی اور مذہبی کتابوں کا حامل تھا۔ اس گروہ کو علوم کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی اہل کتاب کا گروہ کہلاتا تھا جس میں کچھ لوگ عیسائی تھے اور کچھ یہودی۔ لیکن کثرت انقلابات اور زمانہ کی درازی نے اہل کتاب میں بھی باہم اختلاف پیدا کر دیئے تھے۔ ان کی مذہبی کتابیں بھی کچھ سے کچھ بن گئی تھیں۔ الہامی تصریحات اور آسمانی منصوصات میں ردوبدل ہو گیا تھا کتب الٰہیہ کے الفاظ اور معانی کو بگاڑ لیا گیا جس کی وجہ سے اصل مطلب فوت ہو گیا۔ ان کے علماء اور دینی پیشوا متفرق ہو گئے تھے اور ہر عالم نے اپنا ایک گروہ بنالیا تھا اور ہر گروہ اپنی ہی حقانیت کا دعویدار تھا۔ ایسی حالت میں قران پاک نازل ہوا اور عقائد۔ احکام اور قصص و روایات کے متعلق ان کے شدید اختلافات کا فیصلہ کن تصفیہ قرآن پاک نے سنایا۔ اہل کتاب نے اللہ کی ذات وصفات کے متعلق بہت غلط عقائد قائم کر لئے تھے جن کی اصلاح قرآن پاک نے کی۔ ملائکہ اور انبیاء کے متعلق زنا کاری بت پرستی شراب خواری اور قتل وغارت وغیرہ کی سینکڑوں تہمتیں اسرائیلی کتب میں مذکور ہیں۔ قرآن پاک نے انبیاء اور ملائکہ کو معصوم قرار دیا۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ کوئی یہودی جہنم میں نہیں جائے گا ہم اللہ کے پیارے ہیں ہم کو خدا عذاب نہ دے گا۔ کوئی جماعت قائل تھی کہ عذاب تو ہم پر ہوگا مگر صرف گنتی کے چند دن جتنی مدت کہ ہم نے گوسالہ کی پرستش کی تھی۔ قرآن کریم نے اس کا فیصلہ ایسے غیر مبہم الفاظ میں کر دیا جس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ قرآن کریم نے صاف طور پر کہہ دیا کہ جو مومن نیکوکار ہوگا وہ عذاب سے محفوظ ہوگا اور جو مشرک بدکار ہوگا جہنم میں جائے گا۔ باہم عیسائی فرقوں میں سخت اختلافات تھے کوئی مسیح کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی بیوی کہتا تھا۔ کوئی مسیح کو خدائی کا جزو قرار دیتا تھا کوئی اقانیم ثلثہ یعنی باپ بیٹا اور روح القدس کی ربوبیت کا قائل تھا۔ قران پاک نے اس کا فیصلہ کر دیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبداللہ۔ کلمۃ اللہ قرار دیا اور خدا کو وحدہ لاشریک لہ بتایا۔ تو فی الحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے دنیا کو خداوند قدوس کا آخری فیصلہ کن پیغام پہنچایا اور ایمان لانے والوں کی رہبری کی تاکہ لوگ اس دن کے لئے تیاری کر رکھیں جبکہ ہر معاملہ کا عملی اور آخری فیصلہ ہوگا۔ قرآن کریم میں انسان کو برائی اور بھلائی سے پوری طرح آگاہ کر دیا گیا ہے باقی قرآن تو آیا ہے سمجھانے اور آگاہ کرنے کو رہا تمام معاملات کا حکیمانہ اور حاکمانہ فیصلہ تو یہ خدائے قادر وتوانا کرے گا جس میں قوت بھی پوری ہے اور جس کا علم بھی بھرپور ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ کسی کے اختلاف اور تکذیب سے متاثر نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جائیں۔ جس صحیح اور صاف اور صریح حق راستہ پر آپ چل رہے ہیں اس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ اس لئے آپ کو کاہے کا غم۔ یہ لوگ جو آپ کی بات نہیں سنتے اور مانتے تو یہ مردہ دل اور اندھے اور بہرے ہیں اور وہ اس حالت سے نکلنا بھی نہیں چاہتے تو پھر ان سے توقع ہدایت اور فہم کی بیکار ہے۔ یعنی جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلا جارہا ہو اور پکارنے والے کی طرف قطعاً ملتفت نہ ہو اس کے حق میں سودمند نہیں یہی حال ان مکذبین کا ہے جن کے قلوب مرچکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں اور سننے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے۔ ایک نپٹ اندھے کو آپ کس طرح کوئی راستہ یا چیز دکھلا سکتے ہیں۔ یہ لوگ بھی دل کے اندھے ہیں اور چاہتے بھی نہیں کہ اندھے پن سے نکلیں تو آپ کے کہنے سننے سے وہ اثر کیسے قبول کریں۔ آپ کا نصیحت سنانا تو ان کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں اور اثر قبول کرنا یہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کر کے فرمانبردار بنیں۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ ابھی تو یہ منکرین قیامت کو نہیں مانتے لیکن جب وعدہ قیامت کا ان لوگوں پر پورا ہونے کو ہوگا یعنی جب وقوع قیامت کا زمانہ قریب

آ پہنچے گا تو اس وقت ایک جانور زمین سے نکلے گا اور وہ لوگوں سے باتیں کرے گا کہ منکرین قیامت خدا کی باتوں کا یقین نہ کرتے تھے اب قیامت قریب آ پہنچی ہے۔ تو اس جانور جس کا نام دابۃ الارض ہوگا اس کے ذریعہ سے کفار کو یہ دکھلایا جائے گا کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانتے تھے آج وہ ایک جانور کی زبانی سن کر ماننی پڑ رہی ہے مگر اس وقت کا ماننا مفید اور نافع نہیں۔ ماننے کا جو وقت تھا وہ گزر چکا ہوگا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جانور دابۃ الارض کا ظہور بالکل اخیر وقت میں سورج کے مغرب سے نکلنے کے بعد ہوگا۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں تحریر کیا ہے کہ ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ مسافر تنگدل۔ بچے خواب سے بیدار اور مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ لوگ ہیبت اور بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری شروع کر کے توبہ توبہ پکاریں گے آخر تین چار رات کی مقدار کے برابر دراز ہونے کے بعد حالت اضطرابی میں آفتاب مانند چاند گرہن کے ایک قلیل روشنی کے ساتھ مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس وقت تمام لوگ خدائے قدوس کی وحدانیت کا اعتراف واقرار کر لیں گے مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کسی کافر کا ایمان قبول نہ ہوگا اس کے بعد سورج اپنی معمولی روشنی کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔ دوسرے روز لوگ اسی تذکرہ و چرچا میں ہوں گے کہ کوہ صفا جو خانہ کعبہ کے مشرقی جانب واقع ہے زلزلہ سے پھٹ جائے گا جس میں سے ایک نادر شکل کا جانور برآمد ہوگا۔ بلحاظ شکل یہ حسب ذیل سات جانوروں سے مشابہت رکھتا ہوگا۔

(۱) چہرے میں آدمی سے۔ (۲) پاؤں میں اونٹ سے (۳) گردن میں گھوڑے سے (۴) دم میں بیل سے (۵) سرین میں ہرن سے () سینگوں میں بارہ سنگھے سے (۷) ہاتھوں میں بندر سے اور نہایت فصیح اللسان ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی اور تمام شہروں میں ایسی سرعت اور تیزی کے ساتھ دورا کرے گا کہ کوئی فرد و بشر اس کا پیچھا نہ کر سکے گا اور کوئی بھاگنے والا اس سے چھٹکارا نہ پا سکے گا۔ ہر شخص پر نشان لگاتا جائے گا۔ اگر وہ صاحب ایمان ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے اس کی پیشانی پر ایک نورانی خط کھینچ دے گا جس کی وجہ سے اس کا تمام چہرہ منور ہو جائے گا۔ اگر صاحب ایمان نہ ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے اس کی ناک یا گردن پر سیاہ مہر لگائے گا جس کے سبب سے اس کا تمام چہرہ مکدر اور بے رونق ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر ایک دسترخوان پر چند آدمی جمع ہو جائیں گے تو ہر ایک کے کفر و ایمان میں بخوبی امتیاز ہو سکے گا اس جانور کا نام دابۃ الارض ہے جو اس کام سے فارغ ہو کر غائب ہو جائے گا۔ آفتاب کے مغرب سے طلوع اور دابۃ الارض کے ظہور سے نفخ صور تک ۱۲۰ سال کا عرصہ ہوگا۔ دابۃ الارض کے غائب ہو جانے کے بعد جنوب کی طرف سے ایک نہایت فرحت افزا ہوا چلے گی جس کے سبب سے ہر صاحب ایمان کی بغل میں ایک درد پیدا ہوگا جس کے باعث اہل ایمان بالترتیب پہلے افضل۔ پھر فاضل۔ پھر ناقص پھر فاسق مرنے شروع ہو جائیں گے۔ جب تمام اہل ایمان اس جہان سے کوچ کر جائیں گے اور صرف کافر اس دنیا میں رہ جائیں گے اور کوئی لفظ اللہ تک کہنے والا نہ رہے گا تو کافروں پر قیامت قائم کی جائے گی۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے قیامت کے حال مفصلاً قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرج کئے ہیں۔

الغرض وہ عجیب جانور دابۃ الارض جب ظاہر ہوگا تو بالاضطرار کفار و منکرین قیامت بھی اس کی تصدیق کریں گے مگر چونکہ یہ مغرب سے سورج نکلنے کے بعد ہوگا اس لئے وہ تصدیق مقبول نہ ہوگی۔ اس کے بعد پھر قیامت ہی آ جاوے گی اور پھر آگے قیامت کے بعض واقعات و احوال۔ ظاہر کئے جاتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰى اِذَا جَآءُوْ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر اُن کو روکا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب (موقف میں) حاضر ہو جائیں گے

قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماوے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم اُن کو اپنے احاطۂ علمی میں بھی نہیں لائے بلکہ اور بھی کیا کیا کام کرتے رہے۔ اور اُن پر وعدہ (عذاب کا)

عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ

پورا ہو گیا بوجہ اس کے کہ (دنیا میں) انہوں نے زیادتیاں کی تھیں سو وہ لوگ بات بھی نہ کر سکیں گے۔ کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن

مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸٦﴾

بنایا جس میں دیکھیں، بلاشبہ اس میں بڑی بڑی دلیلیں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَيَوْمَ اور جس دن | نَحْشُرُ ہم جمع کریں گے | مِنْ سے | كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت | فَوْجًا ایک گروہ | مِمَّنْ سے + جو | يُكَذِّبُ جھٹلاتے تھے | بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں |
| فَهُمْ پھر وہ | يُوْزَعُوْنَ انکی جماعت بندی کی جائے گی | حَتّٰى یہاں تک | اِذَا جَآءُوْ جب وہ آجائیں گے | قَالَ فرمائے گا | اَكَذَّبْتُمْ کیا تم نے جھٹلایا | | |
| بِاٰيٰتِيْ میری آیات کو | وَلَمْ تُحِيْطُوْا حالانکہ احاطہ میں نہیں لائے تھے | بِهَا ان کو | عِلْمًا علم کے | اَمَّاذَا یا۔کیا | كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے | | |
| وَوَقَعَ اور واقع (پورا) ہوگیا | الْقَوْلُ وعدہ (عذاب) | عَلَيْهِمْ ان پر | بِمَا ظَلَمُوْا اس لئے کہ انہوں نے ظلم کیا | فَهُمْ پس وہ | لَا يَنْطِقُوْنَ نہ بول سکیں گے وہ | | |
| اَلَمْ يَرَوْا کیا وہ نہیں دیکھتے | اَنَّا کہ ہم | جَعَلْنَا ہم نے بنایا | الَّيْلَ رات | لِيَسْكُنُوْا کہ آرام حاصل کریں | فِيْهِ اس میں | وَالنَّهَارَ اور دن | |
| مُبْصِرًا دیکھنے کو | اِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں | لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے | يُّؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ منکرین ابھی تو قیامت کے وقوع کا انکار کر رہے ہیں اور سینکڑوں دلیلیں سننے کے بعد بھی ایک بات ان کے دل میں نہیں بیٹھتی لیکن ایک وقت وہ آئے گا جبکہ قرب قیامت میں اللہ تعالیٰ ایک غیبی نشان دابۃ الارض اسی زمین سے برآمد کرے گا جو جانور ہونے کے باوجود انسانوں کی طرح کلام کرے گا اور کفر ایمان کا قطعی فیصلہ کر دے گا اس وقت نیک و بد اور مومن و کافر بالکل ممتاز ہو جائیں گے۔ دل کی بات پیشانی پر نمودار ہو جائے گی اور حق و باطل کے امتیاز کا یہ آخری درجہ ہوگا اس وقت یہ منکرین بھی نمایاں طور پر حق و باطل میں فرق دیکھیں گے لیکن اس وقت سمجھنا۔ دیکھنا اور سننا بے سود ہوگا اس کے بعد اس دنیا کی بساط الٹ جائے گی اور یہ فنا ہو جائے گی۔ غرض قیامت سے پہلے ایسی غیر معمولی باتیں ہوں گی جن سے کہ انبیاء کی بتلائی ہوئی باتوں میں شبہ نہ رہے گا اب آگے ان آیات میں قیامت کے بعض واقعات و حالات بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن فنا ہو جانے کے بعد پھر سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور تمام امتوں میں سے ایسے لوگوں کا گروہ چھانٹ کر جمع کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے اور اس کے پیغمبروں کی تکذیب کیا کرتے تھے پھر ان کو حساب کے لئے روانہ کیا جائے گا اور چونکہ ایسے گروہوں کی کثرت ہوگی اس لئے اگلوں کو روکا جائے گا تاکہ پچھلے بھی سب آکر مل جائیں۔ جب سب منکرین و مکذبین اکٹھے جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائیں گے کہ تم

نے میری آیتوں۔ رسولوں اور نشانیوں کو بے سمجھے بوجھے جھوٹا کہہ دیا۔ ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی گئیں لیکن تم نے اس کان سنا اس کان اڑا دیا کبھی سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کرنے کا وقت ہی نہ ملا کہ ان میں کیا کہا جا رہا ہے اور ان کا کیا مطلب ہے۔ بتاؤ تم اور کن کاموں میں پھنسے ہوئے تھے جو ہمارے ارشادات پر غور کرنے کا وقت ہی نہ نکال سکے اور پھر یاد تو کرو کہ صرف تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کیا اور بھی کیا کیا کام کرتے رہے مثلاً انبیاء اور اہل ایمان کو آزار دیا جو تکذیب سے بھی بڑھ کر ہے اور اسی طرح اور عقائد و اعمال کفریہ وفسقیہ میں مبتلا رہے۔ اب چونکہ ان کی شرارت اور جرائم کا یقینی ثبوت ہو چکا ہوگا اور خدا کی حجت تمام پوری ہو چکی ہوگی۔ اب ان منکرین سے کچھ بولتے نہ بن پڑے گی۔ آگے منکرین کے تنبیہ کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ کیسے کھلے کھلے نشان اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں دکھلائے پر انہوں نے ذرا بھی غور نہ کیا۔ اور کچھ نہ سہی اگر یہ ایک رات دن کے روزانہ ادل بدل پر غور کر لیتے تو اللہ کی توحید۔ پیغمبروں کی ضرورت وصداقت اور مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا سب کچھ سمجھ سکتے تھے۔ آخر وہ کون ہستی ہے جو ایسے مضبوط اور محکم انتظام کے ساتھ برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو نمودار کرتا ہے اور جس نے ہماری ظاہری بصارت کے لئے شب کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا کیا۔ کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لئے جہالت اور ضلالت کی تاریکیوں میں معرفت وہدایت کی روشنی نہ بھیجتا پھر رات کیا ہے؟ نیند اور سونے کا وقت ہے جسے ہم موت کا ایک نمونہ قرار دے سکتے ہیں رات کے بعد دن آیا پھر آنکھیں کھول کر ادھر ادھر چلنے پھرنے لگے اسی طرح اگر حق تعالیٰ ہم پر موت طاری کرے اور موت کے بعد مثل نیند سے جاگنے کے دوبارہ زندہ کر کے اٹھا لے تو اس میں کیا ناممکنات ہے؟ پھر اس شب وروز کی تخلیق سے قیامت پر ہی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اس دنیا کی کل زندگی درحقیقت ایک رات ہے جس میں تمام اعمال کے نتائج پر پردہ پڑا ہوا ہے اور کسی کو اپنے کرتوت کی پاداش نہیں دکھائی دیتی اور اسی بنا پر ایک قسم کا سکون حاصل ہے لیکن جس طرح ہر رات کی انتہا صبح پر ہوتی ہے اسی طرح یہ زندگی کی رات بھی ختم ہوگی اور صبح قیامت نکلے گی اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ تمام مخلوق بیدار ہوگی اور سب کیا کرایا سامنے آئے گا تو فطرت پکار پکار کر جگا رہی ہے مگر انسان ہے کہ غافل اور خواب سرمستی میں غرق۔ الغرض یقین کرنے والوں کے لئے اسی ایک نشان میں تمام ضروری چیزوں کا حل موجود ہے اور صرف اسی ایک چیز کو دیکھ کر وہ جان سکتے تھے کہ اللہ نے اپنے رسول اور اپنی کتاب کے ذریعہ سے جو حقیقت بتائی ہے یہ رات دن کی گردش اس کی تصدیق کر رہی ہے اور یہ کوئی سمجھ میں نہ آ سکنے والی بات بھی نہیں تھی۔ آخر انہی کے بھائی بند انہی کے قبیلہ کنبے اور برادری کے لوگ انہی جیسے انسان وہ بھی تھے جو یہی نشانیاں دیکھ کر مان گئے تھے کہ اللہ عزوجل کی ہستی برحق ہے۔ اس کے رسولوں کا دنیا میں آنا برحق ہے۔ اس کی کتابیں برحق ہیں۔ تو ایمان والے سمجھتے ہیں کہ اس دن رات کے تغیر میں اللہ کی قدرت کی پوری نشانیاں موجود ہیں مگر منکرین نے ان نشانیوں سے نہ فائدہ اٹھایا اور نہ اللہ کو پہچانا۔

اب ثبوت قیامت کے اس ضمنی تذکرہ کے بعد آغاز قیامت کی کیفیت ظاہر فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت وآخرت کا یقین کامل عطا فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کا فکر نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ کی باتوں کو سن کر ان سے اثر نہ لینا جو کفار کی خصلت ہے اس سے یا اللہ ہم کو کامل طور پر بچایئے گا اور شب وروز اپنی اطاعت گزاری میں لگے رہنے کی توفیق نصیب فرمایئے گا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ

اور جس دن صور میں پھونک ماری جاوے گی سو جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں سب گھبرا جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے

شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ

اور سب کے سب اُسی کے سامنے دبے جھکے حاضر رہیں گے۔اور تو (جن) پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے اور ان کو خیال کر رہا ہے کہ یہ (اپنی جگہ سے) جنبش نہ کریں گے

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑے اُڑے پھریں گے یہ خدا کا کام ہوگا جس نے ہر چیز کو (مناسب انداز پر) مضبوط بنا رکھا ہے یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب افعال کی پوری خبر ہے۔جو شخص نیکی لائے گا

فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ

سو اس شخص کو اس (نیکی کے اجر) سے بہتر (اجر) ملے گا اور وہ لوگ بڑی گھبراہٹ سے اُس روز امن میں رہیں گے۔اور جو شخص بدی (یعنی کفر و شرک) لاوے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے

فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

(اُن سے کہا جاوے گا کہ) تم کو تو ان ہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَيَوْمَ اور جس دن | يُنْفَخُ پھونک ماری جائے گی | فِي الصُّوْرِ صور میں | فَفَزِعَ تو گھبرا جائیگا | مَنْ جو | فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں | | |
| وَمَنْ اور جو | فِي الْاَرْضِ زمین میں | اِلَّا سوا | مَنْ جسے | شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے | وَكُلٌّ اور سب | اَتَوْهُ اس کے آگے آئیں گے | |
| دٰخِرِيْنَ عاجز ہو کر | وَتَرَى اور تو دیکھتا ہے | الْجِبَالَ پہاڑ | تَحْسَبُهَا تو خیال کرتا ہے انہیں | جَامِدَةً جما ہوا | وَهِيَ اور وہ | تَمُرُّ چلیں گے | |
| مَرَّ السَّحَابِ بادلوں کی طرح چلنا | صُنْعَ اللّٰهِ اللہ کی کاری گری | الَّذِيْ وہ جس نے | اَتْقَنَ خوبی سے بنایا | كُلَّ شَيْءٍ ہر شے | اِنَّهٗ بیشک وہ | | |
| خَبِيْرٌ باخبر | بِمَا اس سے جو | تَفْعَلُوْنَ تم کرتے ہو | مَنْ جَآءَ جو آیا | بِالْحَسَنَةِ کسی نیکی کے ساتھ | فَلَهٗ تو اس کیلئے | خَيْرٌ بہتر | مِّنْهَا اس سے |
| وَهُمْ اور وہ | مِّنْ فَزَعٍ گھبراہٹ سے | يَوْمَئِذٍ اس دن | اٰمِنُوْنَ محفوظ ہوں گے | وَ اور | مَنْ جو | جَآءَ آیا | بِالسَّيِّئَةِ برائی کے ساتھ |
| فَكُبَّتْ اوندھے ڈالے جائیں گے | وُجُوْهُهُمْ ان کے منہ | فِي النَّارِ آگ میں | هَلْ کیا نہیں | تُجْزَوْنَ بدلہ دیئے جاؤ گے تم | اِلَّا مگر۔صرف | | |
| مَا جو | كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے | | | | | | |

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا کہ ہر قوم کے اور ہر زمانے کے منکرین اور مکذبین کو چھانٹ چھانٹ کر میدان حشر میں جمع کیا جائے گا اور پھر سب کو اکٹھا کر کے عدالت خداوندی میں حاضر کیا جائے گا۔ جہاں ان سے باز پرس ہوگی مگر ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا اور وہ کچھ نہ بول سکیں گے۔ دنیا میں جو ظلم اور زیادتی انہوں نے کی تھیں وہ ان کے ذمہ ثابت ہو جائیں گی اس وقت یہ ہکا بکا اور حیران رہ جائیں گے اور اپنے ظلم کا بدلہ خوب پائیں گے۔ اب آگے ان آیات میں کچھ قیامت کے حالات بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو مخلوقات آسمانوں اور زمین میں

ہوں گے یعنی فرشتے جنات انسان سب گھبرا جائیں گے اور پھر مرجائیں گے مگر جس کو خدا چاہے اس گھبراہٹ اور موت سے محفوظ رہے گا۔ احادیث میں ہے کہ صور پھونکنے والے فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہیں جو حکم الٰہی کے انتظار میں صور لئے تیار کھڑے ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صور کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جاوے گا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ ایک سینگ ہے بڑے دائرے والا آسمان اور زمین کے مطابق اس میں اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ صور یعنی نرسنگا جس کا کہ قائم مقام آج کل بگل ہے جو فوج وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے تو قدیم زمانہ میں لوگوں کو جمع کرنے یا کسی اہم بات کا اعلان کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی ایسی چیز پھونکی جاتی رہی ہے جو صور یعنی نرسنگھا یا بگل سے ملتی جلتی ہو۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ ایک ایسی ہی چیز قیامت کے روز پھونکی جائے گی جس کی نوعیت ہمارے نرسنگے کی سی ہوگی۔ ایک دفعہ وہ پھونکی جائے گی تو سب پر موت طاری ہوجائے گی۔ دوسری دفعہ پھونکنے پر سب زندہ ہوکر اٹھ بیٹھیں گے اور زمین کے چپے چپے سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کے نظم کو سمجھانے کے لئے وہ الفاظ اور اصطلاحیں استعمال فرماتے ہیں جو خود انسانی زندگی میں اس کے ملتے جلتے نظم کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور مقصود ان الفاظ کے استعمال سے ہمارے تصور کو اصل چیز کے قریب تک لے جانا ہے نہ یہ کہ سلطنت الٰہی کے نظم کی مختلف چیزوں کو ہم بعینہ ان محدود معنوں میں لے لیں اور ان محدود صورتوں کی چیزیں سمجھ لیں جیسی کہ وہ ہماری زندگی میں پائی جاتی ہیں۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو سب مخلوقات زمین و آسمان میں گھبرا جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے گا گھبراہٹ سے بچالے گا۔ مراد ان سے حسب حدیث حضرت جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل اور ملک الموت اور حاملان عرش ہیں پھر ان سب کی بھی وفات ہوجاوے گی۔ پھر دنیا میں جیسے عادت ہے کہ جس سے گھبراہٹ اور ڈر ہوتا ہے اس سے بھاگ جاتے ہیں لیکن وہاں اللہ تعالیٰ سے کوئی بھاگ نہ سکے گا بلکہ سب کے سب اس کے سامنے دبے جھکے حاضر رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس صور پھونکنے کا اثر یہ ہوگا کہ یہ پہاڑ جو اس وقت تمہیں مضبوطی سے ایک جگہ جمے ہوئے نظر آرہے ہیں اس دن بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ پہاڑ جیسی وزنی ثقیل اور بھاری چیز کا یہ حال کیسے ہوجائے گا کہ وہ روئی کے گالے کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے تو وجہ یہ ہے کہ یہ خدا کا کام ہوگا۔ جس نے آج پہاڑوں کو ایسا بھاری اور مضبوط بنایا ہے وہی ان کو ایک دن ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔ غرض کہ اس عالم کو توڑ پھوڑ کر اس حالت پر پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں پہنچانے کے لئے ہی اسے پیدا کیا ہے تو یہ سب اسی صانع حقیقی کی کاری گری ہوئی جس کا کوئی تصرف حکمت سے خالی نہیں۔ پھر اس توڑ پھوڑ اور انقلاب عظیم کے بعد بندوں کو حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا اور چونکہ حق تعالیٰ بندوں کے ذرہ ذرہ عمل سے خبردار ہیں تو ہر ایک کو ٹھیک اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دی جائے گی۔ نہ ظلم ہوگا نہ حق تلفی ہوگی۔ آگے قیامت میں جزا و سزا کی کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے کہ جو نیکیاں اور بھلائیاں یعنی ایمان اور عمل صالح لے کر آئے گا اسے اس کا بدلہ اس سے بھی بہتر ملے گا جس اجر کا وہ مستحق ہے اور نیک لوگ اس دن ایک بڑی گھبراہٹ سے امن

میں رہیں گے۔ یعنی قیامت اور حشر نشر کی وہ ہولناکیاں جو منکرین اور مکذبین کے حواس باختہ کئے دے رہی ہوں گی وہیں مومنین مطمئن ہوں گے اس لئے کہ وہ پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کی دی ہوئی خبروں کے مطابق اچھی طرح جانتے تھے کہ قیامت قائم ہونی ہے اور اس میں یہی سب کچھ ہونا ہے جس کی خبریں دنیا کی زندگی میں دی گئی تھیں اس لئے ان پر وہ بدحواسی اور گھبراہٹ طاری نہ ہوگی جو مرتے دم تک اس چیز کا انکار کرنے والوں اور اس سے غافل رہنے والوں پر طاری ہوگی۔ پھر ان کے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ انہوں نے اس زندگی کی فکر کی تھی اور وہاں کی کامیابیوں کے لئے دنیا سے سامان کر کے آئے تھے اس لئے ان پر وہ گھبراہٹ نہ ہوگی جو ان لوگوں پر طاری ہوگی جنہوں نے اپنا سارا سرمایہ حیات بس دنیا ہی کی کامیابیوں کے لئے حاصل کرنے میں لگا دیا تھا اور کبھی نہ سوچا تھا کہ آخرت بھی کوئی چیز ہے جس کے لئے کچھ سامان کرنا ہے۔ ان مومنین کے برعکس منکرین ومکذبین جو کفر وشرک لے کر حاضر ہوں گے تو ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالدیا جائے گا اور ان سے کہا جاوے گا کہ تم کو تو انہی عملوں کی سزا دی جارہی ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ کچھ بے وجہ تو عذاب نہیں ہورہا جیسا کیا ویسا بھرو۔

اب شروع سورۃ سے یہاں تک جو مضامین توحید نبوت و آخرت بیان ہوئے آگے خاتمہ کی آیات میں سب کا خلاصہ ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قیامت کی ہولناکیوں سے ہم کو اپنے حفظِ وامان میں رکھیں اور اس دنیا میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو ہمارے لئے ذخیرہ آخرت ہوں۔

یا اللہ ہم کو اس زندگی میں آخرت کا فکر نصیب فرما اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری میں مشغول رہنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم سے جو گناہ سرزد ہوچکے ہیں ان پر توبہ کی توفیق عطا فرما کر ان کو معاف فرمادے تاکہ قیامت کے روز ہم کو اپنے گناہوں پر ندامت نہ اٹھانی پڑے۔

یا اللہ ہمارا حشر اپنے مومنین صالحین بندوں کے ساتھ فرما اور انہی کے ساتھ اپنی بہشت میں ہمارا داخلہ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّ اُمِرْتُ اَنْ

مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے مالک (حقیقی) کی عبادت کیا کروں جس نے اس (شہر) کو محترم بنایا ہے اور (اس کی عبادت کیوں نہ کی جائے جبکہ وہ ایسا ہے کہ) سب چیزیں اسی کی (ملک ہیں

اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ

اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں۔ اور یہ کہ میں قرآن کریم پڑھ پڑھ کر سناؤں، سو جو شخص راہ پر آوے گا سو وہ اپنے ہی فائدہ کیلئے راہ پر آوے گا،

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا

اور جو شخص گمراہ رہے گا تو آپ کہہ دیجئے میں تو صرف ڈرانے والے پیغمبروں میں سے ہوں۔ اور آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی کیلئے ثابت ہیں وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں (یعنی قیامت کے واقعات) دکھلا دیگا

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

سو تم (وقوع کے وقت) اُن کو پہچانو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم سب لوگ کر رہے ہو۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّمَا اس کے سوا نہیں | اُمِرْتُ مجھے حکم دیا گیا | اَنْ کہ | اَعْبُدَ عبادت کروں | رَبَّ رب | هٰذِهِ اس | الْبَلْدَةِ شہر | الَّذِیْ وہ جسے |
| حَرَّمَهَا اس نے محترم بنایا ہے | وَلَهٗ اور اسی کیلئے | كُلُّ شَیْءٍ ہر شے | وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا | اَنْ کہ | اَكُوْنَ میں رہوں | مِنَ سے | |
| الْمُسْلِمِیْنَ جمع مسلم۔ مسلمان۔ فرمانبردار | وَاَنْ اور یہ کہ | اَتْلُوَا میں تلاوت کروں | الْقُرْاٰنَ قرآن | فَمَنِ پس جو | اهْتَدٰی ہدایت پائی | | |
| فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں | یَهْتَدِیْ وہ ہدایت پاتا ہے | لِنَفْسِهٖ اپنی ذات کیلئے | وَمَنْ اور جو | ضَلَّ گمراہ ہوا | فَقُلْ تو فرمادیں | اِنَّمَا اس کے سوا نہیں | |
| اَنَا میں | مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ڈرانے والوں میں سے (ڈرانے والا ہوں) | وَقُلِ اور فرمادیں | الْحَمْدُ تمام تعریفیں | لِلّٰهِ اللہ کیلئے | سَیُرِیْكُمْ وہ جلد دکھاوے گا تمہیں | | |
| اٰیٰتِهٖ اپنی نشانیاں | فَتَعْرِفُوْنَهَا پس تم پہچان لوگے انہیں | وَمَا اور نہیں | رَبُّكَ تمہارا رب | بِغَافِلٍ غافل (بے خبر) | عَمَّا اس سے جو | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو | |

تفسیر و تشریح:۔ یہ سورۂ نمل کی آخری آیات ہیں۔ شروع سورۃ سے جو تین مضامین خاص یعنی توحید و نبوت و آخرت مفصل یہاں تک بیان ہوئے اب خاتمہ سورۃ پر ان تینوں مضامین کا اجمال اور خلاصہ بیان کر کے سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ یہ سورۃ چونکہ اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی جبکہ ایمان اور اسلام کی دعوت زیادہ تر مکہ معظمہ تک محدود تھی اور اولین مخاطب اس شہر کے لوگ تھے اس لئے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے مالک حقیقی کی عبادت و بندگی کیا کروں جس نے اس شہر مکہ کو محترم اور باحرمت بنایا ہے۔ گویا اس سے کفار مکہ کو خصوصاً اور اہل عرب کو عموماً متنبہ کرنا مقصود ہے کہ جس خدا کا تم پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے عرب کی انتہائی بدامنی۔ اور فساد اور خونریزی سے لبریز سرزمین میں تمہارے اس شہر مکہ کو امن کا گہوارہ بنا رکھا ہے اور جس کے فضل سے تمہارا یہ شہر پورے ملک عرب کا مرکز عقیدت بنا ہوا ہے تم اس کی پرستش اور بندگی سے ہٹتے ہو اور اسکی ناشکری کرتے ہو تو کرو مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس کا شکر گزار بندہ بنوں اور اسی کے آگے سر نیاز جھکاؤں اور اسی کو اپنا معبود بناؤں جس نے مکہ کو حرمت عطا فرمائی۔ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن قبیلہ

بنوخزاعہ کے لوگوں نے بنو ہذیل کے ایک مشرک آدمی کو حملہ کر کے قتل کر دیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین و آسمان پیدا کئے اسی دن مکہ کو حرمت کی جگہ قرار دیا پس وہ اس وقت سے برابر حرمت کی جگہ چلا آ رہا ہے اور قیامت تک اسی طرح محرم رہے گا۔ لہٰذا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے یہ بات جائز نہیں کہ مکہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ اس میں کوئی درخت کاٹے۔ مجھ سے پہلے کسی بھی شخص کے لئے مکہ حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد آنے والے کسی شخص کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی حلال نہیں ہوا ہاں صرف اس وقت کے لئے محض اس وجہ سے حلال کر دیا گیا کہ اہل مکہ پر اللہ کو اظہار غضب مقصود تھا۔ سن لو اس وقت کے بعد اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی لہٰذا تمہیں چاہئے کہ جو بھی یہاں موجود ہے اور میری یہ بات سن رہا ہے وہ اس کو ہر اس شخص تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔ پس تم سے جو یہ کہے کہ رسول اللہ نے مکہ میں قتال کیا تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کے لئے اسے حلال کیا تھا۔ تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔ اے گروہ خزاعہ اب قتل سے اپنا ہاتھ اٹھا لو۔ قتل بہت ہو چکا ہے اس میں کوئی نفع نہیں۔ تم نے ایک آدمی قتل کیا ہے میں اس کی دیت دوں گا۔ میرے اس قیام کے بعد جو قتل کیا جائے تو مقتول کے ورثا کو دو چیزوں میں اختیار ہوگا اگر وہ چاہیں تو قاتل سے قصاص لے لیں اور چاہیں تو خون بہا لے لیں۔ اس خطبے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوخزاعہ کے قتل کیے ہوئے شخص کا خون بہا ادا فرمایا۔

الغرض یہاں آیت میں کفار مکہ کو متنبہ فرمایا گیا کہ اس خدا کی پرستش کرو جس نے مکہ کو باحرمت بنایا آگے بتلایا گیا ولہ کل شیء اور سب چیزیں اسی کی ملک ہیں یعنی ہر چیز جب اسی کی ملک ہے تو وہ جس چیز کو بھی چاہے محترم و متبرک ٹھہرا دے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں عقائد اور اعمال سب میں اللہ کا مطیع اور فرمانبردار رہوں۔ گویا پہلے حکم توحید کا دیا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی جملہ احکام میں اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کامل اتباع شریعت صرف عبادت الٰہیہ کا نام نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی کی ہر حرکت و سکون گفتار اطوار، کردار سب کو تابع حکم بنانا یہی حقیقت اسلام ہے اور یہی اتباع شریعت کی تکمیل ہے۔ پھر ان احکام سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب عقائد۔ اعمال۔ عبادت اور تعمیل احکام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی مستثنیٰ نہیں تو اور کسی ولی اور بزرگ کے شرعی فرائض سے سبکدوش ہونے کا کیا ذکر اس میں تنبہ ان جاہل صوفیوں کے لئے ہے جو درویشی کے مدعی ہیں اور فرائض اسلامی اور اتباع شریعت میں کوتاہی کرتے ہیں۔ آگے تیسرا حکم سنایا گیا کہ مجھ کو یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں دوسروں کو قرآن سنا کر اللہ کا راستہ بتلاتا رہوں اور تبلیغ احکام کرتا رہوں تو جو بھی میری تبلیغ و ہدایت کے بعد راہ راست پر آئے گا اس میں اسی کا فائدہ ہے۔ اس کو اجر و ثواب اور نجات ابدی حاصل ہوگی۔ میں اس سے کسی مالی یا جانی نفع کا خواہاں نہیں ہوں اور جو شخص نہ مانے گا تو اپنا برا کرے گا۔ خود ہلاکت ابدی کے غار میں گرے گا۔ اس میں میرا کوئی ضرر نہیں میں نصیحت کر کے فارغ الذمہ ہو چکا۔ نہ سمجھو گے تو اس کا وبال خود تمہیں بھگتنا پڑے گا۔ گویا یہ مسئلہ رسالت کا بیان ہو گیا۔ سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہوتی ہے کہ آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ تم جو قیامت کا اس بنا پر انکار کرتے ہو

کہ اب تک واقع نہیں ہوئی اور یہ جو مطالبہ کرتے ہو کہ اگر واقعی قیامت ہے تو واقع کر کے دکھلاؤ تو تمہاری مجھ سے یہ درخواست محض بے کار اور غلط ہے اس لئے کہ میں نے تو دعویٰ کبھی ایسی قدرت کا نہیں کیا بلکہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی کے لئے ثابت ہیں۔ قدرت بھی علم بھی حکمت بھی۔ سو اپنے علم کے موافق اپنی قدرت سے جب اس کی حکمت کا مقتضا ہوگا قیامت واقع کردے گا۔ البتہ اجمالاً اس قدر معلوم ہے کہ اب بہت زیادہ مدت نہیں ہے بلکہ وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں یعنی قیامت کے واقعات دکھلاوے گا سوتم اس وقت ان کو پہچانو گے اور اب انکار کر رہے ہو۔ اس وقت صرف دکھلانے ہی پر کفایت نہ ہوگی بلکہ اپنے اعمال کے موافق پھر تم کو نتیجہ بھی بھگتنا پڑے گا کیونکہ وہ رب لوگوں کے کاموں سے بے خبر نہیں۔ (پس پیغمبر اور مومنین کو جزا اور کفار و مکذبین کو سزا دے گا یہ قیامت کا بیان ہوا)'' اس طرح خاتمہ میں تمام سورت کے مضامین اجمالاً آ گئے۔

محققین نے کہا ہے کہ سورۃ کے اخیر میں الحمدللہ کی تلقین میں تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کو بھی اپنے سارے احوال و امور کا خاتمہ اللہ کی حمد و ثنا ہی پر کرنا چاہئے۔ اور اس ارشاد میں وما ربک بغافل عما تعملون (اور آپ کا پروردگار ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کر رہے ہو) جہاں عاصی اور نافرمانوں کے حق میں اس کا تنبیہ ہونا ظاہر ہے وہیں اہل ایمان کے لئے اس میں بشارت بھی ہے اور عشاق اہل سوز کے لئے تسلی بھی ہے کہ انکی آہ و زاری محبوب حقیقی سے ذرا بھی مخفی نہیں بلکہ ان کی ساری بے قراری اس پر آئینہ ہے۔ مشہور مفسر و محدث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر حقانی میں ان آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں جس ترتیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام تلقین فرمائے گئے یعنی پہلے اپنے رب کی عبادت کا حکم ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یعنی جملہ نیک باتوں کا بجالانا اور بری باتوں سے بچنا اور پھر تیسرا حکم تلاوت قرآن یعنی تبلیغ احکام کا ہوا تو علامہ فرماتے ہیں کہ اس ترتیب میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تبلیغ اسی کا کام ہے جو خود توحید اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہو۔ اسی کی بات اثر بھی کرتی ہے۔

الحمدللہ کہ حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی توفیق و عنایت سے اس سورۂ نمل کا بیان جس میں ۷ رکوعات تھے پورا ہو گیا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ۔ یا معبود حقیقی ہم کو بھی اخلاص کے ساتھ شب و روز اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو جملہ احکام میں ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ دین کو دوسروں تک پہنچانے اور بتلانے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو احکام الٰہیہ اور ہدایات نبویہ ہمارے علم میں آئیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم و ارادہ نصیب فرمائیں۔

اے اللہ قیامت کی ندامت اور وہاں کی رسوائی سے ہم سب کو بچا لیجئے اور اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیے کہ جو آپ کی رضا کا سبب ہوں اور ان اعمال سے بچا لیجئے جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ

طٰسٓمّٓ. یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾

اُن لوگوں کیلئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں۔

| طٰسٓمّٓ طسم | تِلْكَ یہ | اٰيٰتُ آیتیں | الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ واضح کتاب | نَتْلُوْا ہم پڑھتے ہیں | عَلَيْكَ تم پر | مِنْ نَّبَاِ کچھ خبر (احوال) |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مُوْسٰى موسیٰ | وَ اور | فِرْعَوْنَ فرعون | بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک | لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں | | |

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ بیسویں پارہ کی سورۂ قصص کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی تین ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ موضوع ومباحث اور تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی پچیسویں آیت میں لفظ قصص استعمال ہوا ہے۔ قصص کے معنی قصہ کے ہیں۔ اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام سورۂ قصص رکھا گیا ہے یہ سورۃ بھی مکی ہے اور موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۲۸ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۷۹ بیان کیا گیا یعنی ۷۸ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہوچکی تھیں اور ۱۱ سورتیں اس کے بعد ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۸۸ آیات ۹ رکوعات ۱۴۵۴ کلمات اور ۶۰۱۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی توحید ورسالت کا اثبات۔ شرک کی مذمت، مصدقین رسالت کی مدح اور مکذبین رسالت کی مذمت۔ آخرت کی تعلیم۔ کفار مکہ کے شبہات و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کا جو زمانہ نزول ہے اس وقت مکہ کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کو حد سے زیادہ تنگ کر رکھا تھا۔ مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے اور کفار ان کو ہر ممکن طریقہ سے تکلیف ونقصان پہنچانے کے درپے رہتے اور ایسی ایسی جسمانی اذیتیں پہنچاتے کہ ان کا برداشت کرنا مشکل تھا۔ مگر یہ قرآن ہی کا معجزانہ اثر تھا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت وتعلیم کا نتیجہ تھا کہ آپ کے متبعین اہل اسلام سخت سے سخت مصیبت کے سامنے سینہ سپر رہتے اور ہمت میں ذرا فرق نہ آنے دیتے۔ اس سورۃ میں پہلے تفصیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اہل اسلام کی ڈھارس اور تسلی کے لئے سنایا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ ساری اذیتیں اور صعوبتیں کچھ عرصہ کے لئے ہیں۔ عنقریب اللہ کے فضل سے کامیابی اور کامرانی کا زمانہ بھی آنے والا ہے۔ ان مجبور بے بس اور بے کس اہل اسلام کو جو دشمنان دین کے ظلم وستم میں چاروں طرف گھرے ہوئے تھے ان کو یہ سبق دیا گیا کہ اللہ

کے فرمانبردار بندوں کا قدم بڑی بڑی مصیبتوں میں دین سے نہیں ڈگمگایا۔ وہ صبر وہمت سے کام لیتے ہیں اور دنیا میں بظاہر ان کا کوئی مددگار نہیں معلوم ہوتا کہ جو انہیں ظالموں کے پنجے سے چھڑائے لیکن جب ظالموں کی دست درازی حد سے گزر جاتی ہے تو دنیا کے نگہبان اور اس نظام کائنات کے محافظ رب العالمین کی طرف سے مظلوموں کی مدد کا غیب سے سامان ہو جاتا ہے۔

بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں شام سے مصر میں چلے آئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر میں نبوت کے ساتھ اقتدار دنیوی بھی عطا فرمایا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مصر میں قبطیوں کا زور ہوا اور فرعونیوں کی بادشاہت قائم ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام کے سارے احسانات اور کارنامے بھول گئے اور بنی اسرائیل کو غیر ملکی سمجھ کر ان کو ستانا اور ان پر ظلم توڑنا شروع کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک معزز گھرانے میں مصر کے اندر پیدا ہوئے اس وقت حالت یہ تھی کہ فرعون بادشاہ مصر نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے کہیں اور کسی کے گھر لڑکا پیدا ہو تو اسے فوراً قتل کر ڈالو اور لڑکیوں کو خدمت گزاری کے لئے زندہ رہنے دو بنی اسرائیل کو یوں تو فرعون نے طرح طرح کی مصیبتوں میں پہلے ہی مبتلا کر رکھا تھا مگر یہ اسرائیلی بچوں کا قتل ان پر اضافہ تھا چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعونیوں کو خبر ملتے ہی اس بچہ کو بھی قتل کر دیا جائے گا تو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں ایک بات ڈالی اور انہوں نے اس پر عمل کیا جس کے نتیجہ میں موسیٰ علیہ السلام خود فرعون کی سرپرستی میں پل کر جوان ہوئے۔ اس کے بعد ایک ناگہانی حادثہ کی وجہ سے آپ کو مصر چھوڑنا پڑا اور آپ مدین چلے گئے اور وہاں دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہے۔ وہیں حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔ پھر جب آپ مدین سے واپس آرہے تھے تو راستہ میں آپ کو پیغمبری سے سرفراز فرمایا گیا اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نکالنے کے لئے آپ کو مصر فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا۔ آپ نے مصر پہنچ کر بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کیا مگر فرعون ان کو اپنے پنجہ سے کہاں رہائی دینے والا تھا۔ بالآخر ایک عرصہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ جس پر فرعون اور اس کے لشکر نے پیچھا کیا مگر بحکم الٰہی فرعون اور اس کا تمام لشکر تو سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوا اور بنی اسرائیل آزاد ہو گئے اور پھر محکوم سے حاکم ہو گئے۔

الغرض موسیٰ علیہ السلام کا جو قصہ یہاں بیان فرمایا گیا ہے اس سے کئی باتیں ذہن نشین کرانی ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے وہ غیر محسوس طریقہ سے ظاہری اسباب و ذرائع فراہم کر دیتا ہے۔ جس بچہ کے ہاتھوں آخر کار فرعون کا تختہ الٹنا تھا اسے اللہ نے خود فرعون ہی کے گھر میں اسی سے پرورش کرایا اور فرعون یہ نہ جان سکا کہ وہ کسے پرورش کر رہا ہے۔ اس خدا کی مشیت سے کون لڑ سکتا ہے اور کس کی چالیں اس کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ نبوت کسی کو کسی جشن اور زمین و آسمان سے کسی بھاری اعلان کے ساتھ نہیں دی جاتی۔ کفار مکہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراض تھا کہ بیٹھے بٹھائے آپ چپکے سے نبی کہاں سے بن گئے تو ان کو جتلایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح راہ چلتے نبوت مل گئی تھی۔ کوہ طور کی وادی میں آپ آگ لینے گئے تھے کہ پیغمبری عطا ہو گئی۔

تیسرے یہ کہ اللہ اپنے جس بندے سے دین کا کوئی کام لینا چاہتا ہے تو وہ بغیر کسی لاؤ لشکر اور ظاہری ساز وسامان کے تن تنہا اٹھتا ہے مگر بڑے بڑے لاؤ لشکر اور ساز وسامان والے اس کے مقابلہ میں دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ کہاں فرعون کی ظاہری قوت وشوکت اور کہاں موسیٰ علیہ السلام کی بے سروسامانی۔ مگر دیکھ لو کہ آخر کس کا کیا انجام ہوا۔ کون کامیاب رہا اور کون ناکام رہا۔

چوتھے یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون اور اس کے بعد قارون کے اس قصہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ثبوت قرار دیا گیا کہ امی ہونے کے باوجود دو ہزار سال پہلے گزرے ہوئے تاریخی واقعات اس تفصیل کے ساتھ من وعن سنا رہے ہیں حالانکہ آپ کے شہر اور آپ کی قوم کے لوگ خوب جانتے تھے کہ آپ نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ آپ کے پاس ان معلومات کے حاصل کرنے کا کوئی ظاہری ذریعہ نہیں تھا۔ مگر بذریعہ وحی الٰہی آپ کو اس تفصیل کے ساتھ واقعات وحالات کی اطلاع ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ کو حقیقت قرآن سے افتتاح کر کے نصف سورۃ میں قصہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ اور ختم سورت کے قریب قارون کے ساتھ مذکور ہے اور دونوں قصوں کے درمیان رسالت محمدیہ کا اثبات اور مومنین کی مدح اور منکرین کی مذمت۔ پھر آخرت کا بیان اور اس کے ساتھ شرک کی مذمت اور توحید کے دلائل مذکور ہوئے ہیں۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔ اس تمہید کے بعد ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات طٰسٓمٓ سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کا بیان پہلے متعدد بار ہو چکا ہے کہ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور ان کا حقیقی اور صحیح مطلب حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا پھر حق تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے۔ آگے بطور تمہید کے ارشاد فرمایا تلک ایت الکتب المبین۔ یعنی یہ مضامین جو آپ پر وحی کئے جاتے ہیں کتاب واضح یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ یہاں آیت میں کتاب مبین سے مراد قرآن ہے۔ مبین کے دو معنی ہیں۔ ایک ظاہر اور روشن کرنے والا۔ دوسرے خود ظاہر اور روشن ہونا۔ قرآن پاک میں دونوں صفات موجود ہیں۔ قرآن حق کو باطل سے صحیح کو غلط سے خیر کو شر سے راستی کو کجی سے۔ اور ہدایت کو گمراہی سے جدا کرنے والا ہے۔ راہ سعادت اور طریق نجات اس سے واضح ہو جاتی ہے۔ پھر خود بھی اپنی صداقت وحقانیت میں اتنا روشن ہے کہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں جیسا کہ آفتاب اپنے وجود کی آپ دلیل ہے۔ قرآن کی اس حقیقت کو بطور تمہید بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ہم آپ کو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر یعنی نازل کر کے سناتے ہیں ان لوگوں کے نفع کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے کل واقعات کا مفصل بیان تو مقصد قرآنی سے غیر متعلق ہے۔ قران کوئی تاریخ یا داستان کی کتاب نہیں۔ درحقیقت یہ ایک ہدایت نامہ ہے جو اہل ایمان کو راہ نجات دکھاتا ہے اور اس سلسلہ میں وعظ وتذکیر کے لئے جتنے قصہ کی جہاں ضرورت ہے اتنا قرآن نے بیان کر دیا تا کہ سننے والے عبرت حاصل کریں اسی لئے یہاں فرمادیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا کچھ قصہ ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں یعنی اتنا بیان کرتے ہیں جتنا ہدایت اور اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ پھر اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریفات وتغیرات بکثرت کر لئے تھے۔ بعض مقامات پر تو کتب الٰہیہ کو مجموعۂ داستان بنالیا تھا۔ تمام صحیح وغلط قصے بغیر کسی ثبوت کے درج کر دیئے تھے مگر قرآن نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے جتنا قصہ بیان کیا وہ من وعن بالکل صحیح ہے اور ہر قسم کی خرافات سے پاک ہے اسی لئے یہاں آیت میں بالحق فرمایا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا جتنا قصہ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل سچا اور صحیح ہے۔ خلاف واقعہ آمیزشوں سے پاک ہے۔ پھر یہ بھی تصریح فرمادی کہ ہم یہ واقعہ ایمانداروں کے فائدے کے لئے سناتے ہیں۔ تا کہ وہ دشمنوں کی زیادتی سے بددل نہ ہوں اور ان کی ڈھارس بندھ جائے کہ یہ ساری اذیتیں اور مصیبتیں تھوڑے دنوں کی ہیں۔ اور بالآخر کامیابی اہل ایمان ہی کی ہوگی۔

اب آگے فرعون کے مظالم جو اس نے بنی اسرائیل پر اپنی حکومت وسلطنت میں کر رکھے تھے ان کا اظہار فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ

فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹاتا تھا، اُن کے

يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۞ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ

بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا، وہ واقعی بڑا مفسد تھا۔ اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن

عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۞

لوگوں کا زور زمین میں گھٹایا جارہا تھا ہم ان پر احسان کریں، اور ان کو پیشوا بنادیں اور ان کو مالک بنادیں۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۞

اور ان کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین کو ان کی جانب سے وہ واقعات دکھلائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّ بیشک | فِرْعَوْنَ فرعون | عَلَا سرکشی کر رہا تھا | فِی الْاَرْضِ زمین (ملک) میں | وَ اور | جَعَلَ اس نے کردیا | اَهْلَهَا اس کے باشندے |
| شِيَعًا الگ الگ گروہ | يَسْتَضْعِفُ کمزور کر رکھا تھا | طَآئِفَةً ایک گروہ | مِّنْهُمْ ان میں سے | يُذَبِّحُ ذبح کرتا تھا | اَبْنَآءَهُمْ انکے بیٹوں کو | |
| وَيَسْتَحْيٖ اور زندہ چھوڑ دیتا تھا | نِسَآءَهُمْ ان کی عورتوں کو | اِنَّهٗ بیشک وہ | كَانَ تھا | مِنَ سے | الْمُفْسِدِيْنَ مفسد | وَنُرِيْدُ اور ہم چاہتے تھے |
| اَنْ کہ | نَّمُنَّ ہم احسان کریں | عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر جو | اسْتُضْعِفُوْا کمزور کردیئے گئے تھے | فِی الْاَرْضِ زمین (ملک) میں | | |
| وَنَجْعَلَهُمْ اور ہم بنائیں انہیں | اَئِمَّةً پیشوا | وَنَجْعَلَهُمُ اور ہم بنائیں انہیں | الْوٰرِثِيْنَ وارث | وَنُمَكِّنَ اور ہم قدرت (حکومت) دیں | | |
| لَهُمْ انہیں | فِی الْاَرْضِ زمین (ملک) میں | وَنُرِيَ اور ہم دکھادیں | فِرْعَوْنَ فرعون | وَهَامٰنَ اور ہامان | وَجُنُوْدَهُمَا اور ان کے لشکر | |
| مِنْهُمْ ان سے | مَّا جس چیز | كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ وہ ڈرتے تھے | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بطور تمہید کے یہ فرمایا گیا تھا کہ یہ قرآن کتاب مبین ہے اور ایمان والوں کے نفع کے لئے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے کچھ واقعات و حالات ٹھیک ٹھیک بیان کئے جاتے ہیں کہ حقیقت شناس نظروں کے لئے اس میں عبرت و موعظت یعنی حق کا غلبہ۔ باطل کی شکست۔ نافرمانوں کی تباہی۔ فرمانبرداروں کی کامیابی کا سبق موجود ہے۔ اس واقعہ کے سنانے سے اہل اسلام کو ڈھارس اور تسلی دی گئی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو باوجود کمزوری کے فرعونیوں کی طاقت کے مقابلہ میں کامیاب کیا ایسے ہی اہل اسلام جو مکہ میں قلیل ضعیف اور ناتواں نظر آتے ہیں اپنے بیشمار حریفوں اور دشمنوں کے مقابلہ پر کامیاب ہوں گے۔

اب آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون اور پھر قارون کے واقعات و حالات دور تک اس سورۃ میں بیان ہوتے چلے گئے ہیں۔ ان آیات میں مملکت مصر کے اس بادشاہ کا حال جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کا حکمران تھا بتلایا جاتا ہے کہ وہ کیسا ظالم اور جابر اور سرکش و مفسد بادشاہ تھا مصر میں اس وقت دو قوم آباد تھیں ایک قبطی جو فرعون کی قوم تھی اور دوسرے سبطی جو بنی اسرائیل کہلاتے تھے۔ قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بتلایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا عبرانی زبان میں نام اسرائیل ہے وہ اور آپ کا خاندان کنعان سے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے مصر میں آئے۔

اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام خاندان مصر ہی میں آباد ہوگیا کیونکہ اس وقت کے بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اصرار کے ساتھ یہ کہا کہ آپ اپنے خاندان کو مصر ہی میں آباد کریں میں ان کو بہت عمدہ زمین دوں گا اور ہر طرح عزت کروں گا۔ اس طرح بنی اسرائیل مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آباد ہوگئے اور اس کے بعد صدیوں تک مصر میں آباد رہے حتیٰ کہ ۴۳۰ سال کے قیام کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں مصر سے خروج کر کے فرعونیوں سے نجات حاصل کی۔ فرعون شاہان مصر کا لقب ہے کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں ہے۔ فراعنہ کی سلطنت مصر میں تین ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہو کر عہد سکندر تک یعنی ۳۳۲ قبل مسیح تک رہی اور ۳۱ فرمانروا حکمران رہے۔ سب سے آخری فرعون فارس کی شہنشاہی کا تھا جو ۳۳۲ قبل مسیح سکندر کے ہاتھوں مفتوح ہوگیا۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے تھے وہ فراعنہ کے سولہویں خاندان کا زمانہ تھا۔ وہ فرعون جس کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے مصر کے حکمرانوں کا انیسواں خاندان تھا۔ فرعون کو بنی اسرائیل کے ساتھ اس لئے عداوت ہوگئی تھی کہ اس زمانہ کے کاہنوں و نجومیوں نے اس کو بتایا تھا کہ تیری حکومت کا زوال ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھ سے ہوگا اور بعض تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ مصر میں پھیلی اور اس سے مصریوں کے تمام گھر جل کر راکھ ہوگئے لیکن بنی اسرائیل کی آبادی ہلاکت سے بچ گئی اس کی تعبیر نجومیوں نے یہ دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری سلطنت تباہ ہوگی۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ بنی سرائیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک پیشین گوئی بہت مشہور تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ ایک اسرائیلی جوان کے ہاتھ پر مصر کی تباہی مقدر ہے۔ اور اس وقت وہ اس کی پیدائش کے منتظر تھے۔ یہ خبر شدہ شدہ فرعون تک پہنچی۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو نجومیوں کے تعبیر کے سبب یا بنی اسرائیل کی موروثی بشارت کی وجہ سے فرعون نے پیش بندی کے طور پر یہ احمقانہ اور ظالمانہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہئے تاکہ انہیں حکومت کے مقابلہ کا کبھی حوصلہ ہی نہ ہو۔ علاوہ اس کے کہ فرعون نے ظلم اور تکبر کی راہ سے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ ان سے ذلیل کام اور بیگاریں لیتے اور ان کو کسی طرح اس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں کوئی قوت اور وقعت حاصل کر سکیں۔ اس نے قضا و قدر کی روک تھام کے لئے ظلم و ستم کی یہ اسکیم رائج کی کہ آئندہ جو لڑکے اسرائیلیوں کے ہاں پیدا ہوں ان کو ایک طرف سے ذبح کر ڈالنا چاہئے۔ اس طرح آنے والی مصیبت رک جائے گی البتہ لڑکیوں سے چونکہ کوئی خطرہ نہیں۔ انہیں رہنے دیا جائے جو بڑی ہو کر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کریں گی۔ اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ جب اولاد اسرائیل کا قتل عام ہوا تو فرعونیوں کو اندیشہ ہوا کہ اب اگر یہی رواج رہا تو ہماری خدمت اور نوکری چاکری کون کرے گا اس لئے فرعون سے جا کر کہا کہ نہ تو بنی اسرائیل کو اتنا موقع دیا جائے کہ ان کی مردم شماری بڑھ جائے اور نہ ایسا ہونا چاہئے کہ ہم خدمت گزاروں سے بھی محروم ہو جائیں اس لئے بہتر ہو کہ ایک سال کی پیداوار باقی رکھی جائے اور ایک سال کی ہلاک کر دی جائے۔ فرعون نے یونہی حکم جاری کر دیا۔ لکھا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے وہ اس سال پیدا ہوئے جو نجات کا سال تھا اس لئے کسی نے پرسش نہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قتل عام کے سال پیدا ہوئے۔ چنانچہ آپ کی والدہ کو آثار حمل دیکھ کر ہی سخت فکر تھی کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ تورات میں یہ اور اضافہ ہے کہ فرعون نے دایہ مقرر کر دی تھیں کہ قلمرو مصر میں جس اسرائیلی کے یہاں لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے مگر ان عورتوں کے دلوں میں ایسی ہمدردی پیدا ہوئی کہ انہوں نے اس عمل میں کوئی خاطر خواہ اقدام نہیں کیا جب فرعون نے باز پرس کی تو یہ معذرت پیش کی کہ اسرائیلی عورتیں شہری عورتوں کی طرح نازک اندام نہیں ہیں وہ خود ہی بچہ جن لیتی ہیں اور ہم کو مطلق خبر نہیں دیتیں۔ اس پر فرعون نے ایک جماعت کو اس لئے مقرر کیا کہ وہ تفتیش اور تلاش کے ساتھ اسرائیلی لڑکوں کو قتل کر دیں اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا کریں۔ فرعون

اپنے وقت کا نہایت جابر اور قاہر اور مطلق العنان حکمران تھا اس نے مصر کے اصلی باشندوں یعنی قبطیوں کو اور غیر ملکیوں یعنی بنی اسرائیلیوں کو پہلے ہی الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اب اسرائیلیوں کو اپنی مملکت کے استحکام کے لئے ایک خطرہ تصور کر کے مستقبل میں ان کی نسل کو بڑھنے اور کمزور بنا دینے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیا جائے۔

اس جگہ یہ مضمون لکھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ واقعی فرعون احمق ہی تھا کہ جو بنی اسرائیل کی نسل کو ختم اور کمزور کرنے کے لئے اس نے بچوں کے قتل کی ایسی ظالمانہ اور جابرانہ اسکیم پر عملدرآمد کیا کہ رہتی دنیا اس پر لعنت ملامت ہوتی رہے گی۔ اس کو کیوں نہ ایسی تدبیر سوجھی یا کسی نے اس کو ایسا مشورہ کیوں نہ دیا کہ جو وہ اپنے مقصد میں بھی کامیاب ہو جاتا اور اس بدنامی اور لعنت ملامت سے بھی بچ جاتا۔ اور وہ یہ تدبیر تھی کہ آج کل کے نام نہاد عقلمندوں کی طرح خاندانی "منصوبہ بندی" کی اسکیم اسرائیلیوں میں کسی تدبیر سے رائج کر دیتا اور بنی اسرائیلیوں کی خیر خواہی کے پردہ میں اپنے مقصد کو حاصل کر لیتا۔ خیر یہ بات تو بیچ میں ضمناً آ گئی۔ تو فرعون اپنی تدبیروں سے تقدیر الٰہی یا تعبیر خواب کو بدلنا چاہتا تھا اور چونکہ مفسد اور زمین میں خرابی پھیلانے والا تو تھا ہی لہٰذا اسے کوئی ظلم و ستم کرنے میں کیا جھجک ہوتی۔ بس جو دل میں آیا اپنے کبر و غرور کے نشہ میں بے سوچے سمجھے کر گزرا۔ تو اس ملعون کے انتظامات تو وہ تھے اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پست کو بالا کیا جائے جس قوم کو فرعونیوں نے ذلیل غلام بنا رکھا تھا ان ہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیوی بادشاہت کا تاج رکھ دیں اور فرعون و ہامان جو وزیر تھا اور ظلم و ستم میں فرعون کا آلۂ کار تھا ان کو دکھا دیں کہ جس حکومت کے زوال کا ان کو اندیشہ ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے اللہ کا منشا پورا ہوا۔ شام۔ فلسطین اور عراق کا بیشتر حصہ بنی اسرائیل کے زیر حکومت آ گیا اور فرعون وغیرہ غارت ہوئے اور ہزار برس سے زیادہ بنی اسرائیل کی سلطنت رہی۔ تو جس خطرہ کی وجہ سے فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزار ہا معصوم بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ اللہ نے چاہا کہ وہی "خطرہ" ان کے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دیکھی اور پورے زور خرچ کر لئے کہ کسی طرح اس اسرائیلی بچہ سے مامون ہو جائے جس سے ان کو تباہی کا خطرہ تھا لیکن تقدیر الٰہی کہاں ٹلنے والی تھی۔ خداوند قدیر نے اس بچہ کو اسی کی گود میں اسی کے بستر پر اسی کے محلات کے اندر شاہانہ ناز و نعم سے پرورش کرایا اور دکھلا دیا کہ خدائے ذوالجلال جو انتظام کرنا چاہے کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں فرعون کی بحیثیت حاکم اور فرمانروا کے دو صفات مذمت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو **جعل اھلھا شیعا** فرمایا یعنی اس نے وہاں کے باشندوں کو الگ الگ گروہ بنا دیا تھا۔ اس سے یہ امر واضح ہوا کہ رعایا میں پھوٹ ڈال کر حکومت کرنی تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔ دوسرے **یستضعف طائفۃ منھم** فرمایا یعنی ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ پر لازم ہے کہ تمام رعایا کو ایک نظر سے دیکھے اور انصاف کے مقابلہ میں کسی کی جانب داری نہ کرے۔ نہ کسی خاص طبقہ کو کمزور کرنے کی کوشش کرے ورنہ ظالم ٹھہرے گا تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں عموماً ظالم حکومتوں کی اپنی رعایا کے متعلق وہی پالیسی ہوتی ہے جو فرعون کی بنی اسرائیل کے متعلق تھی یعنی پھوٹ ڈالنا۔ گروہ بندی کرانا۔ رعایا کی طاقت کو کمزور کرنا پھر چین سے حکومت کرنا۔ انگریز نے اپنی سو سالہ دور حکومت میں ہندوستان میں یہی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ کہیں ہندو اور مسلمانوں کو لڑوانا اور کہیں مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانا۔ یہ قادیانی مذہب انگریزی حکومت ہی کی پیداوار ہے۔

اب آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور آپ کی والدہ کا حکم الٰہی کے موافق آپ کو صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں چھوڑ دینے اور پھر صندوق بہتے ہوئے فرعون کے محل میں پہنچنے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پرورش کرنے کا حال ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ پھر جب تم کو اُن کی نسبت اندیشہ ہو تو ان کو دریا میں ڈال دینا اور نہ تو اندیشہ کرنا

تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ

اور نہ غم کرنا ہم ضرور اُن کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور پیغمبر بنا دیں گے۔ تو فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو اُٹھالیا

فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا

تاکہ وہ اُن لوگوں کیلئے دشمن اور غم کا باعث بنیں، بلاشبہ فرعون اور ہامان اور اُن کے تابعین بہت چوکے۔

خٰطِـِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ

اور فرعون کی بی بی نے کہا کہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

یا ہم اس کو بیٹا ہی بنالیں اور اُن لوگوں کو (انجام کی) خبر نہ تھی۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے الہام کیا | اِلٰٓى طرف۔کو | اُمِّ مُوْسٰٓى موسیٰ کی ماں | اَنْ اَرْضِعِيْهِ کہ تو دودھ پلاتی رہ اسے | فَاِذَا پھر جب | | | | |
| خِفْتِ عَلَيْهِ تو اس پر ڈرے | فَاَلْقِيْهِ تو ڈالدے اسے | فِى الْيَمِّ دریا میں | وَ اور | لَا تَخَافِىْ نہ ڈر | وَلَا تَحْزَنِىْ اور نہ غم کھا | اِنَّا بیشک ہم | | |
| رَآدُّوْهُ اسے لوٹا دیں گے | اِلَيْكِ تیری طرف | وَجَاعِلُوْهُ اور اسے بنادیں گے | مِنَ سے | الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں | فَالْتَقَطَهٗ پھر اٹھالیا اسے | | | |
| اٰلُ فِرْعَوْنَ فرعون کے گھروالے | لِيَكُوْنَ تاکہ وہ ہو | لَهُمْ ان کیلئے | عَدُوًّا دشمن | وَ اور | حَزَنًا غم کا باعث | اِنَّ بیشک | فِرْعَوْنَ فرعون | |
| وَهَامٰنَ اور ہامان | وَجُنُوْدَهُمَا اور اُن کے لشکر | كَانُوْا تھے | خٰطِـِٕيْنَ خطاکار | وَقَالَتِ اور کہا | امْرَاَتُ بیوی | فِرْعَوْنَ فرعون | قُرَّتُ ٹھنڈک | |
| عَيْنٍ لِّىْ میری آنکھوں کیلئے | وَلَكَ اور تیرے لئے | لَا تَقْتُلُوْهُ تو قتل نہ کر اسے | عَسٰٓى شاید | اَنْ يَّنْفَعَنَآ کہ نفع پہنچائے ہمیں | اَوْ یا | | | |
| | نَتَّخِذَهٗ ہم بنالیں اسے | وَلَدًا بیٹا | وَهُمْ اور وہ | لَا يَشْعُرُوْنَ (حقیقتِ حال) نہیں جانتے تھے | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مصر کے اس ظالم سرکش فرعون کا ذکر ہوا تھا جس نے اپنی خواہشات پر بنی اسرائیل کو بھینٹ چڑھا رکھا تھا۔ اپنی سلطنت میں ان کو شہری حقوق و آزادی سے محروم کر دیا تھا۔ اور جن کا فرض ہی یہ تھا کہ فرعونیوں کی خدمت کریں۔ پھر محنت شاقہ پر اجرت قلیل۔ عموماً بیگار ہی لی جاتی۔ حاملہ عورتوں سے تین تین منزلوں کے مکانوں پر پتھر اٹھوائے جاتے اور ان سے ذلیل سے ذلیل کام لینا ان کے آقاؤں کا طرۂ امتیاز تھا۔ پھر ظالموں نے انہی سفاکیوں پر بس نہیں کیا بلکہ فرعون کی ایک موہوم خواب کی تعبیر پر اور اپنی حکومت کے بے جا تحفظ کے تخیل کے باعث بنی اسرائیل کے ہزاروں بچوں کو تہ تیغ کر دیا۔ انہی حالات کے تحت ایک اسرائیلی والدین کے ہاں وہ بچہ پیدا ہوا جسے دنیا نے موسیٰ علیہ السلام کے نام سے جانا۔ جدید

تحقیقات کی روشنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سنہ ولادت ۱۵۲۰ قبل مسیح ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ۲۰۹۰ سال پہلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ آپ کے والد کا نام عمران تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کے ہاں دو بچے مصر ہی میں پیدا ہو چکے تھے۔ سب سے بڑی لڑکی مریم نامی تھیں جن کا ذکر آگے اسی سورۃ میں آ رہا ہے۔ ان سے چھوٹے حضرت ہارون علیہ السلام تھے اور حضرت ہارون کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو بنی اسرائیل کے لڑکے عام طور پر تہ تیغ ہو رہے تھے فرعونی عورتیں گشت کرتی رہتی تھیں اور حاملہ عورتوں کے نام لکھ لئے جاتے تھے۔ وضع حمل کے وقت یہ عورتیں پہنچ جاتیں تھیں۔ اگر لڑکی ہوتی تو واپس چلی جاتیں اور اگر لڑکا ہوتا تو فوراً جلادوں کو خبر کر دیتی تھیں۔ یہ لوگ تیز چھرے لئے ہوئے اسی وقت آ جاتے تھے اور ماں باپ کے سامنے ان کے بچہ کے ٹکڑے کر کے چلے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب آپ کا حمل ٹھہرا تو عام حمل کی طرح وہ ظاہر نہ ہوا اور جو عورتیں اس تحقیق پر مامور تھیں۔ اور جتنی دائیاں آئی تھیں کسی کو حمل کا پتہ ہی نہ چلا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد بھی ہو گئے۔ آپ کی والدہ اور اہل خاندان آپ کی ولادت کے وقت سخت پریشان تھے کہ کس طرح بچہ کو قاتلوں کی نگاہ سے محفوظ رکھیں؟ بہرحال جوں توں کر کے تین مہینہ تک آپ کو ہر ایک کی نگاہ سے اوجھل رکھا اور آپ کی پیدائش کی مطلق کسی کو خبر نہ ہونے دی لیکن جاسوسوں کی دیکھ بھال اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے زیادہ دیر تک اس واقعہ کے پوشیدہ رہنے کی توقع نہ ہو سکی اور اس لئے آپ کی والدہ سخت پریشان ہونے لگیں۔ اس سخت اور نازک وقت میں آخر خدائے قدوس نے مدد کی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا یا خواب دکھایا اور کسی ذریعہ یعنی فرشتہ سے معلوم کرا دیا گیا کہ جب تک بچہ کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہو اور جب اندیشہ بچہ کے قتل کا ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ لکھا ہے کہ دریائے نیل کے کنارہ ہی پر آپ کا مکان تھا۔ ساتھ ہی آپ کی والدہ کو تسلی کر دی گئی کہ ڈرنا مت۔ بے کھٹکے بچہ کو نیل میں چھوڑ دیں۔ بچہ کی طرف سے ہرگز ہراساں اور آزردہ خاطر نہ ہوں ہم بہت جلد اس بچہ کو پھر تمہاری ہی آغوش شفقت میں پہنچا دیں گے۔ خدا کو اس سے بڑے کام لینے ہیں وہ منصب رسالت پر بھی سرفراز کیا جائے گا کوئی طاقت اللہ کے ارادہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ تمام رکاوٹیں دور کر کے وہ مقصد پورا کرنا ہے جو اس بچہ کی پیدائش سے متعلق ہے۔ آخر آپ کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور جب افشائے راز کا خوف ہوا تو بچہ کو لکڑی کے ایک صندوق میں رکھ کر اللہ کے نام پر دریائے نیل میں چھوڑ دیا اور ساتھ ہی اپنی بڑی لڑکی مریم یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو مامور کیا کہ وہ اس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق کو نگاہ میں رکھے اور دیکھے کہ خدا اس کی حفاظت کا وعدہ کس طرح پورا فرماتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خدائے تعالیٰ نے یہ بشارت پہلے ہی سنا دی تھی کہ ہم اس بچہ کو تیری ہی جانب واپس کر دیں گے اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہوگا۔ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے اجنبی بن کر نگہداشت کرتی جا رہی تھیں کہ انہوں نے دیکھا کہ صندوق تیرتے ہوئے شاہی محل کے کنارہ آ لگا اور فرعون کے

لوگوں نے اسے اٹھالیا اور شاہی محل میں لے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے جب یہ دیکھا تو حالات کی صحیح تفصیل معلوم کرنے کے لئے شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہوگئیں۔ بہرحال وہ صندوق شاہی محل کے اندر لے جاکر کھولا گیا تو دیکھا کہ ایک حسین جمیل تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ یہاں تک واقعات بیان کرنے کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے پالنے کی غرض سے بچہ کو اٹھالیا مگر اس اٹھانے کا آخری نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ بچہ بڑا ہوکر فرعون اور فرعونیوں کا دشمن ثابت ہوا اور ان کے حق میں سوہان روح بنے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھانے کا موقع دیا۔ فرعون کو کیا خبر تھی کہ جس دشمن کے ڈر سے ہزار ہا معصوم بچے تہ تیغ کراچکا ہوں وہ یہی ہے۔ فی الحقیقت فرعون اور اس کے وزیر و مشیر اپنے ناپاک مقصد کے اعتبار سے بہت چوکے کہ بے شمار اسرائیلی بچوں کو ایک شبہ پر قتل کرنے کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو زندہ رہنے دیا۔ لیکن نہ چوکتے تو کیا کرتے۔ کیا خدا کی لکھی ہوئی تقدیر کو بدل سکتے تھے یا مشیت ایزدی کو روک سکتے تھے۔ رب العالمین کی کرشمہ سازی کہ وہ اپنی نادانی اور بے خبری میں اپنے دشمن کی پرورش پر نگراں مقرر کئے گئے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فرعون کی بیوی جن کا نام آسیہ تھا انہوں نے بچہ کو دیکھا تو باغ باغ ہوگئیں اور انتہائی محبت سے اس کو پیار کیا اور کہنے لگیں کہ کیسا پیارا بچہ ہے۔ ہمارے کوئی لڑکا نہیں لاؤ اسی سے دل بہلائیں اور آنکھیں ٹھنڈی کیا کریں۔ حدیث کی ایک روایت میں مروی ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہوگا میرے لئے تو ٹھنڈک نہیں ہے۔ گویا تقدیر ازلی یہ الفاظ اس کی زبان سے کہلوا رہی تھی اور آخر وہی ہوا۔ فرعون کے بعض خدام نے قیاس سے کہا کہ یہ تو اسرائیلی بچہ معلوم ہوتا ہے اور ہمارے دشمنوں کے خاندان کا ہے اس کا قتل کرنا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی ہمارے بادشاہ کے خواب کی تعبیر ثابت ہو۔ اس بات کو سن کر فرعون کو بھی یہی خیال پیدا ہوا اور اس بات کو بآسانی قیاس بھی کیا جاسکتا تھا کہ یہ ضرور کسی اسرائیلی کا بچہ ہے کیونکہ یہ صندوق اس جانب سے بہہ کر آیا ہے جدھر بنی اسرائیل رہتے تھے اور انہی کے بیٹے اس زمانہ میں قتل کئے جارہے تھے اور انہی کے متعلق یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ کسی نے بچہ کو چھپا کر کچھ مدت تک پالا ہے اور پھر جب زیادہ دیر چھپ نہ سکا تو اب اسے اس امید پر دریا میں ڈال دیا کہ شاید اسی طرح اس کی جان بچ جائے اور کوئی اسے نکال کر پال لے تو انہی قیاسات کی بنا پر بعض وفادار غلاموں نے عرض کیا کہ حضور اسے فوراً قتل کرادیں مگر فرعون کی بیوی نے کہا کہ اسے قتل نہ کرو بلکہ لے کر پال لو یہ جب ہمارے ہاں پرورش پائے گا اور ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں گے تو اسے کیا خبر ہوگی کہ میں اسرائیلی ہوں یہ اپنے آپ کو آل فرعون ہی کا ایک فرد سمجھے گا اور یہ بڑا ہوکر ہمارے کام آئے گا اور اگر یہ بنی اسرائیل ہی میں سے کسی نے خوف سے ڈالا ہے تو ایک لڑکا نہ مارا تو کیا ہوا کیا ضرور ہے کہ یہی وہ بچہ ہو جس سے ہمیں خوف ہے پھر جب ہم پرورش کریں گے تو خود ہی ہم سے شرمائے گا۔ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سے ہی دشمنی کرنے لگے۔ فرعونیوں کو اللہ کی حکمت بالغہ کا علم نہ تھا۔ وہ واقف نہ تھے کہ پردہ ہی پردہ میں کیا گل کھلنے والا ہے اور گھر کے ہی چراغ سے گھر کو آگ لگنے والی ہے۔ غرض موسیٰ علیہ السلام کو محل میں پرورش کرنا طے ہوگیا۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کی بیوی جن کا نام آسیہ تھا یہ نہایت ہی برگزیدہ۔ فضیلت مآب اور مومنہ خاتون تھیں ان کو موت کا یقین تھا۔ فرعون کے خدائی کی وہ قائل نہ تھیں۔ غیر اللہ کی

پرستش سے بیزار تھیں۔ فرعون کے کفر اس کے مظالم اور اس کی بداعمالیوں سے سخت بیزار اور نالاں تھیں اور خدا کی درگاہ میں فرعون کے مآل بد سے پناہ اور اپنی بخشش کی دعا مانگا کرتی تھیں۔ ان کی برگزیدگی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ تحریم ۲۸ ویں پارہ میں ان کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کے ساتھ اس طرح فرمایا:

''اور اللہ ان لوگوں کے لئے جو مومن ہیں مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی کی جبکہ انہوں نے دعاء کی کہ اے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل کے اثر سے بچادے اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی بچادے۔'' (سورۃ التحریم آیت ۱۱)

لکھا ہے کہ جب فرعون پر ان کا حال کھلا تو ان کو چومیخا کر کے طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اس حالت میں اللہ کی طرف سے جنت کا محل ان کو دکھلایا جاتا جس سے سب سختیاں آسان ہوجاتی تھیں۔ آخر فرعون نے ان کو سیاستہً قتل کردیا اور یہ جام شہادت نوش کر کے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچیں۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ کمال کو پہنچے لیکن عورتوں میں آسیہ فرعون کی بیوی۔ اور مریم بنت عمران درجۂ کمال کو پہنچی تھیں اور عائشہ کی دیگر عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی دیگر کھانوں پر۔ حضرت آسیہ یعنی فرعون کی بیوی کی یہ فضیلت ضمناً درمیان میں آ گئی جو موقع کی مناسبت سے بیان کردی گئی۔

اب اصل مضمون کی طرف آیئے۔ یعنی جب شاہی محل میں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورہ سامنے آیا تو فرعون کی بیوی نے کسی نہ کسی طرح فرعون کو اس پر راضی کرلیا کہ بچہ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ محل میں پرورش کے لئے رکھ لیا جائے۔

عارفین نے لکھا ہے کہ اہل اللہ سے محبت رائیگاں نہیں جاتی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے محبت کا نتیجہ حضرت آسیہ نے مشاہدہ کرلیا کہ مشرف بایمان ہی نہیں ہوئیں بلکہ اپنے وقت میں تمام عالم کی عورتوں پر افضل قرار پائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل ہونے کا اعلان فرمایا۔ اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں ان کی پاک روح پر۔

الغرض ادھر تو محل میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بچہ کو دریا میں ڈال تو دیا تھا مگر ماں کی مامتا کہاں چین سے رہنے دیتی۔ رہ رہ کر موسیٰ علیہ السلام کا خیال آتا تھا اور دل بے قرار ہوجاتا تھا کہ پھر حق تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور ان کے دل کو مضبوط کردیا جس کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! بے شک تمام کاموں کی تدبیر آپ ہی فرمانے والے ہیں اور کوئی طاقت آپ کے ارادہ اور مشیت میں حائل نہیں ہوسکتی۔ اے اللہ آپ جس کام کا ارادہ کرلیں اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور آپ جس کی حفاظت فرمانا چاہیں تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یا اللہ! آپ نے اپنی جس قدرت کاملہ سے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمن فرعون سے ظاہر میں پرورش کرایا۔ اس قدرت کاملہ پر ہم کو پورا اور پکا یقین وایمان نصیب فرما۔ یا اللہ آپ کی لکھی ہوئی تقدیر اور مشیت کو کون روک سکتا ہے جو آپ چاہتے ہیں وہ ہوکر رہتا ہے۔ یا اللہ! جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے بچہ کی جان کی پروانہ کی اور آپ کے امتثال حکم میں دریائے نیل میں ڈال دیا۔ یا اللہ ہم کو بھی وہ جذبہ عطا فرما کہ ہم بھی ہر حال میں اگرچہ کیسے ہی ناموافق حالات ہوں آپ کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری سے نہ چوکیں۔ یا اللہ اپنی برکتوں اور رحمتوں کو ہر حال میں ہمارے شامل فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى

اور موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہوگیا قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کردیتیں اگر ہم اُن کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کئے رہیں کہ یہ

قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

(ہمارے وعدہ پر) یقین کئے (بیٹھی) رہیں۔انہوں نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ ذرا موسیٰ کا سراغ تو لگا

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى

سوانہوں نے موسیٰ کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو خبر نہ تھی۔اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلائیوں کی بندش کر رکھی تھی سو وہ کہنے لگیں کیا میں تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں

اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ دل سے اس کی خیر خواہی کریں۔غرض ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس واپس پہنچادیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تاکہ غم میں نہ رہیں اور تاکہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاَصْبَحَ اور ہوگیا | فُؤَادُ دل | اُمِّ مُوْسٰى موسیٰ کی ماں | فٰرِغًا صبر سے خالی (بیقرار) | اِنْ تحقیق | كَادَتْ قریب تھا | لَتُبْدِيْ کہ ظاہر کردیتی |
| بِهٖ اس کو | لَوْلَآ اگر نہ ہوتا | اَنْ رَّبَطْنَا کہ گرہ لگاتے ہم | عَلٰى قَلْبِهَا اس کے دل پر | لِتَكُوْنَ کہ وہ رہے | مِنَ سے | الْمُؤْمِنِيْنَ یقین کرنیوالے |
| وَقَالَتْ اور اس نے (موسیٰ کی والدہ نے) کہا | لِاُخْتِهٖ اسکی بہن کو | قُصِّيْهِ اس کے پیچھے جا | فَبَصُرَتْ پھر دیکھتی رہ | بِهٖ اس کو | عَنْ جُنُبٍ دور سے | |
| وَهُمْ اور وہ | لَا يَشْعُرُوْنَ (حقیقت حال) نہ جانتے تھے | وَحَرَّمْنَا اور ہم نے روک رکھا | عَلَيْهِ اس سے | الْمَرَاضِعَ دودھ پلانیوالی | مِنْ قَبْلُ پہلے سے | |
| فَقَالَتْ وہ (موسیٰ کی بہن) بولی | هَلْ اَدُلُّكُمْ کیا میں بتلاؤں تمہیں | عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ ایک گھر والے | يَّكْفُلُوْنَهٗ وہ اس کی پرورش کریں | | | |
| لَكُمْ تمہارے لئے | وَهُمْ اور وہ | لَهٗ اس کے لئے | نٰصِحُوْنَ خیر خواہ | فَرَدَدْنٰهُ تو ہم نے لوٹا دیا اس کو | اِلٰٓى اُمِّهٖ اس کی ماں کی طرف | |
| كَيْ تَقَرَّ تاکہ ٹھنڈی رہے | عَيْنُهَا اس کی آنکھ | وَلَا تَحْزَنَ اور وہ غمگین نہ ہو | وَلِتَعْلَمَ اور تاکہ جان لے | اَنَّ کہ | وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ | |
| حَقٌّ سچا | وَّلٰكِنَّ اور لیکن | اَكْثَرَهُمْ ان میں سے بیشتر | لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی والدہ نے بحکم الٰہی صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیا۔اور یہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے کنارہ جالگا جہاں اس کو فرعون کے لوگوں نے اٹھا کر محل میں پہنچایا۔وہاں صندوق کو کھولا تو ایک جیتا جاگتا خوبصورت اور پیارا بچہ نکلا۔فرعون کی بیوی اس بچہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کسی طرح فرعون کو راضی کرلیا کہ بچہ کو پال لیا جائے اور بنی اسرائیل کا بچہ ہونے کے محض شک میں اس کو قتل نہ کیا جائے۔چنانچہ ادھر محل میں تو بچہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب ان کو صندوق میں رکھ کر دریا میں بہادیا تو اس کے بعد ان کا دل بہت بے چین ہوا۔جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔محبت مادری نے جوش مارا اور موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے سوا کوئی

خیال ہی دل میں باقی نہ رہا اور قریب تھا کہ صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور کل معاملہ کو ظاہر کردیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈالا ہے کسی سے ہو سکے تو خیر خبر لاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو صبر عطا فرما کر ان کا دل مضبوط باندھ دیا کہ خدائی راز قبل از وقت نہ کھلنے پائے اور انہیں ڈھارس اور تسکین دے دی اور راز کو فاش ہونے سے بچالیا۔ اور ان کے قلب میں اطمینان اور سکون نازل کیا اور انہیں یقین کامل کرادیا کہ تمہارا بچہ تمہیں ضرور مل جائے گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بچہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں بہایا تھا تو اپنی بڑی لڑکی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ جو ذرا سمجھ دار تھیں ان سے کہا تھا کہ بیٹی تم اس صندوق پر نظریں جما کر کنارے کنارے چلی جاؤ اور دیکھو کہ کیا انجام ہوتا ہے؟ چنانچہ یہ اس کو دور سے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن اس انجان پن سے کہ کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ صندوق کا خیال رکھتے ہوئے اس کے ساتھ جارہی ہے۔ چنانچہ جب اس صندوق کو فرعون کے لوگ اٹھا کر شاہی محل میں لے گئے تو یہ بھی کسی حیلہ سے اندر پہنچیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہوگئیں۔ الغرض جب حضرت آسیہ نے بچہ کو اپنی پرورش میں لے لیا تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ بچہ کے لئے کوئی دودھ پلائی یعنی اَنا مقرر کی جائے۔ چنانچہ شاہی محل میں جتنی اَنائیں تھیں سب کو بچہ دیا گیا اور ہر ایک نے بڑی محبت و پیار سے دودھ پلانا چاہا لیکن بحکم خدا بچہ نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بچہ کی طبیعت میں یہ بات پیدا کردی کہ وہ کسی عورت کے پستان کو منہ ہی نہیں لگاتا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ بچہ اپنی والدہ کے سوا اور کسی کا دودھ پئے اور اس میں راز یہ تھا کہ اس بہانے سے حضرت موسیٰ اپنی والدہ تک پہنچ جائیں۔ تو محل میں یہ سارا حال موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ انجان بن کر دیکھ رہی تھیں اور ایسی بے غرضی کے ساتھ حقیقت واقعہ کو معلوم کرلیا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ جب بچہ نے کسی کا دودھ نہ پیا اور محل والوں کو تشویش ہوئی کہ اب پرورش کی کیا صورت ہوگی تو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے موقع پا کر کہا کہ ایک گھر مجھے معلوم ہے جہاں ایک دودھ پلائی رہتی ہے اگر اس کے سپرد کردیا جائے تو وہ اور اس کے گھر والے خیر خواہی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دیں گے۔ وہ اس کے بہی خواہ بھی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ بہی خواہی کا لفظ سن کر محل کی بعض عورتیں چوکنا ہوئیں اور یہ خیال کیا کہ یہ لڑکی شاید اس بچہ کے نسب اور ماں باپ سے واقف ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ تجھے کیا معلوم کہ وہ عورت اس کی کفالت اور خیر خواہی کرے گی؟ تو سبحان اللہ! سمجھ دار بچی نے فوراً جواب دیا کہ میں اس وجہ سے کہتی ہوں کہ شہزادہ کو دودھ پلانا بڑی عزت کی بات ہے۔ کون نہ چاہے گا کہ شاہی محل میں اس کی عزت ہو اور انعام واکرام کے خاطر کون اس بچہ سے ہمدردی نہ کرے گا؟ ان کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ ہمارا پہلا گمان غلط تھا یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کے مشورہ کے موافق حضرت موسیٰ کی والدہ محل میں طلب کی گئیں۔ ادھر لطیفۂ غیبی کے انتظار میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ چشم براہ تھیں کہ لڑکی نے آ کر پوری داستان کہہ سنائی اور بتایا کہ جب موسیٰ نے کسی دایہ کا بھی دودھ نہ پیا تو میں نے کہا کہ ایک نہایت شریف اور نیک عورت ہے وہ اس بچہ کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کرسکتی ہے۔ فرعون کی بیوی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فوراً آپ کو لے کر آؤں۔ یہ ہم پر خدا کا بڑا احسان اور فضل وکرم ہوا اب تم چل کر بچہ کو سینہ سے لگاؤ اور آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ شاہی محل میں پہنچیں اور بچہ کو چھاتی سے لگانا تھا کہ اس نے دودھ پینا شروع کردیا۔ فرعون کے گھر والوں کو بہت غنیمت معلوم ہوا کہ بچہ نے ایک عورت کا دودھ قبول کرلیا۔ حضرت آسیہ فرعون کی بیوی کو خبر دی گئی۔ آپ بہت خوش ہوئیں اور انا کو بہت کچھ انعام واکرام

دیا لیکن انہیں یہ علم نہ تھا کہ فی الواقع یہ بچہ کی والدہ ہیں۔ فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں۔ اس کے بعد حضرت آسیہ نے کہا کہ میری خوشی ہے کہ تم محل ہی میں آ جاؤ۔ یہیں رہو سہو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ ام موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا میں بال بچوں والی ہوں میں اپنے گھر لے جا کر اس کی پرورش کروں گی اور کبھی کبھی آپ کے ہاں بھیج دیا کروں گی چنانچہ فرعون کی بیوی اس پر رضامند ہو گئیں۔ اس مقام پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ قدیم زمانہ میں ان ممالک کے بڑے اور خاندانی لوگ بچوں کو اپنے ہاں پالنے کی بجائے عموماً اناؤں کے سپرد کر دیتے تھے اور وہ اپنے ہاں ان کی پرورش کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارک میں بھی یہ ذکر آتا ہے کہ مکہ میں وقتاً فوقتاً اطراف و نواح کی عورتیں انا گیری کی خدمت کے لئے آتی تھیں اور سرداروں کے بچے دودھ پلانے کے لئے اچھے اچھے معاوضوں پر حاصل کر کے ساتھ لے جاتی تھیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں صحرا میں پرورش پائی۔ یہی طریقہ مصر میں بھی تھا اسی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے یہ نہیں کہا کہ میں ایک اچھی انا لا کر دیتی ہوں بلکہ یہ کہا کہ میں ایسے گھر کا پتہ بتاتی ہوں جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لیں گے اور اسے خیر خواہی کے ساتھ پالیں گے۔ تو یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں اس بچہ کو اپنے گھر لے جا کر پرورش کر سکتی ہوں۔ اور پھر کبھی کبھی آپ کے پاس لے آیا کروں گی۔ جس پر حضرت آسیہ راضی ہو گئیں اور شاہی محل سے ام موسیٰ علیہ السلام کا روزینہ مقرر ہو گیا۔ کھانا کپڑا شاہی طریق پر ملتا اور انعام و اکرام پاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے کس حیرت انگیز طریقہ سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام امن و اطمینان کے ساتھ پھر آغوش مادری میں پہنچ گئے اور ام موسیٰ کا خوف بھی امن سے اور فقیری امیری سے بدل گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں "جو شخص اپنی روزی کمانے کے لئے کام کرے اور اس کام میں اللہ کی خوشنودی پیش نظر رکھے اس کی مثال اُم موسیٰ کی سی ہے کہ انہوں نے اپنے ہی بیٹے کو دودھ پلایا اور اس کی اجرت بھی پائی" مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص اگرچہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے کام کرتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پیش نظر رکھ کر ایمانداری سے کام کرتا ہے۔ جس کے ساتھ معاملہ بھی کرتا ہے اس کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہے اور رزق حلال سے اپنے نفس اور اپنے بال بچوں کی پرورش اللہ کی عبادت سمجھتے ہوئے کرتا ہے اس لئے وہ اپنی روزی کمانے پر بھی اللہ کے ہاں اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ گویا روزی بھی کمائی اور اللہ سے اجر و ثواب بھی پایا۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور انہیں اپنے بچہ کی مفارقت کا صدمہ بھی نہ رہے اور تا کہ وہ اور زیادہ یقین کے ساتھ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے کہ اکثر آدمی مادہ پرست اور ظاہری اسباب کے گورکھ دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو دست قدرت کی ہمہ گیری کا یقین نہیں۔ ان کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اگرچہ تمام دنیا مل کر اس کی مخالفت کرے بلکہ مخالفت کرنے والوں ہی سے خدا اس کام کو کراتا ہے اور ان کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔

یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا ذکر فرمایا گیا کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایام رضاعت اپنی والدہ کی آغوش میں اور ایام طفولیت فرعون کے محلات میں گزر ہوئے اور آپ پل کر جوان ہوئے۔ اب جوانی کے بعض واقعات اور پھر اس واقعہ کا ذکر فرمایا گیا کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر چھوڑنے کا باعث بنا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾

اور جب اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور (قوت جسمانیہ وعقلیہ سے) درست ہوگئے ہم نے اُن کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک کاروں کو یونہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ

اور موسیٰ شہر میں (یعنی مصر میں کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے باشندے بے خبر (سو رہے) تھے تو اُنھوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا

هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ

ایک تو اُن کی برادری میں کا تھا اور دوسرا اُن کے مخالفین میں سے تھا سو وہ جو اُن کی برادری کا تھا اُس نے موسیٰ سے

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ٘ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ

اُسکے مقابلہ میں جو کہ اُن کے مخالفین میں سے تھا مدد چاہی تو موسیٰ نے اُس کو (ایک) گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کردیا۔ موسیٰ کہنے لگے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہوگئی بیشک شیطان کھلا دشمن ہے

مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾

غلطی میں ڈال دیتا ہے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار مجھ سے قصور ہوگیا ہے آپ معاف کردیجئے سو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا، بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾

موسیٰ نے (یہ بھی) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَمَّا اور جب | بَلَغَ اَشُدَّهٗ وہ پہنچا اپنی جوانی | وَاسْتَوٰٓی اور پورا (توانا) ہوگیا | اٰتَیْنٰهُ ہم نے عطا کیا ہے | حُكْمًا حکمت | وَّعِلْمًا اور علم | | |
| وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح | نَجْزِی ہم بدلہ دیا کرتے ہیں | الْمُحْسِنِیْنَ نیکی کرنے والے | وَدَخَلَ اور وہ داخل ہوا | الْمَدِیْنَةَ شہر | عَلٰی حِیْنِ وقت پر | | |
| غَفْلَةٍ غفلت | مِّنْ اَهْلِهَا اس کے باشندے | فَوَجَدَ تو اس نے پایا | فِیْهَا اس میں | رَجُلَیْنِ دو آدمی | یَقْتَتِلٰنِ وہ باہم لڑتے ہوئے | | |
| هٰذَا یہ (ایک) | مِنْ سے | شِیْعَتِهٖ اس کی برادری | وَهٰذَا اور وہ (دوسرا) | مِنْ سے | عَدُوِّهٖ اس کے دشمن کا | فَاسْتَغَاثَهُ تو اس نے اس (موسیٰ) سے مدد مانگی | |
| الَّذِیْ وہ جو | مِنْ شِیْعَتِهٖ اس کی برادری سے | عَلَی اس پر | الَّذِیْ وہ جو | مِنْ عَدُوِّهٖ اس کے دشمن سے | فَوَكَزَهٗ تو ایک مکا مارا اس کو | | |
| مُوْسٰی موسیٰ | فَقَضٰی پھر کام تمام کردیا | عَلَیْهِ اس کا | قَالَ اس نے کہا | هٰذَا یہ | مِنْ سے | عَمَلِ الشَّیْطٰنِ شیطان کا کام (حرکت) | اِنَّهٗ بیشک وہ |
| عَدُوٌّ دشمن | مُضِلٌّ بہکانے والا | مُبِیْنٌ صریح (کھلا) | قَالَ اس نے عرض کی | رَبِّ اے میرے رب | اِنِّیْ بیشک میں | ظَلَمْتُ میں نے ظلم کیا | نَفْسِیْ اپنی جان |
| فَاغْفِرْ لِیْ پس بخشدے مجھے | فَغَفَرَ تو اس نے بخشدیا | لَهٗ اس کو | اِنَّهٗ بیشک | هُوَ وہی | الْغَفُوْرُ بخشنے والا | الرَّحِیْمُ نہایت مہربان | قَالَ اس نے کہا |
| رَبِّ بِمَآ اے میرے رب جیسا کہ | اَنْعَمْتَ تو نے انعام کیا | عَلَیَّ مجھ پر | فَلَنْ اَكُوْنَ تو میں ہرگز نہ ہوں گا | ظَهِیْرًا مددگار | لِّلْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کا | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ایام طفولیت کا بیان ہوا کہ کس طرح آپ نے ایام رضاعت اپنی والدہ کی گود میں گزارے اور پھر ایام طفولیت شاہی تربیت میں فرعون کے محل میں بسر کیے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ

السلام ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے جوانی کے دور میں داخل ہوئے تو نہایت قوی الجثہ اور بہادر جوان نکلے۔ چہرے سے رعب ٹپکتا اور گفتگو سے ایک خاص وقار اور شان عظمت ظاہر ہوتی تھی اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ قرابت نہیں ہے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ بنی اسرائیل پر سخت مظالم ہورہے ہیں اور مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کا خون کھولنے لگتا اور موقع بموقع آپ بنی اسرائیلیوں کی نصرت وحمایت میں پیش پیش ہوجاتے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے جسمانی طاقت اور قوت کے ساتھ آپ کو علم ودانش سے بھی نوازا اور آپ کو خصوصی علم وفہم عطا فرمایا کیونکہ بچپن ہی سے آپ نیک کردار تھے موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے تو فرعون کی قوم سے بسبب ان کے ظلم اور کفر کے بیزار رہتے اور بنی اسرائیل آپ کے ساتھ لگے رہتے تھے آپ کی والدہ کا گھر شہر سے باہر تھا۔ حضرت موسیٰ کبھی وہاں جاتے اور کبھی فرعون کے محل میں آتے۔

ایک روز آپ شہر میں ایسے وقت پہنچے کہ سب لوگ غافل سورہے تھے شاید رات کا وقت ہوگا تو دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی ہے دوسرا قبطی۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر فریاد کی کہ مجھے اس قبطی کے ظلم سے چھڑائیے۔ لکھا ہے کہ وہ قبطی فرعون کا باورچی تھا جو ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے مجبور کررہا تھا اور اس کو گھسیٹ رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی قبطیوں کے ظلم وستم کو جانتے تھے۔ اس وقت آنکھ سے اس کی زیادتی دیکھ کر جوش حمیت جاگ اٹھا۔ ممکن ہے سمجھانے بجھانے میں قبطی نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کوئی سخت لفظ کہہ دیا ہو جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے۔ غرض موسیٰ علیہ السلام نے مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے بچانے کی نیت سے آگے بڑھ کر قبطی کے ایک گھونسہ رسید کیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس وقت ماشاء اللہ پورے جوان اور بڑے طاقتور تھے۔ ایک ہی گھونسہ میں قبطی نے دم دے دیا۔ خود موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک گھونسہ میں اس کم بخت کا کام تمام ہوجائے گا اس لئے آپ پچھتائے کہ بے قصد خون ہوگیا کیونکہ آپ کا ارادہ ہرگز اس کے قتل کا نہ تھا اور ایک گھونسہ سے صرف تادیب وتنبیہ منظور تھی۔ جان سے مار ڈالنے کی نیت نہ تھی۔ پھر مصر میں آپ کے رہنے سہنے کا جو طرز عمل شروع سے رہا تھا اس سے لوگ مطمئن تھے کہ یونہی کسی کی جان ومال لینے والے نہیں پھر اس بلا ارادہ قتل سے فرقہ وارانہ اشتعال پیدا ہوکر دوسرے مصائب اور فتن کا دروازہ کھل جانے کا اندیشہ ہوا اس لئے آپ اپنے اس فعل پر دل میں نادم ہوئے اور سمجھے کہ اس میں کسی درجہ تک شیطان کا دخل ہے کیونکہ انسان کو وہی غلط راہ پر لگاتا ہے اس لئے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرنے لگے کہ یہ جو کچھ ہوا نادانستگی میں ہوا۔ میں آپ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام کی فطرت ایسی پاک وصاف اور ان کی استعداد اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ نبوت ملنے سے پیشتر ہی وہ اپنے ذرہ ذرہ عمل کا محاسبہ کرتے ہیں اور ادنیٰ سی لغزش یا خطائے اجتہادی پر بھی حق تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگتے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی تقصیر کا اعتراف کرکے معافی چاہی۔ جو دیدی گئی اور غالباً اس معافی کا علم ان کو بذریعہ الہام وغیرہ ہوا ہوگا۔ آخر پیغمبر نبوت سے پہلے ولی تو ہوتے ہیں۔'' تو یہ قتل اگرچہ عمداً نہ تھا محض اتفاق تھا تاہم موسیٰ علیہ السلام اس فعل پر نادم ہوئے اور اپنی شان اور درجہ علم وحکمت کے لحاظ سے اس کو خطا تصور کرکے خدا سے مغفرت کے خواستگار ہوئے اور مغفرت ان کو

عطا فرمادی گئی۔اس موقع پر آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ بنی اسرائیل اپنے محبوب ترین پیغمبر کا دامن بھی بے داغ نہیں چھوڑتے۔ موجودہ محرف توراۃ کا بیان ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ نے دانستہ اور بالارادہ اس قبطی کو قتل کیا تھا اور اس کو ریت میں چھپا دیا تھا۔موجودہ توراۃ کے کتاب خروج میں لکھا ہے۔

"اس نے دیکھا کہ ایک مصری اس کے ایک عبرانی بھائی کو مار رہا ہے۔پھر اس نے ادھر ادھر نگاہ کی اور جب دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے تو اس نے مصری کو جان سے مار کر اسے ریت میں چھپا دیا۔"

تو غور کیجئے کہ بنی اسرائیل خود اپنے اکابر کی سیرتوں کو کس طرح داغدار کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے یہ نام نہاد معترف آپ پر دانستہ اور بالارادہ قتل کا الزام لگاتے ہیں جب کہ قرآن پاک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پوزیشن کس طرح صاف کرتا ہے۔

الغرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بشارت مغفرت سنادی گئی تو آپ نے کہا کہ اے میرے رب آپ نے جیسے اپنے فضل سے مجھ کو عزت۔راحت اور قوت عطا فرمائی اور میری تقصیر کو معاف کیا اس کا شکر یہ ہے کہ میں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

ابن جریر اور متعدد دوسرے مفسرین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عہد میں کہ کبھی مجرموں کی مدد نہ کروں گا یہ مطلب لیا ہے کہ اسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی حکومت سے قطع تعلق کر لینے کا عہد کر لیا کیونکہ وہ ایک ظالم حکومت تھی اور اس نے خدا کی زمین پر ایک مجرمانہ نظام قائم کر رکھا تھا چنانچہ خدا کی قدرت کہ اگلے ہی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے باہر جانے کے سامان ہو گئے جس کی تفصیل انشاء اللہ اگلی آیات میں آئے گی۔

علماء نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عہد سے استدلال کیا ہے کہ ایک مومن کو ظالم کی اعانت سے کامل اجتناب کرنا چاہئے خواہ وہ ظالم ایک فرد ہو یا گروہ یا حکومت وسلطنت۔مشہور تابعی حضرت عطاؒ سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ میرا بھائی بنو امیہ کی حکومت میں کوفے کے گورنر کا کاتب ہے۔معاملات فیصلہ کرنا اس کا کام نہیں ہے۔البتہ جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہ اس کے قلم سے جاری ہوتے ہیں اب اگر یہ نوکری وہ نہ کرے تو مفلس ہو جائے۔حضرت عطاؒ نے جواب میں یہی آیت پڑھی اور فرمایا تیرے بھائی کو چاہئے کہ اپنا قلم پھینک دے رزق دینے والا اللہ ہے۔الغرض اسی قبطی کے موت کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی مگر قاتل کا کچھ پتہ نہ چلا آخر مصریوں نے فرعون کے پاس استغاثہ کیا کہ یہ کام کسی اسرائیلی کا ہے آپ دادرسی فرمائیے۔فرعون نے کہا کہ تم قاتل کا پتہ لگاؤ میں ضرور اس کو سزا دوں گا۔اس مصری کے موت کے دوسرے ہی دن اتفاق سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس کے مارنے والے موسیٰ ہیں۔یہ راز کیسے کھلا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ظلم یا اس کی اعانت سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔یا اللہ تمام برے کاموں اور شیطانی عملوں سے ہم کو بچائیے اور حق کی حمایت اور باطل سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائیے۔یا اللہ! جس کو آپ حکمت اور علم کی دولت عطا فرمادیں تو یہ آپ کا خاص فضل کرم اور احسان ہے۔یا اللہ اپنی شان غفور الرحیمی سے ہماری تمام گذشتہ تقصیرات کو معاف فرمادے اور آئندہ ہر چھوٹی بڑی غلطی سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ

پھر موسیٰ کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور وحشت کی حالت میں کہ اچانک وہی شخص جس نے کل گذشتہ میں اُن سے مدد چاہی تھی وہ پھر اُن کو پکار رہا ہے،

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ

موسیٰ اس سے فرمانے لگے بیشک تو صریح بدراہ آدمی ہے۔ سو جب موسیٰ نے اُس پر ہاتھ بڑھایا جو اُن دونوں کا مخالف تھا

لَهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِنْ تُرِيدُ

وہ اسرائیلی کہنے لگا اے موسیٰ کیا مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی قتل کر چکے ہو بس تم دنیا میں

إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ

اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح کروانا نہیں چاہتے۔اور ایک شخص شہر کے کنارہ سے

رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ

دوڑے ہوئے آئے کہنے لگے کہ اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں سو آپ (یہاں سے) چل دیجئے

فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي

میں آپ کی خیرخواہی کررہا ہوں۔ پس (یہ سُن کر) موسیٰ وہاں سے (کسی طرف کو) نکل گئے خوف اور وحشت کی حالت میں، کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو

مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢١﴾

ان ظالم لوگوں سے بچا لیجئے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَأَصْبَحَ پس صبح ہوئی اس کی | فِي الْمَدِينَةِ شہر میں | خَائِفًا ڈرتا ہوا | يَتَرَقَّبُ انتظار کرتا ہوا | فَإِذَا الَّذِي تو ناگہاں وہ جس | اسْتَنْصَرَهُ اس نے مدد مانگی تھی اس سے | | | |
| بِالْأَمْسِ کل | يَسْتَصْرِخُهُ وہ (پھر) اس سے فریاد کررہا ہے | قَالَ کہا | لَهُ اس کو | مُوسَىٰ موسیٰ | إِنَّكَ بیشک تو | لَغَوِيٌّ البتہ گمراہ | مُبِينٌ کھلا | |
| فَلَمَّا پھر جب | أَنْ کہ | أَرَادَ ان سے چاہا | أَنْ کہ | يَبْطِشَ ہاتھ ڈالے | بِالَّذِي اس پر جو | هُوَ وہ | عَدُوٌّ لَهُمَا ان دونوں کا دشمن | قَالَ اس نے کہا |
| يَا مُوسَىٰ اے موسیٰ | أَتُرِيدُ کیا تو چاہتا ہے | أَنْ کہ | تَقْتُلَنِي تو قتل کردے مجھے | كَمَا قَتَلْتَ جیسے قتل کیا تو نے | نَفْسًا ایک آدمی | | | |
| بِالْأَمْسِ کل | إِنْ نہیں | تُرِيدُ تو چاہتا | إِلَّا مگر صرف | أَنْ تَكُونَ کہ تو ہو | جَبَّارًا زبردستی کرتا | فِي الْأَرْضِ سرزمین میں | وَ اور | |
| مَا تُرِيدُ تو نہیں چاہتا | أَنْ کہ | تَكُونَ تو ہو | مِنَ سے | الْمُصْلِحِينَ (واحد) مصلح | وَجَاءَ اور آیا | رَجُلٌ ایک آدمی | مِنْ سے | |
| أَقْصَى الْمَدِينَةِ شہر کا پرلا سرا | يَسْعَىٰ دوڑتا ہوا | قَالَ اس نے کہا | يَا مُوسَىٰ اے موسیٰ | إِنَّ بیشک | الْمَلَأَ سردار | يَأْتَمِرُونَ وہ مشورہ کر رہے ہیں | | |
| بِكَ تیرے بارے میں | لِيَقْتُلُوكَ تاکہ قتل کر ڈالیں تجھے | فَاخْرُجْ پس تو نکل جا | إِنِّي بیشک میں | لَكَ تیرے لئے | مِنَ سے | النَّاصِحِينَ خیرخواہ | | |

| رَبِّ اے میرے پروردگار | قَالَ اس نے کہا (دعا کی) | يَتَرَقَّبُ انتظار کرتے ہوئے | خَآئِفًا ڈرتے ہوئے | مِنْهَا وہاں سے | فَخَرَجَ پس وہ نکلا |
|---|---|---|---|---|---|
| | | الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کی قوم | مِنَ سے | نَجِّنِيْ مجھے بچا لے | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ مصری اور اسرائیلی کے جھگڑے میں جس میں مصری کی زیادتی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تادیباً تنبیہ کی غرض سے ایک گھونسہ مصری کو رسید کیا اور اتفاق امر کہ وہ گھونسہ لگتے ہی مرگیا جس کا شہر میں چرچا ہوگیا اور فرعون تک شکایت پہنچی جس نے قاتل کا پتہ لگانے کا حکم دیا۔ اس واقعہ سے بجز اس اسرائیلی کے اور کوئی واقف نہ تھا اور چونکہ اس کی حمایت میں یہ واقعہ ہوا تھا اس لئے اس نے اظہار نہیں کیا اور کسی کو اطلاع نہ ہوئی مگر موسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ رہا کہ مقتول کے وارث فرعون کے پاس فریاد لے گئے ہوں گے دیکھئے کس پر جرم ثابت ہو اور مجھ سے کیا سلوک کریں۔ الغرض رات گزری۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ صبح کے وقت آپ اس واقعہ کے نتیجہ کے انتظار اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تو اتفاق امر آپ نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی کسی دوسرے مصری سے جھگڑ رہا ہے اور مصری غالب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور موسیٰ علیہ السلام سے دادرسی کا خواستگار ہوا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوہری ناگواری محسوس کی۔ ایک جانب قبطی کا ظلم تھا دوسری جانب اسرائیلی کا شور وغوغا اور گذشتہ واقعہ کی یاد تھی۔ اس حالت میں ایک طرف تو آپ نے مصری کو باز رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کو بھی جھڑکتے ہوئے فرمایا کہ بیشک تو صریح بدراہ آدمی ہے کہ روز جھگڑے مول لے کر داد فریاد کیا کرتا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو ہاتھ بڑھاتے اور پھر اپنے متعلق تلخ و ناگوار الفاظ کہتے سنا تو یہ سمجھا کہ مجھ کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مجھ کو گرفت میں لینا چاہتے ہیں اس لئے فوراً چیخ اٹھا کہ کل آپ نے اس قبطی کو مار ڈالا آج میری جان لینا چاہتے ہیں مصری نے جب یہ سنا تو اسی وقت فرعونیوں سے کہہ کر ساری داستان جا سنائی۔ اب تک کل کے قبطی کا قتل جو پردۂ راز میں تھا وہ ظاہر ہوگیا۔ چنانچہ فرعون کو اطلاع دی گئی کہ کل کے مصری کے قاتل موسیٰ ہیں فرعون نے جو یہ سنا تو جلاد کو حکم دیا کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے حاضر کرے اور مشورہ میں موسیٰ علیہ السلام کا قتل کرنا طے پایا۔ مصریوں کے اس مجمع میں ایک نیک طینت اور پاک باطن شخص بھی تھا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی ہمدردی اور خیر خواہی پیدا کردی تھی۔ اس نے فرعون کا جو یہ حکم سنا تو فرعونی جلادوں سے پہلے ہی دربار سے نکل کر بعجلت تمام دوڑتا بھاگتا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے سارا قصہ بیان کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ آپ فی الفور شہر چھوڑ کر چلے جائیں اور کہیں ایسی جگہ چلے جائیں جہاں مصریوں کی دسترس نہ ہوسکے۔ ورنہ آپ کی جان اب سخت خطرہ میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مشورہ کو قبول کیا اور خدا سے دعا کی اور ڈرتے ڈرتے مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو راستہ سے واقف نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ سیدھے راستہ پر چلائیے اور ان ظالموں سے بچائیے۔

لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو راستہ سے واقف نہ تھے اور چونکہ فرعون کے خوف سے نکلے تھے آپ کے ہمراہ نہ کوئی رفیق رہنما تھا اور نہ زادراہ اور تیز روی کی وجہ سے برہنہ پا تھے لکھا ہے کہ اس تمام سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھی اور برہنہ پا ہونے کی وجہ سے سفر کی طوالت نے پاؤں کے تلوؤں کی کھال تک اڑادی تھی۔ اس پریشان حالی میں موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین آٹھ دس دن کی مسافت پر پہنچے۔ اب جب مدین کی سرزمین میں پہنچے تو وہاں کیا حالات و واقعات پیش آئے یہ اگلی آیات میں ظاہر کر دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِیْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا

اور جب موسیٰ مدین کی طرف ہولئے کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو سیدھا راستہ چلائے گا۔اور جب

وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ۖ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ

مدین کے پانی (یعنی کنویں) پر پہنچے تو اُس پر آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے،اور ان لوگوں سے ایک طرف (الگ) کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنی بکریاں) روکے کھڑی ہیں،

امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ ٜ وَاَبُوْنَا

موسیٰ نے (اُن سے پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے وہ دونوں بولیں کہ ہم (اپنے جانوروں کو) اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک یہ چرواہے پانی پلا کر (جانوروں کو) ہٹا کر نہ لیجاویں اور ہمارے باپ

شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ

بہت بوڑھے ہیں۔پس یہ (سن کر) موسیٰ نے اُن کیلئے پانی (کھینچ کر اُن کے جانوروں کو) پلایا پھر (وہاں سے) ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے پھر (دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس وقت جو نعمت بھی

فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَاۗءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاۗءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ

آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔سو موسیٰ کے پاس ایک لڑکی آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بُلاتے ہیں تا کہ تم کو اس کا صلہ دیں

مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڣ نَجَوْتَ

جو تم نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلا دیا تھا سو جب اُن کے پاس پہنچے اور اُن سے تمام حال بیان کیا تو اُنہوں نے کہا کہ (اب) اندیشہ نہ کرو

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

تم ظالم لوگوں سے بچ آئے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَمَّا اور جب | تَوَجَّهَ اس نے رُخ کیا | تِلْقَآءَ طرف | مَدْيَنَ مدین | قَالَ کہا | عَسٰى امید ہے | رَبِّیْٓ میرا رب | اَنْ يَّهْدِيَنِیْ کہ مجھے دکھائے | |
| سَوَآءَ السَّبِيْلِ سیدھا راستہ | وَلَمَّا اور جب | وَرَدَ وہ آیا | مَآءَ پانی | مَدْيَنَ مدین | وَجَدَ اس نے پایا | عَلَيْهِ اس پر | اُمَّةً ایک گروہ | مِنَ سے۔کا |
| النَّاسِ لوگ | يَسْقُوْنَ پانی پلا رہے ہیں | وَوَجَدَ اور اس نے پایا (دیکھا) | مِنْ دُوْنِهِمُ ان سے علیحدہ | امْرَاَتَيْنِ دو عورتیں | تَذُوْدٰنِ روکے ہوئے ہیں | | | |
| قَالَ اس نے کہا | مَا خَطْبُكُمَا تمہارا کیا حال ہے | قَالَتَا وہ دونوں بولیں | لَا نَسْقِيْ ہم پانی نہیں پلاتیں | حَتّٰى جب تک کہ | يُصْدِرَ واپس لے جائیں | | | |
| الرِّعَاۗءُ چرواہے | وَاَبُوْنَا اور ہمارے ابا | شَيْخٌ كَبِيْرٌ بہت بوڑھے | فَسَقٰى تو اس نے پانی پلایا | لَهُمَا ان کے لئے | ثُمَّ تَوَلّٰٓى پھر وہ پھر آیا | اِلَى الظِّلِّ سایہ کی طرف | | |
| فَقَالَ پھر عرض کیا | رَبِّ اے میرے رب | اِنِّىْ بیشک میں | لِمَآ اس کا جو | اَنْزَلْتَ تو اُتارے | اِلَيَّ میری طرف | مِنْ خَيْرٍ کوئی بھلائی (نعمت) | | |
| فَقِيْرٌ محتاج | فَجَاۗءَتْهُ پھر اسکے پاس آئی | اِحْدٰىهُمَا اُن دونوں میں سے ایک | تَمْشِيْ چلتی ہوئی | عَلَى اسْتِحْيَاۗءٍ شرم سے | قَالَتْ وہ بولی | اِنَّ بیشک | | |
| اَبِيْ میرا والد | يَدْعُوْكَ تجھے بلاتا ہے | لِيَجْزِيَكَ تاکہ تجھے دے وہ | اَجْرَ صلہ | مَا سَقَيْتَ جو تو نے پانی پلایا | لَنَا ہمارے لئے | فَلَمَّا پس جب | | |

| جَآءَهٗ اس کے پاس گیا | وَ قَصَّ اور بیان کیا | عَلَيْهِ اس سے | الْقَصَصَ احوال | قَالَ اس نے کہا | لَا تَخَفْ ڈرو نہیں | نَجَوْتَ تم بچ آئے |
|---|---|---|---|---|---|---|
| | مِنَ سے | الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کی قوم | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ قبطی کے قتل کا راز معلوم ہو جانے پر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور مشورہ میں طے پایا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے۔ تو جس وقت فرعون کے دربار میں یہ مشورہ ہو رہا تھا ایک نیک طینت کے دل میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ہمدردی پیدا فرما دی اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلدی سے واقعہ کی اطلاع دے کر مشورہ دیا کہ آپ فوراً اب شہر سے کہیں نکل جائیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ تن وتنہا سفر وہ بھی پیادہ پا۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ کانٹوں نے پاؤں چھلنی کر دیئے پھر راستہ میں کچھ کھانے پینے کو نہ ملا۔ درختوں کے پتوں۔ پر گزر کی۔ راستہ معلوم نہ تھا سفر کے عادی نہ تھے۔ شدائد کو برداشت کرنے کے خوگر نہ تھے لیکن اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہوئے۔ اللہ کے منتخب اور برگزیدہ بندے وہی ہیں جو عیش وراحت میں پڑ کر نہ خدا کو بھولتے ہیں نہ رنج وغم میں اپنا مرکز توجہ اس سے ہٹاتے ہیں۔ سکھ میں یاد الٰہی اور دکھ میں صبر وامید قائم رکھتے ہیں۔ اور چونکہ مقبولین کا عیش وسرور اور غم والم مراتب اور درجات میں اضافہ کرنے کے لئے ہوتا ہے اس لئے ان کو نہ راحت میں غرور پیدا ہوتا ہے اور نہ دکھ میں شکوہ۔ پھر ایسے بندوں کی کارسازی عالم غیب سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ راہ نجات اور طریق کامرانی خود ان کو بتا دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی یہی حالت تھی۔ اگرچہ آپ نے فرعون کے محل میں شاہزادوں کی طرح پرورش پائی تھی لیکن فرعون کی پرجبروت طاقت اور شاہانہ عیش وآرام نے فرعونی مذہب کی طرف آپ کو مائل نہیں کیا۔ اور غیر اللہ کی پرستش سے آپ کو فطری نفرت رہی اور فرعون کی ظلم وزیادتی سے آپ بیزار ہو گئے تھے جس کی بنا پر آپ نے حق تعالیٰ سے عہد فرمایا تھا **فلن اکون ظهيراً للمجرمين**۔ سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا اور آپ نے فرعون اور اس کی حکومت سے قطع تعلق کر لینے کا عہد کر لیا تھا کیونکہ وہ ظالم اور مجرم حکومت تھی تو اصل بات تو یہ تھی لیکن اتفاقاً قتل قبطی کا واقعہ پیش آ گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے ساری راحت ونعمت پر لات مار کر مصر سے روانہ ہو گئے۔ اس وقت ممکن تھا کہ نیچے کی جانب اتر کر افریقہ کے صحرا میں چلے جاتے یا کسی اور طرف کا رخ کر لیتے لیکن بمشیت الٰہی آپ مدین کے راستہ پر پڑ گئے۔ لکھا ہے کہ مصر سے مدین کو تین راستہ گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درمیانی راستہ اختیار کیا تھا اور یہ صرف غیبی رہنمائی تھی۔ اور آپ کا پیچھا کرنے والے فرعونی سپاہی دائیں بائیں کے راستوں پر گئے۔ الغرض آپ بھوکے پیاسے اور پریشان حالی میں مدین جو مصر سے آٹھ دس دن کی مسافت پر تھا پہنچے جب مدین کی سرزمین پر قدم رکھا تو ایک جگہ دیکھا کہ کنوئیں کے سامنے گڈریوں اور چرواہوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور جانوروں کو پانی پلایا جا رہا ہے مگر اس جماعت اور بھیڑ سے ذرا فاصلہ پر دو لڑکیاں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو پانی پر جانے سے روک رہی ہیں۔ اور خاموشی سے مجمع کے منتشر ہو جانے کا انتظار کر رہی ہیں موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر یہ بے چاری عورتیں نہ پانی نکال کر پلا سکتی ہیں اور نہ دوسرے چرواہوں میں سے کوئی اس کا روادار ہے کہ اپنے کھینچے ہوئے پانی میں سے ان کی بکریوں کو بھی پلا دے۔ تو آپ کو رحم وترس آیا اور آگے بڑھ کر لڑکیوں سے پوچھا کہ تم پانی کیوں نہیں پلاتیں۔ پیچھے کس لئے کھڑی ہو تو ان میں سے ایک نے دونوں کی طرف

سے جواب دیا کہ ہم تو پانی نکال نہیں سکتے۔ جب یہ دوسرے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیں گے۔ ہمارے والد ہیں لیکن وہ بہت ہی بوڑھے ہیں اس لئے مجبوراً ہم کو خود یہ کام کرنا پڑتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ترس آیا اور کمزور کی اعانت کا جذبہ کارفرما ہوا۔ آپ آگے بڑھے اور تمام بھیڑ کو چیرتے ہوئے کنویں پر جا پہنچے اور کنویں کا بڑا ڈول اٹھایا اور تنہا کھینچ کر لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔ لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مجمع کو چیرتے ہوئے کنویں کے پاس جانے لگے تو اگرچہ لوگوں کو ناگوار گزرا مگر آپ کی پرجلال صورت اور جسمانی طاقت سے مرعوب ہو گئے اور ڈول کو تنہا کھینچتے دیکھ کر آپ کی قوت کو مان گئے۔ غرض ان لڑکیوں کے گلے نے پانی پی لیا تو وہ گھر کو واپس چلیں۔ گھر پہنچیں تو خلاف عادت جلد واپسی پر ان کے والد کو تعجب ہوا اور دریافت کرنے پر لڑکیوں نے تمام ماجرا کہہ سنایا کہ کس طرح ایک نوجوان نے جو نووارد اور مسافر معلوم ہوتا تھا ان کی مدد کی۔ ان کے والد نے کہا کہ جاؤ اور ان کو میرے پاس لے آؤ۔ اکثر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ لڑکیوں کے باپ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ تو ادھر تو باپ بیٹی کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پانی پلانے کے بعد قریب ہی ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ کر ستانے لگے۔ مسافرت۔ غربت اور پھر بھوک پیاس۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر اے پروردگار تو جو عافیت اور بھلائی مجھے عطا فرمائے میں اس کا محتاج ہوں یعنی غریب الوطن بھی ہوں۔ کوئی دوست یا رشتہ دار بھی ساتھ نہیں۔ مفلس بھی ہوں۔ فاقہ سے بھی ہوں۔ تھکا ماندہ بھی ہوں اس وقت جو بھی بہتر سامان تو اپنی قدرت سے کر دے میں اس کا ضرورتمند اور محتاج ہوں۔ ابھی موسیٰ علیہ السلام دعاء سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک لڑکی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی جیسا کہ شریف اور پاکباز عورتوں کا قاعدہ ہے۔ شرم وحیا سے اپنی چادر میں لپٹی ہوئی۔ منہ بھی چادر کے کنارے سے چھپائے ہوئے۔ چنانچہ نیچی نظریں کئے ہوئے لڑکی نے کہا "آپ ہمارے گھر چلئے۔ ہمارے والد بلاتے ہیں وہ آپ کے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ خدا نے میری دعا سن لی اور یہ اسی کا پیش خیمہ ہے اس لئے چلنا ہی بہتر ہے اور اس دعوت کو رد کرنا مناسب نہیں۔ چنانچہ آپ چلنے کے لئے کھڑے ہوئے اور لڑکی کو ہدایت فرمائی کہ میں آگے چلوں گا تم پیچھے پیچھے چلو چنانچہ لڑکی پیچھے پیچھے راستہ بتلاتی گھر لے کر پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام ان بزرگ صورت وسیرت انسان کی خدمت میں پہنچ کر شرف ملاقات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ان بزرگ نے پہلے کھانا کھلایا اور پھر اطمینان کے ساتھ بٹھا کر ان کے حالات سنے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے من وعن اپنی ولادت وحسب نسب سے شروع کر کے آخر تک ساری داستان کہہ سنائی۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اب تم کچھ اندیشہ نہ کرو۔ یہاں فرعون کی دسترس نہ ہوگی۔ تم ظالموں کے پنجہ سے نکل آئے۔ خدا کا شکر کرو اب کوئی خوف کا مقام نہیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ جن کے رتبہ ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔ سب سے سخت امتحان اور ابتلاء انبیاء کا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لق ودق صحرا میں بھوکا پیاسا پیادہ پا حالت خوف میں سفر کرانا یہ آپ کی آزمائش تھی اس میں تعلیم اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگر راحت وعیش کے بعد مصیبت آپڑے تو آدمی کو صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے۔ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ سیدھا راستہ ملنے کی دعا اسی سے کرنا چاہئے۔ جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ پھر یہاں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ کمزوروں کی خدمت بغیر لالچ کے

کرنی اہل طاقت کا شعار ہونا چاہئے اور پھر خدمت کر کے احسان جتانا اہل ایمان وصلاح کا شیوہ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی لڑکیوں پر اپنی خدمت کا احسان نہ رکھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر محرم سے بضرورت بخلوص نیت کلام کرنا جائز ہے لیکن بلا ضرورت ناجائز ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا اول لڑکیوں سے ان کا کام دریافت کیا پھر خاموشی سے کام کرنے کے بعد کوئی گفتگو نہ کی ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کمزور کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی پروردگار عالم غیب سے اجر عطا فرماتا ہے اور ایسا عظیم الشان اجر عطا فرماتا ہے کہ جو خدمت سے زیادہ ہوتا ہے مگر بیکسوں کی خدمت کے وقت معاوضہ کی خواہش دل میں نہ ہونی چاہئے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس خدمت کے عوض وہ اجر ملا جس کا آپ کو گمان بھی نہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ اے میرے پروردگار آپ جو نعمت بھی عطا کریں میں اس کا حاجتمند ہوں۔ اس کے متعلق بزرگان دین نے لکھا ہے کہ سخت حاجت کی حالت میں بندہ کا اضطراری کیفیت سے اس دعا کا مانگنا تجربہ سے اکسیر ثابت ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقبولین کی اتباع میں سخت حاجت کی حالت میں اس دعا کے ذریعہ اپنے طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس دعا کے کیا برکات وثمرات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوئے۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ! آپ ہم کو جس حال میں بھی رکھیں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو راحت یا تکلیف جو بھی پیش آئے ہر حال میں صبر وشکر کی توفیق نصیب ہو۔ اور آپ کی غیبی امداد اور نصرت ہمارے شامل حال ہو۔

یا اللہ آپ کی رضا کے لئے ہمیں بھی اپنے ضعیف اور کمزور بندوں کی خدمت کی توفیق اور مواقع نصیب فرما۔

یا اللہ آپ اپنے مقبولین ومحبوبین کا امتحان وآزمائش بھی سخت لیتے ہیں۔ ہم ضعیف الایمان ہیں کسی ابتلا اور آزمائش کی طاقت نہیں رکھتے۔

یا اللہ ہمارے ساتھ اپنے کرم سے احسان ہی کا معاملہ فرمائیں اور ہماری ہر مشکل کو آسان فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ‌ اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ‏ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّىۡۤ اُرِيۡدُ

ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط امانت دار ہو۔وہ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں

اَنۡ اُنۡكِحَكَ اِحۡدَى ابۡنَتَىَّ هٰتَيۡنِ عَلٰٓى اَنۡ تَاۡجُرَنِىۡ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ‌ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا

کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو، پھر اگر تم دس سال پورے کردو

فَمِنۡ عِنۡدِكَ‌ۚ وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَيۡكَ‌ؕ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ‏ ﴿۲۷﴾

تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے،اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھ کو ان شاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے۔

قَالَ ذٰلِكَ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكَ‌ؕ اَيَّمَا الۡاَجَلَيۡنِ قَضَيۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَىَّ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوۡلُ وَكِيۡلٌ‏ ﴿۲۸﴾

موسیٰ کہنے لگے کہ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان (پکی) ہو چکی، میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو بھی پوری کردوں، مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا، اور ہم جو (معاملہ کی) بات چیت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا گواہ (کافی) ہے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَتۡ بولی وہ | اِحۡدٰىهُمَا ان میں سے ایک | يٰۤاَبَتِ اے میرے باپ | اسۡتَاۡجِرۡهُ اسے ملازم رکھ لو | اِنَّ بیشک | خَيۡرَ بہتر | مَنِ جو۔جسے | | |
| اسۡتَاۡجَرۡتَ تم ملازم رکھو | الۡقَوِىُّ طاقتور | الۡاَمِيۡنُ امانت دار | قَالَ (شعیب نے) کہا | اِنِّىۡۤ اُرِيۡدُ بیشک میں چاہتا ہوں | اَنۡ کہ | اُنۡكِحَكَ نکاح کردوں تجھ سے | | |
| اِحۡدَى ایک | ابۡنَتَىَّ اپنی دو بیٹیاں | هٰتَيۡنِ یہ دو | عَلٰٓى (اس شرط) پر | اَنۡ کہ | تَاۡجُرَنِىۡ تم میری ملازمت کرو | ثَمٰنِىَ حِجَجٍ آٹھ سال | فَاِنۡ پھر اگر | |
| اَتۡمَمۡتَ تم پورے کرو | عَشۡرًا دس | فَمِنۡ عِنۡدِكَ تو تمہاری طرف سے | وَ اور | مَاۤ اُرِيۡدُ نہیں چاہتا میں | اَنۡ اَشُقَّ کہ میں مشقت ڈالوں | عَلَيۡكَ تم پر | | |
| سَتَجِدُنِىۡۤ عنقریب تم پاؤ گے مجھے | اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا) | مِنَ سے | الصّٰلِحِيۡنَ نیک (خوش معاملہ) لوگ | قَالَ اس نے کہا | | | | |
| ذٰلِكَ یہ | بَيۡنِىۡ میرے درمیان | وَبَيۡنَكَ اور تمہارے درمیان | اَيَّمَا جو | الۡاَجَلَيۡنِ مدت دونوں میں | قَضَيۡتُ میں پوری کروں | فَلَا عُدۡوَانَ کوئی جبر (مطالبہ) نہیں | | |
| عَلَىَّ مجھ پر | وَاللّٰهُ اور اللہ | عَلٰى پر | مَا نَقُوۡلُ جو ہم کہہ رہے ہیں | وَكِيۡلٌ گواہ | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ مصر سے نکل کر کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام قبیلہ مدین کے بزرگ میزبان حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے سارا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سن کر اپنی پیغمبرانہ فراست سے سمجھ لیا ہوگا کہ آج مدین میں کس درجہ برگزیدہ مسافر وارد ہوا ہے یا الہام کے ذریعہ سے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلیل القدر اور اولوالعزم ہونا معلوم ہوگیا ہو اور ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے حضرت شعیب علیہ السلام مامور ہوگئے ہوں کہ موسیٰ کو اپنے پاس رکھو تا کہ ان کی روح میں روشنی قلب میں سکون اور قوتوں میں اعتدال پیدا ہوجائے اور آپ کی فطرت اور طبیعت اس خاص معیار پر پہنچ جائے جس کے لئے مشیت ایزدی پہلے سے مقدر ہو چکی تھی اور جس کی بشارت آپ کی ولادت ہی کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کو دے دی گئی تھی یعنی منصب نبوت ملنے کی۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اب حضرت شعیب علیہ السلام کے مہمان تھے۔

اب آگے کے واقعات وحالات ان آیات میں بیان کئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ وہی صاحبزادی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کنویں پر سے بلانے گئی تھیں انہوں نے اپنے والد

سے کہا آپ اس مہمان کو اپنے مویشیوں کے چرانے اور پانی وغیرہ پلانے کے لئے ملازم رکھ لیجئے اس وجہ سے کہ بہترین ملازم کی دو صفتیں ہیں۔قوت اور امانت اور یہ دونوں صفتیں ان میں موجود ہیں۔مفسرین نے لکھا ہے کہ اس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے بیٹی سے دریافت کیا کہ تم کو اس مہمان کی قوت و امانت کا حال کیا معلوم؟ تو لڑکی نے جواب دیا کہ مہمان کی قوت کا اندازہ تو اس سے کیا کہ پورے مجمع کو ہٹا کر کنویں کا بڑا ڈول جو کئی آدمی مل کر کھینچتے ہوں گے انہوں نے تنہا بھر کر کھینچ لیا اور امانت کا اندازہ اس طرح ہوا کہ جب میں ان کو بلانے گئی تو انہوں نے مجھے دیکھ کر نیچی نظریں کر لیں اور گفتگو کے دوران میں ایک مرتبہ بھی میری طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا اور جب گھر آنے لگے تو مجھ کو پیچھے چلنے کو کہا اور خود آگے چلے اور صرف اشاروں سے میں ان کی رہنمائی کرتی رہی۔ بزرگ باپ نے بیٹی کی ان باتوں کو سنا تو بہت مسرور ہوئے اور بیٹی کے مشورہ پر غور کرنے کے بعد آپ نے یہ رائے قائم کی کہ آدمی شریف سہی مگر جوان بیٹیوں کے گھر میں ایک جوان تندرست و توانا آدمی کو یونہی ملازم رکھ چھوڑنا مناسب نہیں۔ جب یہ شریف تعلیم یافتہ، مہذب اور خاندانی آدمی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کا قصہ سن کر انہیں سب معلوم ہو چکا تھا تو کیوں نہ انہیں داماد بنا کر ہی گھر میں رکھا جائے اس رائے پر پہنچنے کے بعد آپ نے کسی مناسب وقت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم کم از کم آٹھ سال تک میری خدمت میں رہو اور اگر دو سال تم اپنی مرضی سے زائد کر دو تو یہ تمہارا احسان ہے۔اور میں کوئی سخت خدمت تم سے نہیں لوں گا تم کو میرے پاس رہ کر انشاء اللہ خود تجربہ ہو جائے گا کہ میں بری طبیعت کا آدمی نہیں بلکہ خدا کے فضل سے نیک بخت ہوں۔میری صحبت میں تم گھبراؤ گے نہیں بلکہ مناسبت طبع کی وجہ سے انس حاصل کرو گے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اس وقت کسی ٹھکانے کے طالب تھے آپ نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور کہا کہ میں نے اس شرط کو منظور کر لیا۔اب یہ میری خوشی پر چھوڑیئے کہ میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو چاہوں پورا کر دوں یعنی ۸ سال کی مدت یا ۱۰ سال کی مدت۔اگر میں نے آٹھ سال آپ کا کام کیا اور پھر جانا چاہا تو آپ کو مزید دو سال روکنے کا حق نہ ہوگا اور ہماری اس قرارداد کا خدا کفیل ہے۔ یعنی خدا گواہ کر کے ہم یہ اقرار کرتے ہیں۔طرفین کی اس باہمی رضامندی کے بعد بزرگ میزبان نے اس بیان کردہ مدت کو مہر قرار دے کر موسیٰ علیہ السلام سے اس بیٹی کا عقد کر دیا۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ۸ سال کے قیام کی شرط کیوں لگائی تھی؟ اس کے دو سبب ہیں اول تو وہی کہ جس کی آپ نے خود بھی صراحت کر دی تھی کہ مجھے کام کاج کی ضرورت ہے کہ میں کمزور بوڑھا ہوں گھر کی دیکھ بھال اور کاروبار کی سرانجام دہی نہیں کر سکتا۔دوسرا حقیقی سبب یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی عزت و بزرگی اور صلاح و استعداد سے بفراست یا بالہام حضرت شعیب علیہ السلام واقف ہو چکے تھے اور پورا قصہ سننے کے بعد سمجھ گئے تھے کہ موسیٰ خدا کا کوئی برگزیدہ بندہ ہے اس لئے اپنے دامن نبوت کے زیر سایہ ایک مدت تک موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنا ضروری سمجھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں کتنی مدت رہے؟ تو ۸ سال کی مدت تو بطور لزوم قرآن پاک سے ظاہر ہی ہے کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے معاہدہ کر لیا تو اس کو پورا بھی کیا ہوگا لیکن حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے آٹھ کی بجائے دس سال کی مدت پوری کی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے وہ مدت پوری کی جو زیادہ کامل اوران کے خسر کے لئے زیادہ خوشگوار تھی یعنی ۱۰ سال۔
اس موقع پر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ اپنی تفسیر موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وطن سے نکلے اور آٹھ برس پیچھے آکر مکہ فتح کیا اور اگر چاہتے تو اسی وقت کافروں سے شہر خالی کرا لیتے لیکن اپنی خوشی سے ۱۰ برس پیچھے کافروں سے پاک کیا۔" بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معاہدہ کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہنا شروع کیا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے بکریاں چرانے کی خدمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کی۔ گویا فرعون کے محل سراؤں میں پلا ہوا شاہزادہ اب مدین کا ایک چرواہا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بکریاں چرانے کی خدمت سپرد کرنے سے غالباً اس طرف ایماء ہے کہ آگے چل کر انسانوں کے ریوڑ کو چرانا ہوگا۔ بھیڑ بکری بہت ہی کم عقل جانور ہے۔ جدھر سے روکو پھر اسی طرف جاتی ہے۔ اور کمزور بھی ہے کہ ایک لٹھ میں مر بھی سکتی ہے اور بھیڑیا خصوصیت کے ساتھ اس کو شکار کرنے کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ چرواہے کو بہت ضبط وتحمل محبت اور چوکسی سے کام کرنا پڑتا ہے۔ نبی کو بھی انہی احوال سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ شیطان بھیڑیا ہے۔ ہر شخص کو شکار کرنے کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ اس سے حفاظت کرنی۔ نافرمان انسانوں کی نافرمانی پر ضبط کرنا اور باوجود ان کی مخالفت وعداوت کے ہر وقت ان کی اصلاح میں سرگرم رہنا معمولی کام نہیں۔ خواہش اور غیض وغضب کے تمام جذبات کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ قوت عقلیہ کی روشنی میں انسانوں کی چوکسی کرنی پڑتی ہے۔ تو چونکہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی ہونا تھا اس وجہ سے آپ کو بکریاں چرانے کی خدمت سپرد کی گئی۔ اور بکریاں چرانے کی یہ حکمت نہ صرف موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے بلکہ ہر نبی اور پیغمبر نے اسی حکمت کے ماتحت بکریاں چرائی ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی مزدوری پر چرائی ہیں۔

الغرض موسیٰ علیہ السلام نے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے دس سال کی مدت کو پورا فرمایا اور پھر اس مدت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی اجازت سے اپنی اہلیہ کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہونے کے ارادے سے مدین سے رخصت ہوئے تو بعد کے واقعات وحالات اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری ظاہری و باطنی تربیت وہدایت کے سامان غیب سے فرمادیں۔ اور ہر حال میں کرم وفضل کا معاملہ ہم سے فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں ہم کو خوش معاملہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح سے ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی شریعت مطہرہ کا ظاہر میں اور باطن میں پابند بنائیں اور ہمارے دین کی حفاظت کاملہ فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ

غرض جب موسیٰ اس مدت کو پُورا کر چکے اور (باجازت شعیبؑ کے) اپنی بی بی کو لے کر روانہ ہوئے تو اُن کو کوہ طور کی طرف سے ایک آگ دکھلائی دی، انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا

امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

کہ تم (یہاں ہی) ٹھیرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید میں تمہارے پاس وہاں سے (راستہ کی) کچھ خبر لاؤں یا کوئی آگ کا انگارا لے آؤں

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ

تاکہ تم سینکو۔سو جب وہ اُس آگ کے پاس پہنچے تو اُن کو اس میدان کی داہنی جانب سے اس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی

یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں۔اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈالدو، سو اُنہوں نے جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ ہوتا ہے

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ یَدَكَ

تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا (حکم ہوا کہ) اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن میں ہو۔تم اپنا ہاتھ

فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ

گریبان کے اندر ڈالو وہ بلا کسی مرض کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور خوف (رفع کرنے) کے واسطے اپنا ہاتھ (پھر) اپنے (گریبان) سے ملا لینا

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

سو یہ دو سندیں ہیں تمہارے رب کی طرب سے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے واسطے کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

فَلَمَّا پھر جب | قَضٰى پوری کردی | مُوْسَى موسیٰ | الْاَجَلَ مدت | وَسَارَ اور چلا وہ | بِاَهْلِهٖ ساتھ اپنے گھر والی | اٰنَسَ اس نے دیکھی | مِنْ سے

جَانِبِ طرف | الطُّوْرِ کوہ طور | نَارًا ایک آگ | قَالَ اس نے کہا | لِاَهْلِهِ اپنے گھر والوں سے | امْكُثُوْۤا تم ٹھہرو | اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ بیشک میں نے دیکھی

نَارًا آگ | لَّعَلِّیْۤ شاید میں | اٰتِیْكُمْ میں لاؤں تمہارے لئے | مِّنْهَا اس سے | بِخَبَرٍ کوئی خبر | اَوْ جَذْوَةٍ یا چنگاری | مِّنَ النَّارِ آگ سے | لَعَلَّكُمْ تاکہ تم

تَصْطَلُوْنَ آگ تاپو | فَلَمَّا پھر جب | اَتٰىهَا وہ آیا اسکے پاس | نُوْدِیَ ندا دی گئی | مِنْ شَاطِئِ کنارہ سے | الْوَادِ الْاَیْمَنِ میدان دایاں | فِی الْبُقْعَةِ جگہ میں

الْمُبٰرَكَةِ برکت والی | مِنَ الشَّجَرَةِ ایک درخت سے | اَنْ کہ | یّٰمُوْسٰۤى اے موسیٰ | اِنِّیْۤ اَنَا بیشک میں | اللّٰهُ اللہ | رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ جہانوں کا پروردگار

وَاَنْ اور یہ کہ | اَلْقِ ڈالو | عَصَاكَ اپنا عصا | فَلَمَّا رَاٰهَا پھر جب اس نے اسے دیکھا | تَهْتَزُّ لہراتے ہوئے | كَاَنَّهَا گویا کہ وہ | جَآنٌّ سانپ | وَلّٰى وہ لوٹا

مُدْبِرًا پیٹھ پھیر کر | وَ اور | لَمْ یُعَقِّبْ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا | یٰمُوْسٰى اے موسیٰ | اَقْبِلْ آگے آ | وَ اور | لَا تَخَفْ تو ڈر نہیں | اِنَّكَ بیشک تو | مِنَ سے

الْاٰمِنِیْنَ امن پانے والے | اُسْلُكْ تو ڈال لے | یَدَكَ اپنا ہاتھ | فِیْ جَیْبِكَ اپنے گریبان | تَخْرُجْ وہ نکلے گا | بَیْضَآءَ روشن سفید | مِنْ سے۔کے

| غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی عیب | وَاضْمُمْ اور ملالینا | اِلَيْكَ اپنی طرف | جَنَاحَكَ اپنی بازو | مِنَ الرَّهْبِ خوف سے | فَذٰنِكَ پس یہ دونوں | بُرْهَانٰنِ دو دلیلیں | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب (کی طرف) سے | اِلٰى طرف | فِرْعَوْنَ فرعون | وَمَلَا۟ئِهٖ اور اسکے سردار | اِنَّهُمْ بیشک وہ | كَانُوْا ہیں | قَوْمًا ایک گروہ | فٰسِقِيْنَ نافرمان |

تفسیر وتشریح:۔ ابتدا سے اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کس قدر حیرت افزا اور تعجب خیز ہیں۔ وقت کی سب سے بڑی سلطنت کا جابر وقاہر حکمراں نجومیوں کی دی ہوئی تعبیر پر کہ غلام قوم میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کی حکومت اور اس کی قوم کے لئے ہلاکت کا موجب ہوگا اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے شاہی فرمان سے غلام قوم میں پیدا ہونے والے ہزارہا معصوم بچے قتل کئے جا چکے ہیں لیکن جب یہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی پرورش اس کے سب سے بڑے دشمن سے کرائی جاتی ہے۔ اس طرح شاہانہ نوازشات میں ناز ونعم سے پل کر جوان ہوتے ہیں تو ایک دن ایک مصری کے قتل کا راز فاش ہونے سے آپ کو مجبوراً بالکل غیر متوقع طور پر ان تمام آسائشوں اور راحتوں کو خیر باد کہہ کر ایک اجنبی اور غیر ملک کی طرف تن تنہا جانا پڑتا ہے جہاں نہ کوئی مونس وغمگسار ہے۔ نہ کوئی ہمدرد و خیر خواہ۔ یہاں اتفاقیہ کنویں پر دو لڑکیاں دیکھتے ہیں جن کی بے بسی کمزوری اور لاچاری پر ترس کھا کر آپ ان کے لئے پانی کنویں سے کھینچ دیتے ہیں اور اس طرح ان لڑکیوں کے والد محترم تک آپ کی رسائی ہوتی ہے جو بالآخر اس اجنبی وطن میں صرف آپ کو مہمان ہی نہیں بلکہ اپنا داماد بھی بنا لیتے ہیں۔ وہ لوگ جو پیغمبر اور اہل اللہ کی زندگی میں معجزوں اور عجوبوں کی تلاش میں بھٹکتے ہیں اگر وہ ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ خود ان کی زندگی ہی سراسر معجزہ اور عجوبہ ہوتی ہے۔ اگرچہ اب تک اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر ظاہر ہو چکے تھے مگر ابھی سب سے بڑا انعام ظاہر ہونا باقی تھا اور وہ تھا ظہور منصب نبوت جس کی استعداد کی تکمیل کے لئے دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں آپ کو رکھا گیا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ دس سال کی موعودہ مدت پوری کرنے کے بعد آپ کو اپنے رشتہ داروں کو دیکھنے کا شوق ہوا تو مصر کو پھر آنے کا ارادہ کیا چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی اجازت سے اپنی اہلیہ اور کچھ بکریوں کو ساتھ لے کر پیادہ پا چل دیئے۔ دوران سفر ایک جگہ راستہ گم ہو گیا۔ رات کا وقت۔ سردی کا زمانہ مجبوراً کوہ طور کے پاس وادی طویٰ میں ایک گوشہ میں ٹھہر گئے۔ اب جو چاروں طرف نظر دوڑائی تو ایک جانب سے آگ کی روشنی نظر آئی۔ آپ نے اس کو ظاہری دنیا کی آگ سمجھ کر اہلیہ سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے تاپنے کے لئے آگ لے آؤں اور وہاں کوئی رہبر مل گیا تو راستہ کا پتہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اسی موقع پر کسی شاعر نے کیا خوب کیا ہے۔

خدا کے فضل کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

تو جس روشنی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ سمجھا تھا وہ آگ نہ تھی بلکہ تجلی الٰہی کا نور تھا۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام اس روشنی کے پاس پہنچے تو عجیب منظر دیکھا کہ ایک درخت سے عجیب وغریب اور پرہیبت شعلے بھڑک رہے ہیں اور آگ جس قدر بڑھتی ہے درخت اسی قدر زیادہ سرسبز وشاداب ہوتا جاتا ہے اور جوں جوں درخت کی سرسبزی وشادابی میں اضافہ ہوتا ہے آگ کا اشتعال بھی تیز ہوتا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قریب جانے کا قصد کرتے ہیں کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اٹھا لائیں مگر جتنا وہ آگے بڑھتے ہیں آگ

پیچھے ہٹتی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو کچھ خوف سا پیدا ہوا۔ ارادہ کیا کہ واپس ہو جائیں اور جوں ہی آپ پلٹنے لگے آگ قریب آ گئی۔ اسی حیرت کے عالم میں ایک آواز آتی ہے کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں۔ اس موقع کی تفصیلات سورۂ طٰہٰ سولھویں پارہ میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ جہاں بتلایا گیا ہے کہ منصب نبوت ورسالت کے لئے منتخب کر لینے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب سے پہلے خالص توحید کی تعلیم فرمائی گئی اور پھر ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کا حکم دیا گیا۔ نماز چونکہ اہم العبادات ہے اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا اور اس حقیقت پر بھی متنبہ فرمادیا گیا کہ نماز کا مقصود اصلی یاد خدا اور ذکر الٰہی ہے گویا نماز سے غفلت خدا کی یاد سے غفلت ہے۔ چونکہ تمام عبادات واعمال کی جڑ بنیاد عقیدۂ آخرت ہے اس لئے توحید کی تعلیم اور عبادت کے حکم کے بعد قیامت پر ایمان لانے کا حکم ہوا تا کہ ہر شخص کو اس کے نیک و بد اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے ساتھ ہی یہ امر بھی واضح فرمادیا کہ مختلف مصالح اور حکمتوں کی بنا پر قیامت کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھا گیا ہے۔ الغرض عطائے نبوت ورسالت کے ساتھ اب اس کے لوازم یعنی معجزات عطا ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اول سب سے بڑا معجزہ یہ عطا ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی لاٹھی زمین پر ڈالنے کا حکم ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی اور جونہی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ ایک سانپ بن گئی اور سانپ بھی اژدہا۔ لیکن اژدہا حرکت نہیں کر سکتا اور وہ چھوٹے تیز سانپ کی طرح پھرتی سے کودتا پھرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام راز سے واقف نہ تھے اس لئے بتقاضائے بشریت خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا ہے کہ **ولی مدبرًا ولم یعقب** یعنی وہ پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ سانپ۔ شیر اور اژدھے وغیرہ زہریلے اور خطرناک

جانوروں سے ڈرنا بالکل ایک امر طبعی ہے اور بڑے سے بڑے کمالات ولایت یہاں تک کہ نبوت ورسالت کے بھی منافی نہیں اور حضرت کلیم اللہ کا یہ خوف تمام تر طبعی ہی تھا۔ یہاں سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے کہ معجزہ تمام تر ایک فعل خداوندی ہوتا ہے۔ پیغمبر اس کے اظہار کا صرف واسطہ ہوتا ہے۔ پیغمبر کو اس معجزہ کے پیدا کرنے میں مطلق دخل نہیں ہوتا ورنہ خود اپنے معجزہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف کیوں ہوتا۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی کا اژدہا بنتے ہوئے حیرت انگیز واقعہ کو دیکھا تو طبعاً گھبرا گئے اور بشریت کے تقاضہ سے متاثر ہو کر بھاگنے لگے تو فوراً حکم الٰہی ہوا کہ اے موسیٰ ڈرومت۔ خوف نہ کرو۔ آگے آؤ تم ہر طرح امن میں ہو اور یہ کوئی ڈر کی بات نہیں بلکہ تمہارا معجزہ ہے اور تم کو ایک دوسرا معجزہ اور عنایت ہوتا ہے اور وہ یہ کہ تم اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر بغل سے ملالو پھر نکالو تو سفید چمکتا ہوا اور روشن نکلے گا اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی طرح نہ ہوگی جو عیب سمجھا جائے۔ اور اگر مثل معجزۂ عصا کے اس معجزہ سے بھی طبعاً خوف وحیرت پیدا ہو تو خوف کو رفع کرنے کے واسطے اپنا وہ ہاتھ پھر گریبان میں داخل کر کے بغل سے ملالو تو وہ پھر بدستور اپنی اصلی حالت پر ہو جاوے گا جیسا کہ اژدھے پر ہاتھ ڈالنے سے وہ پھر اپنی اصلی حالت یعنی لاٹھی کی شکل میں بن جاتا ہے۔ آگے موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا گیا کہ یہ دو خاص معجزے آپ کی نبوت کی دو دلیل اور سند ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا کئے گئے اب آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جایئے اور اس کو راہ ہدایت دکھایئے۔ انہوں نے بہت سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اور اپنے غرور وتکبر اور انتہائی ظلم کے ساتھ بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے سو ان کو اس غلامی سے چھٹکارا دلایئے۔

الغرض اب حضرت موسیٰ علیہ السلام خدائے تعالیٰ کے پیغمبر

اور جلیل القدر رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیاء کے سچے دین کی تلقین اور فرعون کی غلامی سے بنی اسرائیل کی رہائی کی اہم خدمات کے لئے چن لیا۔ وہ اب وادی مقدس میں حق تعالیٰ سے شرف کلامی حاصل کر رہے ہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام جو مدین کی راہ سے بھٹک گئے تھے اب مصر جیسے ملک اور اس کے سرکش و مغرور بادشاہ کی رہنمائی کرنے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں اور جو کل تک اونٹوں اور بکریوں کی گلہ بانی کر رہے تھے آج انسانوں کی قیادت کے فرض کو انجام دینے کے لئے چنے گئے اور جو نصاب زندگی کل بکریوں کے گلہ کی چرائی سے شروع ہوا تھا وہ آج وادی مقدس میں خدا کی اشرف المخلوقات حضرت انسان کی گلہ بانی پر تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اب جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد رسالت کی خدمت سپرد کی گئی تو موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ فرعون کی فرعونیت معلوم تھی اس لئے خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے مصر پہنچتے ہی فرض رسالت کو ادا کرنے سے پہلے ہی مجھے قتل کر دیا جائے خصوصاً جب کہ ایک ظاہری سبب موجود بھی تھا کہ حضرت موسیٰ کے ہاتھ ایک قبطی کا قتل ہو چکا تھا۔

اس قبطی کے انتقال کا بہانہ فرعونیوں کے لئے کافی تھا اس خیال کو پیش نظر رکھ کر حق تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے کچھ معروضات پیش کیں اور ان کے جوابات حق تعالیٰ نے عنایت فرمائے جس کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی معرفت وہدایت کے نور سے ہمارے دلوں کو بھی منور فرمائیں اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی دولت سے ہم سب کو نوازیں۔ اور ظاہر اور باطن میں اپنے رضا کے طریق پر ہم سب کو چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور جو راہ ہدایت ہم کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دکھلائی ہے اس پر ہم کو جم جانے اور دوسروں کو بھی وہی راہ دکھانے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ

اُنہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے اُن میں سے ایک آدمی کا خون کر دیا تھا سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں۔ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے

لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ ۫ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ

تو اُن کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دے دیجئے کہ وہ میری تقریر کی تائید اور تصدیق کریں گے کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں۔ ارشاد ہوا کہ ہم ابھی تمہارے بھائی کو

عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ

تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں اور ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کو تم پر دسترس نہ ہوگی، ہمارے معجزے لے کر جاؤ تم دونوں اور جو تمہارا پیرو ہوگا

اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ

غالب رہو گے۔ غرض جب ان لوگوں کے پاس موسیٰ ہماری صریح دلیلیں لے کر آئے تو اُن لوگوں نے کہا کہ یہ تو ایک جادو ہے کہ افترا کیا جاتا ہے

مُّفْتَرًی وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰی رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ

اور ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سُنی کہ ہمارے اگلے باپ دادوں کے وقت میں بھی ہوئی ہو۔ اور موسیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے

جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

جو صحیح دین اس کے پاس سے لے کر آیا ہے اور جس کا انجام اِس عالم سے اچھا ہونے والا ہے بالیقین ظالم لوگ کبھی فلاح نہ پاویں گے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | اِنِّیْ قَتَلْتُ بیشک میں نے مار ڈالا | مِنْهُمْ ان (میں) سے | نَفْسًا ایک شخص | فَاَخَافُ سو میں ڈرتا ہوں | | | |
| اَنْ یَّقْتُلُوْنِ کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے | وَاَخِیْ اور میرا بھائی | هٰرُوْنُ ہارونؑ | هُوَ وہ | اَفْصَحُ زیادہ فصیح | مِنِّیْ مجھ سے | لِسَانًا زبان | فَاَرْسِلْهُ سو بھیج دے اسے | |
| مَعِیَ میرے ساتھ | رِدْاً مددگار | یُّصَدِّقُنِیْ اور تصدیق کرے میری | اِنِّیْ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں | اَنْ کہ | یُّكَذِّبُوْنِ وہ جھٹلائیں گے مجھے | قَالَ فرمایا | | |
| سَنَشُدُّ ہم ابھی مضبوط کر دیں گے | عَضُدَكَ تیرا بازو | بِاَخِیْكَ تیرے بھائی سے | وَنَجْعَلُ اور ہم عطا کریں گے | لَكُمَا تمہارے لئے | سُلْطٰنًا غلبہ | | | |
| فَلَا یَصِلُوْنَ پس وہ نہ پہنچیں گے | اِلَیْكُمَا تم تک | بِاٰیٰتِنَا ہماری نشانیوں کے سبب | اَنْتُمَا تم دونوں | وَمَنِ اور جس | اتَّبَعَكُمَا پیروی کی تمہاری | الْغٰلِبُوْنَ غالب رہو گے | | |
| فَلَمَّا پھر جب | جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس | مُوْسٰی موسیٰ | بِاٰیٰتِنَا ہماری نشانیوں کیساتھ | بَیِّنٰتٍ کھلی۔ واضح | قَالُوْا وہ بولے | مَا هٰذَاۤ نہیں ہے یہ | | |
| اِلَّا مگر | سِحْرٌ ایک جادو | مُّفْتَرًی افترا کیا ہوا | وَ اور | مَا سَمِعْنَا نہیں سنا ہے ہم نے | بِهٰذَا یہ ایسی بات | فِیْۤ میں | اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ اپنے اگلے باپ دادا | |
| وَقَالَ اور کہا | مُوْسٰی موسیٰ | رَبِّیْۤ میرا رب | اَعْلَمُ خوب جانتا ہے | بِمَنْ اس کو جو | جَآءَ لایا | بِالْهُدٰی ہدایت | مِنْ عِنْدِهٖ اسکے پاس سے | |
| وَمَنْ اور جس | تَكُوْنُ ہوگا۔ ہے | لَهٗ اس کیلئے | عَاقِبَةُ الدَّارِ آخرت کا اچھا گھر | اِنَّهٗ بیشک وہ | لَا یُفْلِحُ نہیں فلاح پائیں گے | الظّٰلِمُوْنَ ظالم | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال کی مدت پوری کر کے مدین سے مصر کی طرف مع اپنی

اہلیہ محترمہ کے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کوہ طور کے پاس رات کے وقت سردی کی حالت میں ٹھہرنا ہوا جبکہ راہ بھی بھول گئے تھے۔ کوہ طور کے دامن میں ایک روشنی نظر پڑی تو آپ اہلیہ کو وہیں بٹھا کر آگ لینے کی غرض سے روشنی کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ روشنی کوئی دنیا کی آگ کی روشنی نہ تھی بلکہ تجلی الٰہی کا نور تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر آپ کو حق تعالیٰ سے شرف مکالمہ نصیب ہوا اور منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے گئے اور فرعون کے پاس بحیثیت پیغمبر خدا جائے اور اسکو اور اس کی قوم کو ایمان و اسلام کی تلقین اور بنی اسرائیل کو غلامی سے رہائی دلانے کی خدمات سپرد ہوئیں اور آپ کو پیغمبری کی سند و دلالت میں دو معجزے عطا ہوئے۔ ایک تو لاٹھی کا معجزہ کہ جو زمین پر ڈالنے سے اژدہا بن جاتی تھی اور پھر ہاتھ ڈالنے سے لاٹھی ہو جاتی تھی۔ اور دوسرا معجزہ ید بیضا یعنی بغل میں ہاتھ دے کر نکالنے سے روشن اور چمکدار ہو کر نکلتا اور پھر بغل میں دینے سے اپنی اصلی حالت پر ہو جاتا۔

جب وادیٔ مقدس میں آپ کو منصب نبوت عطا ہونے کے بعد فرعون کے پاس بغرض تبلیغ دین جانے کا حکم ہوا تو جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے رب میں فرعون کے پاس جانے کے لئے حاضر ہوں مگر آپ کی خاص امداد کی ضرورت ہے کیونکہ میرے ہاتھ سے ایک فرعونی کا خون ہو گیا تھا اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے فرعون کے پاس پہنچتے ہی وہ مجھے قتل نہ کر دیں اور تبلیغ بھی نہ ہو سکے۔ یہاں مفسرین نے ایک شبہ نقل کر کے ساتھ ہی اس کا جواب بھی لکھا ہے۔ شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے اور نبی کے شایان شان نہیں کہ اللہ کے سوا کسی سے خوف کرے تو پھر آپ کو اپنی جان کا خوف کیوں ہوا؟ اس کا جواب لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرض رسالت ادا کرنے کے مقابلہ میں اپنی جان عزیز نہ تھی۔ موسیٰ علیہ السلام تو جلیل القدر نبی تھے ایک معمولی مجاہد بھی اللہ کے راستہ میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ تو دراصل موسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی کے مقابلہ میں اپنی جان عزیز نہ تھی۔ اندیشہ صرف اس بات کا تھا کہ تبلیغ حکم سے پہلے ہی اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو ادائے فرض رسالت میں کوتاہی ہو جائے گی اور ممکن ہے مجھ سے اس کا مواخذہ کیا جائے۔ تو درحقیقت یہ قتل کا خوف نہ تھا بلکہ ادائے رسالت میں قصور کی باز پرس کا اندیشہ تھا اس لئے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ آپ کی طرف سے کوئی ایسا انتظام ہو جائے کہ جو میرے پہنچتے ہی تبلیغ اور ادائے رسالت کی نوبت آنے سے پہلے ہی وہ مجھے گرفتار کر کے قتل نہ کر دیں۔ دوسری عرض یہ کہ میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح بیان ہیں۔ ان کو بھی میرا مددگار بنا دیجئے اور ان کو بھی نبوت سے سرفراز فرما دیجئے تا کہ وہ میری تائید اور تصدیق کر سکیں اور اگر بحث و مناظرہ کی نوبت آ جائے تو بھائی ہارون کی رفاقت مفید ہوگی کیونکہ ان کی زبان زیادہ تیز اور صاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہم تمہاری دونوں درخواستیں منظور کرتے ہیں تمہارے بھائی ہارون کو بھی تمہارا شریک کار بناتے ہیں وہ تمہارے قوت بازو رہیں گے اور فرعونیوں کو تم پر کچھ دسترس نہ ہوگی۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہماری مدد و نصرت تمہارے ساتھ ہے اور جو نشانات ہم نے تم کو بخشے ہیں وہ تمہاری کامیابی کا باعث ہوں گے اور انجام کار تم اور تمہارے ساتھی ہی غالب و منصور رہیں گے۔ اب جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت سے سرفراز ہو چکے۔ کلام ربانی سے فیضیاب ہوئے اور دعوت و تبلیغ حق میں کامیابی و کامرانی کا مژدہ پا چکے تو وادیٔ مقدس سے اُترے اور اپنی اہلیہ کے پاس پہنچے جو وادی کے سامنے جنگل میں ان کی منتظر اور چشم براہ تھیں۔ وہیں سے انکو ساتھ لیا اور بنیت تعمیل حکم الٰہی مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔ منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ لکھا ہے کہ آپ خاموشی کے ساتھ مصر میں داخل ہو کر اپنے مکان پہنچے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ یہ بنی اسرائیل میں مہمان نواز گھر تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوب خاطر و مدارات کی گئی۔ اسی دوران میں آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام آ پہنچے۔ یہاں پہنچنے سے قبل ہی ہارون علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت عطا ہو چکا تھا اس لئے ان کو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا۔ وہ چھوٹے بھائی سے آ کر لپٹ گئے اور پھر ان کو اور ان کی اہلیہ کو گھر کے اندر لے گئے اور والدہ کو سارا حال سنایا۔ تب سب خاندان آپس میں گلے ملا اور بچھڑے ہوئے بھائیوں نے ایک دوسرے کی گذشتہ زندگی سے تعارف پیدا کیا اور والدہ کی دونوں آنکھوں نے ٹھنڈک حاصل کی۔ بہر حال حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان جب ملاقات اور گفتگو کا سلسلہ ختم ہوا تو اب دونوں نے طے کیا کہ خدا تعالیٰ کے امتثال حکم کے لئے فرعون کے پاس چلنا اور اس کو پیغام الٰہی سنانا چاہئے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب دونوں بھائی فرعون کے دربار میں جانے لگے تو والدہ نے غایت شفقت کی بنا پر روکنا چاہا کہ تم ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت و تاج بھی ہے اور ظالم و مغرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ۔ وہاں جانا بے سود ہوگا۔ مگر دونوں نے والدہ کو سمجھایا کہ خدائے تعالیٰ کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا اور اس کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ غرض دونوں بھائی خدا کے سچے پیغمبر اور نبی فرعون کے دربار میں پہنچے اور بغیر خوف و خطر اندر داخل ہو گئے۔ جب فرعون کے تخت کے قریب پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی اور گفتگو شروع ہوئی۔ اس موقع کی تفصیلات سورۂ اعراف اور سورۂ شعراء میں بیان ہو چکی ہیں یہاں اس سورۃ میں ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہاں یہ بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو معجزات دکھلائے تو فرعون اور اس کے درباری سب کہنے لگے کہ یہ سب محض ایک جادو ہے اور جو باتیں خدا کی طرف منسوب کر کے یہ کہتا ہے وہ بھی جادو کی باتیں ہیں جو خود تصنیف کر کے لے آیا اور دعویٰ کرنے لگا کہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہے۔ حقیقت میں وحی وغیرہ کچھ نہیں محض ساحرانہ تخیل اور افترا ہے اور جو باتیں یہ کرتا ہے مثلاً خدا ایک ہے۔ اس نے ساری دنیا کو پیدا کیا۔ اور ایک وقت پھر سب کو فنا کر دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا۔ پھر حساب کتاب ہوگا اور مجھ کو اس نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں اپنے بڑوں سے ہمارے کان میں کبھی نہیں پڑیں۔ تو گویا ان کافروں کو اپنی صداقت کا دعویٰ صرف اس بنا پر تھا کہ وہ باپ دادا کے طریقہ پر قائم تھے اور باپ دادا ہی کا طریقہ ان کی نظر میں طریقۂ ہدایت تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے مقابلہ میں برہانی اور عقلی طور پر ہدایت و ضلالت اور صدق و کذب کا ایک معیار قائم فرمایا اور فرعونیوں کے اس قول کے جواب میں کہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کے وقت میں بھی ایسی بات نہیں سنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہدایت تو وہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور خدا ہی خوب واقف ہے اور خوب جانتا ہے کہ کون اس کے پاس سے پیام ہدایت لے کر آیا ہے یعنی تمہارے باپ دادا خدا کی طرف سے پیام ہدایت لے کر نہ آئے تھے اور میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ اس کی تعلیم کے مطابق راستہ بتا رہا ہوں اس لئے میرا بتایا ہوا راستہ صحیح اور تمہارے باپ دادا کا طریق زندگی غلط۔ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور اسی کے پاس سے ہدایت لایا ہوں اس لئے انجام میرا ہی بہتر ہوگا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور دلائل صداقت سن کر ناانصافی سے حق کو جھٹلاتے ہیں وہ انجام کار کامیاب نہیں ہو سکتے اور ان کو ذلت و ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

اب فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کے دلائل و معجزات دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے معتقدین فرعونی ان کی طرف مائل نہ ہو جاویں تو لوگوں کو جمع کر کے یا تو استہزا اور تمسخر کی راہ سے یا اس قدر بدحواس اور پاگل ہو گیا کہ مضحکہ خیز اور لچر پوچ تجویزیں سوچنے لگا جس کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى

اور فرعون کہنے لگا کہ اے اہل دربار مجھ کو تو تمہارا اپنے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا تو اے ہامان تم ہمارے لئے

الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸

مٹی کو آگ میں پکواؤ پھر میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ تاکہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا

اور فرعون اور اُس کے تابعین نے ناحق دُنیا میں سر اُٹھا رکھا تھا اور یوں سمجھ رہے تھے کہ اُن کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا نہیں ہے۔

يُرْجَعُوْنَ ۝۳۹ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰

تو ہم نے اُس کو اور اُس کے تابعین کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا (یعنی غرق کردیا) سو دیکھئے ظالموں کا کیا انجام ہوا۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ

اور ہم نے ان لوگوں کو ایسا رئیس بنایا تھا جو (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے رہے، اور قیامت کے روز کوئی اُن کا ساتھ نہ دے گا۔ اور دنیا میں بھی ہم نے

هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝۴۲ ع

اُن کے پیچھے لعنت لگادی، اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے | يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اے سردارو | مَا عَلِمْتُ نہیں جانتا میں | لَكُمْ تمہارے لئے | مِّنْ کوئی | اِلٰهٍ معبود | غَيْرِيْ اپنے سوا | | |
| فَاَوْقِدْ لِيْ پس آگ جلا میرے لئے | يٰهَامٰنُ اے ہامان | عَلَى الطِّيْنِ مٹی پر | فَاجْعَلْ لِّيْ پھر میرے لئے بنا (تیار کر) | صَرْحًا ایک بلند محل | لَّعَلِّيْٓ تاکہ میں | | | |
| اَطَّلِعُ میں جھانکوں | اِلٰٓى طرف | اِلٰهِ معبود | مُوْسٰى موسیٰ | وَاِنِّيْ اور بیشک میں | لَاَظُنُّهٗ البتہ سمجھتا ہوں اسے | مِنَ سے | الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے | |
| وَاسْتَكْبَرَ اور مغرور ہوگیا | هُوَ وہ | وَجُنُوْدُهٗ اور اس کا لشکر | فِي الْاَرْضِ زمین (دنیا) میں | بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق | وَظَنُّوْٓا اور وہ سمجھ بیٹھے | اَنَّهُمْ کہ وہ | | |
| اِلَيْنَا ہماری طرف | لَا يُرْجَعُوْنَ نہیں لوٹائے جائیں گے | فَاَخَذْنٰهُ تو ہم نے پکڑا اسے | وَجُنُوْدَهٗ اور اس کا لشکر | فَنَبَذْنٰهُمْ پھر ہم نے پھینک دیا انہیں | | | | |
| فِي الْيَمِّ دریا میں | فَانْظُرْ سو دیکھو | كَيْفَ کیسا | كَانَ ہوا | عَاقِبَةُ انجام | الظّٰلِمِيْنَ ظالم | وَ اور | جَعَلْنٰهُمْ ہم نے بنایا انہیں | اَىِٕمَّةً سردار |
| يَّدْعُوْنَ وہ بلاتے ہیں | اِلَى النَّارِ جہنم کی طرف | وَ اور | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت | لَا يُنْصَرُوْنَ وہ مدد نہ دیے جائینگے | وَاَتْبَعْنٰهُمْ اور ہم نے لگادی انکے پیچھے | | | |
| فِيْ میں | هٰذِهِ الدُّنْيَا اِس دنیا | لَعْنَةً لعنت | وَ اور | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت | هُمْ وہ | مِّنَ سے | الْمَقْبُوْحِيْنَ بدحال لوگ | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دلائل اور معجزات کے ساتھ اپنی حقانیت کو ثابت کیا تو معجزات کو دیکھ کر فرعونیوں نے کہہ دیا کہ ہم نے ایسی باتیں باپ دادا کے وقتوں سے بھی نہیں سنی تاہم فرعون کو اندیشہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ودلائل سے کہیں میرے معتقدین ان کی طرف مائل نہ ہوجائیں اور ارکان حکومت اور عام رعایا کہیں میرے خدائی کے اقرار سے نہ پھر

جائے اس لئے ایک طرف تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو قید کرنے کی دھمکی دی جیسا کہ دوسری آیات میں تصریح ہے اور دوسری طرف اپنی الوہیت کو جمانے کے لئے اہل دربار سے کہنے لگا کہ مجھے تو اپنے سوا تمہارا کوئی اور خدا معلوم نہیں۔اس سے مراد اس کی یہ تھی کہ چونکہ میں تم سے زیادہ عالم ہوں اور مجھے موسیٰ جسے رب العالمین کہتے ہیں اس کے ثبوت و وجود کا علم نہیں اس لئے تم کو میری خدائی کے اقرار اور موسیٰ کے خدا کے انکار میں کچھ تامل نہ ہونا چاہئے۔اگر واقع میں موسیٰ کا کوئی خدا ہوتا اور جیسا موسیٰ نے بیان کیا وہ سچ ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا پھر لوگوں کو مغالطہ میں ڈال کر اپنی الوہیت پر جمائے رکھنے کی ایک تجویز سوچی اور اپنے وزیر جس کا نام یا لقب ہامان تھا اس کو کہا کہ پختہ اینٹوں کی ایک بلند اور خوب اونچی عمارت بنواؤ تا کہ اس پر چڑھ کر اور آسمان کے قریب ہو کر میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں کہ کہاں ہے اور کیسا ہے؟ کیونکہ زمین میں تو مجھے اپنے سوا کوئی دوسرا خدا نظر نہیں پڑتا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا تاہم موسیٰ کی بات کا جواب ہو جائے گا۔میرے خیال میں تو موسیٰ اس دعوے میں کہ کوئی اور خدا ہے جھوٹے ہیں یعنی جب عمارت پر چڑھ کر مجھے کوئی خدا نظر نہ آئے گا تو سمجھ لو کہ موسیٰ جھوٹا ہے۔(العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ بات کہہ کر یا تو فرعون ملعون دانستہ دھوکہ دینا چاہتا تھا اپنے معتقدین کو یا واقع میں وہ اس قدر کوتاہ نظر تھا کہ مادیت سے بلند اس کی نگاہ کو رسائی نہ تھی اس لئے وہ خدا کو بلند منارہ سے جھانک کر دیکھنا چاہتا تھا اور آنکھوں سے نظر نہ آنے سے وہ اللہ کے موجود نہ ہونے پر استدلال کرنا چاہتا تھا۔ (جیسا کہ روس کے خلابازوں نے چاند سے زمین پر واپس آ کر ماسکو ریڈیو سے اعلان کیا تھا کہ ہم تو اتنے ہزاروں لاکھوں میل بلندی پر ہو آئے ہم کو تو کہیں اللہ نظر آیا نہیں)۔بہرحال مقصد ہر صورت میں موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب تھی اور تکذیب بھی غرور و تکبر کے ساتھ۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فرعون اور اس کے ساتھی انجام سے بالکل غافل ہو کر لگے ملک میں تکبر کرنے اور یہ نہ سمجھا کہ ان کی گردن نیچے کرنے والا اور سر توڑنے والا بھی کوئی موجود ہے۔آخر خداوند قہار نے اس کو لاؤ لشکر سمیت بحر قلزم میں غرق کر دیا تا کہ یادگار رہے کہ بدبخت ظالموں کا جو انجام سے غافل ہوں ایسا انجام ہوا کرتا ہے۔یہ فرعون اور اس کے ساتھی یہاں دنیا میں ضلالت و گمراہی اور سرکشی و نافرمانی میں پیش پیش تھے اور لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے تھے۔قیامت میں بھی ان کو دوزخیوں کے آگے امام بنا کر رکھا جائے گا۔یہاں کا لاؤ لشکر وہاں کچھ کام نہ دے گا نہ کسی کی طرف سے کوئی مدد پہنچ سکے گی اپنے لاؤ لشکر سمیت جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔وہاں کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور آخرت کی برائی اور بدانجامی جو انہیں نصیب ہوگی وہ تو الگ رہی دنیا ہی میں لوگ رہتی دنیا ایسوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے چنانچہ اہل اسلام ہوں یا یہود و نصاریٰ سب ہی اس ملعون فرعون پر لعنت ملامت کرتے ہیں اور رہتی دنیا کرتے رہیں گے۔

یہاں ان آیات میں فرعون کا انجام بتلا کر یعنی سمندر میں غرق کر کے دوزخ میں لے جانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ کم فہم اور بیوقوف انسان اس زندگی میں جس چیز کو سرمایہ عیش و راحت سمجھے ہوئے ہے وہی اس کے لئے موجب ہلاکت ہے۔ شیطان دنیوی عیش و عشرت کی چیزوں میں انسان کو مشغول کر کے اللہ کا نافرمان بناتا ہے اور پھر یہی اسباب عیش و طرب آدمی کو ہلاک کر کے دار العذاب میں پہنچا دیتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لیڈر یا پیشوائے قوم یا حاکم سلطنت اللہ کی نافرمانی کی طرف لے جائے تو اگرچہ اس کی پیروی میں تمام عیش و عشرت اور دولت و حشمت حاصل ہو لیکن سمجھ لینا چاہئے کہ یہ انجام کے لحاظ سے بربادی کی طرف لئے جا رہے ہیں۔

ان آیات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ ختم ہوا۔اب آگے اس قصہ کے اعظم مقاصد یعنی اثبات رسالت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مضمون مذکور ہے مع بعض شبہات و اعتراضات کفار کے اور ان کے جوابات کے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اگلی اُمتوں کے ہلاک کے پیچھے کتاب دی تھی جو لوگوں کیلئے دانشمندیوں کا سبب

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى

اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ (طور کی) مغربی جانب میں موجود نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو احکام دیئے تھے

مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ

اور آپ اُن لوگوں میں سے (بھی) نہ تھے جو (اس زمانہ میں) موجود تھے۔ ولیکن ہم نے موسیٰ کے بعد بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر اُن پر زمانہ دراز گذر گیا،

الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا

اور آپ اہل مدین میں بھی قیام پذیر نہ تھے کہ آپ ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سُنا رہے ہوں ولیکن ہم ہی (آپ کو) رسول بنانے والے ہیں۔

مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ

اور آپ طور کی جانب میں اس وقت (بھی) موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) پکارا تھا ولیکن (اس کا علم بھی اسی طرح حاصل ہوا کہ) آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنائے گئے

قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے عطا کی | مُوْسَى موسیٰ | الْكِتٰبَ کتاب (توریت) | مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد | مَآ اَهْلَكْنَا کہ ہلاک کیں ہم نے | |
| الْقُرُوْنَ اُمتیں | الْاُوْلٰى پہلی | بَصَآئِرَ بصیرت | لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے | وَهُدًى اور ہدایت | وَرَحْمَةً اور رحمت | لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ |
| يَتَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑیں | وَمَا كُنْتَ اور آپ نہ تھے | بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ مغرب جانب | اِذْ قَضَيْنَآ جب ہم نے بھیجا | | |
| اِلٰى مُوْسَى موسیٰ کی طرف | الْاَمْرَ حکم وحی | وَ اور | مَا كُنْتَ آپ نہ تھے | مِنَ سے | الشّٰهِدِيْنَ دیکھنے والے | وَلٰكِنَّا اور لیکن ہم نے |
| اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیں | قُرُوْنًا بہت سی اُمتیں | فَتَطَاوَلَ طویل ہوگئی | عَلَيْهِمُ ان کی ان پر | الْعُمُرُ مدت | وَمَا كُنْتَ اور آپ نہ تھے |
| ثَاوِيًا رہنے والے | فِيْٓ میں | اَهْلِ مَدْيَنَ اہل مدین | تَتْلُوْا تم پڑھتے | عَلَيْهِمْ ان پر | اٰيٰتِنَا ہمارے احکام | وَلٰكِنَّا اور لیکن ہم |
| كُنَّا ہم تھے | مُرْسِلِيْنَ رسول بنا کر بھیجنے والے | وَمَا كُنْتَ اور آپ نہ تھے | بِجَانِبِ کنارہ | الطُّوْرِ طور | اِذْ نَادَيْنَا جب ہم نے پکارا |
| وَلٰكِنْ اور لیکن | رَحْمَةً رحمت | مِّنْ رَّبِّكَ اپنے رب سے | لِتُنْذِرَ تاکہ ڈرساؤ | قَوْمًا وہ قوم | مَآ اَتٰىهُمْ نہیں آیا انکے پاس |
| مِّنْ کوئی | نَّذِيْرٍ ڈرانے والا | مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے | لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ | يَتَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑیں | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کو بیان فرمایا گیا تھا۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بہت سے مقامات میں آیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے بیشتر حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک

حالات سے بہت زیادہ مطابقت رکھتے ہیں۔ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ حق و باطل کے معرکوں میں ایک عظیم الشان معرکہ ہے اور اس کے اندر عبرت و نصیحت کا نادر ذخیرہ جمع ہے اسی لئے قرآن کریم نے حسب ضرورت اور حسب موقع و محل جگہ جگہ اس قصہ کے اجزاء کو کہیں اجمالاً کہیں تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اس معرکہ میں ایک جانب غرور و تکبر۔ جبر وظلم۔ قہرمانیت اور انانیت کی ذلت و رسوائی ہے تو دوسری جانب مظلومیت۔ خدا پرستی اور صبر و استقامت کی فتح وکامرانی ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں اس قصہ کو بیان فرما کر فرعون اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت دنیوی کے بعد عبرت وبصیرت کے لئے اس طرف پھر توجہ دلائی کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے دنیا کی پھٹکار اور لعنت و ملامت کے علاوہ آخرت اور ابدی زندگی میں سخت عذاب اور ذلت و رسوائی کے سامان مہیا ہیں تاکہ عقل وفہم رکھنے والا انسان اور سلیم و صالح طبائع رکھنے والی ہستیاں ان کا مطالعہ کریں اور ایسے اعمال بد اور انجام بد سے اپنے کو بچائیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ثبوت بھی قرار دیا جاتا ہے کہ آپ امی ہونے کے باوجود دو ہزار برس پہلے گزرا ہوا ایک تاریخی واقعہ کس تفصیل کے ساتھ سنا رہے ہیں اور بالکل سچے اور صحیح واقعات کو اس طرح بیان کر رہے ہیں جیسے کہ آپ کے چشم دید ہوں اور جیسے کہ آپ اس وقت موجود ہوں تو کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ خدائے تعالیٰ آپ کو اپنی وحی کے ذریعہ سے یہ تمام باتیں بتلاتے ہیں۔ آپ اللہ کے نبی ہیں اور آپ پر وحی آتی ہے۔

الغرض گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ تمام کر کے اب اس قصہ کے نتائج کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ رسالت کا سلسلہ اصلاح وہدایت کے لئے دنیا میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کہ جن کا قصہ گذشتہ میں بیان ہوا اگلی امتوں یعنی قوم نوح وعاد وثمود وغیرہ کے ہلاک ہوجانے کے بعد جب کہ ان زمانوں کے انبیاء کی تعلیم نایاب ہوگئی تھیں اور لوگ ہدایت کے سخت حاجتمند تھے تو موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی تھی کہ جو بصارت۔ ہدایت اور رحمت تھی سمجھدار لوگوں کے لئے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب گمراہی کا ایک زمانہ دراز گزر گیا تو خلق کی ہدایت کے لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبعوث کیا اور آپ پر قرآن نازل کیا جس میں گذشتہ انبیاء کے صحیح صحیح واقعات آپ پر ظاہر کئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو آپ کوہ طور کے غربی جانب جہاں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تھی موجود تھے کہ جو اس وقت کے واقعات کو ایسی صحت وصفائی اور تفصیل سے بیان کر رہے ہیں جیسے کہ آپ کوہ طور کے پاس کھڑے دیکھ رہے ہوں۔ حالانکہ آپ کا موقع پر موجود نہ ہونا ظاہر ہے اور ویسے بھی سب جانتے ہیں کہ آپ اُمی ہیں یعنی ظاہری لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ علم کہاں سے آیا حقیقت یہ ہے کہ اقوام دنیا پر مدتیں اور قرن گزر گئے اور گذشتہ انبیاء کی ہدایات مٹتی جارہی تھیں لہٰذا اس علیم وخبیر کا ارادہ ہوا کہ ایک اُمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے بھولے ہوئے سبق یاد دلائے جائیں۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے قیام مدین کا مشاہدہ آپ نے نہیں فرمایا تو وہاں جو واقعات موسیٰ علیہ السلام کو پیش آئے ان کا اس خوبی اور صحت سے بیان تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا آپ اس وقت وہیں سکونت پذیر تھے۔ حالانکہ یہ چیز صریحاً منفی ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے پیغمبر بھیجتے رہے ہیں جو دنیا والوں کو غفلت سے

چونکاتے اور گذشتہ عبرتناک واقعات یاد دلاتے رہے ہیں۔ اسی عام عادت کے موافق اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں آپ کو رسول بنا کر دنیا جہان والوں کے پاس بھیجا کہ خواب غفلت سے مخلوق کو بیدار کریں اس لئے ضروری ہوا کہ ٹھیک ٹھیک واقعات کا صحیح علم آپ کو دیا جائے اور آپ کی زبان سے ادا کرایا جائے۔ اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آواز دی انی انا اللہ رب العالمین تو آپ وہاں کھڑے سن نہیں رہے تھے۔ یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ جو آپ نبی بنائے گئے اور اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو یہ باتیں وحی کے ذریعہ بتائیں تاکہ آپ لوگوں کو یہ چیزیں بتا کر خطرناک عواقب سے آگاہ کردیں۔ ممکن ہے کہ وہ سن کر یاد رکھیں اور نصیحت پکڑیں۔

یہاں آیت میں فرمایا گیا ہے ولکن رحمۃ من ربک لتنذر قوما مآ اتٰھم من نذیر من قبلک. ولیکن آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنائے گئے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تو اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام عالم کے لئے عام تھی لیکن آپ کی بعثت سرزمین عرب میں ہوئی اس لئے سب سے پہلے ایمان لانا عرب پر واجب ہوا یہی وجہ ہے کہ عرب کو جزیہ لے کر چھوڑنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ ایمان لانا ان کے لئے ضروری قرار دیا گیا۔ اس آیت میں اس بات کا ثبوت ہے کہ عرب جس سے مراد سرزمین حجاز۔ نجد اور یمامہ ہے یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ تقریباً ۲۲۴۰ سال کی مدت میں دوسرے اطراف اور جگہوں کے انبیاء کی دعوتیں تو ضرور وہاں پہنچیں مثلاً حضرت موسیٰ۔ حضرت سلیمان۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی دعوتیں مگر کسی نبی کی بعثت خاص اس سرزمین حجاز۔ نجد اور یمامہ میں نہیں ہوئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد آپ کی ہی نسل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اور اس شان کی ہوئی کہ آپ تمام عالم کے لئے اور قیامت تک کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اب آگے ایک وجہ اور بیان کی جاتی ہے جس بنا پر اتمام حجت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مکرم بنا کر بھیجا گیا جس کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت عظمیٰ کی حقیقی قدر اور شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت وعظمت کے ساتھ آپ کا اتباع کامل بھی ظاہر میں اور باطن میں نصیب فرمائیں۔ اور آپ کے ارشادات وہدایات کی تابعداری دل وجان سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ

اور ہم رسول نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے کرداروں کے سبب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا

اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ

تاکہ ہم آپ کے احکام کا اتباع کرتے اور ایمان لانے والوں میں ہوتے۔ سو جب ہماری طرف سے ان لوگوں کے پاس امر حق پہنچا تو کہنے لگے

عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

کہ ان کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی موسیٰ کو ملی تھی، کیا جو کتاب موسیٰ کو ملی تھی، اس کے قبل لوگ اُس کے منکر نہیں ہوئے

مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا

یہ لوگ تو یوں کہتے ہیں کہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں، اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم تو دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تو

بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا

تم کوئی اور کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا اگر تم سچے ہو۔

لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى

پھر اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں، اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو نفسانی خواہش پر چلتا ہو

مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾

بدوں اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو، اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَوْلَآ اور اگر نہ ہوتا | اَنْ تُصِيْبَهُمْ کہ پہنچے انہیں | مُّصِيْبَةٌ کوئی مصیبت | بِمَا قَدَّمَتْ اس کے سبب جو بھیجا | اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھ (ان کے اعمال) | | | |
| فَيَقُوْلُوْا تو وہ کہتے | رَبَّنَا اے ہمارے رب | لَوْلَآ کیوں نہ | اَرْسَلْتَ بھیجا تو نے | اِلَيْنَا ہماری طرف | رَسُوْلًا کوئی رسول | | |
| فَنَتَّبِعَ پس پیروی کرتے ہم | اٰيٰتِكَ تیرے احکام | وَنَكُوْنَ اور ہم ہوتے | مِنَ سے | الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے | فَلَمَّا پھر جب | | |
| جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس | الْحَقُّ حق | مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے | قَالُوْا کہنے لگے | لَوْلَآ اُوْتِيَ کیوں نہ دیا گیا | مِثْلَ جیسا | | |
| مَآ اُوْتِيَ جو دیا گیا | مُوْسٰى موسیٰ | اَوَ کیا | لَمْ يَكْفُرُوْا نہیں انکار کیا انہوں نے | بِمَآ اُوْتِيَ اس کا جو دیا گیا | مُوْسٰى موسیٰ | مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | |
| قَالُوْا انہوں نے کہا | سِحْرٰنِ وہ دونوں جادو | تَظٰهَرَا ایک دوسرے کے پشت پناہ | وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا | اِنَّا ہم بیشک | بِكُلٍّ ہر ایک کا | | |
| كٰفِرُوْنَ انکار کرنیوالے | قُلْ فرمادیں | فَاْتُوْا پس لاؤ | بِكِتٰبٍ کوئی کتاب | مِّنْ سے | عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس | هُوَ وہ | اَهْدٰى زیادہ ہدایت |
| مِنْهُمَا ان دونوں سے | اَتَّبِعْهُ میں پیروی کروں اسکی | اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو | صٰدِقِيْنَ سچے | فَاِنْ پھر اگر | لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا وہ قبول نہ کریں | | |

| وَمَنْ اور کون | اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات | يَتَّبِعُوْنَ وہ پیروی کرتے ہیں | اَنَّمَا کہ صرف | فَاعْلَمْ تو جان لو | لَكَ تمہارے لئے (تمہاری بات) |
|---|---|---|---|---|---|
| مِنَ اللّٰهِ اللہ سے منجانب اللہ | بِغَيْرِ هُدًى ہدایت کے بغیر | هَوٰىهُ اپنی خواہش | مِمَّنِ اتَّبَعَ اس سے جس نے پیروی کی | | اَضَلُّ زیادہ گمراہ |
| | الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگ | لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ثبوت کے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے رسالت کا سلسلہ دنیا میں ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جب ایک نبی کی تعلیم اور ہدایت کو بھلا دیا گیا یا اللہ تعالیٰ کی کتاب یا قدسی صحیفہ جو عالم غیب سے نبی کو دیا گیا ہو اس میں تغیر وتبدل اور ترمیم وتحریف کر لی گئی ہو تو پھر دوسرے نبی کا اصلاح کے لئے آنا لازم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی۔ دور موسوی کے بعد لوگوں نے اس میں قدرے قدرے تغیر کرنا شروع کر دیا۔ مختلف انبیاء آئے انہوں نے آکر ان تغیرات کو اپنے اپنے زمانہ میں دور کر کے اصل کتاب کو پاک صاف شکل میں پھر پیش کر دیا۔ جب توراۃ میں تغیرات بہت زیادہ ہو گئے تو زبور اور زبور کے بعد انجیل کا نزول ہوا۔ یہ دونوں کتابیں بھی گویا توراۃ کی اصلاحی شکلیں تھیں۔ لیکن جب زمانہ بہت گزر گیا اور توراۃ کے پیغامات کو نہ صرف فراموش کر دیا بلکہ بالکل مسخ کر دیا گیا تو پروردگار عالم نے اپنی رحمت سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا اور جدید ہدایت نامہ جس کا نام قرآن رکھا نازل کیا گیا۔ تو جیسا کہ اوپر بتلایا گیا جب آسمانی کتاب یا قدسی صحیفہ میں لوگ قدرے قدرے تغیر کر لیتے ہیں تو نبی کا آنا ضروری ہو جاتا ہے تا کہ تغیر کو دور کر کے اصلاح کی جا سکے اور جب تبدیلیاں کثرت سے ہو جاتی ہیں تو پھر نئی کتاب آتی ہے جو انسانوں کی ہر تراش وخراش سے پاک ہوتی ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اگر آسمانی کتاب اصلی حالت میں موجود ہو اور اس میں کچھ تغیر نہ پیدا ہوا ہو اور عبارت میں تراش خراش اور مسخ وتنسخ نہ کر لیا گیا ہو تو کسی آئندہ نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب کتاب اللہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہو تو پھر کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں۔ رہا موعظت۔ پند ونصیحت تو اس کے لئے کتابی امت میں سے علماء وصلحا کافی ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ قرآن اصلی شکل میں موجود ہے اور حسب صراحت اسی طرح قیامت تک باقی رہے گا جس طرح نازل ہوا پس نہ کسی جدید کتاب کی ضرورت رہی اور نہ کسی نئے نبی کی نہ اب۔ نہ آئندہ۔ رہی تلقین وتعلیم اور ہدایت وموعظت اس کے لئے علمائے ربانی وحقانی کافی ہیں۔

الغرض جب گذشتہ انبیاء کی تعلیم اور آسمانی کتب کے علوم نایاب ہوئے تو حق تعالیٰ کی رحمت مقتضی ہوئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ورسالت سے مشرف فرمایا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ پیغمبر کا بھیجنا یہ لوگوں کی خوش قسمتی ہے اگر بدوں پیغمبر بھیجے اللہ تعالیٰ لوگوں کی کھلی ہوئی بے عقلیوں اور بے ایمانیوں پر سزا دینے لگے تب بھی ظلم نہ ہوتا لیکن اس نے احسان فرمایا اور کسی قسم کی عذرداری کا موقع نہیں چھوڑا۔ ممکن تھا سزا دہی کے وقت مجرمین کہنے لگتے کہ صاحب ہمارے پاس پیغمبر تو بھیجا نہیں جو ہم کو ہماری غلطیوں پر کم از کم متنبہ کر دیتا۔ اگر کوئی پیغمبر آتا تو ہم کیسے نیک اور ایماندار ثابت ہوتے اور اس عذاب کو نہ دیکھتے اس لئے کہ ہم پھر برے کام ہی نہ کرتے تو اس الزام اور عذر کو رفع کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تا کہ پھر کسی کو کوئی عذر باقی نہ رہے کہ رسول نہ بھیجتے تو کہتے کہ رسول کیوں نہ بھیجا اور اب رسول تشریف لائے جو تمام پیغمبروں سے شان اور رتبہ میں

بڑھ کر ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت اس کو مانتے جب دیکھتے کہ ان سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح ''عصا'' اور ''ید بیضا'' وغیرہ کے معجزات ظاہری وحسی ظاہر ہوتے اوران کے پاس بھی توراۃ کی طرح ایک دم لکھی لکھائی کتاب اترتی یہ کیا کہ دو دو چار چار آیتیں پیش کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود مدینہ نے قریش کو سکھایا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہی معجزات کے طلبگار ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے جیسے لاٹھی کا سانپ ہوجانا اور ہاتھ کا سورج کی طرح روشن اور چمکدار ہوجانا وغیرہ وغیرہ۔ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور کتاب الٰہی کو کہاں سب نے مان لیا تھا؟ شبہے نکالنے والے ان کو بھی ساحر اور مفتری کہتے رہے۔ بس جن کو ماننا منظور نہیں ہوتا وہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ احتمالات نکال لیتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث ومفسر دہلویؒ لکھتے ہیں'' مکہ کے کافر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سن کر کہنے لگے کہ ویسا معجزہ اس نبی کے پاس ہوتا تو ہم مانتے۔ جب یہود سے پوچھا اور توراۃ کی باتیں اس نبی کے موافق اور اپنی مرضی کے خلاف سنیں مثلاً یہ کہ بت پرستی کفر ہے۔ آخرت کا جینا برحق ہے اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو مردار ہے اور عرب میں ایک نبی آخر الزمان آئیں گے جن کی یہ نشانیاں ہوں گی وغیرہ وغیرہ تب لگے دونوں کو جواب دینے کہ توراۃ اور قرآن دونوں جادو ہیں اور موسیٰ اور محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کا جواب تلقین ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ آسمانی کتابوں میں مشہور یہی دو کتابیں ہیں یعنی توراۃ اور قرآن۔ اگر یہ دونوں جادو ہیں تو تم کوئی کتاب الٰہی پیش کرو جو ان سے بہتر اور ان سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔ بفرض محال اگر ایسی کتاب لے آؤ تو میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا لیکن تم قیامت تک نہیں لاسکتے۔ اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ خود ہدایت ربانی سے قطعی تہی دست ہو اور جو کتاب ہدایت آتی ہے تو اسے جادو کہہ کر رد کردیتے ہو۔ اس پر حق تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ نہ ہدایت قرآن کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کرسکتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کو راہ ہدایت پر چلنا مقصود ہی نہیں۔ محض اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی ہے۔ جس چیز کو دل چاہا مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رد کردیا تو بتلایئے ایسے ہوا پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت اسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے اور جو شخص خود قصد کرتا ہے گمراہ رہنے کا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتے اور ایسا شخص ہمیشہ گمراہ ہی رہتا ہے۔

یہاں آیت میں یہ ارشاد **ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لایھدی القوم الظّٰلمین**۔ جو شخص اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنے جی کی چاہت پر چلے اس سے زیادہ کون گمراہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔ تو اگرچہ یہ ارشاد یہاں کفار ومشرکین کے حق میں ہے مگر اس سے سبق اس وقت کے جدید تہذیب کے شیدائیوں کو بھی لینا چاہئے کہ جو خود ساختہ قوانین کو قرآنی احکام کے مقابلہ میں پسند کرتا ہے اور مغربی نظریات کو قرآنی اصول وضوابط پر ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے کہ شریعت کے بعض قوانین اس زمانہ کے موافق تھے جب کہ تہذیب وتمدن اپنی انتہائی بلندی پر نہیں پہنچا تھا تو ایسے تمام لوگوں کو دل کے کان کھول کر یہ ارشاد ربانی سن لینا چاہئے کہ'' ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدوں اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل اس کے پاس ہو اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔'' اسی مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا

ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہوجائے۔مطلب یہ ہے کہ حقیقی ایمان جبھی حاصل ہوسکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہوسکتی ہیں کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر ہدایات نبوی کے تابع اور ماتحت ہوجائیں۔لیکن آج قرآن و حدیث سے بغاوت قولاً یا فعلاً کے باوجود اسلام اور ایمان کے دعوے بلند کئے جاتے ہیں۔شارحین نے اس حدیث شریف کی تشریح میں لکھا ہے کہ ہوٰی یعنی خواہشات نفس اور ہُدٰی یعنی اللہ و رسول کی ہدایات یہی دو چیزیں ہیں جن پر خیر و شر کے سارے سلسلہ کی بنیاد ہے۔اور جس سے انسانوں کی سعادت یا شقاوت وابستہ ہے۔ہر گمراہی اور بدعملی اتباع ہوٰی کا نتیجہ ہے جس طرح کہ ہر خیر اور ہر نیکی اتباع ہدٰی سے پیدا ہوتی ہے۔لہٰذا حقیقی ایمان جب ہی نصیب ہوسکتا ہے کہ ہوٰی کو یعنی اپنے نفس کی چاہتوں کو ہُدٰی کے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے آئی ہوئی ہدایات و تعلیم کے تابع کردیا جائے اور جس نے ہُدٰی کو چھوڑ کر ہوٰی کی غلامی اختیار کی اور بجائے ربانی ہدایات کے وہ نفسانی خواہشات کے تابع ہوگیا تو گویا خود ہی اس نے مقصد ایمان کو پامال کردیا۔اور اسی کے متعلق دوسری جگہ قرآنی فیصلہ ہے۔ **فاما من طغٰی واثر الحیٰوۃ الدّنیا فان الجحیم هی الماوٰی واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوٰی فان الجنة هی الماوٰی** یعنی جس کسی نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو ایسے کا ٹھکانہ بس دوزخ ہی ہوگا اور جو کوئی ڈرا ہوگا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو ایسے کا ٹھکانہ جنت ہی ہوگا۔ اب آگے کی آیات میں قرآن پاک کی صداقت و حقانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر منصف اہل کتاب کے ایمان لانے سے استدلال فرمایا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

---

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرمادیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ظاہر میں اور باطن میں ہم کو اتباع اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہم کو نفس کی بے جا خواہشات سے رکنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائیں۔اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کے موافق زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔یا اللہ! آج ہماری اکثریت باوجود دعوئے اسلام و ایمان کے اتباع ہوٰی میں گرفتار ہے۔ اور نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کو مقصد زندگی بنا رکھا ہے۔اور دنیوی زندگی کو ترجیح دے رکھی ہے۔اور ہدایات ربانی سے منہ موڑ رکھا ہے۔یا اللہ! اس ظلم و ستم سے امت کے ایک ایک فرد کو بچا لیجئے۔ہوٰی کی غلامی سے نکال کر ہم کو ہُدٰی کا اتباع نصیب فرما دیجئے۔شقاوت کی راہ سے یا اللہ بچا کر سعادت کی راہ پر آجانا نصیب فرمائیے۔یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے سامنے کھڑا ہونے کا خوف و خشیت عطا فرمادے تاکہ ہم قرآنی فیصلہ **واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوٰی فان الجنة هی الماوٰی** کے مصداق ہوجائیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ

اور ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان لوگوں کیلئے وقتاً فوقتاً کے بعد دیگرے بھیجا تاکہ یہ لوگ نصیحت مانیں۔ جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے (آسمانی) کتابیں دی ہیں (ان میں جو منصف ہیں)

هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ

وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب قرآن اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے (نازل ہوا ہے اور) ہم تو اس (کے آنے)

مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

سے پہلے بھی مانتے تھے۔ ان لوگوں کو اُن کی پختگی کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا اور وہ لوگ نیکی سے بدی کا دفعیہ کردیتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور جب کوئی لغوبات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کیا ہمارے سامنے آوے گا اور تمہارا کیا

اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

تمہارے سامنے آوے گا ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وَلَقَدْ وَصَّلْنَا اور البتہ ہم نے مسلسل بھیجا | لَهُمُ ان کیلئے | الْقَوْلَ (اپنا) کلام | لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ | يَتَذَكَّرُونَ نصیحت پکڑیں | الَّذِينَ وہ لوگ جو |
| اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جنہیں ہم نے کتاب دی | مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل | هُمْ بِهٖ وہ اس (قرآن) پر | يُؤْمِنُونَ ایمان لاتے ہیں | وَاِذَا اور جب | |
| يُتْلٰى عَلَيْهِمْ پڑھا جاتا ہے ان پر (سامنے) | قَالُوْٓا وہ کہتے ہیں | اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر | اِنَّهُ بیشک یہ | الْحَقُّ حق | |
| مِنْ رَّبِّنَآ ہمارے رب (کی طرف) سے | اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے | مِنْ قَبْلِهٖ اس کے پہلے ہی | مُسْلِمِيْنَ فرماں بردار | اُولٰٓئِكَ یہی لوگ | |
| يُؤْتَوْنَ دیا جائے گا انہیں | اَجْرَهُمْ ان کا اجر | مَّرَّتَيْنِ دُہرا | بِمَا صَبَرُوْا اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا | وَيَدْرَءُوْنَ اور وہ دُور کرتے ہیں | |
| بِالْحَسَنَةِ بھلائی سے | السَّيِّئَةَ برائی کو | وَمِمَّا اور اس سے جو | رَزَقْنٰهُمْ ہم نے دیا انہیں | يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں | وَاِذَا اور جب |
| سَمِعُوا وہ سنتے ہیں | اللَّغْوَ بیہودہ بات | اَعْرَضُوْا وہ کنارہ کرتے ہیں | عَنْهُ اس سے | وَقَالُوْا اور کہتے ہیں | لَنَآ اَعْمَالُنَا ہمارے لئے ہمارے عمل |
| وَلَكُمْ اور تمہارے لئے | اَعْمَالُكُمْ تمہارے عمل | سَلٰمٌ سلام | عَلَيْكُمْ تم پر | لَا نَبْتَغِي ہم نہیں چاہتے | الْجٰهِلِيْنَ جاہل |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ کا ایک الزام اور اعتراض نقل کیا گیا تھا کہ یہ قرآن مثل موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توراۃ کے یکبارگی پورے کا پورا کیوں نہیں نازل ہوا تو اس کا ایک الزامی جواب تو وہاں بیان ہوا تھا۔ اب ایک دوسرا تحقیقی جواب ان آیات میں دیا جاتا ہے کہ جس میں قرآن کے دفعتہً پورے کا پورا نازل نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس کلام یعنی قرآن کو وقتاً فوقتاً بتدریج ایک آیت کے پیچھے دوسری آیت کو نازل کیا تاکہ بار بار تازہ بتازہ سننے سے غور کرنے اور سمجھنے کا کافی موقع ملے اور یاد رکھنے میں بھی سہولت ہو تو ان ہی کی مصلحت سے تھوڑا تھوڑا نازل کیا جاتا ہے۔ پھر غضب ہے کہ یہ اپنی ہی مصلحت کی مخالفت کرتے

ہیں۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان جاہل معاندین ومشرکین کا حال تو یہ ہے کہ یہ نہ اگلی کتابوں کو مانیں نہ پچھلی کو اور ان کے بالمقابل انصاف پسند اہل کتاب کو دیکھو کہ وہ پہلے سے توراۃ وانجیل پر یقین رکھتے تھے اب جب قرآن آیا تو اس پر بھی ایمان لائے اور کہا کہ بلاشبہ یہ کتاب برحق ہے اور ہمارے رب کی اتاری ہوئی ہے۔ہم اس پر اپنے یقین واعتقاد کا اعلان کرتے ہیں اور ہم تو اس کے آنے سے پہلے بھی اس کو بربنائے بشارات اپنی کتب کے مانتے تھے اب بھی قبول کرتے ہیں۔کتب سابقہ پر ہمارا ایمان تھا جن میں پیغمبر آخر الزمان اور ان کی کتاب قرآن کریم کے متعلق صاف بشارات موجود تھیں لہٰذا ان پیشین گوئیوں پر بھی ہمارا پہلے سے ایمان تھا۔آج اس کی تفصیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ تمام اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ اس پر ایمان لاتے ہیں بلکہ یہ اشارہ دراصل اس واقعہ کی طرف ہے جو اس سورۃ کے نزول کے زمانہ میں پیش آیا تھا اور اس سے کفار مکہ کو شرم دلانی مقصود ہے کہ تم کو اپنے گھر کی نعمت کی قدر نہیں حالانکہ دور دور کے لوگ اس نبی اور اس قرآن کی خبر سن کر آ رہے ہیں اور ان کی قدر پہچان کر ان پر ایمان لا کر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔اس واقعہ کو ابن ہشام وغیرہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی خبریں ملک حبشہ میں پھیلیں تو وہاں سے تقریباً ۲۰ عیسائیوں کا ایک وفد تحقیق حال کے لئے مکہ معظمہ آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد حرام میں ملا۔کعبہ کے آس پاس جو قریش کے مشرک موجود تھے وہ بھی آ کھڑے ہوئے۔وفد کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے جن کا آپ نے جواب دیا پھر انہوں نے ان تمام اوصاف کا بخوبی مطالعہ کیا جو کتب سابقہ میں آنے والے نبی کے متعلق انہوں نے پڑھے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور پھر کچھ قرآن کریم کو پڑھ کر سنایا۔قرآن سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلام الٰہی ہونے کی تصدیق کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔جب مجلس برخاست ہوئی تو ابوجہل اور اس کے چند ساتھیوں نے ان وفد کے لوگوں کو راستہ میں جا پکڑا اور انہیں سخت ملامت کی اور کہا کہ تم لوگ بڑے نامراد ہو۔تمہارے ہم مذہب لوگوں نے تم کو اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس شخص کے حالات تحقیق کر کے آؤ اور انہیں ٹھیک ٹھیک خبر دو مگر تم تھوڑی ہی دیر اس کے پاس بیٹھے تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر اس پر ایمان لے آئے۔تم سے زیادہ احمق وفد تو کبھی ہماری نظر سے نہیں گزرا۔اس پر انہوں نے جواب دیا۔"سلام ہے بھائیو تم کو۔ہم تمہارے ساتھ جہالت نہیں کر سکتے۔ہمیں ہمارے طریقہ پر چلنے دو اور تم اپنے طریقہ پر چلتے رہو۔ہم اپنے آپ کو جان بوجھ کر بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے۔" تو ان منصف اور حق شناس اہل کتاب کے ایمان لانے کی حق تعالیٰ تعریف فرماتے ہیں اور ان کی فضیلت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دوہرا اجر دیا جائے گا۔یعنی ایک اجر اس ایمان کا جو وہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رکھتے تھے اور دوسرا اجر اس ایمان کا جو وہ اب نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے یا ایک اجر سابق کتب پر ایمان رکھنے اور ان پر عمل کرنے کا اور دوسرا اجر قرآن کو ماننے اور اس کے احکام پر چلنے کا۔یہی بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہے جو بخاری ومسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین فریق ہیں جن کو دوگونہ اجر ملے گا۔ایک وہ اہل کتاب جو پہلے اپنے پیغمبر پر ایمان لایا تھا پھر مجھ پر ایمان لایا۔دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور

اپنے آقاؤں کا بھی تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی مسلمان باندی تھی پھر اس باندی کو ادب یعنی مسائل اسلام اچھی طرح سکھا کر آزاد کر کے اس کی رضامندی سے نکاح کر لیا۔ تو ان ایمان لانے والے اہل کتاب کی یہ جزا ہوگی کہ انہیں دوہرا ثواب ملے گا۔ اب آگے ان انصاف پسند۔ حق شناس اور صداقت شعار مسلمان ہو جانے والے اہل کتاب کے اعمال اور اخلاق کا بیان ہے اور ان کے تین خصوصی اوصاف اللہ تعالیٰ نے اس جگہ بیان فرمائے۔

اول یہ کہ وہ نیکی اور تحمل سے بدی اور ایذاء کا دفعیہ کر دیتے ہیں یعنی وہ بدی کا جواب بدی سے نہیں بلکہ نیکی سے دیتے ہیں۔ ظلم کو ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے دفع کرتے ہیں شرارتوں کا سامنا شرارت سے نہیں بلکہ شرافت سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ اخلاق حسنہ ہم کو بھی عطا فرمائیں۔

دوسرے یہ کہ وہ راہِ حق میں مالی ایثار بھی کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ وہ لوگ محض حق کی تلاش میں حبش سے سفر کر کے مکہ آئے تھے۔ اس سفر کی مشقت اور صرف مال سے کوئی مادی منفعت ان کے پیش نظر نہ تھی بلکہ جب انہوں نے سنا کہ مکہ میں ایک شخص نے اللہ کا پیغمبر اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو انہوں نے ضروری سمجھا کہ خود جا کر تحقیق کریں تا کہ اگر وہ واقعی خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں تو پھر ان پر ایمان لانے اور ہدایت پانے سے محروم نہ رہ جائیں اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان اہل حبش نے مکہ میں آ کر مسلمانوں کو تنگدست اور خستہ حال دیکھا تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس بکثرت مال ہے اگر اجازت ہو تو ہم جا کر لے آئیں اور مسلمان بھائیوں کی کچھ ہمدردی کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور انہوں نے وعدہ کے مطابق تکمیل کی تو ممکن ہے کہ مما رزقنھم ینفقون۔ میں اشارہ اس طرف بھی ہو۔

تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جب ان سے کوئی شخص بیہودہ طور پر الجھتا ہے تو یہ اس سے نہیں الجھتے اور جھگڑا ختم کرنے کے لئے یہ کہتے ہوئے الگ ہو جاتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ تمہاری باتوں کو دور سے سلام۔ ہم کو بے سمجھ لوگوں سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں اشارہ ہے اس بیہودہ بات کی طرف جو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے اس وفد سے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس نیک صفت کو اپنانے کی توفیق ہم کو بھی عطا فرمائیں۔

ان آیات میں اہل کتاب کے ایمان اور انقیاد کا بیان تھا اور اس سے اوپر گذشتہ آیات میں مشرکین قریش کا کفر و عناد مذکور تھا۔ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور اہل کتاب غیر قرابت دار تھے۔ اور غیر قرابت داروں کے ایمان لانے کو دیکھ کر قرابت داروں کے ایمان نہ لانے پر طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اور پھر ان قرابت داروں میں بھی بعض کے ایمان لانے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص اہتمام اور شوق غالب تھا۔ اس میں کامیابی نہ ہونے سے اور زیادہ رنج ہوتا تھا اس لئے آگے تسلی کا مضمون ارشاد ہے کہ کسی کو ایمان کی توفیق ہو جانا یہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں نہ کہ آپ کے تو پھر آپ کسی کے ایمان نہ لانے پر رنج کیوں کریں یہ مضمون اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی بدی کو نیکی سے اور برائی کو بھلائی سے دفع کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کردیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اُسی کو ہے۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| اِنَّکَ بیشک تم | لَا تَهْدِیْ ہدایت نہیں دے سکتے | مَنْ اَحْبَبْتَ جس کو تم چاہو | وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اور لیکن (بلکہ) اللہ | یَهْدِیْ ہدایت دیتا ہے |
| مَنْ یَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے | وَهُوَ اور وہ | اَعْلَمُ خوب جانتا ہے | بِالْمُهْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی صداقت وحقانیت کی ایک دلیل یہ دی گئی تھی کہ اہل کتاب میں سے جو منصف مزاج ہیں وہ کتب سابقہ کی بشارات کی بنا پر قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول وپیغمبر تسلیم کر لیتے ہیں۔ اسی بنا پر ایسے اہل کتاب کو جو اسلام لے آئیں دوہرے اجر وثواب کی بشارت سنائی گئی تھی۔ گذشتہ آیات میں جن اہل کتاب کے ایمان لے آنے کی طرف اشارہ تھا وہ حبشہ کی ایک عیسائیوں کی جماعت تقریباً ۲۰ نفر کی تھی جو تحقیق حال کے لئے مکہ معظمہ آئی تھی اور انہوں نے قرآن پاک کو سن کر اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے جس پر قریش کے بعض مشرکین ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے ان اہل وفد کی بے عزتی کی اور ان کو اسلام قبول کر لینے کے باعث برا بھلا بھی کہا۔ تو مشرکین قریش جو آپ کے قرابت دار بھی تھے ان کا تو یہ سلوک اور رویہ کہ اسلام دشمنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں پیش پیش تھے اور باہر کے ملک سے آنے والے قرآن کریم کی صداقت پر ایمان لادیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرلیں تو اس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا اور ان قریش میں سے بھی آپ بعض کے ایمان لے آنے کے بڑے خواہشمند تھے۔ اور بحکم قرآنی آپ نے تبلیغ اسلام کا آغاز بھی اپنے گھر والوں سے کیا اور پھر قریب ترین رشتہ داروں کو دعوت دی۔ پھر ان رشتہ داروں میں بھی آپ کے چچا ابو طالب جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی وتربیت اپنی اولاد کی طرح کی تھی اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کی دعوت کے بعد بھی مددگار رہے۔ ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوی ترین خواہش یہی تھی اور قرابت کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ ابوطالب اسلام لے آئیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہوگیا تھا اور جب آپ کی عمر چھ برس کی تھی تو والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ پھر دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش ونگرانی اپنے ذمہ لی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس ۱۰ دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بھی وفات پائی تو ابوطالب جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے وہ آپ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی اور قریش واہل مکہ نے آپ کی مخالفت وعداوت کی تو ابوطالب برابر آپ کے مددگار رہے۔ سیرت ابن ہشام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت پر ایک مستند اور اولین تصنیف ہے اور عربی کتابوں میں اس کا درجہ اب تک خاصا بلند مانا جاتا ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابوطالب دونوں کا ایک ہی سال میں انتقال ہوگیا (گویا نبوت کے دسویں سال میں آپ کے چچا ابوطالب کی وفات ہوئی اور اس کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی۔ اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو غم کا سال فرمایا ہے) تو حضرت خدیجہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے سبب جو آپ کے لئے تبلیغ دین میں بھی مددگار تھیں اور آپ کے چچا ابو طالب کے انتقال کے باعث جو آپ کے کاموں میں قوت بازو اور قوم کے مقابلہ میں محافظ و مددگار تھے پے در پے مصیبتیں آنے لگیں۔ جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو قریش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کے لئے ایسے مواقع میسر آگئے کہ ابو طالب کی زندگی میں ان کی امید بھی نہ ہو سکتی تھی۔ ایک دفعہ ایک شریر نے آپ کے سر پر کیچڑ ڈال دی تو آپ اسی حالت میں گھر میں تشریف لائے تو صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی اٹھیں اور آپ کے سر مبارک کی کیچڑ پانی سے دھونے لگیں اور وہ روتی جاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے جاتے تھے لا تبکی یابنیة فان اللہ مانع اباک۔ اے میری پیاری بیٹی روؤ مت۔ اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے اسی اثنا میں آپ یہ بھی فرماتے جاتے کہ ابو طالب کے مرنے تک قریش مجھ سے ایسا کوئی برتاؤ نہ کر سکے۔ آگے لکھا ہے کہ ابو طالب جب بیمار ہوئے اور ان کی بیماری کی خبر قریش کو ہوئی تو ان میں سے بعض نے کہا کہ حمزہ اور عمر دونوں نے اسلام اختیار کر لیا ہے اور قریش کے تمام قبیلوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ پھیل چکی ہے ہمیں چاہئے کہ ابو طالب کے پاس جائیں کہ وہ اپنے بھتیجے سے ہمارے متعلق کوئی عہد لیں اور ہم سے کوئی عہد لے کر انہیں دیں کیونکہ ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ یہ لوگ ہماری امارت چھین لیں گے۔ چنانچہ ابو جہل۔ امیہ بن خلف۔ عتبہ۔ ابوسفیان۔ اور ان کے علاوہ قوم کے اور سربرآوردہ افراد بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا اے ابو طالب آپ سے جیسے ہمارے تعلقات ہیں آپ خوب جانتے ہیں اب آپ کے پاس وہ چیز آ چکی ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور ہمیں آپ کے متعلق مر جانے کا خوف ہے۔ آپ کے بھتیجے اور ہمارے درمیان جیسے تعلق ہیں ان سے بھی آپ واقف ہیں اس لئے انہیں بلائیے اور ان کے لئے ہم سے عہد لیجئے اور ہمارے لئے ان سے عہد لیجئے کہ وہ ہم سے دست کش رہیں اور ہم ان سے دست کش رہیں۔ ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا آپ آئے تو آپ سے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ لوگ تمہاری قوم کے سربرآوردہ ہیں اور تمہارے لئے جمع ہوئے ہیں کہ کچھ عہد تم سے لیں اور کچھ تمہیں دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا ایک بات کا تم مجھے قول دو جس کے عوض تم عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور اس کے سبب سے عجم بھی تمہاری اطاعت کرنے لگیں گے۔ ابو جہل بولا۔ بہت اچھا۔ تمہارے باپ کی قسم ایک نہیں دس باتوں کا قول لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اقرار کرو لا الہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں کہو گے اور اس کے سوا جس کی بھی تم پرستش کرتے ہو اسے چھوڑ دو گے اس پر وہ تالیاں بجانے لگے اور اس کے بعد کہا واللہ ان باتوں میں سے جو تم چاہتے ہو کسی بات پر بھی یہ شخص تمہیں قول دینے والا نہیں۔ پس چلو اور اپنے بڑوں کے دین پر چلتے رہو۔ پھر وہ لوگ ادھر ادھر چلے گئے۔ اور ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ بھتیجے واللہ تم نے ان سے کوئی بعید بات کا سوال نہیں کیا۔ جب ابو طالب نے یہ بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ان کے متعلق امید پیدا ہو گئی اور آپ نے ان سے فرمایا اے چچا جان تو آپ وہی بات کہہ دیجئے تا کہ اس کے سبب سے قیامت کے روز میری سفارش آپ کے لئے جائز ہو جائے۔ جب ابو طالب نے اپنے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش دیکھی تو کہا بھتیجے! اگر میرے بعد تم پر اور تمہارے بھائیوں پر طعنہ زنی کا اور قریش کی اس بدگمانی کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے یہ الفاظ موت کی سختی پر صبر نہ کر کے کہہ دیئے تو ضرور کہتا اور یہ الفاظ بھی تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان سے تمہیں خوش کر دوں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے وہاں ابو جہل اور عبداللہ بن اُبی بن مغیرہ کو بیٹھا پایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا چچا کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ دو تا کہ میں اس کی حجت خدا کے سامنے پیش کرسکوں۔ابو جہل نے کہنا شروع کیا۔ابو طالب کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے۔حضور برابر کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمارہے تھے اور وہ دونوں بھی یعنی ابو جہل اور ابن مغیرہ اپنا قول دہرا رہے تھے یہاں تک کہ ابو طالب نے کہا کہ میں عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ ابو طالب نے کہا کہ اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ قریش مجھے عار دیں گے اور کہیں گے کہ موت کے ڈر سے ابو طالب نے کلمہ پڑھ لیا تو میں صرف تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے یہ کلمہ کہہ دیتا۔اس کے بعد ابو طالب کا انتقال ہوگیا۔حضور والا غمگین ہوکر یہ فرماتے ہوئے نکل آئے کہ میں اللہ سے تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا جب تک مجھے ممانعت نہ ہوجائے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔اور پھر بعد میں سورۂ توبہ کی آیت ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبین لھم انھم اصحب الجحیم نازل ہوئی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ مشرکین رشتہ دار ہی ہوں جب ان پر یہ ظاہر ہو چکے کہ وہ اہل دوزخ ہیں۔

تو ابو طالب کے احسانات اور شفقت کی بنا پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں شدید ترین تمنا ان کے مسلمان ہوجانے کی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے کہا جاتا ہے کہ آپ کو جس سے طبعی محبت ہو یا دل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت ہوجائے تو لازم نہیں کہ ایسا ضرور ہوکر رہے۔آپ کا کام صرف راستہ بتانا ہے۔آگے یہ کہ کون راستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے کون نہیں پہنچتا یہ آپ کے قبضہ اختیار سے خارج ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کو اختیار ہے جسے چاہے ایمان اور قبول حق کی توفیق بخشے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ کسی کو کسی کے راہ پر لانے کا اختیار تو کیا ہوتا یہ علم بھی نہیں کہ کون راہ پر آنے والا ہے یا آنے کی استعداد ولیاقت رکھتا ہے۔بہرحال اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمادی کہ آپ جاہلوں کی لغوگوئی اور معاندانہ شوروشغب یا اپنے خاص اعزہ واقارب کے اسلام نہ لانے سے رنجیدہ خاطر اور غمگین نہ ہوں۔جس قدر آپ کا فرض ہے وہ ادا کئے جائیں آگے اللہ ہی کے علم و اختیار میں ہے کہ ان میں سے کسے راہ ہدایت پر لایا جائے

اس آیت کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہ صریح ہے اس میں کہ ہدایت کسی کی قدرت میں نہیں۔بجز اللہ تعالیٰ کے تو جیسا کہ بعض جہلا کا گمان ہے کہ شیخ یا پیر جس کو چاہے اپنے تصرف سے واصل الی اللہ کردے یہ غلط ہے۔کسی کو ہدایت یا ایمان کی توفیق ہوجانا یہ خدا ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

الغرض اوپر دور سے کفار کے ایمان نہ لانے کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے اور ان کے مختلف شبہات اور اعتراضات نقل کرکے ان کے جوابات دیئے گئے۔اب آگے کفار مکہ کا ایک دوسرا بہانہ ایمان نہ لانے کا بیان کیا جاتا ہے اور اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے لئے ہدایت کے فیصلہ فرمادیں۔اور ہم کو ایسی ہدایت نصیب فرمادیں کہ جس کے بعد کبھی گمراہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صراط مستقیم پر جمائے رکھیں۔اور ہر طرح کی کجروی سے محفوظ فرمائیں۔

اے اللہ اسلام اور ایمان کی زندگی نصیب فرما اور اسلام اور ایمان کے ساتھ موت نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت پر چلنے لگیں تو فی الفور اپنے مقام سے مار کر نکال دیئے جائیں، کیا ہم نے اُن کو امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی

يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ

جہاں ہر قسم کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کو ملتے ہیں ولیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔اور ہم بہت سی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا

ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے،سو (دیکھ لو) یہ اُن کے گھر ہیں کہ اُن کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر

قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْٓ اُمِّهَا

تھوڑی دیر کیلئے،اور آخر کار (اُن کے ان سب سامانوں کے) ہم ہی مالک رہے۔اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک کہ ان کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیج لے

رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ

کہ وہ ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم ان بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے مگر اسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے بہت ہی شرارت کرنے لگیں۔

اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ

اور جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کے برتنے کیلئے ہے اور یہیں کی زینت ہے،اور جو (اجر وثواب) اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

کیا تم لوگ نہیں سمجھتے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں | اِنْ نَّتَّبِعِ اگر ہم پیروی کریں | الْهُدٰى ہدایت | مَعَكَ تمہارے ساتھ | نُتَخَطَّفْ ہم اُچک لئے جائینگے | | |
| مِنْ اَرْضِنَا اپنی سرزمین سے | اَوَ کیا | لَمْ نُمَكِّنْ نہیں دیا ٹھکانہ ہم نے | لَهُمْ انہیں | حَرَمًا اٰمِنًا حُرمت والا مقامِ امن | يُّجْبٰٓى کھنچے چلے آتے ہیں | |
| اِلَيْهِ اسکی طرف | ثَمَرٰتُ پھل | كُلِّ شَىْءٍ ہر شے (قسم) | رِّزْقًا بطور رزق | مِّنْ لَّدُنَّا ہماری طرف سے | وَلٰكِنَّ اور لیکن | اَكْثَرَهُمْ ان میں اکثر |
| لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے | وَكَمْ اور کتنی | اَهْلَكْنَا ہلاک کردیں ہم نے | مِنْ قَرْيَةٍ بستیاں | بَطِرَتْ اِتراتی | مَعِيْشَتَهَا اپنی معیشت | |
| فَتِلْكَ سو۔یہ | مَسٰكِنُهُمْ ان کے مسکن | لَمْ تُسْكَنْ نہ آباد ہوئے | مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد | اِلَّا مگر | قَلِيْلًا قلیل | |
| وَكُنَّا اور ہوئے ہم | نَحْنُ ہم | الْوٰرِثِيْنَ وارث | وَمَا كَانَ اور نہیں ہے | رَبُّكَ تمہارا رب | مُهْلِكَ ہلاک کرنے والا | الْقُرٰى بستیاں |
| حَتّٰى جب تک | يَبْعَثَ بھیج دے | فِىْٓ اُمِّهَا اسکی بڑی بستی میں | رَسُوْلًا کوئی رسول | يَّتْلُوْا وہ پڑھے | عَلَيْهِمْ ان پر | اٰيٰتِنَا ہماری آیات |
| وَ اور | مَا كُنَّا ہم نہیں | مُهْلِكِى ہلاک کرنیوالے | الْقُرٰٓى بستیاں | اِلَّا مگر (جب تک) | وَاَهْلُهَا اس کے رہنے والے | ظٰلِمُوْنَ ظالم |

| وَ اور | مَآ اُوْتِيْتُمْ جو دی گئی تمہیں | مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز | فَمَتَاعُ سو سامان | الْحَيٰوةِ زندگی | الدُّنْيَا دنیا | وَزِيْنَتُهَا اور اسکی زینت |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَمَا اور جو | عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس | خَيْرٌ بہتر | وَّاَبْقٰى اور باقی رہنے والا۔ تادیر | اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ سو کیا تم سمجھتے نہیں؟ | | |

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں دور سے کفار کے ایمان نہ لانے کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ انسان کو ہدایت سے روکنے والی کئی چیزیں ہیں ایک ان میں سے نقصان کا اندیشہ اور جان و مال کا خوف بھی ہے۔ ابتدائے اسلام کے زمانہ میں بھی بعض مشرکین کو اگر چہ اسلامی اصول کی حقانیت کسی قدر معلوم ہوگئی تھی لیکن یہ خیال پیش نظر رہتا کہ مسلمان مٹھی بھر ہیں ان کے پاس مال و جاہ نہیں۔ شوکت وسطوت نہیں۔ عزت وحکومت نہیں۔ اگر ہم بھی مسلمان ہو گئے تو عرب کے لوگ ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ چاروں طرف سے ہم پر چڑھ آئیں گے۔ مال اسباب لوٹ لیں گے۔ ہمارا گھر برباد اور کاروبار تباہ ہوجائے گا۔ روزی کے ذرائع مفقود ہوجائیں گے۔ چنانچہ بعض مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اندیشہ کو ظاہر کیا اور کہا کہ بیشک ہم سمجھتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں لیکن اگر ہم دین اسلام قبول کر کے آپ کے ساتھ ہوجائیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہوجائے گا۔ اردگرد کے تمام قبائل ہم پر چڑھ دوڑیں گے اور سب مل کر ہمارا لقمہ کرلیں گے۔ نہ جان سلامت رہے گی نہ مال۔ تو ان کے اس اندیشہ کا ایک جواب حق تعالیٰ کی طرف سے ان آیات میں یہ دیا جاتا ہے کہ دوسروں سے خطرہ محسوس کر کے اور ظاہری طاقتوں سے مرعوب ہو کر اسلام سے منکر اور روگرداں ہونا سخت غلطی ہے۔ کوئی دنیوی طاقت اللہ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی۔ نہ فائدہ پہنچاسکتی ہے نہ نقصان۔ جس کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ حرم کو اللہ نے امن کا مقام بنایا ہے اگر چہ تمام جزیرۂ نما عرب میں لوٹ مار۔ جدال وقتال کا بازار گرم رہتا ہے لیکن حرم کے اندر کسی کی مجال نہیں کہ لشکر کشی یا قتل وغارت کرسکے باوجودیکہ کوئی دنیوی طاقت روکنے والی موجود بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی حرم کے اندر والے ہر خطرہ سے محفوظ ہیں یہاں تک کہ جو جانور حرم کے اندر رہتے ہیں یا بھاگ کر اندر چلے آتے ہیں ان کو بھی کوئی شکار نہیں کرتا۔ ان کے لئے بھی حرم امن کا مقام ہے۔ حرم کے اندر مقتول کے ورثہ قاتل سے ملتے ہیں اور ان کو انتقام لینے کا خیال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ تو یہ حرم کا ادب ہی مانع ہے کہ باوجود آپس کی سخت عداوتوں کے باہر والے چڑھائی کر کے تم کو مکہ سے نہیں نکال دیتے۔ پھر قدرت کی کارسازی یہ بھی عجیب ہے کہ سرزمین مکہ ہر قسم کی پیداوار سے خالی ہے۔ کہیں کہیں کھجوروں کے علاوہ غلہ اور میوہ یہاں پیدا نہیں ہوتا تو بظاہر ایسے مقام پر لوگوں کو بھوکا مرجانا چاہئے تھا لیکن خدائے تعالیٰ نے ان کے رزق کا مکمل انتظام فرمادیا۔ ہر اطراف سے ہر قسم کا غلہ اور پھل یہاں آتا ہے۔ یہ قدرت کی کارسازی ہے۔ مگر ناواقف نہیں سمجھتے وہ تو صرف ظاہری اسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ حقیقت کا ان کو کیا علم۔ تو جس خدا نے ایسی کارسازی کی کیا وہ یہ نہیں کرسکتا کہ اگر یہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو کافروں کے دست برد سے ان کے جان و مال اور اہل و عیال کو محفوظ رکھے۔ پھر ان کے کفر وشرک کے باوجود تو انہیں امن اور پناہ دے رکھی ہے۔ ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے پر کیا وہ پناہ نہ دے گا؟ ہاں ان کے ایمان کو پرکھنے کے لئے اگر چند روزہ امتحان کے طور پر کوئی بات پیش آئے تو گھبرانا نہیں چاہئے اور بالفرض اسلام اور ایمان کی بدولت گھر بار چھوڑنا بھی پڑے تو ان کے مقدر کا رزق ہر جگہ ان کو پہنچے گا۔ یہ وطن کو کیوں اپنا رزق سمجھے ہوئے ہیں۔ یہاں تو کوئی چیز پیدا بھی نہیں ہوتی۔ مشرکین مکہ کے اسلام نہ لانے کے عذر کا ایک جواب تو یہ دیا گیا۔

آگے دوسرا جواب دیا جاتا ہے کہ عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو۔ اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ دیکھتے نہیں کتنی قومیں گزر چکی ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غرہ ہوگیا تھا۔ جب انہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ وبرباد کر ڈالا کہ آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ ان کی بستیوں کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر

40

سستانے یا قدرت الٰہی کا عبرتناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جا اترے تو مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین مکہ جس مال و دولت اور خوشحالی پر اترائے ہوئے ہیں اور جس کے کھوئے جانے کے خطرہ سے باطل پر جمے رہنا اور حق سے منہ موڑنا چاہتے ہیں تو یہی چیز بھی عاد و ثمود اور مدین اور قوم لوط کے لوگوں کو بھی حاصل تھی مگر باوجود مرفہ حالی اور خوش عیشی کے وہ کس طرح برباد کردی گئیں اور ان کی اس بربادی کا اصل سبب ان کا غرور و تکبر تھا کہ جس میں پڑ کر انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کی ہدایت سے منہ موڑا اور احکام الٰہیہ کو ٹھکرا دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو برباد کردیا تو معلوم ہوا کہ تباہی لانے والی چیز وہی ہے جس کو یہ لوگ سبب آبادی سمجھتے ہیں یعنی مال و جاہ قوت وطاقت پر غرور کرنا اور اللہ کے حکم کو نہ ماننا۔

آگے ان کے عذر کا تیسرا جواب دیا جاتا ہے کہ پہلی جو قومیں تباہ ہوئیں ان کے باشندے ظالم ہوچکے تھے مگر خدا نے ان کو تباہ کرنے سے پہلے اپنے رسول بھیج کر متنبہ کیا اور جب خدا کے پیغمبروں کی تنبیہ پر بھی وہ اپنی کج روی سے باز نہ آئے تب پھر انہیں ہلاک کیا گیا۔ اب یہی معاملہ اے مشرکین مکہ تمہیں درپیش ہے کہ تم بھی ظالم ہوچکے ہو اور ایک رسول تمہیں بھی متنبہ کرنے کے لئے آگئے ہیں اب تم کفر و انکار کی روش اختیار کرکے اپنے عیش اور اپنی خوشحالی کو بچاؤ گے نہیں بلکہ الٹا خطرہ میں ڈالو گے جس تباہی کا تمہیں اندیشہ ہے وہ ایمان لانے سے نہیں بلکہ انکار کرنے سے تم پر آئے گی۔

آگے ان کے عذر کا چوتھا جواب دیا جاتا ہے کہ آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل اور عیش و عشرت کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہو۔ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جدا کرکے رہے گا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے اگر وہاں کا عیش و آرام میسر ہوگیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض لاشے اور ہیچ ہے۔ دنیا کی ہر چیز ناپائیدار اور فنا پذیر ہے اور آخرت کی ہر نعمت ابدی۔ دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

لہٰذا دنیوی عیش پر ریجھنا یہ عقلمندی کا کام نہیں۔ لازوال نعمت پر ناپائیدار عیش کو ترجیح دینا یہ حماقت ہے۔ پس یہ خیال کرنا کہ اگر ہم اسلام لے آئیں گے تو چاروں طرف سے کفار چڑھائی کردیں گے اور ہمارا گھر لٹ جائے گا اور روزی کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ بیوقوفی ہے آج بھی مادیت پر نظر رکھنے والے یہی شبہ ظاہر کررہے ہیں کہ اگر پاکستان میں اسلامی نظام شریعت جاری ہوگیا تو امریکہ ہم سے ناراض ہوجائے گا۔ روس ہم سے بگڑ جائے گا چین ہم سے خفا ہوجائے گا۔ ہندوستان تو ہمارا پہلے ہی سے دشمن ہے۔ تو ہم زندہ کیسے رہیں گے۔ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بات یہ ہے کہ ایسے مادہ پرستوں کا قرآن اور اللہ کی قدرت پر صحیح ایمان ہی نہیں اس وجہ سے یہ خدشات مشرکین عرب کی طرح ان کے دلوں میں بھی پیدا ہوتے ہیں۔ غرضیکہ یہاں بتلایا گیا کہ یہاں کا عیش تو ناقابل توجہ ہے۔ راحت تو وہی ہے جو ناقابل زوال اور ابدی ہو اور وہ خدا کے پاس ہے جو آخرت میں نصیب ہوگی اور اس کے حصول کا ذریعہ صرف اسلام ہے۔ تو اگر ناپائیدار مال و دولت اور عیش کو کھو کر بھی لازوال سعادت و دولت مل جائے اور ایک روپیہ دینے سے لاکھوں کروڑوں بلکہ ان گنت دولت نصیب ہوجائے تو کیا نقصان ہے تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے کہ فانی کے بجائے باقی کو اختیار کرو۔

ان آیات سے نتیجہ کے طور پر مفسرین نے یہ اخذ کیا ہے کہ کسی دنیوی لالچ یا خوف کی وجہ سے شریعت کے حکم سے سرتابی نہ کرنی چاہئے۔ کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھنا لازم ہے۔ نفع اور ضرر کا مالک اور قادر مطلق اسی کو یقین کرنا چاہئے۔ ملازمت یا تجارت یا دوسرے مشاغل حیات کی خرابی کا اندیشہ خیال قبول حق سے ہرگز مانع نہ ہونا چاہئے۔ تو یہاں تک کفار کے مختلف اشکالات واعتراضات نقل فرما کر ان کے جوابات دیئے گئے تھے اور ان کے اعتراضات کا رد فرمایا گیا تھا اب آگے کفر و ایمان اور ہدایت و ضلالت کے جو نتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے ان کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ

بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے پھر وہ شخص اس (وعدہ کی چیز کو) پانیوالا ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا چندروزہ فائدہ دے رکھا ہے پھر وہ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

قیامت کے روز اُن لوگوں میں سے ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جاویں گے۔ اور جس دن خدا تعالیٰ ان کافروں کو (توبیخاً) پکار کر کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کو تم (ہمارا شریک) سمجھ رہے تھے۔

تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا

جن پر خدا کا فرمودہ ثابت ہو چکا ہوگا وہ بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار بیشک یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ہم نے ان کو ویسا ہی (بلا جبر و اکراہ) بہکایا جیسا

غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ

ہم خود بہکے تھے اور ہم آپ کی پیشی میں ان سے دستبرداری کرتے ہیں یہ لوگ ہم کو نہ پوجتے تھے۔ اور کہا جاوے گا کہ (اب) اپنے ان شرکاء کو بلاؤ چنانچہ وہ اُن کو پکاریں گے

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾

سو وہ جواب ہی نہ دیں گے اور (اس وقت) یہ لوگ (اپنی آنکھوں) سے عذاب دیکھ لیں گے اے کاش یہ لوگ (دنیا میں) راہ راست پر ہوتے (تو یہ مصیبت نہ دیکھتے)

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اَفَمَنْ سو کیا جو | وَعَدْنٰهُ ہم نے وعدہ کیا اس سے | وَعْدًا حَسَنًا وعدہ اچھا | فَهُوَ پھر وہ | لَاقِيْهِ پانے والا اس کو | كَمَنْ اسکی طرح جسے | |
| مَتَّعْنٰهُ ہم نے بہرہ مند کیا اسے | مَتَاعَ سامان | الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی | ثُمَّ پھر | هُوَ وہ | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت | مِنَ سے |
| الْمُحْضَرِيْنَ حاضر کئے جانوالے | وَيَوْمَ اور جس دن | يُنَادِيْهِمْ وہ پکارے گا انہیں | فَيَقُوْلُ پس کہے گا وہ | اَيْنَ کہاں | شُرَكَآءِيَ میرے شریک | |
| الَّذِيْنَ وہ جنہیں | كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ تم گمان کرتے تھے | قَالَ کہیں گے | الَّذِيْنَ وہ جو | حَقَّ ثابت ہوگیا | عَلَيْهِمُ اُن پر | الْقَوْلُ حکم عذاب |
| رَبَّنَا اے ہمارے رب | هٰٓؤُلَآءِ یہ ہیں | الَّذِيْنَ وہ جنہیں | اَغْوَيْنَا ہم نے بہکایا | اَغْوَيْنٰهُمْ ہم نے بہکایا انہیں | كَمَا جیسے | غَوَيْنَا ہم بہکے |
| تَبَرَّاْنَآ ہم بیزاری کرتے ہیں | اِلَيْكَ تیری طرف | مَا كَانُوْٓا وہ نہ تھے | اِيَّانَا صرف ہماری | يَعْبُدُوْنَ بندگی کرتے | وَقِيْلَ اور کہا جائے گا | |
| ادْعُوْا تم پکارو | شُرَكَآءَكُمْ اپنے شریکوں کو | فَدَعَوْهُمْ سو وہ انہیں پکاریں گے | فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا تو وہ جواب نہ دیں گے | لَهُمْ انہیں | | |
| | وَرَاَوُا اور وہ دیکھیں گے | الْعَذَابَ عذاب | لَوْ اَنَّهُمْ کاش وہ | كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ وہ ہدایت یافتہ ہوتے | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ مکہ کے بعض کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام قبول نہ کرنے کا یہ عذر اور بہانہ پیش کیا تھا کہ اگر ہم مسلمان ہو جائیں گے تو عرب ہمیں مکہ سے نکل باہر کریں گے حالانکہ اب تک باوجود دشمنی کے وہ ایسا نہیں کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی سرزمین کو احترام والی اور قتل و غارتگری سے پاک بنایا ہے اور یہاں گھر بیٹھے سب جگہ کی پیداوار کھنچی چلی آرہی ہے مگر انہیں اللہ کا خوف نہیں جو پہلے بہت سی قوموں کو نافرمانی کی سزا میں تباہ و برباد کر چکا ہے۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ انہیں اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں موت ایک نہ ایک دن آنی ضرور ہے جو دنیا کے سارے عیش و عشرت کو ختم کر دینے والی ہے تو اس ناپائیدار اور فانی سامان عیش و عشرت پر یہ لٹو کیوں ہو رہے ہیں۔ یہ تو وقتی طور پر فائدہ اٹھانے کے لئے دیا گیا ہے لیکن اللہ کے پاس اس سے بہتر عیش و راحت کا سامان ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا

ہے۔اس طرح آخرت کے مقابلہ میں دنیا تو کچھ بھی نہیں لیکن افسوس کہ لوگ دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اوپر کفر وضلالت پر توبیخ اور تنبیہ اور ہدایت وایمان کی ترغیب دی گئی تھی اب آگے کفر وایمان اور ہدایت وضلالت کے جو ثمرات قیامت کے روز ظاہر ہوں گے ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مومن اور کافر دونوں انجام کے اعتبار سے کس طرح برابر ہوسکتے ہیں۔ایک شخص جس نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت اچھا انعام دینے کا وعدہ کیا جو اسے قیامت کے دن یقیناً مل کر رہے گا کیا اس کے برابر وہ ہوسکتا ہے جس نے کچھ دن اللہ کے دیئے ہوئے مال متاع سے دنیا میں گلچھرے اڑائے اور پھر کفر پر مر گیا اور قیامت کے دن گرفتار ہوکر مجرم کی حیثیت سے پیش ہوگا۔اس کی مثال ایسی سمجھئے کہ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ میرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے اور نوکر چاکر خدم وحشم سب میری خدمت کے لئے کھڑے ہیں اور محل میں شاہی دسترخوان بچھا ہوا ہے اور طرح طرح کے کھانے چنے ہوئے ہیں جن سے میں لذت اندوز ہو رہا ہوں مگر آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پولیس انسپکٹر گرفتاری کا وارنٹ اور ہتھکڑی بیڑی لئے کھڑا ہے بس وہ پکڑ کر لے گیا اور فوراً ہی پیشی ہوکر حبس دوام کی سزا مل گئی تو بتلایئے اسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ قورمے کی لذت کیا یاد آئے گی۔

آگے قیامت میں کفار و مشرکین اور ان کے معبودان باطل کا حال بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں مشرکوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ فرضی معبود جن کو تم لوگ اپنے زعم سے خدا کی صفات میں شریک سمجھتے تھے۔نفع نقصان۔کارسازی اور کاربرآری کا مالک جانتے تھے اور قیامت کے دن جن کی حمایت کرنے کا تم کو بھروسہ تھا آج وہ کہاں ہیں؟اپنی حمایت کے لئے ان کو بلاؤ تو سہی۔یہ سوال تو ہوگا عام مشرکین سے مگر وہ شیاطین جن وانس اور مشرکین کے وہ لیڈر اور پیشوا جن کو دنیا میں خدا کا شریک اور خدائی حصہ دار بنایا گیا تھا اور جن کے حکم اور بات کے مقابلہ میں خدا اور اس کے رسولوں کی بات کو رد کیا گیا تھا اور جن کے کہنے پر صراط مستقیم اور راہ ہدایت کو چھوڑ کر زندگی کے غلط راستہ اختیار کئے گئے تھے اور جن کی اطاعت اس طرح کی گئی تھی جیسے خدا کی ہونی چاہئے اور اس طرح انہیں خدائی میں شریک کیا گیا تھا۔وہ سمجھ جائیں گے کہ اب ہماری بھی شامت آ گئی یہ ہمارے پیرو ضرور کہیں گے کہ یہ لوگ ہماری گمراہی کے اصل ذمہ دار ہیں اس لئے مشرکین کے بولنے سے پہلے وہ خود سبقت کر کے اپنی صفائی پیش کرنی شروع کر دیں گے۔اور کہیں گے کہ خداوندا!بیشک ہم نے ان کو گمراہ کیا تھا جیسے کہ ہم خود گمراہ تھے مگر ہم پر ان کے گمراہ کرنے کا الزام حقیقتاً عائد نہیں ہوتا کیونکہ ان پر ہمارا کوئی جبر واکراہ نہ تھا کہ زبردستی اپنی بات منوالیتے ہم نے ان کی دیکھنے۔سننے اور سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو چھین نہیں لیا تھا کہ یہ تو راہ راست کی طرف جانا چاہتے ہوں مگر ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر جبراً ان کو غلط راستہ پر لے گئے ہوں۔بلکہ جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے گمراہ ہوئے تھے اسی طرح ان کے سامنے بھی ہم نے گمراہی پیش کی اور انہوں نے اپنی مرضی سے اسے قبول کیا ورنہ ان کو اپنے خیال میں آزادی تھی۔یہ کیوں بغیر کسی دلیل وثبوت کے ہمارے اشارہ پر چلے یہ اپنے فعل کے ذمہ دار ہیں ہم ان سے بیزار ہیں ان کا ہم سے اب کوئی تعلق نہیں۔یہ ہمارے پرستار نہ تھے بلکہ اپنے ہی نفس کے بندے بنے ہوئے تھے۔اگر ان کی نفسانی خواہشیں انہیں نہ ابھارتیں تو یہ ضرور ہمیں دھتا بتاتے اور سیدھا راستہ اختیار کرتے۔تو دراصل یہ ان کی خود کی ہوا اور نفس پرستی تھی کہ جو یہ ہمارے بہکائے میں آ گئے اور اس طرح یہ ہماری پرستش نہ کرتے تھے بلکہ اپنے نفس وخواہشات اور تخیل کے پرستار تھے۔ہم ان کی عبادت اور بندگی سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔پس آپ ہمیں دعوے معبودیت کے جرم میں نہ پکڑیئے۔جب یہ بیان مشرکین کے پیشواؤں کا ہوگا اور اس طرح وہ مشرکین سے بیزاری اور بے رخی ظاہر کریں گے تو مشرکین سے کہا جائے گا کہ لو اب اپنی مدد اور بچانے کے لئے اپنے ان معبودوں کو پکارو اور ان سے کہو کہ آئیں اور تمہاری مدد کریں اور عذاب سے بچائیں۔چنانچہ وہ مشرکین حیرت سے بالاضطرار ان کو پکاریں گے مگر وہ جواب بھی نہ دیں گے اس لئے کہ وہ خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے اس وقت عذاب الٰہی کو یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے پھر کہیں گے کہ اے کاش ہم دنیا میں راہ راست پر ہوتے تو آج یہ مصیبت نہ دیکھتے۔

ابھی اسی سلسلہ میں آگے بھی قیامت کے احوال کو بیان فرمایا گیا ہے۔جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ

اور جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا۔ سو اُس روز اُن سے سارے مضامین گم ہوجاویں گے

فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَـٰلِحًا فَعَسَىٰٓ أَن يَكُونَ مِنَ

تو وہ آپس میں پوچھ پاچھ بھی نہ کرسکیں گے۔البتہ جو شخص (کفر وشرک سے) توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ اُمید ہے کہ (آخرت میں) فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔

الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَـٰنَ اللَّهِ وَتَعَـٰلَىٰ

اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جس حکم کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے ان لوگوں کو تجویز (احکام) کا کوئی حق حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا

پاک اور برتر ہے۔اور آپ کا رب سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو اُن کے دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں۔اور اللہ وہی ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْأُولَىٰ وَالْـَٔاخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾

حمد کے لائق دنیا اور آخرت میں وُہی ہے، اور حکومت بھی (قیامت میں) اُسی کی ہوگی تم سب اُسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

وَيَوْمَ اور جس دن | يُنَادِيهِمْ وہ پکارے گا انہیں | فَيَقُولُ تو فرمائے گا | مَاذَا کیا | أَجَبْتُمُ تم نے جواب دیا | الْمُرْسَلِينَ پیغمبر

فَعَمِيَتْ پس نہ سوجھے گی | عَلَيْهِمُ ان کو | الْأَنۢبَآءُ خبریں (باتیں) | يَوْمَئِذٍ اس دن | فَهُمْ پس وہ | لَا يَتَسَآءَلُونَ آپس میں سوال نہ کرینگے

فَأَمَّا سو لیکن | مَن تَابَ جس نے توبہ کی | وَءَامَنَ اور وہ ایمان لایا | وَعَمِلَ صَـٰلِحًا اور اس نے عمل کئے اچھے | فَعَسَىٰٓ تو امید ہے | أَن يَكُونَ کہ وہ ہو

مِنَ سے | الْمُفْلِحِينَ کامیابی پانے والے | وَرَبُّكَ اور تمہارا رب | يَخْلُقُ پیدا کرتا ہے | مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے | وَيَخْتَارُ اور وہ پسند کرتا ہے

مَا كَانَ نہیں ہے | لَهُمُ ان کیلئے | الْخِيَرَةُ اختیار | سُبْحَـٰنَ اللَّهِ اللہ پاک ہے | وَتَعَـٰلَىٰ اور برتر | عَمَّا يُشْرِكُونَ اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں

وَرَبُّكَ اور تمہارا رب | يَعْلَمُ وہ جانتا ہے | مَا جو | تُكِنُّ چھپا ہے | صُدُورُهُمْ ان کے سینے | وَمَا اور جو | يُعْلِنُونَ وہ ظاہر کرتے ہیں

وَهُوَ اللَّهُ اور وہی اللہ | لَآ إِلَـٰهَ نہیں کوئی معبود | إِلَّا هُوَ اس کے سوا | لَهُ الْحَمْدُ اسی کیلئے تمام تعریفیں | فِى الْأُولَىٰ دنیا میں | وَالْـَٔاخِرَةِ اور آخرت

وَلَهُ الْحُكْمُ اور اسی کیلئے فرمانروائی | وَإِلَيْهِ اور اسی کی طرف | تُرْجَعُونَ تم لوٹ کر جاؤ گے

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جب مشرکوں سے قیامت میں ان کے دنیا میں شرک کرنے کے متعلق پوچھا جائے گا تو کوئی جواب ان مشرکوں سے نہ بن پڑے گا سوائے اس کے کہ دنیا میں جو انہوں نے گمراہی اختیار کی تھی اس پر پچھتائیں اور حسرت وافسوس کریں کہ کاش ہم دنیا میں ہدایت حاصل کرلیتے اور سیدھا راستہ اختیار کرلیتے تو یہ مصیبت نہ دیکھنی پڑتی۔تو قیامت میں جب مشرکین پر توحید اختیار نہ کرنے سے الزام قائم ہوجائے گا تو پھر دوسرا سوال پوچھا جائے گا کہ تم نے ہمارے رسولوں کی بات دنیا میں کیوں نہیں مانی؟ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن ان کفار ومشرکین سے بازپرس کی جائے گی کہ علاوہ عقل وفہم عطا کرنے اور دلائل فطرت پیدا کرنے کے جو پکار پکار کر توحید کی طرف بلا رہے تھے

اللہ نے جو تمہارے پاس پیغمبر بھیجے تھے اور انہوں نے تم کو راہ راست کی طرف بلایا تھا تو تم نے ان کی بات کیوں نہ سنی اور ان کے دعوت اور پیغام کا کیا جواب دیا تھا؟ یہ سوال بھی سن کر کفار و مشرکین کے حواس باختہ ہو جائیں گے اور دنیا میں اگر چہ پیغمبروں کے مقابلہ میں وہ کٹ حجتیاں کرتے اور تکبر اور غرور سے سرمست ہو کر پیغمبروں کے ماننے والوں کو ذلیل اور رذیل کہتے لیکن قیامت کے دن ان کو کوئی جواب نہ بن پڑے گا اور نہ یہ ممکن ہوگا کہ باہم پوچھ پاچھ کر کوئی جواب دے سکیں۔ کافروں اور مشرکوں کی قیامت کے دن یہ ناگفتہ بہ حالت بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ آخرت میں نجات کا دارومدار صرف اس پر ہے کہ انسان دنیا ہی میں سرکشی چھوڑے۔ خواہشات کا بندہ نہ بنے۔ اللہ پر سچے دل سے ایمان لائے۔ کسی کو اس کی ذات و صفات میں شریک نہ کرے اور اس کے رسول جو نیک کام کرنے کو بتائیں انہیں بے چون و چرا اختیار کرے اور جن کاموں کو وہ برا کہیں ان سے رکیں ان کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ ایسے لوگوں کو امید رکھنی چاہئے کہ انہیں آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔ تو مفلحین یعنی آخرت میں فلاح پانے والوں کی یہاں تین شرائط بیان کی گئیں۔ اول **من تاب** یعنی جو توبہ کرے۔ اس میں کفر و شرک اور تمام معاصی سے توبہ کرنا داخل ہے۔ دوسری شرط **امن** فرمائی یعنی جو ایمان لے آئے اس میں توحید رسالت۔ قیامت۔ آخرت۔ جزا سزا سب پر ایمان لانا شامل ہے۔ تیسری شرط فرمائی **عمل صالحاً** اور جو نیک کام کیا کرے۔ اس میں تمام احکام۔ اوامر و نواہی سب پر عمل کرنا داخل ہے۔ تو ایسوں کے لئے فرمایا گیا **فعسٰی ان یکون من المفلحین** یعنی امید ہے کہ ایسے لوگ فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔ یہاں لفظ **عسٰی** جس کے معنی امید کے ہیں لانے میں یہ تعلیم دی گئی کہ کسی کو اپنی توبہ اور عمل صالحہ پر مغرور نہ ہو جانا چاہئے اور یہ یقین نہ کر لینا چاہئے کہ چونکہ میرے اعمال اچھے ہیں اس لئے جنت کا ملنا لازم ہو گیا ایسا عقیدہ صحیح نہیں بلکہ یہ امید رکھنا چاہئے کہ میں اللہ کے احکام کو مانتا ہوں اس لئے پروردگار کی رحمت کی مجھے امید ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اعمال کے رد ہونے اور گرفت میں ماخوذ ہونے کا خوف بھی دل میں لگا رہے اس لئے ممکن ہے کہ توبہ نہ قبول ہوئی ہو یا اعمال نہ پسند آئے ہوں اور قیامت کے دن خالی ہاتھ رہنا پڑے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی اپنے اعمال کے سبب جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ اللہ کی رحمت شامل نہ ہو۔

الغرض یہاں تک شرک کی مذمت مذکور ہوئی اور کفر و شرک سے توبہ کی ترغیب دی گئی اب آگے توحید کا بیان ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنا اللہ کی مشیت اور اختیار سے ہے۔ یعنی کسی مخلوق کو تخلیق کا اختیار نہیں۔ نہ پیدائش میں کسی کی مشیت اور مرضی کو دخل ہے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے مگر افسوس ہے ہمارے خاندانی منصوبہ بندی والوں کی سمجھ پر جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اولاد کا پیدا کرنا نہ کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** اور جس طرح تکوینی اور تخلیقی اختیارات اللہ ہی کو حاصل ہیں اسی طرح تشریعی اختیارات بھی اسی کو حاصل ہیں یعنی جس حکم کو چاہتا ہے پسند کرتا ہے اور انبیاء کے ذریعہ سے نازل فرماتا ہے۔

یہ تو توحید کا مثبت پہلو تھا آگے منفی پہلو بھی واضح فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو تجویز احکام کا کوئی حق حاصل نہیں کہ جو حکم چاہیں تجویز کر لیں جیسے یہ مشرکین اپنی طرف سے شرک کو جائز تجویز کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنے چند خصوصی اوصاف کا تذکرہ فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو واحد۔ منفرد۔ اور یگانہ ثابت کرتے ہیں چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا علم کامل رکھتا ہے کہ بندوں کے ہر فعل و عمل کو خواہ وہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر سب جانتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ دل میں جو خیالات اور عقیدے یا نیت رکھتے ہیں وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہی ہر شخص کی پوشیدہ استعداد و قابلیت سے آگاہ ہے اسی

کے موافق معاملہ کرے گا۔اور چونکہ کسی کا ایسا علم نہیں ہے اس لئے اس سے بھی اس کا واحد و یکتا ہونا ثابت ہوا جس طرح تخلیق۔اختیار اور علم میں وہ واحد ہے ایسے ہی اس کی ذات الوہیت میں بھی یگانہ ہے۔بجز اس کے کسی کی بندگی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی ذات میں تمام کمالات وخوبیاں جمع ہیں۔دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کے نام پر رکھ کر کی جائے حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے۔اسی کا حکم چلتا ہے۔اسی کا فیصلہ ناطق ہے۔اسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اور انجام کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یعنی قیامت میں بھی حکومت اسی کی ہوگی یہ نہیں کہ کوئی اس کے سامنے حاضر ہونے سے بچ جائے یا کہیں چھپ کر پناہ لے لے پس فنا ہونے اور مرنے کے بعد بھی اسی سے واسطہ پڑنا ہے اس سے بھی ذات باری تعالیٰ منفرد ہونا ثابت ہوا۔

اب یہاں ظاہر ہے کہ کفار ومشرکین سے تو یہ سوال ہوگا کہ دنیا میں تم نے توحید ورسالت کو کیوں قبول نہ کیا تھا اور تمہارے پاس جو اللہ کے پیغمبر دعوت اور پیغام لے کر آئے تھے تو تم نے اس کا کیا جواب دیا تھا؟ مگر یہاں ذرا ان کے لئے بھی غور وفکر کی ضرورت ہے کہ جو دعویٰ تو اسلام کا کرتے ہیں اور کتاب وسنت۔قرآن وحدیث یعنی اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات اور تعلیمات سے نہ صرف نافرمانی بلکہ بغاوت برت رہے ہیں۔تو اگر ان سے بھی پوچھا گیا اور یقیناً پوچھا جائے گا کہ تم نے توحید ورسالت کا اقرار کر کے اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریق سے بیزاری اور بغاوت پر کیوں کمربستہ رہے تو سوچ لیں کہ میدان حشر میں وہ کیا جواب دیں گے؟ کیا یہ جواب دیں گے کہ بس ہمارا ایمان واسلام تو یہی تھا۔

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

(استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ)

ایسے مدعیان اسلام کے سنانے کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ کی ایک عبارت آپ کی کتاب ''بوادرالنوادر'' سے یاد آئی جو یہاں نقل کرتے ہوئے دل کانپتا ہے مگر موقع کی مناسبت سے ضرورتاً نقل کی جاتی ہے کہ شاید کسی کی آنکھ کھل جانے کا ذریعہ بن جائے۔بوادرالنوادر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے آخری تصنیف ہے اور مضامین کے اعتبار سے روح التصانیف ہے۔اور یہ کتاب حضرت اقدسؒ کے مرض وفات میں آپ کی وفات سے صرف تقریباً بیس روز پہلے طبع ہو کر تھانہ بھون پہنچی تھی جس سے حضرت والا بہت ہی مسرور ہوئے۔نوراللہ مرقدہ تو اس کتاب بوادرالنوادر میں نیز بیان القرآن میں سورۂ اعراف تیسرے رکوع کی آیت نمبر ۳۰ فریقاًھدیٰ وفریقاً حق علیھم الضللة انھم اتخذوا الشیطین اولیآء من دون اللہ ویحسبون انھم مھتدون (بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق بنالیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں) کے تفسیر کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے۔''جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے۔اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت وعداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے۔خوب سمجھ لو۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ہم کو وہ ایمان واسلام حقیقی نصیب فرمائیں کہ جو میدان حشر میں ہمیں ندامت وشرمندگی سے واسطہ نہ پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب ہو۔جس سے کہ کچھ نام نہاد امتی محروم رکھے جائیں گے جس کا کچھ بیان انشاء اللہ اگلے درس میں آئے گا۔جہاں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ رات دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں تم کو پہنچتی ہیں اللہ ہی کے فضل وانعام سے ہیں بلکہ خود رات دن کا ادل بدل کرنا بھی اللہ کا ایک مستقل احسان ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ

آپ کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے

غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ

جو تمہارے لئے روشنی کو لے آوے، تو کیا تم (توحید کے ایسے صاف دلائل کو) سنتے نہیں۔ آپ کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے

سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

قیامت تک دن ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آوے جس میں تم آرام پاؤ، کیا تم (اس مشاہدہ قدرت کو) دیکھتے نہیں۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم رات میں آرام کرو اور تاکہ (دن میں) اس کی روزی تلاش کرو

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور تاکہ (ان دونوں پر) تم شکر کرو۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ اُن کو پکار کر فرمادے گا کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے۔

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ

اور ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے، پھر ہم (ان مشرکین سے) کہیں گے کہ اپنی دلیل (صحت شرک کے دعوے پر) پیش کرو سو (اُس وقت) اُن کو معلوم ہو جاوے گا کہ سچی بات خدا ہی کی تھی

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

اور (دنیا میں) جو کچھ باتیں گھڑا کرتے تھے (آج) کسی کا پتہ نہ رہیگا۔

قُلْ فرمادیں | اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو | اِنْ اگر | جَعَلَ کردے (رکھے) | اللّٰهُ اللہ | عَلَيْكُمْ تم پر | الَّيْلَ رات | سَرْمَدًا ہمیشہ

اِلٰى تک | يَوْمِ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت | مَنْ کون | اِلٰهٌ معبود | غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا | يَاْتِيْكُمْ لے آئے تمہارے پاس | بِضِيَآءٍ روشنی

اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ تو کیا تم سنتے نہیں؟ | قُلْ فرمادیں | اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو | اِنْ اگر | جَعَلَ اللّٰهُ بنائے (رکھے) اللہ | عَلَيْكُمْ تم پر | النَّهَارَ دن

سَرْمَدًا ہمیشہ | اِلٰى تک | يَوْمِ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت | مَنْ کون | اِلٰهٌ معبود | غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا | يَاْتِيْكُمْ لے آئے تمہارے لئے

بِلَيْلٍ رات | تَسْكُنُوْنَ تم آرام کرو | فِيْهِ اس میں | اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟ | وَ اور | مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے

جَعَلَ لَكُمُ اس نے تمہارے لئے بنایا | الَّيْلَ رات | وَالنَّهَارَ اور دن | لِتَسْكُنُوْا تاکہ تم آرام کرو | فِيْهِ اس میں | وَلِتَبْتَغُوْا اور تاکہ تم تلاش کرو

مِنْ فَضْلِهٖ اسکا فضل (روزی) | وَلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم | تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرو | وَيَوْمَ اور جس دن | يُنَادِيْهِمْ وہ پکارے گا انہیں | فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا

اَيْنَ کہاں؟ | شُرَكَآءِيَ میرے شریک | الَّذِيْنَ وہ جو | كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ تم گمان کرتے تھے | وَ اور | نَزَعْنَا ہم نکال کر لائینگے | مِنْ سے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت | شَهِيْدًا ایک گواہ | فَقُلْنَا پھر ہم کہیں گے | هَاتُوْا تم لاؤ (پیش کرو) | بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل | فَعَلِمُوْا سو وہ جان لیں گے | |
| اَنَّ کہ | الْحَقَّ سچی بات | لِلّٰهِ اللہ کی | وَضَلَّ اور گم ہو جائیں گی | عَنْهُمْ ان سے | مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جو وہ گھڑتے تھے | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ کی توحید کے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جس طرح تخلیق۔ اختیار اور علم میں وہ منفرد ہے اسی طرح الوہیت اور معبودیت میں بھی یگانہ ہے۔ اسی کی ذات میں تمام کمالات اور خوبیاں جمع ہیں۔ اسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اب بھی اور قیامت میں بھی۔ اب آگے اسی سلسلہ میں اظہار قدرت کے لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر سورج کو طلوع نہ ہونے دے یا اس سے روشنی سلب کر لے تو تم اپنے کاروبار اور کام کاج کے لئے ایسی روشنی کہاں سے لا سکتے ہو۔ یہ بات ایسی صاف اور توحید کے دلائل میں ایسی روشن ہے کہ ایک کم عقل کی بھی سمجھ میں آ جائے۔ پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر آفتاب کو غروب نہ ہونے دے اور ہمیشہ تمہارے سروں پر کھڑا رہے تو جو راحت اور سکون اور دوسرے فوائد رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں ان کا سامان کونسی طاقت کر سکتی ہے۔ یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے کہ جو بیوقوف سے بیوقوف آدمی کو بھی نظر آتی ہے تو معلوم ہوا کہ شبانہ روز کا دور اور نور ظلمت کا چکر اسی کے دست قدرت میں ہے اور کسی دوسرے کو تصرف کائنات میں کوئی دخل نہیں۔ یہاں آیت میں یہ دلیل دے کر کہ اگر قیامت تک رات ہو جائے تو پھر کس میں طاقت ہے کہ دن نکال دے۔ **افلا تسمعون** فرمایا چونکہ رات میں صورت نہیں دکھائی دیتی اور آواز سنائی دیتی ہے اس لئے رات کے ساتھ **افلا تسمعون** فرمایا یعنی کیا تم سنتے بھی نہیں اور دن میں صورت دکھائی دیتی ہے اور آواز رات کی نسبت کم سنائی دیتی ہے اس لئے دن کے ساتھ **افلا تبصرون** فرمایا یعنی کیا اسی حقیقت بھی تم کو دکھلائی نہیں دیتی۔ آگے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت سے رات دن کا الٹ پھیر کرتا رہتا ہے تاکہ رات کی تاریکی میں سکون و راحت حاصل کرو یعنی نیند سے حواس اور اعضاء کی تکان دور ہو جاتی ہے اور دماغی اور جسمانی راحت حاصل ہوتی ہے اور دن کے اجالے میں کاروبار جاری رکھ سکو اور اپنی روزی کو تلاش کرو۔ یہاں آیت میں دن میں روزی تلاش کرنے کو **لتبتغوا من فضله** فرمایا یعنی اس کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ روزی ظاہر میں دینے والے کو حقیقۃً دینے والا نہ سمجھ لینا چاہئے بلکہ اس کو صرف دینے کا ذریعہ خیال کرنا چاہئے اور جو کوئی بھی کچھ دے دراصل اس کو فضل خداوندی یقین کرنا لازم ہے اس لئے آگے **لعلکم تشکرون** فرمایا یعنی جب اس روزی کو فضل الٰہی جان لو تو اللہ ہی کا شکر ادا کرو اور کفران نعمت نہ کرو کہ عطا تو فرمائے خدا اور دینے والا سمجھو تم کسی اور کو۔ یہ دلائل توحید بیان فرما کر پھر شرک اور مشرکین کی مذمت فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ معبود حقیقی کو چھوڑ کر اور دوسرے معبود جو یہ مشرکین قرار دیتے ہیں اور جن کو یہ اپنے زعم میں اپنا حامی اور ناصر اور شفیع خیال کرتے ہیں قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے اور اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور قیامت کے دن ہر امت کے پیغمبر کی شہادت طلب کی جائے گی اور وہ بتلائیں گے کہ ان کی امت نے آسمانی شریعت اور احکام الٰہیہ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اس وقت کفار اور مشرکین سے سرکشی اور کفر و شرک کی دلیل طلب کی جائے گی کہ بتاؤ خدا تعالیٰ کے شریک کس سند اور دلیل سے ٹھہرائے اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کہاں سے لئے۔ خدا کے پیغمبر کو تو تم نے مانا نہیں پھر کس

نے بتلایا کہ خدا کا یہ حکم ہے اور یہ نہیں۔ لیکن کافروں کو کوئی جواب بن نہ پڑے گا اور اس وقت ان کو نظر آ جائے گا کہ سچی بات اللہ ہی کی تھی اور معبودیت صرف اسی کا حق ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ دنیا میں پیغمبر جو بتلاتے تھے وہی ٹھیک تھا۔ مشرکین نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے اور جو باتیں اپنے دل سے جوڑ رکھی تھیں اس روز سب کافور ہو جائیں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شب و روز کا دورہ اگر چہ ظاہر میں سورج کے طلوع اور غروب کی وجہ سے ہے لیکن فی الحقیقت اذن خداوندی اور تاثیر الٰہی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے عارف کی نظر میں عالم میں جو انقلاب و تغیر ہوتا ہے اس سب کا بانی اور فاعل حقیقی خدا ہی ہے انسان جو متصرف یا حاکم نظر آتے ہیں وہ حقیقت میں متصرف اور حاکم نہیں بلکہ ذرائع اور آلات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یوں سمجھئے کہ ایک ہوشمند انسان ہتھیار والے سپاہی کو قاتل کہتا ہے نہ کہ تلوار کو جس سے سپاہی کسی کو قتل کرتا ہے۔ پس اگر خوشامد کرنی اور درگزر اور عفو کی طلب کرنی ہوتی ہے تو سپاہی سے کرتا ہے نہ کہ تلوار سے۔ اگر ڈرتا ہے تو سپاہی سے نہ کہ ہتھیار سے۔ ہاں عارضی خوف جو ہتھیار سے دل پر چھا جاتا ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ کہیں سپاہی اس ہتھیار کو ہمارے خلاف نہ استعمال کرے۔ تو واقع میں ہتھیار نہ فاعل ہے۔ نہ مختار۔ نہ کوئی خوف کی چیز بلکہ اس سے ضرر سپاہی کے ارادے سے وابستہ ہے بس یہی حالت کل کائنات کی ہے۔ نہ کسی سے نفع وابستہ ہے نہ ضرر۔ حقیقی کارساز اور آلات و ذرائع پیدا کرنے والا حق تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اور بغیر حکم الٰہی کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رات اللہ تعالیٰ نے آرام کے لئے بنائی ہے اس لئے جو لوگ رات کو کام کرتے ہیں بغیر کسی خاص مجبوری کے اور دن کو سوتے ہیں وہ خلاف فطرت عمل کرتے ہیں۔

ان آیاتؔ میں ایک اور اہم بات کی طرف بھی آپ کو توجہ دلانی ہے۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا **ونزعنا من کل امة شهيدا** اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال کر لائیں گے اور مفسرین نے یہاں گواہ سے مراد پیغمبر امت کو لیا ہے۔ تو اگر چہ یہاں بیان کفار و مشرکین کے متعلق ہے کہ جن کے متعلق پیغمبر کی شہادت طلب کی جائے گی لیکن آپ یقین کیجئے کہ قیامت میں ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے سیراب کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات میں مصروف اور اپنی امت کے لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے تو اس وقت کچھ لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے گا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ لوگ تو میرے امتی ہیں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جواب ملے گا کہ ہیں تو بیشک یہ آپ کے امتی ہی لیکن آپ کو ان کے کرتوت معلوم نہیں کہ یہ لوگ دین میں طرح طرح کی بدعات نکالتے رہے ہیں۔ دین میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں اور صراط مستقیم سے ہمیشہ ہٹے رہے اس لئے حوض کوثر سے ان کو پانی نہیں ملے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پھر جھڑک دیں گے کہ دور ہوں مجھ سے یہ لوگ اور دور ہوں خدا کی رحمت سے کہ جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی۔ اس کے متعلق صحیح احادیث جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت کی گئی ہیں سنیئے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض (کوثر) پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے پھر ان کو میرے سامنے سے ہٹا دیا

جائے گا تو میں عرض کروں گا اے پروردگار یہ تو میری امت کے لوگ ہیں تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں جو شر و فساد بپا کیا ہے آپ اسے نہیں جانتے۔ (بخاری)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ حوض پر اتریں گے یہاں تک کہ میں ان کو پہچان لوں گا تو وہ میرے سامنے سے کھینچ کر لے جائے جائیں گے اس پر میں عرض کروں گا کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے جو دین میں بگاڑ پیدا کیا ہے۔ (بخاری)

(۳) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا اور جو شخص میرے پاس سے گزرے گا وہ پئے گا۔ اور جس نے پی لیا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی کچھ لوگ میرے پاس ایسے بھی آئیں گے جن کو میں پہچان لوں گا اور وہ مجھے پہچان لیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ یہ لوگ تو میری امت کے ہیں۔ پس کہا جائے گا کہ آپ کے بعد جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے آپ اسے نہیں جانتے تو اس وقت میں کہوں گا کہ وہ لوگ دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا۔ (بخاری)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ میرے سامنے قیامت کے دن حوض پر اتریں گے پھر ان کو حوض سے دور ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا یا رب یہ تو میری امت کے لوگ ہیں تو جواب ملے گا کہ آپ کو اس کا علم نہیں جو ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں نئی بات پیدا کی۔ وہ الٹے پاؤں دین سے پھر گئے تھے۔ (بخاری)

(۵) حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ تم میں سے جو آئے گا اسے دیکھوں گا اور کچھ لوگوں کو مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی پکڑ لیا جائے گا تو میں عرض کروں گا یا رب یہ تو میرے امتی ہیں اور میرے آدمی ہیں تو جواب دیا جائے گا کہ آپ کو معلوم بھی ہے کہ وہ آپ کے بعد کیا کرتے رہے۔ خدا کی قسم یہ لوگ الٹے پاؤں پھرتے رہے ہیں۔ (بخاری)

(۶) ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں تشریف رکھتے ہوئے فرمایا میں حوض کوثر پر تمہاری آمد کا منتظر ہوں گا۔ خدا کی قسم اس وقت یہ واقعہ رونما ہو گا کہ کچھ لوگوں کو مجھ سے ادھر ہی دور کر لیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ اے اللہ یہ تو میرے اپنے آدمی ہیں اور میرے امتی ہیں تو ارشاد ہو گا کہ آپ کے بعد انہوں نے جو کرتوت کئے ہیں وہ آپ کو معلوم نہیں ہیں۔ یہ آپ کے بعد دین سے روگردانی کرتے رہے (صحیح مسلم)

آج دین کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے کہ طریقہ مسنونہ کو چھوڑ کر نئی نئی بدعات نکالی جا رہی ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا جا رہا ہے۔ سنن و مستحبات کا تو کیا ذکر۔ فرائض و واجبات کا جو حشر بن رہا ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے اس لئے دین کا درد اور دین کا خیال رکھنے والوں کو ان احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف کھا کر اپنے دین و ایمان کو صحیح معنی میں سنبھالنے کی فکر رکھنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مشکوٰۃ شریف کی اور سن لیجئے۔

حضرت عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ہماری طرف منہ

کر کے بیٹھ گئے اور ہم کو نہایت مؤثر الفاظ میں نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا پس ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شاید یہ آخری وصیت ہے پس آپ ہم کو کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو اور نصیحت کرتا ہوں تم کو سننے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ تم کو حبشی غلام کی اطاعت کرنی پڑے۔ پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے وہ اختلاف کثیر کو دیکھے گا۔ ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میرے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوط پکڑ لے۔ اسی طریقہ پر بھروسہ رکھو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور بچو تم دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اب اصل مضمون کی طرف آئیے۔ گذشتہ رکوع میں یہ بیان ہوا تھا کہ دنیا کے یہ ناز و نعم بے ثبات ہیں اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور ابدی ہیں۔ پھر آخرت کی مناسبت سے کچھ احوال عالم آخرت کے بیان ہوئے۔ اب پھر اسی بات کو سمجھانے کے لئے کہ یہ دنیا کا ساز و سامان اور مال دولت دنیا میں بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ ہمیشہ رہنے والی دولت وہ ہے کہ جو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں کو عطا فرمائے گا۔ اسی بات کو سمجھانے کے لئے اب اگلی آیات سے قارون کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو بڑا مالدار تھا مگر جس نے مال کے غرور میں دارِ آخرت کی محرومی حاصل کی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یہ شب و روز کے انقلابات ہمارے لئے معرفت الٰہیہ کا باعث ہوں اور ہم شب و روز کی نعمتوں کو منعم حقیقی کی طرف سے جان کر ان نعمتوں پر حق تعالیٰ کے شکر گزار رہیں۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و ہدایت پر چلنا نصیب فرمائیں تاکہ قیامت میں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندگی نہ ہو۔ بلکہ آپ کی شفاعت نصیب ہو اور آپ کے حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب ہو۔

یا اللہ! قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو احوال آخرت بتلائے گئے ہیں یقیناً ہونا تو وہی ہیں مگر آج امت پر کیسی غفلت چھائی ہوئی ہے کہ نہ آخرت کا فکر ہے۔ نہ خدا کے خوف سے دل لرزاں و ترساں ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا غم ہے۔ یا اللہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو امت کو یہ وصیت و نصیحت فرمائی تھی کہ میرے اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور دین میں نئی باتیں اور بدعات پیدا کرنے سے بچتے رہو مگر آج امت کی اکثریت بالکل حضور کی ہدایت کے خلاف چل رہی ہے۔ یا اللہ! اس کا نتیجہ ہے کہ جو آج دنیا میں امت بدحالی میں گرفتار ہے اور آخرت میں جو پیش آنا ہے وہ اس سے بھی سخت ہوگا۔ یا اللہ! ہم آپ کے رحم و کرم کے طالب ہیں۔ آپ سے ہدایت کے بھکاری ہیں۔ یا اللہ! ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمادے۔ اپنا فرمانبردار بندہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی ہونا نصیب فرمادے۔ یا اللہ! آخرت کا فکر ہم کو نصیب فرمادے اور میدان حشر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ

قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے تھا سو وہ (کثرتِ مال کی وجہ سے) ان لوگوں میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اُس کو اِس قدر خزانے دیئے تھے

مَفَاتِحَهُ لَتَنُوأُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

کہ اُن کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں، اُس کو اُس کی برادری نے کہا کہ تو اِترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

اور تجھ کو خدا نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دُنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر

وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ

اور جس طرح خداتعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا مت خواہاں ہو،

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾

بیشک اللہ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| إِنَّ بیشک | قَارُونَ قارون | كَانَ تھا | مِن سے | قَوْمِ مُوسَىٰ موسیٰ کی قوم | فَبَغَىٰ سو اس نے زیادتی کی | عَلَيْهِمْ ان پر |
| وَآتَيْنَاهُ اور ہم نے دیئے تھے اس کو | مِنَ الْكُنُوزِ خزانے | مَا إِنَّ اتنے کہ | مَفَاتِحَهُ اس کی کنجیاں | لَتَنُوأُ بھاری ہوتیں | | |
| بِالْعُصْبَةِ ایک جماعت پر | أُولِي الْقُوَّةِ زور آور | إِذْ قَالَ جب کہا | لَهُ اس کو | قَوْمُهُ اس کی قوم | لَا تَفْرَحْ نہ خوش ہو (نہ اِترا) | إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ |
| لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا | الْفَرِحِينَ خوش ہونے (اترانے) والے | وَابْتَغِ اور طلب کر | فِيمَا اس سے جو | آتَاكَ اللَّهُ تجھے دیا اللہ نے | | |
| الدَّارَ الْآخِرَةَ آخرت کا گھر | وَلَا تَنسَ اور نہ بھول تو | نَصِيبَكَ اپنا حصہ | مِنَ سے | الدُّنْيَا دنیا | وَأَحْسِن اور نیکی کر | كَمَا جیسے |
| أَحْسَنَ اللَّهُ اللہ نے نیکی کی | إِلَيْكَ تیری طرف (ساتھ) | وَلَا تَبْغِ اور نہ چاہ | الْفَسَادَ فساد | فِي الْأَرْضِ زمین میں | إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ | |
| لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا | الْمُفْسِدِينَ فساد کرنے والے | | | | | |

تفسیر وتشریح:۔ایک کم ظرف چھوٹے حوصلہ اور بڑے دعوے والا انسان کبھی خیال کرنے لگتا ہے کہ اگر قوانین شریعت اور احکام الٰہیہ کی پابندی کی گئی تو مال و دولت سمیٹنے کے تمام ذرائع بند ہوجائیں گے حلال وحرام کی قید تحصیل مال سے روک دے گی۔ پھر صدقات وزکوٰۃ اور امداد کا قانون رہے سہے سرمایہ کو بھی ختم کردے گا اور میں تہی دست کنگال ہوکر رہ جاؤں گا۔ رہا اجر آخرت تو وہ کس نے دیکھا ہے۔ نقد چھوڑ کر ادھار کی امید پر جینا خام خیالی ہے۔ جب ایسے باطل خیالات رکھنے والے انسان سے کہا جاتا ہے کہ ذرا غور تو کر کہ یہ مال کہاں سے آیا؟ کیا یہ تمام دھن و دولت خداداد نہیں ہے؟ کیا تم ماں کے پیٹ سے دنیا میں یہ مال دولت ساتھ لے کر آئے تھے؟ اگر خداداد ہے تو حکم خدا کے موافق اس کو خرچ بھی کرو۔ بندگان خدا کو بھی اس میں سے دو تو وہ انتہائی سرکشی اور غرور سے کہنے لگتا ہے تم بیوقوف ہو اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر یونہی خداداد دولت ہوتی تو دوسروں کے پاس بھی ہوتی۔

فی الحقیقت یہ میری کمائی ہوئی ہے۔ میری قوت بازو کا نتیجہ ہے۔ میں نے اپنے علم و ہنر اور پیہم محنت و مشقت سے اسے حاصل کیا ہے۔ دوسروں کا اس میں کیا حق ہے۔ میں کیوں کسی کو کچھ دوں۔ یہ ننگے بھوکے لوگ زکوٰۃ و صدقات کے بہانہ میری دولت کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ غرض ایسے کج فہم اور کوتاہ بصیرت آدمی کے نزدیک جاہ و جلال۔ حشم و خدم۔ شان و شوکت۔ مال و دولت اور نام و نمود ہی سرمایہ افتخار ہوتا ہے اور وہ کسی طرح یہ تصور اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتا کہ یہ جاہ و مال زوال پذیر ہے ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں۔ یہ نفس کا بندہ مساوات و ہمدردی اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم کیا جانے۔ جو لوگ ظاہر پرست اور دنیا کی نمائش اور نام و نمود پر ریجھنے والے ہوتے ہیں وہ ایسے مغرور کی دولت کو دیکھ کر منہ میں پانی بھر لاتے ہیں اور دل سے تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہمارے پاس بھی اس کی طرح مال ہوتا تو ہم بھی ایسے ہی مزے اور چھرے اڑاتے لیکن جن کو اللہ نے دین کی سمجھ اور فہم عطا کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ شخص اللہ کی آزمائش میں مبتلا ہے۔ اس کا مال وبال اور جی کا جنجال ہے۔ درحقیقت ثواب آخرت اور اجر الٰہی لازوال نعمت ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ دنیوی مال و دولت کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ آن کی آن میں یہ سرمایہ برباد اور جاہ و جلال تباہ ہو سکتا ہے۔ سرمایہ پر بھروسہ کر کے اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام بد ہوتا ہے۔ آخرت تباہ ہوتی ہے اور دنیا میں یونہی ایڑیاں رگڑ کر بصد حسرت و یاس جان دینی ہوتی ہے اور سب دنیا کا دنیا ہی میں دھرا رہ جاتا ہے۔ ایسے متکبر اور سرکش سرمایہ دار ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں اور ان کا انجام انتہائی حسرت آمیز اور عبرت انگیز ہوتا ہے۔ اسی گروہ میں سے ایک قارون بھی تھا جس کا ذکر ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔
قارون کا واقعہ بھی کفار مکہ کو اسی عذر کے جواب میں سنایا جا رہا ہے کہ جو قریش کے بڑے بڑے سرمایہ داروں نے اسلام قبول نہ کرنے کے لئے عذر کے طور پر پیش کیا تھا جس کا ذکر گذشتہ میں ہو چکا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر ہم اہل عرب کے آبائی دین کو چھوڑ کر اس نئے دین توحید کو قبول کر لیں تو اس زمین عرب میں ہمارے لئے کوئی جائے پناہ تک باقی نہ رہے گی۔ تمام قبائل ہمارے دشمن ہو جائیں گے۔ ہماری معاشی خوشحالی ختم ہو جائے گی۔ ہماری سرمایہ داری پر اثر پڑے گا اور کچھ بعید نہیں کہ ہمیں سرے سے مکہ ہی چھوڑنا پڑے۔ تو چونکہ سرداران قریش جو دراصل مکہ کے بڑے بڑے سیٹھ۔ ساہوکار۔ اور سرمایہ دار تھے اور سود خوری نے جنہیں قارون وقت بنا رکھا تھا ان کی حق دشمنی کا اصل سبب یہی زر پرستی تھا اس لئے حق تعالیٰ نے اس پر آخر سورۃ تک مفصل کلام فرمایا ہے اور اس کے ایک ایک پہلو پر روشنی ڈال کر نہایت حکیمانہ طریقہ سے ان تمام بنیادی امراض کا مداوا کیا ہے جن کی وجہ سے یہ لوگ حق و باطل کا فیصلہ دنیوی مفاد کے نقطۂ نظر سے کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اور باوجود بنی اسرائیل ہونے کے فرعون کی پیشی میں رہتا تھا اور اپنی قوم سے باغی ہو کر اس دشمن طاقت کا پٹھو بن گیا تھا جو بنی اسرائیل کو جڑ سے ختم کر دینے پر تلی ہوئی تھی۔ جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے بعض افراد کو آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون قارون کو چن لیا تھا جو باوجود بنی اسرائیل ہونے کے فرعون کے ساتھ جا ملا تھا اور اس کا مقرب بن کر اس درجہ کو پہنچ گیا تھا جیسا کہ ۲۴ویں پارہ سورۂ مومن میں بتلایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے مقابلہ میں فرعون کے بعد مخالفت کے جو دو سب سے بڑے سرغنے تھے ان میں ایک فرعون کا وزیر ہامان تھا اور دوسرا یہی قارون تھا۔ تو قارون نے اس وقت موقع پا کر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اس کی مالی ترقی کے ذرائع بھی ختم ہو گئے اور سرداری جاتی رہی اور یہ موسیٰ علیہ السلام سے دل میں خلش رکھنے لگا۔ اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی خداداد عزت و وجاہت دیکھ کر جلتا اور

کہتا کہ آخر میں بھی انہی کے چچا کا بیٹا ہوں یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سردار بن جائیں مجھے کچھ بھی نہ ملے۔ کبھی شیخی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا میرے پاس مال دولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے تھے ہم نے تم نے برداشت کئے مگر کیا تم یہ بھی برداشت کرلوگے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید میں کہا کہ نہیں ہم برداشت نہیں کرسکتے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی۔ کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام زنا کی حد بیان فرمائیں تو اپنے ساتھ ان کو متہم کرنا۔ چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گزری۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو شدید قسمیں دیں اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اس کا دل کانپ اٹھا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھے بہکایا سکھلایا تھا اس وقت قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے اپنے گھر اور خزانوں سمیت زمین کے اندر دھنسا دیا گیا۔ اسی قارون کے قصہ کو یہاں ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قارون کا حال دیکھ لو کہ کفر و خلاف پیغمبر کرنے سے اس کو کیا ضرر پہنچا اور اس کا مال و متاع کچھ کام نہ آیا بلکہ اس کے ساتھ وہ مال و متاع بھی برباد ہوگیا اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی برادری یعنی بنی اسرائیل میں سے بلکہ ان کا چچازاد بھائی تھا۔ اور تکبر مال کی وجہ سے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا مقابلہ کرنے لگا۔ مفسرین نے وجہ نزاع حکم زکوٰۃ کو قرار دیا ہے یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل کرنے پر کمر باندھی اور ایک فاحشہ عورت کو کچھ مال دے کر آمادہ کیا کہ وہ علی الاعلان حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگائے لیکن بحکم الٰہی بوجہ ہیبت حضرت موسیٰ علیہ السلام عورت نے بھرے جلسہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاکدامن اور قارون کے اغوا کرنے کا اعلان کردیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا پر زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اور اس کے پاس مال کی اتنی کثرت تھی اور اتنے صندوق تھے کہ جن کی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ قارون کو اپنے مال و دولت کے اوپر تکبر کرنے پر اس کی قوم اور برادری کے بعض سمجھ دار لوگوں نے اس کو سمجھانے کے طور پر کہا کہ اس فانی اور زائل ہوجانے والی دولت پر کیا اتراتا ہے جس کی وقعت اللہ کے ہاں مچھر کے پر کی برابر بھی نہیں۔ اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں معلوم ہوتے اور جو چیز اس مالک کو نہ بھائے اس کا نتیجہ بجز تباہی و ہلاکت کے کیا ہے۔ اور یہ خدا کا دیا ہوا مال اس لئے ہے کہ انسان اسے آخرت کا توشہ بنائے نہ کہ غفلت کے نشہ میں چور ہوکر غرور اور تکبر کی چال چلنے لگے۔ دیکھ ایک دن تجھے مرنا ہے۔ اس دولت سے کچھ آخرت بھی کمالے۔ اللہ نے تجھ پر یہ احسان کیا ہے تو بھی اس کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کر اور اس مال دولت سے ان کی امداد کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ضد نہ کر۔ اور خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ۔ خوانخواہ ملک میں ادھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔ اللہ کو فساد پھیلانے والے پسند نہیں۔

یہ سب نصیحت سمجھ دار لوگوں کی طرف سے ہوئی اور غالباً یہ مضامین اول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائے ہوں گے پھر مکرر دوسرے لوگوں نے ان کا اعادہ کیا ہوگا۔ بہر حال یہ سن کر قارون نے جو جواب دیا کہ وہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنے نیک۔ مخلص اور اطاعت گزار بندوں سے ہم کو تعلق نصیب فرما۔ ان کے ادب۔ احترام و اکرام کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ

قارون کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے، کیا اُس نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ امتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے

مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ

جو قوت میں اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع (بھی) انکا زیادہ تھا، اور اہل جرم سے اُن کے گناہوں کا سوال نہ کرنا پڑے گا۔

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

پھر وہ اپنی آرایش سے اپنی برادری کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیا کے طالب تھے کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ سازوسامان ملا ہوتا

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ

جیسا کہ قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے۔ اور جن لوگوں کو (دین کی) فہم عطا ہوئی تھی وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے

اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ

ارے تمہارا ناس ہو (تم دنیا پر کیا للچاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور (پھر) وہ ثواب کامل طور پر اُن ہی کو دیا جاتا ہے

اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

جو صبر کرنے والے ہیں

| قَالَ کہنے لگا | اِنَّمَا یہ تو | اُوْتِيْتُهٗ مجھے دیا گیا ہے | عَلٰى عِلْمٍ ایک علم (ہنر) سے | عِنْدِيْ میرے پاس | اَوَ کیا | لَمْ يَعْلَمْ وہ نہیں جانتا | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | قَدْ اَهْلَكَ بلاشبہ ہلاک کر دیا ہے | مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل | مِنَ سے (کتنی) | الْقُرُوْنِ جماعتیں | مَنْ جو | هُوَ اَشَدُّ وہ زیادہ سخت | |
| مِنْهُ اس سے جو | قُوَّةً قوت میں | وَ اَكْثَرُ اور زیادہ | جَمْعًا جمعیت | وَلَا يُسْئَلُ اور نہ سوال کیا جائیگا | عَنْ سے (بابت) | ذُنُوْبِهِمُ انکے گناہ | |
| الْمُجْرِمُوْنَ مجرم | فَخَرَجَ پھر وہ نکلا | عَلٰى پر (سامنے) | قَوْمِهٖ اپنی قوم | فِيْ میں (ساتھ) | زِيْنَتِهٖ اپنی زیب و زینت | قَالَ کہا | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو |
| يُرِيْدُوْنَ چاہتے تھے طالب تھے | الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی | يٰلَيْتَ اے کاش | لَنَا مِثْلَ ہمارے پاس ہوتا ایسا | مَآ اُوْتِيَ جو دیا گیا | | | |
| قَارُوْنُ قارون | اِنَّهٗ بیشک وہ | لَذُوْ حَظٍّ نصیب والا | عَظِيْمٍ بڑا | وَ قَالَ اور کہا | الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں | اُوْتُوا الْعِلْمَ دیا گیا تھا علم | |
| وَيْلَكُمْ افسوس تم پر | ثَوَابُ اللّٰهِ اللہ کا ثواب | خَيْرٌ بہتر | لِمَنْ اس کیلئے جو | اٰمَنَ ایمان لایا | وَ اور | عَمِلَ اس نے عمل کیا | صَالِحًا اچھا |
| وَ لَا يُلَقّٰهَا اور وہ نصیب نہیں ہوتا | اِلَّا سوائے | الصّٰبِرُوْنَ صبر کرنے والے | | | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قارون کو مال دولت کے اترانے پر بنی اسرائیل کے سمجھدار لوگوں نے سمجھایا کہ مال دولت پر اترانا شیخی بگھارنا اور تکبر و غرور کرنا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یہ دولت تو اللہ نے اس لئے دی ہے کہ اس سے آخرت کی کمائی کی جائے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے نہ یہ کہ اس دولت کے بل بوتہ پر فتنہ اور فساد برپا کیا جائے۔ قارون نے یہ سن کر وہی جواب دیا جو آج بھی اکثر سرمایہ داروں کی زبان پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ قارون نے کہا کہ تم مجھے نصیحت کرنے والے کون ہوتے ہو۔ بس

اپنی نصیحت رہنے دو۔ یہ دولت تو میں نے اپنے علم و ہنر سے کمائی ہے۔ میں تجارت میں ماہر۔ ذی علم اور تجربہ کار ہوں۔ اس میں کسی کے احسان کی کیا بات اور اس میں کسی کا استحقاق کیسا۔ میں مالیات و معاشیات کا ماہر ہوں۔ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے یہ میں نے اپنے قوت بازو سے اپنے علم و ہنر کے زور سے کمایا ہے۔ اس میں کسی کا میرے اوپر کیا احسان۔ آگے قارون کی حماقت اور کج فہمی کا بیان ہوتا ہے کہ یہ نادان یہ نہ سمجھا کہ اللہ اس سے پہلے سرکشوں کو تباہ کر چکا ہے جو تخت و تاج کے مالک بھی تھے اور جن کے پاس دولت چاروں طرف سے کھچی چلی آتی تھی اور لشکر بھی بے شمار تھا اور مال سے خزانے اٹے پڑے تھے۔ آخر اللہ عزوجل کو ان کی سرکشی نہ بھائی اور چشم زدن میں ان کا تختہ الٹ دیا گیا۔ نہ وہ دولت رہی۔ نہ سلطنت نہ حکومت۔ سب کچھ یہیں چھوڑ کر چل بسے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے گناہ کو گناہ نہ سمجھا۔ احکام الٰہیہ کی نافرمانی کی اور رسولوں کی بات کو ٹھکرایا تو صرف یہی نہیں کہ بس ہلاک ہو کر چھوٹ گئے ہوں بلکہ بوجہ ان کے ارتکاب جرم کے اور اللہ تعالیٰ کو یہ جرم معلوم ہونے کے قیامت میں بھی عذاب دیئے جائیں گے اور ان اہل جرم سے ان کے گناہوں کی تحقیق کرنے کی غرض سے سوال نہ کرنا پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب معلوم ہی ہے۔ پھر فرشتے ان کے ہر کام کو جو وہ کر رہے ہیں ان کے نامۂ اعمال میں لکھ رہے ہیں۔ پھر مجرموں سے سوال کی کیا ضرورت۔ ہاں اگر سوال ہوگا بھی تو جرم ثابت کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کو عار دلانے۔ شرمندہ کرنے اور ان کی یاس و حسرت بڑھانے اور ان پر حجت قائم کرنے کے لئے ہوگا تو مطلب یہ کہ اگر قارون اس مضمون پر نظر کرتا تو ایسی جہالت کی بات نہ کہتا۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ قارون نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق ہو کر عمدہ سواری پر سوار ہو کر۔ اپنے غلاموں کو بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے بڑے شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ سے اتراتا اور اکڑتا ہوا نکلا۔ اس کا یہ ٹھاٹھ باٹھ اور زینت و تجمل دیکھ کر دنیا داروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس بھی اتنا مال ہوتا اور ہم کو بھی ایسا ساز و سامان ملا ہوتا جیسا اس قارون کو ملا ہے۔ کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی اور عروج حاصل کرتے جو اس کو حاصل ہوا۔ واقعی یہ بڑا ہی صاحب اقبال، اور بڑا خوش نصیب ہے۔ اسکے سارے ارمان پورے ہوئے۔ بڑے مزے اور شان کی زندگی بسر کرتا ہے آج ہمارے اکثر مسلمان بھائی بھی شب و روز دوسرے بد دین اور کافر قوموں کو ظاہری مادی ترقیاں دیکھ کر للچاتے ہیں اور اسی کی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ انہیں جیسی مادی ترقیاں ہم کو بھی حاصل ہوں تو ان دنیا کے حریصوں اور ظاہری شان و شوکت کے لالچیوں کی باتیں سنکر بعض دین کا علم اور سمجھ رکھنے والے لوگوں نے کہا کہ ارے کم بختو! تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس عارضی اور فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے۔ یہ کتنے دن کی بہار ہے۔ اللہ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندوں کے لئے اللہ کے ہاں جو دولت ملنے والی ہے اس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض ہیچ اور لاشے ہے۔ اللہ نے اپنے مومن اور نیک بندوں کیلئے جو سامان تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑہا درجہ بارونق عمدہ اور دیرپا ہے لیکن وہ تو ان لوگوں کو نصیب ہوگا جو اس چند روزہ زندگی کو صبر و سہار سے گزارتے ہیں۔ جو دنیا میں مالداروں کو دیکھ کر بے صبری سے جزع فزع نہیں کرتے بلکہ صبر کیساتھ اللہ کے دیئے ہوئے پر قناعت کر کے اس کے احکام بجالانے میں لگے رہتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کو اپنی طاقت۔ ہنرمندی اور علم کا نتیجہ سمجھنا غلطی ہے۔ یہ خداداد نعمت ہے اور اس کے ذریعہ سے دین اور آخرت کو حاصل کرنا لازم ہے نہ کہ ظاہری شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ۔ پھر اس میں ان دنیاداروں کی بھی مذمت آ گئی جو دین سے قطع نظر کر کے غیر مسلموں اور بد دینوں کی سی نام نہاد دنیوی مادی ترقی کے خواہشمند اور درپے ہیں۔ اور جس کے حصول میں دن رات سرگرداں ہیں اور جس کے پیچھے دین اور اللہ اور رسول کے احکام کو خیرباد کہنے اور قربان کرنے کو تیار ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اب آگے قارون کا انجام اور ایسی دنیا کہ جس سے اللہ کی نافرمانی سرزد ہو اور عالم آخرت کی بھلائی نصیب نہ ہو۔ اور ایسی نیکی اور تقویٰ کہ جس سے دار آخرت میں فلاح نصیب ہو اس کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ

پھر ہم نے اُس قارون کو اور اُس کے محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا، سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو اس کو اللہ (کے عذاب) سے بچا لیتی

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝۸۱ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا۔اور کل جو لوگ اُس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ (آج اُس کو زمین میں دھنستا دیکھ کر) کہنے لگے

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ

بس جی یُوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دے دیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی سے دینے لگتا ہے، اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی

عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۲ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا

تو ہم کو بھی دھنسا دیتا۔بس جی معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی۔یہ عالمِ آخرت ہم اُن ہی لوگوں کیلئے خاص کرتے ہیں

لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۸۳ مَنْ جَآءَ

جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا، اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آوے گا

بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ

اس کو اس سے بہتر (بدلہ) ملے گا، اور جو شخص بدی لے کر آوے گا سو ایسے لوگوں کو جو کہ بدی کے کام کرتے ہیں

اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۴

اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ کرتے تھے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فَخَسَفْنَا پھر ہم نے دھنسا دیا | بِهٖ اس کو | وَبِدَارِهٖ اور اس کے گھر کو | الْاَرْضَ زمین | فَمَا كَانَ سو نہ ہوئی | لَهٗ اس کیلئے | مِنْ فِئَةٍ کوئی جماعت |
| يَنْصُرُوْنَهٗ مدد کرتی اس کی | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے | وَمَا كَانَ اور نہ ہوا وہ | مِنَ سے | الْمُنْتَصِرِيْنَ بدلہ لینے والے | وَاَصْبَحَ اور صبح کے وقت | |
| الَّذِيْنَ جو لوگ | تَمَنَّوْا تمنا کرتے تھے | مَكَانَهٗ اس کا مقام | بِالْاَمْسِ کل | يَقُوْلُوْنَ کہنے لگے | وَيْكَاَنَّ ہائے شامت | اللّٰهَ اللہ |
| يَبْسُطُ فراخ کردیتا ہے | الرِّزْقَ رزق | لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے چاہے | مِنْ سے | عِبَادِهٖ اپنے بندے | وَيَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے | |
| لَوْلَآ اگر نہ | اَنْ یہ کہ | مَّنَّ اللّٰهُ احسان کرتا اللہ | عَلَيْنَا ہم پر | لَخَسَفَ بِنَا البتہ ہمیں دھنسا دیتا | وَيْكَاَنَّهٗ ہائے شامت | لَا يُفْلِحُ فلاح نہیں پاتے |
| الْكٰفِرُوْنَ کافر | تِلْكَ یہ | الدَّارُ الْاٰخِرَةُ آخرت کا گھر | نَجْعَلُهَا ہم کرتے ہیں اسے | لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو | لَا يُرِيْدُوْنَ وہ نہیں چاہتے | |
| عُلُوًّا برتری | فِي الْاَرْضِ زمین میں | وَ اور | لَا فَسَادًا نہ فساد | وَالْعَاقِبَةُ اور انجام نیک | لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے | مَنْ جَآءَ جو آیا |
| بِالْحَسَنَةِ نیکی کیساتھ | فَلَهٗ تو اس کیلئے | خَيْرٌ مِّنْهَا اس سے بہتر | وَمَنْ اور جو | جَآءَ آیا | بِالسَّيِّئَةِ بُرائی کے ساتھ | فَلَا يُجْزَى تو بدلہ نہ ملے گا |
| الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے | عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ انہوں نے بُرے کام کئے | اِلَّا مگر۔سوا | مَا جو | كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے ہیں | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قارون کی شان وشوکت دیکھ کر دنیا کے طلبگاروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ تمنا کرنے لگے کہ کاش ہمیں بھی ایسا ہی مال و دولت اور ساز وسامان نصیب ہوتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے۔ یہ ہے بڑا نصیبے والا۔ یہ تو دنیاداروں کا قول تھا۔ اور جو دین دار اور سمجھ دار لوگ تھے انہوں نے ان دنیا کے طلبگاروں کو سمجھایا کہ تم یہ کیا تمنا کر رہے ہو۔ ارے اس عارضی اور چندروزہ چمک دمک اور ٹھاٹھ باٹھ میں کیا رکھا ہے۔ یہ بہار کے دن کی ہے عیش و آرام تو آخرت ہی کا ہے اور وہاں جو سامان اللہ کے مومن اور نیک بندوں کو ملنے والا ہے اس کے سامنے یہ دنیا کے مال ودولت کی کیا حقیقت ہے۔

اب آگے ان آیات میں قارون کا انجام اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی بھلائی اور وہاں کا قانون اجر بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قارون کی شرارت بڑھ جانے سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی محل سرا کو زمین میں دھنسادیا۔ قارون جس شرارت کی وجہ سے زمین میں دھنسا گیا اس کی نسبت محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کو احکام شرعیہ خصوصاً حکم زکوٰۃ کی وجہ سے عداوت تھی اس لئے قارون نے کسی فاحشہ عورت کو کچھ روپیہ دے کر بہکایا کہ تو مجمع عام میں موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگانا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم میں کھڑے خطبہ دے رہے تھے اس عورت نے یہی کیا۔ مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس الزام کو سن کر کانپ اٹھے اور اسی وقت آپ نے نماز کی نیت باندھ لی دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے سمندر میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی تو جو کچھ سچا واقعہ ہے بیان کر۔ یہ سن کر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور خدا سے استغفار کی اور سچے دل سے توبہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر سجدے میں گئے اور قارون کی سزا چاہی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو قارون اور اس کے محل کو نگل لے۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے قارون مع اپنے مال دولت کے زمین کے اندر دھنسا دیا گیا پھر اسے نہ تو اس کے حمایتی بچا سکے اور نہ وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا اور وہ مال ودولت اور جاہ وحشم اس کے کچھ کام نہ آیا۔ سب مٹ گئے۔ جب قارون کا یہ حشر دیکھا تو اس وقت ان کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔ جو قارون کے مال ودولت کو اور اس کی جاہ وحشم کو للچاتی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور اسے نصیبے والا سمجھ کر لمبے سانس لیا کرتے تھے اور رشک کرتے تھے کہ کاش ہم بھی ایسے ہی دولت مند ہوتے اور ہمیں بھی ایسا ہی عروج اور ترقی حاصل ہوتی۔ قارون کا یہ انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے اور اب ان کو ہوش آیا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ ہے جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے۔ کسی شخص کی دنیوی ترقی اور شان بان کو دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہئے کہ اللہ کے ہاں بھی وہ کچھ عزت ووجاہت رکھتا ہے۔ یہ مال دولت کسی بندے کے مقبول ومردود ہونے کا معیار نہیں بس یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جس پر اپنی حکمت سے مناسب چاہے روزی کے دروازے کھول دے اور جس پر چاہے تنگ کر دے۔ مال دولت کی فراخی مقبولیت اور خوش انجامی کی دلیل نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اب وہی جو کل تک قارون جیسا بننے کی تمنا کر رہے تھے آج اس کا انجام دیکھ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو قارون کی طرح نہ بنایا ورنہ یہی گت ہماری بنتی۔ اپنی طرف سے تو ہم حرص کے مارے آرزو قارون جیسا بننے کی کر ہی چکے تھے۔ خدا نے خیر کی کہ ہماری آرزو کو پورا نہ کیا اور نہ ہماری حرص پر سزا دی بلکہ قارون کا حشر آنکھوں سے دکھلا کر بیدار کر دیا۔ اب ہمیں خوب کھل گیا کہ محض مال وزر کی ترقی سے حقیقی فلاح و

کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی اور یہ کہ ناشکر گزار منکروں کے لئے عذاب الٰہی سے چھٹکارا نہیں۔ اس پر آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کا مال و دولت جاہ و مرتبہ کوئی چیز نہیں۔ اصل چیز آخرت ہے اور خوب سمجھ لو کہ آخرت کا گھر ہمیشہ کی مسرت والا ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کے ملک میں شرارت و بغاوت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے اور جو دنیا میں اوروں سے بڑا بن کر رہنے کی دھن میں نہیں رہتے بلکہ اللہ عزوجل کے ڈر سے بری باتوں سے بچتے ہیں اور تواضع و انکساری اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کی کوشش بجائے اپنی ذات کے اونچا رکھنے کی یہ ہوتی ہے کہ اپنے دین کو اونچا رکھیں۔ حق کا بول بالا کریں اور دین کو سربلند کرنے میں پوری ہمت صرف کرڈالیں۔ وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے۔ آخرت کے عاشق ہوتے ہیں آگے آخرت کے جزا و سزا کا قانون بتلایا جاتا ہے کہ جو دنیا میں اچھے کام کرے گا اور آخرت میں نیکیاں اور بھلائیاں لے کر آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے کاموں سے بھی اچھا بدلہ دیں گے برخلاف ان کے جنھوں نے برے کام کئے ہیں ان کو صرف اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا کہ وہ کرتے تھے۔ گویا عالم آخرت کا قانون یہ ہے کہ بدی کا معاوضہ تو صرف اسی قدر ملے گا جتنا اس عمل بد کا مقتضا ہے اور نیکی کا معاوضہ اس کے اصل مقتضا سے کہیں زیادہ ملے گا جس کا کم از کم مرتبہ حدیث نبوی کے مطابق دس گنا ہے۔

ان آیات پر قصہ قارون ختم فرمایا گیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس قصہ میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو کفار اور بے دینوں کے جاہ و مال پر رشک کرتے ہیں اور ان کو ترقی یافتہ اقوام کہہ کر ہر وقت انہی جیسی ترقی کی دھن میں رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی طرف مائل کرتے ہیں اور جو ان کے ساتھ موافقت نہیں کرتے ان کو پست خیال۔ دقیانوس اور لکیر کے فقیر وغیرہ کہتے ہیں اس قصہ میں حق تعالیٰ نے قارون کی ترقی و عروج پر رشک کرنے والوں کو طالب دنیا قرار دیا اور ان کے مخالفین کو اہل علم و فہم بتلایا گیا۔

دوسری بات قابل عبرت یہ ہے کہ قارون کے جاہ و مال پر رشک کرنے والوں کو اس کا انجام دیکھ کر اپنی غلطی پر تنبہ تو ہوگیا۔ لیکن افسوس ہمارے تہذیب فرنگی کے فدائیوں اور مغرب کے شیدائیوں اور طالبان ترقی کے دلدادوں کو کسی طرح تنبہ نہیں ہوتا۔

تیسری بات قابل عبرت یہ ہے کہ جن لوگوں نے قارون پر رشک کیا تھا انہوں نے محض دنیاوی حیثیت سے کہا تھا اور اس کی حالت کو مطلوب شرعی نہیں بنایا تھا اور ہمارے طالبان ترقی اس ترقی کو نہ صرف مطلوب شرعی بلکہ اس کو اسلام کا مقصود اصلی قرار دیتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ سوئے فہم اور فتنۂ جہل سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ نیز یہاں جو یہ فرمایا گیا **تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولافسادا** یعنی یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا یعنی نہ تکبر کرتے ہیں جو باطنی گناہ ہے اور نہ کوئی ظاہری گناہ ایسا کرتے ہیں جس سے زمین میں فساد برپا ہو تو اس آیت میں دار آخرت کی نجات و فلاح کو ان لوگوں کے لئے مخصوص فرمایا جو زمین میں علو اور فساد کا ارادہ نہ کریں۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ علو سے مراد تکبر ہے یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا بنانے اور دوسروں کو حقیر کرنے کی فکر اور فساد سے مراد ظلم و معصیت ہے۔

حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے اس آیت کے تحت ایک فائدہ یہ تحریر فرمایا کہ ''تکبر جس کی حرمت اور وبال آیت میں ذکر کیا گیا وہ وہی ہے کہ لوگوں پر تفاخر اور ان کی تحقیر مقصود ہو ورنہ اپنے لئے اچھے لباس۔ اچھی غذا۔ اور اچھے مکان کا انتظام جب وہ دوسروں سے تفاخر کے لئے نہ ہو مذموم نہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس کی تصریح ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں ان باتوں اور خصلتوں سے بچالیں جن پر دار آخرت سے محروم رہنے کی وعید ہے۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر نزول قرآن کا احسان خداوندی ہونا۔ اس کا تقاضہ اور رسالت و توحید کے مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ مَن جَاءَ

جس خدا نے آپ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو اصلی وطن (یعنی مکہ) میں پھر پہنچا دے گا۔ آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے

بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ

کہ کون سچا دین لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں ہے۔اور آپ کو یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جاوے گی

إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ

مگر محض آپ کے رب کی مہربانی سے اس کا نزول ہوا سو آپ ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجئے۔اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہو چکے

آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ ۖ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾

تو ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ لوگ آپ کو ان احکام سے روک دیں اور آپ (بدستور) اپنے رب (کے دین) کی طرف (لوگوں کو) بلاتے رہئے اور ان مشرکوں میں شامل نہ ہوئیں۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ

اور اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اس لئے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

اُسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

| إِنَّ بیشک | الَّذِي وہ اللہ | جس نے | فَرَضَ لازم کیا | عَلَيْكَ تم پر | الْقُرْآنَ قرآن | لَرَادُّكَ ضرور پھیر لائے گا تمہیں | إِلَىٰ مَعَادٍ لوٹنے کی جگہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قُلْ فرمادیں | رَبِّي میرا رب | أَعْلَمُ خوب جانتا ہے | مَنْ کون | جَاءَ آیا | بِالْهُدَىٰ ہدایت کے ساتھ | وَمَنْ هُوَ اور وہ کون | |
| فِي میں | ضَلَالٍ مُّبِينٍ کھلی گمراہی | وَمَا كُنتَ اور تم نہ تھے | تَرْجُو امید رکھتے | أَن يُلْقَىٰ کہ اتاری جائے گی | إِلَيْكَ تمہاری طرف | | |
| الْكِتَابُ کتاب | إِلَّا مگر | رَحْمَةً رحمت | مِّنْ سے | رَّبِّكَ تمہارا رب | فَلَا تَكُونَنَّ سو تو ہرگز نہ ہوتا | ظَهِيرًا مددگار | لِّلْكَافِرِينَ کافروں کیلئے |
| وَلَا يَصُدُّنَّكَ اور وہ تمہیں ہرگز نہ روکیں | عَنْ سے | آيَاتِ اللَّهِ اللہ کے احکام | بَعْدَ بعد | إِذْ جبکہ | أُنزِلَتْ نازل کئے گئے | إِلَيْكَ تمہاری طرف | |
| وَادْعُ اور آپ بلائیں | إِلَىٰ رَبِّكَ اپنے رب کی طرف | وَ اور | لَا تَكُونَنَّ تم ہرگز نہ ہونا | مِنَ سے | الْمُشْرِكِينَ مشرک | وَلَا تَدْعُ اور نہ پکارو تم | |
| مَعَ اللَّهِ اللہ کیساتھ | إِلَٰهًا کوئی معبود | آخَرَ دوسرا | لَا نہیں | إِلَٰهَ کوئی معبود | إِلَّا هُوَ اس کے سوا | كُلُّ شَيْءٍ ہر چیز | هَالِكٌ فنا ہونے والی |
| إِلَّا سوا | وَجْهَهُ اسکی ذات | لَهُ اسی کیلئے۔کا | الْحُكْمُ حکم | وَ اور | إِلَيْهِ اس کی طرف | تُرْجَعُونَ تم لوٹ کر جاؤ گے | |

تفسیر وتشریح:۔یہ سورۂ قصص کی آخری آیات ہیں جن پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ دنیا چندروزہ ہے۔ ہمیشہ رہنے کا گھر آخرت ہے اس لئے اسے حاصل کرنے کا فکر کرنا چاہئے اور آخرت کی کامیابی صرف انہی کو حاصل ہوگی جو اس دنیا میں ظلم وتکبر اور فساد سے بچیں گے اور اوروں سے بڑا بن کر رہنے کی دھن میں نہ لگے رہیں اور تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی بسر کریں۔تو گذشتہ آیت میں والعاقبة للمتقين فرمایا گیا تھا کہ

انجام بخیر آخرت میں پرہیز گاروں ہی کا ہے۔

اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں بھی آخری فتح ان ہی متقین کی ہوتی ہے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان آیات میں کہا جاتا ہے کہ آج کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آپ کو مکہ چھوڑنے کی نوبت آ رہی ہے مگر جس خدا نے آپ کو پیغمبر بنایا اور قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی وہ یقیناً آپ کو نہایت کامیابی کے ساتھ اسی جگہ واپس لائے گا۔ لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لئے مکہ کو چھوڑا تو جحفہ پہنچ کر آپ کو مکہ کا جو کہ آپ کا وطن تھا اور جہاں خانہ کعبہ تھا اشتیاق ہوا وہاں بطور وعدہ کے یہ آیت ان الذی فرض علیک القرآن لرآدک الی معادٍ نازل ہوئی جس میں آپ کو مکہ میں دوبارہ جانے کی خبر دی گئی جو فتح مکہ کے دن نہایت خوبی و کامیابی کے ساتھ پوری ہوئی۔ پھر کفار باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عقلاً و نقلاً ثابت تھی معاذ اللہ آپ کو غلطی پر اور اپنے کو حق پر سمجھتے اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے فرما دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون سچا دین لے کر منجانب اللہ آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں مبتلا ہے یعنی میرے حق پر ہونے اور تمہارے باطل پر ہونے کے دلائل قطعیہ موجود ہیں مگر جب تم ان سے کام نہیں لیتے اور ان کو نہیں سمجھتے تو اخیر جواب یہی ہے کہ خدا کو خوب معلوم ہے کہ کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی پر اور یقیناً وہ ہر ایک کے ساتھ ان کے احوال کے موافق معاملہ کرے گا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی یہ دولت نبوت محض خداداد ہے حتیٰ کہ خود آپ کو نبی ہونے کے قبل یہ توقع نہ تھی یعنی آپ پہلے سے کچھ پیغمبری کے انتظار میں نہ تھے یہ تو محض عطائے خداوندی اور رحمت الٰہیہ ہے جو حق تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری و وحی سے سرفراز فرمایا وہی اپنی مہربانی اور رحمت سے دنیا اور آخرت میں کامیاب فرمائے گا لہٰذا اسی کی امداد پر ہمیشہ بھروسہ رکھئے اور آپ ان کفار و مشرکین کی خرافات کی طرف توجہ نہ دیجئے اور جس طرح ان سے اب تک الگ تھلگ رہے آئندہ بھی اسی طرح ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجئے۔ یہاں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو یہ احتمال ہی نہ تھا کہ آپ کافروں کی کفر میں پشت پناہی یا کوئی تائید فرمائیں گے یا کبھی خود معاذ اللہ شرک آمیز اعمال کے مرتکب ہوں گے درحقیقت یہاں کلام تعریض آمیز ہے یعنی خطاب گو آپ کی طرف ہے مگر مقصود اور غرض خطاب عام اہل اسلام کی طرف ہے اور مدعا یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کے مقابلہ میں کافروں کی پشت پناہی نہ کرنا چاہئے۔ کافروں کی دوستی، قرابت اور رشتہ داری یا حکومت و تسلط کی وجہ سے کبھی ایسی حرکت نہ کرنی چاہئے جو کفر نواز ہو بلکہ مشرکوں کے گروہ سے بھی الگ ہو جانا چاہئے۔ مسلمانوں کے لئے زیبا نہیں کہ ظاہراً یا باطناً کسی طرح کفر نوازی ہو اس لئے اہل کفر و شرک سے اجتناب ضروری ہے اور اللہ کے احکام کی تعمیل لازمی ہے اور یہ صرف اس لئے کہ دنیا کا ہر رشتہ ناطہ دوستی اور محبت فانی ہے۔ ہر لالچ اور خوف زوال پذیر ہے۔ ہر دکھ سکھ ناپائیدار ہے۔ آخر میں کوئی کام آنے والا نہیں۔ حکومت اور قدرت تو اللہ ہی کو حاصل ہے۔ آخر میں اسی سے واسطہ پڑے گا پھر اسکے حکم کو چھوڑ کر دوسروں کے کہنے پر چلنا خود اپنے کو تباہی کے غار میں گرانا اور اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنا ہے۔ سب کو اسی کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں تنہا اسی کا حکم چلے گا اور صورۃً اور ظاہراً بھی کسی کا اقتدار اور حکم باقی نہ رہیگا۔

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت اہل اسلام کو فتح مکہ کی بشارت اور بشارت میں اتباع قرآنی کی ضمنی ہدایت اور اس بات کی طرف نہایت لطیف اشارہ ہے کہ آئندہ کامرانی کا ذریعہ صرف تعمیل شریعت اور اتباع قرآنی ہے۔ یہاں یہ بھی تعلیم موجود ہے کہ کسی کو زیبا نہیں کہ خود ساختہ راہ زندگی کو موجب فلاح اور صحیح سمجھے۔ سیدھا راستہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتلایا۔ اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کی پشت پناہی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت دینی اور جہاں تک ممکن ہو اسلام کی طرف بلانا لازم ہے۔ اسلئے مسلمان پر ضروری ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ تبلیغ اسلام کو پیش نظر رکھے اور مسلمان کہلانے سے کبھی شرم نہ کرے۔ اور اللہ کے سوا دنیا کی ہر چیز کو فنا پذیر اور ناپائیدار جانے۔

الحمدللہ آج کے درس میں سورۂ قصص کا بیان جس میں ۹ رکوع تھے ختم ہوا۔ اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تِسْعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ

الٓمّٓ (بعضے مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جاویں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور انکو آزمایا نہ جاویگا

فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

اور ہم تو اُن لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| الٓمّٓ الٓمّٓ | اَحَسِبَ کیا گمان کیا ہے | النَّاسُ لوگ | اَنْ يُّتْرَكُوْٓا کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے | اَنْ کہ | يَّقُوْلُوْٓا انہوں نے کہہ دیا | اٰمَنَّا ہم ایمان لائے |
| وَهُمْ اور وہ | لَا يُفْتَنُوْنَ وہ نہ آزمائے جائیں گے | وَ اور | لَقَدْ فَتَنَّا البتہ ہم نے آزمایا | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے | |
| فَلَيَعْلَمَنَّ تو ضرور معلوم کریگا | اللّٰهُ اللہ | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | صَدَقُوْا سچے ہیں | وَ اور | لَيَعْلَمَنَّ وہ ضرور معلوم کریگا | الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے |

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ اب بیسویں پارہ کی سورۂ عنکبوت کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی تین ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین اور تعداد آیات۔ رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں لفظ عنکبوت آیا ہے۔ عنکبوت کے معنی مکڑی کے ہیں۔ اس سورۃ کی ایک آیت میں کفار کے اعتقادات کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے جو نہایت کمزور اور بودا ہوتا ہے اس لئے اس سورۃ کا علامتی نام عنکبوت قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ اور اس کے نزول کا زمانہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے لئے بڑے مصائب و شدائد کا زمانہ تھا۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی انتیسویں (۲۹) سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۱ لکھا ہے یعنی ۸۰ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۹ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۶۹ آیات۔ سات رکوعات۔ ۹۹۰ کلمات اور ۴۴۱۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اس زمانہ میں مکہ کے مسلمان مشرکوں اور کفار کے ہاتھوں سخت اذیت اٹھا رہے تھے۔ کفار کی طرف سے اسلام کی مخالفت پورے زور شور سے ہو رہی تھی اور ایمان لانے والوں پر سخت ظلم و ستم توڑے جا رہے تھے ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی تا کہ ایک طرف صادق الایمان لوگوں میں عزم و ہمت اور استقامت پیدا ہو اور دوسری طرف کفار مکہ کو سخت تنبیہ و تہدید کی گئی۔ مسلمان جو اس وقت سخت سے سخت تکالیف جھیل رہے تھے ان کو اس سورۃ میں صبر کی تلقین کی گئی اور ان سے کہا گیا کہ دنیا میں اللہ عزوجل اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ جو لوگ مصیبتیں جھیل کر ثابت قدم رہتے ہیں وہی آخر کامیاب ہوتے ہیں۔ مشقت اٹھائے بغیر راحت نہیں ملتی اور نہ کسوٹی پر گھسے بغیر کھوٹا کھرا پہچانا جاتا ہے۔ مسلمانو! جب زبان سے اللہ کا اقرار کیا ہے تو اب آزمائش کے لئے تیار رہو ایمان کوئی زبانی جمع خرچ نہیں ہے کہ زبان

سے کلمہ پڑھ لے اور پھر جو چاہے کرتا پھرے۔ یہ بات نہیں بلکہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اللہ کے احکام کی پابندی کرے اور اس کے راستہ میں مشقتیں اور مصیبتیں پڑیں تو انہیں ثابت قدمی سے برداشت کرے اور لاکھ کوئی ہلائے مگر دین سے ہلنے کا نام نہ لے۔ ایمان کا امتحان ہر زمانہ کے لوگوں کا لیا گیا ہے جو امتحان میں پورے اترے وہ دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے مالا مال ہوئے۔ کفار مکہ کے متعلق بتلایا گیا کہ یہ نادان لوگ جو مسلمانوں کو ستا رہے ہیں ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے کفار کا ستانا مسلمانوں کے درجہ بڑھنے کا باعث بن رہا ہے۔ دیکھو ایسا ہرگز نہ ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرنے لگو۔ اگر ماں باپ بھی کہیں کہ ایمان چھوڑ دو اور کفر و شرک اختیار کرو تو انکا کہنا بھی اس بارے میں مت مانو۔ مشرکین تمہیں ہر طرح ورغلائیں گے کہ اسلام چھوڑ کر پرانا طریقہ کفر و شرک اختیار کرو لیکن تم ان کے کہنے میں نہ آنا۔ پچھلی قوموں کا حال دیکھو کہ اللہ کو نہ مان کر کیسی کیسی تباہیوں میں پھنسے اور کس بری طرح ہلاک و برباد ہوئے اللہ کے عذاب سے انہیں کوئی نہ بچا سکا اور جو اللہ کے فرمانبردار ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی اپنی نعمتوں سے نوازا اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑے درجہ ہیں۔ یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ کچھ دن کی چہل پہل ہے جو مٹ کر رہے گی اور جنہوں نے اس میں دل لگا رکھا ہے مرنے کے بعد ہی ان پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور ہاتھ ملتے رہ جائیں گے مگر اس وقت کی ندامت اور پچھتانے سے کیا فائدہ۔ مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی کی گئی کہ اگر ظلم و ستم تمہارے لئے ناقابل برداشت ہو جائے تو ایمان چھوڑنے کی بجائے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ۔ خدا کی زمین وسیع ہے جہاں خدا کی بندگی کر سکو وہاں چلے جاؤ۔ سورۃ کے اخیر میں یہ جان فزا پیغام ہے کہ جو ہمارے لئے محنت کرے گا ہم اس کے لئے کامیابی کا راستہ کھول دیں گے اور اللہ اپنے مخلص وفاداروں کے ساتھ ہے۔ الغرض مثل دوسری مکی سورتوں کے اس سورۃ میں توحید و رسالت و آخرت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ شرک کی مذمت و ابطال فرمایا گیا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس تمام پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاءاللہ آپ کے سامنے آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

اس سورۃ کی بھی ابتدا حروف مقطعات الٓمٓ سے فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے متعدد بار عرض کیا جا چکا ہے ان کا حقیقی مطلب اور معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا پھر حق تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ ان پر اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے۔ آگے سورۃ کی ابتدا اس ارشاد سے فرمائی گئی کہ بعضے مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو طرح طرح کے مصائب سے آزمایا نہ جائے گا۔ جن حالات میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے وہ یہ تھے کہ مکہ میں اس وقت جو بھی اسلام قبول کرتا تھا اس پر آفات اور مصائب کا ایک طوفان ٹوٹ پڑتا تھا۔ کوئی غلام یا غریب ہوتا تو اس کو بری طرح مارا پیٹا جاتا۔ تپتی ہوئی گرم ریت پر برہنہ بدن لٹا کر اوپر سے گرم اور بھاری پتھر سینہ پر رکھ دیا جاتا۔ کبھی دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا۔ غریب بے کس مومنوں کی پشت ریت اور آگ کی گرمی سے جھلس جاتی اور زخمی ہو جاتی اور زمین پر مچھلی کی طرح تڑپتے۔ کوئی دکاندار یا کاریگر ہوتا تو اس کی روزی کے دروازے بند کر دیئے جاتے کہ فاقوں کی نوبت آتی۔ کوئی

باثر خاندان کا آدمی ہوتا تو اس کو اپنے خاندان کے لوگ طرح طرح سے تنگ کرتے اور اس کی زندگی دشوار بنا دیتے۔ ان حالات نے اگرچہ راسخ الایمان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عزم وثبات میں کوئی تزلزل پیدا نہ کیا تھا لیکن انسانی فطرت کے تقاضہ سے اکثر ان پر بھی شدید اضطراب کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی اور اپنے دکھ کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوکر عرض کرتے اور دعا کے ملتجی ہوتے۔ اسی کیفیت کا ایک نمونہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت پیش کرتی ہے جو بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چادر مبارک کی ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے اور ہم لوگوں پر دن رات مشرکین کی جانب سے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے۔ میں نے حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ آپ اللہ پاک سے ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ سنبھل کر بیٹھے اور آپ کا چہرہ مبارک جوش اور جذبہ سے سرخ ہوگیا اور آپ نے فرمایا تم سے جو پہلے اہل ایمان گزر چکے ہیں ان پر اس سے زیادہ سختیاں توڑی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر بٹھا دیا جاتا اور اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کردیئے جاتے۔ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ نہ چھوڑا گیا۔ ایسی سختیوں نے بھی ان کو ان کے دین سے نہ روکا۔ خدا کی قسم اللہ پاک اپنے اس دین کو پورا کرکے رہے گا تم لوگ دیکھ لوگے کہ اکیلا سوار صنعا یمن سے حضرموت تک آئے گا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا ڈر وہراس اس کے دل میں نہ ہوگا۔

لیکن تم لوگ ہر کام میں جلدی چاہتے ہو۔ تو اس اضطرابی کیفیت کو ٹھنڈے صبر اور تحمل میں تبدیل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو سمجھاتے ہیں کہ ہمارے جو وعدے دنیا اور آخرت کی کامرانیوں کے لئے ہیں وہ محض زبانی دعویٰ ایمان پر نہیں۔ زبان سے ایمان کا اقرار کرنے والوں کی آزمائش اور امتحان ہوگا۔ ہماری خاطر مشقتیں اٹھانی ہوں گی۔ جان و مال کا نقصان بھی برداشت کرنا ہوگا۔ طرح طرح کی سختیاں بھی جھیلنی ہوں گی۔ خطرات ومصائب ومشکلات کا مقابلہ بھی کرنا ہوگا۔ ہر چیز جسے عزیز ومحبوب رکھتے ہو ہماری رضا پر اسے قربان کرنا پڑے گا۔ ہر تکلیف جو تمہیں ناگوار ہے ہمارے لئے برداشت کرنا ہوگی تب کہیں یہ بات کھلے گی کہ ہمیں ماننے کا جو دعویٰ تم نے کیا تھا وہ سچا تھا یا جھوٹا۔ آزمائش ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھوٹا اور کھرا پرکھا جاتا ہے۔ حدیث میں بھی ارشاد ہے کہ ہر شخص کی آزمائش اس کے مرتبہ کے موافق کی جاتی ہے۔ سب سے سخت امتحان انبیاء کا لیا جاتا ہے۔ ان کے بعد صالحین کا پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ نیز امتحان آدمی کا اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہوگا اسی قدر امتحان سخت ہوگا۔ پھر آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے کہ جو تمہارے ہی ساتھ پیش آرہا ہو۔ پہلے زمانہ والوں کا بھی ایمان کا اقرار کرنے پر امتحان لیا گیا۔ گذشتہ انبیاء کی امتوں کے برگزیدہ انسان بھی گوناگوں اذیتیں اٹھا چکے ہیں۔ کسی کو آرہ سے چیرا گیا کسی کا گوشت قینچیوں سے کاٹا گیا۔ کسی کو آگ کے بھرے ہوئے گڑھوں میں ڈال کر جلایا گیا۔ کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکایا گیا۔ بنی اسرائیل کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی ذبح کرادیا گیا۔ وغیرہ

وغیرہ پس امت محمدیہ کے پرخلوص اہل ایمان کو بھی ضرور آزمائشوں کی بھٹی میں ڈال کر جانچا جائے گا مگر ان کو صبر واستقامت کے ساتھ دین کے لئے ہر تکلیف اٹھانی اور قربانی کرنی پڑے گی۔ اور اگرچہ اللہ تعالیٰ کو اپنی صفات کمالیہ کے باعث ہر چیز سے واقفیت ہے لیکن وہ لوگوں کے امتحان کے بعد ان کے صداقت وکذب کا حال علانیہ ظاہر کرنا چاہتا ہے تاکہ امتیاز ہو سکے کہ کون دعوائے ایمان میں سچا نکلتا ہے اور کون جھوٹا اور پھر اسی کے موافق ہر ایک کو جزا دی جائے۔

معلوم ہوا کہ حقیقی مسلمان ہونے کے لئے یہ کافی نہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھ لے اور پھر چھٹی ہوئی جو جی چاہے کرتا پھرے۔ یہ بات نہیں بلکہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اللہ کے جملہ احکام کی دیانت داری سے پابندی کرے اور اس کی اطاعت میں مشقتیں اٹھائے۔ مصیبتیں برداشت کرے اور دین پر پوری طرح ثابت قدم رہے۔ یہی اس کا امتحان ہے اور جو اس امتحان میں کامیاب ہوا اس کو اصلی کامیابی دنیا و آخرت میں دونوں جگہ نصیب ہوگی۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن پر بلاؤں کا نزول اس کے ایمان کے صدق اور کذب کی جانچ کے لئے ہوتا ہے۔ مومن صادق مصائب نازلہ کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر صبر کرتا اور اپنے دل میں طمانیت اور سکون پاتا ہے اور کچے ایمان والا جان و مال میں مصیبت۔ اہل وعیال کی ہلاکت۔ تجارت میں خسارہ اور جسمانی امراض میں اپنے کو گھرا ہوا دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ اور ناشکری اور کلمات نازیبا تک بکنے لگتا ہے۔ امتحان اور آزمائش کے بعد دونوں فریق الگ الگ سامنے آجاتے ہیں۔ ابھی یہی سلسلہ مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دین پر استقلال وثابت قدمی نصیب فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو صبر وشکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور دین کے لئے ہم کو ہر طرح کی تکلیف ومشقت برداشت کرنے کا عزم وہمت عطا فرمائیں۔

اے اللہ ہم تو بہت ہی کمزور ایمان والے ہیں ہم کسی ابتلا اور آزمائش کے لائق نہیں آپ اپنے فضل وکرم سے ہمارے ایمان واسلام کی حفاظت کا سامان عطا فرمائیں۔ اے اللہ ان صحابہ کرام کے ایمان اور اسلام کے طفیل میں جن کے عزم وثبات میں بڑے سے بڑے آفات ومصائب سے بھی لغزش نہ آئی ہم کو بھی ہر حال میں اپنا ایمان اور اسلام سنبھالنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۴ مَنْ كَانَ

ہاں کیا جو لوگ بُرے بُرے کام کر رہے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل بھاگیں گے، اُن کی یہ تجویز نہایت ہی بیہودہ ہے۔ جو شخص

يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵ وَمَنْ جَاهَدَ

اللہ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہے سو اللہ کا وہ معین وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔ اور جو شخص محنت کرتا ہے

فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وہ اپنے ہی لئے محنت کرتا ہے، خدا تعالیٰ کو تمام جہان والوں میں کسی کی حاجت نہیں۔ اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۷

ہم اُن کے گناہ اُن سے دُور کردیں گے اور اُن کو اُن اعمال کا زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| اَمْ حَسِبَ کیا گمان کیا ہے | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | يَعْمَلُوْنَ کرتے ہیں | السَّيِّاٰتِ بُرے کام | اَنْ کہ | يَّسْبِقُوْنَا وہ ہم سے باہر بچ نکلیں گے |
| سَاۗءَ بُرا ہے | مَا يَحْكُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں | مَنْ جو | كَانَ يَرْجُوْا وہ امید رکھتا ہے | لِقَاۗءَ اللّٰهِ اللہ سے ملاقات کی | فَاِنَّ تو بیشک |
| اَجَلَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ | لَاٰتٍ ضرور آنے والا | وَهُوَ اور وہ | السَّمِيْعُ سننے والا | الْعَلِيْمُ جاننے والا | وَمَنْ اور جو | جَاهَدَ کوشش کرتا ہے |
| فَاِنَّمَا تو صرف | يُجَاهِدُ کوشش کرتا ہے وہ | لِنَفْسِهٖ اپنی ذات کیلئے | اِنَّ بیشک | اللّٰهَ اللہ | لَغَنِيٌّ البتہ بے نیاز | عَنِ سے | الْعٰلَمِيْنَ جہان والے |
| وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ | اٰمَنُوْا ایمان لائے | وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے | لَنُكَفِّرَنَّ البتہ ہم ضرور دُور کردیں گے | عَنْهُمْ ان سے |
| سَيِّاٰتِهِمْ ان کی بُرائیاں | وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اور ہم ضرور جزا دیں گے انہیں | اَحْسَنَ زیادہ بہتر | الَّذِيْ وہ جو | كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں ان مسلمانوں سے خطاب تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے کفار کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ ان کو مصائب پر صبر کرنے اور اعدائے اسلام کے مقابلہ میں استقامت سے دین پر جمے رہنے کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ان کی تسلی اور ہمت بڑھانے کے لئے یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ اہل ایمان کا تکالیف میں مبتلا ہونا اور اللہ کی خوشنودی کے لئے مصائب کو برداشت کرنا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ گذشتہ انبیاء کی امتوں کے اہل ایمان بھی سخت سے سخت اذیتیں کفار کے ہاتھوں اٹھا چکے ہیں۔ اب آگے ایک کلمۂ زجر و توبیخ ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے جو حق پرستوں پر ظلم و ستم ڈھا رہے تھے۔ یہ خطاب اگرچہ عام ہے اور اس سے مراد وہ تمام لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں لیکن یہاں خاص طور پر روئے سخن ان کفار و مشرکین اور قریش کے ظالم سرداروں کی طرف ہے جو اسلام کی مخالفت میں اسلام قبول کرنے والوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے۔ ان کفار و مشرکین کو سنایا جاتا ہے کہ ان کو یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ہمیشہ یونہی مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے رہیں گے اور یونہی مسلمان مار کھاتے اور تکلیف اٹھاتے رہیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ان سے ضرور انتقام لیا جائے گا۔ مسلمانوں کو ضرور ترقی اور غلبہ نصیب ہوگا اور اس سرزمین میں کافروں کو اپنی تباہی و بربادی سے دوچار

ہونا پڑے گا۔ اس وقت کی عارضی مہلت سے ان کفار نے جو یہ رائے قائم کرلی ہے کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور خود ہمیشہ مامون رہیں گے تو حقیقت میں یہ نہایت احمقانہ فیصلہ ہے وہ ہم سے بچ کر کہاں جاسکتے ہیں اور ہماری گرفت سے نکل کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ آگے پھر مسلمانوں کی طرف روئے سخن فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص اس توقع پر سختیاں اٹھارہا ہے کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں ہر بات کی باز پرس ہوگی۔ اگر میں ناکامیاب رہا تو یہاں کی سختیوں سے کہیں بڑھ کر وہاں سختیاں جھیلنی پڑیں گی اور کامیاب رہا تو ساری کلفتیں ڈھل جائیں گی۔ اللہ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ ایسا شخص یادر کھے کہ اللہ کا وعدہ آرہا ہے۔ کوئی طاقت اسے پھیر نہیں سکتی۔ اس کی اعلیٰ توقعات پوری ہو کر رہیں گی اور اس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے کسی کی محنت رائیگاں نہ کرے گا۔ تو اس کلام میں مسلمانوں کو مجاہدہ کرنے اور مصائب پر صبر کرکے دین پر جمے رہنے کی مزید تلقین وترغیب ہے کیونکہ جب موت ضرور آنے والی ہے اور اس کا وقت مقرر ہے تو اسلام سے روگرداں ہونے اور مصائب سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنے کے بعد بھی موت کے پنجہ سے رہائی ناممکن ہے پھر قیامت ضرور ہونی ہے اللہ کے سامنے ضرور جانا ہے۔ مصائب چندروزہ کا اختتام لازمی طور پر ہوگا۔ اور آخرت میں حساب فہمی کے بعد عذاب ثواب بھی ضرور ہوگا لہٰذا آخرت کی فلاح کے اسباب حاصل کرنا اور اخروی سرخروئی کے موجبات کو فراہم کرنا لازمی ٹھہرا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم جو تم کو مشقتوں کے برداشت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں سو اس میں ظاہر اور مسلم ہے کہ ہماری کوئی منفعت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور کسی کی معصیت سے کیا نقصان۔ وہ تو کلی طور پر بے نیاز ہے۔ اگر تمام عالم اس کی عبادت میں ہر وقت غرق رہے تب اس کی ذات کو کوئی نفع نہیں پہنچتا اور سب نافرمان اور سرکش ہو جائیں تب بھی اس کا کوئی نقصان نہیں۔ ہاں بندہ اپنے پروردگار کی طاعت میں جس قدر محنت اٹھائے گا اس کا پھل دنیا اور آخرت میں اسی کو ملے گا پس مجاہدہ کرنے والے یہ خیال کبھی نہ آنے دیں کہ ہم خدا کے راستہ میں اتنی محنت کر کے کچھ اس پر احسان کررہے ہیں۔ (العیاذ باللہ) ارے یہ تو اس کا احسان ہے کہ خود تمہارے فائدہ کے لئے طاعت اور ریاضت کی توفیق بخشی۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ تمام جہان سے بے پروا اور بے نیاز ہونے کے باوجود اپنی رحمت وشفقت سے تمہاری محنت کو ٹھکانے لگاتا ہے اور ایمان وعمل صالح کی برکت سے نیکیاں ملیں گی اور برائیاں معاف ہوں گی۔

یہاں "ایمان" اور "عمل صالح" کی تعریف بھی مختصراً سمجھ لی جائے ایمان سے مراد ان تمام باتوں کو سچے دل سے ماننا ہے جنہیں تسلیم کرنے کی دعوت اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب نے دی ہے اور "عمل صالح" سے مراد اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت کے موافق عمل کرنا ہے۔ اس ایمان اور عمل صالح کے دو نتیجہ بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ آدمی کی برائیاں اس سے دور کردی جائیں گی اور دوسرے یہ کہ اس کے اعمال سے بہتر جزا دی جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ یہاں یہ بتلایا گیا کہ بدکردار لوگوں کو یہ خیال نہ کرلینا چاہئے کہ وہ اللہ کی گرفت سے باہر ہیں۔ انسان کی کوششوں سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ انسان کی جدوجہد خود اسی کے لئے اچھا یا برا نتیجہ پیدا کرتی ہے عمل صالح سے اہل ایمان کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ نیکیوں کی بھی پوری جزا ملتی ہے۔ تو مقصود بیان یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح پر قائم رہو اور اسلام کے راستہ میں پیش آنے والی مصیبت کو استقلال کے ساتھ برداشت کرو اور اعانت دین کے لئے ہمہ تن کوشش کرو۔

اسی سلسلہ میں آگے بتلایا جاتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اگرچہ حسن سلوک کی اسلام تاکید کرتا ہے مگر شرک وکفر کے لئے اگر ماں باپ بھی زور ڈالیں تب بھی ان کا کہنا نہیں ماننا چاہئے اور ایمان وعمل صالح پر مستقیم رہنا چاہئے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں ہے تو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو تمہارے سب کام جتلا دوں گا۔ جو لوگ ایمان لائے ہوں گے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ

اور نیک عمل کئے ہوں گے ہم اُن کو نیک بندوں میں داخل کر دیں گے۔ اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے

فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۖ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ

پھر جب اُن کو راہ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو ایسا سمجھ جاتے ہیں جیسے خدا کا عذاب، اور اگر کوئی مدد آپ کے رب کی طرف سے آ پہنچتی ہے

لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ

تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے، کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿١١﴾

معلوم کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| وَوَصَّيْنَا اور ہم نے حکم دیا | الْإِنْسَانَ انسان کو | بِوَالِدَيْهِ ماں باپ سے | حُسْنًا حُسنِ سلوک کا | وَإِنْ اور اگر | جَاهَدَاكَ تجھ سے کوشش کریں |
| لِتُشْرِكَ بِي کہ تو شریک ٹھہرائے میرا | مَا لَيْسَ جس کا نہیں | لَكَ تجھے | بِهِ عِلْمٌ اسکا کوئی علم | فَلَا تُطِعْهُمَا تو کہا نہ مان ان کا | |
| إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ میری طرف تمہیں لوٹ کر آنا | فَأُنَبِّئُكُمْ تو میں ضرور بتلاؤں گا تمہیں | بِمَا وہ جو | كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے | وَالَّذِينَ اور جو لوگ | |
| آمَنُوا وَعَمِلُوا وہ ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے | الصَّالِحَاتِ اچھے | لَنُدْخِلَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں داخل کریں گے | فِي الصَّالِحِينَ نیک بندوں میں | | |
| وَمِنَ اور سے۔ کچھ | النَّاسِ لوگ | مَنْ يَقُولُ جو کہتے ہیں | آمَنَّا ہم ایمان لائے | بِاللَّهِ اللہ پر | فَإِذَا پھر جب | أُوذِيَ ستائے گئے |
| فِي اللَّهِ اللہ (کی راہ) میں | جَعَلَ بنالیا | فِتْنَةَ ستانا | النَّاسِ لوگ | كَعَذَابِ جیسے عذاب | اللَّهِ اللہ | وَلَئِنْ اور اگر | جَاءَ آئے |
| نَصْرٌ کوئی مدد | مِنْ رَبِّكَ تمہارے رب سے | لَيَقُولُنَّ تو وہ ضرور کہتے ہیں | إِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے | مَعَكُمْ تمہارے ساتھ | |
| أَوَلَيْسَ کیا نہیں ہے | اللَّهُ اللہ | بِأَعْلَمَ خوب جاننے والا | بِمَا وہ جو | فِي صُدُورِ سینوں (دلوں) میں | الْعَالَمِينَ جہان والے |
| وَلَيَعْلَمَنَّ اور البتہ ضرور معلوم کریگا | اللَّهُ اللہ | الَّذِينَ وہ لوگ جو | آمَنُوا ایمان لائے | وَلَيَعْلَمَنَّ اور البتہ ضرور معلوم کریگا | الْمُنَافِقِينَ منافق |

تفسیر و تشریح: جیسا کہ اس سورۃ کے ابتدائی درس میں بیان ہوا کفار مکہ طرح طرح سے مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کی فکر اور تدبیریں کرتے تھے۔ بعضے سخت جسمانی ایذائیں پہنچاتے تھے۔ بعضے دوسرے طریقوں سے مجبور کرتے تھے۔ چنانچہ آیت ووصینا الانسان

بو الدیہ حسنا اور ۲۱ ویں پارہ سورۂ لقمان کی وہ آیت جس میں والدین کا حکم شرک اور کفر کا ماننے کی ممانعت ہے حضرت سعد بن ابی وقاص کے حق میں نازل ہوئیں۔ حضرت سعد ان چند بزرگ ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو سبقت فی الاسلام کا شرف حاصل تھا اور جو عشرہ مبشرہ میں داخل تھے۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی آپ کی عمر ۱۸، ۱۹ سال کی تھی جب آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپ اپنی والدہ کی خدمت بہت زیادہ کرتے تھے اور ماں بھی دوسری اولاد سے زیادہ آپ کو چاہتی تھی۔ جب حضرت سعد نے اسلام قبول کر لیا اور ماں کو اطلاع ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوئی اور کہنے لگی کہ تو باپ دادا کے دین سے پھر گیا۔ واللہ جب تک اسلام سے نہ پھرے گا میں نہ کھاؤں گی۔ نہ پیوں گی نہ سایہ میں بیٹھوں گی یونہی مر جاؤں گی۔ تا کہ عمر بھر تو مطعون خلائق رہے اور لوگ تجھے ماں کا قاتل کہیں چنانچہ ایک رات دن وہ اسی حالت پر رہی۔ حالت بگڑنے لگی۔ دوسرے دن بھی بھوک ہڑتال قائم رکھی۔ لکھا ہے کہ یہ تاریخ میں پہلی مثال بھوک ہڑتال بلکہ بھوک اور پیاس ہڑتال کی تھی جو خالص کافرانہ چیز تھی مگر اب ناواقف مسلمان بھی اسی کافرانہ ہتھیار کو استعمال کرنے لگے ہیں۔ اسلام نے ہڑتال کا سبق نہیں دیا ہے۔ اسلام نے تو دو ہی باتیں بتلائی ہیں اگر قوت ہو تو ناحق اور ظلم کا مقابلہ قوت سے کیا جائے اگر قوت نہ ہو تو صبر کیا جائے جہاں تک کہ دین سالم رہ سکے اور اگر دین محفوظ نہ ہو تو پھر ہجرت کر جانے کا حکم ہے۔ الغرض حضرت سعد کی ماں نے دوسرے دن بھی بھوک ہڑتال قائم رکھی۔ آخر لوگوں نے زبردستی منہ چیر کر حلق میں کچھ کھانا پانی ڈالا مگر ضد پر قائم رہی اور کہنے لگی سعد! کیا تجھے اللہ نے ماں کی فرمانبرداری کا حکم نہیں دیا ہے اگر اطاعت والدین کا حکم دیا ہے تو میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ اپنے سابق دین پر آ جا۔ ماں کا حق ادا کرنا تو اللہ کا حکم ہے۔ تو میری بات نہ مانے گا تو اللہ کی بھی نافرمانی کرے گا۔ حضرت سعد اس پر سخت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر

ہو کر تمام ماجرا عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ممکن ہے ایسے ہی حالات سے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی دو چار ہوئے ہوں جو مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے تھے اسی لئے اس مضمون کو سورۂ لقمان ۲۱ ویں پارہ میں بھی پورے زور کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔ حضرت سعد کے متعلق بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے ماں کا کہنا نہ مانا اور فرمایا اے ماں اگر تیری سو جانیں ہوں اور اگر ایک ایک کر کے نکل جائیں تب بھی خدا کی قسم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت و ہدایت کا انکار نہ کروں گا۔ اب تیرا دل چاہے کھا اور تیرا دل نہ چاہے نہ کھا۔ یہ سن کر ماں مایوس ہو گئی اور بالآخر کھانے پینے لگی۔ تو یہاں آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم ہے کہ والدین کے ساتھ دنیوی معاملات میں اچھا سلوک کیا جائے خواہ والدین کافر ہوں یا مسلم۔ لیکن اگر والدین شرک اور کفر کرنے کے لئے کتنے ہی اصرار سے کہیں تب بھی ہرگز ان کا کہنا نہ ماننا چاہئے۔ اس آیت میں اور قرآن پاک کی دوسری آیات میں نیز صحیح احادیث میں اطاعت والدین کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے مدنظر علما نے صراحت کی ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مالی سلوک اور جسمانی خدمت کے لحاظ سے والدہ کا حق مقدم ہے اور ادب اور فرمان پذیری میں والد کا حق اول ہے۔ تو انسان پر مخلوقات میں سے کسی کا حق سب سے بڑھ کر ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں لیکن ماں باپ بھی اگر انسان کو شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات قبول نہ کرنی چاہئے اور اس معاملہ میں ان کی بات نہ ماننے کے لئے مالیس لک بہ علم فرما کر ایک معقول دلیل بھی دے دی گئی یعنی بے شک ماں باپ کا یہ حق تو ہے کہ اولاد ان کی خدمت کرے۔ ان کا ادب و احترام کرے۔ ان کی جائز باتوں میں اطاعت بھی کرے لیکن یہ حق ان کو نہیں پہنچتا کہ آدمی کسی دلیل صحیح کے خلاف ان کی دین میں پیروی اور اندھی تقلید بھی کرے۔ یہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک بیٹا یا بیٹی صرف اس بنا پر ایک مذہب کی پیروی کئے جائے کہ اس کے ماں باپ کا

مذہب ہے یا طریقہ ہے اگر اولاد کو دلیل صحیح سے یہ علم حاصل ہوجائے کہ والدین کا مذہب یا دین غلط ہے تو اسے اس مذہب اور طریقہ کو چھوڑ کر صحیح مذہب اختیار کرنا چاہئے اور ان کے دباؤ ڈالنے اور اصرار کرنے پر بھی اس غلط طریقہ کی پیروی نہ کرنی چاہئے جس کی غلطی اور گمراہی اس پر دلائل سے واضح ہو۔ پھر جب یہ معاملہ والدین کے ساتھ ہے تو دنیا کے ہر شخص کے ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہئے کہ کسی کی اندھی تقلید اور پیروی جائز نہیں جب تک کہ آدمی یہ نہ جان لے کہ وہ حق پر ہے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **لاطاعة المخلوق فی معصية الخالق** خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی رشتہ داریاں اور ان کے حقوق تو بس اسی دنیا تک ہیں آخرکار ماں باپ کو بھی اور اولاد کو بھی سب کو اپنے خالق کے حضور پلٹ کر جانا ہے یعنی سب کو عدالت خداوندی میں حاضر ہونا ہے اس وقت بتلادیا جائے گا کہ اولاد اور والدین میں سے کس کی زیادتی تھی اور کون حق پر تھا کون ناحق پر تو جو لوگ اس قسم کی زبردست رکاوٹوں کے باوجود بھی ایمان اور نیکی کی راہ پر قائم رہے حق تعالیٰ ان کا حشر اپنے خاص نیک بندوں میں کرے گا۔ اب آگے ان لوگوں کا ذکر ہے جو زبان سے اپنے کو مومن کہتے تھے مگر دلوں میں ایمان راسخ نہیں تھا ان کو جہاں اللہ کے راستہ میں کوئی تکلیف پہنچی یا دین کی وجہ سے لوگوں نے ستایا تو اس آزمائش کو خدائی عذاب سمجھنے لگے یعنی جس طرح آدمی عذاب الٰہی سے گھبرا کر جان بچانا چاہتا ہے اور اپنے پہلے دعوؤں سے دست بردار ہونے لگتا ہے اور ناچار اعتراف کرتا ہے کہ میں غلطی پر تھا یہی حال بعض اسلام کا نام لینے والوں کا ہے کہ جہاں دین کے معاملہ میں کوئی سختی پہنچی بس گھبرا کر دعوئے ایمان سے دست بردار ہونا شروع کردیا اور زبان سے یا عمل سے گویا اقرار کرنے لگے کہ ہم اس دعوائے میں غلطی پر تھے۔ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں بعض دیہاتی دوسروں کے دیکھا دیکھی یا کسی خاص غرض کو پیش نظر رکھ کر مسلمان ہوجاتے۔ مسلمان ہونے کے بعد اگر ان کی بیویوں کے نرینہ اولاد ہوتی۔ مویشیوں کی نسل بکثرت ہوتی۔ کھجوروں کی فصل اچھی ہوتی یا اور کوئی دنیوی فائدہ ہوتا تو کہتے یہ دین مبارک ہے اور اگر اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی یا فصل خراب ہوگئی یا نسل میں کمی ہوگئی تو منحوس سمجھ کر اسلام سے پھر جاتے اسی طرح بعض لوگ بے دلی سے مسلمان تو ہوجاتے لیکن جہاں دشمنان اسلام کی یورش کا خطرہ ہوا یا افلاس کا فقر کا حملہ ہوا یا اور کوئی سختی جھیلنی پڑی تو منہ موڑ کر چل دیتے اور مسلمان ہونے کو نزول مصائب کا موجب قرار دینے لگتے لیکن اگر کسی طرف سے مسلمانوں کی ترقی کی کوئی راہ دکھائی دی تو پھر مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوجاتے اور کہنے لگتے کہ ہم بغیر کسی شک کے تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل اور خیال کے رد میں فرماتے ہیں کہ جیسے کچھ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اللہ کو سب معلوم ہے۔ کیا زبانی دعویٰ کرکے اللہ سے اپنے دلوں کا حال چھپا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم پہلے ہی سے سب کچھ ہے لیکن اب ان کے اعمال اور افعال کو دیکھ لے گا کہ کون اپنے کو سچا مومن ثابت کرتا ہے اور کون جھوٹا دغاباز منافق ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیوی معاملات میں ماں باپ سے حسن سلوک کرنا واجب ہے۔ ان کی مالی امداد اور جسمانی خدمت لازم ہے اگرچہ وہ کافر ہوں لیکن کسی گناہ کے کام خصوصاً شرک وکفر کی تعلیم سے انحراف کرنا اور حکم نہ ماننا ضروری ہے خواہ کتنا ہی وہ اصرار سے حکم دیں۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کے تعلقات کی پروا نہ ہونی چاہئے یہاں سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ان لوگوں کو جو معمولی تعلقات کے نبھاؤ اور دنیوی شرم کا بہانہ کرکے رسم و رواج کے جال میں پھنس کر خلاف شرع امور کو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کریں بیوی بچوں اور دوستوں سے مجبور ہیں۔ جانتے ہیں کہ یہ کام اچھا نہیں مگر آخر دنیا میں رہ کر دنیاداری کرنی ہی پڑتی ہے۔ تو ان خیالات کا رد یہاں صاف صاف فرمایا گیا ہے۔ آگے کفر وشرک وعصیان ونافرمانی کا انجام بیان فرما کر اس سے ڈرایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِينَ

اور کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہماری راہ چلو اور تمہارے گناہ ہمارے ذمہ، حالانکہ یہ لوگ اُن کے گناہوں میں سے ذرا بھی نہیں لے سکتے

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ز

یہ بالکل جھوٹ بک رہے ہیں۔اور یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہوں گے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ گناہ اور۔

وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيهِمْ

اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں اُن سے باز پُرس ضرور ہوگی۔اور ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ اُن میں

أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ؕ فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَنْجَيْنٰهُ وَأَصْحٰبَ

پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے، پھر اُن کو طوفان نے آ دبایا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے۔پھر ہم نے اُن کو اور کشتی والوں کو بچالیا

السَّفِينَةِ وَجَعَلْنٰهَا آيَةً لِّلْعٰلَمِينَ ﴿۱۵﴾

اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کیلئے موجب عبرت بنایا۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَقَالَ اور کہا | الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر) لِلَّذِينَ آمَنُوا ان لوگوں کو جو ایمان لائے | اتَّبِعُوا تم چلو | سَبِيلَنَا ہماری راہ | | | | | |
| وَلْنَحْمِلْ اور ہم اٹھالیں گے | خَطٰيٰكُمْ تمہارے گناہ | وَمَا هُمْ حالانکہ وہ نہیں | بِحٰمِلِينَ اٹھانے والے | مِنْ سے | خَطٰيٰهُمْ ان کے گناہ | | | |
| مِنْ شَيْءٍ کچھ | إِنَّهُمْ بیشک وہ | لَكٰذِبُونَ البتہ جھوٹے | وَلَيَحْمِلُنَّ اور وہ البتہ ضرور اٹھائیں گے | أَثْقَالَهُمْ اپنے بوجھ | وَأَثْقَالًا اور بہت سے بوجھ | | | |
| مَعَ ساتھ | أَثْقَالِهِمْ اپنے بوجھ | وَلَيُسْئَلُنَّ اور البتہ ان سے ضرور باز پرس ہوگی | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن | عَمَّا اس سے جو | | | | |
| كَانُوا يَفْتَرُونَ وہ جھوٹ گھڑتے تھے | وَ اور | لَقَدْ أَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجا | نُوحًا نوح کو | إِلٰى قَوْمِهٖ اس کی قوم کی طرف | فَلَبِثَ تو وہ رہے | | | |
| فِيهِمْ ان میں | أَلْفَ سَنَةٍ ہزار سال | إِلَّا مگر کم | خَمْسِينَ پچاس | عَامًا سال | فَأَخَذَهُمُ پھر انہیں آ پکڑا | الطُّوفَانُ طوفان | وَهُمْ اور وہ | ظٰلِمُونَ ظالم تھے |
| فَأَنْجَيْنٰهُ پھر ہم نے اسے بچالیا | وَ اور | أَصْحٰبَ السَّفِينَةِ کشتی والوں کو | وَجَعَلْنٰهَا اور اسے بنایا | آيَةً ایک نشانی | لِّلْعٰلَمِينَ جہان والوں کیلئے | | | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے تو انہیں آزمائش اور امتحان سے بھی گزرنا ہوگا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہیں یا نہیں۔ پھر تلقین فرمائی گئی تھی کہ اگر اللہ کے دین پر قائم رہنے اور اسلام کے احکام بجالانے میں کفار ومشرکین کے ہاتھوں تکلیف اور ایذائیں اٹھانی پڑیں تو اسے جھیلنا اور برداشت کرنا چاہئے کیونکہ بہرحال یہ تکلیف دنیا کی اس عذاب سے یقیناً کم ہوگی جو اسلام اور ایمان سے منہ موڑنے پر آخرت میں مقرر ہے تو ایمان والوں کی یہ شان نہیں کہ تکلیفوں سے گھبرا کر دین سے بھاگیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایمان پر مضبوط رہیں اور کوئی چیز اس کے پائے ثبات کو استقامت سے نہ ہٹا سکے۔ ماں۔ باپ جیسے قابل تکریم وتعظیم سرپرست بھی اگر دین سے ہٹنے کو کہیں تو ان کا کہنا بھی نہ ماننا چاہئے۔ اور کفار مکہ ہر طرح سے چاہتے تھے کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ دیں وہ انہیں ڈراتے دھمکاتے۔ مارتے

پیٹتے اور دوسرے طریقوں سے اسلام سے ہٹانے کی کوشش کرتے۔ایسے ہی ایک طریقہ کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ کفار نومسلموں سے کہتے کہ اس نئے دین میں سب چیزیں جن کے تم خوگر رہے ہو حرام ہیں۔تم دنیا کی نعمتیں چھوڑ کر کس جنجال میں پھنس گئے۔کیسا گناہ کیسا عذاب۔دنیا ہی ہے جو کچھ ہے خوب چھرے اڑاؤ۔بے خوف وخطر جو چاہو کرو اول تو موت کے بعد زندگی اور حشر نشر اور جزا وسزا کہاں۔یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں لیکن اگر بالفرض کوئی دوسری زندگی بھی ہے اور اس میں کوئی باز پرس بھی ہونی ہے تو ہم ذمہ لیتے ہیں کہ ہم تمہارا سارا عذاب اپنی گردن پر لے لیں گے۔تم ہمارے کہنے سے اس نئے دین کو چھوڑ دو اور اپنے آبائی دین کی طرف واپس آ جاؤ۔چنانچہ یہاں ان آیات میں پہلے کفار کا قول نقل کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اسلام چھوڑ کر پھر اپنی برادری میں آملو اور ہماری راہ پر چلو۔تمام تکلیفوں اور ایذاؤں سے بچ جاؤ گے۔مفت میں کیوں مصیبتیں جھیل رہے ہو اور اگر ایسا کرنے میں گناہ سمجھتے اور مواخذہ کا اندیشہ رکھتے ہو تو خدا کے ہاں بھی ہمارا نام لے دینا کہ فلانے نے ہم کو یہ مشورہ دیا تھا اگر ایسی صورت پیش آئی تو ساری ذمہ داری ہم اٹھالیں گے اور تمہارے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیں گے۔حق تعالیٰ کفار کے اس قول کا رد فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار جھوٹے ہیں۔تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کر سکتے۔یہ جو دوسرے کے گناہوں کو اپنے اوپر اٹھانے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو قیامت کے دن ذرہ برابر دوسرے کے گناہوں کو اس طور پر نہ اٹھا سکیں گے کہ سب بار اپنے اوپر لے کر اصل خطا کاروں کو سبکدوش کر دیں۔ہاں یہ ضرور ہوگا کہ جن کو گمراہ کیا ہے ان کا بار بھی ان گمراہ کرنے والوں پر ڈالا جائے گا اور دونوں گروہ سزایاب ہوں گے اور جو جھوٹی باتیں یہ بناتے ہیں یہ خود مستقل گناہ ہے جس پر یہ ماخوذ ہوں گے۔حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ دنیا میں جو

کوئی کسی کو ناحق قتل کرے تو اس کے اس گناہ کا حصہ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل کو پہنچتا ہے کیونکہ ناحق قتل کرنے کا طریقہ اسی نے ایجاد کیا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل شاہ روم کو جو تبلیغی نامہ مبارک بھیجا تھا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر تو نے میری ہدایت سے منہ موڑا تو تجھ پر تیری غریب رعایا کی گمراہی کا بھی بوجھ ہوگا۔جتنا ان میں سے ہر ایک پر ہوگا ان سب کا مجموعہ تیرے اوپر قیامت میں ہوگا کیونکہ ہدایت و ضلالت میں وہ تیرے تابع اور پیرو ہیں تو ہدایت پر ہوگا تو وہ بھی ہدایت پر آجائیں گے تو گمراہی پر جمار ہے گا تو وہ بھی جمے رہیں گے اور ان کا درحقیقت گمراہی پر جمنا تیری وجہ سے ہوگا لہٰذا تجھے ان سب کا بار اٹھانا پڑے گا۔ایک دوسری صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے قیامت تک جو لوگ اس ہدایت پر چلیں گے ان سب کو جتنا ثواب ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان کے ثوابوں میں سے گھٹ کر نہیں۔اسی طرح جس نے برائی پھیلائی اس پر بھی جو عمل پیرا ہوں ان سب کو جتنا گناہ ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔الغرض کفار کے اس قول کا کہ ہم تمہارا بار قیامت میں اٹھالیں گے تم بے کھٹکے اسلام سے ہٹ جاؤ۔صاف رد فرما دیا گیا اور ان کو اس بات میں جھوٹا قرار دیا گیا۔اب آگے چند قصص کے ضمن میں متنبہ کیا گیا ہے کہ سچوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سے جھوٹے اغوا اور شرارت کرتے رہے ہیں۔اور اہل ایمان کو مدتوں تک امتحان اور ابتلا کے دور میں گزرنا پڑا ہے مگر آخری نتیجہ انہی کے حق میں بہتر ہوا۔منکر اور شریر خائب و خاسر رہے۔سچے کامیاب اور سربلند ہوئے۔گویا ان قصص میں کافروں کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کے درپے آزار اسی طرح رہے اور ظلم وستم سے باز نہ آئے اور خود سچے دل سے مسلمان نہ ہوئے تو ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو گذشتہ اعدائے دین کا ہوا اور ان قصوں سے مسلمانوں کو صبر کی

تلقین برداشت مصائب کی حوصلہ افزائی اور انجام کار کامیابی کی بشارت بھی دینی مقصود ہے۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی یاددہانی کرائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس دعوت و تبلیغ اور سعی و اصلاح میں مصروف رہے۔ مشرک قوم کو توحید کی طرف بلایا شرک و کفر کے انجام بد سے ڈرایا۔ بدکاروں کو نیک اعمال کرنے کی نصیحت کی۔ لیکن قوم نے نہ مانا۔ اپنے کفر و شرک پر قائم رہے انجام کار طوفان عظیم آیا اور سب ظالموں کو پانی کے راستہ آگ میں لے گیا۔ صرف نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی جو کشتی میں سوار تھے وہ محفوظ رہے اور اس عظیم الشان واقعہ کو بعد والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ۴۰ سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ نو سو پچاس برس دعوت و تبلیغ اور قوم کی اصلاح کی کوشش فرماتے رہے۔ جب قوم نے نہ مانا تو پھر طوفان آیا اور پھر طوفان کے بعد ۶۰ سال زندہ رہے گویا اس طرح کل عمر حضرت نوح علیہ السلام کی ۱۰۵۰ سال ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سورۂ ہود میں مفصلاً گزر چکا ہے۔ یہاں صرف اس قصہ کی طرف اشارہ فرما دیا گیا ہے۔

خلاصہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کا جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے یہی ہے کہ نوح علیہ السلام نے اتنی طویل مدت تک تبلیغ کی اور روزانہ سینکڑوں برس تک کافروں کے پتھر کھائے اور ان کی ایذائیں برداشت کیں لیکن راہ حق پر جمے رہے اور جو چند اہل ایمان آپ کے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی کافروں کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے رہے لیکن برداشت کرتے رہے اور کافروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر ڈھیل ملتی رہی کہ ایک ہزار سال تک خوب پھلے پھولے دولت اور مال کی فراوانی اور نسل کی افزونی رہی۔ طاقت اور شوکت میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ بالآخر جب ان کی گرفت کا وقت آ گیا تو غیبی قہاریت نے طوفان کی شکل میں ظہور کیا جس نے کافروں کے وجود سے روئے زمین کو خالی کر دیا۔ صرف اہل حق بچ گئے۔ پس مسلمانوں کو نوح علیہ السلام اور اصحاب نوح علیہ السلام کے احوال پر غور کرنے کے بعد کفار کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنا اور اللہ کی غیبی مدد پر یقین رکھنا چاہئے۔

اب آگے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی مشرک قوم کا سنایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

یا اللہ آج ہم کو بھی ایسے معاشرہ سے واسطہ پڑ رہا ہے کہ دین اسلام کو سنبھالنا اور اس پر پوری طرح قائم رہنا مشکل ہو رہا ہے۔ منکرات دن دگنے رات چوگنے بڑھتے جاتے ہیں۔ بے دینی کے اثرات پھیلتے جا رہے ہیں آخرت اور قیامت کا خوف اٹھتا جا رہا ہے۔

یا اللہ! ان صحابہ کرام کے طفیل اور صدقہ میں جنھوں نے بڑے بڑے شدائد و مصائب برداشت کر کے اپنے دین کو سنبھالا اور حق پر قائم رہے۔ یا اللہ ہماری امداد و نصرت فرما اور اسی دین حق پر ہم کو قائم رکھئے اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرمایئے اور دین حق کو لے کر اسے دربار میں حاضر ہونا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾

اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور جھوٹی باتیں تراشتے ہو۔ تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو

اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ

وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو تم رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر کرو اور تم کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

تُرْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٨﴾

اور اگر تم لوگ مجھ کو جھوٹا سمجھو تو تم سے پہلے بھی بہت سی اُمتیں جھوٹا سمجھ چکی ہیں، اور پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم | اِذْ قَالَ جب اس نے کہا | لِقَوْمِهِ اپنی قوم کو | اعْبُدُوا تم عبادت کرو | اللّٰهَ اللہ | وَاتَّقُوْهُ اور اس سے ڈرو | ذٰلِكُمْ یہ |
| خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر تمہارے لئے | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو | اِنَّمَا اس کے سوا نہیں | تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو | مِنْ سے | |
| دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | اَوْثَانًا بتوں کو | وَتَخْلُقُوْنَ اور تم گھڑتے ہو | اِفْكًا جھوٹ | اِنَّ بیشک | الَّذِيْنَ وہ جن کی تم | تَعْبُدُوْنَ پرستش کرتے ہو |
| مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | لَا يَمْلِكُوْنَ وہ مالک نہیں | لَكُمْ تمہارے لئے | رِزْقًا رزق کے | فَابْتَغُوْا پس تم تلاش کرو | عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس | |
| الرِّزْقَ رزق | وَ اور | اعْبُدُوْهُ اس کی عبادت کرو | وَاشْكُرُوْا اور شکر کرو | لَهٗ اس کا | اِلَيْهِ اس کی طرف | تُرْجَعُوْنَ تمہیں لوٹ کر جانا ہے |
| وَاِنْ اور اگر | تُكَذِّبُوْا تم جھٹلاؤ گے | فَقَدْ كَذَّبَ تو جھٹلا چکی ہیں | اُمَمٌ بہت سی امتیں | مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلی | وَمَا اور نہیں | |
| عَلَى الرَّسُوْلِ پر ذمے رسول | اِلَّا مگر | الْبَلٰغُ پہنچا دینا | الْمُبِيْنُ صاف طور پر | | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کا اجمالاً ذکر فرمایا تھا اب یہاں سے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شروع کیا جاتا ہے۔ اس کی بھی وہی غرض ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی تھی یعنی مسلمانوں کو برداشت مصائب کی تلقین اور کافروں کو تباہی و بربادی کی وعید۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان میں قریب ایک ہزار سال کا فصل تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی نسل طوفان کے بعد عراق و عرب میں آباد ہوگئی تھی۔ یہاں انہوں نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرلی تھی جس کا دارالسلطنت بابل شہر تھا۔ سام ہی کی نسل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ آپ کی قوم صابی مذہب تھی یعنی ستارہ پرست تھی۔ بڑے بڑے مندر ستاروں کے نام پر بنا رکھے تھے اور ان میں ستاروں کی فرضی شکلوں میں مورتیاں ڈھال کر رکھ چھوڑی تھیں۔ بادشاہ وقت کے بت بھی مندروں میں نصب تھے۔ ان کی پوجا بھی ہوتی تھی۔ ان بتوں کو یہ قاضی الحاجات رزاق۔ دافع البلیات وغیرہ جانتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نبوت سے سرفراز فرما کر قوم کو توحید کی دعوت کا حکم دیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح برہان اور

دلائل سے قوم کو فہمائش کی۔ بت پرستی کی مذمت کی اور توحید اختیار کرنے کو کہا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ ایک اللہ کی پرستش کرو اور اس سے ڈر کر برے کاموں سے بچو۔ اگر تم میں سمجھ ہے تو سمجھ جاؤ کہ تمہاری خیریت اسی میں ہے۔ یہ بت جن کو تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو اور جن کی پوجا میں تم دن رات مصروف ہو اور اپنے حقیقی معبود اللہ عزوجل کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ یہ تو خود تمہارے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ مٹی سے کوئی صورت بنالو تو وہ بھی مٹی ہی رہے گی۔ پتھر کو تراش کر کوئی مورت بنالو تو وہ بھی پتھر ہی رہے گا کچھ اور نہ بن جائے گا۔ ان کی بابت جو تم نے عقیدے بنا رکھے ہیں وہ محض تمہارے گھڑے ہوئے ہیں۔ بے بنیاد باتوں پر مبنی ہیں۔ یہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجنے میں لگے ہوئے ہو تمہاری روزی کے ذرہ بھر کے بھی مالک نہیں۔ یہ تمہیں کو کچھ جب ہی دیتے جب ان کے پاس کچھ ہوتا۔ ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ دینے والا تو اللہ عزوجل ہے جس کے خزانہ میں ہر چیز ہے اور سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہی ہر ایک کو روزی دیتا ہے۔ تو تم فقط اللہ کی بندگی کرو۔ اسی کی حمد وثنا کرو۔ اسی سے روزی مانگو۔ یہ اللہ ہی نے سب کچھ دیا ہے اور وہی دے گا اس لئے اسی کا شکر کرو اور سن لو کہ ایک دن آنے والا ہے جب تم سب کے سب اس کے دربار میں حاضر ہوگے۔ تم کہیں رہو اور کچھ ہی کرو آخر لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ اگر یہاں اس کا حکم نہ مانا تو کل اس کے سامنے کس منہ سے حاضر ہوگے اور جب وہ تم سے پوچھے گا کہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیوں گئے تو کیا جواب دوگے۔ تو یہاں چند جملوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے خلاف تمام دلائل سمیٹ کر رکھ دیئے کہ کسی کو معبود بنانے کے لئے کوئی تو معقول وجہ ہونی چاہئے۔

ایک معقول وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی ذات میں معبودیت کا استحقاق رکھتا ہو۔

دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ آدمی کا خالق ہو۔

تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ آدمی کا رازق ہو۔

چوتھی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آدمی کا مستقبل اس سے وابستہ ہو۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھایا کہ ان چاروں وجوہ میں سے کوئی وجہ بھی بت پرستی کے حق میں نہیں بلکہ ہر ایک وجہ خالص اللہ کی پرستش کا تقاضہ کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہہ کر کہ یہ محض بت ہیں پہلی وجہ کو ختم کردیا کیونکہ جو نرا بت ہو۔ نہ نفع نقصان کا مالک ہو۔ نہ کارسازی کرسکتا ہو۔ اور نہ حاجت روا ہو اس کو معبود ہونے کا حق کیسے حاصل ہوسکتا ہے پھر یہ کہہ کر کہ تم ان کے خالق ہو دوسری وجہ بھی ختم فرمادی پھر یہ بتلا کر کہ یہ تمہیں کسی قسم کا رزق نہیں دے سکتے تیسری وجہ بھی ختم کردی اور یہ بتلا کر کہ تمہیں خدا ہی کی طرف پلٹنا ہے نہ کہ ان بتوں کی طرف چوتھی وجہ بھی ختم فرمادی تو اس طرح شرک کا پورا ابطال کر کے یہ بات آپ نے واضح فرمادی کہ جتنے وجوہ سے بھی ایک انسان کسی کو معبود قرار دے سکتا ہے وہ سب اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی میں پائی نہیں جاتیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم میرا کہنا نہ مانوگے اور مجھے جھوٹا سمجھوگے تو میرا کیا نقصان کروگے۔ میرا کام تو پیام ہدایت پہنچادینا ہے سو میں اپنا فرض ادا کرچکا۔ اللہ کا پیغام صاف صاف پہنچا چکا۔ ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو پہلے بھی کتنی قومیں انبیاء کی تکذیب کرچکی ہیں۔ اللہ کے رسول انہیں سمجھانے کے لئے آئے تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے تم یہ سب جھوٹ کہہ رہے ہو آخر اس جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قومیں تباہ کردی گئیں۔ اب تم خود دیکھ لو کہ

انہوں نے جھٹلا کر ان نبیوں کا کچھ بگاڑا یا اپنا انجام خراب کیا۔

یہاں آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول **فابتغوا عنداللہ الرزق وعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون** o سو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے صاف بتا رہا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی رزاق نہیں اور طلب رزق اللہ ہی سے کرنی چاہئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ رزق کا لفظ ہر نعمت و راحت کو شامل ہے۔ خواہ روحانی ہو یا جسمانی۔ علم و معرفت ہو یا قوانین زندگی یا کھانے پینے کی چیزیں یا پہننے کا لباس یا رہنے کے لئے مکان یا عزت و حکومت یا مال و دولت یہ سب رزق کے وسیع لفظ میں شامل ہیں تو **فابتغوا عنداللہ الرزق** (یعنی اللہ ہی کے پاس سے رزق طلب کرو) کے مطلب یہ ہوئے کہ روحانی نعمتوں کی طلب بھی اللہ ہی سے کرے اور جسمانی زندگی کے لئے جو چیزیں مطلوب ہوں ان کے حصول کے لئے بھی دست طلب خدا ہی کی طرف بڑھے۔ خلق میں سے کسی کو کارساز۔ معطی اور مالک عطا نہ سمجھے۔ پھر آگے **واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون** اسی کی عبادت کرو۔ اسی کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے فرما کر یہ مزید واضح کر دیا کہ اس وقت بھی اللہ ہی کارساز و حاجت روا ہے اور آخر میں بھی لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے اور اسی سے واسطہ پڑنا ہے لہٰذا اسی کا شکر قولاً۔ اعتقاداً اور عملاً واجب ہوا اور اسی کی طاعت و عبادت اور بندگی لازم ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ خطاب اپنی قوم کے کافروں سے تھا مگر آج اگر آپ یہی صدا مسجد سے باہر نکل کر لگائیں کہ بھائی اپنا رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے تو معلوم ہے کہ آپ کو کیا جواب ملے گا (الا ماشاء اللہ) کہ یہ کیا ملا گیری پھیلائی۔ کہیں اس ترقی کے زمانہ میں ہمارے مسئلہ رزق کا حل اس ملا پن میں ہے۔ مگر سبحان اللہ حق تعالیٰ کے کلام کا کیا اعجاز ہے کہ اس کا جواب آج بھی وہی مناسب و موزوں ہے جو آگے یہاں آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کہلوایا یعنی **وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم وما علی الرسول الاالبلغ المبین** اور اگر تم لوگ مجھے جھوٹا سمجھو تو تم سے پہلے بھی بہت امتیں اپنے اپنے پیغمبروں کو جھوٹا سمجھ چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف طور پر احکام کا پہنچا دینا ہے۔ اب قوم نے جو جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا وہ آگے بیان کیا گیا ہے مگر اس قوم کے جواب سے پہلے درمیان میں کفار مکہ کو خطاب کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قرآن پر حقیقی ایمان نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اس کی تعلیمات و ہدایات کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری تمام دینی و دنیوی حاجات کو اپنی شان رزاقی و کارسازی سے پورا فرمائیں اور اس پر ہم کو شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جب ہم کو اس دنیا سے لوٹ کر یا اللہ آپ کے پاس پہنچنا ہو تو ہمارے ساتھ رحمت و مغفرت و کرم و رحم کا معاملہ فرمائیں۔ اور اپنی خوشنودی اور رضامندی سے نوازیں۔

یا اللہ! ہمیں دین کی فہم اور سمجھ عطا فرما اور ہمیں اپنا فرمانبردار اور شکر گزار اور عبادت گزار بندہ بن کر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَوَلَمۡ یَرَوۡا کَیۡفَ یُبۡدِئُ اللّٰہُ الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ﴿۱۹﴾ قُلۡ سِیۡرُوۡا

کیا اُن لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کرے گا، یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان بات ہے۔آپ کہئے

فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنۡشِئُ النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ

کہ تم لوگ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے پھر اللہ پچھلی بار بھی پیدا کرے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَاِلَیۡہِ تُقۡلَبُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ

جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور جس پر چاہے رحمت فرماوے گا،اور تم سب اُسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔اور تم نہ زمین میں

بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ ﴿۲۲﴾ ع

ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖۤ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ وَاُولٰٓئِکَ لَہُمۡ

اور جو لوگ خدا کی آیتوں کے اور اُس کے سامنے جانے کے منکر ہیں وہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور یہی ہیں جن کو

عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۳﴾

عذاب دردناک ہوگا۔

| اَوَ کیا | لَمۡ یَرَوۡا نہیں دیکھا انہوں نے | کَیۡفَ کیسے | یُبۡدِئُ ابتداء کرتا ہے | اللّٰہُ اللہ | الۡخَلۡقَ پیدائش | ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ پھر دوبارہ پیدا کریگا اس کو | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِنَّ بیشک | ذٰلِکَ یہ | عَلَی اللّٰہِ اللہ پر | یَسِیۡرٌ آسان | قُلۡ فرمادیں | سِیۡرُوۡا چلو پھرو تم | فِی الۡاَرۡضِ زمین میں | فَانۡظُرُوۡا پھر دکھو |
| کَیۡفَ بَدَاَ کیسے ابتدا کی | الۡخَلۡقَ پیدائش | ثُمَّ پھر | اللّٰہُ اللہ | یُنۡشِئُ اٹھائے گا | النَّشۡاَۃَ اٹھان | الۡاٰخِرَۃَ آخری (دوسری) | اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ |
| عَلٰی پر | کُلِّ شَیۡءٍ ہر شے | قَدِیۡرٌ قدرت رکھنے والا | یُعَذِّبُ وہ عذاب دیتا ہے | مَنۡ یَّشَآءُ جس کو چاہے | وَیَرۡحَمُ اور رحم فرماتا ہے | | |
| مَنۡ یَّشَآءُ جس پر چاہے | وَاِلَیۡہِ اور اسی کی طرف | تُقۡلَبُوۡنَ تم لوٹائے جاؤ گے | وَمَاۤ اَنۡتُمۡ اور نہ تم | بِمُعۡجِزِیۡنَ عاجز کرنے والے | | | |
| فِی الۡاَرۡضِ زمین میں | وَلَا اور نہ | فِی السَّمَآءِ آسمان میں | وَمَا اور نہیں | لَکُمۡ تمہارے لئے | مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اللہ کے سوا | مِنۡ وَّلِیٍّ کوئی حمایتی | |
| وَلَا اور نہ | نَصِیۡرٍ کوئی مددگار | وَالَّذِیۡنَ اور وہ لوگ جنہوں نے | کَفَرُوۡا انکار کیا | بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ کی نشانیوں کا | وَلِقَآئِہٖ اور اس کی ملاقات | | |
| اُولٰٓئِکَ یہی ہیں | یَئِسُوۡا وہ ناامید ہوئے | مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ میری رحمت سے | وَاُولٰٓئِکَ اور یہی ہیں | لَہُمۡ ان کیلئے | عَذَابٌ عذاب | اَلِیۡمٌ دردناک | |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب اپنی قوم سے نقل فرمایا گیا تھا۔اس پر قوم نے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب دیا وہ ان آیات کے بعد بیان فرمایا گیا ہے۔درمیان میں یہاں یہ آیات بطور جملہ معترضہ کے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کا سلسلہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔بیچ میں یہ مضمون اس مناسبت

سے لایا گیا ہے کہ کفار مکہ جنہیں سبق دینے کے لئے یہ قصہ سنایا جارہا ہے دو بنیادی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ ایک شرک و بت پرستی۔ دوسرے انکار آخرت۔ ان میں سے پہلی گمراہی یعنی شرک اور بت پرستی کا رد تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر میں آچکا جو اوپر کی آیات میں نقل فرمائی گئی تھی۔ اب دوسری گمراہی یعنی انکار آخرت کے رد میں یہ چند فقرے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ارشاد فرمارہے ہیں تاکہ کفار مکہ کے باطل عقائد کی تردید ایک ہی سلسلہ کلام میں ہوجائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین کی سمجھ میں نہیں آتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ جینا کیسے ہوگا؟ آخر تم دیکھ رہے ہو کہ دنیا میں بے شمار اشیاء عدم سے وجود میں آتی ہیں۔ مشرکین مکہ کو اللہ کے خالق ہونے کا انکار نہ تھا وہ اس بات کو مانتے تھے کہ یہ عالم اور اس کی بے شمار چیزیں یہ سب اللہ کی صفت خلق اور ایجاد کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ان کی اپنی مانی ہوئی بات پر یہ دلیل قائم کی گئی کہ جو خدا تمہارے نزدیک اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور پھر ایک ہی دفعہ تخلیق کر کے نہیں رہ جاتا بلکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے مٹ جانے والی اشیاء کی جگہ پھر ویسے ہی اشیاء پے درپے وجود میں لاتا چلا جاتا ہے تو اس خالق کے بارہ میں آخر تم نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ تمہارے مرجانے کے بعد وہ پھر تمہیں دوبارہ زندہ کر کے کھڑا نہیں کرسکتا جس طرح قادر مطلق کی قدرت سے عالم میں چیزوں کا بننا اور بگڑنا بار بار اپنے سامنے دیکھ رہے ہو اسی طرح اللہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں پھر پیدا کردے گا اور یہ اس قدرت والے کے لئے بہت آسان بات ہے۔ آگے اور زیادہ اہتمام کے لئے پھر یہی مضمون قدرے عنوان بدل کر سنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے کیسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے۔ اسی پر دوسری زندگی کو قیاس کرلو۔ اس

کی قدرت اب کچھ محدود تو نہیں ہوگئی۔ اس طرح قیامت و آخرت کے امکان کو ثابت فرمایا گیا۔ اب آگے قیامت و آخرت کی ضرورت کو نہایت بلیغ طرز ادا کے ساتھ ظاہر فرمایا جارہا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کا مختار مطلق ہونا بھی معلوم ہوجاتا ہے اور قیامت کی ضرورت بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔ چونکہ یہ دنیا دار العمل ہے اس لئے یہاں کے تمام اعمال کی جزاوسزا لازم ہے۔ کوئی عمل بے نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ نتیجہ کا مقام کوئی دوسرا ہونا لازمی ہوا۔ اور وہی دار آخرت ہے۔ تو جو شخص اللہ کے ماننے کا دعویٰ کرے لیکن قیامت کی جزاوسزا کا قائل نہ ہو اور آخرت کو نہ مانے تو اس نے دراصل اللہ کو جیسا ماننا چاہئے مانا ہی نہیں۔ اس لئے جب اللہ کو مانو تو اس کے قانون کو بھی مانو جس کی رو سے مقرر ہوچکا ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے بعد پھر کبھی نہ مرے گا لیکن اس دائمی زندگی کا عیش و آرام اس پر موقوف ہے کہ آدمی یہاں اس دنیا میں اللہ کے حکم کے مطابق چلے ورنہ وہاں کی زندگی دکھ اور مصیبت میں گزرے گی اور وہ زندگی موت سے بدتر ہوگی۔ تو یہاں بتایا جارہا ہے کہ انسان پھر پیدا ہوگا اور اللہ عزوجل کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے حاضر کیا جائے گا۔ وہاں بجز اس احکم الحاکمین کے کسی کی کچھ نہ چلے گی وہ جسے چاہے گا اس کے کرتوتوں کے بدلے عذاب دے گا اور جس پر چاہے گا اس کی نیکیوں کے عوض اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ ہر ایک کو اس کے پاس واپس آنا ضروری ہے۔ زمین اور آسمان میں کہیں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی اس سے بھاگ کر چھپ جائے۔ اور اس کی گرفت سے بچ نکلے یہ ناممکن ہے۔ ہر جگہ سے بہر حال تمہیں پکڑ لایا جائے گا اور تم اپنے رب کے سامنے حاضر کردیئے جاؤ گے پھر آگے بتایا گیا کہ نہ تمہارا اپنا اتنا زور ہے کہ خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ اور نہ تمہارا کوئی ولی یا سرپرست مددگار ایسا زور آور ہے کہ خدا کے مقابلہ میں تمہیں پناہ دے سکے اور اس کے مواخذہ سے تمہیں

بچالے۔ ساری کائنات میں یہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ جن لوگوں نے کفروشرک کا ارتکاب کیا ہے۔ جنہوں نے احکام خداوندی کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے۔ جنہوں نے جرأت اور جسارت کے ساتھ خدا کی نافرمانیاں کی ہیں اور اس کی زمین میں ظلم وفساد کے طوفان اٹھائے ہیں ان کا حمایتی بن کر اٹھ سکے اور خدا کے فیصلۂ عذاب کو ان پر نافذ ہونے سے روک سکے یا خدا کی عدالت میں کسی کو حاضر ہونے سے بچالے۔ اب جو لوگ آیات الٰہیہ یعنی توحید۔ الوہیت۔ ربوبیت اور دیگر احکام قطعیہ کے منکر ہیں خصوصاً اللہ کے پاس جانے اور قیامت برپا ہونے کو نہیں مانتے تو ان کے متعلق ارشاد خداوندی ہے کہ ان کا کوئی حصہ میری رحمت میں نہیں ہے۔ ان کے لئے کوئی گنجائش اس امر کی نہیں ہے کہ وہ میری رحمت میں سے حصہ پانے کی امید رکھ سکیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور آخرت کو تسلیم نہ کیا اور اللہ کے حضور میں پیش ہونے کو نہ مانا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے خدا کی بخشش ومغفرت کے ساتھ کوئی رشتۂ امید سرے سے وابستہ ہی نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ قیامت کے دن وہ اس کی رحمت سے مایوس بھی رہیں گے اور قطعاً بغیر شک وشبہ کے ان کو سخت ترین دکھ کی مار کھائی پڑے گی۔

یہاں آیت میں کافروں کے متعلق رحمت سے مایوس ہونے کی صراحت کردی گئی تو اس سے کافروں کے علاوہ دوسرے لوگ خواہ نیکوکار ہوں یا بداعمال بشرطیکہ عقیدۃً مومن ہوں۔ ضرور امیدوار رحمت قرار پائے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جس پر چاہے ابتدا ہی سے رحم فرمادے جس پر نہ چاہے کچھ سزا دے کر رحم فرمائے مگر کافر کے علاوہ کسی کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں فرمایا اسی مضمون کو ایک اور آیت میں بصراحت ذکر فرمایا ہے ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشآءُ۔ یعنی اللہ جرم شرک کو تو معاف نہیں فرمائے گا اور شرک کے علاوہ ہر گناہ جس شخص کے لئے چاہے گا معاف کردے گا۔ تو معلوم ہوا کہ آخرت میں کفروشرک کے ساتھ اللہ کی رحمت ومغفرت سے قطعاً محرومی ہوگی۔

اب اوپر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو نصیحت فرمائی تھی اس پر قوم نے جو جواب دیا وہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفروشرک سے بچا کر ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم وفضل سے ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں اور اپنی نصرت وحمایت سے ہم کو کسی حال میں محروم نہ فرمائیں۔ اور قیامت کے عذاب وسختیوں سے ہم سب کو محفوظ ومامون فرمائیں۔ دار آخرت کے ابدی راحت وآرام ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ دنیا میں اپنے احکام کی پابندی اور اطاعت کاملہ ہم کو نصیب فرمائیں۔ اور آخرت میں اپنی رحمت سے اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اپنی نصرت اور کارسازی کا ہم کو یقین کامل عطا فرما کہ ہم آپ ہی کی امداد اور حمایت ونصرت پر بھروسہ کریں اور آپ ہی کی رحمت دین ودنیا دونوں جہان میں ہماری کارسازی فرمائے۔

یا اللہ! ہمیں وہ نور ہدایت عطا فرما کہ جو ہم آپ کے سامنے آخرت میں کھڑے ہونے کو ہر وقت مدنظر رکھیں اور اس طرح ہم آپ کی رحمت کے مورد بن جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ

سو اُن کی قوم کا جواب بس یہ تھا کہ کہنے لگے اُن کو یا تو قتل کر ڈالو یا اُن کو جلا دو سو اللہ نے اُن کو اس آگ سے بچالیا۔ بے شک اس واقعہ میں

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ

اُن لوگوں کیلئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں کئی نشانیاں ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو تجویز کر رکھا ہے، بس یہ تمہارے باہمی دُنیا کے

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ

تعلقات کی وجہ سے ہے، پھر قیامت میں تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہوجاوے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا،

بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي

اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ سو صرف لوط علیہ السلام نے ان کی تصدیق فرمائی اور ابراہیم نے فرمایا میں اپنے پروردگار کی طرف

مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا

ترک وطن کر کے چلا جاؤں گا، بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور ہم نے اُن کو اسحاق اور یعقوب عنایت فرمایا اور ہم نے

فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾

اُن کی نسل میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا اور ہم نے اُن کا صلہ اُن کو دنیا میں بھی دیا، اور وہ آخرت میں بھی نیک بندوں میں ہوں گے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فَمَا كَانَ سو نہ تھا | جَوَابَ جواب | قَوْمِهِ اسکی قوم | إِلَّا سوائے | أَنْ یہ کہ | قَالُوا انہوں نے کہا | اقْتُلُوهُ قتل کر دو اس کو | أَوْ یا |
| حَرِّقُوهُ جلا دو اس کو | فَأَنْجَاهُ سو بچا لیا اس کو | اللَّهُ اللہ | مِنَ النَّارِ آگ سے | إِنَّ بیشک | فِي ذَٰلِكَ اس میں | لَآيَاتٍ نشانیاں ہیں | |
| لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے | يُؤْمِنُونَ جو ایمان رکھتے ہیں | وَ اور | قَالَ ابراہیم نے | کہا | إِنَّمَا اسکے سوا نہیں | اتَّخَذْتُمْ تم نے بنالئے ہیں | |
| مِنْ دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوا | أَوْثَانًا بت | مَوَدَّةَ دوستی | بَيْنِكُمْ اپنے درمیان (آپس میں) | فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں | ثُمَّ پھر | | |
| يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن | يَكْفُرُ کافر (مخالف) ہوجائیگا | بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک) | بِبَعْضٍ بعض (دوسرے) کا | وَيَلْعَنُ اور لعنت کریگا | | | |
| بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک) | بَعْضًا بعض (دوسرے) کا | وَ اور | مَأْوَاكُمُ تمہارا ٹھکانا | النَّارُ جہنم | وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے | | |
| مِنْ نَاصِرِينَ کوئی مددگار | فَآمَنَ پس ایمان لایا | لَهُ اس پر | لُوطٌ لوط | وَقَالَ اور اس نے کہا | إِنِّي بیشک میں | مُهَاجِرٌ ہجرت کرنے والا | |
| إِلَىٰ رَبِّي اپنے رب کی طرف | إِنَّهُ بیشک وہ | هُوَ وہ | الْعَزِيزُ زبردست غالب | الْحَكِيمُ حکمت والا | وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا فرمائے | لَهُ اس کو | |
| إِسْحَاقَ اسحٰق | وَيَعْقُوبَ اور یعقوب | وَجَعَلْنَا اور ہم نے رکھی | فِي ذُرِّيَّتِهِ اس کی اولاد میں | النُّبُوَّةَ نبوت | وَالْكِتَابَ اور کتاب | | |
| وَآتَيْنَاهُ اور ہم نے دیا اسکو | أَجْرَهُ اس کا اجر | فِي الدُّنْيَا دنیا میں | وَإِنَّهُ اور بیشک وہ | فِي الْآخِرَةِ آخرت میں | لَمِنَ الصَّالِحِينَ البتہ نیکوکاروں میں سے | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ کو سمجھانے کے لئے آخرت کے متعلق مضمون درمیان میں آ گیا تھا۔ اس سے پہلے حضرت

براہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانے کا ذکر ہوا تھا کہ آپ نے اپنی قوم کو شرک و بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کرنے کی دعوت دی اور سمجھایا کہ یہ بت جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ نہ نفع نقصان کے مالک ہیں نہ کسی چیز کے خالق ہیں۔ نہ کسی کے رازق ہیں۔ یہ تو محض مٹی اور پتھر کے بت ہیں۔ ان کو چھوڑ کر ایک اللہ کی پرستش کرو جو تمہارا خالق بھی ہے اور تمہارا رازق بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معقول دلائل کا کوئی جواب قوم والوں سے نہ بن پڑا اور جیسا کہ جہالت کا دستور ہے قوم والے آپ کی جان کے دشمن ہوگئے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس بدبخت قوم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت کا کچھ اثر نہ پڑا سوائے اس کے کہ آپ کی جان کے دشمن بن گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو جو ہماری غلطی ہم پر واضح کرتا ہے اور ہم کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش سے باز رکھنا چاہتا ہے اس کو یا تو قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا کر ختم کردو اور بالآخر آگ میں جلادینے پر اتفاق رائے ہوگیا اور ممکن ہے کہ اس اتفاق کی وجہ یہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا تھا۔ اس لئے ضد میں آکر انہوں نے آپ کو آگ میں جلادینے کی ٹھان لی۔ تو جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں مفصلاً بیان ہوچکا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ ان بدبختوں نے یہ سمجھا تھا کہ حق مارنے سے مرجاتا ہے اور صداقت جلانے سے جل کر ختم ہوجاتی ہے مگر یہ ان کی خام خیالی تھی اسی لئے وہ اپنے مقصد کو پورا نہ کرسکے اور اپنی کوششوں میں ناکام رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو ضرور گیا اور وہ بھی حقیقۃً اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان اور آزمائش حق تعالیٰ کو مقصود تھی چنانچہ آگ میں ڈالے جاتے ہی آپ کے ایمان اور صبر و استقامت کا امتحان ختم ہوا اور دور ابتلا و آزمائش گزر گیا فوراً ہی حق تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور آگ کو حکم ہوا کہ اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔ خبردار ابراہیم کا بال بیکا نہ ہو۔ چنانچہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی اور غیر مضر ہوگئی۔ اس واقعہ کی صراحت سورۂ انبیاء میں قدرے تفصیل کے ساتھ ہوچکی ہے یہاں آیت میں صرف اتنی بات کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ سے بچالیا۔ اس سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوئی کہ تمام اسباب سے نتائج بغیر اذن الٰہی کے نہیں پیدا ہوتے اور تمام اشیاء کی خاصیتیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر مبنی ہیں۔ وہ جس وقت جس چیز کی خاصیت کو چاہے بدل سکتا ہے۔ معمول کے مطابق آگ کا عمل یہی ہے کہ وہ جلائے اور ہر آتش پذیر چیز اس میں پڑ کر جل جائے لیکن آگ کا یہ معمول اس کا اپنا قائم کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا قائم کیا ہوا ہے اور اس معمول نے خدا تعالیٰ کو پابند نہیں کردیا کہ وہ اس کے خلاف کوئی حکم نہ دے سکے۔ وہ اپنی آگ کا مالک ہے کسی وقت بھی وہ اسے حکم دے سکتا ہے کہ وہ جلانے کا عمل چھوڑ دے اور وہ اپنے ایک اشارہ سے آتش کدہ کو گلزار میں تبدیل کرسکتا ہے۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ کو بیان کرکے فرمایا جاتا ہے کہ بیشک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں کئی نشانیاں ہیں۔ اب مفسرین نے ان نشانیوں کی تشریح فرمائی ہے۔ یعنی اس واقعہ میں دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کی۔ ابراہیم علیہ السلام کے نبی ہونے کی اور کفر و شرک کے باطل ہونے کی۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک کو آزمائشوں سے گزارے بغیر نہ چھوڑا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے ڈالے ہوئے امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر گئے تب اللہ کی مدد ان کے لئے آئی اور کیسے معجزانہ طریقہ سے آئی۔ پھر اس واقعہ سے ایمان والوں کو یہ سبق بھی ملتا ہے کہ کافروں کو مومنوں پر عارضی تسلط عطا کرنا بھی خدائے حکیم و قدیر ہی

کا کام ہے اور اس میں بھی اس کی مصلحت و حکمت ہوتی ہے۔
کافروں کو ڈھیل دینے اور چیرہ دست بنانے سے کبھی مقصود یہ ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی آزمائش ہو جائے ان کے مراتب میں اضافہ اور درجات میں ترقی دی جائے ورنہ دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ اور فرمانروا بھی اللہ کے ایک دوست کی جان نہیں لے سکتا۔ جب تک اللہ ہی کا حکم نہ ہو۔ حق تعالیٰ کی ادنیٰ غیبی طاقت کے مقابلہ میں یہ تمام دنیوی مادی طاقتیں ہیچ ہیں۔ تو خلاصہ یہ کہ اس واقعہ سے مومن کو گوناگوں عبرتیں اور نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ان کو اللہ کی غیبی طاقت کا مشاہدہ۔ اہل حق کی نجات کا یقین۔ اور انجام کار حق کا باطل پر غالب آ جانا واضح ہو جاتا ہے اس لئے وہ راہ صداقت پر ہر سختی اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ کافروں سے کوئی خوف ان کو نہیں رہتا۔ ان کی نظر ہر وقت اللہ پر رہتی ہے اور آخر میں اپنے غالب ہونے کا یقین ان کو حاصل ہوتا ہے۔ تو آگ سے بسلامت نکل آنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قوم میں جاری رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگوں نے جو یہ بت پرستی آپس کے تعلقات کو قائم رکھنے اور میل ومحبت کو برقرار رکھنے کے لئے اختیار کی ہے یعنی بت پرستی اور شرک پر جمے رہنے سے تمہارا مقصد یہ ہے کہ آپس کی محبت اور یگانگت اور ربط وضبط قائم رہے۔ اگر شرک چھوڑیں گے تو اپنے عزیزوں دوستوں اور پیشواؤں سے تعلقات ترک کرنے پڑیں گے تو خوب یاد رکھو کہ یہ تعلقات و روابط صرف دنیا میں ہیں۔ قیامت کے دن ان میں سے کوئی ساتھ نہ دے گا۔ نہ کوئی مدد کر سکے گا اور نہ آگ سے بچا سکے گا بلکہ ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرے گا اور جن کو تم دنیا میں اپنا عزیز اور مددگار سمجھے ہو وہ آخرت میں تمہاری مدد تو درکنار الٹے تم سے بیزار ہوں گے اور بڑے بڑے پیشوا اپنے تابعین کو کورا جواب دے دیں گے کہ ہم نے تم پر جبر نہ کیا تھا تم کیوں ہمارے راستہ پر چلے آج ہم تمہارے اعمال سے بری ہیں۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکرر وعظ و نصیحت پر قوم نے دین ابراہیمی کو قبول نہ کیا۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ سے صحیح وسالم نکل آنے پر کچھ لوگ دل میں آپ کی صداقت کے قائل ہو گئے ہوں لیکن پوری قوم اور سلطنت کی طرف سے دین ابراہیمی کے خلاف جس غضبناک رویہ کا اظہار اس وقت سب کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا اسے دیکھتے ہوئے کوئی دوسرا شخص حق کو ماننے اور اس کا ساتھ دینے کی جرأت نہ کر سکا بس یہ سعادت صرف ایک شخص کے حصہ میں آئی اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط تھے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی اور پھر ہجرت میں بھی اپنے چچا اور چچی کا ساتھ دیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھ لیا کہ قوم آپ کا دین الٰہی ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں تو پھر وطن سے آپ نے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا اور اعلان کر دیا کہ میں اپنے رب کی خاطر قوم اور وطن کو چھوڑ کر یہاں سے نکلتا ہوں۔ اب جہاں میرا رب لے جائے گا چلا جاؤں گا چنانچہ آپ نے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی جس میں صرف آپ کی بی بی حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط شامل رہے۔ آخر میں بطور نتیجہ کلام کے یہ بتلایا جاتا ہے کہ بابل کے وہ حکمران اور مشرک جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نیچا دکھانا چاہا تھا وہ تو دنیا سے ایسے مٹ گئے کہ آج ان کا نام ونشان تک باقی نہیں۔ مگر وہ شخص جسے اللہ کا کلمہ اور دین بلند کرنے کے جرم میں ان لوگوں نے جلا کر خاک کر دینا چاہا تھا اور جسے آخر کار وطن سے بے سروسامانی کے عالم میں نکل جانا پڑا تھا اللہ نے انہیں دنیا ہی میں یہ صلہ دیا کہ باوجود پیرانہ سالی کے ان کو اسحاق علیہ السلام بیٹا عطا کیا اور نہ فقط بیٹا بلکہ ایک پوتا حضرت یعقوب بھی دیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے بیٹے تھے لیکن چونکہ آپ کی پیدائش

کسی غیر معمولی کرامت کے تحت نہ ہوئی تھی۔ نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت ایسی پیرانہ سالی کو پہنچے تھے۔ نہ حضرت ہاجرہ اس سن کو پہنچی تھیں کہ جو اولاد کی طرف سے مایوسی ہوجاتی اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ یہاں نہیں فرمایا۔ ہاں حضرت اسحاق کی ولادت خاص اہمیت رکھتی تھی اس لئے اسی کا ذکر فرمادیا۔

الغرض ایک انعام جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سرفراز فرمایا گیا یہ تھا کہ باوجود اسباب ظاہری نہ ہونے کے ایک سعید بیٹا عنایت فرمایا بلکہ ایک پوتا بھی دیا۔ پھر دوسرا انعام یہ عطا فرمایا کہ آپ کی نسل میں نبوت کا سلسلہ جاری رکھا چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت ہارون علیہ السلام۔ حضرت یوشع علیہ السلام۔ حضرت یونس علیہ السلام۔ حضرت زکریا علیہ السلام۔ حضرت داؤد علیہ السلام۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں تک کہ افضل الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہی میں پیدا ہوئے۔ پھر تیسرا انعام یہ فرمایا گیا کہ آسمانی کتابیں بھی آئندہ آپ ہی کی نسل کو عطا کی گئیں۔ چنانچہ توراۃ۔ زبور۔ انجیل اور آخر میں قرآن بھی اولاد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اترا۔ اور چوتھا انعام یہ عطا فرمایا کہ ان کو دنیا ہی میں اللہ نے ان کا اجر عطا فرمایا۔ اکثر مفسرین نے اس سے مراد آپ کا ذکر خیر اور نیک نامی کی شہرت کو قیامت تک قائم رکھنے کو لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سرفرازی آپ کو عطا فرمائی کہ چار ہزار برس سے دنیا میں آپ کا نام روشن ہے اور قیامت تک رہے گا۔ ہر آسمانی کتاب والا خواہ وہ مسلمان ہو۔ یا عیسائی۔ یا یہودی اس خلیل رب العالمین کو سب اپنا پیشوا مانتے ہیں یہ عزت تو آپ کو دنیا ہی میں ملی اور آخرت میں جو اجر عظیم ملے گا وہ تو ملے ہی گا۔

مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ جب آدمی اپنے سینہ میں دلائل و براہین کا جواب نہیں پاتا اور طاقت حق اس کو لاجواب کر دیتی ہے تو پھر باطل اہل حق کو دھمکیاں دینے پر اتر آتا ہے مگر جو حق کا حامی اور صداقت کا علمبردار ہوتا ہے اہل باطل کے مقابلہ میں اللہ اس کی حمایت کرتا ہے اور کوئی طاغوتی طاقت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی مگر آزمائشی دور سے اس کو ضرور گزرنا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرت فرمانا تعلیم دے رہا ہے کہ دین کو بچانے اور ایمان کو محفوظ رکھنے کے لئے اعزہ واحباب اور گھر بار چھوڑ کر کسی ایسے مقام پر چلا جانا جہاں آزادی سے دین برحق پر عمل کیا جاسکے ضروری ہے۔ دین کو بچانے کے لئے دنیا کو قربان کرنا لازم ہے۔ دین کو بچانے۔ ایمان پر استقامت رکھنے اور اعمال صالحہ پر کاربند رہنے سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اجر عنایت فرماتا ہے اور اخروی اجر تو بہرحال عطا فرمائے گا۔

اب آگے تیسرا قصہ لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور باطل کے مقابلہ میں ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔ اور حق کو سربلند رکھنے کا عزم وہمت عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کے مقابلہ میں دنیا قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے دین کو گھر بار ملک وطن دوست احباب عزیز واقارب سب سے زیادہ محبوب رکھنے کا جذبہ عطا فرمائیں۔ اور اپنی قدرت کاملہ سے ہر حال میں ہماری تائید ونصرت فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

اور ہم نے لوط علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دُنیا جہاں والوں میں

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ فِيْ

نہیں کیا۔کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو اور تم ڈاکہ ڈالتے ہو اور اپنی بھری مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو

نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ

سو اُن کی قوم کا جواب بس یہ تھا کہ تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۹ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۳۰

اگر تم سچے ہو۔لوط علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو اِن مفسد لوگوں پر غالب کردے۔

وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے، تو اُن فرشتوں نے کہا کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۳۱ۚ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۡ

(کیونکہ) وہاں کے باشندے بڑے شریر ہیں۔ابراہیم نے فرمایا کہ وہاں تو لوط ہیں، فرشتوں نے کہا کہ جو جو وہاں (رہتے) ہیں ہم کو سب معلوم ہیں،

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۳۲

ہم اُنکو اور اُن کے خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز اُن کی بی بی کے، کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔

| وَلُوْطًا اور لوط | اِذْ یاد کرو | جب | قَالَ اس نے کہا | لِقَوْمِهٖ اپنی قوم کو | اِنَّكُمْ بیشک تم | لَتَاْتُوْنَ تم کرتے ہو | الْفَاحِشَةَ بے حیائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مَا سَبَقَكُمْ نہیں پہلے کیا تم نے | بِهَا اس کو | مِنْ اَحَدٍ کسی نے | مِنَ سے | الْعٰلَمِيْنَ جہان والے | اَئِنَّكُمْ کیا تم واقعی | لَتَاْتُوْنَ البتہ تم کرتے ہو | |
| الرِّجَالَ مرد | وَتَقْطَعُوْنَ اور مارتے ہو | السَّبِيْلَ راہ | وَتَاْتُوْنَ اور تم کرتے ہو | فِيْ نَادِيْكُمُ اپنی محفلوں میں | الْمُنْكَرَ ناشائستہ حرکات | | |
| فَمَا كَانَ سو نہ تھا | جَوَابَ قَوْمِهٖ اس کی قوم کا جواب | اِلَّا سوائے | اَنْ کہ | قَالُوا انہوں نے کہا | ائْتِنَا لے آ ہم پر | بِعَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب | |
| اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے | مِنَ سے | الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ | قَالَ کہا | رَبِّ اے میرے رب | انْصُرْنِيْ میری مدد فرما | عَلَى پر | |
| الْقَوْمِ قوم۔لوگ | الْمُفْسِدِيْنَ مفسد | وَلَمَّا اور جب | جَاۗءَتْ آئے | رُسُلُنَا ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) | اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم | | |
| بِالْبُشْرٰى خوشخبری لے کر | قَالُوْٓا انہوں نے کہا | اِنَّا بیشک ہم | مُهْلِكُوْٓا ہلاک کرنے والے | اَهْلِ لوگ | هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی | اِنَّ بیشک | |
| اَهْلَهَا اسکے لوگ | كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ظالم (بڑے شریر) | ہیں | قَالَ ابراہیم نے کہا | اِنَّ فِيْهَا بیشک اس میں | لُوْطًا لوط | قَالُوْا وہ بولے | |

| نَحْنُ ہم | اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں | بِمَنْ فِیْهَا اس کو جو اس میں | لَنُنَجِّيَنَّهٗ البتہ ہم بچالیں گے اس کو | وَاَهْلَهٗٓ اور اس کے گھر والے |
|---|---|---|---|---|
| اِلَّا سوا | امْرَاَتَهٗ اس کی بیوی | كَانَتْ وہ ہے | مِنَ سے | الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی مشرک قوم کا حال بیان ہوا تھا اب یہاں تیسرا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اوران کی قوم کا سنایا جاتا ہے۔ یہ گذشتہ آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور بابل سے ہجرت کر کے شام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ آئے تھے۔شام پہنچ کر یہ قرار پایا کہ دونوں بزرگ بغرض تبلیغ جدا جدا رہیں ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں جا کر مقیم ہوئے اور حضرت لوط علیہ السلام نے شرق اردن کو اپنا مسکن بنایا۔حضرت لوط علیہ السلام کو بھی نبوت سے سرفراز فرمادیا گیا تھا اس لئے آپ اللہ کے پیغمبر کی حیثیت سے شرق اردن کے علاقہ سدوم اور عامورہ بغرض تبلیغ دین حنیف چلے گئے۔اردن کی وہ جانب جہاں بحیرۂ مردار یا بحرلوط واقع ہے۔یہی وہ جگہ ہے جہاں سدوم اور عامورہ کی بستیاں واقع تھیں۔حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آکر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندہ حد درجہ فواحش اور معصیتوں میں مبتلا ہیں۔حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اوران سے کہا کہ تم نے ایسی بے حیائی پر کمر باندھی ہے جو تم سے پہلے جہان بھر میں کسی نے نہیں کی۔تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم نے انسانیت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ یہ کیا حیا سوز حرکت ہے کہ تم مردوں کے پاس اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے آتے ہو اور تمہاری شیطانی حرکات کے ڈر سے لوگوں نے اس طرف کے راستوں سے گزرنا چھوڑ دیا ہے۔تم اپنی بھری محفلوں میں بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو۔تم نے حیا وشرم کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ بہر حال لوط علیہ السلام نے ان کو جو ممکن طریقہ سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا اور گذشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج و ثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر قوم پر شہوت پرستی کا بھوت سوار تھا۔ ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ ہوا اور آپ کی نصیحتوں کو سن کر غم وغصہ سے تلملا اٹھی۔اور کہنے لگی کہ اے لوط بس یہ نصیحتیں ختم کرو۔اگر ہمارے ان اعمال سے تمہارا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھلاؤ۔جس کا ذکر کر کے بار بار ہم کو ڈراتے ہو۔اگر تم واقعی اپنے قول میں سچے ہو تو ایسا کر دکھاؤ۔حقیقت یہ ہے کہ اس منحوس قوم کی عقل پر چربی چھا گئی تھی۔ وہ عیش وعشرت کے نشہ سے مست تھے۔ان کے دل ودماغ مسخ ہو چکے تھے۔اچھے برے خیر وشر کا امتیاز ان سے اٹھ گیا تھا۔حضرت لوط علیہ السلام اگر چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور ان کے پیرو تھے۔شرف نبوت سے بھی سرفراز ہو چکے تھے اس لئے سدوم اور عامورہ میں ہر قسم کے مصائب اور دشمنوں کے نرغہ کی تکالیف کے باوجود انہوں نے صبر واستقامت سے کام لیا اور اپنے بزرگ چچا اور خاندان کی مدد کی طلب کے بجائے صرف خدائے عزوجل پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس کے احکام کے سامنے رضا وتسلیم کا ثبوت دیا اور درگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ تباہی اور فساد پھیلانے پر تلے ہوئے ہیں اور میری کچھ نہیں سنتے۔میرے پروردگار سوائے تیرے کوئی نہیں۔ میں تیرے سوا کس سے کہوں۔اے میرے رب! میری مدد فرما اور مجھے اس مفسد قوم پر غالب فرما۔مراد یہ تھی کہ مجھے ان سے علیحدہ کر دے لیکن اس طور پر کہ ان کو بھی اپنی حرکات کی سزا مل جائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔اوراس بدکار وبدعمل قوم کی تباہی کا وقت آ گیا۔ادھر ملک شام میں رحمت کو نازل کرنا بھی مقصود تھا اس لئے فرشتوں کو حکم

ہوا کہ جاؤ ہمارے خلیل کو فرزند سعید کی بشارت سناؤ اور قوم لوط کو برباد کردو اور اہل ایمان کو بچالو۔ حسب الحکم فرشتے پہلے نوجوانوں کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت متواضع اور مہمان نواز تھے۔ ان تینوں نوجوانوں کو مسافر سمجھ کر خوش خلقی کے ساتھ ٹھہرایا۔ کھانے کے لئے روٹیاں اور بچھڑا ذبح کر کے بھنا ہوا گوشت مہمانوں کے سامنے پیش کیا۔ مگر مہمانوں نے ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھایا اس زمانہ کا دستور تھا کہ دشمن کے گھر کا نمک نہ چکھتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ اندیشہ ہوا کہ شاید یہ دشمن ہیں جو میری مہمانی کو قبول نہیں کرتے۔ مہمانوں نے جو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اضطراب دیکھا تو کہا آپ گھبرائیں نہیں ہم خدا کے فرشتے ہیں آپ کو فرزند کی بشارت دینے آئے ہیں اور قوم لوط کی تباہی کے لئے بھیجے گئے ہیں اس لئے یہاں سے اب سدوم جارہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان ہو گیا کہ یہ کوئی دشمن نہیں ہیں بلکہ ملائکۃ اللہ ہیں تو اب قوم لوط کا خیال آیا اور فرمانے لگے کہ تم اس قوم کو کیسے برباد کرنے جارہے ہو جس میں لوط خدا کا برگزیدہ نبی موجود ہے اور میرا حقیقی بھتیجا بھی ہے اور دین حنیف کا پیرو بھی۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ سب کچھ ہم جانتے ہیں مگر خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ قوم لوط اپنی سرکشی۔ بدعملی۔ بے حیائی اور فواحش پر اصرار کی وجہ سے ضرور ہلاک کی جائے گی اور لوط اور ان کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہیں گے البتہ لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کی حمایت کی وجہ سے قوم لوط ہی کے ساتھ عذاب پائے گی۔

غرض کہ ملائکۃ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوکر سدوم پہنچے اور یہ اپنی شکل وصورت میں حسین خوبصورت نوجوانوں کی حیثیت میں تھے۔ سدوم پہنچ کر لوط علیہ السلام کے ہاں مہمان ہوئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کو دیکھا تو گھبرائے اور ڈرے کہ بد بخت قوم نہ معلوم ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے کیونکہ ابھی تک لوط علیہ السلام کو یہ نہیں فرمایا گیا تھا کہ یہ خدا کے پاک فرشتے ہیں۔ بہر حال یہ فرشتے جب حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرے تو پھر کیا صورت حال پیش آئی یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ظاہر میں اور باطن میں ہر طرح کے فسق وفجور سے پاک صاف رکھیں اور شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے ظاہری باطنی دینی فتنہ وفساد سے ہم کو محفوظ فرمائیں اور مفسدوں سے ہم کو علیحدہ رکھیں۔ اور اپنے نیک اور فرمانبردار بندوں میں ہم کو شامل رکھیں۔ اور اپنی نصرت وحمایت کو ہمارے شامل حال رکھیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ

اور جب ہمارے وہ فرستادے لوطؑ کے پاس پہنچے تو لوطؑ اُن کی وجہ سے مغموم ہوئے اور اُن کے سبب تنگ دل ہوئے اور وہ فرشتے کہنے لگے آپ اندیشہ نہ کریں

وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ

اور نہ مغموم ہوں ہم آپ کو اور آپ کے خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز آپ کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں ہوگی۔ہم اس بستی کے باشندوں پر

عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا

ایک آسمانی عذاب اُن کی بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں۔اور ہم نے اس بستی کے کچھ ظاہر نشان (اب تک)

مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

رہنے دیئے ہیں ان لوگوں (کی عبرت) کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَلَمَّا اور جب | اَنْ کہ | جَآءَتْ آئے | رُسُلُنَا ہمارے فرشتے | لُوْطًا لوطؑ کے پاس | سِيْٓءَ پریشان ہوا | بِهِمْ ان سے | وَضَاقَ اور تنگ ہوا |
| بِهِمْ ان سے | ذَرْعًا دل میں | وَقَالُوْا اور وہ بولے | لَا تَخَفْ ڈرو نہیں تم | وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کھاؤ | اِنَّا مُنَجُّوْكَ بیشک ہم بچانے والے ہیں تجھے | | |
| وَاَهْلَكَ اور تیرے گھر والے | اِلَّا سوا | امْرَاَتَكَ تیری بیوی | كَانَتْ وہ ہے | مِنَ سے | الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے | اِنَّا بیشک ہم | |
| مُنْزِلُوْنَ نازل کرنیوالے | عَلٰى پر | اَهْلِ لوگ | هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی | رِجْزًا عذاب | مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے | بِمَا اس وجہ سے کہ | |
| كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ وہ بدکاری کرتے تھے | وَلَقَدْ تَّرَكْنَا اور البتہ ہم نے چھوڑا | مِنْهَا اس سے | اٰيَةًۢ بَيِّنَةً کچھ واضح نشانی | لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے | يَّعْقِلُوْنَ وہ عقل رکھتے ہیں | | |

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ پہلے عذاب کے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں بڑھاپے میں فرزند کی خوشخبری دی۔اس وقت تک حضرت سارہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔اور ساتھ ہی ان فرشتوں نے یہ بتایا کہ ہم قوم لوط کی بستیوں کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں کیونکہ وہاں کے لوگ برے کام سے باز نہیں آتے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت لوط علیہ السلام کا فکر ہوا کہ بروں کے ساتھ کہیں اچھے بھی نہ پس جائیں مگر فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین اور جوان پر ایمان لائے ہیں وہ بچالئے جائینگے۔بجز لوط علیہ السلام کی بی بی کے کہ وہ قوم کے ساتھ عذاب میں گرفتار ہوگی۔یہ کہہ کر فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوئے اور لوط علیہ السلام کے ہاں پہنچے۔یہ اپنی شکل وصورت میں حسین خوبصورت جوانوں کی حیثیت سے تھے اور انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ ہم آج آپ کے مہمان ہوں گے۔حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کی حالت سے واقف تھے کہ وہ باہر سے آنے والے نووارد مسافروں کو خاص طور پر ستاتے تھے اس لئے حضرت لوط علیہ السلام بجائے اس کے کہ مہمانوں کے آنے سے خوشی ہوتی جیسا کہ مہمان نواز لوگوں اور خاص کر اللہ والوں کو خوشی ہوا کرتی ہے ان کے آنے سے بڑے پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ قوم کے موذیوں سے ان شریف مہمانوں کی حفاظت کیسے کروں۔حضرت لوط علیہ السلام کو ابھی تک یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ خدا کے پاک فرشتے ہیں۔حضرت

لوط علیہ السلام کی اس پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا کہ آپ ہماری ظاہر صورت کو دیکھ کر نہ گھبرائیں اور نہ پریشان خاطر ہوں۔ ہم ملائکہ عذاب ہیں اور خدا کا فیصلہ ان کے حق میں اٹل ہے۔ وہ اب ان کے سر سے ٹلنے والا نہیں۔ اس بستی والوں کی شامت آ گئی ہے اور ہم ان لوگوں پر سخت عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ ان کی بے حیائی اور ان کے گندے کاموں کی نحوست ان پر پوری طرح چھا گئی ہے۔ آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا مگر آپ کی بیوی ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور عذاب میں گرفتار ہوگی چنانچہ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو ہدایت کی کہ رات ہوتے ہی آپ اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے چنانچہ ابتدائے شب ہی میں حضرت لوط علیہ السلام بستی سے باہر چلے گئے لیکن آپ کی بیوی ان بستی والوں ہی میں رہ گئی اور آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا۔ آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا۔ پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ آخر میں بتلایا جاتا ہے کہ ہم نے اس بستی کی ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔ اس کھلی نشانی سے مراد بحیرۂ مردار ہے جسے بحر لوط بھی کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اس ظالم قوم پر اس کے کرتوتوں کی بدولت جو عذاب آیا تھا اس کی ایک نشانی آج بھی شاہراہ عام پر موجود ہے جسے تم شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں جاتے ہوئے شب و روز دیکھتے ہو۔ موجودہ زمانہ میں یہ بات قریب قریب یقین کے ساتھ تسلیم کی جا رہی ہے کہ بحیرہ مردار ایک ہولناک زلزلے کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے کی بدولت وجود میں آیا ہے۔ اس کے قریب بسنے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلہ اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً ۴۰۰ میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اسی لئے اس کا نام بحر لوط بحیرۂ مردار یا بحر میت ہے۔ اس طرح یہ بحر لوط خود ایک عبرت کا نشان ہے۔ اس حصہ میں پانی کے نیچے کچھ ڈوبی ہوئی بستیوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ حال ہی میں جدید آلات غوطہ زنی کی مدد سے یہ کوشش شروع ہوئی ہے کہ کچھ لوگ نیچے جا کر ان آثار کی جستجو کریں۔

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بھی یہاں ختم ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے ان واقعات سے بعض علمائے محققین نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء عالم الغیب ہوتے اور جمیع ما کان و یکون یعنی جو ہوا اور ہوگا سب کا علم ان کو حاصل ہوتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عظیم القدر پیغمبر تھے۔ مگر جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو وہ اس بنا پر گھبرائے کہ یہ مہمان ہیں اور میری قوم بدعادت میں مبتلا ہے۔ وہ ضرور اپنی نفسانی خواہش کے تحت ان سے چھیڑ چھاڑ کریں گے اور یہ چیز میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوگی اور باعث شرم ہوگی کیونکہ اس میں مہمانوں کی رسوائی ہے۔ تو یہ سارا خطرہ اور فکر حضرت لوط علیہ السلام کو اسی وجہ سے تھا کہ اس وقت تک آپ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ مہمانوں کی شکل میں اللہ کے فرشتے ہیں اگر آپ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ اللہ کے فرشتے ہیں تو اس قدر پریشان ہونے اور دل میں خطرہ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا اور وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے فرشتوں کو نہ پہچان سکے چنانچہ جب فرشتوں نے دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام ان کی وجہ سے بے چین و مضطرب ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء و رسل میں افضل سمجھے جاتے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے "خلیل" کا لقب عطا

فرمایا انہیں بھی کلی علم غیب اور ما کان و یکون کا علم نہیں عطا کیا گیا تھا کہ جو صرف خاصہ خداوندی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے جو گذشتہ آیات میں ذکر ہوا کہ آپ نے اللہ کے فرشتوں کو پہلے نہیں پہچانا اور آپ یہی سمجھے کہ یہ آدم زاد بشر ہیں کیونکہ وہ انسانی شکلوں میں آئے تھے اور ان کی ظاہری شکلوں سے یہی سمجھا کہ حقیقت میں یہ انسان ہیں چنانچہ آپ نے ان کے لئے کھانا تیار کرایا اور بچھڑا ذبح کر کے اس کا گوشت وغیرہ بھونا اور فرشتوں کے سامنے لا کر رکھا۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں کھانا نہیں کھائیں گے تو بچھڑے وغیرہ کو ذبح کر کے مہمانوں کے لئے گوشت بھوننے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے رویہ سے دل ہی دل میں ڈرے کہ مبادا یہ دشمن ہوں اور ہمیں نقصان پہنچانے کے لئے آئے ہوں۔ حالانکہ وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری ولادت فرزند کی دینے آئے تھے نہ کہ کسی برے ارادے سے جب فرشتوں کے بتانے سے اصل حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ فرشتے ہیں اور ان کو بیٹے کی خوشخبری دینے اور قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے آئے ہیں تو آپ کا خوف جاتا رہا اور آپ مطمئن ہو گئے۔ تو اس سے بھی صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے ورنہ فرشتوں کو کم از کم آپ پہلے ہی پہچان لیتے۔ اور دل میں ان کی طرف سے کوئی اندیشہ لانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ایسے ہی قرآن پاک سے دوسرے انبیاء و رسل کے واقعات و حالات سامنے آتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلی اور تفصیلی علم غیب سوائے خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ صفت غیب دان ہونے کی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہاں جو بات یا علم حق تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی یا مقبول بندے کو بذریعہ کشف الہام یا وحی بتا دیں تو اس کو علم ہو جاتا ہے اور وہ پھر کسی اور کو خبر کر دے تو اس کو بھی علم ہو جاتا ہے مثلاً جیسا کہ جنت و دوزخ کا علم حق تعالیٰ نے انبیاء کو بتلا دیا اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی ایسے ہی بعض گذشتہ دور کے واقعات یا آئندہ کے حالات اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے بعض بندوں کو معلوم ہوتے ہیں اور اسی قدر معلوم ہوتے ہیں کہ جس قدر حق تعالیٰ بتلا دیں۔ تو اولیاء اللہ یا انبیاء کرام بعض مغیبات کے باعث کہ جن کا علم اللہ تعالیٰ ان کو بطور خرق عادت یا بذریعہ کشف و الہام القا فرما دے وہ ''عالم الغیب'' تو نہیں کہلائیں گے۔ اسی لئے شرعاً ''عالم الغیب'' کے الفاظ صرف حق تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ کیونکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اب آگے حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم اور پھر اجمالاً عاد و ثمود و قارون۔ فرعون و ہامان کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں حق کے ساتھ وابستہ رکھیں۔ اور باطل سے علیحدہ رکھیں۔ حق تعالیٰ ہمارے اہل وعیال اور متعلقین کو بھی حق پر قائم رکھیں اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بھی ہر طرح کے عذاب و سختی سے محفوظ و مامون فرمائیں اور آخرت میں بھی قیامت کی سختیوں کو ہم سے دور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نافرمان قوموں کے واقعات سے ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح کی ہر چھوٹی و بڑی نافرمانی سے بچنے کی ہمت و عزم عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا

اور مدین والوں کے پاس ہم نے اُن کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا سو انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور روز قیامت سے ڈرو اور سرزمین

فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾ فَکَذَّبُوْہُ فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾

میں فساد مت پھیلاؤ۔ سو ان لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا پس زلزلہ نے اُن کو آ پکڑا پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے گر کر رہ گئے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ مِّنْ مَّسٰکِنِھِمْ وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ فَصَدَّھُمْ

اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی ہلاک کیا اور یہ ہلاک ہونا تم کو اُن کے رہنے کے مقامات سے نظر آ رہا ہے اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کی نظر میں مستحسن کر رکھا تھا

عَنِ السَّبِیْلِ وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مُّوْسٰی

اور اُن کو راہ (حق) سے روک رکھا تھا اور وہ لوگ (ویسے) ہوشیار تھے۔ اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی ہلاک کیا، اور اُن کے پاس موسیٰ (علیہ السلام)

بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَکْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَمَا کَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ فَکُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِہٖ فَمِنْھُمْ

کھلی دلیلیں لے کر آئے تھے پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور بھاگ نہ سکے۔ تو ہم نے ہر ایک کو اُس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا سو اُن میں

مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِ حَاصِبًا وَمِنْھُمْ مَّنْ اَخَذَتْہُ الصَّیْحَۃُ وَمِنْھُمْ مَّنْ خَسَفْنَا

بعضوں پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی، اور اُن میں بعضوں کو ہولناک آواز نے آ دبایا، اور اُن میں بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا،

بِہِ الْاَرْضَ وَمِنْھُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمَھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور اُن میں بعض کو ہم نے ڈبو دیا، اور اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن یہی لوگ اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

| وَ اور | اِلٰی مَدْیَنَ مدین کی طرف | اَخَاھُمْ انکا بھائی | شُعَیْبًا شعیبؑ کو | فَقَالَ پس اس نے کہا | یٰقَوْمِ اے میری قوم | اعْبُدُوا تم عبادت کرو |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اللّٰہَ اللہ | وَارْجُوا اور امید وار رہو | الْیَوْمَ الْاٰخِرَ آخرت کا دن | وَ اور | لَا تَعْثَوْا نہ پھرو | فِی الْاَرْضِ زمین میں | مُفْسِدِیْنَ فساد کرتے ہوئے |
| فَکَذَّبُوْہُ پھر انہوں نے جھٹلایا اسکو | فَاَخَذَتْھُمْ تو آ پکڑا انہیں | الرَّجْفَۃُ زلزلہ | فَاَصْبَحُوْا پس وہ صبح کو ہو گئے | فِیْ دَارِھِمْ اپنے گھر میں | | |
| جٰثِمِیْنَ اوندھے پڑے ہوئے | وَعَادًا اور عادؑ | وَثَمُوْدَا اور ثمودؑ | وَقَدْ اور تحقیق | تَبَیَّنَ واضح ہو گئے ہیں | لَکُمْ تم پر | |
| مِنْ مَّسٰکِنِھِمْ ان کے رہنے کے مقامات | وَزَیَّنَ اور بھلے کر دکھائے | لَھُمْ ان کیلئے | الشَّیْطٰنُ شیطان | اَعْمَالَھُمْ انکے اعمال | | |
| فَصَدَّھُمْ پھر روک دیا انہیں | عَنِ سے | السَّبِیْلِ راہ | وَکَانُوْا حالانکہ یہ تھے | مُسْتَبْصِرِیْنَ سمجھ بوجھ والے | وَقَارُوْنَ اور قارون | وَ اور |
| فِرْعَوْنَ فرعون | وَھَامٰنَ اور ہامان | وَ اور | لَقَدْ جَآءَھُمْ اور البتہ آئے ان کے پاس | مُوْسٰی موسیٰ | بِالْبَیِّنٰتِ کھلی نشانیاں کے ساتھ | |
| فَاسْتَکْبَرُوْا تو انہوں نے تکبر کیا | فِی الْاَرْضِ زمین (ملک) میں | وَ اور | مَا کَانُوْا وہ نہ تھے | سٰبِقِیْنَ بچ کر بھاگ نکلنے والے | فَکُلًّا پس ہر ایک | |
| اَخَذْنَا ہم نے پکڑا | بِذَنْۢبِہٖ اسکے گناہ پر | فَمِنْھُمْ تو ان میں سے | مَّنْ جو | اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجی | عَلَیْہِ اس پر | حَاصِبًا پتھروں کی بارش |
| وَمِنْھُمْ اور ان میں سے | مَّنْ جو (بعض) | اَخَذَتْہُ اس کو پکڑا | الصَّیْحَۃُ چنگھاڑ | وَمِنْھُمْ اور ان میں سے | مَّنْ جو | خَسَفْنَا ہم نے دھنسا دیا |

| لِيَظْلِمَهُمْ ظلم کرتا ان پر | اللّٰهُ اللہ | وَمَا كَانَ اور نہیں ہے | مَنْ اَغْرَقْنَا جو ہم نے غرق کردیا | وَمِنْهُمْ اور ان میں سے | الْاَرْضَ زمین | بچہ اس کو |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- | --- |
|  | يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے | اَنْفُسَهُمْ خود اپنی جانوں پر | كَانُوْٓا وہ تھے | وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ) |  |  |

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں تین انبیاء کرام علیہم السلام کی اقوام کے قصہ بیان ہوئے یعنی نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے۔ اب چوتھا قصہ پہلے حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم مدین والوں کا بیان فرمایا جاتا ہے اور پھر اجمالی تذکرہ قوم عاد کا جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اور قوم ثمود کا جس کی طرف حضرت صالح علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اور فرعون و ہامان و قارون کا جن کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قبیلۂ مدین میں شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے آپ کی بعثت کے بعد آپ کے ہم وطن قوم شعیب کہلائے۔ شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم میں مبعوث ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ خدا کی نافرمانی اور معصیت کے ارتکاب میں ساری قوم مبتلا ہے اور اپنی بداعمالیوں میں اس قدر مست اور سرشار ہے کہ ایک لمحہ کے بھی انہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے معصیت اور گناہ ہے بلکہ اپنے بداعمالی کو باعث فخر سمجھتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم والے مشرک بھی تھے۔ قیامت کے منکر بھی تھے۔ دوسری قوموں کی طرح یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم اپنے کاموں کے مختار ہیں جو چاہیں کریں کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو رشد وہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے انہی اصول کی طرف بلایا جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت وارشاد کا خلاصہ ہے۔ آپ نے قوم کو تین نصیحتیں فرمائیں۔ اول اللہ کی پرستش کا حکم دیا۔ اللہ کی ہستی کا اقرار تو قوم کو تھا اور وہ خالق عالم خدا ہی کو جانتے تھے مگر مشرک فی العبادۃ تھے۔ بتوں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اس گمراہی سے روکا اور چونکہ وہ لوگ قیامت کا بھی انکار کرتے تھے یا اگر قائل بھی ہوں تو ان کی بداعمالی انکار پر دلالت کرتی تھی اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو قیامت کا یقین کرنے اور اس کے امیدوار رہنے کی تلقین فرمائی اور قیامت سے ڈرتے رہنے کی نصیحت فرمائی اور تیسری نصیحت معاملات کے درست کرنے کی فرمائی یعنی خرید وفروخت میں کم دینا کم تولنا۔ اپنا حق پورا بلکہ زیادہ لینا اور دوسرے کو اس کے حق سے کم دینا۔ بے ایمانی۔ دغابازی۔ ڈاکہ زنی اور فریب اور جبر وظلم سے لوگوں پر دست درازی کرنا۔ ان سب سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی۔ مگر قوم نے آپ کی کوئی بات نہ مانی۔ آپ کو جھوٹا سمجھا۔ حق کو ناحق جانا اور بداعمالیوں پر اصرار کے ساتھ جمے رہے۔ آخر وہی ہوا جو قانون الٰہی کا ابدی فیصلہ ہے۔ یعنی ہدایت اور حق کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور صداقت کا مذاق اڑایا جائے تو پھر ڈھیل اور مہلت کا وقت ختم ہونے پر خدا کا عذاب اس مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں قوم شعیب علیہ السلام کو عذاب نے آگھیرا اور یک بیک ایک ہولناک زلزلہ نے ان میں تباہی پھیلا دی اور ایک خوفناک آواز سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور اوپر سے آگ برسنے لگی اور نتیجہ یہ نکلا کہ کل کے سرکش آج اوندھے منہ جھلسے ہوئے مرے پڑے تھے۔

اس کے بعد قوم عاد وثمود کی ہلاکت کا ذکر فرمایا گیا۔ قوم عاد جو بڑے قدآور۔ طاقتور اور ملک ومال کے مالک تھے مگر شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھے جن کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر ان میں بھیجا گیا تھا مگر انہوں نے اپنے پیغمبر سے سرکشی کی اور بالآخر تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ اسی طرح قوم ثمود بھی بہت پرانی عرب قوم تھی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا لیکن جب قوم نے سرتابی کی اور اپنے پیغمبر کی ہدایات کو نہ مانا تو پھر ان کو بھی ہلاک کر کے ختم کر دیا گیا۔ آگے عبرت کے لئے بتلایا جاتا ہے کہ ان کی ویرانی و بربادی کے آثار ان کے رہنے کے مقامات سے ظاہر ہیں۔ کیونکہ ان ہلاک شدہ بستیوں کے کھنڈرات اور ان کے نشانات حجاز سے شام کو آتے جاتے دکھائی دیتے تھے۔ پھر یہ

ہلاک شدہ اقوام کوئی جاہل اور نادان نہ تھے اپنے دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار تھے اور اپنے نزدیک بڑے عقلمند بنتے تھے۔ گویا آج کل کی اصطلاح میں اپنے وقت کے بڑے ترقی یافتہ لوگ تھے اس لئے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ شیطان ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور ان کی عقل سلب کر کے اپنے راستہ پر کھینچ لے گیا نہیں۔ انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر دیکھتی آنکھوں شیطان کے پیش کئے ہوئے راستہ کو اختیار کیا جس میں انہیں بظاہر بڑی لذتیں اور بڑی منفعتیں نظر آتی تھیں اور انبیاء کے پیش کئے ہوئے اس راستہ کو چھوڑ دیا جو انہیں خشک۔ بدمزہ اور اخلاقی پابندیوں کی وجہ سے تکلیف دہ نظر آتا تھا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ قارون۔ فرعون اور ہامان نے سرکشی پر کمر باندھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے سمجھانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے اللہ کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے ایسی صاف اور کھلی ہوئی نشانیاں پیش کیں جنہیں دیکھ کر کسی کو ان کے پیغمبر ہونے میں شبہ نہ ہونا چاہئے تھا لیکن منکرین کو اپنی قوت و دولت اور جاہ و حشمت کے آگے کچھ نہ سوجھا۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور اتنا مغرور و متکبر تھا کہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا۔ ہامان اس کا وزیر تھا جس نے کہا کہ فرعون کے ہاں سے مجھے کیا نہیں ملتا جو میں دوسرے کی جانب دیکھوں۔ قارون اگرچہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور بظاہر موسیٰ علیہ السلام کو نبی مان چکا تھا لیکن مال و دولت والا تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو ماننا ضروری نہ سمجھا اور اس خیال میں تھا کہ میں دولت مند ہوں۔ میری دولت مجھے سب آفتوں سے بچالے گی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکا اور ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی گئی۔ بعض پر تند اور تیز ہوا کا عذاب مسلط کیا گیا۔ بعض کو ہیبت ناک گرج اور کڑک نے تباہ کردیا۔ اور بعض کو مع اپنے خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا اور بعض کو پانی میں ڈبو کر ختم کردیا گیا۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ اللہ کا کام ظلم کرنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کوئی بے موقع یا ناانصافی کا کام کرے۔ اس کی ذات عیوب ونقائص سے بالکل مبرا ومنزہ ہے۔ ہاں بندے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں کہ جن کا نتیجہ لامحالہ ان کے حق میں برا ہو۔ جب قانون خداوندی کا اعلان معتبر ذرائع سے کردیا گیا تو نہ اب کسی کو لاعلمی کا عذر رہا اور ظاہر ہے کہ اعلان کے بعد جو کوئی خلاف ورزی کرے گا اس کو اس کی سزا جو مقرر ہو چکی ہے وہ ملے گی اور یہ سزا ظلم نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ مجرم خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کہ قانون توڑنے والے کی سزا مقرر ہو جانے کے بعد قانون کو جان بوجھ کر توڑتا ہے۔

اب یہ تمام قصے جو یہاں تک سنائے گئے ہیں ان سے ایک طرف تو اہل اسلام کو یہ تلقین کرنا ہے کہ وہ پست ہمت اور دل شکستہ اور مایوس نہ ہوں اور مشکلات ومصائب کے سخت سے سخت طوفان میں بھی صبر واستقلال کے ساتھ حق وصداقت پر جمے رہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں کہ آخر کار اس کی مدد اہل ایمان کے لئے ضرور آئے گی اور وہ ظالموں کو نیچا دکھائے گا اور کلمۂ حق کو سربلند کردے گا۔

دوسری طرف ان ظالم کفار مکہ کو بھی متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم جو اپنے دانست میں مسلمانوں کا قلع قمع کردینے پر تلے ہوئے ہو اور ان پر ظلم وستم ڈھا رہے ہو اور تم کو جو تمہاری بغاوت وسرکشی اور ظلم وستم پر پکڑا نہیں گیا ہے اور خدا نے از راہ عنایت مہلت دے رکھی ہے تو تم اس کا مطلب یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ سرے سے کوئی طاقت انصاف کرنے والی موجود ہی نہیں اور اس زمین پر جس کا جو جی چاہے کرتا چلا جائے تو سن لو کہ تم اس غلط فہمی میں نہ رہو۔ اگر تمہاری سرکشی اور بغاوت کا یہی عالم رہا تو تم بھی اسی انجام سے دوچار ہو کر رہو گے جو انجام تم سے پہلے قوم نوح اور قوم لوط اور قوم شعیب دیکھ چکی ہے اور جس طرح عاد وثمود اور فرعون اور ہامان اور قارون تباہ و برباد ہو چکے ہیں اسی طرح تم کو بھی تباہی پیش آنی لازمی ہے۔

اب آگے شرک کی مذمت اور مشرکین کے عقائد کا بودا پن مکڑی کے جالے کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ

جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں اُن لوگوں کی مثال مکڑی کی سی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں

اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ

کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے، اگر وہ جانتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جس جس کو وہ لوگ خدا کے سوا پوج

مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ

رہے ہیں، اور وہ (اللہ تعالیٰ) زبردست حکمت والا ہے۔ اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں،

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے،

لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

ایمان والوں کے لئے اس میں بڑی دلیل ہے۔

| مَثَلُ مثال | الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے | اتَّخَذُوْا بنائے | مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا | اَوْلِيَآءَ مددگار | كَمَثَلِ مانند | الْعَنْكَبُوْتِ مکڑی | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِتَّخَذَتْ اس نے بنایا | بَيْتًا ایک گھر | وَاِنَّ اور بیشک | اَوْهَنَ سب سے کمزور | الْبُيُوْتِ گھروں میں | لَبَيْتُ گھر ہے | الْعَنْكَبُوْتِ مکڑی کا | |
| لَوْ كَانُوْا کاش ہوتے وہ | يَعْلَمُوْنَ جانتے | اِنَّ بیشک | اللّٰهَ اللہ | يَعْلَمُ جانتا ہے | مَا يَدْعُوْنَ جو وہ پکارتے ہیں | مِنْ سے | دُوْنِهٖ اس کے سوا |
| مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز | وَهُوَ اور وہ | الْعَزِيْزُ غالب زبردست ہے | الْحَكِيْمُ حکمت والا | وَتِلْكَ اور یہ | الْاَمْثَالُ مثالیں | نَضْرِبُهَا ہم وہ بیان کرتے ہیں | |
| لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے | وَمَا يَعْقِلُهَآ اور نہیں سمجھتے انہیں | اِلَّا سوا | الْعٰلِمُوْنَ جاننے والے | خَلَقَ اللّٰهُ پیدا کیا اللہ نے | السَّمٰوٰتِ آسمان | | |
| وَالْاَرْضَ اور زمین | بِالْحَقِّ حق کے ساتھ | اِنَّ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ اس میں | لَاٰيَةً البتہ نشانی | لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کیلئے | | |

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں جتنی قوموں کا ذکر کیا گیا وہ سب شرک میں مبتلا تھیں اور اپنے باطل معبودوں کے متعلق ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ ہمارے حامی اور مددگار اور سرپرست ہیں۔ ہماری قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی پوجا پاٹ کر کے اور انہیں نذر نیاز دے کر ہم ان کی خوشنودی حاصل کریں گے تو یہ ہمارے کام بنائیں گے اور ہم کو ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھیں گے لیکن جیسا کہ گذشتہ ذکر ہونے والے واقعات میں دکھایا گیا ان کے یہ تمام عقائد و گمان باطل اس وقت بالکل بے بنیاد ثابت ہوئے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا گیا اور ان کی بربادی کا فیصلہ کر دیا گیا۔ اس وقت کوئی دیوی دیوتا یا کوئی جن و فرشتہ جن کے بت بنا کر وہ پوجتے تھے ان کی مدد کو نہ آیا کہ جو عذاب الٰہی سے انہیں بچا لیتا۔ تو گذشتہ واقعات کو بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ مشرکین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ کائنات کے حقیقی مالک اور فرمانبردار کو چھوڑ کر بالکل بے اختیار اور خیالی معبودوں کے بھروسہ پر جو توقعات کا گھروندہ تم نے بنا رکھا ہے اس کی حقیقت بودے پن اور بے ثباتی میں مکڑی کے جالے سے کچھ زیادہ نہیں ہے جس طرح

مکڑی کا جالا نہایت کمزور اور بودا ہوتا ہے کہ ایک انگلی کی چوٹ بھی برداشت نہیں کرسکتا بلکہ زور کی پھونک مارنے سے بھی اڑ جاتا اور ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے یہی حالت مشرکوں کے معبودوں کی ہے کہ وہ اپنے پجاریوں کو کسی آفت سے نہیں بچا سکتے۔ حقیقت کا علم اگر کچھ بھی انہیں ہوتا تو یہ کبھی شرک نہ کرتے۔ حقیقت بس یہ ہے کہ اختیارات کا کلی مالک بس اس کائنات میں رب العالمین کے سوا کوئی نہیں۔ اگر یہ مشرکین اس بات کو نہ سمجھیں تو کیا ہوا اللہ تعالیٰ کو تو ان سب چیزوں کی حقیقت خوب معلوم ہے جنہیں یہ معبود بنائے بیٹھے ہیں اور مدد کے لئے پکارتے ہیں کہ ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ طاقت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی کی تدبیر و حکمت اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے۔ وہی مستقل طاقت اور قدرت رکھنے والا ہے۔ اور نفع و نقصان کا مالک ہے۔ اور ساری مخلوق کو ہر ہر چیز عطا کرنے والا ہے۔ عزیز و حکیم بس وہی ہے۔

مشرکین مکہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر قرآن خدا کا کلام ہوتا تو مکڑی۔ مچھر اور مکھی جیسے حقیر اور کمزور جانوروں کی باتیں اس میں نہ ہوتیں۔ یہ خدا کی عظمت شان کے مناسب نہیں۔ اس کا جواب بھی قرآن پاک میں کئی جگہ دیا گیا ہے۔ یہاں یہ سمجھایا گیا کہ مثال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی حقیقت ظاہر ہو جائے جس کے لئے وہ مثال دی گئی ہے۔ اسے مثال دینے والے کی عظمت اور شان سے کوئی تعلق نہیں۔ مثال کی غرض اور اس کی اصل سے مناسبت ہی اصل چیز ہے جسے سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ احمقوں کو تو فقط اعتراض سے کام ہے وہ بات کی تہ کو پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ تو مشرکین جو یہ کہتے ہیں کہ ایسے حقیر جانوروں کی مثالیں اللہ کے عظمت شان کے مناسب نہیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان تو اس سے ظاہر ہے کہ اس نے آسمان اور زمین جیسی عظیم الشان مخلوق پیدا کر دی اور سب کو ایک نظام کے اندر جکڑ دیا۔ ان کو دیکھ کر ایمان والے اپنا یقین مضبوط کرتے ہیں کہ ایک خدا ہی اس کا خالق ہے اور وہی ایک خدا اس کا مالک اور مدبر ہے۔

اسلام کا تو یہ عقیدہ ہی ہے کہ یہ سب کائنات اور زمین و آسمان کا کارخانہ از خود نہیں چل رہا بلکہ اس کا کوئی چلانے والا ہے جس کے علم و قدرت و حکمت کی کوئی انتہا نہیں۔ قدیم ماہرین فلکیات و ہیئت میں سے بہت سے محققین نے تمام عمر کی کاوش اور تحقیقات کے بعد کھلے لفظوں میں یہ اقرار کیا ہی تھا کہ ان معاملات میں جو کچھ غور و تحقیق کی گئی اور لکھا گیا وہ سب تخمینی قیاس آرائی سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ کائنات کا میدان اتنا وسیع ہے کہ ہمارے قیاس اور وہم و گمان کی بھی رسائی اس کی انتہا تک نہیں ہو سکتی۔ مگر اب جدید سے جدید ماہرین زمین پر بیٹھ کر نہیں بلکہ زمین سے ہزاروں میل کی بلندی پر پہنچنے اور اس زمین کی کشش سے باہر کی فضا جس کو آج کل خلاء کہا جاتا ہے اس میں پہنچنے اور جدید ترین دوربینوں اور جدید آلات کی مدد سے جو مشاہدات ہوئے ہیں اور جو معلومات حاصل کی گئی ہیں ان میں بھی ستاروں اور سیاروں کا ایسا ناپیدا کنار جہاں دکھائی دیتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور علم و حکمت کے سامنے انسانی بے بسی اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کائنات اتنی پر حکمت اور اتنی منظم ہے کہ اس کا تصور بھی انسانی ذہن پوری طرح نہیں کرسکتا اور انسان یہ ماننے پر مجبور ہے کہ زمین پر جاندار چیزوں کی بقا کے لئے جو حالات ضروری ہیں وہ نہایت مکمل طور پر یہاں موجود ہیں مثال کے طور پر یہاں جو ارشاد فرمایا خلق اللہ السمٰوٰت والارض بالحق اس کی تصدیق میں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے۔ کائنات کے چند حقائق کو جدید سائنس کی روشنی میں سنئے اور غور کیجئے کہ خالق کائنات نے یہ کائنات کس درجہ بالحق پیدا فرمائی ہے۔

زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لٹو کی مانند گھومتی ہے۔ اگر زمین کی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو ہمارے دن اور رات اب کے دن اور رات سے دس گناہ زیادہ لمبے ہوتے یعنی قریب ۱۲۰ گھنٹہ کا طویل دن ہوتا اور اتنی ہی طویل رات ۱۲۰ گھنٹہ کی ہوتی گرمیوں کے موسم میں ۱۲۰ گھنٹہ کا طویل دن ہمیں جھلس دیتا اور سردیوں میں ۱۲۰ گھنٹہ کی طویل رات ہمیں منجمد کر دیتی۔ زمین کی تمام ہریالی اور ہماری بہترین فصلیں سو گھنٹے کی مسلسل دھوپ میں جھلس

جاتیں یا اتنی لمبی رات میں سردی کی نذر ہو جاتیں۔ اور اگر زمین کی رفتار موجودہ رفتار سے دس گنا زیادہ ہوتی تو زمین اپنے محور کے گرد قریب اڑھائی گھنٹہ میں گھوم جاتی تو سوا گھنٹہ کا دن اور سوا گھنٹہ کی رات ہوتی تو دنیا کے کاروبار کس طرح چلتے؟ سورج جو ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے اپنی سطح پر بارہ ہزار ڈگری فارن ہیٹ سے دہک رہا ہے۔ یہ حرارت اتنی زیادہ ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اس کے سامنے جل کر راکھ ہو جائیں۔ مگر وہ ہماری زمین سے اتنے مناسب فاصلے پر ہے کہ یہ "دائمی انگیٹھی" ہمیں ہماری ضرورت سے ذرہ بھر زیادہ گرمی نہ دے سکے۔ اگر سورج دگنے فاصلہ پر چلا جائے تو زمین پر اتنی سردی پیدا ہوگی کہ ہم سب لوگ جم کر برف ہو جائیں اور اگر وہ آدھے فاصلہ پر آ جائے تو زمین پر اتنی حرارت پیدا ہوگی کہ تمام جاندار اور تمام پودے جل بھن کر خاک ہو جائیں۔ ہماری زمین ایک گولے کی شکل میں خلا میں معلق ہے زمین کا کرۂ فضا میں سیدھا کھڑا نہیں ہے بلکہ ساڑھے تئیس درجے کا زاویہ بناتا ہوا ایک طرف کو جھکا ہوا ہے۔ یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھتے ہوئے بخارات سیدھے شمال یا جنوب کو چلے جاتے اور ہمارے براعظم برف سے ڈھکے رہتے۔

چاند ہم سے تقریباً ڈھائی لاکھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کی بجائے اگر وہ صرف ایک لاکھ میل دور ہوتا تو سمندروں میں مدوجزر کی لہریں اتنی بلند ہوتیں کہ تمام کرۂ ارض دن میں دوبار پانی میں ڈوب جاتا اور بڑے بڑے پہاڑ موجوں کے ٹکرانے سے گھس کر ختم ہو جاتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ سورج اپنی غیر معمولی کشش سے ہماری زمین کو کھینچ رہا ہے، اور زمین ایک مرکز گریز قوت کے ذریعہ اس کی طرف کھنچ جانے سے اپنے آپ کو روکتی ہے اور اس طرح وہ سورج سے دور رہ کر فضا کے اندر اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہے۔ اگر کسی دن زمین کی یہ قوت ختم ہو جائے تو وہ تقریباً چھ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی طرف کھنچنا شروع ہو جائے، اور چند ہفتوں میں سورج کے اندر اس طرح جا گرے جیسے کسی بہت بڑے الاؤ کے اندر کوئی تنکا گر جائے۔ ظاہر ہے کہ زمین کو یہ طاقت ہم نے نہیں دی بلکہ اس خدا نے دی ہے جس نے زمین کو پیدا کیا ہے۔

کائنات کے جس حصے میں ہم رہتے ہیں اس کا نام نظام شمسی ہے، اگر آپ کسی دور دراز مقام پر بیٹھ کر اس نظام کا مشاہدہ کر سکیں تو آپ دیکھیں گے کہ خلا کے اندر ایک آگ کا گولا بھڑک رہا ہے جو ہماری زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے۔ جس سے اتنے بڑے بڑے شعلے نکلتے ہیں جو کئی کئی لاکھ میل فضا میں اڑتے چلے جاتے ہیں۔ اسی کا نام سورج ہے۔ پھر آپ ان سیاروں کو دیکھیں گے جو سورج کے چاروں طرف اربوں میل کے دائرے میں پروانوں کی طرح چکر لگا رہے ہیں ان دوڑتی ہوئی دنیاؤں میں ہماری زمین نسبتاً ایک چھوٹی دنیا ہے جس کی گولائی تقریباً پچیس ہزار میل ہے۔ یہ ہمارا نظام شمسی ہے جو بظاہر بہت بڑا معلوم ہوتا ہے، مگر کائنات کی وسعت کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ کائنات میں اتنے بڑے بڑے ستارے ہیں جن کے اوپر ہمارا پورا نظام شمسی رکھا جا سکتا ہے۔ اس بے انتہا وسیع اور عظیم کائنات میں ہماری زمین فضا میں اڑنے والے ذرے سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ ہم ایک چھوٹے سے کیڑے کی مانند اس ذرے سے چمٹے ہوئے ہیں اور خلا میں ایک سفر میں مصروف ہیں۔

یہ کائنات کے اندر ہماری حیثیت ہے۔ پھر جب ہماری حیثیت یہ ہے تو ہم خالق کائنات سے مدد کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔ جس طرح ایک چھوٹے بچے کی ساری کائنات اس کے ماں باپ ہوتے ہیں، اس کی زندگی، اس کی ضرورتوں کی تکمیل اور اس کے مستقبل کا انحصار بالکل اس کے والدین کے اوپر ہوتا ہے، اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ انسان اپنے رب کا محتاج ہے ہم خدا کی مدد اور اس کی رہنمائی کے بغیر اپنے لئے کسی چیز کا تصور نہیں کر سکتے وہی ہمارا سہارا اور اسی کی طرف ہمیں دوڑنا چاہئے۔ (خدا اور اس سے ہمارا تعلق۔ مجلہ نمبر ۲۶ مطبوعہ عالمی ادارہ اشاعت علوم الاسلامیہ۔ ملتان)

حال ہی میں یعنی ۱۹۶۸ء میں ایک امریکن خلانورد جو کامیابی کے ساتھ خلاء کا سفر کر کے واپس آ گیا اور جسکی کامیابی پر اس زمانہ کے موافق ومخالف سبھی نے اعتماد کیا اور خلا میں جو کچھ اس نے دیکھا اور بیان کیا اس کو قابل اعتماد سمجھا گیا اس کا ایک بیان

امریکہ کے مشہور ماہنامہ ریڈرز ڈائجسٹ میں چھپا ہے۔جس کے بعض اقتباسات آپ سنئے کہ یہ خلائی مسافر اپنی حیرانی کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جو اسلام کا عقیدہ ہے کہ یہ نظام کائنات از خود نہیں چل رہا بلکہ اس کی چلانے والی کوئی ایسی قدرت وطاقت ہے کہ جس کے حکمت وکمال کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

”مجھے خلائی پروگرام کے لئے منتخب کیا گیا۔اس موقع پر مجھے ایک کتابچہ دیا گیا جو خلائی معلومات پر مشتمل تھا۔اس کتابچہ سے ان دو پیراگرافوں نے مجھے بے حد متاثر کیا جو کائنات کی وسعت سے متعلق تھا۔ان تمام معلومات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہ جان لیا جائے کہ شعاعیں سال کسے کہتے ہیں؟ اور اس سے کیا مراد ہے؟ شعاع یعنی سورج کی روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی مسافت طے کرتی ہے۔اگر روشنی کو ایک سیدھی مسافت پر متواتر ایک سال سفر کرنے دیا جائے تو ایسی صورت میں جتنی مسافت طے کرے گی اس کو اصطلاحاً شعاعی سال کہتے ہیں یعنی روشنی کی ایک سالہ مسافت۔

اب ہم کتابچہ کے اس ٹکڑے کو نقل کرتے ہیں جس میں کائنات کی وسعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہمارے کہکشانی نظام کا قطر تقریباً ایک لاکھ شعاعی سال کی مسافت کے مساوی ہے اور سورج اس کہکشانی مرکز سے تقریباً ۳۰ ہزار سال کی مسافت پر واقع ہے اور اپنے محور پر ۲۰۰ ملین سال (یعنی ۲۰ کروڑ سال) میں چکر لگاتا ہے اندازہ لگایئے کہ نظام شمسی کے پرے کی کائنات کے لئے کسی بڑے پیمانہ کا تصور کس قدر مشکل اور دشوار ہے۔ ہمارے اس کہکشانی نظام کی کوئی انتہا نہیں اس لئے کہ اس سے پرے دسیوں لاکھ دوسرے کہکشانی نظام ہیں بظاہر سب کے سب ایک تخیلی رفتار پر ایک دوسرے سے ایک خاص تناسب سے حرکت کر رہے ہیں۔ وہ کائناتی حدود جو دوربین سے دیکھے جاسکتے ہیں ایک اندازے کے مطابق ہم سے تمام اطراف وجوانب میں تقریباً ۲۰۰۰ ملین یعنی دو ارب شعاعی سال کی مسافت تک ہیں۔ان اعداد وشمار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کائنات کتنی عریض ووسیع ہے۔“

اس کے بعد معلومات کا کچھ اور تذکرہ کر کے لکھا ہے ”کہ کیا یہ تمام حقائق اتفاقیہ ہیں؟ یقیناً یہ سب کچھ ایک متعین منصوبے کے تحت ہے۔یہی وہ ایک واحد شے ہے جو خلا میں خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ کوئی طاقت ہے جو ان سب کو مرکز ومحور سے وابستہ رکھتی ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ ہم مدار میں تقریباً ۱۸ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اوپر جاتے یعنی ۵ میل فی سکنڈ کے حساب سے یہ ہمارے ارضی معیار کے حساب سے کافی تیز اور انتہائی بلند ہے۔اس کے باوجود خلا میں پہلے ہی سے جو عمل جاری ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہماری کوششیں انتہائی حقیر ہیں سائنسی اصطلاحات اور پیمانوں میں خدا کی قدرت کی پیمائش ناممکن ہے......اس کے آگے بہت کچھ لکھنے کے بعد اخیر میں کہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں اور اس بنا پر کہتے ہیں کہ اس کائنات میں ایک رہنما قوت موجود ہے۔ (ماہنامہ البلاغ کراچی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مارچ ۱۹۶۸ء)

الغرض یہاں آیت میں یہ ارشاد **خلق اللہ السمٰوٰت والارض بالحق** اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو مناسب طور پر مصلحت اور حکمت سے پیدا کیا ہے یہ دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی قادر مطلق۔ حکیم کامل۔ عالم کل اور خلاق عالم نہیں۔ اسی نے آسمان زمین اور ہر چیز کو اپنی حکمت سے بنایا۔ اسی کا تصرف اور اقتدار ہمہ گیر ہے اس لئے وہی قاضی الحاجات اور کارساز حقیقی ہوسکتا ہے۔ نہ کہ مشرکین کے معبودان باطلہ۔

اب یہاں تک شروع سورۃ سے مسلسل چار رکوعات میں اہل ایمان کو دین پر صبر وثبات اور استقامت اور توکل علی اللہ کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی اب آگے ان صفات کو حاصل کرنے کی بعض عملی تدابیر بتلائی جاتی ہیں یعنی تلاوت قرآن اور نماز کی پابندی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ